سلطان المحققین حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہ

کے دو سو نادر و نایاب خطوط مبارک کا اعلیٰ اردو ترجمہ

مکتوبات دو صدی

مترجم

جناب سید شاہ قسیم الدین احمد شرفی الفردوسی

تصحیح و ترتیب نو

سید شاہ محمد سیف الدین فردوسی

ناشر

مکتبہ شرف بیت الشرف خانقاہ معظم بہار شریف (نالندہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سلطان المحققین حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہٗ

کے دو سو نادر و نایاب خطوط مبارک کا اعلیٰ اردو ترجمہ

مکتوبات دو صدی

مترجم

جناب سید شاہ قسیم الدین احمد شرفی الفردوسی

ناشر

مکتبہ شرف بیت الشرف خانقاہ معظم بہار شریف (نالندہ)

نام کتاب : اردو ترجمہ مکتوبات دوصدی

کاتب مکتوبات : سلطان المحققین حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ

مترجم : سید شاہ قیم الدین احمد شرفی البلخی فردوسی

ناشر و طابع : مکتبہ شرف، بیت الشرف، خانقاہ معظم، بہار شریف، نالندہ

مطبع : وکٹر آرٹ اینڈ پرنٹ نمبر ۲/۳۷ بی کنوفرلین، کلکتہ ۱۴۔۷۰۰۰

کاتب : ظفر صادق سبزی باغ پٹنہ ، عمران علی ۱۰۲ مفید الاسلام لین، کلکتہ ۱۴

اشاعت اول : ۸ رشعبان المعظم ۱۴۱۳ھ مطابق یکم فروری ۱۹۹۳ء بروز پیر

تعداد اشاعت : ۱ ہزار

اشاعت دوم ستمبر ۲۰۰۴ء

قیمت : ۲۵۰ / روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ شرف بیت الشرف خانقاہ معظم بہار شریف (نالندہ)

ڈاکٹر سعید فردوسی	طارق بن زیاد کالج، شاہ فیصل کالونی نمبر ۳۔ کراچی ۲۵۔ فون نمبر 4573807
سید باقر فردوسی	عزیز الدین پیپر مارٹ، شاپ نمبر ۹، بازارگان شاہراہ لیاقت (نیو چالی) کراچی۔ فون نمبر: 2621540
محمد شفیع فردوسی	سپریم شاپنگ سینٹر، دوکان نمبر ۵۵، جوہر چورنگی، گلستان جوہر کراچی۔ فون نمبر: 8110286
محمد شرف الدین فردوسی	A-523 بلاک 'L' نارتھ ناظم آباد کراچی، پاکستان۔ فون: 6640269
محمد قیوم فردوسی	مکتبہ فیصل سبحانی مسجد، اورنگی ۱۵ نمبر، فون نمبر: 6653429

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مخدوم جہاں قدس اللہ سرہ العزیز

کے علم و فضل، سلوک و معرفت، ریاضت و مجاہدہ، عجز و انکساری، عشق الٰہی اور حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عظمت میں

جامع مکتوبات دو صدی حضرت اشرف ابن رکن کا خراج عقیدت

حضرت مخدومنا و مولانا شیخ زماں، سبب امن و اماں، شریعت کے نکات و باریکیوں کے نکتہ داں، حقیقت کی حقیقتوں کے تحقیق کرنے والے لوگوں سے ظاہری احکام بیان فرمانیوالے، بڑے بڑے اہل اللہ پر باطنی اسرار و رموز کھولنے والے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو زندہ کرنیوالے، احادیث مصطفوی کو ظاہر فرمانے والے، بدعتیوں کے دین کو مٹانیوالے، پرہیزگاری و پارسائی کے دین کو قائم کرنیوالے، بلند و بالا درجات پر پہنچنے والے، اعلیٰ و ارفع نعمتوں کے پانیوالے، گناہ کی تاریکیوں سے تاریک دلوں کے قلوب کو روشن و منور فرمانے والے، حشر میں خاطی اور گنہگاروں کی شفاعت کرنے والے، مریدوں کو مراد یعنی اللہ تک پہنچانے والے ندا و پکار کے دن لوگوں کے کام آنیوالے، اگلے تمام بزرگوں کی یادگار، تمام لوگوں کے پیشوا و مقتدا، وہ کون؟ شرف الملۃ والدین احمد بن یحییٰ منیری قدس اللہ سرہ جنھوں نے دونوں جہان میں ماسوا اللہ سے رخ موڑ لیا ہے، اللہ آپ کی درازی عمر سے مسلمانوں کو فیض یاب فرمائے اور آپ کے دیدار کی نعمتوں سے سب کو مالا مال کرے۔

آمین!

(ماخوذ دیباچہ جامع مکتوب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعظیمِ شرع

سنہ ۱۹۹۰ء

عظمتِ شرف

سنہ ۱۴۱۱ھ سنہ ۱۹۹۰ء

إذا قلتُ ما ذنبت قالت محبّتہٗ
وُجُودُکَ ذَنبٌ لَا یقاسُ بہٖ ذنبا

(پوچھا میرا گناہ کیا ہے؟ محبت نے جواب دیا تیرا وجود ہی ایسا گناہ ہے جو قیاس میں نہیں آسکتا۔)

کلیدِ گنجِ سعادت قبولِ اہلِ دل است
مبادکس کہ دریں امر شک وریب کند

(حافظ شیرازی)

*

فہرست مضامین مکتوبات دو صدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میری باتیں قصہ اور افسانہ نہیں

حضرت مخدوم جہاںؒ کے اس قول فیصل سے متعلق

کچھ باتیں

از :- (سیّد شاہ محمد سیف الدین فردوسی)

بسم اللہ والحمد للہ والسلام علی رسول اللہ

سُلطان المحققین حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ جب کوہ و بیاباں و جنگلات میں سالہا سال کی سخت ترین ریاضت و مجاہدہ اور روحانی مدارج و کمالات کے بلند ترین زینے طے کر کے خلق خدا کی ظاہری و باطنی تعلیم و تربیت کے لئے بہار شریف تشریف لائے، تو اُسی وقت سے آپکی خانقاہ میں رُوحانی تعلیم و تربیت کا ایک ایسا مُبارک سلسلہ شروع ہوا، جو بہت جلد اپنی قوت تاثیر، سحر انگیزی اور قبولیت کے لحاظ سے مشہور و معروف ہو گیا۔ جہاں ایک طرف آپکی خانقاہ میں ملک و بیرون ملک سے آئے علماء و فضلا اور متلاشی علم و معرفت کا مجمع رہتا تو دوسری طرف عوام الناس آپکے رُخِ زیبا کی زیارت کیلئے شہر و قصبات سے اُمنڈتے چلے آتے، جو ایک نظر آپ کو دیکھ لیتا ہمیشہ کیلئے جان و دل قدموں پر نثار کر دیتا۔ ہر خاص و عام پر آپ کی نگاہ لطف و کرم اور شفقت و محبّت کی مثال اس باران رحمت کیطرح تھی جو امیر و غریب و بادشاہانِ وقت کو یکساں فیض پہونچاتی ہے۔ آپکے اخلاص و محبت و صحبت پُر تاثیر کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ نہ ہوتا وہ ایک ہی لمحہ میں سب کچھ ہو جاتا بمصداق اس مصرعہ کے ؎

"عِشق کی اِک جست نے طے کر دیا قصہ تمام"

آپکی خانقاہ جہاں ذاکرین کے ذکر سے پر نور و پر کیف رہتی وہیں اہل دل کے اجتماع سے عجیب بارونق نظر آتی۔ آپکی فرحت بخش در رُوح پرور مجلس میں جویان علم اپنی علمی پیاس کی سیرابی کیلئے حلقہ بنائے۔ اس طرح

مؤدب بیٹھتے گویا انکے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں، دیکھنے والوں کو سیرت کی کتابوں میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک مجلس کے جانثار صحابہ و اصحابِ صفہ رضی اللہ عنہم کے اخلاص و محبت کی پاکیزہ تصویر نظر آجاتی۔ عوام و خواص دونوں اپنی روزمرّہ کی دینی و دنیوی مشکلات اور پریشانیوں کا حل پوچھتے اور آپ قرآن و سُنّت، صحابہ و تابعین اور اولیاءِ کاملین کے اقوالِ زرّیں و پاک زندگی کی روشنی میں ان کے ذہن و فہم کے مطابق اس طرح دلنشین پیرائے میں جواب عنایت فرماتے جس سے کہ انکی پوری طرح تشفی و تسکین ہوجاتی۔ جب گفتگو کسی دقیق و عمیق مسئلہ پر ہوتی تو اس کو نہایت سہل انداز میں بیان کرنے کی کوشش کرتے۔ کبھی خود ہی شبہ وارد کرتے اور اس کا جواب دیتے، سائل اس بات پر حیران و ششدر رہ جاتا کہ یہ شبہ و سوال تو خود اسی کا تھا۔ دلچسپ و معنی خیز نکات آپکے کلمات کی جان ہوتے۔ خصوصی اوقات میں علماء و فضلا آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد مبارک "الشریعۃ اقوالی والطریقۃ افعالی والحقیقۃ احوالی" کے دقیق نکات و لطیف معنی کے متعلق استفسار کرتے اور حضرت مخدوم ؒ اُن کے فہم و ادراک کے مطابق اس طرح گوہر ریز ہوتے گویا علم و معرفت کا خزانہ لٹا رہے ہیں۔ بات سے بات نکلتی اور ہر بات وسیع و عمیق معنی، دلچسپ نکات و لطائف سے پُر وہبی اجتہادی قوت اور بلند فکری صلاحیت کی آئینہ دار ہوتی۔ آپ کے گرانقدر مکتوبات و ملفوظات نے اپنے فصیح و بلیغ طرز اسلوب، مؤثر انداز بیان اور جاذبیت و کشش سے ایک زمانہ کو متاثر کیا اور آج تک کر رہے ہیں اور انشاء اللہ کرتے رہیں گے اور کیوں نہ کریں جبکہ کاتب مکتوب ایسے علوم کے حامل تھے جس کی جڑیں دل میں پیوست تھیں، اس کا صدور وہیں سے ہوتا جس کے بارے میں یہ قول مشہور ہے انا عند المنکسرات قلوبھم لاجلی اُن کی حکومت زبان و حروف پر نہ تھی بلکہ نُطق گویائی تو ان کے وسیع و عمیق علوم کا ذریعہ بننے کے لئے بے چین رہتی، کیونکہ وہ اس بات کے قائل ہی نہیں بلکہ داعی و مبلغ تھے کہ علوم و معنی کو لفظوں کے سہارے پیش کرنے کی کوشش نہ کی جائے بلکہ اس بات کی کوشش کیجائے کہ علم و عرفان کا وہ دریا جس کا سوتا دل سے پھوٹتا ہے کسی طرح موجزن و متلاطم ہو جائے تو پھر الفاظ و حروف خود بخود افشائے علم کے لئے مُمِد و معاون ہوتے رہیں گے۔ اس وقت اُن کلمات یا تحریر کی روشنائی مصنوعی نہ ہوگی بلکہ اس کی نوک قلم میں خونِ جگر شامل ہوگا لیکن اس کے لئے علم و عمل کے ساتھ ساتھ احساس و جذبات سے مغلوب شکستہ دل کی ضرورت ہوگی۔ اگر ایسا ہوا تو

پھر اس کی قوت تاثیر و زندگی کا یہ عالم ہوگا کہ صدیاں گذر جانے کے بعد بھی اس میں وہی تر و تازگی، حلاوت و شیرینی اور اثر انگیزی پائی جائے گی جو ابتدائے آفرینش میں تھی۔

جب افکار ایسے پاکیزہ و بلند ہوں تو تحریر و گفتگو میں ثقیل و غیر مانوس الفاظ کا استعمال، غیر ضروری عبارت آرائی کو کیسے پسند کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے آپ کی تحریر و گفتگو ان عیوب سے پاک نظر آتی ہے۔ میں یہاں خود حضرت مخدوم الملکؒ ہی کے مکتوب سے ایک اقتباس نقل کرنا چاہوں گا جس سے آپ کے نظریہ تعلیم و تربیت، اصولِ تحریر اور آدابِ گفتگو کی پوری وضاحت ہو جائیگی۔ "علم گفتگو نہیں ہے، علم دوسری چیز ہے اور گفتگو دوسری چیز زبان کا علم کے ساتھ کوئی لگاؤ نہیں" اور آگے علم و زبان کے فرق و حقیقت پر ایسی فیصلہ کن و دوٹوک بات کرتے ہیں جو حرفِ آخر کا درجہ رکھتی ہیں "علم یہ ہے جو دین کے راستہ میں آدمی کے کام آئے اور علم کے ساتھ نطق کی حیثیت مجاز کی حیثیت ہے۔ علم میں صدق کی صفت ہوتی ہے اور علم کا وجود سوائے دل کے اور کہیں نہیں ہوتا اور زبان کی حکومت حرفوں پر ہے اور حرف ختم ہونے والی چیز ہے۔ اور علم دل سے نکلتا ہے اور دل کے لئے فنا نہیں اس کا تعلق عالم حقیقت سے ہے اور ہر شخص کو خدا علم نہیں دیتا مگر گویائی سے کسی کو محروم نہیں رکھتا، زبان کی نعمت ہر شخص کو دی ہے پرندے بھی زبان رکھتے ہیں مگر دل نہیں رکھتے چونکہ اُن کے پاس دل نہیں، اس لئے علم بھی نہیں ہے، اگر کسی چڑیا کو کسی کا نام سکھایا جائے تو سیکھ جائے گی مگر فرق نہیں کرسکتی۔ خلاصہ یہ کہ اُن کا دربارِ فقیرانہ ایک ایسا انوکھا دربار تھا جہاں علم و عرفان بیچا نہیں جاتا، جذبات و افکار کا سودا نہیں ہوتا بلکہ ہر شخص کو اس کے ظرف کے مطابق دیا جاتا ہے۔ ؎ "دیتے ہیں بادہ ظرفِ قدح خوار دیکھ کر" وہ ایسی سبیل ہے جو ہر خاص و عام کے لئے جاری و ساری ہے۔ آپ کی خدمت میں روز و شب آنے والے وہ خوش نصیب حضرات جن کے لئے آپ نے اپنی زندگی کو وقف کردیا تھا آپ سے مختلف سوالات کرتے اور آپ اس کے جواب عنایت فرماتے۔ مخلص مریدین و متوسلین روزانہ جو بھی آپ کی زبانِ گوہر فشاں سے سُنتے فوراً ترتیب کے ساتھ ضبطِ تحریر کرلیتے، پھر حضرت مخدوم کے حضور اسکو پیش کرتے آپ بغور مطالعہ فرماکر حسب ضرورت حذف یا اضافہ کرتے۔

حضرت مخدوم کا سب سے محبوب مشغلہ عبادت و ریاضت میں انہماک و یکسوئی اور اس میں بے انتہا ذوق و شوق تھا، آپ اس قولِ فیصل "الصلوٰۃ معراج المؤمنین" کے قائل و داعی ہی

نہیں بلکہ اس پر عامل، اس کے لطف ولذّت سے پوری طرح واقف وآشنا تھے، اس کے باوجود آپ نے اپنی زندگی کے قیمتی اوقات خواہ جس طرح بھی ممکن ہو، لوگوں کے دلوں کی راحت رسانی ان کے لئے دل سوزی وفکر مندی میں صرف کرتے۔ اوراس کام کو نوافل وسُنن سے بھی زیادہ اہمیت دیتے اور اپنے مُریدین ومتوسّلین کو بھی اس بات کی تاکید وتبلیغ فرماتے اوراس کام میں سعی بلیغ پر آمادہ وتیار کرتے۔

خدمتِ خلق سے افضل اور مفید تر کوئی عبادت نہیں

اپنے ایک عزیز مرید ملک خضر رحمۃ اللہ علیہ کے نام ایک مکتوب میں اس طرح رقم طراز ہیں:

"اے بھائی! جب دُنیا ضلالتوں اور گمراہیوں میں ڈوبی ہوئی ہے تمہیں چاہئے کہ اپنے قلم، اپنی زبان اپنے مال وجاہ اور مرتبہ کے ذریعہ جس قدر ممکن ہو ضرورت مندوں اور محتاجوں کی مدد کرو، اور ان کو آرام پہونچاؤ، تمہارے پاس نماز، روزہ اور نوافل کا جو کچھ ذخیرہ موجود ہے، بلاشُبہ وہ بہت مفید ہے، مگر اس سے کہیں بہتر یہ ہے کہ حاجت مندوں کی حاجت روائی کی جائے، بھوکوں کو کھلایا جائے اور ننگوں کو کپڑے پہنائے جائیں یقیناً اس سے زیادہ مفید اور سود مند عبادت تمہارے لئے کوئی اور نہیں۔" ـــــــ مکتوبات دو صدی مکتوب ۴۰

شکستہ تر، عزیز تر

ایک دوسرے مکتوب میں اپنی مُرید کو اس بات کی مزید تاکید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اے بھائی! ہمیشہ اسی فکر اور غم میں دل شکستگی کے ساتھ لگا رہنا چاہئے کہ دُنیا کی تمام چیزیں ٹوٹنے کے بعد بیکار ہو جاتی ہیں، لیکن دل جس قدر شکستہ ہوتا ہے، اتنا ہی قیمتی ہوتا ہے، حق سُبحانہٗ تعالیٰ کا ارشاد ہے (میں ان لوگوں کے پاس ہوں جن کے دل میری وجہ سے شِکستہ ہیں) اس لئے اے بھائی! شِکستہ دلوں کی مدد کرو، کھانے، کپڑے اور دیگر ضروریاتِ زندگی سے حاجتمندوں کی خدمت کرو درماندہ اور مظلوموں کو اپنے ہاتھ، قلم، کاغذ

اور زبان سے سہارا دو۔ یہ واقعہ تو تم نے سنا ہو گا کہ حضرت رابعہ بصریہؒ
کو اتنا بڑا مرتبہ صرف ایک مرتے ہوئے پیاسے کتے کو پانی پلانے سے
ملا۔ کیوں نہ ہو؟ اگر تم نے کسی ضرورت مند مومن کی ایک ضرورت
پوری کی تو اللہ تعالیٰ تمہاری نشتر ضرورتیں پوری کرے گا۔"

مکتوبات کو روز و شب کا وظیفہ بنالو

ملک شمس الدین کو ایک مکتوب میں اپنے ملفوظات و مکتوبات کو روز و شب کا وظیفہ بنانے اور اس کے فوائد و ثمرات سے فیضیاب ہونے کے اصول و طریقۂ کار کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس فقیر کے مکتوبات و ملفوظات جو وہاں پہونچے ہیں، انھیں
آداب کے ساتھ مطالعہ کیجئے اور اس پر اپنی وسعت اور قوت کیمطابق
عمل کیجئے اس قانون کے تحت قلم بھی زبانوں میں سے ایک زبان ہے۔
القلم احد اللسانین ملفوظات و مکتوبات کا وظیفہ اس تصور یعنی بزعم میں
کرو کہ (گویا) اس فقیر کی زبان سے سن رہے ہو۔"

مکتوبات دوصدی کے ایک خط میں حضرت مخدوم الملک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات مبارک کی اہمیت و قدر و قیمت اور قوت تاثیر کے بارے میں نہایت پرجوش انداز سے جو باتیں رقم فرمائی ہیں، وہ آپ کے اس دل شکستہ کی صحیح ترجمان ہیں جو حق تعالیٰ سے ہی سنتی اور دیکھتی ہیں، اور اسی کے عشق و محبت کے درد و سوز کی ایک جھلک ہیں جو آپ کے قلم مبارک سے صفحۂ قرطاس پر نقش ہو کر خدا کے بندوں کو خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستہ پر مضبوطی کے ساتھ صحیح طریقہ سے چلنے کی دعوت دے رہی ہیں۔

میری باتیں قصہ اور افسانہ نہیں ہیں

برادر عزیز! جو کچھ میں تمھیں لکھتا رہا ہوں، اسے حضوری دل کے ساتھ پڑھتے رہو۔ عادتاً نہیں۔ اس لئے کہ یہ قصہ اور افسانہ نہیں ہے۔ تنہائی میں مطالعہ کرو اور بہتر ہے۔

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ بزرگان طریقت نے جو مجاہدے اور کام کئے ہیں جب ہم ان کو نہیں کرسکتے تو ان کے ملفوظات اور ان کی کتابوں سے ہمیں کیا فائدہ۔ انھوں نے

جواب دیا کہ مشائخ طریقت کے مکتوبات و کلمات روئے زمین پر خدا کے لشکر کی حیثیت رکھتے ہیں اس کو جو شخص پڑھتا رہے گا اگر وہ شیر ہے تو شیر نر ہو جائے گا اور اگر نامرد ہے تو مرد ہو جائے گا۔

ڈوبنے والوں کو تنکے کا سہارا ہوتا ہے

مکتوباتِ دو صدی کے مکتوب ۱۴۲ میں اپنے مکتوبات کے پڑھنے، لکھنے اور اس کی ترویج و اشاعت میں دلی شوق و محبت کے ساتھ کوشش کرنے والوں کو حوصلہ و ہمت اور دونوں جہاں میں اُن کو سعادت و خوش بختی کا مژدۂ جانفزا دیتے ہوئے انتہائی عاجزی و انکساری کے ساتھ یوں تحریر فرماتے ہیں:

"اے بھائی! اسی طرح اپنا حال برابر لکھا کرو۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہی لکھنا ممکن ہے بہانہ بن جائے، میرے اور تمہارے نصیب میں لکھنے اور پڑھنے کے سوا رکھا ہی کیا ہے شاید یہ لکھا ہوا کسی کے کام آئے، اور وہ ایسا شخص ہو جس کی وجہ سے مجھکو اور تم کو (حق سبحانہٗ تعالیٰ) قبول کرلیں اسکو بھی کم نہ سمجھو "ڈوبنے والوں کو تنکے کا سہارا ہوتا ہے" درماندہ لوگوں کے لئے کام کی شرط ہے۔" مکتوب ۱۴۲

خلاصہ یہ کہ آپ جو کچھ لکھتے اور فرماتے اس کا مطلوب و مقصود خالصاً رضائے الٰہی و خوشنودیٔ رسولؐ ہوتا۔ ناموری و شہرت کو اس میں قطعاً دخل نہ ہوتا کیونکہ زیادہ شہرت و نیک نامی کو "شیطان کی شہرت" پر قیاس کرتے ہوئے خائف رہتے۔ حضرت مخدومؒ کے دورِ حیات میں اور آپ کے وصال کے بعد آپ کے ملفوظات و مکتوبات اور فرمودات سے لوگوں نے اپنے لئے رہبری و رہنمائی اور چراغِ راہ کا کام لیا وہ اس طرح ہے

نا قصاں را پیرِ کامل کاملاں را رہنما

خانقاہوں میں باقاعدہ آپ کی کتابوں کے درس کا نظم کیا گیا، شیوخ کبار نے خلوت نشیں ہو کر اس کا مطالعہ کیا۔ اور حقیقت میں آپ کے اقوال و کلمات نے، ایک پیر کامل کی طرح لوگوں کی اس طرح رہبری و رہنمائی کی کہ بے شمار لوگوں کی دین و دنیا سنور گئی، باطل و گمراہ کن خیالات سے متاثر مردہ ذہنوں میں نئی جان پیدا ہو گئی، اور سب سے بڑھ کر بے شمار سالکین راہ و طالبین معرفت نے

اس کی روشنی میں اپنی مراد و منزل کو پالیا، گذشتہ سات سو برسوں سے بیشمار لوگ حضرت مخدوم جہاںؒ کی کتابوں سے فیضیاب ہوتے آرہے ہیں، لیکن موجودہ وقت اور حالات میں جبکہ اُردو زبان جس میں کافی حد تک ہمارا قدیم دینی و علمی اور ثقافتی سرمایہ منتقل ہو چکا ہے اُس سے بھی روز بروز ہمارا تعلق ختم ہوتا جا رہا ہے، ایسی صورت حال میں اصل عربی اور فارسی زبانوں میں کتابوں کی طباعت قطعاً مفید و سود مند نہیں ہو سکتی، شدید ضرورت اس بات کی ہے کہ جو بھی دینی و اسلامی تعلیمات کا بیش قیمت ذخیرہ ہمارے بزرگوں نے بطور وراثت ہمارے لئے رکھ چھوڑا ہے، خواہ وہ ارشادات کی شکل میں ہو یا ملفوظات و مکتوبات کی صورت میں اس کو جلد از جلد مختلف زبانوں میں فوراً منتقل کیا جائے، اس سلسلہ میں اگر مقامی زبانوں میں بھی ترجمہ کی صورت نکل آئے تو اس سے بھی گریز نہیں کرنا چاہیئے، جیسا کہ کچھ دنوں پہلے بنگلہ زبان میں مکتوبات صدی کے ترجمہ سے لوگوں کو کافی فائدہ پہونچا ہے۔

حضرت مخدوم الملکؒ اور آپ کے خلفائے کبار رحمہم اللہ علیہم کی کتابوں کے اُردو ترجمے اور طباعت کا کام جو کچھ برسوں سے شروع ہوا ہے، الحمد للہ اس نے تو اب ایک تحریک تصوفِ اسلامی کے نشر و اشاعت کی شکل اختیار کر لی ہے، مکتوبات دو صدی کا اُردو ترجمہ اسی سلسلہ کی ایک روشن اور مُبارک کڑی ہے، اور ہمارے جدِ محترم حضرت جناب حضور سید شاہ محمد سجاد فردوسیؒ سابق سجادہ نشیں مخدوم جہاںؒ کی آرزوؤں و تمنّاؤں کا یہ وہ حسین خواب ہے جسکی خوبصورت تعبیر اب سامنے آرہی ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ انھوں نے اِس مُبارک کام کی ابتداء اپنے دورِ حیات میں ہی کر دی تھی، لیکن کام اب بھی بہت زیادہ باقی ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات سے اُمید ہے کہ وہ اپنے محبوبوں کی خواہشوں کو ان کی پیاری پیاری باتوں کو اور اُن مخلصانہ کوششوں کو جو لوگوں کی رہبری و رہنمائی کا بہترین ذریعہ ہیں ضرور پایۂ تکمیل و مقصد تک پہونچائے گا۔

آخر میں ہم اپنی طرف سے اور مکتبۂ شرف کی طرف سے مترجم کتاب جدِ محترم جناب سیّد شاہ قسیمُ الدین احمد فردوسی صاحب مدظلہٗ کے خلوص و محبّت اور اُن کے بے پایاں احسانوں کا ذکر کرنا اپنی سعادت تصور کرتا ہوں جنھوں نے اپنی پوری زندگی خانقاہ اور مخدومیات کے وسیع علمی ذخیرہ کی خدمت میں صرف کر دی، ترجمہ کی شروعات سے تکمیل کے مرحلے تک جس لگن و شوق اور جذبۂ خلوص کا اظہار ہوا اس کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ مکتوبات دو صدی کے کئی قلمی نسخوں کا

ایک دوسرے سے مقابلہ کرنا اور پھر مخطوطات میں کئی جگہ کاتبوں کی ایسی غلطیاں جس سے ذہن اُلجھ کر رہ جائے۔ ایسے نازک موقع پر حضرت مخدوم جہاںؒ کی فکر و طرز اسلوب کو سامنے رکھ کر صحیح مفہوم کو ادا کرنا بے حد مشکل کام تھا، جس کو انھوں نے نامساعد حالات اور خرابی صحت کے باوجود بحُسن وخوبی انجام دیا۔ میں جب کبھی ان کے پاس حاضر ہوتا اور انھیں مَتن کتاب کا ترجمہ جس تیزی سے کرتے دیکھتا تو مجھے بے حد تعجب ہوتا لیکن فوراً یہ بات آشکارا ہوجاتی کہ مکتوبات مُبارک کے الفاظ و معانی، اس کی لطیف و بلیغ عبارت، نادر نکات اور تعبیرات کا برمحل استعمال اور اس کا حسین امتزاج جو بلاشبہ قدیم عالمی ادبِ اسلامی کے انمول نمونوں میں شامل ہے، جس سے ان کی ایسی ذہنی ہم آہنگی ہوچکی ہے کہ پھر ترجمہ کے وقت ان کے لئے کوئی مشکل، مشکل نہیں ہوتی۔ تقریباً پندرہ سو صفحات پر مشتمل ترجمہ کے مسوّدہ کو خود ہی خوشخط نقل کر کے کاتب کو دینا۔ یہ سب ایسی چیزیں ہیں جس کو حضرت مخدوم جہاںؒ اور ان کی کتابوں سے انتہائی عقیدت بلکہ جنون کی حد تک شغف و محبت کہا جائے تو غلط نہ ہوگا، میرے لئے ترجمہ کے متعلق کچھ کہنا گویا اپنے ہی گھر کی تعریف یا تحقیر اپنی ہی زبان سے محمود نہیں ہوگی ——— اب تو یہ آپ کے سامنے ہے' اچھا ہے یا بُرا بہرحال ترجمہ ترجمہ ہے اصل کہاں ؟ لیکن عبارت آرائی تصنّع اور خوشنما الفاظ کی سجاوٹ سے الگ ہٹ کر جو قطعاً مقصود نہیں ترجمہ کو اصل مَتن کا پورا پورا فیضان اور تاثیر کا مجموعہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا۔

ترجمہ کے بعد کتابت کا سلسلہ شروع ہوا اور پھر کتابت شدہ اوراق میں جو غلطیوں کا انبار نکلا اس کی دُرستگی اور ترتیب میں کافی دقت ہوئی اور بہت زیادہ وقت لگا جس کی وجہ کر طباعت میں کافی دیر ہوتی گئی، جوں جوں تاخیر ہوتی رہی لوگوں کا اصرار بھی اسی قدر بڑھتا رہا لیکن اب کسی طرح کا عُذر قابلِ عُذر نہیں ہوگا۔

کتاب کی طباعت کے موقع پر خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف کے موجودہ سجادہ نشین مدّظلہٗ کا بھی بے حد ممنون ہوں کہ انھوں نے اپنے نایاب کتب خانہ سے مکتوباتِ دوصدی کا ایک قدیم نادر قلمی نسخہ جو ۲۰۸ خطوط پر مشتمل تھا بڑے خوش دلی کے ساتھ دیا جس سے ترجمہ کے وقت کافی مدد ملی اور آسانی ہوئی۔

مکتوباتِ دوصدی کے کتابت شدہ اوراق کی تصحیح، درستگی اور ترتیب میں جن لوگوں نے میرا تعاون کیا اُن کا میں تہہ دل سے مشکور ہوں خاص طور سے برادر عزیز مولانا کفیل احمد ندوی سلمہٗ کا جنھوں نے بڑے شوق و محبّت کے ساتھ اپنا قیمتی وقت دیا اور بڑی محنت کی، اسکے علاوہ اُن سبھی لوگوں کے لئے دعا گو ہوں جنھوں نے اس عظیم الشان کام کی ابتدا سے لیکر تکمیل طباعت کے مرحلے تک قدم قدم پر رہنمائی کی اور اپنا قیمتی تعاون دیا۔ اللہ تعالیٰ سے ایک بار پھر اخلاص کے ساتھ دعا گو ہوں کہ ہم سبھوں کی اس ناچیز کوششوں کو جس کا شمار کسی نیکی میں تو نہیں، لیکن نیکی کی نقل میں ضرور ہے سمجھ کر قبول فرمالے اور اس کھوٹے سکّے کو صحیح بنا کر اپنے خزانۂ رحمت سے ہم سبھوں پر اپنی رحمتِ کاملہ نازل فرمائے۔ اور اُس کام سے دُور رکھے جس میں اس کی رضا شامل نہ ہو۔ اور اس ترجمہ کو عامۃ المسلمین کی رہبری و رہنمائی کا ذریعہ بنا دے۔ (آمین)

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلًا وَّ اٰخِرًا، وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ ط

سیّد شاہ محمد سیف الدینؒ فردوسی

خانقاہ فردوسیہ نمبر ۱۸ رسلٹن اسٹریٹ کلکتہ ۱۴

۷ر شعبان المعظم ۱۴۱۳ھ مطابق ۳۱ر جنوری ۱۹۹۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ محبت

از: (عزت مآب گورنر بہار محمد شفیع قریشی)

اِس مختصر سی عبارت میں حضرت مخدوم جہاںؒ کی سیرت نگاری اور شریعت و طریقت پر مبنی اُن کی اِس گہر بار تخلیق کا احاطہ و تبصرہ تو ممکن نہیں۔ ہاں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ جو کچھ انھوں نے رقم فرمایا ہے۔ اُس سے شریعت و طریقت کی حقیقت و غائیت اور صوفیائے کرام کا کام و مقام مکمل طور پر سامنے آجاتا ہے واقعہ بھی یہی ہے کہ تصوف، شریعت و طریقت کی روح اور جوہر ہے اور صوفیائے کرام اس بیش بہا دبیکراں سرمایہ کے امین و محافظ ہیں اور اُمتِ نبویؐ اپنے دینی تشخّص کے لئے کبھی تصوف اور صوفیائے کرام سے بے نیاز نہیں ہو سکتی۔

اللہ تعالیٰ نے دین کی حفاظت کے لئے جو انتظام فرمایا ہے۔ اس میں صوفیائے کرام کا تسلسل بھی شامل ہے۔ حضرت مخدوم جہاںؒ کی دینی شخصیت ان کے نمایاں صفات، ان کا اندازِ تربیت، توازن و جامیعت، تعلق باللہ۔ خلوص و محبت، فیض و تاثیر۔ معرفت و سلوک اِسی سلسلۂ تحفظ میں شامل ہیں۔

حضرت عمر بن عثمان مکیؒ کے نام مکتوب میں ایک مقام پر حضرت جُنید بغدادیؒ نے رقم فرمایا ہے کہ تم احتیاط کا لبادہ اُوڑھ لو اور خدا کی خاطر اپنے نفس کے مُحاسب بن جاؤ۔ یہی پیغام حضرت مخدوم جہاںؒ کا بھی ہے۔ کیونکہ آج باطن کو آباد کرنے کی شدید ضرورت ہے۔ اس لئے کہ ہمارا غافل معاشرہ بدستور مادّیت سے پامال ہو رہا ہے۔ اقدار سیال ہو گئے ہیں۔ انسان ریزہ ریزہ ہو کر بکھر رہا ہے۔ اور مستقبل معدوم ہے۔ اس صدی کے آغاز میں ہی جدید ترکی کے فلسفی ضیاء گو کالپ نے انسان کو محفوظ رکھنے کے لئے تصوّف کی رہنمائی کو ضروری بتایا تھا ۔ برٹرینڈ رسل نے بھی اس امر پر اصرار کیا ہے کہ مشینی معاشرے سے پناہ تصوف میں ہی ہے۔

کیونکہ انسان دراصل جسم سے نہیں بلکہ اپنے شعور کے باعث زندہ رہتا ہے۔ اور صوفیانہ شعور ہی انسان کو مادّی استحصال اور مشینی کلچر سے آزاد کرتے ہوئے بہتر مستقبل کی ضمانت عطا کرتا ہے۔ کیونکہ تصوّف انسان کے عجز و انکسار کو فروغ دیتا ہے۔ قلب اور ضمیر کی تاریکی کو دُور کرتا ہے۔ اور سرکش و گمراہ ہمزاد کی نگرانی کرتا ہے۔ حضرت مخدوم جہاںؒ نے شریعت و طریقت کے توازن و امتزاج کو کبھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔.....

ان کی تحریر بابرکت سے یہ مُترشّح ہے۔ "مُونس المریدین" کی سولھویں[16] مجلس میں حضرتؒ نے حضور اکرمؐ کے اس ارشاد پر اصرار فرمایا ہے کہ شریعت میرے اقوال ہیں اور طریقت میرے افعال۔ جب تک شریعت حاصل نہ ہو طریقت دُرست نہیں۔ مزید وضاحت آئی کہ وضو کرنا شریعت ہے اور شب و روز باوضو رہنا طریقت ہے۔ نادر مکاتیب کے اِس مجموعہ میں خود احتسابی اور نفس کی گھاٹیوں کو قطع کرنے کے اہم ابواب کے علاوہ علم و دانش اور صحبت با اہلِ دل پر بھی حضرت مخدومؒ نے اصرار فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص بغیر علم کے تمام عمر مجاہدہ و ریاضت کرتا رہے۔ وہ جیسا تھا ویسا ہی رہے گا۔ اس کی مثال یہ ہے جیسے کوئی برسوں بے وضو نماز پڑھتا رہا ہو اور بغیر ایمان لائے ہوئے (یعنی کافر) قرآن کی تلاوت کرتا رہا ہو ——— اس صحیفہ بابرکت کا ترجمہ سلیس، سادہ، بامحاورہ اور فکر انگیز ہے۔ جناب شاہ قسیم الدّین صاحب نے اِس ترجمہ سے صدقۂ جاریہ کا فرض انجام دیا ہے اور شاہ مُحمّد سیفُ الدّین فردوسی صاحب نے اِن مکتوبات مُبارک کو ترتیب دے کر اہلِ ایمان کے لئے روشن مستقبل کے امکانات واضح کئے ہیں۔

میری دُعائیں ہیں کہ خداوند کریم ان کی مساعی کو قبول فرمائیں اور جزائے خیر عطا فرمائیں اور یہ متبرک مجموعہ ہم سبھوں کے لئے حاضری و حضوری کا وسیلہ شرف ہو۔

آمین!

محمد شفیع قریشی عُفیٰ عنہٗ

۱۰ر رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ راج بھون پٹنہ

❋

ابتدائیے دو حرف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

مکتوبات دو صدی، حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہٗ محتاج تعارف نہیں۔ اصل کتاب دو بار طبع ہو چکی ہے دونوں مطبوعہ ۱۵۴ مکاتیب پر مشتمل ہے۔ لیکن حقیقتاً یہ ۲۰۸ خطوط کا مجموعہ ہے۔ ۱۵۴ مکتوب کے بعد کا حصہ مخطوطہ ہے اور نایاب ہے۔ یہ ترجمہ کامل و مکمل کتاب کا ہے۔ اس کے ترجمہ کے لئے اعزہ اور احباب کا اصرار تھا۔ ترجمہ کا یہ کام میں نے کسی کی خاطر نہیں کیا ہے اور نہ جلبِ منفعت کے لئے، نہ کسی معاوضہ کی طلب میں نہ نام و نمود و شہرت و داد و تحسین کے لئے نہ کسی ادارہ و مکتبہ کیلئے اور نہ اس خیال سے کہ میں نشرِ دین کا کوئی کام کر رہا ہوں۔ ان جملوں کے لکھنے کے وقت میرا دل لرز رہا ہے کہ میں نے حضرت مخدومناؒ کی کتابوں میں حدیث بالمعنی دیکھی ہے۔ دقایق الریاء والشہوۃ الخفیہ کے ضمن میں حضرت مخدومؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے:

"ڈرنے کی سب سے بڑی چیز جس میں اپنی اُمت کے لئے ڈرتا ہوں وہ ریا کے دقایق اس کی باریکیاں اور پوشیدہ و پنہاں خواہشیں ہیں اور یہ اس درجہ چھپی ہوئی ہیں کہ جیسے کالی رات میں کالے پتھر پر کالی چیونٹی رینگتی ہے اسی طرح آدمی کے اندر ریائے خفی اور خواہش پنہاں داخل ہوتی ہیں۔"

اسی سے ظاہر ہے کہ جب سالکینِ راہ اس کی شناخت سے عاجز ہیں تو یہ خاطی و خاسر کس شمار میں ہے۔

یہ لکھنا اور پڑھنا میرا ذاتی ذوق ہے اور میری بیکاری کا ایک مشغلہ ہے جسے میں طاغوت سمجھتا ہوں کیونکہ میں نے حضرت مخدوم جہاںؒ کے کلماتِ عالی میں دیکھا ہے:

"جو چیز تمہیں اس کی یاد یعنی ذکر و فکر سے باز رکھے وہی تمہارا طاغوت ہے خواہ وہ بڑی سے بڑی عبادت ہی کیوں نہ ہو"

میرا حال ایک شرابی کا ہے جو شراب نوشی کو گناہ تو سمجھتا ہے مگر پھر بھی وہ پیئے جا رہا ہے۔ اسکے بغیر اسے چین نہیں۔ یہ ایک نشہ ہے۔ اگرچہ ضعف پیری نے اس لایق بھی نہیں رکھا ہے لیکن بقول غالب :

ع رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

اب جس کا جی چاہے میرے اس تکیف میں شریک ہو جائے۔ ہے تو ساقی کی عطا کا پیالہ ہی حضرت مخدوم جہاںؒ کے میخانہ کے بادہ خوار اپنی پیاس بجھالیں اور اس بادۂ ناب سے سرشار ہو جائیں۔ یہ اور بات ہے۔ اگر کسی کا وقت خوش ہو جائے تو وہ اس فقیر کی مغفرت کے لئے دُعا کر دیں۔

والسّلام

جارُوب کش آستانۂ مخدُوم حُسین نوشۂ توحید بلخی قدس سرہٗ

قسیم عفی عنہٗ

۲۷ رجب المرجب سنہ ۱۴۱۰ھ مطابق ۲۴ فروری سنہ ۱۹۹۰ء

ترجمہ دیباچہ

از

جامع مکتوبات دو صدی حضرت اشرف ابن رکن رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریف اللہ کے لیے ہے، جس نے مشائخ کو توفیق دی اُن اسرار کے کھولنے کی جس کا کھولنا جس حد تک جائز ہے اور مریدوں کو ان کی کوشش اور اختیار کے ذریعہ ان اسرار کے قبولیت کی روزی ارزانی فرمائی' ان مشائخ کے انفاس طیبہ کی برکتوں کے وسیلہ سے، نفس اور شریروں کی شرارتوں سے ان لوگوں کی حفاظت کی طرح طرح کے انوار وکشف کے ذریعہ اُن کے دلوں سے حجاب و پردے اٹھا دیئے۔ درود اس کے نبی اس کے رسول محمد مختار صلے اللہ علیہ وسلم پر اور آپکے آل واصحاب وامت ابرار پر۔

تم جانو! اللہ تعالےٰ تمہیں سعادت فراواں بخشے اور تحصیل علم و عمل کی توفیق بے پایاں دے سو مکتوب (یعنی مکتوبات صدی) کی تالیف کے بعد جو قاضی شمس الدین حاکم قصبہ چوسہ کے نام ہے اور وہ نسخہ شہرت پذیر ہو کر مشرق و مغرب میں پہنچ چکا ہے اب یہ دوسرا مجموعہ دو سو چند مکتوب مرغوب کا جو مطلوب و مقصود (حق تعالےٰ) تک پہنچانے والا ہے۔

حضرت مخدومنا و مولانا شیخ زماں، سبب امن و اماں، شریعت کے نکات دبار یکیوں کے نکتہ داں، حقیقت کی حقیقتوں کے تحقیق کرنے والے، لوگوں سے ظاہری احکام بیان فرمانے والے بڑے بڑے اہل اللہ پر باطنی اسرار و رموز کے کھولنے والے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو زندہ کرنے والے، احادیث مصطفوی کو ظاہر فرمانے والے، بدعتیوں کے دین کو مٹانے

والے پرہیزگاری و پارسائی کے دین کو قائم کرنے والے، بلند و بالا درجات پر پہنچنے والے، اعلیٰ و ارفع منعمتوں کے پانے والے، گناہ کی تاریکیوں سے تاریک دلوں کے قلوب کو روشن و منور فرمانے والے، حشر میں خاطی اور گنہگاروں کی شفاعت کرنے والے، مریدوں کو مراد یعنی اللہ تک پہنچانے والے ندا و پکار کے دن لوگوں کے کام آنے والے، اگلے تمام بزرگوں کی یادگار، تمام لوگوں کے پیشوا و مقتدا، وہ کون ہ شرف الملة والدین احمد بن یحییٰ منیری (قدس اللہ سرہ العزیز) جنہوں نے دونوں جہاں میں ماسوا اللہ سے رُخ موڑ لیا ہے، اللہ آپ کی درازی عمر سے مسلمانوں کو فیضیاب فرمائے اور آپ کے دیدار کی نعمتوں سے سب کو مالامال کرے۔

قطعہ

(وصف و مدح مخدوم میں)

شکر ہا می کنم بدرگہِ حق　　گرچہ شکرش نہ کارِ آساں است

میں حق سبحانہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہزاروں ہزار شکر کرتا ہوں گرچہ اس کا شکر بجالانا آسان کام نہیں ہے

درمیانِ مشایخ و علماء　　ذات پاکش چو مہر تاباں ست

علماء مشائخ کے درمیان آپ کی ذات پاک آفتاب جہاں تاب کی طرح روشن ہے

کاندریں عصر پُر ز کفر و جہل　　گفتِ اُو محض راہِ ایماں ست

کفر و جہالت سے بھرے ہوئے اس دور میں آپ کے کلمات، ارشادات خاص ایمان کی راہ ہیں

ہرچہ در راہِ دیں شود مشکل　　صد عبارت زبانش گویاں ست

دین کی راہ میں جتنی مشکلیں ہوں آپ کی زبان مبارک سو عنوان سے اسے بیان فرما کر حل کر دیتی ہے

وصفِ اُو در زباں نمی گنجد　　ہرچہ گویم ہزار چنداں ست

آپ کی توصیف زبان سے ادا نہیں ہو سکتی جس قدر بیان کروں اس سے ہزار گونہ زیادہ ہے

خواستم تا ز صد یکے گویم　　گفتن صدق کارِ مرداں ست

میں نے چاہا سو میں سے ایک حصہ بھی بیان ہو جائے لیکن صدق میں گفتگو کرنا مردوں کا کام ہے

ہاتفِ غیب در سخن آمد　　کارِ تو نیست کارِ خاصاں ست

غیبی فرشتہ نے آواز دی یہ تمہارا کام نہیں یہ خاصانِ خدا کے کام ہیں

باوجود مُلَوَّثے بہ گناہ یادِ پاکاں بکن کہ یادِ آں ست

گناہ میں مُلَوَّث ہونے کے باوجود پاک نفوس کا ذکر کرو کہ ذکر یہی ہے

صفتِ اولیا خدا کردہ است ذکرِ شاں در قرآں فراواں ست

اپنے اولیاء کی صفت خود خدا نے کی ہے قرآن کریم میں ان کا ذکر بہت زیادہ ہے

وصف، خود گر کند ز جہل بُوَد کودکے کہ بچاہ زنداں ست

اگر کوئی اپنی جانب سے وصف بیان کرے تو یہ جہالت ہوگی اسکی مثال اس بچہ کی ہے جو کنواں میں بند ہو

مادِحاں راز خجلت وصفش لب گزیدہ بہ زیرِ دنداں ست

آپ کی توصیف کے بیان میں اپنی ناکامی کی شرمندگی سے مدح کرنیوالے ہونٹھ دانتوں کے نیچے دبائے ہیں

با فنون و علوم کاندریں عصر پیشِ فضلش نہادہ دنداں ست

اس دور کے علوم و فنون کے ماہرین آپ کے فضل کے آگے عاجز و لاچار ہیں

دوستانش مدام در خندہ زاں حسودش ہمیشہ گریاں ست

آپ کے محبین ہمیشہ خوش و خرم ہیں اور حاسدین حسد سے غمزدہ رہتے ہیں

اشرف رکن مدح او نکند وصفِ آں ذاتِ کارِ پاکاں ست

اے اشرف ابن رکن تو مخدوم پاک کے مدح کی جرأت نہ کر اس ذات کی توصیف پاک نفوس کا کام ہے

اے خداوند خاکپایش کن برسرم کاں نہ لایق آں ست

اے خدا تو مجھے اُن کے تلوں کی خاک بنادے کیونکہ میرا سر اس خاکپاک کے لائق نہیں ہے

عذرِ تقصیرِ بندگی ہر دم می بخواہد چو زاں پشیماں ست

بندگی میں ہر لمحہ قصور و کوتاہی کی معافی چاہتا ہے کیوں کہ بندہ اس کوتاہی سے شرمندہ و پشیماں ہے

گر قبول افتدش عجب نبود صفت لازمیش احساں ست

اگر آپ کی جناب میں یہ قبول ہوجائے تو کوئی تعجب نہیں اس لئے کہ احسان و بھلائی آپکی لازمی صفت ہے

بر اُمید قبولِ حضرتِ او روز و شب زیر پائے درباں ست

اس درِ اقدس پہ قبولیت کی اُمید میں رات دن دربان کے قدموں میں پڑا ہوا ہوں

گشت آزاد ہر کہ شد بندہ بر درش گرچہ شاہِ شاہاں ست

آپ کے در پر آ گر اگر کوئی شہنشاہ بھی آپ کا بندہ ہو جائے تو وہ دونوں جہاں سے آزاد بے پرواہ ہو گیا

جرأتے رفت اندریں گفتن زیں سبب جاں چو بید لرزاں ست

اس مدح و منقبت میں اپنی ہمت و صلاحیت ختم ہے اسی سبب سے جاں بید کی طرح لرز رہی ہے

دِہ تو توفیق بر نوشتۂ شیخ

لے خداوند ہر چہ شایاں ست

اے خدا تو شیخ کے ان مکاتیب کے اسرار و معانی کی سمجھ اور اس پر

عمل کی توفیق عطا فرما جیسا کہ اس کے شایان شان ہے

یہ مکتوبات تدریجاً مختلف وقتوں اور متفرق موقع میں اپنے مقام سے نزول فرما کر یعنی اپنے علم کے اندازہ کے مطابق نہیں بلکہ مکتوب الیہ و سائل کی فہم کے بقدر اپنے قلم مبارک سے تحریر میں لائے اس کے خواستگاروں، خواہشمندوں، طالبوں کے پاس بھیجنے کا حکم فرمایا ان میں سے کچھ خطوط مریدوں کے پاس اور کچھ معتقدین بارگاہ کے پاس کہ جو شیخ کی خدمت اقدس و مجلس شریف کی حاضری اور مخدوم سے مخدوم کے کلمات لطیف کے سننے سے بوجہ دوری معذور تھے ان میں سے ہر ایک شخص کسی قصبہ یا شہر میں تھا اپنے اپنے مسکن سے اپنے حال کی ابتری، انتہائی بیچارگی اور اپنی دور افتادگی کا اظہار بذریعہ عرضی یوں کیا "کہ یہ درماندگان عاجزان تعلقات کی زیادتی اور اسباب و سایل آمد و رفت کی کمی کی بنا پر آستانہ عالیجناب اور بارگاہ عزت مآب تک نہیں پہنچ سکتے وہ لوگ جو اہل و عیال کے کھانے کپڑے کی فکر میں گرفتار ہیں وہ اس سے کلیتاً نکل بھی نہیں سکتے۔ اگر غیبی علوم اور لاریبی معانی و نکات سے کچھ اپنے قلم مبارک سے تحریر فرما کر ہم زمانہ کے قیدی اور فریبی نفس کے گرفتاران جو اپنی بے نصیبی سے اس آستانہ معظم اور بارگاہ مکرم سے محروم ہو گئے ہیں جسے اپنی بدبختی کم نصیبی کی علامت سمجھتے ہیں کے پاس بھیجنے کا حکم فرمایا جائے تو بمصداق مَنْ مُنِعَ عَنِ النَّظَرِ تسلی بالاثر (جو دیدار کی دولت سے محروم رہتا ہے وہ آثار و نشانات سے تسلی حاصل کرتا ہے) ہم لوگوں کے لئے مونس وقت ہو اور اس کے مطالعہ سے رشد و ہدایت، دولت و نعمت و صورت دین کی راہ میں اور یقین کے کا موتیں اپنا جمال دکھلائے اور نفس، ریاضت و مجاہدہ سے مغلوب ہو جائے، راہ دین کے

سلوک میں جو دشواریاں آئیں وہ ان تحریروں سے حل ہو جائیں اس قول کی بنا پر کہ اَشْفَقُ النَّاسِ فِی الدُّنْیَا وَاَرْحَمُھُمْ فِی الْعُقْبٰی ' مشائخ کرام دنیا میں لوگوں پر انتہائی شفیق اور عقبیٰ میں بہت بڑے مہرباں ہوتے ہیں' ان کی اس درخواست کو قبولیت کا شرف بخشا اور چند سطروں پر مشتمل مکتوب ہر ایک کے حالات، وقت و ضرورت کے لحاظ سے اپنے دست مبارک سے ارقام فرماتے اور ان لوگوں کے پاس بھیجنے کا حکم دیا کرتے اور بعض ایسے لوگوں کو بھی ان کی درخواست کے بغیر یہ دولت بخشتے جو حقِ خدمت رکھتے تھے اور کچھ حادثے اور واقعات سخت ان پر آ پڑے، یہ اس لئے تھا کہ شدتِ ابتلاء سے مغلوب ہو کر حدِ شرع سے نہ گذر جائیں ان آیات و احادیث، حکایات و کلمات کو پڑھ کر سُن کر قوت پائیں ہر طرف جانے والوں کی معرفت یہ خطوط ارسال فرمائے جاتے۔ یہ خدمت گار بلکہ آستانہ عالیہ کی خاک نے ان مکاتیب کو جو بعض عزیزوں کے ہاتھ کے نقل کئے ہوئے تھے اور وہ سب جو خود حضرت مخدوم کے دست مبارک کا تحریر کردہ تھا نقل کے لئے مانگ لیا مکتوب طویل ہو یا مختصر ایک رقعہ کی مقدار میں ہو، مکتوب ہی ہوتا ہے کیوں کہ اعتبار معانی کا ہے لفظ کا نہیں' ان خطوط کا لکھنا میں نے اپنے اوپر لازم کر لیا اور اس کے کسی حصہ کے ضائع کرنے کو جائز نہیں سمجھا اس لئے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے کلام پیغامبر حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا ضائع کرنا جائز ہوتا تو مشائخ رحمہم اللہ کے کلمات کا بھی ضائع کرنا درست ہوتا۔

چنانچہ ماہ جمادی الاول کی پہلی تاریخ سے ماہ رمضان المبارک ۷۹۶ھ کی آخری تاریخ تک اس فقیر نے جو کچھ حاصل کیا سب اس مجموعہ میں جمع کر دیا۔ اس کے بعد اگر کوئی اور چیز کسی کے نام تحریر فرمائی گئی ہو اور وہ اس بندہ کے ہاتھ آئے اور اس کے لکھنے کی توفیق ہوئی تو اس کا ایک مجموعہ اور جمع کر دے گا تا کہ جب کسی مومن کو یہ دولتِ سرمدی اور سعادتِ ابدی ملے اور توفیق اس کے شاملِ حال ہو تو ان خطوط و مکاتیب سے بہرہ ور ہو اور بقدر امکان ان سب پر عمل کرے امید ہے کہ ان بزرگوں کے طفیل میں کامل حصہ ملے گا ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ۔ (اللہ جس کو چاہے اپنے فضل سے نوازے) مصرعہ۔ وَلِلْاَرْضِ مِنْ کَاسِ الْکِرَامِ نَصِیْبٌ۔

شرفاء کے شراب کے پیالہ کا ایک حصہ زمین کو بھی ملتا ہے

(اشرف ابن رکن)

###

مکتوب ۱

دین کی راہ اور یقین کی درستی میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادر اعز شیخ عمر ساکن قصبہ انکلی ۔ کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعا مطالعہ کریں۔

جانو! پیغامبران علیہم السلام کی مثال طبیبوں کی ہے، آدمیوں کی مثال بیماروں کی ہے، اور قرآن کی مثال دواؤں کے خزانہ کی ہے وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ (ہم نے قرآن میں مومنوں کے لئے شفا اور رحمت نازل کی ہے) آدمیوں کی تمام مختلف بیماریں کے لئے معجونوں اور شربتوں کی تشریح ہے مَا فَرَّطْنَا فِی الْكِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ یعنی مخلوق کو دین و دنیا سے جتنی چیزیں درکار ہیں اس میں سے کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کا ذکر قرآن میں ہم نے نہیں کیا ہو۔ لیکن جب تک کوئی شخص دین کی راہ طے کئے ہوئے نہ ہو اور کاموں کی حقیقت تک اس کی نگاہ پہنچی ہوئی نہ ہو وہ اسے نہیں جانتا ہے۔ مصرع۔

خورشید نہ مجرم اگر کسے نابینا است

(اگر کوئی اندھا ہے تو اس میں آفتاب قصوروار نہیں)

اے بھائی! خداوند تعالیٰ کی راہ چلنا یہ بے انتہا اہم کام ہے۔ ہاں دل کی طاقت اور قوت سے اس راہ میں چل سکتے ہیں۔ اور دل کی سعادت وشقاوت مرض وصحت کے لئے دوائیں ہیں کہ جسے طبیبانِ دل ہی جانتے ہیں وہ اطبائے دل پیغامبران علیہم السلام ہیں۔

ان کے بعد علماء آخرت ہیں کہ جو پیغامبران علیہم السلام کے علم کے وارث ہیں اور نبوت حضور خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم پر تمام ہو چکی ہے۔ ہمیں، تمہیں اور ہم جیسے اور دوسروں کو اہم ترین مہمات درپیش ہیں (اس مہم کے حل ہونے کی یہی صورت ہے) کہ کسی ایسے صدیقِ وقت کی جوتیوں کی خدمت کریں جو دین کی راہ طے کئے ہوئے ہوں، اس کام کی حقیقت سے بینا و آگاہ ہوں ایسے کہ وہ دلوں کی بیماریوں کے طبیب کامل ہو چکے ہوں۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

راہ دور است و پُر آفت اے پسر   راہ رو را می بباید راہ بر
کور رہ گر کے تواند رفت راست   بے عصا کش کور را رفتن خطا ست

(اے عزیز راہ لمبی ہے آفت سے بھری ہوئی۔ ایسے میں اس راہ کے چلنے والے کے لئے راہ بتلانے والا ضروری ہے۔ اندھا کب راہ چل سکتا ہے اندھے کے لئے بغیر لاٹھی پکڑ کر چلانے والے کے راہ چلنا ہی خطا ہے۔)

گر ترا دردست پیر آید پدید   قُفل در دت را کلید آید پدید

(اگر تجھے درد ہے اور کوئی پیر مل جائے، تو یہ سمجھ لے کہ تیرے درد کی دوا تجھے مل گئی۔)

عالمِ حقیقت میں یہی لوگ ہیں نہ وہ کہ جن کو لوگ عالم کہیں یا عالم جانیں۔ روایات کو یاد کر لینے والے، اقوال نقل کرنے والے، بحث و مباحثہ، جھگڑا و تکرار کرنے والے دوسرے ہوتے ہیں ان کی مثال مثلھم کمثل الحمار یحمل اسفارا (اس گدھے کی ہے جس پر بہت ساری کتابیں لدی ہوئی ہوں) علماء آخرت اور ہی لوگ ہیں مثلھم کمثل الانبیاء (ان کی مثال انبیاء کی سی ہے) جیسا کہ ہمارے پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل (میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں) خواجہ فُضیل عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے وَمَا مِنْ نَبِیٍّ اِلَّا وَلَہٗ نَظِیْرٌ فِیْ اُمَّتِہٖ (کوئی نبی ایسے نہیں جن کی نظیر ان کی امت میں نہ ہو) کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے۔

پیر رہ کبریتِ احمر آمدہ است   سینۂ او بحرِ اَخضر آمدہ است
پیر ہم ہست ایں زماں پنہاں شدہ   ننگ خَلقاں دیدہ از خَلقاں شدہ

(آج کل پیرانِ طریقت سُرخ گندھک ہیں، ان کا سینہ سبز سمندر ہے۔ اس زمانہ میں پیر نظروں سے اوجھل ہو گئے ہیں لوگ ان کی گُدڑی کو حقارت سے دیکھتے ہیں تو وہ گدڑی میں چھپ گئے ہیں)

ہمارے، تمہارے اور ہم جیسے اور دوسروں کی سرشت سے یہ ممکن نہیں کہ کوئی حرکت و سکنت کوئی فعل وعمل خالصاً اللہ کے لئے وجود میں آئے۔ ہاں مگر کوئی کام جو کسی صاحب وقت کے حکم سے ظہور میں آئے وہ کام یقیناً طاعت ہی ہوگا اور ایسی طاعت جو مقبول ہو لیکن یہ قبولیت ہمارے سبب سے نہیں بلکہ اُن بزرگ کی فرمانبرداری کے طفیل ہوگی۔ صاحب وقت بزرگ یقیناً عزیز ترین مہمان ہوتے ہیں اور جب وہ عزیز ہیں تو طفیلی بھی بلاشبہ عزیز ہوں گے۔ فَاسْئَلُوٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (ذکر کو اہل ذکر سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے یعنی علم کو علم والوں سے پوچھو) عوام کے لئے شرع کا یہ حکم ہے کہ عوام جو کچھ بھی کریں وہ کسی صاحب روزگار بزرگ کے حکم سے کریں اگر صاحب وقت یعنی پیر کے حکم سے کریں گے تو گرچہ وہ کام غلط ہی کیوں نہ ہو ماخوذ نہیں ہوں گے اس پر ان کی پکڑ نہیں ہوگی بلکہ ثواب ملے گا۔ اگر اپنی رائے و خواہش سے کریں گے تو گرچہ وہ کام ثواب ہی کا کیوں نہ ہو گنہگار ہوں گے اور اس پر سختی ہوگی۔

اس کی یہ اصل ہے کہ خواص اپنے علم و اجتہاد پر مامور ہیں وہ اپنے علم واجتہاد پر کام کریں لیکن عوام کو یہ حکم ہے کہ وہ خواص کے علم واجتہاد پر کام کیا کریں اس لئے کہ جو چیز اپنی خواہش و مراد پر کی جائے وہ ہوا وہوس ہوگی دین نہیں۔ ہوا پرستی دوسری چیز ہے خدا پرستی دوسری چیز۔ کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ اگر کوئی عامی اپنی منکوحہ کو قبل دخول طلاق دیدیتا ہے اس پر اتفاق ہے کہ اس عامی کے لئے یہ واجب ہے کہ وہ ایک ایسے عالم کی طرف رجوع کرے جس کے متعلق اس کا گمان غالب ہو کہ یہ صحیح عالم ہے پھر وہ عالم اس مسئلہ میں کہ قبل دخول طلاق ہوئی ہے یہ فتویٰ دیدے کہ وہ لوٹالے اور اس کے اس فتویٰ پر اس نے لوٹا بھی لیا۔ یہ تمام عالموں کو معلوم ہے کہ یہ فتویٰ غلط تھا اس کے باوجود اس عامی کو اس صورت میں کوئی گناہ نہ ہوگا۔ اور اگر کسی عالم سے رجوع کئے بغیر محض اپنی رائے اور اپنی خواہش سے لوٹا لیا تو وہ قطعاً گنہگار ہوگا۔ اگرچہ راہ صواب ہی پر ہو اور اس کی نظیریں بہت ہیں۔ یہاں پر وہی شعر مناسب ہے ؎

کور ہر گز کے تواند رفت راہ ❊ بے عصا کش کور را رفتن خطاست

ہاں، یہاں تمہیں یہ خیال پیدا ہوگا کہ جو چیز طاعت ہے اسے قطعاً کرنا چاہیئے اس میں کسی کے حکم کی کیا ضرورت ہے؟

اے بھائی! حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خاطر مبارک میں آیا کہ جو کچھ ان کی ملک میں ہے وہ صدقہ کر دیں مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ کیوں ایسا نہیں کیا؟ اور کیوں یہ نہیں کہا کہ یہ تو طاعت ہے اس میں اجازت کی ضرورت ہی کیا ہے؟ آخر ایک دن پیغامبر صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئے اور اپنے دل کی بات عرض کی حضور پیغامبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' رہنے دو تاکہ تمہاری ملکیت میں کچھ رہے اس کی مثالیں اس جماعت کی کتابوں میں بہت ہیں۔ اور یہ باریک نکتے ظاہر بینوں کی نظروں سے بہت دور ہیں۔ دین کے حقایق اور شریعت کے اسرار کا جاننا اہل نظر اور علماء آخرت ہی کا کام ہے ان لوگوں کا ذوق ان کی فہم ہی کچھ اور ہے جیسا کہ کہا ہے ؎

اہل دل را ذوق و فہمی دیگر است   کان ز فہم ہر دو عالم برتر است
ہر کرا آن فہم در کار افگند   خویش را در بحر اسرار افگند
تا بداں فہمے کہ ہم چوں وحی خواست   در کلام او سخن گویند راست

(اہل دل کے ذوق و فہم ہی دوسرے ہوتے ہیں' ان کی سمجھ دونوں عالم کی فہم سے بالا تر ہے۔ جو کوئی اپنے معمولات میں اس فہم سے کام لیتا ہے' وہ خود کو اسرار کے سمندر میں ڈال دیتا ہے' جب ان کی فہم وحی کو سمجھ لیتی ہے تو اللہ کے کلام میں جو بھی تفسیر و تاویل کرتے ہیں ان کی وہ ساری گفتگو صحیح و درست ہوتی ہے) اسی لئے اس جماعت صوفیہ کے لوگ کہتے ہیں کہ مرید سے جہاں تک ممکن ہو سکے وہ جو کچھ بھی کرے پیر کے فرمان کے موافق کرے یہاں تک کہ رمضان کا روزہ پانچوں وقت کی نمازیں کیوں نہ ہوں کیوں کہ اس کو اس کا علم نہیں ہے کہ وہ دین کے اسرار' شریعت کے حقائق جان سکے اس لئے کہ شرع میں کوئی وقت ایسا آتا ہے جب واجب حرام ہو جاتا ہے اور کسی وقت ایسا ہوتا ہے کہ حرام واجب ہو جاتا ہے۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ مردار حرام ہے' کبھی ایسا وقت آتا ہے کہ اس کا کھانا واجب ہو جاتا ہے اور ماہ رمضان کا روزہ جو فرض ہے ایسا وقت آتا ہے کہ اس فرض روزہ کا رکھنا حرام ہو جاتا ہے اگر یقین کے ساتھ یہ جان لے یعنی گمان غالب ہو کہ روزہ رکھنے اور دوا نہ کھانے سے ہلاک ہو جائیگا تو اسے کچھ کھا لینا واجب ہو جاتا ہے اور روزہ رکھنا حرام ہو جاتا ہے۔ اسی طرح شرع میں شراب پینا حرام ہے اگر کسی کو کوئی ایسی بیماری ہو جائے جس پر طبیبوں کا بالاتفاق فیصلہ ہو کہ اس مرض کی

دوا شراب ہی ہے اگر شراب نہ پیئے گا تو مر جائے گا ایسی صورت میں شراب پینا قطعاً واجب ہو جاتا ہے اور تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ اگر شراب نہ پیئے اور مر جائے تو وہ گنہگار مرا۔ پس مختلف ضرورتوں اور مختلف حالتوں اور خاص وقتوں میں احکام بدلتے رہتے ہیں مرید بیچارے کو اس کی کیا خبر کیوں کہ دین کے اسرار اور شریعت کے حقائق کا جاننا اس کا کام نہیں ہے۔ یہ علوم خداوندان بصیرت اور اصحاب قلوب ہی کے لئے مخصوص ہیں جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

لقمہ کاں پاک بازاں را دہند ٭ ہر گز آں کے نو نیازاں را دہند

(پاکبازوں کی غذا نئے نیاز مندوں کو نہیں دیتے۔)

دیکھو بزرگان وقت اور اصحاب قلوب سے اگر کوئی فعل و عمل خلاف شرع تمہیں معلوم ہو تو تمہیں چاہیئے کہ ہرگز انکار پیدا نہ ہو۔ بلکہ یہ یقین کرو کہ سب صحیح و درست ہے اگر نفس سامنے آئے اور شیطان بہکائے تو اس وقت جناب موسیٰ پیغامبر اور خضر علیہم السلام کے قصہ کو یاد کرو۔

عجیب معاملہ ہے ایک وہ ہیں کہ سیر ہو کر کھاتے ہیں اور میٹھی نیند سوتے ہیں کوئی وہ ہیں جو دن کو روزہ رکھتے اور رات کو شب بیداری کرتے ہیں کوئی وہ ہیں کہ سبھوں کے ساتھ میل جول رکھتے ہیں اور ایک وہ ہیں جو سب سے بھاگتے ہیں، ایک وہ ہیں کہ پھٹے پرانے گدڑی پہنتے ہیں اور ایک کا بہترین لباس ہوتا ہے، کوئی بالکل ساکت و خاموش رہتے ہیں اور کوئی رات و دن گفتگو کیا کرتے، کوئی اپنے حال و احوال چھپاتے ہیں، کوئی ظاہر آشکار کرتے ہیں ایک ایسے ہیں جو عوام کی خدمت کرتے ہیں خواہ فاسق ہو یا صالح سب کے ساتھ یکساں برتاؤ کرتے ہیں اور ایک وہ ہیں کہ جو فاسق کے سلام کا جواب نہیں دیتے، ایک وہ ہیں جو لوگوں سے کوئی چیز طلب کر لیتے ہیں اور دوسرے وہ ہیں جو طلب نہیں کرتے بے طلب اگر مل جائے خواہ وہ کسی سے بھی ہو لے لیتے ہیں اور دوسرے وہ ہیں جو کسی سے بھی نہیں لیتے۔ اسی طرح تمام افعال میں یہ لوگ مختلف ہیں اور ان صاحبانِ دل کے یہ مختلف احوال سب کے سب صحیح و درست و نیک ہیں۔ اور یہ سب ان کے مکاشفے اور مشاہدے کی بنا پر ہیں۔ اہل ظاہر و اہل صورت یہاں ہنگامہ و شور و غوغا کرتے ہیں انہیں دیوانگی کے ساتھ منسوب کرتے اور دیوانہ کہتے ہیں۔ ان کے لئے یہی جواب ہے کہ ؎

توجہ ذاتی زبانِ مرغاں را ∴ چوں ندیدی گہے سلیماں را

(تم پرندوں کی زبان کو کیا سمجھو جب تمہیں جناب سلیمان علا کی لقا نصیب نہیں ہے۔)

اور وہ سب اعمال وافعال مختلف جوکسی صاحبِ دل پیر کے حکم سے مریدان کرتے ہیں وہ سب کے سب نیک صحیح ودرست ہیں۔ اور اگر کوئی انہیں مختلف کاموں کو اپنی رائے دخواہش سے کرے تو وہ سب خطا ومعصیت ہوگی۔ یہاں معلوم ہوا کہ اس راہ کے لئے پیر کا ہونا شرط ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

ہر کہ اُو کحلے گرفت از خاکِ پیر ∴ خواہ پاک وخواہ گوٗ ناپاک میر

(جس نے پیر کے خاکِ قدم کا سُرمہ لگایا وہ اس جہاں سے پاک جائے یا ناپاک کچھ فکر نہیں)

یہاں اگر کوئی یہ کہے کہ بیچارہ مبتدی کیا جانتا ہے کہ یہ حکم دینے والا صاحبِ دل ہے یا مدعی کذّاب۔ یہاں خود کو خدا پر چھوڑ دینا چاہیئے کہ جس کسی کی قسمت میں سعادت لکھی ہے تو بیشک کسی صاحبِ دل یا صاحبِ وقت بزرگ کو اس کے پاس بھیجدیتے ہیں یا خود اس کو ایسے پیر کے در پر پہنچا دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس دولت سے وہ مالامال ہوجاتا ہے۔ اسی کو کہا گیا ہے کہ دولت ہر مستعد وآمادہ تک نہیں پہنچتی اور جس کو ادبار وافلاس کے لئے پیدا ہی کیا گیا ہے اسے اِدبار کی سو بندشوں میں جکڑ دیتے ہیں اسی طرح اس دولت سے پیٹھ پھیرنے والا خود کو بندش میں ڈال دیتا ہے یہاں تک کہ مستعد اور مُدبِر دونوں ہی اِدبار کے کنواں میں گر جاتے ہیں کل میسر لما خلق لہ (جس کو جس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے وہ کام اس پر آسان کر دیا جاتا ہے) یہ دونوں ہی طرح کے لوگوں کا حال بیان ہوا۔

اور اگر کوئی یہ کہے کہ جب فیض منقطع نہیں ہے بلکہ مبدار فیاض کا فیضان ہر وقت جاری وساری ہے توکسی کے لئے ایسا کیوں کر ممکن ہے؟

اے بھائی! یہ سب کو معلوم ہے کہ آفتاب اپنی ذات سے نور بخش ضیا پاش وفیاض ہے لیکن اگر کوئی اپنے اِدبار سے دیوار کی اوٹ میں چلا جائے اور سایہ میں چھپا رہے تو یہ بدنصیبی اس کی جانب سے ہوئی یا آفتاب کی جانب سے نور کی ضیا باری کا فیضان منقطع ہوا یہاں پر اپنے اِدبار کی شکایت چاہیئے۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

وصل خاصاں راست من زیشاں نیم اے بخت بد
بہر من اندازۂ ادبارِ من کارے بہ بیں

(وصال تو خاصانِ بارگاہ کے لئے ہے اے مری بدنصیبی میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں، میرے لیے مرے کاموں کا ادبار تو دیکھ لے۔)

اگر کوئی یہ کہے دونوں بندگی میں برابر ہیں پھر یہ فرق کہاں سے پیدا ہوا تو کہد و آسمان وزمین میں ڈھونڈو را پیٹ دیا گیا ہے ایسا کیوں اور ایسا کیوں نہیں میں زبان بند ہے لا یسأل عما یفعل (کوئی اسکے کیے ہوئے پر سوال نہیں کر سکتا)۔ یہاں کس کا کلیجہ ہے کہ دم مار سکے۔

گر از ہرہ آں کہ از بیم تو :: کشاید زباں جز بہ تسلیم تو

(تیرے دبدبے کے آگے یہ کس کا زہرہ ہے کہ وہ سر تسلیم خم کرنے کے سوا زباں کھول سکے)

اگر کوئی کاتب کاغذ پر جیم لکھے اور دال لکھے تو وہ ہرگز قاف و کاف نہیں ہو سکتا تقدیر نے کسی کو گر ابوجہل بنا دیا ہے تو وہ کبھی ابو یزیدؒ نہیں بن سکتا۔ رُباعی ؎

بدبختی را گرہ کشودن نتواں احوال بہر کسے نمودن نتواں
گر چرخ فلک زبہر ما غم کارد شادی بہمہ حال درودن نتواں

(کسی بدبخت کو خوش بخت بنایا نہیں جا سکتا، کسی کو اس کی آئندہ زندگی کے احوال سے آگاہ نہیں کیا جا سکتا اگر آسمان میرے لئے غم کے بیج بوتا ہے تو ہم کسی حال میں خوشی کے پھل نہیں کاٹ سکتے۔)

یہاں اس سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔

یہ وہ عمیق دریا ہے جہاں ہزاروں ہزار گھڑیال تاک میں ہیں، اس راہ کے طالب و سالک کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اپنے خواجہ کی وصیت کو دل و جان سے سنے۔ اور قدم بڑھاتا جائے اذا ذکر القدر فامسکوا (جب تقدیر کی بات سامنے آئے تو خاموش ہو جاؤ) اسی طرح علماء کو بھی چاہیئے کہ وہ انہیں باتوں کو بیان کریں جس کا انہیں حکم ہے کلموا الناس علی قدر عقولھم (لوگوں کی سمجھ کے مطابق گفتگو کریں) اگر دودھ پیتے بچے کو تم گوشت روٹی کھلا دو گے تو وہ ہلاک ہو جائے گا۔ طعمۂ کاں پاکبازاں را دہند :: ہرگز آں کے نونیازاں را دہند

(وہ غذا جو پاکبازوں کو دی جاتی ہے وہ ہرگز نئے نیازمندوں کو نہیں دیتے) — والسلام

مکتوب ۲

علم کی طلب اور اس کی تحصیل میں محنت و مشقت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادرم شیخ عمر   کاتب مکتوب کا خصوصی سلام و دعاء

تم جانو! حکم یہ ہے اُطلبوا العلم ولو بالصین (علم طلب کرو اگرچہ چین میں ہو) لیکن لوگوں کا حال آج اس کے برعکس ہے گویا ان کو حکم دیا گیا ہے کہ اُطلبوا الدنیا ولو بالصین (دنیا حاصل کرو اگر اس کے لیے تمہیں چین جانا پڑے)

اگر کل قیامت کے دن یہ سوال ہو کہ کیا تم تک طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ (علم حاصل کرنا تمام مسلمان مرد اور مسلمان عورتوں پر فرض ہے) کا فرمان نہیں پہنچا تھا۔ اگر پہنچا تھا تو کیوں تم نے حاصل نہیں کیا؟ پتہ نہیں اس سوال کا کیا جواب دیا جائے گا، شاید یہ جواب دیں کہ زن و فرزند کا غم کھانے کپڑے کی فکر نے فرصت نہیں دی۔ اگر یہ عذر قبول ہو گیا تو پورے طور پر چھٹکارا مل جائے، کیا کہا جائے یہی نا کہ پھر تو اچھا ہے یہ مال و اسباب جو موجود ہو۔ جس نے کہا ہے کیا خوب کہا ہے۔

سگ چو مردار یافت جان شمرد   خر چو جو یافت زعفران شمرد

(کتے نے اگر مردار پا لیا تو اس نے سمجھا جان مل گئی، گدھے کو جو مل گیا اس نے جانا کہ زعفران ہے)

اے بھائی! جب کہ شرع میں بغیر علم کے عمل کی درستگی قطعاً ممکن نہیں اور ایسے عمل کی کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا مقصود تک پہنچنا عمل کے بغیر نہیں تو ضروری ہے کہ علم کا طلب کرنا فرض ہو جائے۔ مثنوی ما تا ہے

تا نہ بینی رہ سعادت را   نفی بینی رسوم و عادت را

اصل بینی قرین فرع شدہ   طبع بینی غلام شرع شدہ

(سعادت کی راہ رسوم و عادات کو ترک کیے بغیر نہیں دیکھ سکتے، فرع کا دیکھنا ہی اصل کا دیکھنا ہے، طبیعت و خصائل پر نگاہ رکھنا شرع کا غلام ہوتا ہے۔)

لیکن علم وہ نہیں ہے جو اُمراء و سلاطین کے در تک تمہیں پہنچائے یا تمہیں قاضی و مفتی بنا دے۔ علم سے میری مراد آخرت کا علم اور حق سبحانہٗ تعالیٰ کی راہ کا علم ہے دیکھو کہیں غلطی میں نہ مبتلا ہو جانا علماءِ دنیا سے خود کو ایسے بچاتے رہو جیسے شیطان سے بچتے ہو۔ اور یہ حدیثوں میں آیا ہے، کسی عزیز نے کہا ہے۔ ~

این همه علم جسم مختصر است　　علم رفتن براہِ حق دگر است

حرف کو کاغذے سیاہ کند　　کے دلِ تیرہ را چو ماہ کند

(یہ سارے علوم جسم مختصر کے ہیں، خدا کی راہ میں چلنے کا علم دوسرا ہی ہے۔ حرف تو کاغذ کو سیاہ کرتا ہے وہ قلبِ تاریک کو کہاں ماہِ تاباں بنتا ہے۔)

ایک بزرگ نے شیطان کو دیکھا بیکار و معطل بیٹھا ہے۔ انہوں نے پوچھا اے ملعون، تو بیکار کیوں ہے؟ اُس نے کہا اب جب کہ علماءِ دنیا پیدا ہو گئے ہیں، میرا کام ختم ہو گیا ہے۔

تو تمہیں معلوم ہو کہ آدمی جو کچھ کرتا ہے وہ دو طرح کے ہیں۔ ایک تو وہ ہے جو تجھے خدا تک پہنچاتا ہے مثلاً تمام طاعات و نیکیاں، اور دوسرا عمل وہ ہے جو خدا سے تجھے دُور کرتا ہے وہ گناہ اور بُرائیاں ہیں۔ طاعات و معاصی ان دونوں کا جاننا آدمی پر فرض عین ہے، اور تمام مُہمات میں اہم ترین مُہم ہے۔ ان دونوں یعنی طاعات و معصیت کے احکام کے علم کے ساتھ اگرچہ تھوڑا ہی عمل ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت زیادہ ہے اور اس علم کے بغیر اگر کوئی جان کی بازی بھی لگا دے اور کتنا ہی زیادہ عمل کرے تو وہ بہت تھوڑا ہے بلکہ کچھ بھی نہیں ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ (مثنویات) ~

علم نر آمدہ عمل مادہ　　دین و دولت بدو شُد آمادہ

کارِ بے علم بار و بر ندہد　　تخم بے مغز ہم ثمر ندہد

(علم کی مثال نر کی ہے عمل مادہ ہے دین و دولت اسی سے پیدا ہوتی ہے۔ عمل بغیر علم کے سُود مند نہیں ہوتا۔ بے مغز کے بیج سے خوشے اور شگوفے نہیں نکلتے۔)

یہ علم تو اعضاء جوارح کے عمل کا علم ہے جو کہا گیا۔ اور وہ صفات ممکنہ کہ دل جس کے اوصاف سے متّصف ہوتا ہے یہ بھی دو قسم کے ہیں۔ ایک قسم ان صفتوں کی ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل ہوتی ہے وہ صفاتِ محمودہ یعنی تمام اچھی صفتیں ہیں جیسے توبہ، زُہد، توکل، رضاد تسلیم وغیرہ اور دوسری قسم اللہ تعالےٰ سے دُور کرنے والی صفتیں ہیں یعنی صفاتِ مذمومات جیسے دنیا کی محبت، مال وجاہ کی محبت، حقد، حسد، کبر، بخل اور اسی طرح کی دوسری تمام بری صفتیں۔ ان دونوں قسموں کے احکام کا علم بھی فرض عین ہے۔ کیوں کہ اس علم کے بغیر عمل صحیح نہیں ہو سکتا اور بغیر عمل کے مقصود تک نہیں پہنچ سکتے۔ یہ شعر اسی معنی میں ہے۔

بر بند زباں کہ عاشقاں را ۔۔۔ در عشق نمی خرند گفتار

در بتکدہ در آئی و بنشیں ۔۔۔ بر بند بروے خرقہ زُنّار

(زباں بند رکھو کہ اُس کے عاشقوں کو عشق میں بولنے کی اجازت نہیں۔ بتکدہ میں آؤ اور بیٹھو خرقہ کے اُوپر زُنّار باندھ لو۔)

آخر تم نے قرآن مجید میں پڑھا ہے من کان یرجوا لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا۔ (جو شخص اپنے پروردگار کی ملاقات کی اُمید رکھتا ہے تو اسے چاہیئے کہ نیک عمل کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے) عملِ صالح عدمِ شرک کے ساتھ شرط ہے اور تم یہ جانتے ہو کہ مشروط کا وجود بغیر شرط کے محال ہے تو مقصود کا وصول بھی بغیر عمل کے محال ہوگا۔ یہاں تمام سالکانِ راہ سر پر خاک دھول اڑا رہے ہیں اور اپنی مصیبت پر ماتم کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں اگر مال و مرتبہ، زن و فرزند کا قربان کرنا شرط ہو تو یہ آسان ہوتا۔

عاشقاں بر سر ہمی ریزند خاک ؛؛ من بجائے خاک آتش ریختم

(عشاق اپنے سروں پر خاک ڈالتے ہیں۔ میں خاک کی جگہ آگ اُنڈیل رہا ہوں۔)

ہمیں اور تمہیں تو یہ غم دامن گیر ہے کہ کھاؤں گا کیا، پہنوں گا کیا؟ ان اللہ خلق للحرب رجالا وللقصعۃ والثرید رجالا۔ (بیشک اللہ تعالےٰ نے کچھ لوگوں کو میدانِ جنگ کے لئے پیدا کیا ہے اور کچھ کو ثرید و پیالہ کے لئے۔) مردوں کی راہ دوسری ہے مخنثوں کی دوسری۔ اسی کو کہا ہے۔ مثنویات۔

مرد دُر جوے را بدریا باز   جانِ مردان ہمہ بجاے سفراز
سیر کشتی ز آرزو داں پُر   جاے دریاست جاے طالب دُر

(موتی کے متلاشی کو دریا کی تہہ سے کام ہے، مردوں کی جان ہمیشہ بلند کام کی طرف پرواز کرتی ہے۔ کشتی پر سیر و تفریح کرنے والے آرزو اور تمناؤں میں بھرے ہوتے ہیں، موتی نکالنے والوں کی جگہ سمندر کی تہہ میں ہوتی ہے۔)

اب تم یہ سمجھ لو کہ آخرت کا علم مشائخ طریقت اور علماء آخرت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ہمیشہ خدمت کرنے ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ لوگ ہمارے زمانہ میں سرخ گندھک ہیں آخر کیا کیا جائے۔ وہ تمام مکتوبات جو لکھوا کر شیخ کا کاظفر آبادی کے داماد زین الدین کی معرفت تمہیں بھیجے گئے ہیں مل گئے ہوں گے ان میں سے ایک دو مکتوب نہایت غور و فکر سے روزانہ مطالعہ کیا کرو۔ اگر تنہائی میں ہو تو یہ بہتر ہے۔ اور یہ شعر پڑھو ؎

گر تنگِ شکر خرید می نتوانم   بارے مگس از تنگِ شکر می رانم

(اگر میں شکر کے بورے نہیں خرید سکتا اتنا تو کر سکتا ہوں کہ شکر کے بورے سے مکھیاں ہنکایا کروں)

فان لم یصبھا وابل فطل اگر بارش بند ہو چکی ہے تو شبنم ہی پر اکتفا کیا جائے جب کسی کی نگاہ سے آفتاب چھپ گیا تو کیا کرے چراغ ہی کام دے گا۔ ؎

از بختِ بدم اگر فرو شد خورشید   از نورِ رخت بہا چراغ گیرم

(اگر میری بدبختی سے سورج ڈوب چکا تو اے چاند سے محبوب تمہارے چہرے کی چمک سے میں چراغ کا کام لوں۔)

لیکن خود کو معطل و بیکار رکھنا اور چوپایوں کی طرح کھانے پینے میں لگے رہنا سمجھداروں اور ہوشیاروں کا کام نہیں۔ مثنویات۔ ؎

ہر کرا ایں درد نیست آدم نیست   نیست درماں گر ترا ایں درد نیست
کفر کافر را و دیں دیندار را   ذرۂ دردت دلِ عطار را

(جس کسی کو یہ درد نہیں وہ مرد ہی نہیں ہے۔ یہی درد، درد کا درماں ہے اگر یہ نہیں تو علاج بھی نہیں۔ دین دینداروں کے لئے ہے کفر کافروں کے لئے، عطار کے دل کو تو آپ کے درد کا ایک ذرہ ہی چاہیئے۔)

اے بھائی! اس راہ میں یہی دو اصل کام ہیں، اسے تھوڑا نہ سمجھو، پورے ہوش سے سنو۔" اگر تم سے ہوسکے تو اس پر عمل کرو۔ ایک ظاہری اعضا کو معصیت اور گناہوں کی گندگیوں سے پاک کرتا ہے اور دوسرے دل کو بری صفتوں کی آلودگیوں سے صاف کرتا ہے۔ جس وقت ظاہر و باطن کی یہ طہارت تمہیں حاصل ہوگئی اسی وقت ملک و ملکوت کے اسرار تم پر کھل گئے۔ اور شربت نری ابراھیم ملکوت السموات والارض (اسی طرح ہم نے دکھلائے ابراہیم کو زمین و آسمان کے اسرار) تم نے نوش جان کرلیا۔ اور ان اللہ طیب لایقبل الا الطیب (بے شک اللہ پاک ہے اور پاکیزگی قبول فرماتا ہے) کی خلعت خاص زیب تن کرلی۔ ساقی کا در کھلا ہوا ہے ساغر چل رہے ہیں، جسے ہمت ہے وہ بڑھ کر جام اٹھالے سچ کہا ہے جس کسی نے کہا ہے۔

تشنہ از دریا جدائی می کنی ∴ بر سر گنجے گدائی می کنی

(پیاسا ہے اور دریا کے کنارے ہو رہا ہے سارے خزانہ کا مالک ہوکر بھی گدائی اختیار کئے ہوئے ہے)

اور یہ یہیں کی بات ہے۔

جہاں پُر ز آفتاب و دیدہا کور ∴ جہاں پُر از حدیث و گوشہا کر

(سارا جہان آفتاب کی تابش سے جگمگ کر رہا ہے مگر آنکھیں اندھی ہیں۔ سارا عالم نادر باتوں سے گونج رہا ہے مگر کان بہرے ہیں)

اگر تم اپنے کام میں لگے رہے تو ایک دن اپنی خوش نصیبی سے وہاں پہنچو گے جہاں دوسرے پہنچے ہیں، تم بھی وہ سب دیکھو گے جو دوسروں نے دیکھے ہیں اور تم بھی وہی کہنے لگو گے جو اور دوسروں نے کہا ہے۔ رباعی

معشوق عیاں بود نمی دانستم ∴ با من بمیاں بود نمی دانستم
گفتم بطلب مگر بجائے برسم ∴ خود تفرقہ ایں بود نمی دانستم

(میرا محبوب میرے سامنے ہی تھا مجھے کچھ خبر نہیں، وہ تو میرے ساتھ ہی تھا مجھے کچھ پتہ نہیں۔ میں نے کہا اس کی تلاش میں کہیں چلوں، یہ خود تفرقہ ہی تھا جسے میں سمجھ نہ سکا۔)

کمال ہمت کی علامت یہ ہے کہ جس حال میں ہے اس سے قدم پیچھے ہٹنے نہ پائے اسے ہضم کرجائے ظاہر نہ ہونے دے" اگر ایسا نہیں ہے تو اس کا پتہ چلتا ہے کہ بشریت کے جامہ سے باہر نہیں آیا ہے۔ اور صحرائے دل تک خود کو اس نے نہیں پہنچایا ہے۔

اگر ساغر دریا ہزار بادہ کشم ہنوز ہمت من بادہ دگر بکشد
درنشاط من کشادہ تر باشد کہ مست باشم ساقی مرا ببر بکشد

(شراب کے ہزار دل دریا اگر میں گھونٹ جاؤں پھر بھی مری ہمت تو وہ ہے کہ دریا جیسا ایک جام اور ملے تو وہ بھی پی لوں۔
میری خوشی کا اس وقت کیا پوچھنا جب میں مستی میں ہوں اور ساقی مجھے اپنے پہلو میں کھینچ لے۔)

اے بھائی! اگر کسی وقت تمہیں کوئی چیز مانگنا ہو تو ہمت مانگو، مرد کو صاحب ہمت ہونا چاہیئے کیوں کہ آدمی کی قدر و قیمت ہمت ہی سے ہوتی ہے۔ ہمت وہ چیز ہے کہ تمہیں بت پرستی سے نکال کر خدا پرستی تک پہنچا دے گی۔ اس راہ کے چلنے والے کو جب تک یہ گمان ہے کہ اسے ابھی کچھ حاصل ہے تو وہ ابھی تک بُت پرست ہے۔ کیا تم نے یہ نہیں دیکھا کہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب اپنی ساری پُونجی شادی اور وہ نعمت و دولت جوان کا نقد وقت تھا سب کو غارت کر دیا تو اس وقت بالکل خالی ہو کر عرض کرتے ہیں ما الایمان یا رسول اللہ (ایمان کیا ہے یا رسول اللہ) اسی کو کسی نے کہا ہے۔ مثنویات ؎

ایں چہ درگاہست قفلش بے کلید ؛ ایں چہ دریائست قعرش ناپدید
آنچہ نزد تو پیش ازاں رہ نیست ؛ غایت وہم تست اللہ نیست
ہر دلے را کیں طلب حاصل بود ؛ تا قیامت مست و لا یعقل بود

(یہ کیسی بارگاہ ہے جہاں کے قفل کی کنجی نہیں، یہ کیسا دریا ہے کہ جس کی گہرائی کا کچھ پتہ ہی نہیں۔
جو کچھ تیرے پاس ہے اس سے آگے راہ نہیں، وہ تیرے وہم کی انتہا ہے اللہ نہیں ہے۔
جسے اس کی طلب حاصل ہوجاتی ہے، وہ قیامت تک کے لیئے مست و بے عقل ہو جاتا ہے۔)

سبحان اللہ، کیا اچھی ہمت ہے ایک شخص ایک دن میں ستر بار طلب کی کمند عرش کے کنگرہ پر ڈالتا ہے، اور دوسرا وہ ہے کہ دو خشک روٹیوں پر نازاں ہے۔ ایسے ہی شخص کے لیئے یہ شعر ہے ؎

سگ چو مردار یافت جان شمرد ؛ خرچو جو یافت زعفران شمرد

(کُتّے نے مردار پالیا سمجھا جان آگئی۔ گدھے کو جَو مل گیا زعفران سمجھ لیا۔)

لوگوں نے کہا ہے کہ اللہ جل شانہٗ کی معرفت کا کمال جہاں تک بشر کے لیئے ممکن ہے کسی صدیق وقت کو جب حاصل ہوجاتا ہے تو وہ اس حقیقت کو جانتے ہیں کہ اب تک جو کچھ حاصل ہونے سے رہ گیا ہے وہ اتنا زیادہ ہے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں، اس حاصل

وقت کا وجود اور اس کا عدم دونوں ہی ان کی نظر میں ایک ہوتا ہے۔ اور وہ یہی بات ہے جو اگلے بزرگوں نے کہی ہے کہ ہمارا اور بوڑھی عورت و مکتب کے بچے کا دین ایک ہی ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

ہر زماں ایں راہ بے پایاں تراست خلق ہر ساعت در و حیراں تراست
گر فلک گر مہر و ماہ و اختر است ہر شب و ہر روز سرگرداں تراست

(ہر زمانہ میں یہ راہ بڑی لمبی و دراز رہی ہے اس راہ کے راہی ہر دم بے انتہا حیران و سرگرداں رہے ہیں۔ اگرچہ یہ آسمان ہے اور یہ چاند و سورج و ستارے تاباں و درخشاں ہیں تو کیا ہوا رات و دن چکر میں ہیں)

اگر کوئی کہے کہ ایک عارف کامل کا دین کسی مقلد کے دین کے برابر کیسے ہو سکتا ہے تو اس کا جواب یوں دو کہ سو کا عدد ایک سے بلا شبہ زیادہ ہے لیکن اگر تم کروڑوں اور اربوں کے اعداد و شمار پر نگاہ کرو تو یہ سو کا عدد بھی اس کروڑوں اور اربوں کی عدد کے مقابلہ میں ایک ہی عدد کے جیسا ہوگا۔

یہ تو تم نے سنا ہوگا کہ ایک وقت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے تھے۔ سبحانی ما اعظم شانی (کس درجہ مری پاکی ہے اور کتنی بڑی ہے مری شان) ان کا معاملہ معراج کمال تک پہنچ چکا تھا لیکن جب وہ آخری گھڑی آئی تو کیا فرمایا۔ کہا ان قلت یوماً سبحانی ما اعظم شانی فانا الیوم مجوسی اقطع زناری و اقول اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ۔ (اگر ایک وقت سبحانی ما اعظم شانی میں نے کہا تھا تو میں آج تک مجوسی تھا اب اس وقت وہ زنار توڑتا ہوں اور پھر سے اقرار کرتا ہوں اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ۔

رباعی ؎

گہ با کف پر سیم گہ درویشم گہ با دل پر نشاط گہ دل ریشم
گہ باز پسین خلق گہ در پیشم من بو قلموں روزگار خویشم

(کبھی تو مری مٹھی سونے و چاندی سے بھرتی ہے کبھی مرا دل مفلس و قلاش ہوتا ہے، کبھی مرا دل خوشی میں مست اور کبھی گھائل رہتا ہے کبھی لوگ مجھے پیچھے ڈھکیل دیتے ہیں اور کبھی ان کا پیش رو ہوں میں اپنے زمانہ کا تماشا بنا ہوا ہوں۔)

والسلام
شرف منیری

مکتوب ۳

نیت کے خلوص اور ارادت کی درستی میں

بجانب شیخ عمر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادر اعز شیخ عمر کاتب مکتوب احمد یحییٰ منیری کا سلام و دعا

تم جانو! شرع کا فتویٰ ہے یحشر الناس یوم القیمۃ علیٰ نیاتھم۔ یعنی قیامت کے دن ہر شخص کا حشر اس کی نیت کے مطابق ہوگا۔ اگر تمہارے باطن میں اللہ کی جانب ارادہ اور حق سبحانہٗ تعالےٰ کی طلب کا غلبہ ہے تو تمہیں اس کے طالبوں اور عشاق کے زمرہ میں اٹھایا جائے گا اور اس کا اجر یتجلی ربنا ضاحکا (ہمارے رب کی تجلی ان پر ہنستے ہوئے ہوگی) یہاں بہشت ودوزخ کی کہاں گنجائش ہے؟ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

ایں جا نبود قدرے مر دوزخ و جنت را ⁘ تا شند حجاب ما آنہا کہ تو میدانی

(یہاں بہشت ودوزخ کی کیا قدر ہے، یہ سب تو ہمارے لئے حجاب ہیں جسے تو خوب جانتا ہے)

اور اگر تمہارے اندر بہشت کی طلب وخواہش ہے تو تمہیں نیکو کاروں کے جھرمٹ میں اٹھائیں گے۔ اور اس کا معاوضہ لھم جنّٰت الفردوس نزلا (فردوس کے باغ اُن کی قدم گاہ ہونگے) حضرت عین القضاۃ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں یہاں بھی کھانا، پینا اور وہاں بھی کھانا پینا، خدا بچائے سب کے سب بہائم وچوپاؤں کے ہم نوالہ ہوگئے ہیں۔ سبحان اللہ عاشقوں کی ہمت مردانہ کا کیا کہنا۔ مثنوی ؎

سگ دوں ہمت استخواں جوید ⁘ پنجۂ شیر مغز جاں جوید

(دیکھیئے، ہمت بد والا کتا ہر جگہ ہڈی ڈھونڈھتا ہے، مگر شیر کا پنجہ زندہ مغز چاہتا ہے۔)

اور اگر تمہارے اندر دنیا کی طلب، اس کی خواہش، اس کا ارادہ غالب ہے تو تمہیں دنیا

والوں کے ساتھ اٹھائیں گے۔ اور اس کا اجر وحیل بینھم وبین ما یشتھون (ان کے اور اس چیز کے درمیان روک لگا دی جائے گی جس کے وہ طالب و خواہشمند ہیں) یہاں سر پر خاک ڈالنا ہے اور اپنی بدنصیبی کا ماتم کرنا ہے اور وہی کہنا ہے جو کسی بیچارہ نے کہا ہے ؎

در درا دارو کجا خواہیم کرد عمر شد ماتم کجا خواہیم کرد
بر دغفلت روز گارم چوں کنم بر نہ آید ہیچ کارم چوں کنم

(درد کا مداوا کہاں ڈھونڈھوں، عمر ختم ہونے کو آئی کس کس چیز کا ماتم کروں، ساری زندگی غفلت سے گذر گئی کوئی کام نہ بن سکا، ہائے اب میں کیا کروں)

اپنے باطن کا جائزہ لو، ایک ایک کرکے غور کرو کہ تمہارے اندر کیا ہے۔ خداوند تعالےٰ کا عشق اس کی محبت غالب ہے یا دنیا کے عشق و محبت کا غلبہ ہے یا بہشت کی خواہش کا غلبہ ہے جو چیز غالب ہے سمجھ لو کہ تم اسی میں سے ہو۔ مثنوی ؎

ہر چہ در دنیا خیالت آں بود تا ابد راہ وصالت آں بود

(دنیا میں جس چیز کا خیال تم پر غالب ہوگا قیامت میں تمہارا حشر اسی چیز کے ساتھ ہوگا۔)

اس حدیث کے یہی معنی ہیں، ان اللہ لا ینظر الی صورکم ولا الی اعمالکم ولکن ینظر الی قلوبکم ونیاتکم (اللہ تعالےٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے اعمال کو نہیں دیکھتا لیکن تمہارے دلوں اور تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہے) اسی کو کہا ہے اللہ تعالےٰ اس چیز کو دیکھتا ہے جو تمہارے سینہ کے اندر ہے۔ اس حدیث کی انتباہ سے صدیقوں کی جان پر وہ گذرتی ہے جو قیامت کے دن کفار کی جان پر دوزخ کے عذاب سے گذرے گی۔ اور اہل غفلت تو اپنی غفلت سے رات کے جشن میں مگن ہیں۔ مثنویات ؎

تا بہ چنیں کارے نیفتد مرد را او چہ داند عشق را و درد را
تو نہ کار افتادۂ نہ عاشقی مردۂ تو عشق را کے لائقی

(جب تک کسی کو عشق سے واسطہ نہ پڑا ہو، وہ عشق کو اور اس کے درد کو کیا جانے۔ نہ تم عاشق ہی ہوا اور نہ اس کام کے تجربہ کار ہی ہو، تم تو مردہ ہو تم عشق کے لائق کہاں ہو۔)

اے بھائی! ہمارے اور تمہارے عمل کا حال تو معلوم ہی ہے کہ کیسے ہیں، جہاں تک ہوسکے نیت و ارادہ کو درست کرو کیوں کہ مومن کا عمل ایک ہی ہو سکتا ہے دو نہیں، مثلاً اگر کسی

کی ماں زندہ ہے اور وہ حج کو چلا جائے تو ماں کی رضا و خدمت ترک ہوئی اور اگر ماں کی رضا و خوشنودی کے سبب حج کو نہیں گیا تو حج نہیں کرسکا، دو فرض میں ایک ہی فرض انجام دیگا، اور اسی طرح دوسرے اعمال ہیں۔ لیکن اس کی نیت تمام نیکیوں اور طاعتوں کی بجاآوری تک پہنچی ہوئی ہے۔ مومن کے عمل کا ثواب محدود ہوتا ہے کیوں کہ اس کا عمل ہی محدود ہوتا ہے۔ اور مومن کی نیت کا ثواب بےحد و بے پایاں ہے کیوں کہ طاعات و خیرات میں نیت کی کوئی حد و انتہا ہی نہیں نیتہ المؤمن خیر من عملہ (مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے) کا مطلب یہی ہے۔ اگر کسی نے کسی کام کے کرنے کی نیت اور اس کا ارادہ کیا لیکن معذوری کے سبب وہ اس عمل کو نہ کرسکا۔ جیسے بیماری کی وجہ سے حج نہ کرسکا اور ضعیفی و ناتوانی کے باعث جہاد میں شریک نہ ہوسکا، مفلسی نے صدقہ و خیرات کا موقع نہ دیا۔ اس پر بھی یقیناً اجر و ثواب میں وہ اس شخص کے برابر ہے جس نے یہ سب کام کیے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے حضور پیغامبر صلے اللہ علیہ وسلم ایک بار غزوہ تبوک میں تشریف لے گئے مسلمانان ساتھ تھے، اس غزوہ میں حضور و صحابہؓ کو محنت و مشقت اور شدت و سختی بہت اٹھانی پڑی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے مخاطب ہوکر فرمایا، یہ سچ ہے اور درست ہے کہ مدینہ میں کچھ لوگ ایسے رہ گئے ہیں، کوئی ایسی وادی نہیں جس سے ہم لوگ گذرے ہیں، اور کوئی ایسا خرچ نہیں جو ہم نے کیا ہے، اور کوئی ایسی تکلیف و مشقت نہیں جو اس راہ خدا میں ہم لوگوں نے اٹھائی ہے۔ وہ لوگ جو ہمارے ساتھ نہ آسکے وہ سب ہمارے ان تمام کاموں میں برابر کے شریک ہیں۔ صحابہ رضوان اللہ جو ساتھ تھے انہوں نے کہا یا رسول اللہ ایسا کیسے ہوسکتا ہے اس لئے کہ وہ لوگ تو مدینہ میں ہیں؟ ارشاد ہوا حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ فَشَرَكُوْنَا بِحُسْنِ النِّيَّةِ ان کو ان کے عذر نے روک لیا ہے یعنی وہ معذوری کے سبب نہ آسکے تو وہ سب ہم لوگوں کے ساتھ برابر کے شریک ہیں اپنے حسن نیت کے سبب۔ اسی سے ثابت ہے کہ عمل کا تعلق دل سے ہے گل (مٹی) سے نہیں، دل اور گل میں ہزاروں ہزار کوس کی دوری ہے اسی سے جاننا چاہیئے کہ نیت کا محل دل ہے گل نہیں۔ ہاں یہاں ہوشیار و خبردار رہنے کی ضرورت ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ غفلت میں راہ ماری جائے۔ مثنویات۔ ؎

از درِ جسم تا بکعبۂ دل — عاشقاں را ہزار یک منزل
اندریں رہ رفیق کن دل را — توشہ کن صد ہزار منزل را

(جسم کے دروازے سے دل کے کعبہ تک عاشقوں کے لئے ہزار کوس کی ایک منزل ہے، اس راہ میں دل کو رفیق بنا کر لاکھوں منزل کا توشہ تیار کرے۔)

اے بھائی! نیت کا علم نہایت ہی باریک ولطیف ہے، ہر آدمی کی پہنچ وہاں تک نہیں ہو سکتی، صاحبان دل جو کچھ کرتے ہیں اپنی نیت کے اندازے سے کرتے ہیں اسلئے کہ ہر آدمی کی نیت اس کے ایمان کے اندازے سے ہوتی ہے۔ مقلد کی نیت اس کے تقلیدی ایمان کے اندازے سے اور دلیل والوں کی نیت ان کے استدلالی ایمان کے اندازہ سے عارفوں کی نیت ان کے اپنے مشاہداتی ایمان کے اندازے سے ہوتی ہے۔

عجیب معاملہ ہے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ زن وفرزند کو مکہ میں چھوڑ کر حضور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کر لیتے ہیں اور حضرت خواجہ اویسؓ رحمتہ اللہ علیہ ماں کو نہیں چھوڑتے ہیں، اگر تم ان دونوں حضرات کی نیت پر غور کرو تو دیکھو گے، دونوں ہی کی نیتیں جائز، درست، اور صحیح ہیں۔

بعض اگلے بزرگ ایسے گذرے ہیں کہ جنہوں نے طاعات ترک کی ہیں چونکہ انہیں اس طاعت کے کرنے کی نیت ہی نہیں ہوئی۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ ابن سیرین رحمتہ اللہ علیہ نے خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کے جنازہ پر نماز نہیں پڑھی، لوگوں نے پوچھا تو کہا نیت ہی نہیں ہوئی اس بارے میں بزرگان دین کہتے ہیں کہ ان لوگوں کا عمل نہ کرنا دوسروں کے کرنے سے ہو سکتا ہے کہ ثواب میں بہتر ہو۔

لوگوں کو کیا خبر مردان راہ کیوں نماز پڑھتے ہیں اور کیوں نہیں پڑھتے۔ کیوں روزہ رکھتے اور کیوں روزہ نہیں رکھتے، کون جانے ان کے حج کرنے کی کیا وجہ ہوتی ہے اور حج نہ کرنے کی کیا وجہ ہوتی ہے۔ اہل رسم وعادت یہاں حیران وسرگرداں ہیں۔ یقیناً رسم وعادت دوسری چیز ہے اور انبیا، اولیا کی راہ دوسری ہے۔ چنانچہ کہا ہے۔ ؎

کے تواند شد دریں رہ اے خلیل — عنکبوتے مبتلا ہم سیر پیل

(اے دوست اس راہ انبیار واولیار میں کب چل سکتے ہیں اس کی مثال تو یہ ہے کہ مکڑے کو بھی ہاتھی کے چال چلنے کا شوق ہو گیا۔)

اے بھائی! آج ہر شخص باطل خیال پر بھروسہ کئے ہوئے ہے اور غلط گمان میں مبتلا ہے۔

اگر دین اسی آسانی سے حاصل ہوتا جیسا کہ لوگ خیال کرتے ہیں تو انبیاء و اولیاء کے جگر پانی نہ ہوتے۔ مردان خدا کے دل جل بھن کر کباب نہ بن جاتے۔

اے بھائی! تمہیں مردانِ خدا کے دین کی کیا خبر؟ فی الحال رات و دن اسی حسرت میں جلتے رہو، اگر تم سے ہو سکے تو خود کو ان کی جوتیوں کی خدمت میں لگا دو۔ یہ خود بہت بڑا کام ہے مَنْ اَحَبَّ قَوْمًا حُشِرَ مَعَهُمْ (جو شخص جس گروہ سے محبت کرتا ہے قیامت میں وہ اسی کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔) سبحان اللہ یہی کیا کچھ کم دولت ہے؟۔

اے عزیز! اگر حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا گیا۔ اِنَّکَ لَتَهْدِی اِلیٰ صِرَاطِ الْمُسْتَقِیْم (بیشک آپ صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتے ہیں) تو پیروں کے حق میں ارشاد ہوا۔ وَمِمَّنْ خَلَقْنَا اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ (ہماری مخلوق میں ایک ایسی جماعت بھی ہے جو حق کی طرف ہدایت کرتی ہے) انبیاء کے جوتیوں کے سایۂ دولت میں پناہ لے لو تاکہ خدا تک پہنچ جاؤ، پیروں کی جوتیوں کی خدمت کرتے رہو، کام یہی ہے اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ دوسرے کام ہیں۔ مثنوی:

گر ترا در دست پیر آید پدید ❊ قفل در دت را کلید آید پدید

(اگر تجھے پیر کی دستگیری حاصل ہو جائے تو تیرے درد کا مداوا تجھے مل گیا۔)

ہوشیار رہو جس کسی کی ہمت خداوند تعالیٰ کے علاوہ کسی اور چیز کی ہے، اگرچہ وہ جنت الفردوس ہی کیوں نہ ہو جو اپنے تمام ناز و نعمت کے ساتھ آراستہ ہے، مردوں کی راہ سے وہ بہت دور ہے۔ مردوں کی راہ ہے کیا؟ تو لو ایک شاعر سے سنو:

جز وصل تو ام حرام بادا ❊ حاجت کہ بخواہم از خدا من

(آپ کے وصال کے علاوہ میرے لئے حرام ہے کہ کوئی اور حاجت خدا سے میں مانگوں۔)

اور بھی ایک دوسرے سے سنو:

گرم با صالحاں بے دوست فردا در بہشت آرند
ہماں بہتر کہ در دوزخ کنندم با گنہگاراں

(اگر کل قیامت کے دن مجھے نیکوکاروں کے ساتھ محبوب کے بغیر بہشت میں داخل کریں تو اس سے کہیں بہتر ہے کہ گنہگاروں کے ساتھ دوزخ میں ڈال دیں۔)

بہشت اپنے آب و نان، حور و قصور کے ساتھ معروف و مشہور ہے ایسی کہ سارا عالم اس کی طلب میں

معروف ہے۔ قطعہ ؎

زاہداں راجنت الفردوس باشد نزل گاہ　　صادقاں را لذت اندر قعر زنداں ست و بس

لطف او را عام و خاص و نیک و بد پایندہ اند　　قہر او را پیش رفتن کار خاصاں ست و بس

(زاہدوں کے لیے جنت الفردوس ان کی قدم گاہ ہے، صادقوں کے لئے اس قید خانہ کے گڑھے کی لذت کافی ہے

اس کے لطف کو عام وخاص، اچھے، برے، سب نے پایا ہے مگر اس کے قہر کو اختیار کرنا خص الخواص ہی کا کام ہے۔)

جانتے ہو مردان خدا کی جنت کیا ہے؟ ان اللہ جنۃ لیس فیہا حور وقصور (بیشک اللہ کی ایک جنت ایسی ہے جس میں حور وقصور نہیں) پھر اگر تم یہ کہو کہ آخر یتجلی ربنا ضاحکا (مرا رب تجلی فرمائے گا ہنستے ہوئے) جو فرمایا ہے وہ کیا ہے؟ تو وہ یہ ہے جو کہا ہے۔ مثنوی ؎

دیگراں را وعدہ گر فردا بود　　لیک ما را نقد ہم ایں جا بود

(دوسروں کے لئے جس چیز کا وعدہ کل کا ہے، ہمارے لئے تو آج ہی یہاں وہ نقد حاصل ہے)

تمہیں یہ جاننا چاہیئے کہ عالم محبت کے کاروبار ہی دوسرے ہیں اور اہل محنت یعنی رنج و مشقت اٹھانے والے دوسرے ہی گروہ کے لوگ ہیں۔ انہیں انتظار کی طاقت نہیں ہوتی کل کا وعدہ جس چیز کا ہے وہ اسے آج ہی طلب کرتے ہیں اور سب کے سب عشق کی مستی میں یہی کہا کرتے ہیں ؎

یا مرادِ من بدہ یا فارغم کن از مراد　　وعدۂ فردا رہا کن یا چناں کن یا چنیں

(یا مری مراد پوری کیجئے یا مجھے مراد سے فارغ کر دیجئے کل کا وعدہ چھوڑیئے یا یہ کیجئے یا وہ کیجئے۔)

حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا سے لوگوں نے پوچھا آپ بہشت کیوں نہیں چاہتی ہیں؟ فرمایا الجار ثم الدار (پہلے پڑوسی پھر مکان) ایک دائی پوش یعنی دوپٹہ اوڑھنے والی کی ہمت دیکھو اور اپنے جبہ و دستار پر ماتم کرو اور سمجھ لو کہ حقیقتاً نہ مرد ہو نہ عورت پھر غور کرو آخر ہو کیا؟

ایک وقت حضرت امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ غائب ہو گئے مریدان ان کی تلاش میں نکلے دیکھا مخنثوں کا لباس پہنے ہوئے ان کی جماعت میں بیٹھے ہیں، لوگوں نے سر پیٹ لیا فریاد کرنے لگے اے مقتدائے وقت یہ کیا حالت ہے؟ فرمایا میں نے غور کیا تو دیکھا کہ صورتاً میں عورت نہیں ہوں اور معناً مرد بھی نہیں ہوں تو ضرور میں مخنث ہوں اور مخنث کے لئے یہی بہتر ہے کہ وہ مخنثوں کے ساتھ رہے

خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ مثنویات ؎

چوں زندد یوانہ زیں شیوہ لاف　　تو ز سر کورے مکن با او مصاف

توزباں از شیوہ او دور دار   عاشق دیوانہ را معذور دار
عاقلاں را شرع تکلیف آمدہ است   بے دلاں را عشق تشریف آمدہ است
لاجرم دیوانہ اگرچہ خطا ست   ہرچہ میگوید بگستاخی رواست

(جب کوئی دیوانہ اپنے شیوہ دیوانگی کی ڈینگ مارے تو تم اپنے اندیشے پن سے اس کے ساتھ صف آرائی نہ کرو تم اس کے دیوانگی کے شیوہ سے زبان کو دور رکھو ان دیوانے عاشقوں کو معذور سمجھو۔ عاقلوں کے لئے شرع کی ذمہ داریاں آئی ہیں، اور بے دلوں کے لئے عشق کا شرف و مجد ہے، دیوانہ یقیناً غلطی پر معلوم ہوتا ہے، لیکن شوخی و گستاخی میں جو کچھ کہہ جاتا ہے وہ سب روا ہے۔)

اے بھائی! الغرض، ہر وہ کام جو آدمی کرتا ہے وہ کسی نہ کسی نیت و باعثہ سے خالی نہیں ہوتا۔ اگر اس کے باطن میں دنیا کی محبت غالب ہے تو ہر کام میں اس کی نیت اس کا باعثہ دنیاوی ہی ہوتا ہے اگرچہ روزہ، نماز، حج و صدقہ ہی ہو دنیاداری ہی میں شمار کیا جائے گا۔ اور اگر اس کے باطن میں عقبیٰ کی محبت کا غلبہ ہے تو ہر کام میں اس کی نیت اس کا باعثہ وہی ہوتا ہے اگرچہ وہ کھانا پینا، سونا ہی کیوں نہ ہو سب کو عقباوی ہی شمار کیا جائے گا۔ یہ مثل مشہور ہے کُلُّ اِنَاءٍ یَتَرَشَّحُ بِمَا فِیْہِ (برتن سے وہی چیز باہر آئیگی جو اس میں ہوگی)

ایک اور دوسری قوم ہے جسے سلطانِ ہمت کہتے ہیں یہ لوگ جو کچھ بھی کرتے ہیں خالصاً اللہ کے لئے کرتے ہیں اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ (بیشک میری نماز، میری قربانی، میرا جینا، میرا مرنا، سب اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے) ان کی صفت ہے۔ یریدون وجہہ کا جلوہ ہے صرف اس کی رضا کے لئے عبادت کرتے ہیں۔ پاؤں ان کے دنیا کی طرف اور سر آخرت کی طرف نہیں جھکے اس وقت تک، جب تک دوست کی بارگاہ سے یہ ندا نہ سن لی کہ انتم اولیائی حقا (حقیقت میں تم ہمارے حقیقی دوست ہو)۔ اس شعر میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ ؎

مارا بجز ایں جہاں جہانے دگر است   جز دوزخ و فردوس مکانے دگر است

(ہمارے لئے اس جہاں کے علاوہ ایک دوسرا جہاں ہے، دوزخ و بہشت کے علاوہ دوسرا ہی مکان ہے)

سبحان اللہ کس رتبہ کے یہ مردان خدا ہیں ان کی صفات میں جو کوئی بھی جس قدر اور جتنا زیادہ لکھ سکتا ہو لکھے، یا کہہ سکتا ہو کہے وہ سب ان کی صفت میں سمندر کے ایک قطرہ کی مثال ہے۔

ہمیں، تمہیں، اور ہم جیسے اور دوسروں کو ان مردان خدا کے بارے میں لکھنے اور پڑھنے کے سوا اور کیا حصہ و نصیب ہے؟ مصرع۔ عشق آدمی بود نہ آموختنی۔ کیا کیا جائے، عشق ہو جانے کی چیز ہے سیکھنے کی نہیں۔ کہا گیا ہے لَیْسَتِ الْمُحَبَّۃُ مِنْ تَعْلِیْمِ الْخَلْقِ وَاِنَّمَا الْمُحَبَّۃُ مِنْ تَعْلِیْمِ الْخَالِقِ (محبت مخلوق کی تعلیم سے نہیں بلکہ خالق کی تعلیم یعنی دین سے ہوتی ہے) راز یہی ہے جسے کہا ہے۔

دوستداری تو آزارے بود ∴ دوستیِ اُو ترا کارے بود
آں کہ عشق کاں ز سوئے تو بود ∴ آں کہ اندر خور در وئے تو بود

(تیری دوستداری ہی تیرے لئے عذاب ہے۔ اس کی محبت ہی تیرا اصل کام ہے۔ جو عشق تیرے سمت سے ہو وہ ایسا ہے جیسے آئینہ میں تیری صورت)

اس سے زیادہ لکھنے کی مکتوب میں گنجائش نہیں العلم یوخذ من افواہ الرجال (علم لوگوں کے انفاس طیبہ سے حاصل کیا جاتا ہے۔)

والسلام
شرف منیری

مکتوب ۴

بلاؤں کا نزول اور اہل بلا کی برداشت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادر عزیز شیخ عمر! شرف منیری کا خصوصی سلام و دعا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ یُجَرِّبُ الْمُؤْمِنَ بِالْبَلَاءِ کَمَا یُجَرِّبُ الذَّھَبَ اَحَدُکُمْ بِالنَّارِ۔ (اللہ تعالیٰ مومن کو ویسے امتحان کرتا ہے جیسے تم سونا کو آگ میں ڈال کر جانچتے ہو) اللہ تعالیٰ کے کاموں کا طریقہ اسی طرح جاری ہے۔ مومن کو بلا کے ذریعہ جانچتا ہے تاکہ مخلوق میں سچے اور جھوٹے کا فرق ظاہر ہو جائے، جس طرح سونے کو ہم آگ میں ڈال کر پرکھتے ہیں تاکہ کھوٹا اور کھرا یعنی خالص اور گادوالا صاف ظاہر ہو جائے۔ جانتے ہو یہ کیا ہے؟ جس وقت کہنے والے نے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا تو اس نے دعویٰ کیا کہ میں آپ کا دوست ہوں۔ دعویٰ کے لئے دلیل ضروری ہے۔ دعویٰ بے دلیل

قبول نہیں ہوتا. وہ جو تم نے سنا ہے وہ یہی ہے اَلْبَلَاءُ مُوَکَّلٌ بِالْاَنْبِیَاءِ ثُمَّ بِالْاَوْلِیَاءِ (بلا مسلط کیا گیا ہے پہلے نبیوں پر پھر ولیوں پر) آفتاب کے عاشق کے لئے سایہ کی راحت محال ہے۔ جیسا کہ کہا ہے

گر دوست مرا بلا فرستد شاید کاں دوست خود از بہر بلا می باید

(اگر میرا محبوب مجھ پر بلا بھیجے تو وہ میرے لئے بہت بہتر ہے کیوں کہ ایسی بلا کے لئے تو محبوب مجھے مطلوب ہے)

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اِنِّیْ اُحِبُّ اللّٰہَ (اے اللہ کے رسول میں اللہ سے محبت کرتا ہوں) ارشاد ہوا اِسْتَعِدَّ لِلْبَلَاءِ (بلا کے لئے آمادہ رہو) یہ اشارہ دعویٰ کے دلیل کے مطالبہ کا ہے کیوں کہ بغیر دلیل پیش کئے کسی کو نہیں چھوڑا جاتا ہے۔ اسی کو کہا ہے مصرعہ۔

"از تو زدن سخت ز من آہ خوش"

(تمہاری طرف سے سخت مار کٹائی اور میری طرف سے لذت آمیز آہ)

ساری چیزیں راحت و آرام سے قائم رہتی ہیں اور بلا و مصائب سے نیست و نابود ہوتی ہیں، اس کے برعکس محبت کی غذا ہی بلا ہے۔ مصرعہ

حلوہ بکسے دہ کہ محبت نہ چشیدہ است"

(حلوہ اُسے دیجئے جو محبت کی لذتوں سے ناآشنا ہو)

حلوہ کی بات اور ہے، عشق و محبت کے لطف و مزے کی حکایت ہی اور ہے۔ جیسا کہ کسی عزیز نے کہا ہے۔ قطعہ

بر درگہ او ز کشتہ عشق قصہ چہ کنم دو صد ہزار است
دہ در رہِ او ہزار عاشق آویختہ از طناب دار است

(اس کی بارگاہ کے کشتگانِ عشق کا قصہ کہاں تک بیان کیا جائے وہ تو لاکھ دو لاکھ سے بھی زیادہ ہے۔ اس راہ میں اس کے ہزاروں عشاق سولی کی ڈور سے لٹکے ہوئے ہیں) یہاں حلوہ کھلانے کا کیا ذکر؟

ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا، پوچھا کَیْفَ اَصْبَحْتَ یَا حَارِثَۃُ؟ (اے حارثہ تم نے صبح کس حال میں کی؟) عرض کی اَصْبَحْتُ مُؤْمِنًا حَقًّا (میں نے حقیقی مومن کے حال میں صبح کی. یعنی حق ایمان کے ساتھ) سوال ہوا اس کی دلیل اور برہان تمہارے پاس کیا ہے؟ لِکُلِّ حَقٍّ حَقِیْقَۃٌ فَمَا حَقِیْقَۃُ اِیْمَانِکَ (ہر حق کی ایک حقیقت ہے، تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے) حضرت حارثہؓ نے یہ دلیل و برہان پیش کی عَزَفَتْ نَفْسِیْ عَنِ الدُّنْیَا وَاَسْھَرْتُ لَیْلِیْ وَاَظْمَأْتُ نَھَارِیْ وَاسْتَوٰی

عِنْدِیْ ذَہَبُہَا وَفِضَّتُہَا وَمَدَرُہَا وَحَجَرُہَا وَکَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی عَرْشِ رَبِّیْ نَاظِرًا، اِلٰی آخِرِ قِصَّہٖ

(میں نے اپنے نفس کو دنیا سے کنارہ کر لیا، میں رات کو شب بیدار رہتا ہوں اور دن کو روزہ دار، میرے نزدیک سونا چاندی، اینٹ، پتھر برابر ہو گئے ہیں میں اپنے پروردگار کے عرش کی طرف دیکھ رہا ہوں۔ آخر قصہ تک) جب انہوں نے اپنی دعویٰ کی یہ دلیل پیش کی تو حضور ؐ نے سمجھ لیا کہ یہ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں۔ فرمایا اَصَبْتَ فَالْزَمْ۔ تم نے سچ کہا تم حق تک پہنچ گئے اور اس پر مضبوطی سے قائم رہو اور اپنے ایمان کو لازم کر لو۔ تو یہ بات ثابت ہو گئی کہ دعویٰ کی دلیل پیش کئے بغیر چارہ نہیں ہے۔ تا کہ سچے اور جھوٹے کا فرق ظاہر ہو جائے۔

جب جناب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نمرود ملعون نے تسمہ سے باندھا اور منجنیق میں رکھ کر آگ میں پھینک دیا تو زبان مبارک پر جاری ہوا حَسْبِیَ اللّٰہُ (مجھے اللہ کافی ہے) ابھی آپ فضا ہی میں تھے کہ جناب جبرئیل علیہ السلام آ گئے اور پوچھا ھَلْ لَکَ حَاجَۃٌ (آپ کو کوئی حاجت ہے؟) فرمایا اِمَّا اِلَیْکَ فَلَا (حاجت تو ہے لیکن تم سے نہیں) فرمایا سَلْ رَبَّکَ (اپنے رب سے کہئے) فرمایا حَسْبِیْ عَنْ سُوَالِیْ عِلْمُہٗ تَعَالٰی (اللہ مجھ کو کافی ہے، وہ میرے سوال کے بارے میں اور وہ میرے حال سے واقف ہے) یہ برہان و دلیل تھی ان سے اپنے اس دعویٰ پر جو انہوں نے کہا تھا حَسْبِیَ اللّٰہُ۔ یہی وہ بات ہے جو کہتے ہیں کہ دعویٰ کرنا تو بہت آسان ہے لیکن اس دعویٰ کی دلیل و برہان پر قائم رہنا سخت مشکل ہے۔

"زاد الارواح" میں وہب بن منبہ ؓ سے روایت آئی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے اگلی کتابوں میں پڑھا ہے کہ جناب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شیطان کو دیکھا، اس سے کہا کیا ہو جاتا، اگر تو سجدہ کر لیتا ــــــ؟ اس نے کہا میں دعویٰ میں جھوٹا ہو جاتا۔ جیسے آپ اپنی محبت کے دعویٰ میں ہو گئے۔ آپ سے کہا گیا اُنْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ (پہاڑ کی طرف دیکھو) تو آپ نے پہاڑ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ لیا۔ اور میں نے غیر کے سجدہ پر لعنت و سختی قبول کر لی۔ تا کہ میرے دعویٰ میں جھوٹ کو دخل نہ ہو۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

سعدی بجفا ترک محبت نتواں کرد   بر در بنشینم گر از خانہ برانند

(سعدی، جور و ستم کے سبب محبت ترک نہیں کر سکتا، میں ان کے در پر بیٹھوں گا اگر گھر سے نکال دیں گے)

وہ بیچارہ مصیبت کا مارا اپنی لعنت پر ناز کرتا ہوا کہتا ہے۔ رباعی ؎

ہمہ جور کشم بتا و بستیزم   با مہر تو دیگرے نامیزم

جانِ نے دارم کہ بارِ عشقِ تو کشد ۔۔۔ تا در سر کارت نشود نگریزم

(اے صنم میں ظلم و ستم اٹھاتا ہوں اور اس میں جنگ بھی کرتا ہوں، تیرے برتاؤ کے ساتھ کسی اور کے سلوک کو میں نہیں ملنے دیتا۔ میں وہ سخت جاں رکھتا ہوں جو تیرے عشق کا بار اٹھائے جب تک میں اس کام کو پورا نہ کروں میں ہٹنے والا نہیں۔)

بُلا میں یہ راز ہے کہ نعمت میں آدمی کو سکون و قرار ملتا ہے اور بُلا میں گریز ہے جب کسی کو محبوب کے غیر کے ساتھ آرام و سکون ہوا تو وہ محبوب سے دُور ہوا اور بھاگا۔ اور جب بلا کے اندر آرام و سکون ملا۔ تو وہ دوست تک پہنچ گیا۔ تو معلوم ہوا کہ نعمت "در" سے دور کرنے والی ہے اور بُلا "در" پر رکھنے والی ہے۔ "عطا و منع" کے معنی کا راز یہی ہے۔ اسی کی طرف یہ اچھا اشارہ ہے۔ ؎

ہر بُلا کیں قوم را حق دادہ است ۔۔۔ زیر آن گنجِ کرم بنہادہ است

گر شرابِ وصل او خواہی مدام ۔۔۔ قطع کن وادیٔ قہر او تمام

زانکہ تا ایں نبود آں نبودت ۔۔۔ بے بلا و درد درماں نبوت

(جتنی بلائیں اس قوم کو اللہ نے دی ہیں ان سب کے پیچھے اس کے کرم کا خزانہ چھپا ہوا ہے۔ اگر تو اس کے وصل و لطف کی شراب ہمیشہ نوش جاں کرنا چاہتا ہے تو اس کے قہر کی وادی کو مکمل طور پر طے کرے یہ اس لئے کہ جب تک یہ نہ ہوگا' وہ بھی نہ ہوگا، درد و مصیبت کے بغیر اس کا درماں بھی نہیں ہوگا۔)

فرعون کو عافیت و آرام، ملک و بادشاہی چار سو سال تک بے طلب دیدی، اگر وہ جناب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درد، سوز، اور بھوک کا ایک ذرہ بھی مانگتا تو اُسے نصیب نہیں ہوتا۔

؎ فرعون را نہ دادیم اے دوست دردِ سر ۔۔۔ زیرا کہ او نداشت سر دردہائے ما

(اے میرے پیارو! سنو۔ فرعون کو ہم نے کبھی سر کا درد بھی نہیں دیا اس لئے کہ وہ اس کا سر ہمارے درد کے لائق ہی نہیں تھا۔)

ایک دن امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مناجات میں کہا۔ خداوندا اپنے دوستوں کو تو اس درجہ بُلا میں کیوں ڈال کر قتل کرتا ہے؟ ارشاد ہوا تاکہ وہ دیت (خون کا بدلہ) پائیں۔ پھر پوچھا اے میرے اللہ ان کی دیت کیا ہے؟ فرمایا میرا جمال اور میری لقا مَنْ قَتَلَهٗ فَاَنَا دِیَتُهٗ (جس کو میں نے قتل کیا اس کا خوں بہا میں ہوں)۔ جس کسی نے کہا ہے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

بے جرم و گناہ عاشقاں میکش ۔۔۔ پس بر سرِ گورشاں زیارت میکن

(عاشقوں کو بے جرم و خطا قتل کیا کیجئے، اور پھر ان کی قبروں کی زیارت، کا مشغلہ بنائے۔)

بندہ کا مصیبت و بلا جھیلنا خداوند عزوجل کی دوستی کی دلیل ہے۔ مصرعہ۔

"نازش بکشم چو صبر نتوانم کرد"

(جب صبر نہیں کر سکتا تو اس کے ناز و ادا ہی برداشت کرتا ہوں)

مُحِب کے لیے بغیر محبوب کے آرام و سکون حرام ہے تو سوائے بلا و مصیبت کی سختیاں اُٹھانے کے اس کے لئے اور کیا روا ہے۔ قطعہ ؎

در دے تو دوا شد است ما را | خاک تو بہا شد است ما را

دشنام تو لائے نگار مہوش | حقا کہ دعا شد است ما را

ازیں ہر توام بلا ز دجاں | از دیدہ رضا شد است ما را

(یہ وہ درد ہے جو ہمارے لئے دوا ہو گیا ہے۔ آپ کے در کی خاک ہی ہماری قیمت ہو گئی ہے۔

(اے میرے چاند سے چہرے والے محبوب! قسم ہے خدا کی آپ کی گالیاں تو ہمارے لئے دعا ہو گئی ہیں۔

آپ ہی کے لئے تو میں اپنی جان پر بلائیں لئے ہوئے ہوں، آپ کی رضا و خوشنودی پر ہماری آنکھیں لگی ہوئی ہیں)

ایک وقت ایک فقیر نے کہا لَیْسَ بِصَادِقٍ فِی حُبِّہٖ مَنْ لَمْ یَصْبِرْ عَلٰی ضَرْبِہٖ (دعویٰ محبت میں وہ سچا نہیں جو محبوب کی مار پر صبر نہ کرے) یہ سن کر ایک عارف نے آواز بلند کی اور کہا۔ اَخْطَاتَ یَا فَقِیْرُ بَلْ لَیْسَ بِصَادِقٍ فِی حُبِّہٖ مَنْ لَمْ یَتَلَذَّذْ بِضَرْبِہٖ (اے فقیر تو نے غلط کہا وہ شخص اپنی محبت میں سچا نہیں جسے محبوب کی مار میں لذت نہ ملے)۔ ؎

اُو بر سر قتل من و در حیرانم | کاں راندن تیغش چہ نکو می آید

(وہ میرے قتل پر آمادہ اور میں حیرت میں ہوں، اُن کا تلوار چلانا کتنا بھلا معلوم ہوتا ہے)

کہتے ہیں کہ محب اپنے محبوب کے جمال میں مست ہوتا ہے وہ اپنی ذات سے نیست ہوتا ہے محبوب کی ہستی کے ساتھ ہست ہوتا ہے۔ ایسے کے ساتھ درد کیا کرے گا اور بلائیں اس کے لئے حلاوت ہی حلاوت ہے ؎

در صومعہ ازاں نشست عابد ❊ کو راز جمال تو خبر نیست

(عابد تو عبادت خانہ میں اسی سبب سے پڑا ہے، کہ اُسے آپ کے حُسن و جمال کی خبر ہی نہیں ہے)

روایت ہے، حضرت رابعہ بصری رضی اللہ عنہا پر جس روز بلا نہیں آتی تو وہ مناجات کرتیں، خداوندا تو نے

روٹی تو دی لیکن بلا کی وہ لذت کہاں ہے؟ جیسا کہ کسی بزرگ نے کہا ہے۔

جانے دارم کہ یار عشق تو کشد   تا در سر کارت نشود نگذارم

(میں وہ جان رکھتا ہوں جو تیرے عشق کا بار اُٹھا سکے یہاں تک کہ تیری محبت کی راہ سے قدم پیچھے نہیں ہٹا سکتا۔)

اے جبۂ و دستار پوشو! ذرا ایک دوپٹہ پوش عورت کی قوت کو دیکھو، اس بارگاہ میں معاملہ عمل کا ہے صورت و جسم کے بناؤ سنگار کا نہیں۔ رُباعی

جوئندہ ما بشہر در بسیار است   ہر کس کہ مرا جوید کارش زار است

بر در گہ ما ز دہ ہزاراں دار است   روزاں و شباں طالب ما خونبار است

(ہمیں ڈھونڈھنے والے شہر اور شہر کے در پر بہت سارے پڑے ہیں مری طلب و جستجو کرنے والوں کا حال بُرا ہے۔ ہمارے دولت سرا میں ہزاروں دار نصیب ہیں، دن رات ہمارے طلبگاروں کے خون بہہ رہے ہیں۔)

روایت ہے کہ جب حضور حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو فقر یا بادشاہت دو میں سے ایک کے قبول کرنے کا اختیار دیا گیا، چوں کہ حضورؐ محب تھے اس لیے فقر اختیار فرمایا کیوں کہ فقر، درویشی بلا کا گھر ہے اور محبوب فرماتا ہے۔ رُباعی

ما را خواہی تن بغماں اندر دہ   چوں شیفتگاں سر بجہاں اندر دہ

دل پُر خون کن بدیدگاں اندر دہ   وانگہ ز بے دو دیدہ جاں اندر دہ

(اگر ہم کو تو چاہتا ہے تو رنج و غم میں اپنے کو جھونک دے، دیوانوں کی طرح جہاں میں خاک چھانتا رہ، دل کو خون بنا کر آنکھوں کے سپرد کر، پھر دونوں آنکھیں کھونے کے بعد جاں بھی گنوا دے۔)

اور حضورؐ نے یہ دعا کی اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ۔

(اے اللہ مجھے مسکین زندہ رکھ، مسکین ہی مجھے اٹھا اور مساکین ہی کے زمرہ میں میرا حشر فرما)

ننگا، بھوکا رہوں مگر تیرے ساتھ رہوں یہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ تیرے بغیر بادشاہی اور سلطنت کروں اس معنی میں کہا ہے۔

عزت جو ورا شاید بے ہیچ شک اے مالک :: در کون و مکان ما را جز خوار نباید بود

بر دار چو مہ بینی پیوستہ جمال او را :: در چار سوئے عشقش بے دار نباید بود

(اے مالک بلا شبہ عزت اسی کے لئے زیبا ہے، مجھے تو دونوں جہان میں رسوا و خوار ہی ہونا چاہیے

عاشقوں کو دار پر جب اس کا جمال مسلسل نظر آتا ہے تو پھر اس کے عشق کے چاروں سمت دار ہی دار ہونا چاہیے)

فرعون، نمرود، اور قارون کو چوں

کہ عالم محبت سے بہرہ و حصہ نہ تھا اس لئے ان سب کو دنیا کا صاحب ملک و مال وجاہ و مرتبہ بنایا تاکہ لوگ یہ جان لیں کہ دوستوں اور محبوں کے ساتھ معاملہ اور ہے دشمنوں کے ساتھ اور ہے

اے آشنا بکوئے محبت صبور باش ❊ بیداد نیکواں ہمہ بر آشنا رود

(اے محبت کے کوچے کے شناسا صبر سے رہ کیوں کہ ان حسینوں کے جور وستم ہمیشہ اپنوں ہی پر ہوتے ہیں)

نقل ہے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ بلا نہ تھی جو حضرت خلیل صلوٰۃ اللہ علیہ کو صاحب زادہ کے قربان کرنے کا حکم ہوا، اور وہ بھی بلا نہ تھی جو ذکریا علیہ السلام کے سر پر آرہ چلوایا گیا، مصیبتیں تو وہ تھیں جو میرے سر پر ڈالی گئیں۔ کبھی تو فرمایا لولاک لما خلقت الافلاک (آپ نہ ہوتے تو آسمانوں کو پیدا نہ کرتا) سب آپ کے لئے ہے کبھی کہا گیا لیس لک من الامر شیئ (کوئی کام آپ کے بس کا نہیں ہے) کبھی، ہمارے عمر کی قسم کھائی جاتی ہے لعمرک (آپ کے عمر کی قسم) اور کبھی یہ کوڑا لگایا جاتا ہے الم یجدک یتیما فآوی (کیا تمہیں یتیمی میں پناہ نہ دی) کبھی عرش کو مرا فرش بنایا جاتا ہے اور کبھی ایک پیمانہ جو کے لئے یہودی کے در پر بھیجا جاتا ہے۔ اور کبھی ورفعنا لک ذکرک (بلند کیا میں نے آپ کے ذکر کو) ہماری رفعت آشکار کیجاتی ہے اور کبھی اونٹ کی اوجھری گردن پر ڈلوادی جاتی ہے ما اوذی نبی مثل ما اوذیت (کسی نبی کو اتنی ایذا نہ ملی جتنی ایذا مجھکو) اسی کو کہا ہے۔ رباعی ؎

گہ باکف پر سیم و گہ درویشم ❊ گہ با دل پر نشاط و گہ دلریشم

گہ واپس جملہ خلق گہ در پیشم ❊ ما بوقلمون روزگار خویشم

(کبھی تو مری مٹھی سونے چاندی سے بھری ہوتی ہے، اور کبھی مفلس و قلاش ہوں کبھی تو مرا دل خوشی میں مست اور کبھی گھائل و رنجور رہتا ہے کبھی سارے مخلوق کے پیچھے دھکیل دیا جاتا ہوں کبھی امام بن کر سب کے آگے ہوتا ہوں میں اپنے زمانہ کا ایک عجوبہ تماشہ بنا ہوا ہوں۔)

کہتے ہیں کہ لوح محفوظ میں جو سب سے پہلا حرف لکھا گیا "محبت" تھا پھر ب کے نقطہ کو نون کے نقطہ سے بدل دیا گیا "محنت" ہو گیا۔ دونوں حرف کی ترکیب ایک ہی ہے صرف نقطہ کا فرق ہے۔ اگر تم خوب غور سے دیکھو تو دونوں کو ایک ہی پاوگے۔ یہی ہے جسے ایک

بزرگ نے فرمایا کہ ہر نقطہ میں ہزاروں قہر ہے اور ہر حرف میں ہزاروں زہر ملائے ہوئے شربت کے پیالے ہیں۔ اس کے دوست ہر وقت یہی چاہتے ہیں کہ نیست ونابود کر دیا جاؤں اس کے باوجود یہ خطاب ہوتا ہے اِصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (صبر کرو، صابر بنے رہو اور ... الم کے لئے تیار رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پورے فلاح پانے والوں میں ہو) اللہ کہنے والے کی جان پر رحمت فرمائے۔ رُباعی ؎

جانا دلم بزلف خود آویختہ — وایں جاں بغم عشق بر آمیختہ
تا در دلم ایں شور بر انگیختہ — خوں از جگرم ز دیدگاں ریختہ

(معشوق نے میرے دل کو اپنی زلف میں اُلجھا لیا، عشق کے غم میں اس جاں کو گھلا ملا دیا یہاں تک کہ میرے دل میں ایسا اُبال پیدا ہوا کہ میرا جگر خون بن کر آنکھوں سے بہہ گیا۔)

والسلام
فقیر شرف منیری

مکتوب ۵

دنیا کا ترک اور عقبیٰ سے رغبت کرنے میں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادرم شیخ عمر! کاتب مکتوب شرف منیری کا خصوصی سلام ودعا،

آں برادر کو معلوم ہو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلدُّنْیَا مَلْعُوْنَةٌ وَّمَا فِیْھَا دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے وہ سب ملعون ہیں۔ اب یہ جان لو دنیا میں جتنی چیزیں جتنے اعمال ہیں وہ تین قسم کی ہیں۔ ایک وہ کہ صورتاً ومعناً دنیا ہے کہ جس کی نیت اور اس کا قصد دونوں ہی دنیا کے لئے ہو کسی صورت بھی خدا کے لئے نہیں ہو۔ وہ سب ہر حیثیت سے گناہ ہی گناہ ہے بلکہ اس صورت میں مباح نعمت ولذائذ کو بھی کہتے ہیں کہ اس قسم میں داخل ہے اور ایسا اس جہت سے کہتے ہیں کہ مباح تو ہے لیکن نفس کی لذت اور اس کا حصہ ہے جس طرح تمام

گنہگاروں کے نفس کا حصہ اور اس کی لذتیں ہیں۔

دوسری قسم وہ ہے جو صورتاً یعنی بظاہر تو وہ خدا کے لئے ہو لیکن نیت وارادہ دنیا کے لئے ہو جیسے خواہشات و شہوات کا ترک اس لئے کہ لوگوں کی نگاہ میں پرہیزگار نظر آؤں لوگ زاہد سمجھیں۔ اور علم حاصل کرنا اس لئے کہ لوگوں میں صاحب جاہ ومرتبہ نظر آئے لوگ عالم سمجھیں اور اس علم کے ذریعہ دنیا کی دولت جمع کرنے کا سامان ہاتھ آجائے یہ سب ملعون ہے گرچہ ظاہر میں تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب خدا ہی کے لئے ہے سلامتی اسی میں ہے کہ تمام دنیاوی نیت وارادہ کو ترک کر کے صرف خدا ہی کے لئے ہو۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

ترک دنیا گیر تا سلطان شوی ورنہ ہمچوں چرخ سرگرداں شوی

ہرچہ با تو در نیاید زیرِ خاک آں ہمہ زیبا بود نہ دینِ پاک

(دنیا ترک کردو تاکہ تم بادشاہ ہوجاؤ، اگر ایسا نہ کروگے تو آسمان کی طرح رات دن گردش میں رہوگے وہ چیزیں، وہ اعمال جو تمہارے ساتھ قبر میں نہ جائیں اور وہاں کام نہ آئیں وہ سب آرائش وزیبائش کی ہیں پاک دین نہیں۔)

تیسری قسم وہ ہے کہ صورتاً یعنی بظاہر تو وہ دنیا ہی دنیا ہو لیکن اس میں بندہ کی نیت اور اس کا قصد وارادہ خاص اللہ کے لئے ہو وہ ملعون نہیں۔ مثلاً کھانا، پینا، سونا اس نیت سے کہ اللہ کی عبادت کر سکے گا اور نکاح کرنا، بیوی سے ملنا اس نیت سے کہ حرام کاری میں مبتلا نہ ہو گا اس سے اولاد پیدا ہوگی تو وہ کلمۂ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والا ہوگا اور اپنی پیشانی سے اس کی مسجدوں کو آباد رکھے گا اور تھوڑے سامان واسباب کا مہیا کرنا کہ اس سے طاعت وعبادت میں فراغت اور اطمینان حاصل ہوگا۔ اور مخلوق کا محتاج نہ رہے گا۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

چوں ترا نانے وخلقانے بود :: ہر سرِ موئے تو سلطانے بود

(اگر تیرے پاس ایک روٹی اور پھٹا پرانا ایک ہی کپڑا ہو تو اس وقت تیرے بدن کا ہر رُواں بادشاہ ہے)

خلاصہ یہ کہ ہر وہ چیز و عمل جس میں نفس کا حظ وحصہ ہے آخرت کے کاموں اور احوال میں ایسے اعمال کی کوئی حاجت نہیں وہ سب دنیا ہی دنیا ہے اور دین کی تباہی وبربادی ہے جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

خرج کردی برائے نان جان را :: در پئے تن بدادی ایمان را

(روٹی کے لئے تو نے جان گنوادی، اور تن بدن کی زیب وزینت کے لئے ایمان کی دولت لٹادی)

آخرت کے کاموں میں جن چیزوں کی حاجت ہے اور ان کاموں میں اس کی نیت بھی اُخروی ہو وہ دنیا نہیں، اگرچہ وہ ظاہری طور پر دنیا ہی کیوں نہ معلوم ہو۔ جیسے سفر حج کے لیے خرچ و اخراجات، خوراک و سواری، سواری کا سامان اس کا کرایہ وغیرہ (کا انتظام)

عُلماء نے دنیا کے تین درجے قائم کیے ہیں۔ پہلا درجہ، ضرورت کی مقدار میں کھانا، کپڑا، رہنے کا مکان۔ دوسرا درجہ، حاجت کی مقدار میں۔ تیسرا درجہ، حاجت سے زیادہ بمقدار زیب و زینت، حُسن و جمال، فخر و بڑائی کے اور اس کی کوئی حد و انتہا نہیں۔ جس طرح حاویہ دوزخ کے گڈھے کی گہرائی کی کوئی حد نہیں ہے۔ یہاں نجات و سلامتی اس کے ترک ہی میں ہے۔ ؎

ترک دنیا گیر تا دینت بود　　　آن بدہ از دست تا اینت بود

گر دلت آگہ ز معنیٰ آمدہ است　　　کار دینت ترک دنیا آمدہ است

(دنیا چھوڑ دو تاکہ تمہارے پاس دین ہی دین رہے، دنیا سے ہاتھ جھاڑ لو یہاں تک کہ صرف دین ہی رہ جائے۔ اگر تمہارا دل معنی سے آشنا ہو چکا ہے تو پھر تمہارا دینی کام دنیا کا ترک کرنا ہی ہے۔)

تو جس نے مقدار ضرورت پر اکتفا کیا اُس نے چھٹکارا پایا اس لیے کہ مقدار ضرورت معاف ہے اور جس نے مقدار حاجت پر انحصار کیا یہ خطرہ سے خالی نہیں۔ اور جس نے بمقدار زیب و زینت اختیار کیا، فخر و بڑائی کا اظہار کیا، کہا گیا ہے کہ وہ دوزخ کے سب سے بڑے گڈھے حاویہ میں گر پڑا ایسا گڈھا کہ جس کی تہہ کا پتہ ہی نہیں۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

ہر کرا ہست اندہِ بیشی　　　ہمرہِ او ست کفر و درویشی

اولین سد در رہ آدم　　　بود نائے گلو و طبل شکم

(جس کو دنیا کی فراوانی کی فکر ہو اس کی زیادتی کا غم ہو اس کے ساتھ کفر و افلاس دونوں لگا ہوا ہے اس راہ میں آدمی کے لئے سب سے پہلی رکاوٹ حلق کی بانسری اور پیٹ کا ڈھول ہے۔)

اسی لئے بزرگان دین نے ضرورت کی مقدار پر اکتفا فرمایا ہے۔ وہ راہ درویش کے مقتدا اور امام خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہیں انہوں نے اپنے اوپر دنیا کو ایسا تنگ کر دیا تھا کہ دنیا والے سمجھتے تھے دیوانہ ہیں۔ سال دو سال گذر جاتے لوگوں کی نگاہ ان پر نہیں پڑتی ان کی غذا خرما کی وہ گٹھلیاں ہوتیں جو راستے میں گری پڑی رہتیں اسی کو چُن کر تناول فرمالیتے اور آپ کا لباس وہ گدڑی ہوتا جس کے ٹکڑے کوڑے سے چُن چُن کر اُٹھا لاتے اور اسے دھو دھلا کر صاف کر کے اسی

سے خرقہ بنا لیتے اور اسی کو زیبِ تن فرماتے یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے دُنیا کو اچھی طرح پہچان لیا ہے اور دُنیا کی آفتوں کو دیکھے ہوئے ہیں ان لوگوں کی روِش اور سیرت وہی ہے جو انبیاء اولیاء کی ہوتی ہے اسی کو کہا ہے۔ ~

گرچہ چندانی سلیماں کار داشت کز زمیں تا عرش گیرو دار داشت
مسکنت را قدر چوں بشناخت او قوت از زنبیل بافی ساخت او

(اگرچہ جناب سلیمان علیہ السلام کو اس درجہ مصروفیت و مشاغل تھے کہ زمین سے آسمان تک حکومت کرتے تھے، لیکن جب آپ نے مسکینت کی قدر پہچان لی، تو پھر تھیلہ بُننے کو اپنے آذوقہ کا ذریعہ بنا لیا۔)

لیکن آدمی اگر اس درجہ تک نہ پہنچ سکے تو کم سے کم اتنا تو ہو کہ حاجت کی مقدار پر اکتفا کرے تاکہ دین سلامت رہ سکے۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ~

چیست دنیا ز خلق استظہار ؛؛ خاکدانے پُر از سگ و مُردار

(دنیا کیا ہے خلق سے پشت پناہی اور مخلوق سے امداد ڈھونڈھنا اس کی مثال اس مرگھٹ کی ہے جو مُردوں اور کتوں سے بھری ہوئی ہے۔)

بزرگوں کے اقوال میں آیا ہے اِشْتَغِلْ قَلْبَكَ بِاللّٰهِ بِالْكُلِّيَّةِ وَلَوْلَا تَشْتَغِلْ قَلْبُكَ بِاللّٰهِ لِيَشْتَغِلْ بِالْغُمُوْمِ وَالْهُمُوْمِ اپنے دل کو پوری طرح اللہ میں مشغول کر دو ایسا نہ کرو گے تو وہ تمہیں غم و اندوہ میں مبتلا کر دے گا اور وہ دل جو غیر اللہ میں مشغول ہوا اللہ کے در سے ہٹا دیا گیا۔ ~

ہرچہ از عادت رود روزگار ؛؛ نیست آن را یا حقیقت ہیچ کار
لیکن تا در خود نبود ترا ! ؛؛ در حقیقت ایں نظر نبود ترا

(لیکن جب تک تو اپنے اندر سفر نہ کرے گا اس وقت تک تجھے یہ نظر حاصل نہیں ہو سکتی۔ عبادت اصل عادت نہیں ہو جاتی حقیقت میں نظر تجھے حاصل نہیں ہو گی۔)

اور جس کے دل میں زن و فرزند کا غم ان کے کھانے پینے کی فکر ہو اسے باطن کی مشغولیت کیسے حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ وہ دل تباہ و برباد ہو چکا ہے اور تباہ و برباد دل سے باطنی مشغولیت ہو نہیں سکتی جیسا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے۔ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا جس نے میرے ذکر سے مُنہ پھیرا تو یہ سچ ہے اور درست ہے کہ اس کے عیش میں تنگی ہو گی۔ عیش کی تنگی کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ اس کا دل ہمیشہ دنیا کے غم و اندوہ میں مبتلا رہے گا اور جب کوئی دل دنیا کے غم و اندوہ

کا گھر ہوتا ہے تو وہ شیطان کا گھر بن جاتا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

دل یکے منظریست ربانی   خانۂ دیو را چہ دل خوانی

(دل تو اللہ کی نظر گاہ ہے، شیطان کے گھر کو تم دل کیوں کر کہو گے۔)

اور اعراض و روگردانی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ دو طرح کے ہیں ایک یہ کہ آدمی اپنے اوراد و وظائف ترک کر دے۔ دوسرے یہ ہے کہ اسے ادا تو کرتا ہے لیکن دل حاضر نہیں رہتا اور جب حضوری دل نہیں تو ترک ہوا ؎

زیرکاں راچو روز معلوم است   که شب و روز غافلاں شوم است

(ہوشمندوں پر روز روشن کی طرح ظاہر ہے۔ کہ غافلوں کے روز و شب نحوست و ادبار میں ہیں۔)

اے بھائی! یہ سب کو معلوم ہے کہ کسی کو بھی کھانے، پینے، لذت، و شہوت رانی کے لئے پیدا نہیں کیا گیا ہے۔ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ ۝ (آدمیوں اور جنوں کو ہم نے عبادت کے لئے پیدا کیا) اسی کو کہا ہے۔ ؎

آدمی بہرہ بے غمی را نیست   پلے در گل جز آدمی را نیست

شادی از اہل عصر بیگانہ است   آدمی را خود اندہ از خانہ

(آدمی کے لئے غم سے خالی ہونا درست نہیں، حیرانی و پریشانی تو آدمی کی صفت ہے خوشی و شادمانی زمانہ والوں سے بیگانہ ہے۔ حزن تو خود آدمی کے وجود میں ہے۔)

فقیر کے پاس کھانے کی چیز موجود ہے اُسے کھائے اور اگر موجود نہ ہو تو قرض لے کر کام چلائے ایسا شخص فقیر کیسے ہو سکتا ہے۔ ؎

چو خوری بیش پیل باشی تو   نہ خوری جبرئیل باشی تو

باش کم خوار تا بمانی دیر   کہ اجل گرسنہ است خوردن سیر

(جب تم بہت زیادہ کھاؤ گے ہاتھی کی طرح ہو جاؤ گے اور اگر بالکل نہیں کھاؤ گے تو فرشتہ بن جاؤ گے کم کھانے کی عادت ڈالو تاکہ تمہاری عمر دراز ہو اس لئے کہ موت حد سے زیادہ کھانے والے کی بھوکی ہوتی ہے۔)

بزرگوں کا قول ہے اگر فقیر کو فاقہ ہو تو وہ رات اس کے معراج کی ہوتی ہے فقیری میں سب سے بڑا کام فاقہ اور بھوک ہے، سیر و آسودہ ہو کر کھانے والا آدمی ہرگز دین کی راہ میں نہیں چل سکتا کہتے ہیں کہ اگر فرعون بھوکا ہوتا تو کبھی خدائی کا دعویٰ نہیں کرتا اس کی اس مصیبت کا سبب شکم سیری ہی تھی۔

اور کہا گیا ہے سیر و آسودہ شخص نماز ادا کرتا ہے تو وہ شیطان کے گود میں ہوتا ہے۔ اور بھوکا اگر سویا ہوا بھی رہتا تو شیطان اس سے بھاگا ہوا رہتا ہے مسلمان اور اہل ایمان کے بہتر فرقے، کافروں کے سات سو فرقے سب نے فاقہ کی تعریف و تحسین کی ہے اور سیر شکمی کو ناپسند کیا ہے۔

شہوات و خواہشات کی مثال لکڑی کی ہے بھوک آگ ہے تمام شہوتیں اسی فاقہ سے جلا کرتی ہیں۔ بھوک ایک ایسی بدلی ہے کہ جس سے حکمت کی بارش ہوتی ہے۔ سیری وہ آفت و بلا ہے کہ جس سے کفر و گناہ کی راہ کھلتی ہے۔ ؎

نفس قانع گر گدائی می کند — در حقیقت بادشاہی می کند

دوست را زاں گرسنہ دارم مدام — تا ز جان خویش سیر آید تمام

(تھوڑے پر قناعت کرنے والی جان رکھنے والا اگر گداگری کرتا ہے تو حقیقت میں وہ بادشاہی کرتا ہے دوستوں کو اس لئے بھوکا رکھتا ہے تاکہ وہ اپنی جان سے پورے طور پر سیر ہو جائے۔)

چنانچہ ایسا ہوتا تھا کہ مہینوں گذر جاتے سرور عالمیان مہتر دو جہاں محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کے خانہ مبارک سے دھواں بر آمد نہ ہوتا اور اکثر راتیں ایسی گذرتیں کہ چودھویں رات کے اس ماہ کامل کے حجرۂ پاک میں چراغ کی روشنی نہ ہوتی۔ زبان حال گویا یوں گہر فشاں ہے۔ ؎

ہر رنج کہ از تو آید اے جاں بر دل — حقا کہ عزیز است چو احساں بر دل

تقصیر مکن در غم من خوشش می نہ — ہر درد کہ آں کشید نتواں بر دل

(اے دوست! ہر وہ رنج و مصیبت جو آپ کی جانب سے میرے دل پر آئے قسم ہے خدا کی وہ احسان کے مانند مجھے عزیز ہے میرے غم میں ہرگز کوتاہی نہ کیجئے مجھے اسی میں خوش رہنے دیجئے، ہر وہ درد جو برداشت نہیں کر سکتا ہو وہ بھی اس دل کو دے دیجئے۔)

والسلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۶

مریدی اور مریدی کے مجاہدہ میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادرم شیخ عمر اسلام و دعا کے لیے مخصوص۔

اے بھائی! مرید اس کو کہتے ہیں جو خود کو پیر میں گم کر دے اَلْاِرَادَۃُ تَرْکُ الْاِرَادَۃِ (ارادت یعنی مریدی اپنے ارادہ کا ترک کرنا ہے) یوں کہ اپنی خواہشات سے ایسا نکل آئے جیسے سانپ، کچلی چھوڑ کر نکل آتا ہے اور مردہ جس طرح غسل دینے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے اگر ذرہ برابر اعتراض باقی رہ گیا یا کسی طرح کا چون وچرا اس کے نہاد میں ہو تو وہ خود پرست ہے مرید نہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ مرید کو پیر پرست ہونا چاہیئے یہاں تک کہ وہ خدا پرست ہو جائے مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ (جس نے رسول کی اطاعت کی اُس نے خدا کی اطاعت کی) کی رہبری اسی طرف ہے اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں ان میں سے جن کی اتباع کرو ہدایت پانیوالوں میں ہوگے، کا اشارہ اسی کی جانب ہے۔

پیر پرستی کی علامت یہ ہے کہ مرید اپنے دین کو پیر کے دین پر فدا کر دے۔ اور اپنے دین کو فدا کر دینا کیا ہے؟ اگر پیر دین کے خلاف کوئی کام کرنے کا حکم دے تو یہ نہ کہے کہ یہ خلافِ دین ہے میں یہ کام کیسے کروں، اس کا اعتقاد ایسا ہونا چاہیئے جیسے اُتری ہوئی وحی پر ہوتا ہے، اور اگر ایسا نہیں ہے تو وہ اپنے مراد کا مرید ہے پیر کا مرید نہیں۔ پیر کا مرید ہونا یہی ہے جیسے ان اشعار میں کہا گیا ہے۔ ؎

او دلیل تو بس تو راہ مجوئی	او زبان تو بس تو پا وا مگوئی
ہر چہ او گفت راز مطلق دان	ہر چہ او کرد کردۂ حق داں
خاک او باش بادشاہی کن	آن او باش ہر چہ خواہی کن

(تیرا پیر ہی ترے لئے دلیل راہ ہے تو اور کوئی راہ نہ ڈھونڈھ، تیرے پیر کا بیان ہی تیرے لئے

کافی ہے۔ پیر نے جو کچھ حکم دیا اسے حقیقت کا راز جاں اور پیر کے فعل کو حق سبحانہ تعالیٰ کا فعل مان۔ پیر کی گلی کی خاک بن جا اور بادشاہی کر بس اسی کا ہو جا پھر جو جی چاہے کرتا رہ۔)

کیا کہتے ہو؟ دودھ پیتے بچے کو مردانِ راہ کے کاموں پر انکار صحیح ہے اور نابالغ بچے کو دین کے اور اسرار شرع کے حقایق کی کیا خبر؟ ؎

آفتابے بباید انجم سوز بچراغ توشب نگردد روز

دردمندی بکرد عیسی کرد داروے رہ نشیں چہ خواہی کرد

(ایسا آفتاب ہونا چاہیے جو ستاروں کو گم کردے، تیرے اس ٹمٹماتے دیئے سے اندھیری رات روز روشن نہیں ہو سکتی۔ مسیحائی جناب عیسیٰ نے کی، راہ میں چور ہو کر بیٹھنے والے کی دوا تم کیا کرو گے۔)

مریض کو کہاں یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ طبیب سے کہے یہ دوا کھاؤں گا وہ دوا نہیں کھاؤں گا۔ مقتدی جب امام کی اقتدا کر لیتا ہے تو جانتے ہو کیا ہوتا ہے؟ امام کی پوری اقتدا کرنی ہوتی ہے۔ زہر مہلک ہے بہت سی ایسی بیماریاں ہیں کہ طبیب اسی زہر سے اس کا علاج کرتا ہے۔ حلال دواؤں سے صحت نہیں ہو رہی ہے تو ضرورتاً حرام دوا سے معالجہ کرنا مباح ہے۔ صاحب مخمصہ یعنی انتہائی بھوک کی علت والے کو مردار جو حرام ہے اس کے کھانے کے سوا کیا چارہ ہے طبیب کسی بیمار کو میٹھی دوا اور کسی مریض کو تلخ دیتا ہے۔ جس کو تلخ ہی دوا دینا ضروری ہے اگر میٹھی دوا دیدے تو اس کی ہلاکت ہے اور جسے میٹھی دوا دینا ہی ضروری ہے اگر اسے تلخ دوا دیدی جائے تو یہ بھی ہلاک ہو جائے گا۔ ایسا شخص طبیب نہیں بلکہ جاہل ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

روشن تراز آفتاب باید رائی تا بشناسد مزاج ہر سودائی

(طبیب کو آفتاب سے بھی زیادہ روشن دماغ ہونا چاہیے تاکہ وہ ہر دیوانہ و سودائی کے مریض کے مزاج کو پہچان سکے)

پیغامبروں کی مثال طبیبوں کی ہے۔ خلق کی مثال بیماروں کی ہے، قرآن کو دواؤں کا خزانہ سمجھو "وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ" (اور ہم نے قرآن میں سے جو بھی اتارا شفا ہے؟ چنانچہ ہر مرض کے اندازہ سے دوا تجویز کرتے ہیں اور ان دواؤں سے ہر مریض کے لئے مختلف معجون بناتے ہیں تاکہ ہر مرض صحت میں تبدیل ہو جائے اور آدمی ہلاکت سے نجات پائے اور دین کا جمال مشاہدہ کرے جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

آں ہوائے کہ پیش ازیں باشد رسم و عادت بود نہ دیں باشد

(اس سے پہلے جو تیری خواہشیں تھیں وہ سب رسم و عادت تھی دین نہیں۔)

اسی طرح وہ جماعت ہے جو پیغامبروںؑ کی وارث ہے۔ کَلِّمُوا النَّاسَ عَلیٰ قَدَرِ عُقُوْلِہِم لوگوں کی سمجھ کے مطابق باتیں کریں اسی کا ان کو حکم ہے اور ہر شخص کے مرض کے اندازے سے دوا تجویز کریں اسی کو کہا ہے۔

پیر رہ کبریت احمر آمدہ است سینۂ او بحر اخضر آمدہ است

(پیرانِ راہ سُرخ گندھک یعنی نایاب ہیں۔ ان کا سینہ سبز سمندر ہے۔)

ہر وہ حکم و فرمان جو پیران کریں اس پر مرید کا اعتقاد وحیِ مُنزل کی طرح ہونا چاہیئے اور اگر ایک بال برابر بھی چون وچرا تمہارے باطن میں باقی ہے تو تم انکاری ہو مُرید نہیں۔

حکایت ہے، ایک روز مرید نے اپنے پیر سے کہا کہ آج کی رات میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ آپ نے کسی کام کا مجھے حکم دیا اور میں نے کہا یہ کیوں کر، پیر نے سنتے ہی مُرید کی جانب سے رُخ پھیر لیا اور کہا اگر بیداری کے حال میں تمہارے باطن میں چون وچرا نہ ہوتا تو تم خواب بھی کیوں کہتے اسی معنی کو ان اشعار میں بیان کیا ہے۔

یوسف تو ہنوز در چاہ است کش نہ ہنگام افسر و جاہ است

مہر نا دیدہ ماہ کے شود او بندہ نابودہ شاہ کے شود او

(تیرا یوسف تو ابھی تک کنواں میں ہے، ابھی اس کے تاج وتخت کا وقت نہیں آیا جس نے سورج ہی کو نہیں دیکھا وہ چاند کیسے بن سکتا ہے، اور جو بندہ نہ بنا وہ بادشاہ کیسے ۔ ۔ سکتا ہے۔)

اے بھائی! مرید کو سراپا تسلیم و رضا ہونا چاہیئے۔ بچے کو مردوں کے معاملات سے کیا سروکار؟ اگر کہیں کہ اس وقت رات ہے اور تم آفتاب دیکھ رہے ہو تو تمہیں یہی کہنا چاہیئے کہ مری آنکھیں خطا کر رہی ہیں بیشک رات ہی ہے۔

مریدی و ارادت کوئی آسان کام نہیں ہے۔ حق سبحانہٗ تعالےٰ تک بہت سی راہیں ہیں لیکن یہ راہ تمام راہوں سے زیادہ نادر اور زیادہ عزیز ہے۔ لاکھوں میں کوئی شخص ایسا ہوتا ہے جو اس راہ ارادت میں چلتا ہے، اگرچہ سارے جہاں کو اسی کی آرزو ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

آں راکہ چناں جمال باشد ؛؛ گر ناز کند حلال باشد

در عالم خویش عاشقاں را :: گر بار دہد محال باشد

(جو ایسے جمال والا ہو وہ اگر ناز کرے تو اس کے لئے حلال ہے اور اگر عاشقوں کو اپنی حریم خاص میں باریابی نہ دے تو یہ اس کے لئے درست ہے۔)

نقل ہے کہ ابوالقاسم گرگانی رحمتہ اللہ علیہ جو انسانوں اور جنوں کے پیر تھے جن کے ہزاروں ہزار مُرید صاحب وقت تھے اس کے باوجود فرماتے' میں سارے جہاں میں ایک ایسا مُرید ڈھونڈھتا ہوں جس کی کھال کھینچ کر اس میں بھُس بھر کے آفتاب کی تابش میں لٹکا دوں تاکہ سارا عالم اس سے سبق حاصل کرے۔ بیشک یہ لوگ خود مریدی کئے ہوئے تھے جانتے تھے کہ مریدی کیا ہے اور مرید کون ہے۔ جیسا کہ کہا ہے ؎

ہر کہ از ہمت دریں راہ آمدہ است :: گر گدائی می کند شاہ آمدہ است

(جس نے اس راہ میں ہمت کے ساتھ قدم رکھا اگر گداگری کرتا ہے تو بھی وہ بادشاہ ہے۔)

اے بھائی! ان مردانِ خدا کی نظر میں سارے جہاں کے لوگ شیر خوار بچے ہیں بلکہ اس سے بھی کم وہ بچہ جو ابھی ماں کے شکم میں ہے' یہ بھی کیا بلکہ باپ کے پشت ہی میں ہیں۔ اس سے بھی کم جو ابھی عالم عدم ہی میں ہیں۔

حال یہ ہے کہ آج ہم لوگ خود فریبی میں مبتلا دمغرور ہیں اور خود پرستی میں مشغول ہیں اس کے باوجود پیری اور مریدی کا دم بھر رہے ہیں' وائے حسرت کیسے گھاٹے اور خسارے کی وہ گھڑی ہوگی جب موت آنکھوں کے سامنے سے پردہ ہٹائے گی فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَائَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ۔ کی ندا آئے گی۔ (اب ہم نے تجھ سے تیرا پردہ ہٹادیا سو آج تری نگاہ تیز ہے) اس وقت ہم سب پر ظاہر ہو جائے گا کہ ہم کافر تھے یا مومن' موحد تھے یا مشرک' زنار بند تھے یا دستار بند' کیا پتہ ہماری یہ نشست بت خانہ میں تھی یا مسجد میں۔ یہی وہ راز ہے جو کہا ہے۔ ؎

سوف تری اذا انجلی الغبارُ :: اتحتک فرسٌ ام حمارُ

(جب غبار چھٹ جائے گا تو معلوم ہو جائے گا کہ تمہارے ران کے نیچے گھوڑا ہے یا گدھا۔)

یہاں سر پر خاک ڈالنا اور اپنا ماتم کرنا ہے۔ اور یہ شعر ورد زبان رہے۔ ؎

نمی دانم کرا مانم بدیں سیرت گرفتارم :: نہ من ہندو نہ من مسلم نہ من مرتد نہ بدکارم

(مجھے خبر نہیں میں کیا ہوں' اپنی سیرت تو یہ ہے کہ نہ ہندو ہوں نہ مسلمان ہوں نہ مرتد ہوں نہ بدکار ہوں)

اور یہ جو کچھ یہاں ہوا حکم حالی ہے اعتقادی نہیں (یعنی یہ حکم حال کی بنا پر ہے عقائد پر نہیں) یہاں کسی کو بیہودہ گوئی کرنا نہیں چاہیے۔ بیہودہ گوئی کرنے والوں کے جواب میں ایک عزیز نے کہا ہے:

گر ترا روزے دریں میداں کشند ... ایں رقم بینی کہ بر مرداں کشند
آنگہے زیں شیوہ معنی صد ہزار ... بینی و دانی و داری استوار

(اگر کسی دن تجھ کو اس میدان میں کشاں کشاں لیجائیں، تو تو وہ نوشتہ دیکھے گا جو مردوں کے وصف میں تحریر ہے اس وقت اس شیوہ سے لاکھوں معنی دیکھے گا، جان لے گا اور یقین کرے گا۔)

ہاں وہ لوگ جو اس گروہ صوفیہ کی دولت سے بے نصیب ہیں ان کی بیہودہ گوئی اپنی جگہ پر۔

واللہ اعلم۔ والسلام

فقیر شرف منیری

مکتوب ۷

ہمت کی بلندی اور دونوں جہان حاصل ہو جانے کے باوجود خود کو مفلس دیکھنے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادر شیخ عمر! شرف منیری کا خصوصی سلام و دعاء

اے بھائی! حدیث شریف کے مطابق آدمیوں کی تین قسمیں ہیں۔ ایک جانوروں سے مشابہ ہیں، ان کی ہمت کھانا، پینا، سونا اور مباشرت کرنا ہے۔ اُولٰئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا (یہ لوگ چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ) ان کی صفت ہے۔ اور ایک قسم فرشتوں سے مشابہت رکھتے ہیں ان کی ساری ہمت تسبیح، تہلیل، طاعت و عبادت ہے ان کی صفت فرشتوں کی صفت ہے۔ اور ایک قسم ان کی ہے جو انبیاء کے مشابہ ہیں ان کی ہمت مولیٰ کی محبت اور اس کا عشق ہے۔ یہی وہ راز ہے جو کہا ہے۔ رباعی ؎

صاحب خبراں کہ عالم دل دارند — در نکتۂ غیب محرم اسرار اند
ہر آئینہ صفا رشاں زنگے نیست — ناں روئے زنقش دونِ حق بیزار اند

(حقیقت آگاہان جو دل کا ایک جہاں رکھتے ہیں وہ غیب کے باریکیوں کے محرم راز ہیں' اُن کے آئینہ دل میں ذرہ برابر زنگار نہیں' اسی بنا پر حق سبحانہ تعالیٰ کے سوا جتنے نقش ونگار ہیں سب سے بے تعلق ہیں)

ان کی صفت انبیاء کی صفت ہوتی ہے۔ اسی کو کہتے ہیں قیمۃ المرء ھمتہ' ہر شخص کی قیمت اس کی ہمت کے مطابق ہوتی ہے۔ خداوندان ہمت کہتے ہیں کہ تجھے آدم صفی اللہ کی صفوت، ابراہیم خلیل اللہ کی خلعت، موسیٰ کلیم اللہ کی مکالمت، عیسیٰ روح اللہ کی روحانیت اگر عطا فرمائیں اس وقت ان انعامات کی جانب ذرہ برابر تجھے رغبت ہو تو توُ صوفی نہیں ہے۔

گل آمد وصد گونہ خوباں چمن با اُو — با جملہ جہاں بے تو فریاد ز تنہائی

(پھول کھلنے کے ساتھ ہی سینکڑوں حسینان چمن کے گلگشت شروع ہو گئے، مگر آپ کے بغیر سارے جہاں کی موجودگی کے باوجود میں تنہائی کی دُہائی دے رہا ہوں) ———

یہی وہ مقام ہے جہاں اس گروہ کو "سلطانِ ہمت" کہتے ہیں۔ اور ایک بزرگ نے کہا ہے۔ خداوند تعالیٰ نے آدمیوں کے ہاتھ میں ایسی کمان دے دی ہے کہ جس کا چلّہ جبرئیل ومیکائیل نہیں کھینچ سکتے وہ کمان "یہی ہمت" ہے۔

حقا کہ بزہ نبارد کرد — چرخ فلک اے پسر کمانم

(اے لڑکے! قسم ہے خدا کی آسمان میری کمان کو نہیں جھکا سکتا)

اور یہ دولت ان کو نفخت فیہ من روحی (میں نے اپنی روح اس میں پھونکی) سے حاصل ہے۔

یہ وہ راز ہے کہ کسی کو اسکے لکھنے کی اجازت نہیں۔ اسی کو کہا ہے۔ رباعی

دانی کہ چرا اہل صفا خاموش اند — در نکتہ دل بمو خود می کوشند
مئے از کف دوست ہر نفس می نوشند — سر میبازند و سرِ حق می پوشند

(جانتے ہو۔ صوفیاء کیوں خاموش رہتے ہیں، دل کے نکتہ، باریکی میں خود کو محو رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، ہمہ دم محبوب کے ہاتھوں سے شراب کے پیالے پیتے رہتے ہیں، سر دے دیتے ہیں مگر سرِ حق تعالیٰ نہیں کھولتے)

ہاں ایک وہ تھا جس نے مستی میں عشق کے اس راز کو کھول دیا اور اس کی غیرت کی سولی پر چڑھ گیا۔ جیسا کہ کہا ہے۔

زنہار مگوی بر سر جمع گر عاشق صادقی تو اسرار
دیدی کہ ز سکر عشق رمزے حلاج بگفت و رفت بردار

(اگر تم عاشق صادق ہو تو مجمع عام میں عشق کے اسرار ہرگز بیان نہ کرو، دیکھا نہیں نشہ میں عشق کا ایک راز منصور نے کھول دیا اور دار پر چلے گئے)

اس جماعت صوفیہ کا سرمایہ دولت یہی دو چیز ہے۔ "ہمت اور افلاس"۔ دونوں جہان کی ملکیت رکھنے کے باوجود خود کو مفلس و بے نوا جانتے ہیں، اور اپنی ہمت سے دونوں جہان کو پس پشت ڈال کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

خاک را چوں کار با پاک اُو فتاد پیش آدم عرش در خاک او فتاد

(جب اس مٹی کے پتلے کا معاملہ اس پاک ذات سے ہوا، تو آدم کے سامنے عرش خاک پر آگیا۔)

حضرت عین القضاۃ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ، اگر تو کسی وقت خداوند عزوجل سے کچھ مانگنا چاہے تو ہمت طلب کر۔ کیونکہ تجھے ہمت ہی کے ساتھ رہنا ہے۔ ایسا شخص جو کمالات کا حامل ہو، کسی اور کمال کی طرف مائل ہو جائے کہ یہ بھی ہوتا تو وہ ہر ایک کمال جو مطلوب ہے اسی کے ساتھ رہا۔ ایسا شخص کم حوصلہ ہے۔ اسے اصحاب ہمت میں شمار نہیں کیا جائیگا۔ صاحبانِ ہمت ساری دولت کے موجود ہوتے ہوئے، یہی کہتے ہیں۔ ؎

زہدے نہ کہ در کنج مناجات نشینیم وجدے نہ کہ بر گرد خرابات برآئیم
نے اہل صلاحیم و نہ مستان خراباتیم اینجا و نہ آنجا نہ چہ بوئیم کجائیم

(نہ تو ایسا زہد کہ حجرہ میں بیٹھکر مناجات کیا کروں نہ ایسا وجد کہ شراب خانہ کے گرد چکر کاٹتا رہوں نہ تو صالحین میں ہوں، نہ شراب خانہ کے مستوں میں، نہ یہاں ہوں نہ وہاں ہوں، میں کونسی بُو ہوں اور کہاں ہوں)

ہمت والوں کی نشانی یہ ہے کہ اپنے نقد و حاصل پر نظر نہیں رکھتے بلکہ اُن کی نگاہ اس پر رہتی ہے جو انہیں حاصل نہیں ہے اور جس کا حصول عقلاً ممکن ہے۔ کم ہمتوں کو جتنا بھر حاصل ہے اُسی پر قناعت کرتے ہیں لیکن اس امر میں صاحبانِ ہمت کیلئے قناعت حرام ہے۔ کہتے ہیں کہ سالک کی نگاہ جب تک حاصل و نقد پر ہے وہ اسوقت تک بت پرست ہے۔ ؎

زانکہ گر موئے بماند از خودیت ہفت دوزخ پُر برآید از بدیت

(اگر تیری خودی تجھ میں بال برابر بھی باقی ہے تو یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ ساتوں دوزخ تیری برائیوں سے بھر جائیں)

جب جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا نقد وقت ان کی ہمت عالی پر نچھاور ہو گیا تو پوچھتے ہیں ما الایمان یارسول اللہ (ایمان کیا ہے؟ یارسول اللہ) سُبحان اللہ۔ باوجود اس دولت عظمیٰ أفضل الخلائق بعد الأنبیاء ابوبکر صدیق (نبیوں کے بعد تمام لوگوں میں ابوبکر صدیق رضؓ افضل ہیں) اور باوجود اس نعمت کبریٰ کے لو اتزن ایمان ابوبکر مع ایمان امتی لرجح (اگر جناب ابوبکر رضؓ کے ایمان کو تمام اُمت کے ایمان سے وزن کیا جائے تو حضرت صدیق اکبر رضؓ کے ایمان کا پلہ جُھک جائے) پوچھتے ہیں ما الایمان (ایمان کیا ہے) کیا ہی بلند ہمت ہے اور کیا ہی اعلیٰ افلاس ہے

مارا نہ علم پرس نہ زہد و نہ معرفت   راہے ہمی رویم بامید وادئ!!

(پوچھو نہ مجھ سے معرفت و زہد و علم کو، اک راہ چل رہا ہوں امیدیں لیئے ہوئے)

کہتے ہیں یہی وہ مقام ہے کہ جب سے عالم قایم ہے نہ ایسا مرید رضؓ دیکھنے میں آیا نہ ایسا پیر صلی اللہ علیہ وسلم۔ سُبحان اللہ۔ جب پیرؐ کی یہ شان ہے کہیں ما زاغ البصر وما طغیٰ (نہ نگاہ بھکی نہ حد سے بڑھی) پھر اُن کے مُرید رضؓ ان تمام کمالات کی بلندی کے باوصف کیوں نہیں پوچھتے ما الایمان۔ کیا ہی اعلیٰ ہمت پیر ہے اور کیا ہی خوب ہمت مرید۔

اے بھائی! ارباب ہمت کو دنیا و آخرت کہاں آسودہ کر سکتی ہیں۔ مصرعہ۔

مارا لبانِ تو باید شکر چہ سود کند —— (مجھے تو آپ کے لب ہائے شیریں چاہیئے شکر سے مجھے کیا حلاوت ملے گی)

اور ایک دوسرے عزیز نے کہا ہے

باوجود لب شیرین تو حیفے باشد   خضر گرد لب چشمہ حیواں گردد

(افسوس ہے آپکے لب شیریں کے ہوتے ہوئے خضر چشمہ لب حیواں کے گرد چکر کاٹتے رہیں)

در بہشتِ فلک ہمہ خاماں   در بہشتِ تو دوزخ آشاماں

بر درت خوب و زشت راچکنم   چوں تو ہستی بہشت را چہ کنم

(خامکاروں کی جگہ خلد آسمانی ہے، دوزخ آشاموں کی قرارگاہ آپکے دیدار کی جنت ہے آپ کے در پر اچھے اور بُرے سے مجھے کیا کام، جب آپ ہیں تو بہشت سے مجھے کیا مطلب)

لیکن جس کا دماغ اس ہمت سے خالی ہے وہ دو روٹی میں مگن ہے۔

سگ دون ہمت استخواں جوید　　پنجۂ شیر مغز جاں جوید
مگس و گربہ سوئے خوان پوئید　　سگ و زاغند کاستخواں جوید

(کمینی ہمت والا کتا ہڈیوں کی کھوج میں رہتا ہے۔ شیر کا پنجہ زندوں کے مغز کی تلاش کرتا ہے مکھی اور بلی دسترخوان کی طرف لپکتی ہیں، کتے اور کوے ہڈیاں ڈھونڈھتے پھرتے ہیں)

یقیناً ہاتھی کی قوت ہاتھی کے حوصلہ کے لایق ہے، چیونٹی کے حوصلہ میں ہاتھی کے قوت کی کہاں گنجائش ہے؟

اہل ظاہر کو ظاہر سے واسطہ ہے، ظاہر پرستوں کو اس کام کی حقیقت کیجانب راہ نہیں۔ جو لیلیٰ کا عاشق نہیں ہے راہ عاشقی میں مجنوں کے فریضے اس کے لئے فرض راہ نہیں۔

بات مردوں کی کہی گئی ہے مخنثوں کی نہیں کہ لوگ فضول گفتگو شروع کردیں۔ جو تلوار کھا اور تلوار چلانا جانتے ہیں وہ دوسرے ہی لوگ ہوتے ہیں اور جو پیالے چاٹنے اور حلوہ کھانے والے ہیں وہ اور ہیں۔

خبردار! ان مردانِ خاص کو اپنے رکیک عقل کے ترازو پر تولنے کی کوشش نہ کرو اسلئے کہ یہ لوگ اس سے کہیں اعلیٰ ہیں کہ تمہارے ترازو پر تولے جائیں، ان کی ہمّت عالی تمام چیزوں سے بالاتر ہے۔ جب آدمی کی قیمت ان کے درجے ان کی ہمّت ہی کے مقابلہ میں ٹھرائی گئی ہے تو یقیناً درجات میں بھی فرق ہوگا اِن اللہ یتجلی للناس عامۃ ولا بی بکر خاصۃ۔ تمام لوگوں پر حق سبحانہٗ تعالیٰ کی تجلّی عام ہوگی اور ابوبکرؓ پر خاص تجلّی ہوگی۔

جانتے ہو! جناب اُبوبکر رضی اللہ عنہ پر یہ تجلّی خاص کہاں سے ہے؟ یہ اُس جُرعۂ خاص کے اثر سے ہے جو اُن کو اپنے پیرؐ سے ملا ہے۔ اور یہ تجلّی خاص مازاغ البصر وماطغیٰ (نہ نگاہ ہٹی اور نہ نظر بہکی) کی ہے۔ کیا ہی خوب ہمّت ہے کہ اسفل السافلین سے اعلیٰ علیین پر قدم زن ہیں یہ کیا ہے؟ ان اللہ یحب معالی الامور ویبغض سفلاھا (اللہ تعالیٰ بلند و بالا امور کو محبوب رکھتا ہے اور ناقص و حقیر کاموں کو ناپسند فرماتا ہے) جس کی ہمت جس قدر بلند و برتر ہے اس کے کام اتنا ہی زیادہ اعلیٰ وارفع ہیں۔ آدمی کی اس مختصر سی صورت پر کیا نظر رکھتے ہو وہ جو اس کے اندر ہے اُسے دیکھو۔ اگر چشم بصیرت ملی ہے تو زمین و آسمان میں جو کچھ ہے ان سب کا عکس آدمی کی صورت میں موجود ہے اور لوح و قلم و بہشت میں جتنی چیزیں پیدا کی گئی ہیں ان سب کا عکس

آدمی کے باطن میں نقد موجود ہے، اور الوہیت کے عالم میں جو کچھ ہے اس کا عکس آدمی کی جان میں نقد حاصل ہے وفی انفسکم افلا تبصرون (ہم تمہارے اندر ہیں مگر تم دیکھتے نہیں) کا اشارہ اسی جانب ہے من عرف نفسہٗ فقد عرف ربہٗ (جس نے خود کو پہچانا اُسنے رب کو پہچانا) اسی مقام کی بات ہے اوراس شعر کا اشارہ اسی طرف ہے ؎

بہ بینی نقشہا در خود خلاف رومی و چینی　　　اگر از دل تو وقتے یکدم بادوست بنشینی

(اگر تم ایک ذرا دیر کیلئے بھی محبوب کے حضور میں دل سے بیٹھو تو تم خود اپنے اندران تمام نقوش کا مشاہدہ و معائنہ کروگے جو روم و چین میں نہیں)

اور ایک دوسرے نے ہم لوگوں کے حال پر اس عبارت میں ماتم کیا ہے ؎

در نہاد تو ہمی محبوب مانده زیں ہمہ　　　خاک بادہ بر سرت کیں کار تو بس مشکلست

(یہ ساری حقیقتیں تیری ذات میں موجود ہیں تو خود ان سے محجوب یعنی پردہ میں ہے تیرے سر پر خاک تیرا کام بہت دشوار ہے)

اور وہ جو اہلِ نظر کہتے ہیں کہ خداوند عزوجل کی راہ نہ زمین میں ہے نہ آسمان میں بلکہ بہشت و عرش میں بھی نہیں، خداوند تعالیٰ کی راہ تو خود تیرے باطن میں ہے قلب المؤمن عرش اللہ تعالیٰ (مومن کا دل اللہ تعالیٰ کا عرش ہے) اسی کی شہادت میں ہے اور وہ یہ ہے جو ایک شاعر نے اس شعر میں کہا ہے

اے آنکہ ہمیشہ در جہاں می پوئی　　　ایں سعی ترا چہ سُود دارد گوئی!!

چیزے کہ تو جویاں نشاں اُوئی　　　باتست ہمی تو جائے دیگر جوئی

(اے وہ شخص کہ تو سارے جہان کی چکر کاٹ رہا ہے، تیری یہ بھاگ دوڑ تجھے کیا فائدہ دیگی جس چیز کی تجھے تلاش ہے اس کا پتہ کیا؟ وہ تو خود تیرے ساتھ ہے اور تو دوسری جگہ ڈھونڈ رہا ہے)

جس نے دل کے اِرد گِرد چکر کاٹی اس نے مقصود پالیا اور جس نے دل کی راہ غلط اختیار کی وہ گُم کردۂ راہ مقصود سے بہت دُور ہو گیا۔ چنانچہ کسی نے کہا ہے ؎

گفتم ملکا ترا کجا جویم من　　　واز خلعت تو وصف کجا گویم من

گفتا کہ مرا مجوے بر عرش و بہشت　　　نزد دل خود بجو کہ نزد دل تویم من!!

(میں نے کہا اے مرے بادشاہ تجھے میں کہاں ڈھونڈوں۔ اور تیرے لوازمات کی توصیف کہاں پر میں بیان کروں؟ اس نے کہا۔ مجھے نہ عرش پر تلاش کرو نہ بہشت میں۔ میں تو تمہارے دل کے قریب ہوں اس لئے مجھے اپنے دل میں ڈھونڈو)

اصحاب ہمت کہتے ہیں ؎

آں لقمہ کہ در دہاں نہ گنجد بطلب وآں سر کہ در دو نشاں نہ گنجد بطلب سریست میانِ دل درویش و خدا جبرئیل امیں در آں نہ گنجد بطلب

(وہ لقمہ ڈھونڈ جو منہ میں نہ سما سکے اور وہ راز طلب کر کہ جس کا پتہ نہ ملے۔ فقیر کے دل اور خدا کے درمیان ایک ایسا راز ہے کہ جبرئیل امین کی بھی جہاں گذر نہیں، وہ راز طلب کر) ـــــ سبحان اللہ! کیا ہی خوب ہے یہ آبِ خاک

خاک تو آمیختہ رنجہاست بر سرِ ایں خاک بسے گنجہاست

(تیری خاک رنج و محن سے گوندھی ہوئی ہے اس خاک پر بہت سارے خزانے ہیں)

کبھی اس کی یاد سے خالی نہ رہ ہمیشہ دروازہ کھٹکھٹاتا رہ لعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً (شاید اسکے بعد خداوند عزوجل کوئی نئی راہ پیدا کر دے) جیسا کہ کہا ہے

در سرائے مرا گاہ گاہ حلقہ بزن صواب نیست کہ بیگانہ وار بر گذری

(کبھی کبھی آتے جاتے مرے گھر کے در کی زنجیر ہلا یا کر یہ درست نہیں ہے کہ غیروں کی طرح تو ادھر سے یونہی گذر جائے)

من ادمن قرع الباب یوشك ان یفتح له جو شخص ہمیشہ در سے لگا ہوا کھڑا ہے قریب ہے کہ اس پر دروازہ کھول دیا جائے۔ طالبوں کیلئے یہ بہت بڑی تسلی ہے۔ اگر قسمت میں ہے تو فتحیاب ضرور ہو گا ورنہ مادر زاد نکبت کا کیا علاج؟

ہر کہ دائم حلقہ بر درمی زند عاقبت روزیش باشد فتحیاب

(جو شخص ہمیشہ دروازہ کی کنڈی کھٹکھٹایا کرتا ہے آخر کار ایک روز فتحیابی ضرور ہو گی)

سرّیست دراں زلف تو بر بستہ اما چہ تواں کرد کہ با ما نکشائی!

(اے محبوب آپ کی زلف میں ایسے ایسے راز سربستہ ہیں لیکن کیا کیا جائے کہ آپ مجھ پر نہیں کھولتے)

تو اسی غم میں جان گنوا دے، خون کے گھونٹ پیتا رہ اور اسی حسرت میں جلتا رہ اور یہ پڑھا کر۔

دل را چہ خطر باشد و جاں را چہ محل (دل کا کیا خطرہ اور جان کی کیا پرواہ) ۔ مصرعہ

در کوئے تو مردہ بہ نہ از روئے تو زندہ

آپ کے دیدار سے محروم رہنا اس سے کہیں بہتر ہے کہ آپ کے کوچہ میں دم نکل جائے۔

قدم پیچھے نہ ہٹنے پائے اگر خلق کے مارے ہوئے کا خون بہا دینار و درہم ہے تو اس محبوب حقیقی کے قتل کئے ہوئے کا عوض اس کا دیدار ہے من قتلہٗ فانا دیتہٗ (جسے اس کو قتل کیا اسکے خون کا بدلہ میں ہوں) ایسے قتل کے شکرانے میں اگر ہزار جان ہو تو وہ بھی قربان کر دی جائے وہ بھی کم ہے۔

یہ رباعی سنو!

روزے کہ دلت بردرجانانست بدرد	شکرانہ ہزار جاں فدائے تواں کرد
کاندر سرِ کوئے، عاشقانش اے مرد	بے شکر قفاع نیکواں نتواں کرد

(جس روز ترا دل محبوب کے در پر درد سے بھر جائے، اس کے شکرانہ میں ہزار جان فدا کرنی چاہئے۔ اے شخص اس کے عاشقوں کی گلی میں شکر کے بغیر نیکوں کو گردن نہیں جھکانا چاہیے)

والسلام
خاکسار شرف منیری

مکتوب ۸

توبہ اور خداوند تعالیٰ کیطرف رجوع ہونیکے ذکر میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

درویش عزیز شیخ عمر، شرف منیری کے سلام و دعا کیلئے مخصوص۔

اے بھائی! پیدائش سے آخر تک گناہ سے پاک وصاف رہنا فرشتوں کا کام ہے، ابتدا سے آخر تک گناہ کی ناپاکی میں مبتلا رہنا شیطان کا کام ہے۔ گناہ کرنا گناہ کے بعد توبہ کرنا آدم اور آدم کی اولاد کا کام ہے۔ رباعی ؎

اے پیر گنہگار در توبہ کشادہ است	انواع نعم بہر تو آمادہ نہادہ است
بشتاب سوئے توبہ کہ از مادر گیتی!	از کردن تاخیر بسے واقعہ زادہ است

(اے بوڑھے گنہگار! توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے، بہشت میں طرح طرح کی نعمتیں تیرے لئے تیار رکھی ہوئی ہیں، توبہ کرنے میں جلدی کر، تاخیر میں خطرہ ہے کیونکہ اس دنیا میں روزانہ بہت سارے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں)

حقیقت یہ ہے کہ محض گناہ کرنے سے بندہ کی گرفت نہیں ہوتی، گناہ سے توبہ نہ کرنے پر پکڑ ہوتی ہے۔ کیا یہ نہیں دیکھتے اگر کسی نے گناہ کیا اور گناہ کے بعد توبہ کرلی تو اس پر اجماع ہے کہ وہ ماخوذ نہیں ہے۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہٗ (گناہ سے توبہ کرنیوالا اس شخص کی طرح ہے جس نے گناہ کیا ہی نہیں) ــــــ آدمی سے گناہ سرزد ہونے میں تعجب کی کیا بات ہے؟ کیونکہ آدمی کی

سرشت ہی شہوتوں، خواہشوں کا مجموعہ ہے۔ اس پر شیطان پیچھے لگا ہوا ہے اور نفس کافر قالب کے اندر چھپا ہوا ہے۔ اسی کو کہا ہے ؎

کاشکے ہرگز نہ زادی مادرم تانکردی کشتہ نفس کافرم

(کاش مری ماں مجھے پیدا ہی نہ کرتی ۔ تاکہ نفس کافر کے ہاتھوں میں ہلاک نہ ہوتا)

آدمی کا توبہ کرنا ایک نادر بات ہے۔ آدم کی اولاد میں کوئی ایسا نہیں ہے کہ جس سے گناہ سرزد نہ ہو، لیکن بہترین گناہ گار وہ لوگ ہیں جو گناہ کرنے کے بعد توبہ کر لیتے ہیں ؎

قطرۂ چند از گنہ گر شد پدید در چناں دریا کجا آید پدید

(اگر گناہ کے چند قطرے وجود میں آگئے تو ایسے دریائے رحمت میں وہ کہاں دکھائی دے سکتے ہیں)

انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام اگرچہ اللہ کی عصمت کی پناہ میں ہونے یعنی گناہوں سے معصوم ہونے کے باوجود لغزش سے خالی نہیں ہیں، ان کی ادنیٰ سی لغزش ہی ان کے رتبۂ عالی کے اعتبار سے گناہ ہے اور اولیاء اللہ اگرچہ اللہ کی حفاظت میں ہیں یعنی گناہ سے محفوظ ہونے کے باوجود گناہ صغیرہ سے خالی نہیں ہیں، کبیرہ کے امکان کے ساتھ۔ کسی نے اسی معنی میں کہا ہے ؎

آدمی بہر بے غمی را نیست پائے در گل جز آدمی را نیست

شادی از اہل عصر بیگانہ است آدمی را خود اندوہ است از خانہ است

(آدمی غم و اندوہ سے خالی رہنے کے لئے پیدا ہی نہیں ہوا، گناہ میں گرفتار ہونا آدمی ہی کیلئے ہے۔

خوشی اہل زمانہ سے بیگانہ ہے۔ آدمی کو رنج و الم خود اس کے اصل سے ہے)

اے بھائی! بہشت جیسی قیام گاہ، اور جناب آدم صفی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے بندہ، جن کے سر پر عصمت کا تاج، اور جسم پر خلافت کی قبا، ہزاروں ہزار کرامات و نوازشات سے سرفراز، صرف وہی ایک مناہی جو تم نے سنا ہوگا۔ ولا تقربا ھذہ الشجرۃ فتکونا من الظالمین (اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ گناہ گاروں میں ہو جاؤ گے) پر قایم نہ رہ سکے، قدم لڑکھڑا ہی گیا۔ آج اس دنیا میں جہاں ہزاروں ہزار بلائیں، آفتیں اور ہزار ہا احکام اوامر و نواہی کا سامنا ہے اس پر نفس و شیطان درپئے آزار ہے۔ کیا کہتے ہو؟ ایسے میں آدمی اگر گناہ نہ کرے اور قدم نہ ڈگمگائے تو یہی بڑے تعجب کی بات ہے۔ مصرعہ:

آدم آنجا بلغزید است مسکین آدمی (جب آدمؑ بہشت میں ڈگمگا گئے تو یہ بیچارہ مسکین آدمی کیا ہے)

قطعہ ؎

از فتنہ و بلا نتوانی گریختن گر فی المثل چو مرغ برآری ہزار پر

فرزند آدم است کہ ہر جا کہ فتنہ ایست در ہر دو کون ہست بسویش نہادہ سر

(فتنہ و بلا سے تم گریز نہیں کر سکتے، اگرچہ پرندوں کی طرح ہزاروں بال و پر نکال لو۔ یہ آدم کی اولاد ہی ہے کہ دونوں جہاں میں جہاں کہیں بھی فتنہ ہے وہ اسی کی طرف سر رکھے ہوئے ہے)

آدمی دو حال پر ہے "داشت و گذاشت"۔ (اللہ کی حمایت اور اسکی بے اعتنائی) جب آدمی کو عصمت کی داشت میں رکھتا ہے تو اس سے طاعت و موافقت کے سوا کچھ وجود میں نہیں آتا۔ ھٰذا افضل اللہ۔ یہ اللہ کا فضل ہے۔ اور جب آدمی کو اسی کے حال پر چھوڑ دیتا ہے تو پھر اس سے گناہ و مخالفت کیسے نہ ہو۔ یہ بھی اس کا عدل ہی ہے۔ اسی کو کہا ہے ؎

گہ باز پس جملہ خلق و گہ در پیشم من بو قلموں روزگار خویشم

(کبھی میں لوگوں کے پیچھے پیچھے ہوں، اور کبھی سب کے آگے ہوتا ہوں، میں اپنے زمانہ کا تماشہ بنا ہوا ہوں)

ایسے میں آدمی کیا کرے، یہی کہے نا اعوذ بك منك (میں تیری پناہ مانگتا ہوں تجھی سے) جیسا کہ کہا ہے

؎ چوں از تو فرو ماندم عاجز گردم از دست تو قصہ ہم بدست تو دہم!

(جب میں آپ ہی کا گرایا ہوا اور عاجز کیا ہوا ہوں تو آپ کے ہاتھوں کا یہ کرشمہ آپ ہی کے حوالہ کرتا ہوں)

اور دوسرا معاملہ بھی کیا ہی تعجب خیز ہے ؎

القاہ فی البحر مکتوفا و قال لہ ایاك ایاك ان لا تبتل بالماء

(ہاتھ پاؤں باندھ کر دریا میں ڈال دیا اور کہتے ہیں خبردار تر نہ ہونا۔ کیا مشکل معاملہ ہے)

عراقی کی جان پر اللہ کی رحمت ہو جیو۔ جو کہا ہے ؎

اے کاش نبودی اے عراقی کز تست ہمہ فساد باقی

(اے عراقی! کاش تیرا وجود ہی نہ ہوتا کیونکہ یہ ساری خرابی تیری وجہ سے ہے)

اہل بصیرت اس مقام میں عدم کی تمنا کرتے ہیں لیکن یہ تمنا پوری نہیں ہوتی۔ ایک عارف سے کسی نے پوچھا۔ آپ کی کیا آرزو ہے؟ کہا ایسا عدم کہ جس کا وجود نہیں ہو۔ اسی کو کہا ہے ؎

آن رہ کہ من آمدم کدامست اے دل تا باز روم کہ کار خامست اے دل

(اے دل وہ کون سی راہ ہے جس سے میں آیا ہوں، تاکہ میں لوٹ جاؤں کیوں کہ کام ابھی تک بنا ہی نہیں)

ایک دن جناب آدم علیہ السلام نے شیطان لعین کو دیکھا، کہا اے ملعون تو نے مرے ساتھ یہ کیا کیا؟ اس نے کہا اے آدم تمہارے ساتھ تو میں نے کیا۔ میرے ساتھ کس نے کیا؟ جس کسی نے کہا ہے کیا خوب کہا ہے ؎

صیاد ازل دانہ کہ بر دام نہاد مرغ بگرفت و آدمش نام نہاد

ہر نیک و بدے کہ در جہاں میگذرد! خود میکند و بہانہ بر عام نہاد

(ازل کے شکاری نے جال بچھایا، دانہ رکھا، ایک پرندہ شکار کیا اور اس کا نام آدم رکھ دیا، دنیا جہاں میں جتنی نیکی و بدی ظہور میں آتی ہے ان سب کا فاعل حقیقی وہی ہے لیکن عوام کو بہانہ بنا رکھا ہے)

شیطان ہوتا کون ہے؟ اور نفس کیا ہے؟ یفعل اللہ مایشاءُ (اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے) تقدیر کے پولو کھیلنے والے کے بلّے کے آگے گیند بنجانے کے سوا اور کیا تدبیر ہو سکتی ہے؟ اب گیند کی قسمت جہاں پہنچے۔ جیسا کہ کسی درد مندل دل نے کہا ہے ؎

برمن دلم نماند جز نام دلم تا خود بکجا رسد سرانجام دلم

(میرے پاس میرا دل ہی نہیں رہا، صرف نام باقی ہے، اب دیکھنا ہے کہ اس دل کا انجام کیا ہوتا ہے)

گرچہ بات یہی ہے لیکن اختیار کی تہمت تجھ پر باقی ہے، ہوشیار رہنا کہیں غلط راہ پر نہ پڑجاؤ۔ اے بھائی! جب حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام عصمت و جلالت کے باوجود انتہائی خوف و ہیبت کے ساتھ ہمیشہ یہ فرماتے رہیں کہ یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینك (اے دلوں کے الٹ پھیر کرنے والے میرے قلب کو اپنے دین پر قائم رکھ) اسی سے سمجھنا چاہئے کہ ہم لوگوں کا کام کہاں آپڑا ہے۔ اگر زنار باندھنے کو دیں تو کیسے نہیں باندھا جائے اور اگر مسجد سے نکال کر بت خانہ بھیجدیں تو جانے کے سوا کیا کرتا ہے۔ ابلیس جو معلم الملکوت تھا اس کا حال دیکھو کیا ہوا ؎ صد ہزاراں سال طاعت کردنی طوق لعنت میکند در گردنی

(سو ہزار سال تک عبادت میں لگائے رکھنے کے بعد لعنت کا طوق گردن میں ڈال دیا جاتا ہے)

اور بلعم باعور جو عالم و زاہد تھا اور سینکڑوں کرامت کا حامل تھا کا حشر دیکھو۔ مثنوی ؎

ہیبت آں راہ کارے مشکل است صد جہاں زیں سہم پر خوں دل است

(اس راہ کی ہیبت ایک مشکل کام ہے۔ سو عالم کے لوگوں کے دل اس دہشت سے پُر خون ہیں)

کیسی سرگردانی اور حیرانی ہے۔ اسی کو کہا ہے ؎

چوں موئے شدم ز رنج ہر بیدادے ‏ ‏ ‏ ‏ درد ہر کہ دیدست چو من ناشادے
برخیزد اگر بجہد من ناگہ بادے ‏ ‏ ‏ ‏ چوں چنگ بہ ہر رگے زمن فریادے

(طرح طرح کے جور وستم سہتے سہتے بال کی طرح ہوگیا ہوں، مجھ جیسا اندوہگیں زمانہ میں کسی نے کہاں دیکھا ہے۔ اگر اچانک ہوا کی لہر مرے باطن سے اُٹھے تو چنگ کی طرح میرے ہر رگ سے فریاد وفغاں کی جھنکار پیدا ہو)

یہ خود ایک دوسری قسم ہے۔ جیسا کہ کہا ہے ؎

گرچہ رہ جستند ہر سوئے ازیں ‏ ‏ ‏ ‏ پے نہ بردند اے عجب موئے ازیں
خون صدیقاں ازیں حسرت بریخت ‏ ‏ ‏ ‏ آسماں بر فرق ایشاں خاک ریخت

(اگرچہ اس سے نکلنے کی راہ ہر طرف ڈھونڈھی لیکن تعجب ہے بال برابر بھی اس کا سُراغ نہیں ملا۔ صدیقوں کے خون اس حسرت وافسوس سے بہہ رہے ہیں اور حال یہ ہے کہ آسمان ان کے سروں پر خاک ڈال رہا ہے)

غرض یہ کہ پیدائش سے آخر تک گناہ سے پاک رہنا فرشتوں کا کام ہے۔ گرنا اور گر کے اُٹھنا آدمی کا کام ہے۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ آدمی دونوں جہاں کے مصائب و آلام اٹھا سکتا ہے لیکن اس کی طاقت نہیں رکھتا کہ ایک دن بھی صحیح مسلمانی کے ساتھ زندگی گذار سکے ؎

دور دور است در بلا خوردن ‏ ‏ ‏ ‏ بندہ بودن و بندگی کردن

(بلا میں مبتلا رہتے ہوئے بندہ ہونا اور بندگی کرنا بہت دور ہے)

اس سے بھی بڑھکر یہ ہے کہ انبیاء و اولیاء کے شہنشاہ حضور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ ستّر بار استغفار کیا کرتے تھے جب یہ آیۃ نازل ہوئی وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ (اپنی خطا سے معافی مانگتے رہیے) تو انتہائی فرماں برداری میں ستّر سے سَو بار بڑھا دیا۔

اور وہ جو انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام خلائق سے افضل ہیں باوجود اس دولتِ عُظمیٰ لو اتزن ایمان ابی بکر مع ایمان اُمتی لرجح (اگر ابو بکر رضؓ کے ایمان کو اپنی تمام اُمت کے ایمان سے وزن کرو تو ابُو بکر رضؓ کے ایمان کا پلّہ زیادہ وزنی ہو) عرض کرتے ہیں یا رسُول اللہ مجھے کوئی ایسی دعاء بتائی جائے جسے فرض نمازوں کی ادائیگی کے بعد پڑھا کروں۔ ارشاد ہوا رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا فَاغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ (اے میرے پروردگار میں نے اپنے اوپر بہت ظلم کیا پس تو میرے گناہ بخش دے کیونکہ تیرے سوا گناہوں کو بخشنے والا کوئی نہیں) پڑھا کیجئے۔ اسی کو کسی نے کہا ہے ؎

بر درِ حق بگرد زار بگرد کز بزاری شوی دریں رہ مرد

(حق کے در پر گریہ و زاری کے ساتھ گھومتا رہ کیونکہ اس راہ میں عاجزی ہی سے مرد ہوتے ہیں)

فقیہہ امت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا، یا رسول اللہ! اگر میں شب قدر پاؤں تو کیا کروں؟ ارشاد ہوا، اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفُوَ فَاعْفُ عَنِّیْ یَا غَفُوْرُ یَا غَفُوْرُ یَا غَفُوْر (اے اللہ! عفو تری شان ہے، تو معاف کرنے کو پسند فرماتا ہے، مجھے معاف کر دے، اے معاف کرنیوالے، بخشنے والے، غفور) اسی سے نشان دہی ہوتی ہے کہ جو جتنا زیادہ فرمانبردار، پاک تر ہوتے ہیں وہ توبہ استغفار سے کسی وقت خالی نہیں رہتے ہیں۔ کیونکہ آدمی کی ہلاکت توبہ واستغفار کے ترک کرنے سے ہے، محض گناہ کرنے سے نہیں۔ جناب آدم علیہ السلام اور ابلیس لعنتی کے قصہ میں غور کرنا چاہئے۔ آدم علیہ السلام گرنے کے بعد فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا اٹھے رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا (اے مرے رب ہم نے اپنے اوپر خود ظلم کیا ہے) اور وہ ملعون جو گرا یعنی نافرمانی کی تو ویسے ہی پڑا رہا یہاں تک کہ اس کی پیشانی پر لعنت کا داغ لگا دیا گیا۔ وَاِنَّ عَلَیْکَ لَعْنَتِیْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ (بیشک تجھ پر لعنت ہے قیامت تک کیلئے)

اے بھائی! بندہ کو قصداً گناہ نہیں کرنا چاہئے اور اگر گناہ میں جا گرے تو فوراً اُٹھ کھڑا ہو جائے اور مغفرت چاہے۔ جیسا کہ ہمارے باپ آدم اُٹھ کھڑے ہوئے اور درخواست کرنے لگے رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا گناہ پر اصرار نہیں ہونا چاہئے کیونکہ گناہ پر اصرار کفر کا پیش خیمہ ہے۔ جیسا کہ قابیل نے کیا اور آخر کافر ہو گیا۔ آدمیوں میں جس نے سب سے پہلے گناہ کیا وہ قابیل ہی تھا۔ اللہ اپنی پناہ میں رکھے۔

اے بھائی! اللہ تعالیٰ کی جباری و قہاری سے پاکبازوں اور فرمانبرداروں کو سکون و قرار نہیں تو ہمکو، تمکو جو نہ تو ہندو ہیں اور نہ مسلمان کیوں کر سکون و قرار مل سکتا ہے۔ تم بھی یہی کہو جو میں کہتا ہوں۔

ے نمیدانم کراماتم بدیں سیر گرفتارم نہ من ہندو نہ من مسلم نہ من مرتد نہ بدکارم

(مجھے نہیں معلوم میں کیا ہوں، میری سیرت تو یہ ہے کہ نہ ہندو ہوں نہ مسلمان نہ مرتد ہوں اور نہ بدکار)

اللہ رب العزت کے منشا، وارادہ کی اطلاع جبرئیل ؑ و میکائیل ؑ کو جب نہیں تو ہم تم، اور ہمارے جیسے اور دوسرے کس شمار میں ہیں۔ جیسا کہ ایک عزیز نے کہا ہے ے

ہیچ کس از سرّ کار آگاہ نیست زانکہ اینجا ہیچ کس را راہ نیست

نیست کس را از حقیقت آگہی! جملہ می میرند با دستِ تہی

(اس کی بارگاہ کے بھیدوں سے کوئی واقف نہیں، کیونکہ یہاں کسی کی بھی گذر نہیں ہے۔
کسی کو بھی حقیقت کے اسرار سے آگاہی نہیں۔ جتنے ہیں سب کے سب اس معاملہ میں تہی دست ہو گئے ہیں)
نقل ہے کہ ابلیس کا جب یہ حال ہوا تو جناب جبرئیل و میکائیل علیہما السلام مدتوں روتے رہے
استفسار ہوا، تمہارے اس قدر رونے کا سبب کیا ہے؟ گرچہ اُسے خوب معلوم ہے پھر بھی عرض کیا:
یارب لانا من من مکرک (اے میرے رب ہم آپ کے پوشیدہ کرشموں سے مامون نہیں ہیں) حکم ہوا
ھٰکذا اکونا ولا تا منا من مکری۔ (ہاں ایسے ہی رہو میرے کرشموں سے بیخوف نہ ہو۔)
اُس کی بے نیازی کی کیا ہی بارگاہ ہے قبل من قبل بلا علة ورد من رد بلا علة
(جسے اس نے قبول کیا بلا کسی سبب کے قبول کیا اور جسے رد کیا اسے بھی بغیر کسی علت کے رد کیا) ایسے اطمینان
کیسے ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے ؎

رندۂ سابقت ندانم کیست — خواندۂ خاتمت ندانم کیست
کہ نداند ز کار سازئ تو!! — کہ نہ ترسد ز بے نیازئ تو

(ازل میں کیا حکم ہو چکا ہے کچھ پتہ نہیں۔ خاتمہ کس حال پر ہوگا کچھ معلوم نہیں۔ کوئی آپ کی کارسازی
کو نہیں جانتا، کون ایسا ہے جو آپ کی بے نیازی سے بےخوف ہے)
اے بھائی! کسی کے ایمان اور طاعت سے اُس کی جلالت و کمال میں نہ اضافہ ہوتا ہے اور نہ کسی
کے کفر و معصیت سے اسے کوئی نقصان و زوال ہے۔ وہ جو کہتے ہیں کہ کفر و ایمان ایک ہی رنگ میں ہے-
اس کا مفہوم یہی ہے۔ اگر سارا عالم خانہ کعبہ بن جائے اور تمام اجنا و انسان، نمرود و فرعون ہو جائیں
اسے کیا، اور اگر سارا عالم بت خانہ بن جائے اور تمام جن و انس ابوبکرؓ و عمر خطابؓ کی طرح ہو جائیں،
تو اسے کیا ہوتا ہے۔ اسی کو کہا ہے ؎

بے نیازیش را چہ کفر چہ دیں — بے نیازیش را چہ شک چہ یقیں
چہ مسلماں چہ گبر بر درِ اُو — چہ کنشت و چہ صومعہ بر درِ اُو

(اس کی بے نیازی کے آگے کیا کفر و کیا دین، اس کی بے پروائی کے آگے کیا شک اور کیا یقین
اس کے در پر کیا مسلمان اور کیا آتش پرست، اس کی بارگاہ میں کیا آتش کدہ اور کیا عبادت خانہ)

؎ نہ از عیسیٰ رسد سودیت و موسیٰ — نہ از فرعون زیاں بودیت نمرود

(نہ عیسیٰؑ و موسیٰؑ سے اُسے کوئی عظمت، نہ فرعون و نمرود کے ہونے سے کوئی نقصان زوال)

...... لیکن یہاں تو گفتگو گناہ کے بارے میں ہو رہی تھی۔

اے بھائی! یہ سب کو معلوم ہے کہ جس کسی کو بلند رتبہ کیا ہے طاعت کی راہ سے بلند کیا ہے اور جس کسی کو گرایا ہے اسے اُسکے گناہوں کے ذریعہ گرایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بزرگانِ دین کوئی ایسی طاعت و عبادت نہیں ہے۔ جسے چھوڑتے ہوں اگرچہ وہ طاعت چھوٹی ہی ہو شاید کہ اللہ کی خوشنودی اسی میں ہو۔ اور کسی گناہ کے قریب نہیں جاتے اگرچہ وہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی گرفت و پکڑ اسی پر ہو۔ اسی کو کہا ہے ؎

بر درِ حق بگرد زار بگرد | کہ بزاری شوی دریں رہ مرد
از تو زاری نکو و زور بد است | شورِ زنبور خانہ شور بد است

(حق کے در پر گریہ و زاری کے ساتھ پڑا رہ، کیونکہ آدمی عاجزی و انکساری ہی سے مرد بنتے ہیں۔ تیری گریہ وزاری بہتر ہے اور زعم و زور بُرا ہے، شہد کی مکھی کے چھتے میں بھنبھناہٹ ٹھُنک کی دعوت دیتی ہے)

ہاں تو آدمی کو چاہیئے کہ گناہ کے قریب نہ جائے اور اگر گناہ میں گر جائے تو چاہیئے کہ فوراً اُٹھ جائے اور کہے ربنا ظلمنا انفسنا (اے میرے پروردگار میں نے خود اپنی جان پر ظلم کیا) اور گناہ پر اصرار یعنی پیہم گناہ کرتے رہنے سے ایسے بھاگے جیسے کفر سے گریز کرتا ہے۔ ساری تباہی و ہلاکی گناہ پر اصرار ہی سے ہے لا صغیرة مع الاصرار ولا کبیرة مع الاستغفار (اصرار کے بعد گناہ صغیرہ صغیرہ نہیں رہتا کبیرہ ہو جاتا ہے۔ اور استغفار کے ساتھ کبیرہ ختم ہو جاتا ہے) یہ شرع کا فتویٰ ہے۔

مجھے اُمید ہے کہ جب اس مکتوب کے مضمون سے تم آگاہ ہو جاؤ گے تو کرامات، حال و مقامات کے تذکرے اور سوداو صفرا سے پیدا ہونے والے فاسد خیالات کو یکسو رکھ کر گنہگاروں کی طرح رات دن تضرع و زاری کے ساتھ یہ استغفار کرتے رہو گے رب ظلمت نفسی ظلما کثیرا فاغفرلی ذنبی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت۔ (اے میرے رب میں نے اپنے اوپر بہت زیادہ ظلم کیا ہے تو میرے گناہ بخش دے کیونکہ تیرے سوا گناہ بخشنے والا کوئی نہیں) ؎

بچوں بسے توبہ بے فائدہ کردی بہوس | توبہ کن توبہ اگر یک نفس ما حضر است

(جبکہ تو نے بوالہوسی کے ساتھ بے فائدہ بہت زیادہ توبہ کی تو ایسی توبہ سے توبہ کرلے اگر ایک سانس بھی باقی ہے)

اور رات کے درمیانی حصہ میں روتی ہوئی آنکھ اور جلے بھُنے دل کے ساتھ گنہگاروں کی طرح گریہ و زاری کرتے رہو گے اور سوز دل کے ساتھ یہ مناجات کرو گے ؎

بود عین عفو تو عاصی طلب | عرصۂ عصیاں گرفتم زیں سبب
چوں بستاریت دیدم کارساز | ہم بدستِ خود دریدم پردہ باز
رہنمایم باش و دیوانم بشوئی | وز دو عالم تختۂ جانم بشوی

(آپ کی بخشش کو گنہگاروں کی طلب تھی، اسی سبب سے میں نے گنہگاری کا میدان اختیار کیا،
چونکہ آپ کی پردہ پوشی کو میں نے کارفرما دیکھا تو میں نے اپنے ہاتھوں سے اپنا پردہ چاک کر دیا
میری رہنمائی فرمایئے، میرے برُے نامہ اعمال کو دھو دیجئے، اور دونوں عالم کی طلب سے میرا سینہ پاک کر دیجئے)

والسلام

شرف منیری

مکتوب ۹

اپنے اُوپر بدگمان رہنے اور دوسروں کیساتھ نیک گمان رکھنے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادر شیخ عمر، شرف منیری کی دعاء کیلئے مخصوص

اے بھائی! اس جماعت صوفیہ کی یہ روش ہے کہ اپنے بارے میں بدگماں اور دوسروں کے حق میں خوش گماں رہتے ہیں، خود کو دنیا و آخرت میں کسی چیز کے لائق نہیں سمجھتے۔ جب قرآن وحدیث میں وعدے یعنی خوشخبریاں سُنتے ہیں یہاں کیلئے ہو یا قیامت کیلئے تو اُن تمام خوشخبریوں کا مستحق دوسروں کو سمجھتے ہیں اور جب وعید یعنی عذاب کی دھمکیاں سُنتے ہیں تو اُن سب کو اپنے حق میں جانتے ہیں۔ ایسا کہ جو بھی انہیں دیکھے وہ یہ گمان کرنے لگے کہ یہ بالکل نااُمید ہو گئے ہیں۔

اسی کو کہا ہے ؎

ہر کہ شد لحظۂ زخود خوشنود | سالہا بند شد بدوزخ بود

(ایک لمحہ کیلئے جو اپنے آپ سے خوش ہوا، اس نے برسوں کیلئے دوزخ کی قید کا بندوبست کر لیا)

نقل ہے ایک بزرگ دن میں چند بار آئینہ اس خیال سے دیکھتے کہ میرا چہرہ جیسا تھا ویسا ہی ہے

یا سیاہ ہوگیا ہے۔ اسی اعتبار سے یہ اشعار کہے گئے ہیں۔ ے

در شہر نیست مرد زمن نابکار تر　　مادر پسر نہ زاد زمن خاکسار تر

دعویٰ کنم کہ نیست در آفاق چوں منی　　وز کافرانِ روم زنار دار تر !!

(شہر میں مجھ سے زیادہ کوئی بدکار نہیں۔ کسی کی ماں نے مجھ سے زیادہ کمترین اولاد پیدا نہیں کیا۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں عالم میں مجھ سے بُرا کوئی نہیں، روم کے زنار دار کافروں سے بھی بڑھکر میں زنار دار ہوں)

ایک عارف کی حکایت ہے۔ وہ ہمیشہ اپنی مناجات میں کہا کرتے تھے۔ خداوندا از تو میخواہم کہ جائے میرم کہ مرا کسے نشناسد (خداوندا میں تجھ سے یہی چاہتا ہوں کہ ایسی جگہ مروں جہاں کوئی نہیں پہچانتا ہو) لوگوں نے پوچھا اے بزرگ محترم! یہ کیسی مناجات ہے؟ کہا یہ اس لئے کہ جب میں مروں اور مجھ کو قبر میں دفن کریں تو ہو سکتا ہے کہ زمین قبول نہ کرے اگر ایسا ہوا تو اس وقت کیسی فضیحتی ہوگی ے

خسرواں در رہش کُلہ بازاں　　سروراں بر درش سر اندازاں

چہ سوئے ناکساں چہ سوئے کساں　　قہر و لطفش بہر کہ ہست رساں

(شاہانِ وقت اس کی راہ میں تاج کی بازی لگانے والے ہوتے ہیں۔ سردارانِ زمانہ اسکی چوکھٹ پر سر ڈالے رہتے ہیں نامورا ں و حقیر جو بھی ہیں سب کی طرف اس کا لطف و قہر پہنچتا رہتا ہے)

اس راہ کے خطروں کو وہی لوگ جانتے ہیں جو اس راہ کو طے کئے ہیں۔ جس نے محض اس کا نام ہی سُنا ہو وہ کیا جانے ے

شرم بادت کہ نمیدانی و آگاہ نہٗ　　کہ ترا در رہ ایں بادیہ چندیں خطر است

(تجھے شرم آنی چاہئے کہ تو اس راہ کو نہیں جانتا، اور اسکی بھی آگاہ نہیں ہے کہ اس راہ میں تیرے لئے کیا کیا خطرے ہیں)

حکایت ہے۔ ایک مرید نے اپنے پیر سے پوچھا کل قیامت کے دن آپ کو کہاں ڈھونڈھوں؟ کہا، پلصراط پر، پھر پوچھا اگر وہاں نہ پاؤں؟ کہا اگر وہاں نہ ملوں تو دوزخ میں پتا لگانا۔ پوچھا، اگر وہاں بھی نہ ملے تو؟ انہوں نے فرمایا دوزخ میں نہ ہوں گا تو پھر بہشت ہی میں رہوں گا۔ اسی معنی میں کہا ہے ے

بر سرے کز تو دست ہمدر دم　　بزنش چوں سرِ چراغ و قلم

زانکہ ہر سر کہ دیدنی باشد　　در طریقت بریدنی باشد

(اے مرے ہمدرد ہر وہ سر جو تجھ سے سرکش ہوا، اس سر کو چراغ و قلم کے سر کی طرح اڑا دے۔ اسلئے کہ ہر وہ سر جو بلند ہوتا ہے، طریقت میں وہ سر قلم کئے جانے کے لائق ہے) ایک عارف نے کہا ہے ے

دریا بانے کہ نہ پاؤ نہ سر دارد پدید — ہر زماں سرگشتہ تر ہر ساعتے حیران ترم

(ایک ایسے ویرانے میں ہمہ دم سخت حیران و سرگرداں ہوں کہ جس کی نہ ابتدا معلوم نہ انتہا کی خبر ہے)

حضرت خواجہ سُفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے عرفہ کے روز لوگوں نے پوچھا اے بزرگ محترم! آج عرفات کے میدان میں جو لوگ ہیں ان کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا ان تمام اہل عرفات میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا ہو کہ جو بخشا نہ گیا ہو۔ تو یہ مرے ادبار کی وجہ سے ہوگا، کیونکہ ان کے درمیان میں ہوں۔ اسی مضمون کی طرف اس شعر کا اشارہ ہے ؎

چند گوئی رسیدگی چہ بود — در رہ دیں گزیدگی چہ بود!

بند برتن نہی گزید شوی!!! — پائے بر خود نہی رسیدہ شوی

(کب تک پوچھتے رہو گے اس تک رسائی کیسے ہوتی ہے، دین کی راہ میں پسندیدگی کسے کہتے ہیں؟ سُنو! اپنی تمام جسمانی خواہشات پر قید لگا دو، مقبول و پسندیدہ ہو جاؤ گے اور اپنی جان پر قدم رکھدو اس تک پہنچ جاؤ گے)

بزرگوں کا قول ہے حقیقتاً بندہ کا ایمان اس وقت کامل ہوتا ہے کہ اگر مخلوق پر آسمان سے بلا کا نزول ہو تو وہ یہ یقین کرے کہ یہ سب مری ہی بدبختی کے سبب سے ہے۔ اور اگر دینی یا دنیاوی نیکیاں اور بھلائیاں اس پر پہنچیں تو یہ گمان کرے کہ یہ سب خیر و برکت اور لوگوں کے طفیل سے ہے ؎

خویشتن را فگن کہ برگیرند — خوار در خود ببیں کہ بپذیرند

(خود کو گرادو تاکہ تمہیں اٹھالیا جائے، خود کو ذلیل و خوار کردو تاکہ تمہیں قبولیت کا شرف بخشیں)

جناب عیسیٰ پیغامبر علیہ السّلام سے لوگوں نے پوچھا، اس درجہ سفر کرنے کا مقصد کیا ہے؟ ارشاد ہوا اس اُمید میں کہ کوئی ایسی جگہ ہوگی جہاں کسی صدیق وقت نے قدم رکھا ہوگا میں وہاں پر سجدہ کرسکوں اور ان کے قدم کے نیچے کی وہ خاک مری شفاعت کرے المخلصون علی خطر عظیم (بیشک مخلصین کے لئے بڑے بڑے خطرے ہیں نہ یہ کہ ہر ایسے ویسے کیلئے)۔ مصرعہ:

نزدیکاں را بیش بود حیرانی۔ اللہ سے قربت رکھنے والوں کے لئے بہت زیادہ حیرانی ہے۔

اہل غفلت اس معنیٰ کو کیا سمجھیں، ان کو تو یہ محال معلوم ہوتا ہے ہاں اسے ارباب عقل ہی جانتے ہیں۔ جیسا کہ کہا ہے ؎

گرچہ غافل بریں عمل خندد — لیک عاقل جز ایں نہ پسندد

راہ دیں صنعت و عبارت نیست — جز خرابی درو عمارت نیست

(اگرچہ اہل غفلت اس پر ہنستے ہیں، لیکن ارباب عقل اس کے سوا کسی اور چیز کو پسند نہیں کرتے دین کی راہ کاریگری اور عبارت سے پاک ہے اس میں ویرانی کے سوا تعمیر و عمارت نہیں)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے لوگوں نے پوچھا۔ آدمی بُرا کب بن جاتا ہے؟ فرمایا جب خود کو اچھا سمجھنے لگتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کسی نے کہا، حدیث شریف میں ہے آخری شخص جسے دوزخ سے باہر لایا جائے گا وہ سات ہزار سال کے بعد نکالا جائے گا۔ کہا کاش وہ شخص میں ہی ہوتا ؎

در عشق تو عاجزی سر استادیست　　در کوئے تو بندگی در آزادیست!
ویراں شدن اندر رہ تو آبادیست　　اندوہ تو جان عاشقاں را شادیست

(آپ کے عشق میں عاجزی ہی سربلندی ہے۔ آپکے کوچہ کی غلامی آزادی ہے۔
آپ کی راہ میں ویران ہوجانا ہی آبادی ہے۔ آپ کا غم ہی عاشقوں کی جان کیلئے شادمانی ہے)

روایت ہے کہ جناب ابراہیم پیغامبر علیہ الصلوٰۃ والسلام جب اپنی خطا (جو اُن کے نزدیک ان کے اپنے مرتبہ کے اعتبار سے تھی) یاد کرتے تو بیہوش ہوجاتے، غم واندوہ سے آپ کے سینۂ مُبارک کے جوش، اور اس کی دھڑکن دُور دُور تک سُنائی دیتی۔ اس حال میں جناب جبرئیل علیہ السلام پہنچ جاتے اور کہتے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ آپ نے کہاں دیکھا ہے کہ دوست سے خوف کرے۔ کہا اے بھائی جبرئیل! ہاں ہے تو ایسا ہی ہے لیکن کیا کیا جائے کہ جس وقت میں اپنی خطا یاد کرتا ہوں تو اپنی خلیلی بھول جاتا ہوں۔ یہی وہ راز ہے فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون (نہیں مطمئن رہتے وہ لوگ اللہ کے پوشیدہ کرشموں سے لیکن وہ جو خسارہ والے ہیں)

؎ ہست با قہر علم یزدانی　　تا توانی نکو و نادانی!

(اللہ کا علم قہر کے ساتھ غالب ہے۔ جہاں تک تم سے ہوسکے اپنی نادانی پر نظر رکھو)

نقل ہے۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت ہلال جو مغیرہ رضی اللہ عنہ کے غلام تھے ان کو دیکھتے تو آگے بڑھتے اور فرماتے اے ہلال! محمدؐ کیلئے دُعا کرو اور جب ہلال رضی اللہ عنہ دعا کیلئے ہاتھ اٹھاتے تو حضور پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم، آمین کہتے۔ اسی کو کہتے ہیں۔

؎ یقیں میداں کہ شیران شکاری　　دریں رہ خواستند از مور یاری

(یقین کرو کہ شیران شکاری نے اس راہ میں چیونٹی سے مدد چاہی)

کہتے ہیں کہ خواجہ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز نے دس حج حضور پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت سے کیا اور دس حج دس صحابہ کی طرف سے۔ لوگوں نے سوال کیا کہ اے شیخ یہ کیا تھا۔ جو آپ نے ایسا کیا؟ فرمایا میں نے ایسا اس اُمید پر کیا ہے کہ طفیلی بن جاؤں اس لئے کہ جب مہمان پیارا ہوتا ہے تو اس کے طفیلی بھی پیارے ہوتے ہیں۔ عارفوں کا قول ہے کہ مخلوق کی نظر سے خود کو گرا دینا آسان ہے اس سے کہ اپنے آپ کو اپنی نظروں سے گرا دے ؎

چند پرسی کہ بندگی چہ بود　　　بندگی جز فگندگی چہ بود

(کب تک پوچھتے رہو گے کہ بندگی ہے کیا۔ بندگی خود کو خلق اور اپنی نظر سے گرا دینے کے سوا کیا ہے؟)

اہل طریقت کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص خود کو فرعون سے ذرہ برابر بہتر جانتا ہے وہ ابھی تک اس گروہ صوفیا کی نظر میں متکبر اور خود پرست ہے۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ جو درخت اونچا، بلند ہوتا ہے اس کا پھل چھوٹا ہوتا ہے اور جو درخت جتنا چھوٹا ہوتا ہے اس کا میوہ اتنا ہی زیادہ بڑا ہوا کرتا ہے۔

روایت ہے کہ جب حق سبحانہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو پیغام بھیجا کہ میں اپنے ایک پیغمبر سے تم میں سے ایک کے اوپر کلام کروں گا تو ہر ایک پہاڑ نے اپنی گردن بلند کی اس اُمید پر کہ یہ دولت مجھے ملیگی لیکن کوہِ طور کہ جس نے اپنی گردن نہیں اٹھائی بلکہ خود کو اسی طرح پست رہنے دیا اور یہ کہا کہ میں کب اس لائق ہوں۔ چنانچہ حق سبحانہ تعالیٰ نے جناب موسیٰ علیہ السلام سے اسی کوہِ طور پر کلام فرمایا۔ اسی بنا پر اہل بصیرت کہتے ہیں کہ نیازمندی سے بڑھکر کوئی راہ قریب تر نہیں ہے اور دعویٰ سے زیادہ کوئی حجاب سنگین تر نہیں۔ غور کرو تو ابلیس و آدم میں یہی فرق ہے۔

خواجہ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز سے پوچھا گیا، سالک نیازمندی کے کمال تک کب پہنچتا ہے؟ ارشاد ہوا کہ جب خود کو کسی لائق نہیں جانتا ہے۔ اور جہان میں اپنے سے بُرا کسی کو نہیں سمجھتا۔

خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، میں نے جس کسی پر نگاہ کی اُسے اپنے سے بہتر دیکھا مگر ایک شخص کو جس کیوجہ سے اس دن میں نے سخت دھول کھائی۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ دجلہ کے کنارے ایک حبشی بیٹھا ہوا تھا، ایک عورت اس کے پہلو سے لگی ہوئی تھی ایک مٹکا اس کے سامنے رکھا تھا بار بار اس مٹکا سے کچھ انڈیلتا اور پیتا۔ مجھے اس کی جانب سے بدگمانی ہوئی اور میرے اندر اس کی طرف سے حقارت پیدا ہوئی، دیکھا کہ تین آدمی دجلہ میں ڈوب رہے تھے وہ حبشی کودا اور ان ڈوبنے والوں میں سے دو کو اس نے نکال لیا اور پکار کر کہا۔ حسن! اس ایک کو تم نکال لو۔ میں اس کام میں عاجز رہا۔

وہ میری طرف متوجہ ہوا اور کہا، ابھی تک تم مرد ظاہر میں ہو۔ میں تو تمہارے امتحان کیلئے یہاں آیا تھا۔ یہ میری ماں ہے اور اس گھڑے میں پانی ہے۔

اے بھائی! عرفا معرفت کے نور سے نفس کے آفت و شر کو دیکھے ہوئے ہیں اور جانے پہچانے ہوئے ہیں۔ اگر ایک بال برابر بھی نفس باقی ہے تو شرک و کفر کا خوف لگا ہوا ہے۔ جس طرح ایک جنبی کے غسل میں ایک بال بھی بغیر دُھلا رہ جائے تو جنابت (ناپاکی) باقی رہتی ہے۔ اسی کو کہا ہے ؎

گر میاں دوزخ از من دور گردد نفس شوم درمیان آتش سوزاں در آب کوثرم!

تا کہ با نفسم فرد دہفت دوزخ ماندہ ام چوں نماند نفس شوم از ہشت جنت برترم

(اگر دوزخ کے اندر یہ منحوس نفس مجھ سے دور ہو جائے تو یوں سمجھ لو کہ اس دہکتی ہوئی آگ کے اندر ہوتے ہوئے بھی میں نہر کوثر میں ہوں۔ اور جب تک میں نفس کے ساتھ ہوں تو ساتوں دوزخ کے نچلے حصّہ میں پڑا ہوا ہوں اور اگر یہ بدبخت نفس میرے ساتھ نہ ہو تو سمجھ لو کہ آٹھوں جنّت سے میں برتر ہوں)

خواجہ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہٗ العزیز نے اپنی مناجات میں کہا الٰھی کیف الطریق الیك (اے اللہ تجھ تک پہنچنے کی راہ کون سی ہے؟) ہاتف غیبی نے آواز دی دَعْ نَفْسَكَ وَتَعَالْ نفس کو چھوڑ دو اور چلے آؤ۔ اسی کو کہا ہے ؎

بت است نفس و قبول خلق زنار شریعت با حقیقت گفت یکبار

(شریعت نے حقیقت سے ایک مرتبہ کہا۔ نفس ہی بت ہے اور لوگوں میں مقبول ہونا زنار ہے)

وہ جو مردانِ خدا کے خون کے گھونٹ پینے کے بارے میں تم نے سُنا ہے ان کا یہ خون پینا اسی بت کے توڑنے کے لئے ہے۔ ہم لوگوں نے تو اس نفس کو خدا بنا لیا ہے۔ کہاں ہم اور تم کہاں مسلمانی"۔ افسوس صد افسوس! قرآن سے سُنو افرایت من اتخذ الٰھہ ھواہ (کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے خواہشات نفسانی کو خدا بنا لیا ہے) یہاں اپنا ماتم آپ کرنا چاہیئے جیسا کہ اس بیچارے نے کیا ہے۔ ؎

درد را دارو کجا خواہیم کرد عمر شد ماتم کجا خواہیم کرد

(ہم اپنے درد کا علاج کہاں ڈھونڈیں، عمر ختم ہو گئی اب ماتم کیا کریں)

اور وہ جو کسی عزیز نے کہا ہے ؎

ندارد درد من درماں دریغا بماندم بے سر و ساماں دریغا

میرے درد کا کوئی علاج نہیں، افسوس میں بے سروسامان پڑا ہوا ہوں)

والسلام
فقیر شرف منیری

❋

مکتوب ۱۰

دُنیا کی محبّت اور اسکی مذمت میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بجانب شیخ عمر مذکور — مثنوی :

عالم آن قدر ندارد کہ بر و رشک برند — یا وجود عدمش را غم بیہودہ خورند

(دنیا اس قابل نہیں کہ اس پر رشک کیا جائے، اس کے ہونے اور نہ ہونے کا غم کرنا بے فائدہ ہے)

آنعزیز کا خط اور تحفہ ملا قبول ہوا اللہ جزائے خیر دے۔ مکتوب پڑھا گیا بہت خوب، قابل توجہ، سنجیدہ اور سارے مضامین پسندیدہ تھے، اللہ جل شانہ آنعزیز کو ان مضامین پر استقامت عطا فرمائے اپنے فضل وکرم سے۔ اور دُنیا کی آفتوں اس کے شر سے مامون ومحفوظ رکھے اپنے کرم و احسان سے۔

اے بھائی! ہر وہ دل جس میں دنیا نے گھر کر لیا وہ ویران ہے۔ اُجاڑ گھر جب ہمارے تمہارے اُترنے کے قابل نہیں تو ویران دل اللہ تعالیٰ کے لایق کیسے ہو سکتا ہے اور دل ایک سے زیادہ نہیں ہوتا جب وہی دل دُنیا کی محبّت سے بھر گیا تو آخرت کے لئے اس میں کوئی جگہ باقی نہیں رہی۔ مصرع۔

"یا خانہ جائے رخت بود یا خیال دوست" (گھر میں سامانِ دنیا ہی رہے یا دوست کا تصوّر)

ایسے حال میں دین، دل سے رخصت ہو جاتا ہے اور حق سُبحانہ تعالیٰ کی راہ دل سے دُور ہو جاتی ہے۔ اسی کو کہا ہے ؎

از تن و جان و عقل و دیں بگذر — در رہ دیں دلے بدست آور
آن چنان دل کہ وقت پیچا پیچ — اندر و جز خدائے نبود ہیچ

(جسم وجاں وعقل ودیں سے آگے بڑھ جا۔ دین کی راہ میں چلنے والا دل حاصل کر۔ ایسا دل کہ افکار وترددات کے وقت بھی اس میں سوائے خدا کے اور کچھ نہ رہے)

اے بھائی! اچھی طرح غور کر لو کہ آج دل میں کس چیز کا غلبہ ہے۔ اگر دنیا کی طلب ومحبّت غالب ہے تو تمہیں دُنیاداروں میں شمار کیا جائے گا اور اگر آخرت کی طلب ومحبّت غالب ہے تو آخرت والوں میں شمار کیا جائے گا اور اگر خداوند تعالیٰ کی محبّت اور اس کی طلب کا غلبہ ہے تو اللہ والوں میں داخل کریں گے اور یہ مضمون اس حدیث کے مطابق ہے المرء مع من احب (آج اس عالم میں تجھے جس کے ساتھ محبت ہے اسی کے ساتھ حشر ہوگا۔ یہاں ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے اس کا ثمرہ موت کے وقت ہی سے دیکھنے میں آجائے گا۔ جب دُنیا کی طلب ومحبّت غالب ہوتی ہے تو دُنیا کو اسکی ہولناکی اور سختیوں کے ساتھ موت کے وقت سامنے کھڑا کر دیتے ہیں تاکہ دنیا کا یہ شیدائی اس کی ہولناکی دیکھ کر سخت دشواری وسختی میں جان دے۔

اور جب آخرت کی طلب ومحبت غالب ہوتی ہے تو آخرت کو اس کے تمام حسن وجمال وزیب وزینت کے ساتھ اس متوالے کے سامنے لا کھڑا کر دیتے ہیں تاکہ اسکے دیکھنے سے ہزار راحت وآرام کے ساتھ جان دے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

ہرچہ در دنیا خیالت آں بود تا ابد راہ وصالت آں بود
زانکہ ہر چیزے کہ سودائے تو آنست چوں بمردی نقد فردائے تو آنست

(دنیا میں جس خیال کے ساتھ تو رہا ہے، مرنے کے بعد قیامت کے دن تک تیرے وصال کی راہ وہی رہیگی، اس لئے کہ ہر وہ چیز جس کا تو شیدائی رہا ہے، مرنے کے بعد قیامت کے دن وہی چیز تیرا مایہ ہوگی۔)

اور جب خداوند تعالیٰ کی محبّت اور اس کی طلب غالب ہوتی ہے تو درمیان سے پردہ اٹھا دیا جاتا ہے تاکہ دوست کے مشاہدہ میں ایک جان کیا؟ سو جان بھی ہو تو ملک الموت کے واسطہ کے بغیر دوست کے سپرد کر دیں ایسے کہ ملک الموت کو اس کی خبر بھی نہ ہو اسی کو کہا ہے۔ ؎

در شوق تو عاشقاں چناں جاں بدہند کانجا ملک الموت نگنجد ہرگز

(آپ کے اشتیاق میں عشاق یوں جان دیتے ہیں کہ جہاں ملک الموت کی گذر ہی نہیں ہوتی)

اور ساتوں آسمان میں یہ ندا بلند ہوتی ہے کہ وصل الحبیب الی الحبیب دوست کا دوست سے وصل ہو گیا، طالب مطلوب سے مل گیا، سارے واسطے اٹھ گئے ؎

چوں درآمد وصال را حالہ　　سرد شد گفتگوے دلالہ

(جب وصال کا سروساماں درست ہوگیا، تو درمیانی دلالہ کی گرما گرمی سرد پڑگئی)

ایک درویش کا قصہ ہے کہ سکرات موت کے وقت ہنسنے لگے لوگوں نے کہا جب حال ہے مرنے کے وقت ہنستے ہیں۔ جواب میں کہا ہے ؎

خوبرویاں چو پردہ برگیرند　　عاشقاں پیش شاں چناں میرند

(حسن والے جب رُخ سے پردہ اُٹھادیتے ہیں تو عشاق اسکے آگے اسی طرح جان دیا کرتے ہیں)

سچ کہا ہے جس نے کہا ہے ؎

رہبرت اول ارچہ یاد بود　　رسد آنجا کہ یاد یاد بود

(اگرچہ اوّل اوّل تیری رہبری محبوب کی یاد ہی سے ہوتی ہے، پھر اس مقام پر پہونچ جاتا ہے جہاں یاد بھی ختم ہوجاتی ہے)

من لہٗ المولیٰ فلہٗ الکل مولیٰ جس کا ہوگیا سب کچھ اسی کی سلطنت و مملکت ہے۔

اے بھائی جب پیش لفظ سے ثابت ہوگیا تو اب یہ بھی جان لو کہ مومن، کافر، مخلص، منافق سب اس پر متفق ہیں کہ دُنیا بُری چیز ہے اور تمام فتنہ و بلاؤں کا سرچشمہ ہے۔ فرعون و نمرود کو خدائی کا دعویٰ اسی دنیا کے سبب پیدا ہوا، بلعم باعور، اور برصیقا زاہد کی ہلاکت بھی اسی دنیا کی وجہ سے ہوئی آج اولاد آدم کی تمام خرابیوں کی جڑ یہی دُنیا ہے۔ اللہ کی رحمت اسکی جان پر ہو جیو جس نے کہا ہے ؎

تاترا اندریں سرائے خراب　　شکم از نان پُرست و پشت از آب

پائے کہ برنہی بہ بام فلک　　بادم کے درکشی زجام ملک

(کب تک اس ویران کدہ دنیا میں روٹی سے پیٹ اور پانی سے پیٹھ بھرتے رہوگے، اگر یہی حال رہا تو آسمان کے بالاخانہ پر تم کب قدم رکھ سکوگے اور فرشتوں کے ہاتھ سے شراب ناب کے جام کیسے پی سکوگے)

اسی مقام پر ایک بزرگ نے کہا ہے کہ اگر خداوند تعالیٰ مجھے کہے کہ دُنیا قبول کرو ورنہ تمہاری جگہ دوزخ ہوگی تو میں دوزخ قبول کروں مگر دنیا نہیں اسی سے سمجھ لو کہ دُنیا کس درجہ بُری چیز ہے۔

نقل ہے کہ ایک فقیر صاحب تجرید مسجد میں رہا کرتے تھے جب ان کے انتقال کا وقت آیا جسم پر جو کپڑا تھا وہ بالکل پارا پارا تھا اسے بھی جسم سے اُتار کر الگ کرنے لگے لوگوں نے کہا یہ آپ کیا کررہے ہیں انھوں نے کہا، میں چاہتا ہوں کہ جس حال میں آیا ہوں ویسا ہی یہاں سے جاؤں۔ یہی وہ راز ہے جو کہا ہے ؎

جملہ در باز و فرو کن پائے راست　　گر کفن را ہیچ نگذاری رواست

(سب کچھ لٹا دے یہاں تک کہ تیرا پاؤں برہنہ ہو جاوے بلکہ کفن کیلئے بھی کچھ نہ چھوڑ تو یہ بہتر ہے)

نقل ہے کہ جب جناب آدم علیہ السلام نے بہشت میں شجر ممنوعہ یعنی گیہوں کے کچھ دانے کھالئے تو حاجت کی خلش پیدا ہوئی اِدھر اُدھر تلاش کرنا شروع کیا کہ کوئی ایسی جگہ ملے جہاں فراغت کیجائے۔ ندا ہوئی اے آدم بہشت اس کی جگہ نہیں اسکے لئے دنیا میں جانا ہوگا وہاں جاکر اس فضلہ کو نکالئے اسی بناء پر بزرگوں نے کہا ہے الدنیا کنیف آدم یعنی آدم کا پائخانہ ہے۔ کنف پائخانہ کو کہتے ہیں۔

اے بھائی! دُنیا کی حیثیت جب پائخانہ کی ہے تو پائخانہ سے نعمت، لذّت، راحت وذوق کے کیا معنی؟ اور اس کا اشارہ اسی جانب ہے کہ مومن کو چاہئے دنیا میں ایسے رہے جیسے بیت الخلاء میں وقت گذارتا ہے یعنی ضرورت کی مقدار میں وہ بھی ناخوشی۔ نفرت وکراہت کے ساتھ رغبت وخوشی کے ساتھ کوئی بھی نہیں رہتا جب ساری دنیا کا یہی حال ہے جیسا کہ تم نے سُنا تو کسی کو اس سے کیا فائدہ پہونچا اور پہونچے گا جو دین کو چھوڑ کر دنیا اختیار کرے۔ اور دین ودنیا دونوں کا ایک جگہ جمع ہونا بھی محال ہے۔ ؎

تابود ایں جہاں نباشد آں تا تو باشی نباشد یزداں!!

(جب تک تو دنیا سے وابستہ ہے دین سے بے تعلق ہے، جبتک تیرا اپنا وجود باقی ہے اللہ رب العزت سے تو دور ہے)

بزرگوں کا قول ہے کہ دُنیا کی قیمت ایک دانگ ہے۔ دانگ چاندی کا سکّہ ۶ رتی وزن کا اس میں سے نصف دانگ قارون کو مل گیا۔ اور دوسرا نصف سارے عالم میں تقسیم ہوا۔ اب اسی سے حساب کرلو کہ ایک شخص کے حصہ میں کتنی دُنیا آئے گی؟

اے بھائی! واقعہ بہت سخت اور بڑے مشکل کی گھڑی ہے جس میں ہم لوگ ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر کوئی کافر طبیب کسی کو کہے کہ فلاں چیز تمہارے لئے مضر ہے نہ کھاؤ تو اُسی وقت سے پرہیز کر لیتے اور نہیں کھاتے، مگر ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغامبران علیہم السلام آئے اور سب نے یہی کہا حب الدنیا رأس کل خطیة۔ دُنیا کی محبت تمام بُرائیوں کا سرچشمہ ہے۔ لیکن ہم میں سے کسی نے بھی اس سے کنارہ کشی اختیار نہیں کی تو یہ ایسا ہوا کہ گویا ایک کافر طبیب کے قول پر یقین محکم ہے مگر ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول پر یقین کامل نہیں تو ایسے حال میں ایمان کہاں رہا، اس پر یہ گمان کہ ہم اہل ایمان ہیں۔ ؎

خواجہ پندارد کہ مردِ حاصلم حاصل خواجہ بجز پندار نیست

(جناب والا اس گھمنڈ میں ہیں کہ ہم بھی کچھ رکھتے ہیں حال یہ ہے کہ حضرت کی ساری پونجی سوا غرور کے کچھ بھی نہیں)

سُبحان اللہ! پاک ہے اس کی ذات! یہ کیسا وقت ہے جس کا حال ابھی تم نے سُنایہ حال ہم ادبار زدہ لوگوں کا ہے۔ یہ وہی زمانہ ہے جس کے بارے میں پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے سَيَأتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يُصَلُّونَ فِي الْمَسَاجِدِ وَلَيْسَ بَيْنَهُمْ مُسْلِمٌ اس حدیث کے ظاہری معنی یہی ہیں کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ مسجدوں میں نماز تو ادا کرینگے لیکن ان کی جماعت میں ایک بھی مسلمان نہ ہوگا۔ صدقت یا رسول اللہ سچ فرمایا یا رسُول اللہ آپ نے۔ تو ہم لوگوں کو سروں پر خاک ڈالنی چاہیئے اور اپنا ماتم آپ کرنا چاہیئے۔ تو یہ شعر سُنو بیچارے خسرو نے اسی اعتبار سے کہا ہے اُن کی جان پر اللہ کی رحمت ہو۔ ے

خلق گویندم برو زنار بند اے بُت پرست در تن خسرو کدامی رگ کہ آں زنار نیست

(لوگ مجکو کہتے ہیں اے بُت پرست جا، زنار باندھ لے۔ اے خسرو کے جسم میں وہ کون سی رگ ہے جو زنار نہیں ہے)

اس مقام میں ہاتھ، قلم، کاتب، کاغذ سب درماندہ و عاجز ہیں، لیکن مکتوب ختم کرنے کے پہلے اُمید کی راہ نکالی جائے کیونکہ نا اُمیدی جائز نہیں اور وہ یہ کہ حدیث شریف ہے حب الدنیا رأس کل خطیئۃ یعنی ارشاد ہے دُنیا کی محبت ساری بُرائیوں کی جڑ ہے، یہ نہیں فرمایا گیا ہے کہ دنیا کی ملکیت برائیوں کا سرچشمہ ہے۔ اور محبت کی جگہ دل ہے ہاتھ نہیں تو اگر کسی کی ملکیت میں سارا جہان ہو مگر اس کی محبّت اس کے دل میں نہ ہو اور طاعت و عبادت، حسنات وخیرات میں شرع شریف کی رُو سے اسے خرچ کرتا ہے۔ شہوات ولذات وخواہشات نفس کیلئے نہیں کرتا تو اس میں کوئی خوف نہیں ہے۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ سارے عالم کی ملکیت مغرب سے مشرق تک جناب سُلیمان علیہ السلام کو تھی جب اس کی محبّت ان کے دل میں نہیں تھی تو انھیں اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ اور اس حال کے صحیح ہونے کی علامت یہ ہے کہ اس کے نزدیک دنیا کا ہونا اور نہ ہونا دونوں یکساں ہو نہ دنیا کے ہونے اور اس کے پاس رہنے میں اُسے خوشی ہو۔ اور دنیا کے نہ ہونے اور اس کے ضائع ہو جانے سے اُسے ناخوشی ہو۔ اور یہ بہت بڑا کام ہے ہر شخص کے لئے آسان نہیں۔ کتنے بادشاہوں کو یہ دولت نصیب ہوئی ہے اور کس میں یہ قوت رکھی گئی ہے۔ یہی وہ راز ہے جسے کہا ہے۔ ے

محرم دولت نبود ہر سرے　　بار مسیحا نکشد ہر خرے

(ہر دولت مند دولت کا اہل نہیں ہوتا۔ عیسیٰؑ کا بار ہر گدھا نہیں اٹھا سکتا)

اے بھائی! اپنے ہاتھ، زبان، قلم، کاغذ اور اعمال خام و پختہ سے لوگوں کے دلوں کو راحت پہونچانے کا سامان کرو۔ اور ہمیشہ اُمیدوار رہو کیونکہ صبح دولت اچانک نمودار ہوگی۔ جیسا کہ کہا ہے ؎

ملک در دست شبانے می نہد　　منت اُو بر جہانے می نہد

(ملک و بادشاہی ایک چرواہے کے ہاتھ میں دیدیتا ہے اور سارے جہان کو اس کا احسان مند بنا دیتا ہے)

والسلام
خاکسار شرف منیری

❀

مکتوب ۱۱

عشق و محبت میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادرم عزیز شیخ عمر!　　مخصوص بہ دعاء

اے بھائی! جس طرح ظاہر میں نماز روزہ فرض ہے اسی طرح باطن میں عشق و محبت فرض ہے اور عشق و محبت کی خمیرہ اس کا مایہ درد و غم ہے ؎

دم در کشم و جملہ غمت نوش کنم　　تا از پس من بکس نماند غم تو!

(ایک سانس کھینچ لوں اور آپ کا سارا غم گھونٹ جاؤں تاکہ میرے بعد آپ کا غم اور کسی کے لئے باقی نہ رہ جائے)

وہ جو تم نے سنا ہے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متواصل الحزن ودائم الفکر یعنی آپؐ ہمیشہ اندوہگیں اور مستقل فکر مند رہتے تھے، وہ یہی ہے ؎

گدائے بادشاہے را بشوخی دوست میدارد　　نہ بے اومیتواں بودن نہ با او میتواں گفتن

(ایک بھکاری اپنی دلیری سے بادشاہ کے عشق میں مبتلا ہو گیا، مشکل یہ ہے کہ نہ تو اسکا ہمنشین ہو سکتا ہے اور نہ اس سے گفتگو ہی کر سکتا ہے)

اے بھائی! عشق بندہ کو خدا تک پہونچاتا ہے اسی معنی میں عشق کو فرض راہ قرار دیا ہے یہ مان لو اور سمجھ لو کہ زندگی عشق ہی سے ہے گر عشق نہیں تو موت ہے۔ ے

مجنون عشق را دگر امروز حالت است — کاسلام دین لیلی و دیگر ضلالت ست
سعدی بشوئی لوح دل از غیر نقش دوست — علمے کہ راہ حق نہ نماید جہالت است

(عشق کے مجنون کی آج حالت ہی دوسری ہے۔ لیلیٰ کا دین ہی اسکے لئے اسلام ہے باقی سب گمراہی ہے، اے سعدی، دل کے تختہ پر محبوب کے نقش کے سوا جتنے نقوش ہیں سب کو دھو ڈال، ایسا علم جو حق تعالیٰ کے راہ کی رہبری نہ کرے وہ جہالت ہے)

کہا گیا ہے کہ عاشقوں کی دوزخ خداوند تعالیٰ کا عشق ہی ہوتا ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ جو دل جتنا زیادہ سوختہ ہے اتنا ہی زیادہ عزیز ہے۔ ے

خاکے از مردم بماند در جہاں — وز وجود عاشقاں خاکستری

(اس دنیا میں آدمی کے مرنے کے بعد خاک رہ جاتی ہے۔ لیکن عشاق کے وجود سے جہاں میں خاکستر کا ڈھیر ہے)

اسی کو کہا گیا ہے العشق ھو الطریق والرویۃ ھو الجنۃ والفراق ھو النار والعذاب۔
(عشق راہ ہے، محبوب کا دیدار جنت ہے، اور جدائی یعنی دیدار سے محرومی ہی دوزخ اور دوزخ کا عذاب ہے)

پیغامبراں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی میراث سونا چاندی نہیں ان کی جو دولت تھی وہ ان دل جلوں تک پہونچ گئی اور یہ سوختہ دلان اپنی اس سوختگی و سوز و گداز پر نازاں ہیں۔ قطعہ ے

گر عشق ہمی مونس و ہم خانہ ماست — غمہا ہمہ یک جرعۂ پیمانہ ماست
از عقل فراگذر کہ در عالم عشق — آں نیز غلام دل دیوانہ ماست

(اگر عشق ہمارا مونس و ہمخانہ ہے تو سارے جہاں کا غم ہمارے پیمانہ کا ایک گھونٹ ہے۔ عقل و خرد سے آگے بڑھ جا۔ کیونکہ عشق کی دنیا میں عقل و خرد بھی ہمارے دیوانے دل کا غلام ہے)

کہتے ہیں عشق آگ ہے یہ جہاں پہنچتی ہے سب کچھ جلا ڈالتی ہے اور عاشقوں کا دل سچا ہوا آتش کدہ ہے۔ اگر اس آتش کدہ کی ایک چنگاری باہر آجائے تو دونوں جہاں جل بھن کر خاکستر ہو جائے یہی وہ راز ہے جو کہا ہے۔ ے

ہیچ عاشق را ملامت روئے نیست — سوختن او تا قیامت روئے نیست
ہر کہ او یکبار نہ صد بار سوخت — چوں تو آں از بہر او آتش فروخت

(کسی عاشق کے لئے ملامت روا نہیں، اس کے جلنے کے لئے قیامت کا آنا ضروری نہیں، جو ایک بار نہیں سو بار جل چکا ایسے سوختہ کے لئے آگ دہکانے کی ضرورت ہی کیا ہے)

کہا گیا ہے سارے جہاں کو عذاب دوزخ کی آگ سے ہوگا اور دوزخ کی آگ کو عذاب محبان خدا کے دل کی آگ سے کیا جائے گا۔ اور یہ اس مقام کی بات ہے جو ایک بزرگ نے اپنے حالتِ سکر کی مناجات میں کہی۔ الٰہی بکرم خود مرا بگذار کہ در دوزخ گذر کنم تا ہمہ بیگانگاں خلاص یابند۔ (اے میرے اللہ تو اپنے کرم سے مجھے اجازت دے کہ میں دوزخ میں رہا کروں تاکہ تیرے بیگانوں کیلئے وہاں بھی ٹھکانا باقی نہ رہے) ایک عزیز نے کہا ہے۔ ؎

لاجرم دیوانہ را گرچہ خطاست　　ہر چہ میگوید بگستاخی رواست
خیر و شر چوں جملہ آنجا میرود　　گفتۂ دیوانہ زیبا می رود

(یقیناً دیوانہ کی باتیں خطا ہوتی ہیں، لیکن گستاخی میں وہ جو کہہ جاتا ہے جائز ہے جب نیکی و بدی سب اسی کی جانب سے ہے تو دیوانہ کی باتیں بھی پسندیدہ اور اچھی ہوتی ہیں)

اگر دنیا کے سارے دریاؤں کا پانی ان کے باطن کی آگ پر ڈالدیا جائے تو ان دریاؤں کا تمام پانی آگ بن جائے۔ عالم ظاہر کی تمام آگ کو ان کے باطن کی آگ کا ایندھن جانو اسی کو کہا ہے ؎

ہر کہ اُو در عشق چوں آتش نشد　　عیش او در عشق ہرگز خوش نشد

(جو شخص عشق میں آگ ہی آگ نہ ہو گیا ہو، تو عشق میں، عشق کے آرام و آسائش اسے کبھی نصیب ہونگے)

کہتے ہیں کہ ایک بزرگ عالم سُکر یعنی عشق کے نشہ میں کہہ رہے تھے کہ کل قیامت کے دن دوزخ کے در پر کھڑا ہو جاؤں گا اور ایک ایک کو نکال کر بہشت میں بھیجدونگا اسی معنی کو کہا ہے ؎

اے الٰہی چوں شود حشر آشکار　　بر لب دوزخ خوشی گیرم قرار
پس بدست آرم یکے خنجر ز نور　　خلق را میرانم از دوزخ بدور
تا ز دوزخ سر بسر ایمن شوند　　در بہشت جاوداں ساکن شوند

(اے میرے اللہ جب قیامت قایم ہو تو میں دوزخ کے دروازہ پر خوش و خرم کھڑا ہو جاؤں۔ پھر نور کا ایک خنجر لیکر لوگوں کو دوزخ سے نکال کر بھگادوں تاکہ لوگ دوزخ سے مامون ہو کر ہمیشہ جنت میں سُکون سے رہیں)

اے بھائی! اگر ہو سکے تو عشق و محبت کے آگ کی ایک چنگاری آج حاصل کر لو تاکہ یہی سوز اور عشق و محبت کی صفتیں تمہارے ساتھ قبر میں جائیں۔ یوم لاینفع مالٌ ولا بنون الا من

الی اللہ بقلب سلیم ط (جس دن مال و اولاد کوئی نفع نہ پہنچائیگی مگر وہی قلب سلیم ، جو اللہ کے پاس لے کر جائے گا)۔ ؎

گر گور برم از سر گیسوے تو تارے   تا سایہ کند بر سر من روز قیامت

(آپ کے گیسو کے چند تار قبر میں لے جاؤں گا تاکہ قیامت کے دن وہی میرے سر پر سایہ فگن ہو)

اور یہ اُسی وقت تمہیں میسر ہوگا کہ جب تم اپنے دل کو ماسوا اللہ کی محبت سے پاک کرلو۔ اور جو کچھ ہے یعنی اللہ اسی کے ساتھ رہو۔ اگر بہشت ہی اپنے ناز و نعمت کے ساتھ سامنے کیوں نہ آئے۔

مصرعہ ۔ یا خانہ جائے رخت بود یا خیال دوست (گھر میں سامان دنیا ہی رہے یا دوست کی یاد)

تم نے سُنا ہوگا جناب ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دل مُبارک ایک ذرا صاحبزادہ (اسمٰعیل) کی جانب مائل ہوا، خواب میں دیکھا حکم ہوتا ہے بیٹے کو قربان کردو۔ اور جب بیٹے کی محبت دل سے نکال دی، فرمان ہوا مجھے اس چھوٹے سے معصوم بے گناہ کی گردن کاٹنے کا شوق نہیں بلکہ میرا ارادہ تو آپ کے دل سے غیر کی محبت منقطع کرنا تھا۔ اب جب کہ آپ کا دل اپنی جگہ آگیا تو بیٹے کو اب چھوڑ دیجئے ؎

روزاں و شباں نشستہ ام در کارت   با ہر کہ بسازی شکنم بازارت

(میں تو رات دن تیری کارسازی میں لگا ہوا ہوں اگر تو میرے سوا کسی اور سے ساز باز رکھے گا تو تیری ساکھ ختم کردوں گا) —— ہر وہ دل کہ جس میں اللہ کے سوا غیر کا گذر و بسر ہو وہ دل ویران ہے اور ویران گھر جب ہمارے تمہارے ٹھہرنے کے لائق نہیں ہوتا تو حق سبحانہ تعالیٰ کے لائق کیسے ہوسکتا ہے ؟ پلید قدموں سے ہم بادشاہوں کے فرش پر نہیں چلتے تو پلید سر گندہ دل لیکر حق تعالیٰ سے کیسے قریب ہوسکتے ہیں۔ ان اللہ لا ینظر الی صورکم ولا الی اعمالکم ولکن ینظر الی قلوبکم و نیاتکم (اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے اعمال کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دل اور تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہے۔) اس کی بارگاہ میں صورت و اعمال نہیں دیکھے جاتے بلکہ وہ لطیفہ جسے دل کہتے ہیں وہ دیکھا جاتا ہے۔ یہی وہ راز ہے جو کہا ہے ؎

نیست کن ہر چہ راہ و رائے بود   تا دلت خانۂ خدائے بود

(اپنی رائے اور اپنی راہ سب نیست کردے تاکہ تیرا دل خدا کا گھر بن جائے)

کہا گیا ہے کہ جب کوئی شخص طریقت سے آشنا ہوجاتا ہے تو اس کی ظاہری خوشنما پوشاک عبا کی جگہ ہوجاتی ہے۔ ؎

مراد اہل طریقت لباس ظاہر نیست　　کمر بخدمت سلطاں بہ بند و صوفی باش

(اہلِ طریقت کی مُراد لباس ظاہر سے نہیں ہے بادشاہ کی خدمت کیلئے کمر باندھ لو اور صوفی بنجاؤ)

یقین کرو! کہ آدمی کے دل کا آج جس چیز کے ساتھ لگاؤ ہے موت کے بعد وہی چیز اسکے آگے آئے گی چنانچہ اگر کسی کا دل دُنیا میں لگا ہوا تھا اور اس کا مطلوب و مقصود دُنیا ہی تھا تو موت کے بعد دنیا کو مکروہ صورت میں اس کے سامنے لا کھڑا کریں گے اور اگر کسی کا دل حور و قصور، شراب طہور میں لگا ہوا تھا تو بہشت کو آراستہ کر کے اس کے سامنے لائینگے اور اگر کسی کا دل یہاں اللہ تعالیٰ سے وابستہ اور متعلق رہا ہے اور اس کا مقصود و مطلوب حق سبحانہ تعالیٰ ہی تھا تو موت کے بعد اللہ تعالیٰ اور بندہ کے درمیان جو حجاب ہے وہ اُٹھا دیں گے اور جمال باکمال حق سُبحانہ تعالیٰ کی تجلی اس پر ہوگی ؎

دین ما رُوئے جمال آں بت جانانہ ایست　　کفرما از ابرُو و زلفِ سیہ کلنہ ایست

از جمال خد و خالش عقل ما دیوانہ ایست　　وز شراب عشقش ایں ہر دو یکے پیمانہ ایست

رُوح ما چوں آن بُت و قلب ما بتخانہ ایست　　ہر کراملت نہ اینست اُو زما بیگانہ ایست

(ہمارا دین اس محبوب معشوق کے رُخ کا جمال ہے۔ اور ہمارا کفر اُس کی سیاہ بھویں اور معشوقانہ کالی زلف ہے۔ اس کے خد و خال کے حُسن سے ہماری عقل دیوانہ ہے اور یہ خد و خال دونوں ہی اس کے عشق کی شراب کا پیمانہ ہے جبکہ ہماری روح و جان وہی بُت ہے تو ہمارا دل بھی ہمارا بت خانہ ہے۔ جس کا یہ دین نہیں وہ ہم سے بیگانہ ہے)

یہ اشعار اور اس جیسے اور دوسرے اشعار ان دیوانوں کے دل کے نوحے ہیں، غافلوں اور عاقلوں کو تو یہ دیوانوں کی بڑ اور ہزلیات ہی معلوم ہوں گے۔ مگر جسے ان دیوانوں کے عالم دیوانگی سے حصہ ملا ہے وہی اس کے لطف و مزے کو جانتے ہیں۔ چنانچہ کہا ہے۔ ؎

ہر کرا زیں ذرہ آتش باشدت　　نوحہ دیوانگاں خوشش باشدت

زانکہ کار جملہ شاں دلدادہ گیست　　سرنگوں ساری و کار افتادگی است

(جس کسی کو اس آگ کی ایک چنگاری بھی مل گئی ہے ان دیوانوں کے اس نوحہ میں اسے ذوق ملتا ہے یہ اس لئے کہ ان کا کام ہی دل فدا کرنا ہے اور خود رسوا و خوار ہونا ہے۔)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فمنهم ظالم لنفسه ومنهم سابق بالخيرات ط اس آیۃ کریمہ کی تفسیر میں آدمیوں کی تین قسم بتائی گئی ہے۔ کہا گیا ہے۔ ایک ظالم یعنی گنہگار، دوسرا مقتصد درمیانی۔ تیسرے سابق بالخیرات۔ اس تیسرے قسم کے لوگ درجہ میں بڑے اور سب سے آگے ہیں۔

اپنی جان پر ظلم کرنے والے وہ لوگ ہیں جو خدا کی عبادت تو کرتے ہیں لیکن ان کا مقصود و مطلوب دنیا ہوتا ہے۔ اور درمیانی درجہ کے وہ لوگ ہیں جو خدا کی عبادت حور و قصور کی طلب و مقصد سے کرتے ہیں۔ تیسرے قسم کے وہ لوگ سابق بالخیرات، درجہ میں سب سے آگے اور بڑھے ہوئے ہیں کیونکہ وہ جو خدا کی عبادت کرتے ہیں ان کا مقصود و مطلوب ذات پاک حق سبحانہ ہی ہوتا ہے اور کچھ نہیں۔ وہ جو تم نے سُنا ہے کہ مردانِ خدا اور ہی لوگ ہوتے ہیں اور مردان خدا کا دین بھی دوسرا ہی ہوتا ہے۔ جس نے کہا ہے خوب کہا ہے۔ ؎ رُباعی۔

عالم شہ را و خسرو و خاقان را تسبیح فرشتہ را و صفا انسان را
دوزخ بدرا بہشت مر نیکان را جانان مارا و جانِ من جانان را

(جہاں بادشاہ کے لئے اور خسرو خاقان کیلئے، تسبیح فرشتوں کے لئے صفا انسان کے لئے۔ دوزخ بُروں کے لئے بہشت نیکوں کے لئے۔ معشوق ہمارے لئے اور ہماری جان معشوق کیلئے)

والسلام
شرف منیری

مکتوب ۱۲

وصول الی اللہ، اللہ تک رسائی میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

درویش عزیز شیخ عمر! شرف منیری کی جانب سے سلام و دعا، مطالعہ کریں۔

اے بھائی! بزرگوں کا قول ہے خدا تک پہنچنا بہت آسان اور بہت مشکل ہے۔ اگر کوئی دنیا کی محبت ترک کردے اور اپنے کھانے پہننے کا غم، بیوی بال بچوں کے کھانے کپڑے کا غم دل سے نکال دے اور اس طلب میں اُسے صدق و خلوص بھی بدرجہ کمال حاصل ہو۔ ایسے شخص کیلئے خدا تک پہنچنا آسان ہے۔

یہ شعر اسی معنی میں ہے ؎

عاشق جاں سوز خواہد سوز عشق روز محشر شب شود در روز عشق!
عشق بر معشوق چشم افتادن است ــــــــ بعد ازاں از بے دلی جاں دادن است

(جان کو بھٹی میں جھونکنے والا عاشق سوزِ عشق کا طلبگار ہے اسکے عشق کے آفتاب کے تابش کے آگے قیامت کا تپتا ہوا دن، رات بن جائے۔ معشوق پر نگاہ پڑجانا ہی عشق ہے، پھر دل کی بازی ہار جانے کے بعد جان کی بازی ہار جانا ہے)

اور جس کسی کے دل میں دُنیا کی محبت گھر کرگئی ہو، اور اسے کھانے کپڑے کا غم لگا ہوا ہو طلب میں صدق و اخلاص بھی کامل نہ ہو تو ایسے شخص کیلئے خدا تک پہنچنا مشکل اور بہت مشکل ہے اسی کو کہا ہے ؎

مصلحت اندیش نبود مردِ عشق　　بے قراری خواہد از تو دردِ عشق
عاشقاں را نیست با اندیشہ کار　　مصلحت اندیشہ باشد پیشہ کار

(عشق کے مرد مصلحت اندیش نہیں ہوتے، عشق کا درد تم سے بے تابی کا تقاضہ کرتا ہے۔ عاشقوں کو سوچ و فکر سے کیا کام، مصلحت ملحوظ رکھنے والے روزگار پیشہ ہوا کرتے ہیں)

ایک بزرگ کے پاس ہر روز صبح صبح شیطان آیا کرتا اور کہتا آج کھاؤ گے کیا؟ وہ کہتے موت کا جام پی لوں گا۔ اور جب یہ کہتا کیا پہنو گے؟ تو کہتے کفن پہنوں گا۔ اور جب یہ کہتا رہو گے کہاں؟ جواب دیتے قبر میں رہوں گا۔ آخر نا اُمید ہو کر واپس ہو جاتا۔ اسی کو کہا ہے ؎

مَیندیش ازیں حدیث در پوش کفن　　مردانہ دو دست خویش آنگاہ بزن

(اس کی باتوں کو مت سوچ کفن پہن لے۔ اور مردانہ وار دونوں ہاتھوں سے اسے طمانچہ لگا)

حق سُبحانہٗ تعالیٰ کے طالب کو چاہیئے کہ اپنے کھانے کا سامان موت کے پیالے کو جانے، اپنی پوشاک کفن کو مان لے۔ اور اپنی قرار گاہ قبر کو سمجھ لے تاکہ اپنے اصل کام کا غم کھا سکے اور مسلسل حق سُبحانہٗ تعالیٰ کے ذکر و فکر میں مشغول ہو سکے جب ایسا ہو جائیگا تو اور کوئی دوسرا غم اسکے دل کو خراب نہ کر سکے گا۔ اور جس دل میں　دوسرے کے غم نے گھر کر لیا ہو وہ دل تباہ و برباد ہے لیس علی الخراب خراج (بنجر زمین شاہی خراج کے لائق نہیں ہوتی)

کہا گیا ہے کہ خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گئے اور توبہ کی، مُرید ہوئے۔ گھر آئے پہلے دن دُنیا ترک کردی　دوسرے روز عقبیٰ، تیسرے دن خدا تک پہونچ گئے ____ چوتھے دن کسی نے پوچھا، خدا تک کب پہونچے؟ فرمایا گذشتہ کل کے دن۔ پھر سوال کیا کیسے؟ کہا پہلے دن جب میں نے توبہ کی تو اپنے سر سے دُنیا کا خیال

نکال دیا۔ دوسرے دن اپنے سر سے آخرت کو بھی نکال دیا۔ اس کے بعد کوئی حجاب باقی نہیں رہا۔ کل کے دن خدا تک رسائی ہو گئی۔ اسی کو کہا ہے ؎

تا بود یک ذرہ ہستی درمیاں   بر کناری از صفات صوفیاں
تا بود یک ذرہ ہستی بجائے   کفر باشد گر نہم در عشق پائے

(جبتک کسی کے ہستی کا ایک ذرہ بھی باقی ہے وہ صوفیوں کی صفات سے بہت دُور ہے۔ جبتک اپنے وجود کا ایک ذرہ بھی دل میں ہے۔ اس حال میں اگر عشق میں قدم رکھوں تو وہ کفر ہے)

اے بھائی! جس دل میں یہ درد اور یہ طلب داخل ہوا، اس دل سے ہر قسم کے درد اور ہر طرح کی خواہشیں رُخصت ہو جاتی ہیں تو لازماً قلب المؤمن بیت اللہ۔ (مومن کا دل اللہ کا گھر بن جاتا ہے) شرک کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ مصرعہ : آنجا کہ سلطاں خیمہ زد غوغا نماند عام را (جہاں بادشاہ کا خیمہ لگتا ہے وہاں عوام کا شور و ہنگامہ بند ہو جاتا ہے) ان الملوك اذا دخلوا قرية افسدوها وجعلوا اعزة اهلها اذلة۔ (بادشاہ جب کسی قریہ میں داخل ہوتا ہے تو اسے درہم برہم کر دیتا ہے اور وہاں کے عزّت داروں کو ذلیل و خوار کرتا ہے) ایسے ہی اہل طلب کو یہ شعر کہنے کا حق حاصل ہے۔

محراب جہاں جمال رخسارۂ ماست   سلطان جہاں در دل بیچارۂ ماست

(عالم کا بالاخانہ ہمارے رُخسار کا حُسن ہے۔ سارے جہاں کا بادشاہ ہمارے غریب دل میں ہے)

اے دیکھئے ــــــ کس خوش قسمت کے دل میں یہ دردِ طلب جاگزیں ہوتا ہے۔ خواجہ عطار فرماتے ہیں ؎

ذرۂ دردِ خدا در دل ترا   بہتر از ہر دو جہاں حاصل ترا
کفر کافر را و دیں دیندار را   ذرۂ دردت دلِ عطار را

(حق تعالیٰ کی طلب کا درد اگر ایک ذرہ برابر تیرے دل میں ہو تو یہ تیری پونجی دونوں جہاں کے سرمایہ سے بہتر ہے۔ کفر کافروں کو، دین دینداروں کو، عطار کے دل کو تو اپنے درد کا ایک ذرّہ ہی دے دے)

اور اسی کو کسی نے کہا ہے۔ ؎

صوفی شوم و خرقہ کنم فیروزہ   ورد ے سازم درد ترا ہر روزہ
زنبیل بدست دلِ دیوانہ دہم   تا از درِ تو درد کند دریوزہ

(صوفی بن جاؤں فیروزی خرقہ پہن لوں اور روزانہ آپ کے درد کا ورد کیا کروں۔ اس دیوانے دل کے ہاتھ میں بھیک کا توبڑا دیدوں تاکہ آپ کے دروازہ سے درد کی بھیک مانگ کر لایا کرے)

اے بھائی! اقبال مندوں کے لئے سعادت کے سارے شرائط و اسباب موجود ہوتے ہیں، اور تمام بدبختوں کے لئے شقاوت (بدبختی) کے اسباب و شرائط موجود ہوتے ہیں۔ اقبال والوں کی راہ میں ایک تنکا بھی حائل نہیں ہوتا اور رادیار والوں کی راہ میں سیکڑوں پہاڑ آکھڑے ہوتے ہیں۔ کیا کہا جاسکتا ہے؟ کل میسر لما خلق له۔ (جو جس کام کے لئے پیدا ہوا ہے وہی کام اسکے لئے آسان ہوجاتا ہے) اگر کوئی کہے دونوں ہی بندہ ہونے میں برابر ہیں۔ پھر یہ فرق کہاں سے پیدا ہوا؟ بتاؤ۔ اس بارے میں علماء کے علوم، عُقلا کی عقلیں گم ہیں تو جواب کون دے ؎

بیروں ز تحیر اے پسر چیست بگو واقف شدہ بر کار جہاں کیست بگو

(اے عزیز! بتاؤ اس تحیر، اچنبھے سے باہر کیا۔ بولو! اسکے کارخانۂ عالم سے آگاہ کون ہے؟)

وہ خوب جانتا ہے کہ سعادت کس کے نصیب میں ہے اور شقاوت کس کے اندر ہے۔ اللہ اعلم حیث یجعل رسالته۔ ؎

با دم نکند غلط شماری کہ کند جورے نکند در اختیاری کہ کند

(میری سانس کی کوئی غلط شماری نہیں کی جاتی۔ اور کوئی ظلم نہیں کیا جاتا بلکہ اختیار بھی دیا جاتا ہے)

یہی وہ خواجہ فضیل عیاض ہیں جو راہ زنی میں مشغول رہا کرتے، خطاب ہوتا ہے۔ اے فضیل! تم یہاں آجاؤ کیونکہ تم میرے خاصان میں سے ہو۔ بلعم باعور جو سو سال سے عبادت کا مصلا بچھائے بیٹھا تھا اُسے حکم ہوتا ہے میرے سامنے سے دُور ہوجا۔ کیونکہ تو میرا راندہ ہوا ہے اور حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ کو بُت کے سامنے سے پکڑ لاتا ہے اور سو ہزار دولت و نعمت ان کے قدم پر نثار کردیتا ہے۔ معلم الملکوت کو جو سات سو ہزار سال سے ان کے در پر معتکف تھا وہاں سے نکال کر راندۂ درگاہ کردیتا ہے إن علیك لعنتی (تجھ پر میری لعنت ہے) کا داغ اس کی پیشانی پر لگادیا جاتا ہے کس کا کلیجہ ہے کہ وہ کہے ایسا کیوں اور ویسا کیوں نہیں مدّت ہوئی ڈنکا پیٹ دیا گیا فعال لما یرید (جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے) کی مہر سکوت سارے جہاں کے مُنہ پر لگادی گئی ہے۔

اسی کو کہا ہے ؎

ایں شہر ملکست من دراں خود میرم تا خود زنم و خود کشم و خود گیرم

(یہ میرا اپنا ملک ہے میں اس ملک کا مالک مطلق ہوں، میں خود وار کرتا ہوں خود قاتل ہوں اور خود گرفتار بھی کرتا ہوں)

لانه مالك المطلق فله التصرف المطلق جب وہ مالک مطلق ہے تو تصرف کا حق بھی پورا پورا

اسی کو ہے۔ ؎

مزن دم چوں نۂ درخورد ایں راز　　تن اندر دہ و توھم باوقت می ساز

قبائے راز بر بالائے جاں نیست　　کہ جاں را از چنیں رازے نشاں نیست

دریں دریاست دُرہائے نہانی!　　کہ می داند بگو تا تو بدانی !!!

(دیکھو ساکت رہو، جب تم اس راز کے لائق نہیں ہو، پس خود کو ڈال دو اور وقت کے ساتھ گذارا کرتے رہو۔ اسرار کی قبا جان کے اوپر نہیں ہے۔ کیونکہ یہ وہ راز ہے کہ خود جان کو بھی اس کی خبر نہیں ہے اس سمندر میں پوشیدہ موتیوں کا انبار ہے۔ بتاؤ! اسے کون جانتا ہے جو تم جان لوگے)

ہاں تو اس پر اعتقاد رکھو اور بندگی کرتے رہو کیونکہ بندہ کے لئے سرداری محال ہے یہی وہ راز ہے جو کہا ہے ؎

بندہ آں بہتر کہ بر فرماں رود　　کز خداوند آنچہ خواھد آں رود

(بہترین بندہ وہ ہے جو اس کے احکام پر چلتا رہے اور اپنے مالک کے تقاضہ کو پورا کرتا رہے)

خواجہ عثمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص یہ قیاس کرے کہ اس ذریعے سے اس راہ کی کچھ چیز اس پر کھل جائے گی یا یہ گماں کرے کہ مجاہدہ و بندگی کو لازم کر لینے سے عالم اسرار سے کچھ اس پر منکشف ہو جائے گا تو وہ غلطی پر ہے۔ **رباعی** ؎

جاں باز کہ وصل او بدستاں ندہند　　شیراز قدح شرع بمستاں ندہند

آنجا کہ بہم بادہ بنوشند مرداں　　یک جرعۂ ازاں بخود پرستاں ندہند

(جان پر کھیل جا کہ وصل جانبازوں کے سوا ہوشیاروں کو نہیں دیتے ہیں۔ شرع کے جام سے مستوں کو دودھ نہیں پلاتے ہیں مردانِ راہ اکٹھے ہو کر جہاں عشق کی شراب پیتے ہیں اس میخانہ سے ایک چلو بھی خود پرستوں کو نہیں دیتے ہیں)

خواجہ ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی نقل ہے آپنے فرمایا کوئی شخص اس وقت تک مردوں کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک یہ چھ گھاٹیاں طے نہ کر لے اوّل یہ کہ آسان طلبی کا دروازہ اپنے اوپر بند کر لے اور سختی و مشقت کا دروازہ کھول لے۔ دوسرے عزت کا دروازہ خود پر بند کر لے اور ذلت و رسوائی کا در کھول لے۔ تیسرے آرام و آسائش کا در خود پر بند کر لے اور غم و رنج کا در کھول لے، چوتھے نیند خود پر حرام کرے اور ہمیشہ بیدار رہے، پانچویں دولت مندی کا در اپنے اوپر بند کر لے فقر کا دروازہ کھول لے۔ چھٹے زیست کی اُمید کا دروازہ بند کر لے اور ہمیشہ موت کیلئے

آمادہ و مستعد رہے۔ اسی راز کو کسی نے کہا ہے۔ ؎

جانے دارم کہ بارِ عشق تو کشد تا در سرِ کارت نشود نگریزم

(میں وہ جان رکھتا ہوں کہ جو آپ کے عشق کا بار اٹھاتا ہے۔ جب تک یہ جان آپ کے کام نہ آجائے اس وقت تک قدم پیچھے نہیں ہٹا سکتا ہوں)

دُنیا کا غم آخرت کی بے غمی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ من احب الدرھم لایحب الاخرۃ۔ (جس نے روپیہ پیسہ کو محبوب رکھا اسے آخرت کی محبت نہیں ہوگی) اور یہ جو کہا گیا ہے الدنیا دارالمرضیٰ والناس فیھا مجانین وللمجانین فی دارالشفاء الغل والقید۔ (دنیا بیماروں کا گھر ہے دنیا والے پاگل ہیں اور پاگلوں کو شفاخانہ میں قید اور بیڑیاں دی جاتی ہیں) تو یہ صحیح ہے کہ ہماری نفسانی خواہش ہمارے لئے بیڑی ہے اور ہمارے گناہ ہمارے لئے قید ہیں۔ اصحاب بصیرت کہتے ہیں مال کی محبت "دیدۂ دل" کا اندھاپن ہے اور جاہ و مرتبہ کی محبت "دیدۂ اسرار" کی نابینائی ہے۔ جب دل نابینا ہوا تو آخرت کے احوال اس سے پوشیدہ ہو گئے اور جب سرّ نابینا ہوا تو حقیقتِ حق سبحانہ تعالیٰ اس سے پوشیدہ ہو گئی۔ ازلی بدبختی کا کیا علاج۔ رباعی ؎

بدبختی را گرہ کشودن نتواں کہ احوال بہر کسے نمودن نتواں!
گر چرخ فلک بہرۂ ما غم کارد شادی بہمہ حال درُودن نتواں

(کسی کی بدبختی کی گرہ کھولی نہیں جاسکتی، ہر شخص پر حقیقت کے احوال کھولے نہیں جاسکتے۔ آسمان اگر ہمارے لیے غم کا بیج بوتا ہے تو کسی حال میں بھی ہم اس سے خوشی کے پھل کاٹ نہیں سکتے)

میری تحریروں میں سے جو کچھ آں برادر تک پہنچی ہے اُسے ہمیشہ مطالعہ میں رکھیں، دل کی پوری حاضری کے ساتھ عادت کے طور پر نہیں جیسے افسانے اور قصّے پڑھے جاتے ہیں۔ اگر تنہائی میں ہو تو بہتر ہے۔

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ جب ایسا زمانہ آجائے کہ یہ بزرگان نہ ملیں تو کیا کروں؟ انھوں نے فرمایا ان کی کتابوں سے ایک جزو بھی روزانہ پڑھ لیا کرو۔ یقیناً جب آفتاب غروب ہو جاتا ہے تو روشنی چراغ سے لی جاتی ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

از بخت بدم اگر فرو شد خورشید از نور رخت مہا چراغ گیرم

(اگر میری بدنصیبی سے آفتاب غروب ہوگیا تو اے میرے چاند سے محبوب میں کیوں آپ کے رُخ سے روشنی نہ لوں)

جیساکہ کہا ہے القلم احد اللسانین (قلم بھی زبانوں میں سے ایک زبان ہے) تو جو کچھ ان بزرگوں کی زبانِ قلم سے سُنتے ہیں گویا ان کی زبان سے سُنتے ہیں اور جو کچھ ان کی زبان سے سُنتے ہیں گویا اُنکے دل سے نکلی ہوئی بات سُنی جاتی ہے اس لیے قلم کے فرمان پر حکم زبان کے بیان کا ہوگا اور زبان کے بیان پر دل کے بیان کا حکم ہوگا اور ان بزرگوں کا دل حق تعالیٰ سے حق تعالیٰ کا کلام سُنتا ہے تو گویا ان کے دل سے نکلی ہوئی باتیں کلام حق سبحانہٗ تعالیٰ ہوئیں تو یقیناً جس نے ان کے قلم سے نکلی ہوئی عبارت کی اطاعت کی وہ ان کی زبان سے نکلی ہوئی باتوں کا مُطیع ہے اور جو زبان کا مُطیع ہے وہ دل کی عبارت کی اطاعت کرنے والا ہے اور جو دل کی اطاعت کرنے والا ہے وہ حق سُبحانہٗ تعالیٰ کا مُطیع ہے ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ (جس نے رسُول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی) رسُول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ایک ہوئی۔ غور کرو ان اشعار میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ؎

واسطہ ایں قوم را برخاست است — قول ایشاں لاجرم بس راست است

چوں نمی بینند غیرے در مجاز — جملہ زو شنوند و زو گویند باز!

(جب اس قوم کیلئے سارے واسطے اُٹھ گئے تو لازماً ان کا فرمودہ صحیح و درست ہے۔ وہ جب عالم مجاز میں غیر اللہ کو نہیں دیکھتے تو جو کچھ اس وحدہٗ لاشریک سے سُنتے ہیں اسی کو بیان کر دیتے ہیں)

اور وہ جو کہا گیا ہے کہ خداوند تعالیٰ کے ارادہ (ذات) کو پیر کے آئینہ میں دیکھنا ہوتا ہے۔ وہ یہی ہے۔ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خدا کو حضور مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان پاک میں دیکھا، معرفت کے معنی ہیں۔ اور اوامر و نہی کی معرفت حق تعالیٰ سے آپ کے دل مُبارک کو پہونچی تو حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان پاک حضرت اُبوبکر صدیق کے لئے آئینہ تھی۔ خدا کو اس آئینہ میں دیکھا (اسی طرح پیر کا دِل مُرید کیلئے آئینہ ہے) اس معنی کے اعتبار سے اگر کوئی اعتراض کرے کہ اس تقریر سے تو لازم آتا ہے کہ خدا پیر کی جان کے اندر ہے؟ تعالی اللہ عن ذلک علواً کبیرا۔

اے بھائی! اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ میں نے خود کو آئینہ میں دیکھا۔ کیا اس کے یہ کہنے سے لازم آتا ہے کہ وہ آئینہ کے اندر تھا اسی سے سمجھنا چاہئے یہاں بھی یہ لازم نہیں آتا صانع اپنی صنعت کے اندر ہوتا ہے لیکن جیساکہ صنعت بغیر صانع کے محال ہوتا ہے تو جس نے کسی صنعت میں نگاہ کی تو اس نے یہ جان لیا کہ اس کا کوئی بنانے والا ہے اور اس کا یہی جاننا صنعت میں صانع کا دیکھنا ہے۔ جیساکہ کہا ہے۔ مصرعہ۔ درہر چہ نگہ کنم ترا می بینم۔

میں جس چیز کو دیکھتا ہوں تجھی کو دیکھتا ہوں۔ اسی طرح بلافرق پیر کی جان پاک میں مُرید کا خداوند تعالیٰ کو دیکھنا ہے المؤمن مراۃ المؤمن (ایک مومن حقیقی دوسرے مومن کا آئینہ ہے) کا اشارہ اسی طرف ہے اگر کوئی یہ چاہتا ہے کہ خود کو دیکھے کہ وہ مومن ہے یا کافر، منافق ہے یا مخلص، تو اس سے کہو کہ وہ مردان کامل کے آئینہ کمال میں دیکھے کہ وہ کیا ہے؟ لیکن اس کے لئے چشم بینا چاہئے۔ اندھے کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ آئینہ میں اپنے اندھے پن کو دیکھے۔ اس کے لئے حضرت عُمر خطاب رضی اللہ عنہ کی طرح دیدہ ور ہونا چاہئے کہ حضرت اُبوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آئینہ میں اپنی کمی کا معائنہ فرمایا۔ ابوجہل جو نپٹ اندھا تھا اُبوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آئینہ سے اُسے کیا فائدہ پہنچتا۔

آہ، آج یہ غم کسے دامنگیر ہے؟ دریا میں مچھلیاں، ہوا میں پرندے۔ ہمارے تمہارے حال گریہ کناں ہیں۔ آج ہی اپنے حال پر نوحہ وگریہ کر لینا چاہئے کہ کسی اور کو ہمارے تمہارے مرنے کا غم نہ رہے۔ اموات غیر احیاء بل لا یشعرون ط (یہ دیکھنے میں زندہ نظر آتے ہیں درحقیقت یہ مُردہ ہیں اور ان میں کوئی شعور نہیں) ہماری یہ صفت ہو چکی ھے۔
ہم لوگوں سے یہ بھی محال ہی نظر آتا ہے (کہ ان کے کلمات سے بہرہ ور ہوں) ؎

من جملہ کتاب شاں زبر می خوانم　　　خواہم کہ در ایشاں برسم نتوانم

(میں ان بزرگوں کی ساری کتابیں پڑھ جاتا ہوں چاہتا ہوں کہ اس کے مغز تک پہنچوں لیکن رسائی نہیں ہوتی)

والسلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۱۲

صحبت کا اثر، اور ظاہری و باطنی ولادت میں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شیخ عمر! شرف منیری کیجانب سے خصوصی دُعا

اے بھائی! بہت قبل یہ کہا جا چکا ہے۔ ؎

صحبت نیکاں زجہاں دور گشت   خوان عسل خانہ زنبور گشت

(اچھوں کی صحبت دنیا سے بہت دور ہو چکی، شہد کا چھتا برنوں کا گھر ہو گیا)

اگرچہ ہم بید ولتوں کا زمانہ ایسا ہی ہے لیکن جب کہ اس گروہ صوفیا کے اخلاق و اوصاف کا حصول جو ولادتِ معنوی ہے اور آج یہ ان کی تقلید کے بغیر دشوار ہے۔ اور وہ جو کہتے ہیں مُرید پیر کا فرزند ہوتا ہے یہ اسی اوصاف و اخلاق کی رو سے کہا جاتا ہے ظاہر و صورت کے اعتبار سے نہیں۔ اور یہ ولادت اس گروہ صوفیا کی خدمت و صحبت کے بغیر حاصل نہیں ہوتی اور صفت کی یہ نسبت جو ولادتِ ثانوی ہے ان پر ثابت نہیں ہوتی تو جہاں تک ممکن ہو اس کے حصول میں کوشش کرنی چاہیئے المرء علی دین خلیله (ہر آدمی اپنے محبوب کے دین پر ہوتا ہے) وقت کا اہم تقاضا ہے اور آدمی کے اپنے محبوب کے دین پر ہونے کا اشارہ صحبت ہی کی جانب ہے۔ اگرچہ کوئی شخص کتنا ہی بُرا کیوں نہ ہوا ور اسے اچھے لوگوں کی صحبت حاصل ہے تو وہ بھی نیک و اچھا ہو جاتا ہے۔ اور کوئی کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو، بُروں کی صحبت اختیار کرتا ہے تو وہ نیک صفت آدمی بُرا ہی بن جاتا ہے۔ اَلصُّحۡبَةُ تُوَثِّرُ (صحبت اثر کر جاتی ہے) یہ بالکل سچ ہے۔ ؎

با بداں کم نشیں کہ در مانی   خو پذیر است نفس انسانی

صحبت نیک را ز دست مدہ   کہ مہ و بہہ شوی زصحبت بہہ

صحبت باغہا بفصل بہار — بادرا ہر زماں کند عطار
روغن کنجدی کہ بودش عام — شد زگلہا عزیز و نیکو نام

(بروں کی صحبت میں نہ بیٹھو ورنہ تم بھی برے ہوجاؤ گے۔ انسان کی جان خصلتوں کو قبول کرنے والی ہوتی ہے۔ دیکھو، اچھی صحبتوں کو ہاتھ سے جانے نہ دو، اس لیے کہ اچھوں کی صحبت میں رہ کر تم بھی چاند کی طرح اچھے بن کر چمکوگے۔ باغیچوں کی صحبت فصل بہار میں ہوا کو عطر بیز بنادیتی ہے۔ تل کا تیل جو معمولی ہوتا ہے پھولوں کی صحبت کی وجہ سے پسندیدہ، قیمتی اور نیک نام ہوجاتا ہے۔)

اور خواجہ سعدیؒ کے اشعار ہیں۔ ؎

گلے خوشبوئے در حمام روزے — رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عنبری — کہ از بوئے دل آویز تو مستم
بگفتا من گلِ ناچیز بودم — ولیکن مدتے با گل نشستم
جمال ہمنشیں در من اثر کرد — وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

(ایک دن حمام میں کچھ خوشبودار مٹی پیارے محبوب کے ہاتھ سے مجھے ملی، میں نے اس مٹی سے پوچھا تو زعفرانی ہے یا مشکی ہے؟ کہ تیری اس دل آویز خوشبو سے میں مست ہو رہا ہوں۔ اس نے کہا میں ایک ناچیز مٹی تھی لیکن مدت تک پھولوں کے ساتھ رہی ہوں، میرے ہمنشیں کی خوبیوں نے مجھ میں اثر کرلیا ہے، ورنہ میں تو وہی مٹی ہوں جو پہلے تھی۔)

اسی مقام کی بات ہے جو کہتے ہیں کہ صاحب استعداد طالب کو کسی مرد کامل کی ایک روز کی صحبت اگر میسر ہوجائے تو یہ ایک روز کی صحبت وہ کر دیتی ہے جو چالیس یا پچاس سال کی ریاضت و مجاہدے سے ہوا کرتا ہے۔ یہی وہ راز ہے جو کہا ہے۔ ؎

محجوب شدی زصحبت خود — اے دوست برو قلندری شو

(اپنی صحبت ہی کی وجہ سے تو حجاب میں ہوگیا ہے۔ اے دوست جا اور قلندر ہوجا۔)

لامحالہ ان بزرگوں کی صحبت کے بغیر مرید و طالب کی ہلاکت ہے الشیطان مع الواحد (اکیلے رہنے والے کے ساتھ شیطان لگ جاتا ہے) اور جہاں دو شخص ہوتے ہیں وہاں سے وہ دور

بھاگتا ہے۔ مشائخ طریقت اسی سبب سے مریدوں کو ہمیشہ صحبت کی تاکید فرماتے رہتے ہیں۔ صحبت کا اثر کسی صاحب عقل سے پوشیدہ نہیں ہے۔ باز (جو ایک شکاری پرندہ ہے) آدمی کی صحبت سے دانا ہوجاتا ہے۔ اور طوطی آدمی کے سکھانے سے بولنے لگتا ہے۔ گھوڑا آدمی کی تعلیمی کاوش سے بہیمی صفات سے آدمی کے عادات اختیار کرلیتا ہے۔ اور ایسا چوپایہ جو جفت نہیں ہوتا اُسے کچھ روز جفت ہونے والے چوپایہ کے ساتھ باندھ دیں تو وہ سدھ ہوجاتا ہے اور جفتی ہونے لگتا ہے۔ یہ سب صحبت ہی کے اثر سے ہے۔ صحبت میں بڑی تاثیر ہے اور بہت زبردست قوت ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

اسپ توسن زاسپ ساکن رگ گشت ہیچو اگر نہ شد ہم تگ

(سرکش گھوڑا پرسکون گھوڑے کے ساتھ رہ کر نیک ہوجاتا ہے اگرچہ رفتار میں اس کا ہم پلہ نہیں ہوتا)

چنانچہ کہتے ہیں اگر کسی مردار کو نمک کے ڈھیر میں ڈالدو تو وہ آہستہ آہستہ کچھ دن میں نمک ہوجاتا ہے پھر اسے نمک ہی کہا جائے گا۔ تو کیا کہتے ہو ان بزرگوں کے بارے میں جن کی نگاہ دوا ہو اور جن کی باتیں مرض کے لئے شفا ہوں۔ اور خدا ہی سے بولنے والے اور خدا ہی سے خاموش رہنے والے ہوں۔ تمام عادات وخصائل کو تَخَلَّقُوا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ سے آراستہ کئے ہوئے ہوں اور شیطان ونفس کے دست رس سے باہر اور آزاد ہوچکے ہوں۔ ان کے اسرار و رموز مقام اسرار الٰہی ہوگئے ہوں سلطان الانبیاءَ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں علماء امتی کانبیاءِ بنی اسرائیلَ (میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں) کی مثال خلق اللہ کی دعوت کے سجادہ پر فائز ہوں۔ ایسے لوگوں کی صحبت تمہیں کیا سے کیا بنادے گی۔ اگر مردہ ہو تو زندہ کردیگی، اگر شیطان ہو تو فرشتہ بنادے گی، اگر تانبہ ولوہا ہو تو سونا میں تبدیل کردے گی، اور اگر مرد زندہ ہو تو تمہیں سارے جہاں کے لئے اکسیر بنادے گی اور اگر تم اسفل السّافلین میں گر چکے ہو تو اعلیٰ علیین پر پہنچا دے گی۔ اسی کو کہا ہے ؎

گرد توحید گرد باتفرید چہ کنی صحبت کہ آن تقلید

(ایسی صحبت کو کیا کرنا جو صرف تقلید ہی تقلید ہو توحید کے گرد چکر لگاؤ کسی صاحب تفرید کے ساتھ)

ذرا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی طرف دیکھو یہ سب کے سب بتخانہ میں بتوں کے آگے سجدہ ریز تھے گمراہی کے صحرا میں گرے پڑے تھے یکا یک سلطان الانبیاء والاولیاء کی صحبت پاک کا آفتابِ جہاں تاب عالم پر طلوع ہوا اور وہ سب کے سب دین اسلام کے آسمان کے درخشاں ستارے بن گئے سارے جہان کے مخلوق کی ہدایت ان کی اقتدار کے ساتھ وابستہ ہوگئی سارے عالم میں ان کی اس دولتِ عظمیٰ اَصْحَابِی کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِہْتَدَیْتُمْ

(میرے صحابی ستاروں کے مانند ہیں ان میں سے جن کی پیروی کروگے ہدایت پانے والوں میں ہوگے۔)

کا نقارہ بجادیا گیا۔

سبحان اللہ! کہاں تھے کہاں پہنچ گئے صحبت کی کیا ہی اعلیٰ کیمیا گری ہے اسی سے خوب جان لو کہ یہ تمام نعمت و دولت اس گروہ صوفیاء کی صحبت ہی میں ہے اسی کو کہا ہے۔ ؎

سایۂ خورشید سواراں طلب　　　رنج خود وراحت یاراں طلب

(خورشید سواروں کا سایہ طلب کرو، اپنے لئے رنج و تکلیف اور دوستوں کے لئے راحت و آسائش مانگو۔)

خورشید سوار حقیقتاً یہی لوگ ہیں کہ اپنی ہمت سے کون و مکاں کے بالاخانہ پر قدم رکھے ہوتے ہیں، ان خورشید سواروں کے آگے خود آفتاب کی کیا حقیقت ہے۔ ان بزرگوں کی خدمت کے لئے کمر باندھ لو ان پر دل و جان، مال و مرتبہ، زن و فرزند، گھر در، سب قربان کردو شاید ان کے سایۂ دولت میں کوئی جگہ تم کو مل جائے۔ اسی کی جانب اس شعر میں اشارہ ہے۔ ؎

تا یکے بایزید بینی فرد　　　خدمت صد یزید باید کرد

(ایک بایزید یعنی دیندار، مرد کامل کو دیکھنے کے لئے سو یزید یعنی دنیا دار کی خدمت کرنی پڑتی ہے۔)

ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا کتنے سال عثمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں آپ رہے ؟ انہوں نے سائل کی طرف شرر بار نظر سے دیکھا اور کہا میں صحبت میں نہیں رہا بلکہ خدمت میں رہا ہوں۔ اور حقیقتاً بات بھی یہی ہے۔ صحبت دراصل خدمت ہی ہے گرچہ گفتگو میں صحبت کہتے ہیں۔ جب طالب صادق ان بزرگوں کی صحبت میں داخل ہوتا ہے تو ان کے آداب، ان کے اخلاق اسے میسر آتے ہیں اور پاکیزہ احوال، لطیف معانی صحبت کے اثر سے ان میں

سرایت کرنے لگتے ہیں۔ جس طرح ایک نیا چراغ جب دوسرے روشن چراغ سے متصل ہوتا ہے تو وہ بھی روشن ہو جاتا ہے۔ پیری و مریدی کا حقیقی مسئلہ اسی سے ثابت ہوتا ہے اور پیری و مریدی کے اسرار اسی سے معلوم ہوتے ہیں چنانچہ اللہ تعالےٰ کے حسن الطاف سے صحبت کی بنا پر جو پیر و مرید کے درمیان ہے مُرید پیر کے اجزا میں سے پیر کا ایک جزُو ہو جاتا ہے جیسے فرزند ظاہری ولادت میں باپ کی صورت یعنی جسم کا ایک جزُو ہے تو اسی سے دُو ولادت ظاہر ہوتی ہے ایک ولادت از راہِ صورت یعنی ظاہری اعتبار سے اور دوسری از راہ صفت یعنی معنوی اعتبار سے۔ تو از راہِ صورت بیٹا اپنے باپ کا فرزند ہے، اسی طرح از راہِ صفت مرید اپنے پیر کا فرزند یعنی معنوی اولاد ہے اور وہ جو جناب عیسیٰ علیہ السلام سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا لَنْ يَّلِجَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ مَنْ لَّمْ يُوْلَدْ مَرَّتَيْنِ جو شخص دو بار پیدا نہ ہوا وہ آسمان و زمین کے ملکوت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ یعنی جس طرح ولادت ظاہری سے "ملک" یعنی دنیا میں داخل ہوا اور عالم ملک یعنی دنیا کا مشاہدہ کیا اسی طرح ولادتِ معنوی میں آسمان و زمین کے ملکوت یعنی عالم باطن میں داخل ہوا اور اس عالم ملکوت میں اللہ تعالےٰ کے جملہ خزانے اور اسرار و رموزِ الٰہی سب کے سب اس پر کُھل گئے۔ اسی کو کشف کہتے ہیں۔ "ملک" ظاہری دنیا کو کہتے ہیں۔ اور "ملکوت" باطن دنیا کو۔ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ (اور اس طرح ہم نے دکھائے ابراہیمؑ کو ملکوت ارضی و سماوی تاکہ یقین محکم ہو جائے۔ اور حرفِ یقین بدرجہ کمال۔" ولادتِ صفت" یعنی ولادت ثانوی ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ لَوْ كُشِفَ الْغِطَاءُ مَا ازْدَدْتُ يَقِيْنًا (اگر پردہ ہٹ جائے تو کیا یقین میں زیادتی نہ ہو گی ؟) درجہ کمال میں یقین کے بعد اور کیا اضافہ۔ اور اس ولادتِ صفت یعنی معنوی ولادت سے انبیا علیہم السلام کی میراث کے مستحق ہوتے ہیں اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ (علماء انبیاء کے وارث ہیں) حقیقتاً یہی لوگ ہیں۔ نہ یہ کہ وہ لوگ جو آج اپنی خام خیالی میں مبتلا ہیں کہ ہم عالم ہیں، ان بزرگوں کے نزدیک ابھی تک ایسے ہی ہیں کہ ماں کے شکم میں باپ کے صُلب سے بھی نہیں پہنچے۔ ایک عزیز نے اسی معنی میں کہا ہے ؎

ماہ رویاں چو تیرہ ہوشانند　　جاہ جویاں دین فروشانند

ہمہ در عا سامری دارند　　از بروں موسیٰ از دروں مارند

سر بباغ و دل زمیں دارند   کہ دل عقل و شرع و دیندارند
از رہ شرع و شرط برگشتہ   تشنۂ خوں یکدگر گشتہ

(ظاہری چمک دمک والے تاریک عقل والے ہیں۔ جاہ و مرتبۂ دنیا کے طالب اور دین فروش ہیں۔ سب کے سب علم میں سامری کی طرح ہیں، باہر سے موسیٰ اور اندر سے سانپ ہیں۔ سر باغ میں اور دل زمین میں رکھتے ہیں۔ دل، عقل، شرع اور دین والے کب ہیں۔ شرع کی راہ اور اس کی شرائط سے برگشتہ ہیں۔ اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں۔)

اے بھائی! بزرگوں کا قول ہے کہ جس کسی تک انبیاء کی میراث نہیں پہنچی ہے وہ اب تک پیدا ہی نہیں ہوا ہے اگرچہ وہ دانشوری کے کمال تک پہنچ چکا ہو۔ (یعنی بڑی سے بڑی ڈگریاں رکھتا ہو) ایسی عقل جو شرع کے نور سے عاری ہو وہ ملکوت میں سیر نہیں کر سکتی اور کائنات کے رموز و اسرار سے آگاہ نہیں ہو سکتی، اور شرع کے نور سے منور نہیں ہو سکتی۔ جب تک ولادتِ صفت یعنی ثانوی ولادت نہیں حاصل ہوتی۔ جیسا کہ میں نے کہا۔ اور وہ لوگ یعنی علماء ظاہر جن کا ذکر اوپر نہیں ہوا وہ انبیاء کے میراث کے وارث نہیں ہوتے۔ اس لئے کہ ان کی نگاہ صورت و ظاہر سے آگے نہیں بڑھتی ہے وہ صرف ظاہری عبارت ہی میں عمر بسر کرتے ہیں۔ سے

راہ دین صنعت و عبارت نیست   جز خرابی در و عمارت نیست

(دین کی راہ بناوٹ و عبارت آرائی میں نہیں ہے اس میں تو تخریب کے سوا کوئی تعمیر نہیں ہے)

اے بھائی! یہ ساری دولت و نعمت اس گروہ صوفیاء کی خدمت و صحبت ہی سے وابستہ ہے۔ آج ہر شخص گھر میں بیٹھکر اشراق و چاشت پڑھ کر اسے حاصل کرنا چاہتا ہے حسرت و افسوس ہے شاید خواب میں بھی نہیں دیکھے گا۔ یہ رباعی سنو کیا ہے۔

اسرار خرابات بدستاں نہ بری   تا سجدہ بہ پیش بت پرستاں نہ بری
پاکیزہ نہ گردی تو ز آلائش خود   تا بر سر خود سبو مستاں نہ بری

(خرابات کے اسرار، باہر نہ لیجاؤ۔ جب تک بت پرستوں کے آگے سجدہ نہ کر لو۔ تم اپنی آلودگیوں سے اس وقت تک پاک نہیں ہو سکتے جب تک مستوں کے شراب کا گھڑا اپنے سر پر نہ لیجاؤ۔)

حضرت ابو بکر طمستانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اصحبوا مع اللہ، فان لم تطیقوا فاصحبوا مع من یصحب مع اللہ، لیوصلکم برکات صحبت الیٰ صحبۃ اللہ۔ صحبت اختیار کرو خدا تعالیٰ کے ساتھ اور اگر یہ استعداد نہیں رکھتے ہو تو ایسے شخص کی صحبت اختیار کرو جو خدا کی صحبت میں رہتا ہو تا کہ ان کے برکات تمہیں خدا کے حضور تک پہنچا دیں۔ اور ان کی پہچان یہ ہے جو کہا ہے۔ ؎

جانفروشاں بارگاہ عدم   خرقہ پوشاں خانقاہ قدم
خوردہ یک بادہ بر رُخ ساقی   ہرچہ باقیست کردہ در باقی
معتکف در سرائے راز ہمہ   بے نیازان از پئے نیاز ہمہ

(بارگاہ عدم کے جانفروش، خانقاہ قدم کے خرقہ پوش نے ساقی کے سامنے ایک بار پی کے جو کچھ بچ رہا اُسے چھوڑ دیا، سب سرائے راز میں معتکف ہیں اور بارگاہ ایزدی میں نیازمندی کی وجہ سے سب سے بے نیاز ہیں۔)

گروہِ صوفیاء کا اس پر اتفاق ہے کہ مرید کو اپنے پیر کے ساتھ دو وقت خاص ہے ایک وقت شیر خوارگی (دودھ پینے کا) اور دوسرا وقت دودھ چھوڑنے کا۔ جس طرح فرزند ظاہری اگر شیر خوارگی کے زمانہ میں ماں سے جُدا ہو جائے تو اس بچہ کی ہلاکت ہے اسی طرح فرزند صفاتی یعنی اولاد معنوی اگر شیر خوارگی کے زمانہ میں اپنے پیر سے جُدا ہو جائے تو ہلاک ہو جائے گا اور فرزند ظاہری کے ایام رضاعت یعنی شیر خوارگی کی مدت معلوم ہے لیکن فرزند معنوی کے دودھ پینے کی مدت جانتے ہو کیا ہے؟ پیر کی صحبت کو اپنے لیے لازم کر لینا ہے کیوں کہ پیر ہی اس کی مدت رضاعت کو جانتا ہے تو مرید جو اپنے پیر کا فرزند معنوی ہے اُسے اپنے پیر سے اس وقت تک جُدا نہ ہونا چاہیے جب تک پیر حکم نہ دے۔ مرید کے اس شیر خوارگی سے جُدا ہونے کے وقت کو پیر ہی جانتا ہے کہ مرید اپنی ذات سے مستقل صاحب صلاحیت ہو گیا ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے کہ اس کے دل کی آنکھ روشن ہو جائے اور خداوند تعالیٰ کی معرفت اور اس کی تنبیہات یعنی منشاء و ارادہ کو سمجھنے لگے کہ ھٰذا فضلٌ من اللہ، اور یہ خاص اللہ تعالیٰ ہی کے فضل سے ہے۔ اور اگر اس مقررہ منظم وقت سے پہلے ہی جُدا ہو جائے گا تو راستہ ہی میں علیل ہو جائے گا اور دنیا و دنیا کے حرص و ہوس میں مبتلا

ہو جائے گا اور اس کی سنگین ہلاکت ہوگی جس طرح فرزند ظاہری کے شیر خوارگی کے زمانہ سے پہلے جدا ہونے میں ہوتا ہے اسی طرح بلا فرق فرزند معنوی میں بھی ہوتا ہے اور یہ روزمرہ کے مشاہدہ میں آتا ہے لیکن دیکھئے! کس خوش قسمت کو یہ راہ ملتی ہے اور کس بدنصیب کو بے راہ چھوڑ دیتے ہیں۔ رُباعی ؎

از تو بکجے نالم کہ دگر داور نیست　　　وز دست تو ہیچ دست بالاتر نیست
وآں راکہ تو رہبری کنی گم نہ شود　　　وآں راکہ تو گم کنی کسے رہبر نیست

(آپ کے گئے کی فریاد کس کے آگے کروں، کہ آپ کے سوا کوئی فریاد رس نہیں، اور آپ کی حاکمیت سے بڑی کسی کی حاکمیت نہیں۔ جس کی آپ رہبری کریں وہ کبھی گمراہ نہیں ہو سکتا، اور جسے آپ ہی بھلا دیں اس کی رہبری کوئی نہیں کر سکتا۔) مَن یَّھدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَن یُّضلِلہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ ٥ (جسے اللہ ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں) یہ کسی کی اپنی طاقت سے نہیں یہ محض عطا فرمانے والے کی عطا و نوازش ہی سے ہوتا ہے ؎

شب تاریکِ دوستان خدائے　　　می درخشند چو روز رخشندہ
ایں سعادت بزور بازو نیست　　　تانہ بخشد خدائے بخشندہ

(محبانِ خدا کی تاریک راتیں، روزِ روشن سے بھی زیادہ تابندہ و درخشندہ ہوتی ہیں اور یہ سعادت کسی کو اپنی قوت بازو سے نہیں ملتی جب تک خداوند عم نوال نہ عطا فرمائے۔)

اے بھائی! جس طرح اس گروہ صوفیاء کی صحبت عزیز و لطیف ہے، ان کی صحبت کے آداب بھی عزیز و باریک ہیں اور ان آداب کی رعایت نگہداشت بھی صحبت کی واجبات میں سے ہیں۔ ان ساری باتوں کی گنجائش مکتوب میں نہیں ہے اَلعِلمُ یُؤخَذُ مِن اَفوَاہِ الرِّجَالِ (علم اہل علم کے انفاس طیبہ یعنی ان سے کلام کر کے حاصل کیا جاتا ہے)۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا، علوم میں اس درجہ پر آپ کیسے پہنچے؟ فرمایا جو میں نہیں جانتا ہوں اس کے پوچھنے میں کسی سے میں نے شرم نہیں کی۔ ؎

بپرس ہر چہ ندانی کہ ذلّ پرسیدن　　　دلیل راہ تو گردد بعزّ دانائے

(جس کا تجھے علم نہیں وہ جاننے والے سے پوچھ کیوں کہ پوچھنے کی ذلت ہی تیری عزت و دانائی کا چراغ راہ ہوگا

والسلام

مکتوب ۱۴۰

مرید کی اطاعت، پیر کے ان تمام حکموں میں جو وہ فرمائیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بجانب شیخ عمر مذکور

آں برادر کا مکتوب ملا، اس کے مطالعہ میں باطنی اُنس تھا، لکھا ہے برسات کے بعد آنا ہوگا ہرگز ظاہری عذر کی موجودگی میں خود کو سفر کی مشقت میں نہ ڈالو کیوں کہ یہ بات تمہیدی یعنی یقینی ہے کہ القلوب تتشاھد والضمائر تتناجی، دل، دل کے مشاہدہ میں ہوتا ہے ضمیر ہم سرگوشی کرتے ہیں۔ جب ایسا ہے تو امید ہے ملاقات کی غرض حاصل ہوتی رہے گی۔ اگر تم یہ کہو وہ استعداد اور کمال مجھے کہاں ہے کہ دل سے دل تک بات پہنچے اور کان و زبان کو خبر نہ ہو۔ مُرید کو ابابکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جیسا ہونا چاہیئے، پیر کو حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مانند جیسا کہ ارشاد ہے مَاصَبَّ اللہُ شَیْئًا فِی صَدْرِی اِلَّا وَقَدْ صَبَبْتُہٗ فِی صَدْرِ اَبِی بَکْرٍ (جو کچھ اللہ کی جانب سے میرے دل پر پڑتا ہے وہ بعینہٖ ابابکر کے دل پر پلٹ جاتا ہے۔) اور یہ انصباب دل سے دل میں ہوتا ہے ایسے کہ کان و زبان کو خبر نہیں ہوتی۔ سُبحان اللہ کیا ہی بلند مریدی ہے اور کیا ہی اعلیٰ پیری ہے جب سے یہ عالم قائم ہے نہ ایسا مرید دیکھا گیا اور نہ ایسا پیر سننے میں آیا۔ تو میرا جواب یہی ہوگا اور میں کہوں گا اَلْقَلَمُ أَحَدُ اللِّسَانَیْنِ (قلم دو زبانوں میں سے ایک زبان ہے) کی بنا پر اس دُعا گو کے جو خطوط آن عزیز تک پہنچے ہیں یا پہنچتے رہیں گے وہ سب اس دعا گو کی زبان سے ہے اور جو بات میری زبان سے نکلی وہ میرے دل سے نکلی ہوئی ہے اور جب تم نے میری زبان کے حکم کو مانا تو میرے دل کے حکم کو قبول کیا۔ من یطع اللسان نقد أطاعَ القلبَ ومن یطع الرسولَ نقد اطاع اللہَ (جس نے زبان کی اطاعت کی اس نے قلب کی طاعت

کی اور جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی.) جب تم نے دیکھ لیا کہ ایک ہی ہے تو اس میں غور و فکر کرو وہ جو سُنا ہے کہ مُرید پیر پرست ہوتا ہے وہ یہی اطاعت ہے۔ اگر تمہارے حرکات و سکنات پیر کے ارشاد و فرمان کے موافق ہیں تو تم پیر کے مُرید ہو۔ اور اگر اپنی مراد اور اپنی خواہش کی موافقت میں ہو تو تم اپنی مراد اور اپنی خواہش کے مرید ہو پیر کے مرید نہیں۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

تا رہبر تست عادت خویش　　شیطان و منافقی نہ دُرویش

خود را برکاب رہبرے بند　　تا باز رہاندت ازین بند

(جب تک تیری عادتیں، تیرے خصائل تیرے رہبر ہیں اس وقت تک تو شیطان و منافق ہے درویش نہیں۔ خود کسی راہبر کی رکاب پکڑ لے تاکہ وہ تجھے اس قید سے نجات دلادے۔)

چنانچہ آج سارا جہاں پیر و مرید سے بھرا ہوا ہے اور ابھی اور بھی بڑھیگا کیوں کہ آخری زمانہ کا فتنہ دن بدن زیادہ ہی ہوتا جائیگا یہاں تک کہ وہ نوبت آجائے گی جو حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ آخری زمانہ میں ہماری اُمت پر وہ دن آئے گا کہ مسجدیں نمازیوں سے بھری ہوں گی مگر ان میں ایک بھی مسلمان نہ ہوگا۔

گروہ صوفیا کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر پیر کسی مرید کو ایسے کام کا حکم دے جو دین کے خلاف ہو اور مرید اپنے دین کے خلاف پیر کے حکم کی موافقت میں کرے تو وہ پیر کا مرید ہے۔ اور اگر پیر کے اس حکم کے خلاف اپنے دین کی موافقت میں عمل کرے تو وہ اپنے دین کا مرید ہے پیر کا مُرید نہیں ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

او دلیل تو بس تو راہ مپوئی　　او زبان تو بس تو یاوہ مگوئی

ہرچہ او گفت راز مطلق دان　　ہرچہ او کرد کردۂ حق دان

واسطہ ایں قوم را برخاست ست　　قول ایشاں لاجرم بس راست است

چوں نمی بیند دغیرے جز مجاز　　جملہ ز و شنوند ز و گویند باز

(تیرا پیر ہی تیرے لیے چراغ راہ ہے، اس کا فرمان ہی تیرے لیے سب کچھ ہے تو فضول گوئی نہ کر جو کچھ پیر نے کہا اسے راز مطلق جان، اور جو معاملہ تیرے ساتھ انہوں نے کیا اُسے حق کا کیا ہوا مان۔ جب اس گروہ سے واسطے اٹھ گئے تو یقیناً ان کا قول بالکل صحیح و درست ہوتا ہے۔ جب سوائے

مجاز کے غیر حق کسی کو نہیں دیکھتے تو اسی سے باتیں سنتے ہیں اسی سے بولتے ہیں۔)

ایسے شخص کو پیر کا مرید نہیں کہا جائے گا متعلم کہا جائے گا جو ابھی اپنے دین کی تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ اگر پیر، پیروی کرنے کے لائق نہیں ہے تو ایسے پیر کی اقتدار کرنے کے کیا معنی ہیں؟ اور اگر پیر قابل اقتدا ہے تو پھر مرید مقتدی کو پیر (مقتدا) کے خلاف کرنا کیا۔ مریض کو طبیب کے حکم پر چلنے کے سوا چارہ نہیں ہے اسے کہاں یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ طبیب کو یہ کہے کہ فلاں دوا مجھے دو اور فلاں دوا نہ دو اور یہ کہے مجھے اس طرح رہنے دو ایسے نہ رکھو اگر اس کو خود اس کا علم ہوتا تو اسے اپنے لئے طبیب کی کیا حاجت ہوتی اپنا علاج آپ کر لیتا۔ زہر جو مہلک اور جان لیوا ہوتا ہے وہی زہر بعض بیماریوں میں دوا ہو جاتا ہے پیران طریقت باطنی علتوں کے طبیب ہوتے ہیں ہر مریض کی بیماری مختلف ہوتی ہے اور مختلف بیماری کی دوا بھی مختلف تجویز فرماتے ہیں۔ یہی اس شعر میں ہے ؎

ظاہر کار تو ویراں می کند　　لیک خارت را گلستاں می کند

پس عداوت ہا کہ آں یاری بود　　بس خرابیہا کہ معماری بود

(بظاہر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے لگائے ہوئے پودے کو کاٹ چھانٹ کے ویران کر رہا ہے لیکن درحقیقت ان کانٹوں کو گلستاں بنا رہا ہے۔ بہت ساری عداوتیں وہ ہوتی ہیں جو حقیقتاً دوستی ہیں اور بہت سی ویرانیاں ایسی ہیں جو فی الحقیقت آباد کاری ہیں۔)

اگر پیر امراض باطن کا طبیب نہ ہو تو وہ پیری کے لائق نہیں بلکہ ابھی وہ خود مریض اور بیمار ہے اور طبیب کا محتاج ہے۔ اسے کہاں یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ دوسروں کا علاج کرے تو معلوم ہوا کہ آج ساری خرابیاں اسی وجہ سے ہیں کہ نہ مرید جانتا ہے کہ مریدی کیا ہے اور نہ پیر جانتے ہیں کہ پیری کیا ہے۔ لوگوں نے ایک رسم بے حقیقت پر قناعت کر لی ہے اور اسی کا نام پیری و مریدی رکھ لیا ہے یہی سب سے بڑی گمراہی اور سب سے بڑی ہلاکت ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔ جیسا کہ کسی کہنے والے نے کہا ہے ؎

ہیچ نہ در کاسہ و چندیں مگس　　ہیچ نہ در قافلہ و چندیں جرس

(پیالہ میں کچھ بھی نہیں اور مکھیاں ہیں کہ بھنک رہی ہیں۔ قافلہ میں کوئی نہیں اور گھنٹیاں ہیں کہ بجتی جا رہی ہیں۔)

اے بھائی! جہاں امام جنید رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ میں فرمائیں علمنا قد طویۃ

وَنحنُ نتکلّمُ بحواشیہا (ہمارے علم کی بساط لپیٹ دی گئی اور ہم صرف اسکے حاشیہ پر گفتگو کرتے ہیں)
آج اس زمانہ میں جب کہ علمِ ظاہر شریعت میں خلل واقع ہو چکا ہے اور قریب ہے کہ ختم ہو جائے گا۔
تو علم طریقت و علم حقیقت کے اندر کون ہے جو گفتگو کر سکے اور خود اس کا غم سارے جہاں
میں اس زمانہ میں کس کو ہے؟ وللنّاس فیما یعشقون مذاھب (عشق میں لوگوں کے مختلف
طریقے کار ہیں) اگر مرید پیر کے افعال کو اپنے علم و عقل کے ترازو پر تولنے کے لائق ہوتا تو اسے مرید
ہونے کی حاجت ہی نہیں ہوتی خود وہ پیری کیا کرتا اور اگر یہ ممکن ہوتا کہ سُنار کے ترازو پر پہاڑ کو
تولا جا سکتا تو مُرید کے عقل رکیک کے ترازو پر پیروں کے افعال بھی تولے جا سکتے تھے۔ اور یہ
جانتے ہو کہ محال ہے تو وہ بھی محال ہے۔ یہ صورت پہنچے ہوئے سعادت مند مریدوں کو کم پیش
آتی ہے۔ ؎

آں کساں کاں دلِ آشنا دارند دل ز چون و چرا جُدا دارند

(وہ لوگ جو شناسا دل رکھتے ہیں وہ اپنے دل کو چون و چرا سے دور رکھتے ہیں۔)

کان کو اپنا کام کرنا چاہیئے دیکھنے کا کام آنکھ کا ہے تو دیکھنے کی چیزوں میں کان کو کیا دخل
ہے۔ ہر شخص کے لیئے ایک کام مخصوص ہے تو دوسرے کو اس کے کام میں کیا دخل۔؟ جاہل کو
علمی کاموں سے کیا سروکار، نابالغ بچوں کو باشعوروں کے کاموں سے کیا انکار۔ پیری پیروں
کے لیئے مخصوص ہے۔ مریدی خاص مریدوں کے لیئے ہے جس طرح پیروں کو مریدی کرنا (یعنی
مرید کا مرید ہونا) نہیں چاہیئے اسی طرح مُرید کو پیری نہیں کرنا چاہیئے۔ پیر کا کام کیا ہے جانتے
ہو؟ مرید کے باطن میں تصرف کرنا اپنی ولایت کی بنا پر کہ جو مرید کی اصلاح میں اسے حاصل ہے۔
اور مرید کا کام کیا ہے؟ اپنی صلاح و فلاح کے لیئے خود کو پیر کے تصرف میں ڈال دینا ہے اس
طرح جیسے مردہ غسل دینے والے کے تحت تصرف میں ہوتا ہے۔ ؎

خاک او باش و بادشاہی کن آنِ او باش ہر چہ خواہی کن

(ان کے آستانہ کی خاک ہو جاؤ اور بادشاہی کرو۔ ان کے ناز کے لائق بن جاؤ پھر جو جی چاہے کرتے رہو۔)

اگر مرید کے باطن میں پیر کے تصرف میں ایک ذرہ برابر اعتراض یا انکار باقی ہو تو وہ ہرگز مرید
نہیں ہو سکتا اور نہ مریدوں کے مقام تک پہنچ سکتا ہے۔ جیسے امتوں کو پیغامبروں کے حق
میں ہے اگر پیغامبر کے قول و فعل میں ذرہ برابر انکار یا اعتراض باقی ہو تو اس کے ایمان میں

خلل ہوگا۔ اور بلا فرق اسی طرح پیری و مریدی میں ہے۔
یہ ساری تقریر صرف اس ایک جملہ کی وجہ سے کی گئی ہے جو لکھا گیا ہے کہ "اگر پیر کوئی ایسے کام کے کرنا حکم دیں جو ظاہر کے خلاف معلوم ہو تو مرید پیر کے حکم کی موافقت میں اس خلاف دین پر عمل کرے اسی کو کہا ہے۔ ؎

او دلیل تو بس تو راہ مجوئی   او زبان تو بس تو یاوہ مگوئی
ہر چہ او گفت از مطلق داں   ہر چہ او کرد کردہ حق داں

(وہی تیرا حقیقی رہنما ہے تو خود سے کوئی راہ نہ ڈھونڈھ، وہی تیری زبان ہے تو اپنی جانب سے کچھ نہ بول جو کچھ اس نے فرمایا اُسے حقیقت کا راز جان اور جو کچھ اس نے تصرف کیا اسے حق تعالیٰ کا کیا ہوا جان)

ہرگز کوئی جاہل و منکر اعتراض و بحث و مباحثہ نہ کرے کیوں کہ یہ ان لوگوں کے اندازہ و حوصلہ سے باہر ہے ان بیچاروں نے اپنی زندگی میں کہاں ایسی باتیں سنی ہیں تو ضرور وہ یہی کہیں گے کہ یہ تو پرانی گڑھی ہوئی باتیں ہیں۔ اس گروہ صوفیاء کی جانب سے بغیر کسی بحث و تکرار کے عین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ نے خوب جواب دیا ہے۔ ؎

نہ ہمراہی تو مرا راہِ خویش گیر و برو   ترا سلامت بادہ مرا نگونساری

(تم ہمارے ساتھی نہیں ہو تم اپنی راہ لو، تمہیں تمہاری سلامت روی بہتر ہے مجھے مرے حال پر چھوڑ دو)

اے بھائی! پیری و مریدی کوئی آسان کام نہیں ہے اور نہ یہ ہر جھوٹے نقال و بہروپیے اور جاہل کا کام ہے لیکن یہ پیری و مریدی جو آج کل پیدا ہوگئی ہے یہ بہت آسان ہے یقیناً اس میں کیا دشواری ہے۔؟ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ عالم پیروں اور مریدوں سے بھرا ہوا ہے۔ یہ اپنی نشستوں میں کشف و کرامات، احوال و مقامات ہی کی گفتگو کیا کرتے ہیں اور اگر ان سے پوچھو تو اپنے کفر کی بھی انہیں خبر نہیں۔ اس کی جان پر رحمت ہو جیو جس نے یہ کہا ہے۔ ؎

ہنوز از کاف کفر خود خبر نیست   حقائقہائے ایماں را چہ دانی

(تمہیں تو ابھی تک اپنے کفر کے کاف کی بھی خبر نہیں، تم ایمان کی حقیقتوں کو کیا جانو۔)

یہ تو آج کا حال ہے کل کہاں تک معاملہ پہنچے گا اور کیا صورت حال ہوگی اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اس زمانہ میں یہ بلا جہالت و غفلت کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے اور جہل و غفلت میں ہر روز زیادتی ہی ہے۔

زیرکاں راچو روز معلوم است کہ شب و روز غافلاں شوم است
علم خواں شوخ و بر گدا آمد علم داں خاصہ خدا آمد
علم خواں گر ز آدم است رگے زاں کہ شد خاص شہہ بعلم سگے

(ہوشمندوں پر روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ غافلوں کے رات و دن دونوں ہی نحوست ہیں ایسا علم حاصل کرجس کا تعلق آدم سے ہو (یعنی جو انسان کو زیب دیتا ہو) کیوں کہ کتا انسانی تعلیم کی وجہ سے مقرب ہے) (اس جہالت و غفلت سے نکلنے کے لئے) اس آیۃ کو مسلسل ہمیشہ پڑھتے رہو۔ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ط (اے میرے پروردگار مجھے ایسی آبادی سے نکال جہاں کے رہنے والے ظالم ہیں اور مجھے اپنی طرف سے کوئی ہمدرد و مددگار عنایت فرما)

اسی طرح ہمیشہ خط لکھا کرو شاید اسی لکھنے کا حیلہ ہو جائے انشاء اللہ تعالےٰ اگرچہ ہمارے تمہارے نصیب میں لکھنے پڑھنے کے سوا اور کیا ہے شاید یہی لکھنا پڑھنا کسی کے کام آجائے اور اس کے طفیل میں ہمیں قبول کریں، اسے بھی تھوڑا نہ سمجھو یہ بھی کچھ کم نہیں ہے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہوتا ہے۔

ہاں گرے پڑوں کے لئے کام کی لگن شرط ہے۔

یقین میداں کہ شیران شکاری
دریں رہ خواستند از مور یاری

(یقین کرو کہ شکاری شیروں نے اس راہ میں چیونٹی سے مدد لی ہے)

والسلام

فقیر شرف منیری

مکتوب ۱۵

پیروں کی صفت اور فضولیوں کی مذمت میں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بجانب شیخ عمر مذکور

قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ، اِنَّ عِبَادِیۡ لَیۡسَ لَکَ عَلَیۡہِمۡ سُلۡطَانٌ ؕ اللہ تعالےٰ نے فرمایا: (اے شیطان! بیشک جو میرے بندے ہیں ان پر تری حکمرانی نہیں)۔ وہ جو عالمِ دل تک پہنچ گئے شیطان کے دسترس سے نکل آئے، امام و مقتدا ہو گئے پیری انہیں کے لئے مسلم ہے ان لوگوں کے لئے نہیں جو نفس کی دنیا میں مبتلا ہیں دل کی دنیا تک نہیں پہنچے ۔ مردانِ حق اور ہی ہیں اور مردانِ ابلیس دوسرے لوگ ہیں۔ جانتے ہو مردانِ حق کی صفت کیا ہے ؟ یہ ہے جیسے کہا ہے۔

چنگ در حضرتِ خدائے زدہ ہرچہ آن نیست پست پائے زدہ

ساختہ ہر یک از میان ضمیر از قُلِ اللہ ثُمَّ ذَرۡہُمۡ پیر

خوردہ یک بادہ بر رُخ ساقی ہرچہ باقیست کردہ دربانی

(بارگاہ خداوندی کو اختیار کئے ہوئے اس کے سوا جو کچھ ہے اسے لات مارے ہوئے ہیں۔ سب نے اپنے ضمیر کے اندر قل اللہ ثم ذرہم. سب کو چھوڑ کر اللہ کا نام لے) سے پیر بنا لیا ہے۔ محبوب کے برزخ میں ساقی کے رُخ کے سامنے جام شراب دید چڑھا گئے ہیں اور باقی سب کو یونہی چھوڑ دیا ہے)

جب تک آدمی نفس کی تاریکی میں گرا ہوا ہے اس کا دل شیطان کا گھر بنا ہوا ہے جو عمل اس سے ظہور پذیر ہوتا ہے وہ نفس امارہ ہی کے لئے ہوتا ہے خواہ وہ کوئی عبادت ہی کیوں نہ ہو کیوں کہ اس کا باطن شیطان کا مسکن ہو چکا ہے اور ہر چیز سے وہی چیز باہر آتی ہے جو اس میں ہوتی ہے. تو اگر وہ یہ چاہتا ہے کہ اس سے ایسے کام ظہور میں آئیں جو شیطانی نہ ہوں تو اپنے

کام کی باگ ڈور ایسے مردان حق کے ہاتھ میں دیدے کہ جن کا نام اِنَّ عبادی لیس لکَ علیہِم سلطانٌ کے دفتر میں مندرج ہو تا کہ وہ تمہیں ہدایت دیتے رہیں کہ یہ کام کرو اور وہ کام نہ کرو کیوں کہ انکی ہدایتیں اور ان کے احکام شیطان کا فرمان نہیں ہوتے اس لئے کہ ابلیس کو ان مردانِ حق تعالےٰ تک راہ نہیں ہے ان کے دل سے جو فرمان صادر ہوتا ہے وہ سب رحمانی ہوتا ہے شیطانی نہیں۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

ہرچہ او گفت راز مطلق داں ہرچہ او کرد کردۂ حق داں
خاک او باش بادشاہی کن آں او باش ہرچہ خواہی کن

(اس نے جو حکم دیا اسے راز مطلق جانو' اس نے جو تصرف تمہارے ساتھ کیا اسے حق تعالیٰ کا تصرف سمجھو اس کے در کی خاک بن جاؤ بادشاہی کرو' ان کے ناز و انداز کے لائق ہو جاؤ پھر جو دل چاہے کرتے رہو۔)

اگر یہاں کوئی یہ سوال کرے کہ کیا دنیا میں کوئی ایسا بھی ہے جس تک شیطان کی پہنچ نہ ہوئی ہو؟ اے بھائی! کوئی شخص شیطان سے نہیں بچا اور نہیں چھوٹا۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام بھی اس کے زخم کھاتے ہوئے ہیں۔ لیکن ہاں شیطان کے خاص متبع اور اس کی رعایا اور ہی لوگ ہوتے ہیں۔ وہ لوگ جو کبھی کبھی ابتلاء کی طور پر اس کی چوٹ کھا جاتے ہیں وہ پھر شیر کی طرح بپھر کر کھڑے ہو جاتے ہیں (اور اس کی بنگ و بوئی اڑا دیتے ہیں) جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

تو مرا دل دہ و دلیری بیں روبہہ خویش خواں و شیری بیں

(آپ میری دلدہی تو کیجئے اور پھر مری دلیری دیکھئے' اپنی لومڑی کہد یجئے اور مری شیری ملاحظہ کیجئے)

کیا خیال ہے تمہارا ایک خاص گھوڑا تمہارے سواری کا ہے اگر تمہارا غلام تھوڑی دیر کے لئے اس پر بیٹھ کر اسے پانی پلانے کو لے جائے تو کیا اتنی دیر اس کی سواری میں رہنے کے سبب گھوڑا اس کا ہو جائے گا قسم اللہ کی نہیں ہوگا۔ وَعَصیٰ اٰدَمُ (آدم سے چوک ہوئی) تمام لوگ آدمی ہونے میں برابر ہیں لیکن خیر الخاطئین المستغفرون (بہترین گنہگار مغفرت چاہنے والے ہیں) ہاں تو خیر کی بنا پر سب میں فرق ہے۔

پیر کے لئے معصوم ہونا شرط نہیں ہے بلکہ شرط یہ ہے کہ وہ راہ خداوندی طے کئے ہوئے

ہوں اور کاموں کی حقیقت تک ان کی نگاہ پہنچی ہوئی ہو۔ مثلاً تم اگر یہ چاہو کہ کسی سے علم حاصل کرو اس کے لیئے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ معصوم ہو بلکہ شرط یہ ہے کہ اس علم کا وہ ماہر ہو معصوم ہونا انبیاء علیہم السلام کے لیے ضروری ہے پیروں کے لیئے نہیں۔ انبیاء علیہم السلام کو راہ خداوندی میں اس کی عصمت اور اس کے فضل کے ساتھ چلنا ہے کیوں کہ نبیوں کے حق میں حکمت کا یہی تقاضہ تھا اگرچہ یہ راہ بہت ہی سخت دشوار و پُرخطر ہے۔ کیا خیال ہے جس ذات کی یہ صفت ہو کہ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ وَیُضِلُّ مَنْ یَّشَاءُ (جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے) اس بارگاہ کے لیے صحبت اور مرید کرنا پُرخطر اور دشوار تر نہ ہوگا۔ ؟ اسی کو کہا ہے۔ ؎

در رہِ آتش سلامت کے بود　　مردِ مجنوں را ملامت کے بود

(آگ کی راہ میں کوئی سلامتی سے گذر سکتا ہے۔ دیوانے کو کبھی ملامت کا اثر نہیں ہوتا ہے)

پروانے کو شمع کے گرد چکر کاٹنے اور روئی کی بتی کو اپنے اندر آگ لے کر روشن ہونے میں، جانتے ہو کتنے بڑے خطرے ہیں۔ المخلصون علیٰ خطرٍ عظیم (مخلصین کے لیئے بڑی بڑی مصیبتیں ہیں۔) کے یہی معنی ہیں۔ ؎

ازیں سو عجز، زاں سو بے نیازی　　چہ نسبت با تو مارا عشق بازی

(اس طرف سے عاجزی اور اُس جانب سے بے پرواہی تمہارے ساتھ عشق بازی کے لائق میں کب ہوں۔)

دوسروں کے لیئے کوئی پیغامبر موجود ہونا چاہیئے یا ایسا پیر کہ راہ خداوندی کو طے کئے ہوئے ہو اور حقیقت کار کا آشنا ہو۔ یہ راہ پُرخطر ہے پیروں کی صفت یھدی ہدایت دینے والوں سے زیادہ نہیں۔ تو یہی ہے جو کہا ہے۔ ؎

گر ترا در دست پیر آمد پدید　　قفل درد ترا کلید آید پدید

واسطہ ایں قوم را برخاست است　　قول ایشاں لاجرم بس راست است

(اگر تجھے درد ہے اور پیر کا ہاتھ تجھے مل گیا تو سمجھ لے کہ تیرے درد کا مداوا ہو گیا۔ اس جماعت کے لوگوں سے واسطہ اُٹھ گیا ہے اس لیئے یقیناً ان کا قول سب صحیح و درست ہوتا ہے)

اور یہ جملہ جو کہا گیا ہے اسی معنی میں ہے "پیر پرستی بہ کہ خدا پرستی" (پیر پرستی بہتر ہے کہ

خدا پرستی) اور دوسری عبارت میں یوں بھی کہتے ہیں "پیر پرور بہ کہ خدا پرور" لیکن مجھے پتہ نہیں کہ جن معنی میں یہ جملے ہیں اسی معنی میں اور لوگ بھی اس کو سمجھتے ہیں یا نہیں۔

اے بھائی! کچھ جانتے بھی ہو کہ مردانِ خدا کے صفات کیا ہیں؟ کھاتے بھی ہیں، سوتے بھی ہیں، پہنتے بھی ہیں، بیوی بال بچے بھی رکھتے ہیں اور بازار بھی جاتے ہیں مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ یأکل الطعام ویمشی فی الاَسواقِ (یہ کیسے رسول ہیں جو کھاتے بھی ہیں اور بازاروں میں سیر بھی کرتے ہیں۔) شکایت — "ظاہر پرستوں کے حال اور اُن کے طعن پر ہے۔" کہ ان کی نگاہ ظاہر حال پر ہوتی ہے۔ (اس سے آگے نہیں بڑھتی) لیکن وہ دولت عظمیٰ جو مردانِ خدا اپنے دل کے اندر رکھتے ہیں جہاں ہم کو تم کو اور ہم جیسے سارے لوگوں کو راہ نہیں۔ خواجہ سنائی نے ان کی تعریف میں یہ اشعار کہے ہیں۔ ؎

خرقہ پوشان خانقاہ قِدم جانفروشان بارگاہ عدم
مَاعَرَفْنَاكَ اعتقادہم مَاعَبَدْنَاكَ اجتہادہم
ساختہ بند وار حلقہ بگوش یَفْعَلُ اللہُ مَایَشَاءُ از ہوش

(بارگاہِ عدم کے جانفروشاں، خانقاہ قِدم کے خرقہ پوشاں، ان سب کا فیصلہ ہے کہ مجھ سے آپ کی عبادت ویسی نہ ہو سکی جیسا کہ عبادت کرنے کا حق ہے۔ اور ان سب کا یہ عقیدہ ہے کہ آپکی وہ معرفت مجھے حاصل نہ ہو سکی جیسا آپ کو پہچاننے کا حق ہے یفعل اللہ مایشاء (اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے) پر پورے ہوش گوش کے ساتھ ایمان رکھتے ہوئے کان میں غلامی کا بالا پہنے تابعداری و فرماں برداری میں لگے ہیں۔)

کیا تم نے کبھی اکسیر کی کیمیاگری دیکھی ہے؟ جس تانبہ پر وہ پہنچتا ہے اسے سونا بنا دیتا ہے۔ چنانچہ جس مردہ دل پر ان کی ایک نظر شفقت اثر پڑ جائے وہ مرا ہوا دل حیات جاودانی پائے۔ ؎

منتظرم تا کے وقت آں نظر آید یک نظر دوست صد ہزار سعادت

(دوست کی ایک نظر سو ہزار خوش قسمتی ہے۔ میں تو اسی کا منتظر ہوں کہ وہ وقت کب آتا ہے)

ایک عزیز نے کہا ہے۔ ؎

کز عمل یکدم نمی آسودہ اند من نہ دانم کیں چہ مرداں بودہ اند

لاجرم در بندگی سلطاں شدند مہتر خلقِ جہاں ایشاں شدند
درد ایشاں نیست از کسب و عطا است کے چنیں در دے شود از کسب است

(نہیں معلوم یہ لوگ کس رتبہ کے مرد ہیں کہ ایک لمحہ کے لئے بھی عمل سے آسودہ نہیں ہوتے یقیناً اپنی اس بندگی سے بادشاہ ہوگئے ہیں، حقیقتاً یہی لوگ سارے مخلوق کے سردار ہیں، ان کا درد کسبی نہیں ہے بلکہ یہ موہبت الہیٰ ' اللہ کی دین ہے ' ایسا درد کسب سے کہاں حاصل ہو سکتا ہے۔)

اے بھائی! یہ صاحبانِ دل، قیامت کے دن دیکھنے میں ایسے نظر آئیں گے جس طرح آج آفتاب عالمتاب نظر آتا ہے۔ اگر کسی نے آج اس دنیا میں ظاہری حیثیت سے ان میں سے کسی ایک کی بھی کوئی خدمت کرلی ہو یا ان کے ساتھ نیک گمان بطور اعتقاد رکھا ہو تو کل قیامت کے دن ان کی پناہ میں ہوگا۔ ان صاحب دلوں کا معاملہ اس سے کہیں بلند و برتر ہے کہ تقریر و تحریر میں آسکے یا ہم لوگوں کی رکیک عقل ان عالی مقاموں کے مقام کے گرد پہنچ سکے۔ لو سنو ابھی ایک شاعر کا شعر سنو۔

نشستہ بر سرِ خوان فتوت بہر دو کون در دادہ صلائے
ز سدرہ برتر ایشاں را مقامے ورائے عرش و کرسی متکائے

(دونوں جہاں کو دعوت دیئے ہوئے فیاضی کے دستر خوان پر تشریف فرما ہیں۔ سدرہ سے بلند تر ان کا مقام ہے عرش و کرسی سے پرے ان کی تکیہ گاہ ہے۔)

کہو! کس میں قدرت ہے کہ اس گروہ کے لوگوں کے بارے میں کچھ کہہ سکے یا لکھ سکے۔

چشم خفاش را چہ از خورشید مرغ محبوس را چہ از گلزار

(چمگادڑ کی آنکھ کو آفتاب سے کیا فائدہ ، پنجڑے میں مقید پرندہ کو چمنستان سے کیا لطف)

اور یہ شرط نہیں ہے کہ سارے جہاں میں ایک وقت میں مرد کامل ایک ہی ہو بلکہ جائز ہے کہ دس، بیس، اور سو کی تعداد میں ہوں اور یہ بھی شرط نہیں ہے کہ وہ شہر ہی میں ہوں یہ بھی روا ہے کہ دیہات میں ہوں۔ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ دیہات میں رہا کرتے تھے۔ ان کے کمال کا وہ درجہ تھا کہ ہزاروں ہزار سال تک لوگ آتے جاتے رہیں اور مجاہدہ و ریاضت کرتے رہیں پھر بھی اس میں، احتمال ہے کہ ان کے کمال تک کوئی پہنچے یا نہیں۔ ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤتِیہِ مَن یَشَاءُ (اللہ جسے چاہے اپنے فضل سے جتنا دے۔) اور اگر کوئی یہ کہے کہ یقیناً

ان میں سے کوئی ایک کامل تر ہوگا۔ تو کہو کہ ہاں یہ ہو سکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دس بیس، تیس، چالیس اور اس سے بھی کم و بیش ایک ہی جگہ ہوں لیکن ایسے معلوم نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں صاحبانِ کشف جن کو کشف کامل ہو وہ معلوم کر سکتے ہیں اور وہ تمام آدمیوں میں تصرف کر کے یہ معلوم کریں کہ عالم میں کتنے ہیں اور کس کس مقام پر ہیں۔

لیکن محققین کے قول کے مطابق جب خضر علیہ السلام یہ کہیں کہ مَاخَطَرَ بِبَالِی یَوْمًا اِنِّیْ نَقِیْتُ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ کُلَّھُمْ اِلَّا دَرَایْتُ فِیْ ذَالِکَ الْیَوْمِ وَلِیًّا لَمْ اَرَاہُ قَطُّ ایک دن میرے دل میں یہ بات گذری کہ میں اللہ تعالیٰ کے ولی کامل کو دیکھوں تو میں نے کسی ایک ولی کو دیکھا جسکو میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا لیکن جب بھی میں نے دیکھا تو اسکو یعنی ایسے کو دیکھا جیسا کہ اس سے قبل کبھی دوسرے کو نہیں دیکھا تھا۔ تو دوسرے کو یہ تصرف کیوں کر ہو سکتا ہے۔ اور اس حدیث میں اشارہ ہے کہ تم اپنی عقل کو دخل نہ دو اور خود کو عاجز سمجھو تمہارے لئے یہی بہتر ہے کیوں کہ اللہ کے ولی جو مردان خدا ہوتے ہیں ان کی ولایت میں کسے گفتگو کا یارا ہے۔ ایک اہل عزت نے ان کی مدح میں کہا ہے۔

نیست گشتہ ہمہ بعزت ہست | عَلَم بے نیازی اندر دست
چشم شاں تا ولایت آدم | اسم شاں تا نہایت آدم
در بقا از بقا فنا گشتہ | از چرا و چرا جدا گشتہ
معتکف در سرائے راز ہمہ | بے نیاز از پئے نیاز ہمہ

(اللہ رب العزت کی ہستی میں سب کے سب نیست ہو چکے ہیں اس کی بے نیازی کی شان لئے ہوئے' ان کی آنکھ آدم کی مملکت کو دیکھنے والی' ان کے نام منتہائے آدم تک کھلے ہوئے' بقا میں بقا سے بھی فنا ہو چکے ہیں' ایسے' ویسے' کیوں کر' کیسے سے علیحدہ اور پاک ہیں سب اس حریم راز میں معتکف ہیں اور اس بے نیاز سے نیاز مندی کی وجہ سے سبھوں سے بے نیاز ہیں۔)

ایک بزرگ تھے جو روزانہ آئینہ دیکھتے اس خیال سے کہ میرا چہرہ جیسا تھا ویسا ہی ہے یا سیاہ ہو گیا ہے۔ ان بزرگان دین نے اعتقاد کی جہت سے نہیں اعتبار کی رو سے اس طرح کے اشعار کہے ہیں۔

در شہر مرد نیست ز من نابکار تر | مادر لعیبر نہ زاد ز من خاکسار تر

دعویٰ کنم کہ نیست در آفاق چوں منی ‏ ‏ ‏ وز کافرانِ رومم و زنار دار تر

(شہر میں مجھ سے زیادہ کوئی بُرا و ناکارہ نہیں۔ کسی کی ماں نے مجھ سے کمتر اولاد پیدا نہیں کیا۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ سارے جہاں میں مری طرح کوئی نہیں، میں روم کے کافروں سے بھی زیادہ سخت زنار دار ہوں۔)

کیا تم نہیں دیکھتے کہ تمام عارفوں کے سردار، عرب و عجم میں سب سے بڑے فصیح جب معراج کی شب مقام قرب و کرامت میں پہنچے تو عاجزی کے ساتھ عرض کی لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ (مجھ سے تیری ثنا ہو نہیں سکتی تو ویسا ہی ہے جیسی کہ تونے خود اپنی ثنا کی ہے) اور وہ جو انبیاءؑ کے بعد تمام مخلوق میں افضل و اکمل ہیں یعنی جناب صدیق اکبرؓ وہ کبھی پیر کے نقش قدم پر عاجزی سے کہتے ہیں اَلْعِجْزُ عَنِ الْاِدْرَاکِ اِدْرَاکٌ (پالینے اور معلوم کر لینے کے بعد بھی بر بنائے عجز پالینے سے خود کو عاجز جاننا اصل ادراک ہے یعنی ادراک سے عاجزی ہی ادراک ہے) یقیناً مرید جب حقیقی مرید ہوتا ہے رسمی نہیں تو اس سے متابعت ہی ظہور میں آتی ہے۔ یہی وہ راز ہے جو کہا ہے۔ ؎

در عشق تو عاجزی سرا ستادیست ‏ ‏ ‏ در کوئے تو بندگی در آزادیست

ویراں شدن اندرہ تو آبادی ست ‏ ‏ ‏ اندوہِ تو جانِ عاشقاں را شادی ست

(آپ کے عشق میں عاجزی سربلندی ہے، آپ کے کوچہ کی غلامی ہی آزادی ہے آپ کی راہ میں ویران ہوجانا ہی آبادی ہے، آپ کا غم ہی عاشقوں کے جان کی شادمانی ہے۔)

اس تقریر پر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بیچارہ مبتدی یہ کیوں کر جان سکتا ہے کہ یہ صاحب دل ہیں اور ان بزرگوں میں سے ہیں جن کا نام اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ کے دفتر میں مندرج ہے یا محض دعویدار ہی ہیں۔

اے بھائی! یہ سوال حقیقتاً قضا و قدر کے مسئلہ کی طرف لوٹتا ہے۔ تقدیر نے ازل میں جس شخص کے لیے خوش قسمتی کا خرقہ تیار کر دیا ہے اور خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ، بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے کمال تک رسائی مقدر کر دی ہے ایسے شخص کی راہ میں یہ تردوات پیدا ہی نہیں ہوتے۔ اور جس بدبخت کے لیے محرومی و بدبختی کی میلی کمبلی بُنی گئی ہے اس کی راہ میں رُکاوٹیں بندشیں اور اس طرح کی دوسری چیزیں حائل ہوتی رہتی ہیں۔ کُلٌّ مُیَسَّرٌ لِّمَا خُلِقَ لَهٗ

(جو شخص جس کام کے لئے پیدا ہوا ہے وہ کام اس کے لئے آسان ہوتا ہے) اس سوال کا یہی مکمل جواب ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

بفلک ہر دو مرد پیشہ ور ند — آں یکے درزی و دیگر جولاہ
آں بدوزد مگر قبائے ملوک — ویں نہ بافد بجز گلیم سیاہ

(ازل ہی میں دو پیشہ ور آدمی ہوئے ایک کپڑا سینے والے اور دوسرے بننے والے ایک کی قسمت میں بادشاہ کے لباس ہی کی سلائی ہے اور دوسرے کی تقدیر میں بدبختی کی میلی کمبلی کی بنائی ہے)

اور خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہر چہ استاد در نبشتہ بر اند — طفل در مکتب آں تواند خواند
لاجرم اینجا سخن کوتاہ شد — رہبر و رہ رو بماند راہ شد

(بچہ مکتب میں وہی پڑھ سکا جو استاد نے لکھ کر دیا ہے۔ قصہ مختصر راہ بتانے والے راہ چلنے والے تھک گئے اور راہ ختم ہو گئی۔)

اور یہ جو قول ہے کہ "قلم ایں جا رسید سر بشکست" (قلم یہاں پہنچا اور قلم کا سر ٹوٹ گیا) اسی معنی میں ہے۔

اور دوسرا سوال یہ ہے۔ کیا کہتے ہو اس بارے میں کہ خداوند تعالیٰ کی معرفت بندہ کو بغیر پیر کے حاصل ہوتی ہے یا نہیں؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس معرفت سے اگر تمہاری مراد خداوند تعالیٰ کی ہستی اور اس کی یکتائی ہے تو اس کا حصول بغیر پیر کے خود عقل سے ممکن ہے۔ اگر اس معرفت سے وہ کمالات مراد ہیں جو معرفت خداوندی میں اس راہ کے چلنے والوں کو حاصل ہوتے ہیں جیسے خواجہ بایزید بسطامی، خواجہ اویس قرنی، خواجہ معروف کرخی رحمہم اللہ اجمعین کے کمالات ہیں۔ یہ بھی ان مجاہدوں، ریاضتوں کے ذریعہ جو پورے شرائط کے ساتھ کئے گئے ہوں بغیر کسی پیر و رہبر کے ممکن تو ہے لیکن نادر الوقوع، شاذ، اور بہت ہی کم ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

کور ہرگز کے تواند رفت راست — بے عصا کش کور را رفتن خطاست
گر تو بے رہبر فرود آئی براہ — گر ہمہ کوہی فرو رفتی بچاہ

(اندھا کب صحیح راہ چل سکتا ہے، بغیر لاٹھی پکڑ کے چلانے والے کے اندھے کا چلنا ہی خطا ہے۔

اگر تو کسی راہبر کے بغیر راستہ چلنا اختیار کریگا تو تو اگرچہ پہاڑ کے جیسا ہی جسیم کیوں نہ ہو کنواں میں گر پڑیگا)

"حلیۃ الاولیاء" میں حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ ہر زمانہ میں چالیس آدمی ایسے ہوتے ہیں جن کا دل موسیٰ علیہ السلام کے دل کے جیسا ہوتا ہے اور سات شخص ایسے ہوتے ہیں کہ جن کا دل جناب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل کے جیسا ہوتا ہے (آخر حدیث تک) چنانچہ کہتے ہیں کہ ایک شخص ایسے ہوتے ہیں کہ جن کا دل اسرافیل علیہ السلام کے دل کے مانند ہوتا ہے۔

اور ایک جماعت ایسی ہے جسے اویسیان کہتے ہیں۔ ان لوگوں کو پیر کی حاجت نہیں ہوتی ہے نبوت خود اپنے آغوش تربیت میں پیر کے واسطہ کے بغیر پرورش کرتی ہے جیسے خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی پرورش کی گئی۔ اگرچہ اویس قرنی رض نے سرور کائنات سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا لیکن آپ سے پرورش پائی یہ نادر الوقوع اور بہت ہی کم ہے۔ اس لئے کہ ایسی استعداد و قابلیت شاذ و نادر ہی ہوتی ہے۔ لیکن بہت زیادہ غالب تر طریقہ و دستور یہی ہے کہ یہ نعمت کسی پیر اور راہبر کے سایۂ دولت ہی میں حاصل ہوتی ہے۔

سالکین کے کمالات میں سے جس کمال کو چاہو اُسے دیکھو اور اُسے انہیں کے لئے رہنے دو۔ میری گفتگو اس بارے میں نہیں ہے۔ ؎

ہاں تا نہ نہی پائے دریں راہ ببازی   زیراکہ دریں راہ نشیب و فراز است

(ہاں) دیکھو! اس راہ میں کھیل سمجھ کر قدم نہ رکھنا، کیونکہ اس راہ میں نشیب و فراز اتھاہ پیچ بہت ہے۔)

"اس مکتوب کو" غور و فکر کے ساتھ خوب سمجھ کر عالم دل سے بار بار مطالعہ کرو۔ رسم و عادت کے طور پر نہیں جیسے اہل رسم و عادت افسانوں اور قصے کو پڑھا کرتے ہیں۔ واللہ اعلم، ان بزرگوں کے کلمات سے اہل ظاہر کا حصہ الفاظ ہی ہیں جو زبان پر جاری ہوتے ہیں، اس سے زیادہ نہیں۔ یہ اس لئے کہ ان کے کلمات قلبی ہوتے ہیں کسبی نہیں اَدَّبَنِی رَبِّی (میرے رب نے مجھے پڑھایا ہے) کے عالم سے ہوتے ہیں ان بزرگوں کے کلمات عَلَّمَنِی اَبِی (میرے باپ نے مجھے پڑھایا ہے) کے عالم سے نہیں ہوتے۔ ان بزرگوں کے یہ کلمات اسرار کے انکشاف سے ہیں۔ بحث و تکرار سے نہیں۔ یہ دیکھے ہوئے اور چکھے ہوئے سے ہے پڑھے اور سُنے ہوئے سے نہیں۔ کیوں کہ اہل دل کی بصیرت، انکا فہم، ان کا ذوق سب جدا گانہ ہی ہے جو اہل ظاہر سے پوشیدہ ہے جیسا کہ کسی عزیز نے کہا ہے۔ ؎

اہل دل را ذوق و فہمے دیگر است — کان ز فہم ہر دو عالم برتر است
ہر کرا آن فہم در کار افگند — خویش را در پائے اسرار افگند
تا بداں فہمے کہ ہمچوں وحی خواست — در کلام او سخن گویند راست
آنچہ ایشاں را دریں رہ رخ نمود — کے تواند شرح آں پاسخ نمود

(دل والوں کا ذوق و فہم ہی دوسرا ہے۔ کیوں کہ ان کی سمجھ دونوں عالم سے بالاتر ہے۔ اس فہم نے جس کو اس کام میں لگایا، اس نے اپنے آپ کو اسرار کی تہہ میں پہنچا دیا۔ جب ان کی فہم وحی کو جیسا سمجھنے کا حق ہے سمجھنے کے لائق ہوئی تو اس کے کلام میں یہ جو گفتگو کریں گے سب درست ہوگی۔ اس راہ میں جو کچھ ان لوگوں کی نظروں کے سامنے آیا ہے۔ جواب سے اس کی شرح کیونکر ہو سکتی ہے)

والسلام

فقیر شرف منیری

❋

مکتوب ۱۶

اپنے افلاس اور طلب کی صداقت میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شیخ عمر مذکور کے نام۔ آں برادر کے دونوں خط ملے تھے پڑھا۔

اے بھائی! اپنے اور اپنے کاموں کی ناکامی، اور مریدوں کے احوال و مقامات سے مفلسی و ناامیدی، مردان راہ کے کمالات و معانی سے تہی دامانی و بینوائی، دل کی شکستگی اور اپنے وجود سے وحشت، مریدی اور ارادت یہی ہے اور بس۔

نمی دانم کرا نم بدیں سیرت گرفتارم — نہ من ہندو نہ من مسلم نہ من مرتد نہ بد کارم

(مجھے نہیں معلوم میں کیا ہوں میری سیرت تو یہ ہے کہ نہ ہندو ہوں نہ مسلمان ہوں نہ مرتد ہوں نہ بدکار ہوں یعنی سب کا ایسا ہی حال ہے کسی کو بھی یہ معلوم نہیں ہے کہ ازل میں اس کے حق میں کیا مقدر ہوا ہے اور کیا حکم ہو چکا ہے اور یہ شک کی بنا پر نہیں بلکہ اپنے حال کی تفتیش و کشاکش کی بنا پر ہے۔

اے بھائی! طلب کا قدم پیچھے نہ ہٹنے پائے دل قوی رکھو اور اس کو ایک بہت بڑی نشانی سمجھو، کلام مجید میں اس آیتہ کو تحقیق کی نظر سے دیکھو ارشاد خداوند تعالیٰ ہے وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِن بَعْدِ مَا قَنَطُوا (وہی ہے جو پانی برساتا ہے اس حال میں جب تم مایوس ہو چکتے ہو) جس طرح مخلوق کے لیے بارش بھیجنا ان کے ناامید ہو جانے کے بعد ہوتا ہے اسی طرح مریدوں اور طالبان حق تعالےٰ کے کاموں کی کشائش ان کی ناامیدی کے بعد ہوا کرتی ہے۔ اسی معنی میں کہا ہے۔ ؎

بار دگر پیر ما خرقہ بزنار داد　　زہد نود سالہ را بُردہ بکفار داد
زہد بہ یکسو نہاد راہ قلندر گرفت　　بہر یکے کوزہ مے خرقہ و دستار داد
قبلہ بدل کرد زود معتکف دیر شد　　روئے بمحبوب کرد دوست ورا بار داد

(ہمارے پیر نے دوسری بار خرقہ زنار پر قربان کر دیا، نوے سالہ زہد کافروں کو دیدیا۔ زہد کو کنارہ رکھدیا قلندری و آزادی کی راہ اختیار کرلی' ایک پیالہ شراب کے عوض جبہ و دستار دیدیا۔ قبلہ بدل کر فوراً بُت خانہ میں جاکر بیٹھ گئے، رخ محبوب کی طرف کرلیا، دوست نے ان کو باریابی دیدی۔) ان مذکورہ اشعار کے تمام کلمات مخصوص معانی سے مستعار ہیں۔ اہل سلوک کی جماعت کے نزدیک حال کا کھولنا نہیں سے ہے۔ حکمۃ الٰہیہ باتہٗ لا یفتح للمریدین شیئاً من احوال الا بعد یاسہم منھا (اللہ تعالےٰ نے حکم کیا ہے کہ مریدوں پر ان کے احوال میں سے کوئی چیز یا کوئی کمال اس وقت تک نہیں کھولے جائیں جب تک وہ مایوس نہ ہولیں۔) اللہ تعالےٰ کے کاموں کا طریقہ اسی طرح جاری ہے۔ کیا کیا جائے۔ تمام مریدوں کے ساتھ ابتدا میں یہی ہوتا ہے، بیچارہ مرید روتا ہے، گریہ وزاری کرتا ہے، اور کہتا ہے۔ ؎

دل گم گشتہ را رہے بنمائی　　مردم دیدہ را درے بگشائی
ہستم از ہر چہ ہست جملہ گزیر　　ناگزیرم توئی مرا بپذیر

(میرے اس گم شدہ دل کو راہ دکھلا دیجیے، میری آنکھوں کی پتلیوں کے لیے دروازے کھولدیجیے۔ اس عالم ہست میں جو کچھ ہے میں ان سب سے علٰحدہ اور بے پرواہ ہوں کہیں آپ کے بغیر چارہ نہیں مجھے قبول فرمالیجیے۔)

جناب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس عظمت وجلالت کے باوجود اپنی مناجات میں کہیں۔ اے میرے اللہ میں آپ کو کہاں ڈھونڈھوں؟ فرمان ہوا، جہاں ٹوٹا ہوا دل ہو یعنی جہاں اپنی نجات سے مایوس ہو، عرض کی خداوندا کوئی دل مرے دل سے زیادہ شکستہ نہیں ہے اور کوئی دل مرے دل سے زیادہ مایوس نہیں ہے۔ حکم پہنچا، تو میں وہیں ہوں جہاں تم ہو۔ یقین کرو کہ اَلْقَلْبُ عرشُ اللّٰہ دل ہی اللہ کا عرش ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

گر کمال عشق می یابد ترا　　جز ز دل ایں پردہ بکشاید ترا

عقل اندر حق شناسی کامل است　　لیک کامل تر ز وجان ودل است

(اگر تجھ کو عشق کا کمال مطلوب ہے، تو تیرے دل کے سوا تیرا یہ پردہ کوئی نہیں کھول سکتا۔ حق شناسی میں اگرچہ عقل کامل ہے لیکن دل اور جان عقل سے بھی کہیں زیادہ کامل ہے) عام طور سے یہ مشہور ومعروف اور مشاہدہ میں ہے کہ جو چیز جتنا زیادہ ٹوٹی ہوئی ہوتی ہے اتنی ہی بے قدر وقیمت ہوتی ہے لیکن مومن کا دل جتنا زیادہ شکستہ ہوتا ہے اس کی قیمت دونوں جہاں سے افزوں تر ہوتی ہے اَنَا عِندَ المُنکَسِرَۃِ قُلُوبُھم لِاَجلی (میں شکستہ دلوں کے قریب رہتا ہوں جن کا دل مری خاطر شکستہ ہو) اور اسی معنی کا یہ راز ہے من کانت محبتہٗ فی اللہ فعز قدرہٗ وجلل خطرہٗ (جس کی محبت اللہ کے ساتھ ہو اور اللہ ہی کے لئے ہو اس کا رتبہ بلند اس کا درجہ بڑا ہے) اس کی بلندی وعظمت کا سرمایہ یہی درد، محنت وحسرت نایافت اور مفلسی وبینوائی کا ماتم اور اس کی مصیبت ہے۔ اہل معرفت کا گروہ کیا ہی تعجب خیز گروہ ہے یہ ارباب معرفت باوجود علم و معرفت اور دولت ونعمت کے خود کو مفلس وبینوا جانتے ہیں۔ چنانچہ خواجہ سنائی نے کہا ہے۔

؎ فارغ از نفس ودین وکیش ہمہ　　گور خانہ ہوائے خویش ہمہ

علم شاں زیر حرف نادانی است　　چہ عجب گنج زیر ویرانی است

بردرخت بقائے دوجہانی　　از رہ کفر در مسلمانی

(نفس ودین رسم وعادات سب سے آزاد۔ ان کا گھر ان کی تمام خواہشات کا قبرستان بن چکا ہے۔ ان کا علم، انکی ہیچمدانی، میں کچھ نہیں جانتا کے لفظ کے تہہ میں پوشیدہ ہے اسمیں کیا تعجب ہے کہ قیمتی خزانے اجاڑ کھنڈرات میں ہوتے ہیں جو کفر کی راہ سے اسلام میں آیا اس نے دونوں جہان کے درخت بقا پر جگہ پائی)

اے بھائی! ارباب سلوک، اصحاب طلب اپنے درد نایافت اور مفلسی سے ہر آن اسی

تمنائیں ہیں کہ معدوم ہوجائیں اور ان کے وجود کا دفتر ان کی وحشت سے پاک وصاف ہوجائے کیا کریں کام کی سختی اور اپنی بے مائیگی کو جانتے ہیں اس کا مشاہدہ کئے ہوئے ہیں جب کہ تاجدار لَوْلَاكَ لِمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ (اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا) اور قباپوش قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى (دو کمان کا فاصلہ یا اس سے بھی قریب) کی نالہ و فریاد یہ ہو کہ یَا لَیْتَ رَبَّ مُحَمَّدٍ لَمْ یَخْلُقْ مُحَمَّدًا (کاش محمدؐ کا پروردگار محمدؐ کو پیدا ہی نہ کرتا)

عین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ کون جان سکتا ہے کس حال میں حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یالیت رب محمد لم یخلق محمداً کہا ہے فلا یامن من مکر اللہ الا القوم الخاسرون (سوائے خاسرین کے اللہ تعالیٰ کے پوشیدہ کرشموں سے کوئی بے خوف نہیں) اس شعر میں شاید اسی رمز کی طرف اشارہ ہے۔ ؎

کہ نداند ترکارسازئی تو　　　کہ نترسد زبے نیازئی تو

(آپ کے کاموں کو کون نہیں جانتا آپ کی بے نیازی سے کون نہیں ڈرتا)

عجب معاملہ ہے سارے عالم میں منادی کردی گئی وَاللّٰہُ یَدْعُوْا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ (اللہ اپنے سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے) اور جب لوگوں نے طلب کی کمر باندھی اس اُمید میں سب دوڑ پڑے جان و تن کی بازی لگادی تو ارشاد ہوتا ہے کہ تم لوگوں کو طلب کے سوا چارہ نہیں تمہارا کام دوڑ دھوپ، دوا دوش ہی ہے اسی میں لگے رہو سکون و قرار کا نام نہ لو اور خوب یاد رکھو طالب لوٹایا بھی جاتا ہے راہ بند بھی ہوتی ہے اما الطلب رد والطریق سد ہی وہ راز ہے جو کہا ہے

من بر سر کوئے آستیں جنبانم　　　تو پنداری کہ من ترا میخوانم!!

نے نے غلطی کہ من ترا میخوانم!　　　خود رسم من است کاستیں جنبانم

(میں نے گلی کے نکڑ پر آستین ہلائی، تم سمجھے کہ میں تمہیں اشارہ کر رہا ہوں، نہیں نہیں! یہ تمہاری غلطی ہے جو تم نے سمجھ لیا کہ میں تمہیں بلاتا ہوں آستین ڈلانے کی مری تو یہ عادت ہے)

مُریدی کی ابتداء میں طالبانِ راہ اور سالکین طریقت کو اس طرح کے واقعات پیش آتے ہیں اور اس طرح کے کاموں سے سابقہ پڑتا ہے ایسا کہ لوگ نیست و نابود ہوجانا چاہتے ہیں اور اپنے کام سے نااُمید ہوجاتے ہیں یہاں تک کہ اپنی ہلاکت پر دل سے آمادہ ہوتے ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

خرقہ زسر برکشید سبحہ بخمار داد　　　کوزہ پر از بادہ کرد تحفہ بہ کفار داد

نقد نود سالہ را بہر یکے جام مے
از سر مستی عشق رفت بخمار داد

(ایک پیالہ شراب سے بھرا، خرقہ سر سے اتارا مے فروش کو دیدیا تسبیح لی اور کافر کو تحفہ دیدیا۔ نوے سال کی پونجی ایک پیالہ شراب کے عوض عشق کے نشہ میں شراب خانہ کے مالک کو دیدی)

ان تمام باتوں کا راز کیا ہے جانتے ہو؟ یہ اسلئے ہے کہ طلب کی صداقت ظاہر ہو جائے اور صادق و کاذب کی تمیز ہو جائے، جھوٹے دعویدار حقیقی طالبوں سے جُدا ہو جائیں۔ ابتدائے ارادت و مُریدی میں سب کو دعویٰ ہوتا ہے۔ اسی بنا پر دعویٰ کے لئے دلیل ضروری ہے۔ امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ خود کو دیوانہ کہلانے کے بعد گھر کے اندر دروازہ بند کر کے بیٹھ گئے۔ ایک جماعت حضرت کے پاس آئی آپ نے پوچھا تم لوگ کون ہو؟ کہا ہم لوگ آپ کے قدیم چاہنے والوں میں ہیں، ایک ایک کو پتھر مارنا شروع کر دیا سب بھاگنے لگے۔ فرمایا یہ جھوٹے میری محبت کا دعویٰ کرتے ہیں، اگر ایسا ہے تو میرے اس جور و ستم سے بھاگتے کیوں ہیں؟ اسی سے تم جان لو کہ بغیر ثبوت اور دلیل کے دعویٰ محض جھوٹ ہوتا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

زاں زہد پُر نفاق وزیں دلق پر زرق
واللہ کہ سیر گشتم و زنارم آرزوست

(اس نفاق بھرے زہد سے اور اس پُر فریب گدڑی سے قسم ہے اللہ کی میرا جی بھر گیا، مجھے زنار کی آرزو ہے) اعتقاد کے رُو سے نہیں بلکہ اعتباری طور پر نفاق اور فریب کو زنار ہی کی نظر سے دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کیوں کہ حجاب کے معنی میں دونوں برابر ہیں۔

اے بھائی! منافقین زبان سے کہتے تھے نشهد انك لرسول الله (ہم گواہی دیتے ہیں بیشک آپ اللہ کے رسُول ہیں) ان کا یہ قول، قول کی حیثیت سے تو درست تھا لیکن اپنے اس قول پر وہ دلیل و بُرہان نہیں رکھتے تھے یعنی جب ان کے اس قال کے ساتھ سچا حال نہ تھا تو یقیناً جھوٹ ہوا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ (بیشک یہ سب منافقین جھوٹے ہیں) اور وہ جو تم نے سُنا ہے کہ ایک دفعہ حضور پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حارثہ رضؓ کو دیکھا تو پوچھا کیف اصبحت (تمہاری صبح کیسی گذری یا حارثہ؟) عرض کی اصبحت مومنًا حقًا (حقیقت ایمان کے ساتھ یا رسُول اللہ) یہ حضرت حارثہ رضؓ کو اپنے ایمان کی حقیقت پر دعویٰ تھا تو یقیناً حضور پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر دلیل پیش کئے انھیں مہلت نہیں دی۔ فرمایا لكل حق حقيقة فما حقيقة ايمانك (ہر چیز کی ایک حقیقت

ہوتی ہے، تمہارے ایمان کی حقیقت کا کیا حال ہے؟) یعنی ہر حق کے لئے اس کی صحت و درستی کی علامت و دلیل ہوتی ہے تمہارے ایمان کے صحت کی نشانی و دلیل کیا ہے؟ حضرت حارثہ نے اپنے دعویٰ کی دلیل و علامت یہ پیش کی اعرضت نفسی عن الدنیا واسھرت لیلی واظمات نھاری واستوی عندی ذھبھا وفضتھا وحجرھا ومدرھا وکانی انظر الی عرش ربی بارزا وکانی انظر الی اھل الجنۃ تیزاورون وکانی انظر الی اھل النار یتعاوون (کہ دنیا سے میں نے منہ موڑ لیا ہے ہمیشہ دن کو روزہ رکھتا ہوں اور راتیں نماز و قیام میں گزارتا ہوں میرے لئے سونا، چاندی اینٹ، پتھر کے برابر ہو گئے ہیں اور گویا میں خداوند تعالیٰ کے عرش کو عیاں دیکھتا ہوں اور گویا اہل بہشت کو دیکھتا ہوں کہ آپس میں ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور دوزخ والوں کو روتے ہوئے اور باہم فریاد کرتے ہوئے دیکھتا ہوں) حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کے اس عرض پر حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے حقیقت کو پالیا اس پر قائم ہو جاؤ اور اسے لازم کر لو۔ کسی نے کہا ہے ؎

در خیال از فزوں و کاست بود آزمایش گواہ و راست بود

(خیال میں کمی بیشی تو ہوتی ہے، اصل آزمایش میں صحیح اترنا ہی صحت و درستگی کی دلیل ہے)

اس تمام تقریر سے غرض یہ ہے کہ کسی کو بغیر دلیل پیش کئے ہوئے نہیں چھوڑا جاتا ہے بلکہ جھوٹے دعویداروں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ اسی کو کسی نے کہا ہے۔ ؎

ہر کرا در پیش ایں مشکل بود چوں تواند کرد گر صد دل بود

صد جہاں جاں مبارز آمدہ ہست سرگرداں و عاجز آمدہ

(جس شخص کو یہ مشکلیں درپیش ہوں ایک دل کیا؟ اگر وہ سو دل بھی رکھتا ہو تو کیا کر سکتا ہے۔ مشکلات کے یہ سینکڑوں جہاں جب مقابلہ پر اتر آئیں تو سوائے سرگردانی اور عاجز ہونے کے اور کیا ہے)

ان مریدوں کو جنھوں نے اپنی بلندی ہمت کی بنا پر ساتوں آسمان و زمین کے مالک کے طالب ہونے کا دعویٰ کیا ہے انھیں بغیر امتحان اور ثبوت کے کیسے چھوڑیں گے تو مرید کو اس راہ میں جو کچھ پیش آتا ہے وہ سب اسی نوع سے ہے، جو بیان ہوا یہ سب کچھ حقیقتاً دعویٰ کی صداقت میں دلیل و برہان کے طور پر ہے، نہ یہ کہ اپنے طالبوں کو ناامیدی میں مبتلا کرنے اور ضائع کرنے کے لئے ہے اس اکرم الاکرمین اور ارحم الراحمین کے بارے میں ہرگز ایسا گمان نہیں ہونا چاہیئے ؎

آں کہ از جان خویش برخیزد رہبر عقل او ہدایت اوست
واں کہ بر راہِ او قدم بنہاد! مونس جان او عنایت اوست

(جو شخص اپنی جان سے بیگانہ ہو جائے۔ تو عقل و ہدایت اس کی رہبری کرتی ہے۔
اور جس نے اس کی راہ میں قدم رکھا۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت اسکی مونسِ جاں بنجاتی ہے۔)

قال لقمان لابنہٗ یابنی کما ان الذھب والفضۃ یختبر ان بالنار کذالك المومن یجرب بالبلاء (لقمان نے کہا اے بیٹے! جس طرح سونا چاندی کو آگ پر ڈال کر پرکھتے ہیں اسی طرح مومن کو بلا کے ذریعہ آزمایا جاتا ہے) اے بھائی! جس طرح سونے چاندی کو آگ میں ڈال کر جانچتے ہیں تاکہ خالص سے ملاوٹ علیحدہ ہو جائے اسی طرح مومن کو طرح طرح کے بلاؤں میں مبتلا کر کے جانچتے ہیں تاکہ مخلص کا منافق سے، دعویدار کا حقیقی طالب سے جھوٹے کا سچے سے امتیاز ظاہر ہو جائے اور جملہ تکلیفیں جو اس دنیا میں ہیں وہ اسی امتحان و آزمائش کے لئے ہیں۔ جانچ خواہ بلا و رنج کے ذریعہ ہو خواہ نعمت و راحت کے ذریعہ۔ چنانچہ کہا ہے ؎

کس چہ داند تاچہ حکمت میرود ہر وجودے راچہ قسمت میرود

(کوئی کیا جانے کہ اس کی حکمت کا کیا تقاضا ہے اور کس کی قسمت میں کیا ہے)

اے بھائی! یہ میں سمجھ رہا ہوں کہ آن برادر کے دل میں یہ بات آئے گی کہ امتحان اللہ تعالیٰ کی جانب سے کیونکر صحیح ہے اس لئے کہ امتحان تو جس چیز کو نہیں جانتے ہیں اس کے جاننے کیلئے ہوتا ہے اور خداوند تعالیٰ اپنے علم قدیم سے ساری چیزوں کا جاننے والا ہے۔ جیسی کہ وہ چیز ہے اور یہ شبہ اس جگہ موزوں ہے اور قابل توجہ بھی۔ لیکن اے برادر امتحان تو ہم لوگوں کیجانب سے ہے۔ اللہ کی طرف سے تو اس چیز کا ظاہر کرنا ہے جس کا علم اُسے خود ہے کہ آج بندہ اپنے فعل سے اس چیز کو ظاہر کر رہا ہے اسی کو خداوند تعالیٰ کی جانب سے امتحان کہتے ہیں۔ تمام شریعتیں اور شریعت کی ذمہ داریاں سب امتحان ہی ہے۔ امتحان، ابتلا، اختبار، فتنہ، بلا یہ سب چند الفاظ ہیں ان سب کے معنی وہی ہیں جو بیان ہوئے۔

اے بھائی! جب تک ایک سانس بھی باقی ہے ابتلا بھی باقی ہے کہ الدنیا دار البلاءِ وفتنۃ (دُنیا آزمائش اور فتنہ کی جگہ ہے) ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و رُسل سب کے سب باوجود معصوم ہونے کے ابتلا و آزمائش کے اندر رہے ہیں۔ یہاں ہم تم اور ہمارے تمہارے

جیسے اور دوسرے کس شمار میں ہیں۔

شاہی، گدائی، تونگری، درویشی، صحت و مرض، نعمت، سختی، سلامتی و بیماری اسی طرح کی اور دوسری چیزیں کم ہوں یا زیادہ یہ سب امتحان و آزمایش ہی ہیں فرق بس اتنا ہی ہے کہ آزمائش حالت شکر میں ہے دوسری حالت صبر کے ساتھ یہاں تک کہ خداوند تعالیٰ کو جو اپنے علم قدیم سے معلوم ہے وہ آج بندہ کے فعل سے ظاہر ہو کہ اطاعت گذاروں کو اجر و ثواب ان کے فعل کے صدور کے بعد ملے اور گناہ گاروں کو عذاب و عقوبت ان کے فعل کے بعد انھیں ہو یہ محض اللہ تعالیٰ کے علم قدیم کی بناپر نہیں ہے بلکہ اس کے علم و حکمت کا یہی تقاضا ہے۔ جیساکہ کہا ہے ؎

بندہ آں بہتر کہ بر فرماں رود　　کز خداوند آنچہ خواہد آں رود
گرچہ رہ جستند ہر سوئے ازیں　　پے نہ بردند اے عجب موئے ازیں

(بندہ وہی بہتر ہے جو احکام کی بجا آوری میں لگا رہے اللہ تعالیٰ کی جو رضا اسکے لئے ہے اس پر خوش و خرم رہے۔ اگرچہ اس کے علاوہ ہر طرف راہ ڈھونڈی لیکن ایک بال برابر بھی کہیں راہ نہ ملی)

والسلام
حقیر شرف منیری

مکتوب ۱۷

احکامِ الٰہی کے اجرا میں انبیاء و اولیاء کا عجز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادرم شیخ عمر! کاتب مکتوب شرف منیری کی خاص دُعاء قبول کرو۔
دو عزیز کرہ سے آئے آں برادر کا خط لائے پڑھا مضمون سے آگاہی ہوئی۔

اے بھائی! نبیوں کے باپ "صفوت وعصمت ونبوت کے تاجدار" دار السلام میں سارے عزت وکرامت کے باوجود جو تم نے سُنا ہے شدت، ابتلا، سختی، زحمت وبلا سے سلامت نہ رہ سکے اور صرف چند دانہ گندم کھا لینے سے جو انہوں نے دیکھا سو دیکھ لیا۔ کیا خیال ہے؟ ان اولیاء کے بارے میں جو دار البلا وفتنہ میں ہزاروں ہزار پوشیدہ فرعونی ونمرودی لوگوں کے ہوتے ہوئے سلامتی وعافیت سے رہے۔ یہ محال ہے۔ جب اپنے کلام پاک میں لیبلوکم (تاکہ تمہیں آزمایا جائے) کے ذریعہ یہ اطلاع دیدی ہے کہ بلا تیار کر لی گئی ہے۔ سبحان اللہ— ایسا ذی جان جو ماں کے پیٹ ہی میں خون سے پرورش پاتا رہا ہو جب وہاں سے اس بلاخانہ میں آپڑا تو سوائے خون کے اور کیا کھائے گا۔ اسی راز کو کہا ہے ؎

چوں موئے شدم ز رنج ہر بیدادے — درد ہر کہ دید ست چو من ناشادے
برخیزد اگر بجہد ناگہ بادے — چوں چنگ بہر رگے ز من فریادے

(ہر ظلم وستم کے رنج وغم سے میں سُوکھ کر مثل بال کے ہو گیا ہوں، مجھ جیسا اندوہگیں جہاں میں کب کسی نے دیکھا ہے۔ اگر اچانک مرے اندر سے آہ کا بگولا اُٹھے تو چنگ کی طرح میرے رگ سے فریاد وفغاں کی جھنکار آنے لگے۔)

سلامتی وعافیت عدم میں ہے یا قدم میں لیکن ایسا وجود کہ جو وجود وعدم کے درمیان ہے۔

وہ تمام بلاؤں اور تمام بیماریوں کی ابتلا کے لئے ہے۔ جیسا کہ ایک عارف سے کسی نے پوچھا ما العلۃ کیا روگ ہے انہوں نے کہا الوجود یہی وجود ہی بیماری ہے۔ خوب کہا ہے ؎

کاش کہ ہرگز نبودے نام من تا نبودے جنبش و آرام من

(کاش مرے وجود کا نام ہی نہ ہوتا۔ یہاں تک کہ حرکت و سکون کا پتہ نہ رہتا۔)

ایک فقیر سے نزع کے وقت کسی نے کہا کوئی آرزو ہو تو فرمایئے تاکہ پورا کروں کہا ہاں ہے، "ایسا عدم کہ جس کا وجود نہو" یہی مری آرزو ہے۔ اسی سے سمجھ لو کہ تمام بلائیں اور سارے فساد ہمارے اسی وجود سے ہیں۔ اسی مقام سے یہ شعر ہے۔ ؎

اذا قلت ما اذنبت قالت مجیبۃ حیوتک ذنبٌ لا یقاس بہا ذنب

(میں نے کہا بتاؤ میں نے کیا گناہ کیا ہے؟ محبت نے کہا تیرا وجود ہی گناہ ہے ایسا کہ قیاس سے باہر)

اور فارسی کا شعر ہے۔ ؎

اے کاش نہ بودی اے عراقی کز تست ہمہ فساد باقی

(کاش عراقی کا وجود نہ ہوتا اس لئے کہ ترے ہی دم سے ساری خرابیاں ہیں)

اے بھائی! عدم بہترین عالم ہے، نہایت ہی آرام وہ ایسی بہشت ہے، جہاں دوزخ کا وجود ہی نہیں۔ ایک صاحب عزت کہتے ہیں۔ جہان عدم کی خوشی کا جتنا زیادہ سے زیادہ تذکرہ کر سکتا ہوں کروں تو بھی اس کا ہزاروں حصہ بیان میں نہیں آسکتا۔ آج ارباب بصیرت کے جگر کباب اور دل جو خون ہو رہے ہیں وہ اسی عالم وجود کی وجہ سے ہے کیوں کہ یہ عالم وجود بلا کی آماجگاہ ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

ہر دم زدنی فلک دگرگوں گردد ہر دوں سخنی بہر سخن دوں گردد

زاندیشہ آنکہ تا چنیں چوں گردد دل در بر زیرکاں ہمیں خوں گردد

(آسمان کی حرکت ہر گھڑی متغیر ہوتی رہتی ہے، ہر ناشائستہ گفتگو کرنیوالا کمینہ باتوں کی چکر میں لگا رہتا ہے۔ اسی اندیشہ سے کہ کہیں ایسے سے ویسا نہ ہوجائے ہوشمندوں کے دل خون ہو رہے ہیں)

یَا لَیْتَ رَبَّ مُحَمَّدٍ لَمْ یَخْلُقْ مُحَمَّدًا (کاش محمد صلی اللہ علیہ وسلم، کا رب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا نہ کرتا) کی فریاد اسی وجود ہی کی وجہ سے ہے۔ کہ یہ وجود ہی بلاؤں کا نشانہ اور قضا و قدر سے پامال ہے۔ قضا و قدر کے قدموں تلے دبنا اور پھر سیدھا کھڑا رہنا یہ کچھ آسان کام نہیں ہے فَاسْتَقِمْ

کَمَا اُمِرْتَ (سیدھے قائم رہو جیسا کہ حکم دیا گیا ہے) جانتے ہو کس قدر مشکل کام ہے" اس کام کی دشواری کا اندازہ سرور کائنات فخر موجودات احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنو" فرماتے ہیں۔ خداوندا اگر میں کملی سر سے تان کر سوتا ہوں تو پکار ہوتی ہے یاایھا المدثر قم فانذر (اے مرے کملی اوڑھنے والے اٹھئے اور لوگوں کو خوف دلائے) اور اگر کملی سے باہر آتا ہوں انہیں بلانے کے لئے تو ارشاد ہوتا ہے فَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا (بہترین طور پر ان سے الگ ہو جائیے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے ہیں۔ مجھے کیا کرنا چاہیئے؟ فرمان ہوتا ہے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ آرام چاہتے ہیں اور ہم آپ سے سرگردانی چاہتے ہیں۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ چاہتے ہیں کہ ہمارا حساب پورا کردیں اور گوشہ میں بیٹھ جائیں اور ہم چاہتے ہیں کہ ہمہ دم ہر گھڑی ہمیں آپ سے اور آپ کو ہم سے ہزار گونہ حساب رہے۔ اور اگر ہم آپ کو خوش وخرم دیکھتے ہیں تو ہم کہتے ہیں لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ (آپ خوشی میں مگن نہ ہوں اللہ خوش رہنے والے اور اترانے والے کو پسند نہیں فرماتا) اور اگر آپ کو افسردہ وتنگ دل ہم دیکھتے ہیں تو ہم کہتے ہیں وَلَقَدْ نَعْلَمُ اِنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ (بیشک ہم جانتے ہیں کہ آپ دل تنگ ہیں لوگوں کی زبان درازی اور نافہمی سے) اور اگر آپ بہت زیادہ عبادت میں لگ جاتے ہیں تو ہم کہتے ہیں طٰهٰ مَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰى (اے میرے محبوب! قرآن آپ پر اس لئے نہیں اتارا ہے کہ آپ خود کو اس قدر مشقت میں ڈالیں) اور اگر عبادت آپ کم کریں تو مرا ارشاد ہے وَاعْبُدْ رَبَّكَ (اپنے رب کی عبادت کیجے) اور اگر رات کو خواب استراحت فرمائیں تو مرا حکم ہے قُمِ الَّيْلَ (رات کو اپنے رب کے حضور کھڑے رہئے) اور اگر پردہ کے اندر خوش رہ کر بیٹھے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ یہ آپ کی والدہ کی دہلیز نہیں ہے اور اگر آپ سختی اختیار کرتے ہیں تو ہدایت کرتا ہوں وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ (نرمی کا برتاؤ کیجئے) اور اگر اقربا کے ساتھ نرمی وآسانی کرتے ہیں تو مرا ارشاد ہے وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (آپ اپنے قرابت مندوں کو خوف دلائیے) اور اگر نرمی برتتے ہیں تو وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ (ان پر سختی کیجئے) کا حکم ہوتا ہے۔ اور اگر تند خوئی کج خلقی سے پیش آئیں تو وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (اے رسول اگر آپ کج خلق تند خو ہوتے تو لوگ آپ کے پاس سے ہٹ جاتے) اور اگر آپ بے جھجک صاف صاف کہدیں تو مرا ارشاد ہوتا ہے وَقُلْ لَّهُمْ فِيْ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا

بَلِیغًا (اے رسول آپ ان سے گفتگو بلاغت کے ساتھ کیجئے) اور اگر مبالغہ سے کام لیں تو ارشاد ہوتا ہے قُل لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُورًا (اے رسول آپ ان سے آسان انداز میں گفتگو کیجئے) (جب حضورؐ کی سیرت پاک کا یہ رنگ ہے) تو کیا ہی سرگردانی و پریشانی ایک مشتِ خاک پر ہے، کون ہے جو اس ماتم و مصیبت میں سینکڑوں نوحے اپنی جان پر نہ کرے جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

ہر روز طلب کنی محال دگرم وز گردش چرخ در حوالی دگرم
امروز بناز کی بحالی دگرم وز گوشش شدز گوشمالی دگرم

(ہر روز ایک محال کام کی طلب آپ کو مجھ سے ہے اور میں آسمان کی گردش سے کسی نہ کسی بندش میں ہوں، آج اپنی نزاکتوں کی وجہ سے دوسرے حال میں مبتلا ہوں اگرچہ گوشمالی کا ذکر بھی کان سے سن چکا ہوں)

اے بھائی! جب کہ اُس پر فریب وجود میں جو نشانہ بلا ہے گرفتار ہوں تو تقدیر کے میدان میں گیند بنجانے اور قضا کے آگے گردن ڈال دینے، دبے رہنے کے سوا اور کیا تدبیر ہے قضا کی گوناگوں پیچیدگیاں کیا کرتی ہیں اور کہاں لے جاتی ہیں مسجد میں بٹھا کر دستار بندھواتی ہیں یا بتخانہ میں زنار۔ قضا و قدر کی ہیبت سے لوگوں کے جگر کباب اور دل خون ہو رہے ہیں۔ معلم الملکوت کو دیکھو، بلعم باعور کی طرف نگاہ کرو، اس رنگ کو دیکھ کر لوگ سر پر خاک ڈالتے ہیں اور کہتے ہیں۔ رُباعی ؎

گفتم کہ مگر محرم اسرار آیم با دولت وصل بر در یار آیم
کے دانستم کہ با کمال دانش در تبکدۂ قابل زنار آیم

(یقین تھا کہ میں محرم راز ہو کر وصل کی دولت کے ساتھ دربار پر آیا ہوں یہ میں کب جانتا تھا کہ تمام و کمال دانشمندیوں کے باوجود تبخانہ میں زنار بندوں کی طرح جانا ہوگا۔)

اسی راز کو کہا ہے۔ ؎

بر من ز دلم نہ ماند جز نام دلم تا خود بکجا رسد سرانجام دلم

(میرے پاس دل کہاں! دل کا صرف نام ہی رہ گیا ہے دیکھیں اب اس کا بھی کیا انجام ہوتا ہے۔)

یہ سب جو تم نے سنا ہے اس کے باوجود طرفہ یہ ہے کہ فرمایا جاتا ہے اِصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا اے اصبروا انفوسکم علیٰ طاعة اللہ وصابروا بقلوبکم علی البلوی فی اللہ ورابطوا علی الشوق الی اللہ۔ عجب معاملہ ہم لوگوں کا ہے اس درجہ حیرانی و سرگردانی کے باوجود حکم ہوتا ہے

اپنی جانوں کو ہماری بندگی میں جمائے رہو اور ہماری دی ہوئی تمام بلاؤں و مصیبتوں میں اپنے دلوں کو میری راہ میں برقرار رکھو اور ان سب کے ساتھ ہمارے اشتیاق میں دلوں کو وابستہ رکھو۔ اسی راز کو کہا ہے۔ ؎

اے جہان جاں ہمہ حیران تو　　صد ہزاران عقل سرگردان تو

(اے وہ کہ تو تمام جانوں کا جہان ہے سب تیرے ہی حسن کے شیدائی ہیں، لاکھوں لاکھ عقلیں تیرے جمال باکمال سے حیران و ششدر رہیں۔)

والسلام
خاکسار شرف منیری

*

مکتوب ۱۸

دوستی و دشمنی اللہ کیلئے اور اپنی خواہشات نفس کیلئے اس کا ترک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شیخ عمر مذکور کے نام۔

میرے بھائی..... اللہ تعالیٰ تمہیں نفس کی شرارتوں سے پاک و صاف رکھے۔

تم جانو! قرآن مجید فرقان حمید میں فرمان ہے لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ط (ایمان والے مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں)

ایمان کی حقیقتوں میں سے ایک حقیقت یہ ہے کہ دوستی خدا ہی کے لئے اور دشمنی بھی خدا ہی کے لئے ہو۔ جس کسی سے محبت کی جائے وہ خدا ہی کے لئے ہو ایسی محبت مومن کے ساتھ ہوتی ہے اور جس کسی سے دشمنی کی جائے وہ دشمنی بھی خدا ہی کے لئے ہو ایسی دشمنی کافر ہی کے ساتھ ہوتی ہے، اور جب تمہاری نیت خالص حق کی موافقت میں ہوگی کسی لالچ اور غرض کے لئے نہیں تو تمہارا دوسرا قدم محبت کے حدود کے اندر ہوگا کہ المحبة موافقة المحبوب فی محبوبه ومکروهه محبت المحبوب کی پسندیدہ اور ناپسندیدہ باتوں کی موافقت ہی

ہے اور سب یہ جانتے ہیں کہ دوست کا دوست دوست ہوتا ہے اور دوست کے دشمن کے تم دشمن ہوتے ہو، یہ ایک بہت ہی قوی اصل ہے اس کے فوائد بیحد ہیں اور ہر وہ محبت و عداوت جو خالص اللہ کے لیے نہ ہو وہ سب بُرائی، تاریکی و حجاب راہ ہے جیسا کہ کہا ہے

ہرچہ جز حق بسوز و غارت کن ہرچہ جز دیں ازو طہارت کن

(حق کے سوا جو کچھ ہے سب کو جلا کے غارت کردو، دین کے علاوہ جتنی چیزیں ہیں ان سے طہارت کرو)

ارباب اشارات کا قول ہے کہ تمہارا نفس پورا کافر ہے اس کی تخلیق ہی آتش پرستوں کی سرشت پر ہے اس کا سارا دعویٰ ہے کہ لِیْ وَمَعِیْ وَعِنْدِیْ (جو کچھ ہے میرے لیے ہے، میرے ساتھ ہے اور مجھ سے ہے) اس کا سارا دعویٰ و مطالبہ خدائی مطالبہ کے خلاف اور اللہ تعالیٰ کے تقاضوں اور دعووں کے مانند ہے۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ خداوند تعالیٰ اپنے بندوں سے مطالبہ فرماتا ہے کہ تمام حمد و ثنا میری کی جائے اور میری ہی تعریف کیا کرو۔ ہم لوگوں کا نفس بھی سارے جہاں سے یہی چاہتا ہے۔ خداوند تعالےٰ اپنے بندوں سے فرماتا ہے ہمارے تمام احکام بجالائے جائیں اور ہمارے فرمان کی مخالفت سے بہت دور رہا جائے ہمارا تمہارا نفس تمام لوگوں سے یہی مطالبہ کرتا ہے۔ خداوند تعالےٰ اپنے بندوں سے مطالبہ فرماتا ہے کہ سب کی رغبت اس کی طرف ہو اور سب کو خوف بھی اسی کی جانب سے ہو ہم لوگوں کا نفس بھی تمام مخلوق سے یہی چاہتا ہے اسی طرح اور تمام دوسرے اُمور میں بھی شمار کرلو۔ حقیقت میں نظر سے دیکھو نفس کے سارے دعوے اللہ کے دعویٰ کے خلاف اور اس جل و علا کے دعوے کے مثل کیا نہیں ہیں؟ اسی کو کہا ہے۔ ؎

سُودہ گشت از سجدۂ راہ بُتاں پیشانیم چند خود را تہمت دینِ مسلمانی نہم

(میری پیشانی بتوں کی راہ یعنی نفس کی فرماں برداری میں سجدہ کرتے کرتے گھس گئی کب تک میں اپنے اُوپر مسلمان ہونے کی بدگمانی کا داغ لگاتا رہوں گا۔)

اور وہ جو خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے اَسَاسُ الْکُفْرِ مُوَافَقَۃُ النَّفْسِ (کفر کی بنیاد ہی نفس کی موافقت ہے) اسی کو سمجھو کہ یہ کیا ہے اسی بنا پر تو ہے۔ اور وہ جو خواجہ واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اَلنَّفْسُ صَنَمٌ وَالنَّظَرُ اِلَیْھَا شِرْکٌ وَالنَّظَرُ فِیْھَا عِبَادَۃٌ (نفس ہی بُت ہے اس کی طرف دیکھنا (رغبت سے) شرک ہے اور اس کی نگرانی کرنا عبادت ہے) یہ کیا ہے؟ یہ بھی اسی وجہ

سے ہے۔ اور... تم نے سُنا ہے کہ بزرگوں نے سالہا سال زندگی اس طرح گذاری کہ کبھی ایک قدم بھی نفس کی موافقت پر نہیں رکھا۔ اس کے کیا معنی ہیں (یہ بھی اسی لیئے ہے) اور عارفوں کا یہ قول ہے لَا تَغْفَلْ عَنِ النَّفْسِ وَاِنْ انتہیت فِی الْمَعْرِفَہ (نفس سے غافل نہ ہو اگرچہ اس کو انتہا تک تم پہچان چکے ہو) یہ کہاں سے کہتے ہیں؟ یہ بھی اسی لیئے ہے) اور جب تم یہ جان چکے تو یہ بھی جان لو کہ یہ بزرگان جو یہ سب کچھ کہتے ہیں وہ کہاں سے یہ کہتے ہیں یقیناً یہ بھی اسی بنا پر ہے

ع در کوئے بتاں رفت ہمہ عمر دریغا چوں برہمن پیر بہ بت خانہ بماندیم

(افسوس ساری عمر بتوں یعنی نفس کافر کی گلی میں گذر گئی بوڑھے برہمن کی طرح بت خانہ یعنی نفس کی کٹیا میں پڑا رہا)

توجب تم نے یہ جان لیا کہ نفس ہی سب سے بڑا کافر ہے اور کافروں سے محبت کرنا حرام ہے ان سے قتال و جنگ کرنا فرض عین ہے تو نفس سے دشمنی کرنا اور اس سے ہمہ دم جنگ کرتے رہنا بھی فرض عین ہوا۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ع

ازیں کافر کہ مارا در نہاد است مسلماں در جہاں کمتر نشاد است

(اس نفس کافر کی وجہ سے جو ہمارے باطن میں چھپا ہوا ہے، مسلمان جہاں میں بہت کم ہیں)

اور جب اس قصد و نیت سے مجاہدے کی تلوار اُٹھائی نفسِ کافر سے جہاد میں مشغول ہوئے اور اگر تم نے اسے قتل کر دیا تو فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے تم تحیاب ہوئے۔ اور اگر تم شہید ہو گئے تو تمہارے حصّہ میں مَنْ قتلہٗ فَاَنَا دیتہ (جو میری راہ میں قتل ہوا اس کا عوض میں ہوں) کی دولت آئی۔

اے بھائی! وہ جہادِ ظاہری جسے ظاہر میں تم دیکھتے ہو وہ اس جہاد کے بعد کا درجہ ہے اس ظاہری جہاد میں کافر کو تیغ و تلوار سے دُور کیا جا سکتا ہے خود بھی اس سے مصلحتاً علٰحدہ ہوا جا سکتا ہے۔ اور شیاطین کو لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کے اوراد کے ذریعہ اپنے قریب سے بھگایا جا سکتا ہے اپنے آپ کو اس سے دور رکھا جا سکتا ہے لیکن جہاد تو حقیقتاً یہی جہاد ہے جو نفس کافر سے کیا جاتا ہے رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ (ہم لوٹے جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف) یہ سب اس وجہ سے ہے کہ یہ کافر تمہارے جسم کے اندر گھسا ہوا ہے اسے اپنے سے دور کرنے کی کوئی صورت نہیں، اور اس کے ساتھ اچھا برتاؤ و نیک سلوک کرنے پر

بھی اس سے امن میں رہنے کی کوئی راہ نہیں۔ اس لیے کہ اور دشمن کے ساتھ یہ ہوتا ہے کہ جب اس کے ساتھ نیکی کا سلوک اور احسان کیا جاتا ہے تو وہ دوست بن جاتا ہے، یہ تو ایسا دشمن ہے کہ اس کے ساتھ لاکھ سلوک واحسان کرو وہ کبھی تمہارا دوست نہیں ہو سکتا بلکہ ہمیشہ تمہاری ہلاکت کے درپے رہے گا۔ اور تمہارا یہ حال ہے کہ اس کے باوجود تم اس کے سب سے بڑے عاشق ہو رہے ہو اور اس کی غلامی میں لگے رہتے ہو۔ ؎

گہ مسلمانی دہی گہ زر دہی　　　تا کہ یک لقمہ بدیں کافر دہی

(کبھی مسلمانی دیدیتے ہو کبھی سونا چاندی یہاں تک کہ سب کا ایک لقمہ بنا کر اس کافر کو دیدیا کرتے ہو)

اب تم نے جان لیا کہ نفس کافر کے ساتھ جنگ "جہادِ اکبر" ہے اور جب تک بد نصیبی کی یہ رکاوٹ بدبختی کا یہ حجاب نفس کافر درمیان میں ہے سعادت ابدی اور دولت سرمدی سے بندہ محجوب ہے، اور بارگاہ محبوب و مطلوب سے دور ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

ذرہ تا از ہستی خویشت بود　　　صد فراق سخت در پیشت بود

(جبتک تری اپنی ہستی کا ایک ذرہ باقی ہے ہزاروں ہزار جدائی تجھے درپیش ہے)

وہ جو تم نے سُنا ہے کہ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے خداوند عز وجل کو خواب میں دیکھا پوچھا کیفَ الطَّرِیقُ اِلَیکَ خداوندا آپ تک پہنچنے کی راہ کون سی ہے ارشاد ہوا دع نفسک وَتَعَال اپنے نفس کو چھوڑ دو اور چلے آؤ۔ یہ نہیں کہا گیا کہ دنیا کو چھوڑ دو اور آجاؤ لوگوں کو چھوڑ دو آجاؤ۔ زن و فرزند کو چھوڑ دو اور آجاؤ یا مال واسباب کو چھوڑ دو اور آجاؤ۔ اور یہ بھی نہیں کہا گیا روزے رکھو، نمازیں پڑھو اور چلے آؤ اسی سے معلوم ہوا کہ حق سبحانہٗ تعالےٰ کے طالب کے لیے نفس کافر کو چھوڑنا فرض عین ہوتا ہے فرض بحکم حال (یعنی یہ فرض حالی ہے اعتقادی نہیں) اگر نفس کافر کو نہیں چھوڑتا تو حق سبحانہٗ تعالےٰ سے دُور رہے گا۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

تا دریں حضرت خودی می ماندت　　　صد جہان پُر بدی می ماندت

زانکہ گر موئے بماند از خودیت　　　ہفت دوزخ پر بیاید از بدیت

(جب تک اس بارگاہ خداوندی میں تیری خودی باقی ہے سینکڑوں جہان تیری برائیوں پُر ہیں یہ اس لئے کہ اگر تیری خودی کا ایک دال برابر بھی باقی ہے تو یہ ایسا ہے کہ ساتوں دوزخ تیری برائیوں سے بھر جائیں۔) اور ایسا ہی خواجہ ابو بکر طمستانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے النعمۃ العظمی الخروج مِن النفس لِاَنَّہَا اَعظَمُ حجابًا بینک وبین اللہ (نفس سے نکلنا ایک عظیم نعمت ہے

اس لئے کہ یہی نفس تیرے اور تیرے اللہ کے درمیان سب سے بڑا حجاب ہے) اسی سے تمہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ تمام حجابوں اور آدمی کی تمام بدنصیبیوں کا راز نفس کافر کے سوا اور کچھ نہیں چنانچہ کہا گیا ہے النفس معدن کل شیٔ (نفس ہی تمام برائیوں کی کان ہے) اور وہ جو فرعون لعین کا دعویٰ تھا انا ربکم الاعلیٰ (ہم ہی تمہارے سب سے بڑے رب ہیں) یہ اسی نفس کافر کی پکار تھی فرق بس اتنا ہی ہے کہ اس کا یہ دعویٰ علانیہ تھا ہمارا تمہارا اور ہم جیسے اور دوسروں کا آج یہ دعویٰ پوشیدہ ہے کیونکہ اس کا ڈر لگا ہوا ہے کہ اگر کھل کر یہ کہیں تو شریعت کی تلوار گردن اڑا دیگی اور فرعون ملعون کو اس کا خوف نہ تھا اب تم اگر یہ کہو کہ آخر اس درد کی دوا کیا ہے؟ تو اے بھائی! تمام مشائخ رضوان اللہ کا اس پر اتفاق ہے کہ مخالفۃ النفس راس العبادۃ نفس کی مخالفت ہی تمام عبادتوں کا سرچشمہ ہے۔

ع ترا با نفس کافر در کمین است کجا تو رہبری آنجا کہ دین است

(نفس کافر تمہاری گھات میں لگا ہوا ہے دین تک تمہاری رسائی کیسے ہو سکتی ہے۔)

چنانچہ مشائخ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لوگوں نے سوال کیا کہ اسلام کیا ہے؟ فرمایا ذبح النفس بسیوف المخالفۃ ومخالفتہا ترک شہواتہا (نفس کو اس کی مخالفتوں کی تلواروں سے ذبح کرنا ہے اور نفس کی مخالفت خواہشات کا ترک ہے) اور وہ جو حضرت سہیل رحمۃ اللہ علیہ کا قول تم نے سنا ہے ما اعبد اللہ بشیٔ مثل مخالفۃ النفس (نفس کی مخالفت کے ذریعہ جیسی عبادت اللہ کی میں کرتا ہوں ویسی عبادت اور کسی ذریعہ نہیں ہوتی) اور اسی کے بارے میں فرمایا گیا ہے تمہارا یہ حال ہے کہ رات دن اسی نفس کافر کی موافقت پر کمربستہ ہو اور غلاموں کی طرح اس کے سامنے کھڑے رہتے ہو ایسی صورت میں ہلاکت کے سوا اور کیا ہے؟

اے بھائی! بہشت جو کہ اللہ کی پیدا کی ہوئی مخلوق ہے جب بغیر مخالفت نفس لئے نہیں پا سکتے تو یہ بدرجہ اولیٰ محال ہے خداوند جل شانہ جو بہشت کا خالق ہے اسے بے مخالفت نفس کوئی پائے۔ تو جس شخص کو تم دیکھو کہ وہ نفس کے لطف و مزے، مرادوں اور لذتوں سے پاک وصاف نکل آیا ہے اور اس نفس کی مخالفت میں مردانہ وار اس نے قدم رکھا ہے تو اسے حق تعالیٰ کی محبت کے دعوے اور اس کی طلب میں سچا اور مستحکم سمجھو اور اگر یہ دیکھو کہ دونوں جہاں کی مرادوں میں سے کوئی مراد اور نفس کے حظوظ میں سے کوئی حظ کا ایک ذرہ بھی باقی ہے تو اس کے دعوئ محبت خداوندی و حق طلبی کو بالکل غلط اور جھوٹ جانو اسی لئے بزرگوں نے کہا ہے کہ جس شخص نے اپنی تمام

عمر میں ایک قدم بھی نفس کی مُراد پر رکھا وہ محبتِ خداوندی کے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ اس لئے کہ محبت کے شرائط میں سے سب سے کم درجہ کی شرط یہ رکھی گئی ہے کہ دوست کے دوست کو تم دوست رکھو اور دوست کے دشمن کو تم دشمن رکھو اور جب ایک قدم بھی نفس کی مراد پر تم نے رکھا تو دوست کے دشمن کو تم نے دوست بنایا، یہ محبت کہاں ہوئی اس لئے کہ بغیر شرط کے مشروط کا ہونا محال ہے اور دعویٰ بغیر دلیل و برہان کے جھوٹ و باطل ہے۔ تم نے سنا ہوگا، بعض سالکوں نے زنار باندھ لی ہے وہ اسی بنا پر ہے۔ اور یہ بہت ہی مشکل کام ہے نفس کی مخالفت صرف ظاہری تقلید سے درست نہیں ہوتی۔ اس شعر میں اسی طرف اشارہ ہے۔

بُردرختِ بقائے دوجہانی ۔۔۔ از رہ کفر در مسلمانی

(کفر کی راہ سے جو اسلام میں آیا اس نے دونوں جہان کی بقا کے سرمایہ کو پالیا۔)

اور وہ جو کہتے ہیں ان فی الخمر معنی لیس فی العنب (شراب میں جو معنی ہے وہ انگور میں نہیں) اس کا مفہوم یہی ہے جسے اہل ذوق ہی جانتے ہیں کہ یہ کون سی قسم ہے۔ یہی وہ راز ہے جسے کہا ہے۔

گرد ہر شہر ہرزہ چوں گردی ۔۔۔ دل دراں رہ طلب کہ گم کردی
عقل فرماں کشیدنی باشد ۔۔۔ عشق ایماں چشیدنی باشد

(ہر شہر کے گرد تو کیوں تلاش کرتا رہتا ہے، دل اس راہ میں ڈھونڈھ جہاں تو نے کھویا ہے)
عقل فرمان کی بجا آوری کرنا جانتی ہے ایمان کے ذائقہ و مزے کو عشق ہی جانتا ہے)

اسی معنی میں ایک عزیز نے کہا ہے۔

پائے اُو گیرم و سر بر خط فرمانش نہم ۔۔۔ بندہ او باشم و از مرتبہ بیزار شوم
ہمچو حلاج وفا پیشہ دریں رہ عشق ۔۔۔ ترک خود گیرم و سرمست سوئے دار شوم

(ان کے قدموں کو پکڑ لوں اور ان کے حکموں پر سر رکھ دوں ان کا بندہ بن جاؤں، جاہ و مرتبہ سے بیزار ہو جاؤں، وفا پیشہ منصور حلاج کی طرح اس راہ میں خود کو فراموش کر کے عشق کے بادہ سے سرشار ہو کر دار پر چلا جاؤں۔)

والسلام

فقیر شرف منیری

مکتوب ۱۹

ظاہر و باطن کی طہارت میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بجانب قاضی شمس الدین ساکن قصبہ چونسہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اے بھائی! آدمی دونوں جہاں میں طہارت ہی کے ذریعہ قدر و منزلت حاصل کرتا ہے اور تمام نیک بختیوں، دولت مندیوں کی بارگاہ یہی طہارت و پاکی ہے گندگی و آلودگی پیغامبروں، فرشتوں، اور صدیقوں کی راہ سے بہت دور ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

ہرچہ جز حق بسوز و غارت کن ہرچہ جز دیں از و طہارت کن
تا ہمچو الف نگردی از خویش این کاف تو بر نخیز د از پیش

(حق تعالے جل شانہ، کے سوا جو کچھ ہے اسے جلا کر غارت کردو اور دین کے علاوہ جو بھی ہے ان سب سے طہارت کرو جب تک تم ہاتھ جھاڑ کر مثل الف کے کھڑے نہ ہو جاؤ گے اس وقت تک تمہارے کاف کفر کا ہرگز خاتمہ نہ ہوگا۔)

چنانچہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے بنی الاسلام علی النظافۃ اسلام کی بنیاد ہی پاکیزگی پر ہے۔ اسلام کسی قسم کی گندگی کو قبول نہیں کرتا اور کسی گندے ناپاک کو اسلام اپنا جمال بھی نہیں دکھاتا مدت ہوئی تمام گندے اور ناپاکوں کو اس آیۃ کریمہ لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَہَّرُوْنَ ط (اسے مطہرین کے سوا اور کوئی ہاتھ نہ لگائے) کی قہارانہ تنبیہہ نے بارگاہِ اسلام سے نکال دیا ہے اور اس حدیث پاک اِن اللہ طیب لا یقبل الا الطیب (اللہ تعالے پاک ہے اور پاکیزگی کے سوا قبول نہیں کرتا) کی بزرگی و شان نے آلودگانِ نجاست کو اسلام کے احاطہ سے باہر کر دیا ہے۔ ؎

پاک شو تا ز اہل دیں گردی　　آنچناں باشی تا چنیں گردی

(پاک وطاہر بن جاتا کہ تو دین والوں میں ہوجائے ایسا طیب وطاہر ہوجا کہ مطہرین میں داخل ہوجائے)

تو پہلے چاہیئے کہ لباس، بدن، لقمہ، سب حلال اور پاک ہو۔ اس کے بعد حواسِ خمسہ پانچوں حواس گناہوں اور دینی احکام کی مخالفت) نافرمانیوں سے پاک وصاف ہونا چاہیئے۔ پھر دل کا برے خصائل یعنی صفات ذمیمہ جیسے بخل، حقد، حسد سے پاک وصاف ہونا ضروری ہے جب پہلی طہارت حاصل ہوگئی یعنی جامہ، تن، لقمہ پاک وصاف ہوگیا تو مرید ایک قدم دین کی راہ میں چلا اور جب دوسری طہارت حاصل ہوئی یعنی حواس خمسہ معصیت وخلاف شرع سے پاک مصفا ہوگئے تو مرید دین کی راہ میں دو قدم چلا۔ اور جب تیسری طہارت حاصل ہوئی یعنی دل اوصاف ذمیمہ سے پاک ہوگیا تو مرید دین کی راہ میں تین قدم چلا۔ اس مقام میں توبہ کی حقیقت ظاہر ہوئی اور اب مرید حقیقی تائب ہوجاتا ہے۔

اے پیر گنہگار دریں عالم فانی　　بشتاب سوئے توبہ بگذار توانی

؎ تا تو نشوی خاک ہمیں کوش بطاعت　　برباد مدہ عمر اگر ہیچ توانی

(اے بوڑھے گنہگار اس فانی دنیا میں توبہ کی طرف جلد آجہاں تک ہوسکے۔ جبتک تو قبر میں نہ چلا جائے اسی طاعت وعبادت میں کوشش کرتا رہ، دیکھ جہاں تک ممکن ہو عمر کو ضائع نہ ہونے دے)

______ صوفیہ کی اصطلاح میں، اس کو گردش کہتے ہیں یعنی گندگی وناپاکی ونجاست کے حال سے پاکیزگی وطہارت کے حال میں لوٹ آیا۔ کلیسا تھا مسجد بن گیا، بت خانہ تھا عبادت خانہ ہوگیا شیطان تھا آدمی بن گیا اس وقت مُرید کے دل پر ایمان کی حقیقت کا آفتاب طلوع ہوتا ہے اور اسلام اپنا جمال دکھاتا ہے اور معرفت کا دروازہ اس کے سینہ پر کھولدیا جاتا ہے اس طہارت کا آفتاب ہر معاملہ میں اور ہر مجاہدہ میں جس میں تم ہوتاباں ہونا چاہیئے۔ ؎

اوصاف ذمیمہ چوں بدل شد　　ہر عقدہ کہ در تو بود حل شد

چوں نیستیٔ تو شد محقق　　خیزد ہمہ نعرۂ انا الحق

(بُری خصلتیں جب اچھی صفتوں سے بدل گیئں تو جتنے عقدے ترے تھے سب کھل گئے جب تیری نیستی حقیقت ہوگئی تو تیرے اندر سے نعرۂ انا الحق بلند ہونے لگا۔)

اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ سب عمل رسم وعادت ہے اور ماں باپ کی تقلید ہے یہ نہ تو

اسلام ہے اور نہ دین۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

ایں ہوائے کہ پیش ازیں باشد رسم و عادت بود نہ دیں باشد

(اس سے پہلے اپنی خواہش سے تم جو کچھ کیا کرتے تھے وہ رسم و عادت تھی دین نہیں)

ان تمام باتوں سے ہرگز یہ خیال نہ کر دکہ یہ تمام لوگ مسلمان نہیں ہیں؟ نہیں ایسا نہیں ہے شرع کے ظاہری حکم کے مطابق سب کے سب مسلمان ہیں اعتقاد کا مسئلہ یہی ہے لیکن ان تمام لوگوں نے پوست یعنی ظاہر پر قناعت کرلی ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

پایہ بسیار سوئے بام بلند تو بیکپایہ چوں شوی خرسند

(بلند ترین بالاخانہ پر جانے کے لئے بہت سارے درجے ہیں تو ایک ہی درجہ پر پہنچ کر کیسے کامرانی کی خوشی پا سکتا ہے۔)

یہ تمام تقریر طریقت کے حکم کے تحت کی گئی ہے ہرگز غلطی نہ کرنا۔ بندہ کے لئے پاکی وطہارت کا پیدا ہونا دو طرح پر ہے۔ ایک یہ کہ وہ طہارت سینہ کے یعنی باطن میں خود بخود پیدا ہو اور باطن سے ظاہر کی طرف آئے یہ اللہ رب العزت کا خاص فضل ہی ہوتا ہے اس کو اصطلاح میں "کفایت" کہتے ہیں یہ خواص ہی کے لئے ہوتا ہے اس کے لئے انبیاءؑ وصدیقان مخصوص ہیں۔ اور دوسری قسم وہ ہے کہ یہ طہارت ظاہر سے باطن میں داخل ہوتی ہے اس طہارت کے حصول کا طریقہ مجاہدہ ہے اور یہ عوام کو ہوتا ہے اور اس طہارت کی ابتدا جامہ کی طہارت سے ہوتی ہے یعنی جب کوئی یہ چاہے کہ اس پاکیزگی تک پہنچے تو وہ کپڑے کی طہارت سے شروع کرے اس حقیقت کو جو اس مکتوب میں لکھی گئی ہے اسے بار بار غور و فکر کے ساتھ مطالعہ کریں یہاں تک کہ اس کے معنی انشاء اللہ دلنشیں ہو جائیں ہرگز ہرگز صرف پڑھنے اور جان لینے پر اکتفا نہ کریں حتی الوسع اس پر عمل کریں۔ اسی کو کہا ہے ؎

کارکن کار بگذر از گفتار که دریں راہ کار دارد کار

راہ دیں صنعت و عبارت نیست جز خرابی درو عمارت نیست

(عمل کرو عمل باتیں بنانا چھوڑ دو کیوں کہ اس راہ میں عمل ہی سے کام ہے۔ دین کی بناوٹ عبارت آرائی نہیں ہے کیوں کہ اس بناوٹ و عبارت آرائی میں کوئی تعمیری کام نہیں ہے۔)

تین وقت تجدید وضو پابندی سے کیا کریں۔ ایک آفتاب نکلنے کے بعد دوسرے عصر کی نماز کے بعد تیسرے عشا کی نماز کے بعد اس کے فوائد بہت زیادہ ہیں اور جمعہ کی رات کو زندہ رکھنے یعنی رات بھر جاگتے رہنے کی عادت کریں اس طور پر کہ جمعہ کی رات کو کچھ نہ کھائیں پئیں سو جانے کے بعد اُٹھ کر تازہ وضو کریں اور دو رکعت نماز ادا کریں اس کے بعد نماز و تسبیح میں وقت گذاریں پھر اُٹھ کر کھڑے ہو جائیں اور متواتر تازہ وضو کریں ہر ایک کے بعد دو رکعت نماز شکر الوضو ادا کیا کریں اور وہ دعائیں جو تحیّۃ الوضو کے بعد پڑھنے کی ہیں اسے پڑھیں اسی طرح دس پندرہ مرتبہ تک پہنچائیں یہاں تک کہ اگر ہو سکے تو رات کے آخری حصہ میں قریب صبح غسل کریں اور کچھ صاحبانِ مجاہدہ تو ہر رات قریب صبح غسل کرتے رہے ہیں اور بعضوں نے تو پانچوں وقت وضو کے عوض غسل ہی کیا ہے۔ وضو کے عوض غسل میں بہت زیادہ اثر ہے صاحبانِ مجاہدہ کو یہ اچھی طرح معلوم ہے۔ ان باتوں کا خاص خیال رکھیں، حق سبحانہٗ تعالےٰ ظاہری اور باطنی آلائشوں سے پاک وطاہر فرمائے۔

والسلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۲۰

علم کی رغبت اور نیکوں کی صحبت کو غنیمت سمجھنے میں

میرے بھائی شمس الدین خدا تم کو اپنی عبادت کے لئے تا دیر قائم رکھے۔

کاتب مکتوب شرف منیری کی طرف سے سلام و تحیت قبول کرو۔

بھائی تم جانو! قاضی صدرالدین کی صحبت کو غنیمت جانو اور خوش قسمتی کی علامت سمجھو، دن رات علم حاصل کرنے میں لگے رہو اور اسے لازم کرلو آرام و آسائش، نیند بھوک سب کو کنارہ کردو۔ علم ہر معاملہ یعنی ریاضت و مجاہدہ میں مثل طہارت کے ہے جیسے نماز میں طہارت ضروری ہے کوئی عمل بغیر علم کے درست نہیں ہوتا جیسے کوئی نماز بغیر طہارت کے نہیں ہوتی ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

علم نر آمد و عمل مادہ ۔۔۔ دین ودولت بدوشد آمادہ

کار بے علم بار و بر ندہد ۔۔۔ تخم بے مغز ہم ثمر ندہد

(علم کی مثال نر کی ہے اور عمل مادہ کے مانند ہے، دین اور دین کی دولت اسی سے پیدا ہوتی ہے)

کوئی عمل بغیر علم کے بار آور نہیں ہوتا۔ جیسے بغیر مغز کا بیج پھل اور شگوفے نہیں لاتا)

اگر کوئی شخص بغیر علم کے تمام عمر مجاہدہ و ریاضت کرتا رہے، وہ جیسے تھا ویسا ہی رہے گا اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے کوئی برسوں بے وضو نماز پڑھتا رہا ہو اور بغیر ایمان لائے ہوئے یعنی کافر قرآن کی تلاوت کرتا رہا ہو۔ لیکن تمہیں معلوم ہو کہ علم دو طرح کے ہیں۔ ایک علم کسبی ہے جو استادوں سے پڑھ کر یا کتابوں کے مطالعہ سے لوگ اخذ کرتے ہیں۔ اور دوسرا علم وہ ہے جو سینہ کے اندر پیدا ہوتا ہے۔ اس علم کی تین قسمیں ہیں بعض وہ ہے کہ اس بارگاہ بے نیاز سے پیغامبروں کے قلوب میں نازل ہوتے ہیں اسے وحی کہتے ہیں اور بعض یہ ہے کہ اللہ کے ولیوں کے دلوں میں اترتے ہیں اسے الہام کہتے ہیں ایک اور قسم وہ ہے جو پیغامبران علیہم السلام کے واسطہ سے صدیقوں کے سینہ میں پہنچتے ہیں اور اسی طرح پیروں کے واسطہ سے مریدوں کے سینہ میں پہنچتے ہیں چنانچہ اس حدیث شریف کے یہی معنی ہیں

الشیخ فی قومہ کنبی فی امتہ (پیر اپنے مریدوں کی جماعت میں ویسے ہی ہیں جیسے نبی اپنی امت میں ہوتے ہیں) یعنی جس طرح صدیقاں خداوند تعالیٰ کو پیغامبروں ؑ کے سینہ کے آئینہ میں دیکھتے ہیں اسی طرح مریداں بھی خداوند عزوجل کو پیروں کے دل کے آئینہ میں پاتے ہیں اور جانتے و پہچانتے ہیں۔

قطعہ ؎

برلوح دلت نقش اگر ہیچ حروف است   یک رمز ز اسرار معانی نہ بدانی
چوں محو شد از لوح دلت حرف تمامت   میداں کہ شدی محرم اسرار معانی

(تیرے دل کے تختہ پر اگر ایک حرف بھی لکھا ہوا ہے تو تو معانی کے بھیدوں کا ایک نکتہ بھی نہیں جان سکتا ہے۔ اور جب تیرے دل کے تختہ سے حروف کے نقوش مٹ جائیں گے تو تو اسرار معانی کے نکتہ کو جان لیگا)

اور وہ جو مشائخ رحؒ کے اقوال میں آتا ہے کہ مرید خداوند جل شانہ کو پیر کے دل میں دیکھتا ہے دیکھنے سے یہی جلوہ مراد ہے چشم ظاہر سے دیکھنا نہیں۔ اس میں اچھی طرح غور وفکر کرو۔

اے بھائی! علم تمام خوش بختیوں کا راز یعنی اس کی اصل ہے جس طرح جہل و نادانی تمام بدبختیوں کا رمز اور اس کی جڑ ہے۔ تمام نجات کے ذرائع علم ہی سے پیدا ہوتے ہیں اور ساری ہلاکتیں جہالت سے پیدا ہوتی ہیں۔ فردوس کے درجات اور قدسیوں کے کرامات علم ہی کے ذریعہ حاصل ہوتے ہیں جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

نیست از بہر آسمان ازل   نردباں پایہ بہ ز علم و عمل

(آسمان ازل تک پہنچنے کے لئے علم وعمل سے بہتر کوئی زینہ نہیں ہے۔)

جہنم کے گڈھے اور سخت ترین عذاب میں جہالت ہی کے سبب مبتلا ہوتے ہیں۔ علم کی بارگاہ پاک میں سوائے مومن کے اور کسی نے قدم نہیں رکھا اللّٰہ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا یُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ (اللہ مومنوں کا دوست ہے ان کو تاریکیوں سے نکال کے روشنی کی طرف لے جاتا ہے) یعنی جہالت سے علم کی طرف۔ اور جہالت کی منزل میں سوائے کافروں کے اور کوئی داخل نہیں ہوا وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَوْلِیٰٓـٴُھُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَھُمْ مِنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ (اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان کے دوست شیاطین ہوتے ہیں جو ان کو روشنی سے تاریکیوں کی طرف پہنچا دیتے ہیں) یعنی علم سے جہالت کی سمت۔ جس طرح مومن کو بدبختی اور کفر سے دور رہنا چاہیئے اسی طرح جہالت اور جاہلوں سے دور رہنا واجب ہے۔ چنانچہ شریعت کا فتویٰ ہے اَلْعَالِمُ حَبِیْبِیْ وَالْجَاھِلُ عَدُوِّیْ

(علم والے میرے دوست ہیں اور جاہل میرے دشمن ہیں) تو جس طرح جاہلوں اور جہالت سے دور رہنا واجب ہے اسی طرح علم کی قربت اور علماء کی صحبت فرض ہے۔ اس سے مراد علمائے آخرت اور علم آخرت ہے علم دنیا ، دنیا نہیں، دیکھو غلطی میں مبتلا نہونا اسی کو کہا ہے۔

علم راچوں تو خوانی از بازی آلتِ مال و جاہ ازاں سازی

علم سوئے درِ الٰہ برد نہ سوئے نفس و مال و جاہ برد

علم گر بہر کاخ و باغ بود ہمچو مردِ دزد را چراغ بود

(علم کو جب تو نے کھیل و تماشہ کے طور سے پڑھا تو اسے مال و جاہ حاصل کرنے کا آلہ بنایا علم تو وہ ہے جو تجھے اللہ تعالےٰ کے در تک پہنچائے نہ کہ خواہشات نفسانی اور مال وجاہ کی طرف لے جائے۔ علم اگر محل اور باغ کے لئے ہے تو وہ چوروں کے چراغ یعنی ٹارچ کے مانند ہے۔)

بہت سارے مجاہدے اور ریاضتیں وہاں نہیں پہنچا سکتیں جہاں اس جماعت صوفیہ کے بزرگوں کی ایک روز کی نیک صحبت پہنچا دیتی ہے۔ یوں سمجھو ہے

مور مسکیں ہوسے داشت کہ در کعبہ رسید دست در پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

(بے چاری غریب چیونٹی کو کعبہ پہنچنے کی ہوس ہوئی، کبوتر کے پاؤں سے لپٹی اور پہنچ گئی)

کیا یہ نہیں دیکھتے کہ لکڑی اور خس و خاشاک کے مزاج میں سکون "ایک جگہ پڑے رہنا" ہے اور جب اسی لکڑی اور تنکے کو پانی کی قربت و صحبت حاصل ہوتی ہے تو پانی کے بہاؤ کے ساتھ یہ بھی بہنے لگتی ہے اور اسی طرح چیونٹی کی صفت پرواز کی نہیں ہے جب کبوتر کی صحبت اسے نصیب ہوئی تو کبوتر کی پرواز کے ساتھ چیونٹی بھی اڑنے لگی۔ جاری ہونا پانی کی صفت ہے، اڑنا کبوتر کی صفت ہے صحبت کی وجہ سے لکڑی اور چیونٹی کو یہ بات حاصل ہو جاتی ہے اسی طور پر جیسا کہ بیان کیا گیا صحبت کے متعلق یہ ایک عظیم نکتہ ہے۔ یہ اشارہ اسی طرف ہے۔

ہے اسپ توسن ز اسپ ساکن رگ گشت ہمخو اگر نشد ہم تگ

(سرکش گھوڑا پرسکون گھوڑے کی عادت اختیار کر لیتا ہے اگرچہ رفتار میں اس کے برابر نہ ہو سکے)

دوسری بات لوہے کی خاصیت یہ ہے کہ پانی کی سطح پر ٹھہر نہیں سکتا اور نہ چل سکتا ہے اگرچہ ایک ذرہ برابر ہی کیوں نہ ہو اور جب وہی لوہا کشتی کی لکڑیوں سے جڑ جاتا ہے اور اسی کے ساتھ لگ جاتا ہے اگرچہ یہ لوہا وزن میں ایک دو من ہی کیوں نہ ہو تو یہی لوہا کشتی کی لکڑی کے ساتھ رہ کر

پانی کی سطح پر ٹھہرا رہے گا اور رواں بھی ہوگا اس جماعت صوفیہ کے بزرگوں کی صحبت کی فضیلت، ان کے اثر و برکت کو اسی سے سمجھو، جانو اور پہچانو کہ اس رسم و عادت پرستی کی عبادت سے اس وقت تک نکلا نہیں جا سکتا جب تک کسی اہل دین بزرگ کا سایۂ دولت میسر نہیں ہوتا۔ اسی کو کہا ہے ؎

باحیات تو دیں بروں نہ آید　　شب مرگ تو روز دیں زاید
آں ہوائے کہ پیش ازیں باشد　　رسم و عادت بود نہ دیں باشد
تا رہبرتست عادت خویش　　شیطان و منافقی نہ درویش

(تیری اس رسم و عادت کی زندگی سے دین ظاہر نہیں ہو سکتا، اس رسمی زندگی سے جس رات تیری موت ہوئی اسی رات دین کا روز روشن ہوا۔ تیری وہ تمام خواہشیں جو تھیں وہ رسم عادت تھیں دین نہیں تھا۔ جب تک تیری عادتیں تیری رہبری کر رہی ہیں اس وقت تک تو شیطان ہے منافق ہے درویش نہیں)

اس وقت جب کہ قاضی صدرالدین کی صحبت کا خدا نے موقع دیا ہے تو اسے غنیمت سمجھو۔ واللہ اعلم۔

والسلام
شرف منیری

مکتوب ۲۱

گردش و روش میں

میرے بھائی شمس الدین! خدائے تعالیٰ اپنے احسان و کرم خاص سے ابدی خوش بختیوں کے بام پر پہنچائے۔

کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعاء قبول کریں۔

واضح ہو، باربار تقاضا تھا کچھ لکھ کر بھیجا جائے اور اس میں خاص ارشاد و تنبیہ بھی ہو،

کچھ درماندگی دل کا اظہار بھی تھا اسی بنا پر چند مکتوب مسلسل بھیجے گئے اسے پورے غور و فکر کے ساتھ مطالعہ کریں اگر کوئی مشکل ہو تو قاضی صدر الدین سے اچھی طرح حل مطالب کر لیں اس دعا گو کی یہ ہدایت ہے چوں کہ قاضی صاحب مذکور وہاں موجود ہیں ان کی موجودگی میں کوئی مشکل مشکل نہیں رہے گی لبقدر وسعت ان مکاتیب پر عمل کرتے رہیں کیوں کہ اصل چیز عمل ہی ہے۔ جیسا کہ کہا ہے ؎

کار کن کار بگذر از گفتار　　کاندریں راہ کار دارد کار

(عمل کرو عمل، قیل و قال چھوڑ دو اس لئے کہ اس راہ میں عمل ہی اصل کام ہے)

کوئی ساعت تجدید توبہ سے غفلت میں نہ گذرے اور ہمت کریں کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ توبہ کی حقیقت تک پہنچا دے کیوں کہ اس راہ میں اصل چیز توبہ ہی ہے۔ توبہ مقامات و احوال کے لئے بمنزلۂ "زمین" ہے جیسے زمین بنیاد رکھنے کے لئے ضروری ہے اس لئے کہ زمین کے بغیر کسی عمارت کی بنا محال ہے اسی طرح بغیر توبہ کے مقام و حال کا حصول محال ہے یہ اس لئے کہ اس معاملہ میں اصل پونجی ایمان ہے۔ اس راہ میں قدم کون رکھتا ہے؟ ایمان رکھتا ہے۔ ان احکام کے بوجھ کو کون اٹھاتا ہے؟ ایمان اٹھاتا ہے۔ اس خونخوار صحرا کو کون طے کرتا ہے؟ ایمان کرتا ہے۔ اس محیط سمندر میں سیر کون کرتا ہے؟ ایمان کرتا ہے؟ اور یہ شربتِ مرداں کون پیتا ہے؟ ایمان پیتا ہے۔ یہ درد طلب کسے ہوتا ہے؟ ایمان کو ہوتا ہے۔ اور اس طلب کا اظہار کون کرتا ہے؟ ایمان کرتا ہے۔ ؎

تا کے بہ زباں نفس بر آری　　ایماں بہ دل ست و دل نداری

(جبتک دل میں ایمان کا وجود نہیں ہے تو صرف زبان سے کب تک رٹتے رہو گے ایمان تو دل سے ہے اور تمہارے پاس دل ہے کہاں)

جب توبہ ظاہر و پیدا ہوئی تو ایمان کی حقیقت بھی آشکارا ہو گئی کیوں کہ ہر سینہ و دل میں ایمان کا آفتاب آدمی کے توبہ کی مقدار میں تاباں ہوتا ہے، جس مقدار میں توبہ کی بارگاہ کا دروازہ اس پر کھلتا ہے اسی مقدار میں ایمان کا آفتاب اپنی تابش میں آتا ہے تو تمام مہمات میں توبہ اہم ہے اسی کو کہا ہے ؎

اے پیر گنہگار دریں عالم فانی　　بشتاب سوئے توبہ و بگذار توانی

(اے بوڑھے گنہگار۔ اس فانی دنیا میں جلد سے جلد توبہ کرلے کاہلی چھوڑ دے۔)

توبہ کی حقیقت ہی گردش ہے یعنی اپنی فطرت اپنے عادات وخصائل سے پلٹ آتا ہے پیران طریقت مریدوں کو چلّہ کا جو حکم دیتے ہیں اسی گردش کے لئے ان کا فرمان ہوتا ہے تاکہ مرید اپنی بُری عادات وصفات سے پلٹ جائے اور جب مرید اپنی پہلی رسم وعادت صفات وخصائل سے پلٹ آیا تو پھر وہ پہلا شخص نہیں رہتا بلکہ دوسری شخصیت ہوجاتا ہے پہلے جسے تو نے دیکھا تھا اب وہ کہاں رہا اب تو وہ دوسرا ہی آدمی ہوگیا جب صفت بدل گئی آدمی بھی بدل گیا اس کی اصل وحقیقت تو اس کی صفت تھی جب اس کی وہ صفت نہ رہی تو وہ بھی نہیں رہا اگرچہ اس کی ذات یعنی صورتاً وہی شخص اپنی جگہ پر قائم ہے اور ذات یعنی صورت وہ چیز ہے جس کا اعتبار نہیں ہوتا تو یقیناً اس شخص میں ایک دوسرا ہی ایمان پیدا ہوا کہ جس کو "حقیقتِ ایمان" کہتے ہیں۔ اور جب حقیقتِ ایمان پیدا ہوئی تو کثرت اُٹھ گئی وحدت پیدا ہوگئی اسی کو کہا ہے۔ ؎

تا تو با خویشی عدد بینی ہمہ چوں شوی فانی احد بینی ہمہ

(جب تک تو اپنے آپ کو دیکھے گا تعدد باقی ہے اور جب اپنے وجود سے فانی ہوگیا تو احد ہی احد رہے گا۔) اور کسی عزیز نے کہا ہے۔ ؎

در دوئی عقل راست پیچا پیچ چشم ایماں دوئی نہ بیند ہیچ

(دوئی ہی وہ ہے جس سے عقل کے لئے الجھنیں پیدا ہوتی ہیں۔ ایمان کی آنکھ کبھی بھی دوئی نہیں دیکھتی)

لیکن اس گردش یعنی تبدیلی صفات کے قبل ساری کلمہ گوئی ایمانِ تقلیدی، وحرکت لسانی کے علاوہ اور کچھ نہیں لیکن اکثر وبیشتر لوگ سمجھتے ہیں کہ یہی ایمان ہے۔ حالاں کہ وہ رسم وعادت ہے حقیقت ایمان نہیں۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

آں ہوائے کہ پیش ازیں باشد رسم وعادت بود نہ دیں باشد

(وہ خواہش جو اس گردش کے پہلے رہی ہے وہ رسم وعادت ہے دین نہیں ہے۔)

اور اس تقلیدی ایمان وحرکتِ لسانی یعنی زبانی دعوئی کے ساتھ کہ جس میں ہم لوگ پڑے ہوئے ہیں یہ راہ نہیں چل سکتے اور یہ بار نہیں اُٹھا سکتے اور اس خونخوار صحرا کو نہیں طے کرسکتے اور ان مردان خدا کے اس شربت کو نہیں چکھ سکتے مثل ہے کہ ہاتھی کا بوجھ بیچارہ مچھڑ نہیں کھینچ سکتا۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

محرمِ دولت نبود ہر سرے بارِ مسیحا نکشد ہر خرے

(ہر شخص اس دولت کا اہل نہیں جناب عیسیٰؑ کا بوجھ ہر ایک گدھا نہیں اٹھا سکتا ۔)

رستم کا بوجھ رستم کا گھوڑا ہی اٹھاتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس مقام کی دوری اور اس کی صعوبت سے آپ برادر کے دل میں گھبراہٹ، کوتاہی، سستی پیدا ہو جائے اور فرار کی راہ اختیار کرنے کے لئے یہ بات سامنے آئے الفرار مما لا یطاق من سنن المرسلین (کہ جس چیز کی طاقت نہ ہو اس سے بھاگنا مرسلین کی روش ہے ۔)

اور زیادہ تحریر و بیان کرنے میں مجھے اسی کا کھٹکا بہت زیادہ پیدا ہوتا ہے تو سنو ناامیدی کسی حال میں کسی شخص کے لئے جائز نہیں ہے یہاں کام بے علت و سبب کے ہوا کرتے ہیں اس کی کوئی قیمت نہیں وصول کی جاتی ۔ ؎

بتو تا دوست نیست راہ دراز　　رہ تو ئی پائے نہہ براہ نیاز

(دوست کی راہ تجھ سے کچھ زیادہ دور نہیں راہ تو بالکل تیرے قریب ہے تو نیازمندی کا قدم رکھ تو سہی ۔)

بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو بتوں کے آگے سر کے بل ڈالدیئے گئے تھے چشم زدن میں ان کو وہاں سے ایسا اٹھایا گیا کہ بت کے سامنے کی زمین ان کی پیشانی کی گرمی سے ابھی گرم ہی تھی کہ اسے سارے زمین و آسمان سے گذار کر اس مقام میں پہنچا دیتا ہے کہ اس کے بعد اگر انسان و اجنا سارے زمین و آسمان میں اسے تلاش کریں تو اس کا نشان نہ پا سکیں اور متحیر ہو کر کہنے لگیں یہ شخص کیا تھا اور کیا ہو گیا ان کے اس تحیر و سرگردانی پر جواب ملتا ہے فعال لما یرید میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اس بارگاہ پاک میں چون و چرا کی گنجائش نہیں اور نہ علت و سبب کو دخل ہے کیوں کہ یہاں کے کام بے علت و سبب کے ہوتے ہیں کسی کو بایزیدؒ بنا دیتا ہے اور کسی کو ابوجہل ایک کو اعلیٰ علیین پر پہنچا دیتا ہے اور دوسرے کو اسفل السافلین میں گرا دیتا ہے درمیان میں کوئی علت و سبب نہیں ۔ باز آجاؤ چون و چرا سے اسے عالم اسباب کے معاملات میں خرچ کرو کیوں کہ یہ چون و چرا اسی عالم اسباب کی پیداوار ہے حق سبحانہ تعالیٰ اپنے دیدار کی بینائی و بصیرت عطا فرمائے اور تمہارے وجود کے حجاب کو تمہارے سامنے سے اٹھا دے اپنے فضل و کرم سے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و آپ کی آل کے طفیل ۔ اور جب تمہیں خود تمہارے آگے سے اٹھا لیتا ہے تو تمہارے در پر دولت مندی کا نقارہ بجا دیتا ہے اسی کو کہاہے ۔ ؎

قاعدہ عشق چوں درجان ماست　　شاہ جہاں چاکر و دربان ماست

بندہ عشقت چو شدیم اے صنم در دو جہان نافذ فرمان ماست

(عشق کی بنیاد جب ہماری جان میں ہے تو دنیا جہاں کے بادشاہان ہمارے نوکر اور دربان ہیں

لے میرے محبوب جب سے ہم آپ کے عشق کے بندے ہیں دونوں جہاں میں ہمارا ہی فرمان جاری ہے)

والسلام

فقیر شرف منیری

مکتوب ۲۲

تزکیہ اور تصفیہ میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قاضی شمس الدین کے نام۔

عزیز بھائی شمس الدین! اللہ تعالےٰ کی بندگی میں ہمیشہ ثابت قدم رہیں۔

کاتب مکتوب کا سلام و دعا قبول کریں۔

اے برادر واضح ہو! اخلاق کو پاکیزہ بنانے اور بُری عادتوں کو اچھی خصلتوں سے تبدیل کرنے میں ہر روز ہر آن تا بحدِ امکان کوشش کرتے رہیں اور اس کو اہم ترین مہم جانیں کیوں کہ اس کام میں کاہلی و غفلت برتنے سے سخت ترین بَلا کا سامنا ہے۔

اللہ اپنی پناہ میں رکھے وہ بَلا یہ ہے کہ دنیا میں جس قدر وحشی جانوران، درندے اور حیوانات ہیں ان میں سے ہر ایک کی صفت آدمی میں موجود ہے تو جس جانور کی صفت کا غلبہ جس کسی میں ہوگا کل قیامت کے دن اسی صفت کی بنا پر اس کا معاملہ ہوگا آج کی اس صورت پر نہیں یعنی اس شخص کو اسی جانور کی صورت میں اٹھایا جائے گا جس کی صفت غالب ہوگی۔ مثلاً آج اگر کسی شخص میں غصہ و غضب کی صفت غالب ہے تو کل قیامت کے دن اسے کتے کی صورت میں اُٹھایا جائیگا اور اگر کسی میں شہوت کی صفت غالب ہے تو قیامت میں سُور کی صورت میں اس کا حشر ہوگا اور اگر کسی میں تکبر و نخوت کی صفت کا غلبہ ہے تو قیامت کے دن چیتے کی شکل و صورت میں اٹھایا جائیگا۔

اور چاپلوسی، مکر و فریب والوں کو لومڑی کی صورت میں اٹھائے گا اور دوسری صفتوں کو اسی پر قیاس کرنا چاہیے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ السلام کل قیامت کے دن آذر کو دیکھیں گے کہ فرشتے اسے دوزخ کی سمت لے جا رہے ہیں۔ اس وقت عرض کریں گے خداوندا اس سے بڑی اور کیا فضیحتی ہوگی کہ میں میدان قیامت میں کھڑا ہوں اور میرے باپ کو میرے سامنے سے دوزخ میں لے جا رہے ہیں۔ آخر دنیا میں میں نے درخواست کی تھی کہ وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ (مجھے اس دن رسوا نہ کیجیے گا جس دن لوگ اُٹھائے جائیں گے) اسی وقت آذر کو آدمی کی صورت سے مٹا کر کفتار[1] کی شکل میں کر دیا جائے گا کیوں کہ دنیا میں "کفتار" ہی کی خصلت کا اس پر غلبہ تھا۔ حضرت خلیلؑ سے کہا جائے گا آپ کو اس "کفتار" سے کیا واسطہ اور کون سی قرابت داری کا لگاؤ ہے؟ اور سگِ اصحابِ کہف کو "کتے" کی صفت سے نکال کر آدمی کی صورت میں بنا دیں گے اور آدمیوں کی صف میں لے آئیں گے کیوں کہ وہ کتے کی ہیئت کلبی میں آدمی کی صفت سے آراستہ تھا اور آذر آدمی کی صورت میں "کفتار" کی صفت رکھتا تھا۔ اسی سے سمجھ لو کہ صورت کا کچھ اعتبار نہیں۔ صورت کے اعتبار سے کیا آدمی کیا گدھا، کیا پتھر اور کیا سونا سب برابر ہے فرق تو معنی وصفت کے اعتبار سے ہوتا ہے لیکن جاہلوں کی منظر ظاہری شکل وصورت ہی پر رہتی ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

مرد صورت پرست کس نبود — ہوش او جز سوئے ہوس نبود

ہیچ معنی نہ دیدہ ام زخساں — گر تو دیدی سلام من برساں

(ظاہر پرست آدمی، آدمی ہی نہیں ہوتا اس کی ساری ہوشمندی ہوسناکی ہوتی ہے میں نے خسیس آدمیوں میں کوئی معنی نہیں دیکھا اگر تم نے دیکھا ہے، تو میرا سلام پہنچا دینا۔)

اے بھائی! اسی طرح بہت سارے آدمی جو آج یہاں آدمی کی صورت میں نظر آتے ہیں ان کو کل قیامت کے دن وحشی جانوروں اور درندوں کی قطار میں دیکھو گے اور بہت سے وہ جن کو درندے اور وحشی جانور کی شکل میں آج تم دیکھ رہے ہو وہ کل قیامت کے دن آدمیوں کی صف میں کھڑے کیے جائیں گے۔ یہ گھاٹی بڑے مشکل کی ہے اور معاملہ بہت سخت ہے بزرگوں نے روایت کی ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہِ اُحد کے بارے میں فرمایا ہے۔

---

[1] کفتار۔ لومڑی اور کتے کے درمیان ایک جانور ہے۔ اسے بجّو۔ ڈائن۔ ہونڈار بھی کہتے ہیں۔

اُحُدٌ جَبَلٌ یُحِبُّنَا وَ نُحِبُّہٗ (احد وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں)
کل قیامت کے دن اس کا سنگی لباس اس کے ظاہر سے اتار لیا جائے گا اور آدمی کی صورت میں لاکر صدیقوں کی صف میں کھڑا کر دیا جائے گا کیوں کہ صدیقوں کی صفت اس میں غالب تھی تو یقیناً ہر طرح پر اسے آدمی کی صورت میں لے آئیں گے یہ ایک بہت مشکل مرحلہ در پیش ہے اس کی ہیبت کو دیکھتے ہوئے سوائے اہل نظر اور ارباب بصیرت کے کوئی بھی اصلاح حال میں مشغول نہیں ہوتا۔ ہاں تو غفلت میں نہیں پڑے رہنا چاہیئے بلکہ آہستہ آہستہ عادت ڈالنی چاہیئے تاکہ ان بُری خصلتوں میں کمی آجائے اور اگر خداوند عزاسمہ قدرت دے کہ یہ بری صفتیں کلیتاً دفع ہو جائیں تو یہ بہت بڑا کام ہو جائے اور جو یہ چاہے کہ وہ جان لے کہ کل قیامت کے دن کس صفت پر وہ ہوگا، تو وہ آج ہی اپنا جائزہ لے کہ کون سی صفت کا اس پر غلبہ ہے کل وہ اسی صفت پر ہوگا اتنا بھر جان لینا اور سمجھ لینا کوئی مشکل نہیں ہے۔ جیسے کوئی یہ چاہے کہ وہ جان لے کہ خداوند تعالےٰ اس سے راضی و خوشنود ہے یا نہیں؟ تو اسے چاہیئے کہ وہ اپنے اعمال پر نگاہ کرے اور دیکھے کہ اگر اس کے اعمال نیک ہیں اور اس میں بندگی کا پہلو غالب ہے تو سمجھے کہ خدائے تعالےٰ اس سے خوش و راضی ہے کیوں کہ خوشنودی کی علامت ہی طاعت و بندگی کی ادائیگی ہے اور اگر اس کے اعمال میں معصیت و گناہ ہی ہے تو جان لے کہ خدا اس سے ناخوش ہے اس لئے کہ ناخوشی کی علامت ہی گنہگاری ہے، اور اگر طاعت و معصیت دونوں ہے تو جو چیز غالب ہوگی حکم اسی پر کیا جائے گا۔ آج کے علاوہ یہ دن پھر نہ ملے گا جب یہاں طاعت و عبادت نہ ہوسکی تو وہاں کون سا کام بن سکے گا۔ اسی کو کہا ہے۔

زیرکاں را چو روز معلوم است که شب و روز غافلاں شوم است

(عاقلوں کو روز روشن کی طرح معلوم ہے کہ غافلوں کے دن اور انکی راتیں سب نحوست میں گذرتی ہیں)
اور یہ خبیث صفتیں کسی میں رہ گئیں اور وہ ختم نہ ہوئیں یعنی صفات محمودہ میں تبدیل نہ ہوئیں تو کل قیامت کے دن اگر وہ بہشت میں پہنچ جائے اور وہاں کی ساری نعمتیں اس پر نچھاور کر دی جائیں تو وہاں بھی اس کی وہ بری خصلتیں بدل نہیں سکتیں جو یہاں رہ گئی ہیں وہ ختم نہ ہوں گی۔ ایسا آدمی اپنے آپ سے گذرا ہوا ہے اور اپنی دولت تک نہیں پہنچ سکا تو چاہیئے کہ اسی دنیا میں آدمی بدل جائے جب یہاں نہیں بدل سکا تو وہاں بھی نہیں بدلے گا اسی کو کہا ہے۔

پاک شوتا ز اہل دیں گردی آں چناں باش تا چنیں گردی

(پاک ہوجا تاکہ تو دیندار ہوجائے تو ایسا پاک وصاف ہوجا کہ تو ارباب دین میں سے ہوجائے۔)

ہاں بہشت میں وہ داخل تو ہوگا لیکن ابدالآباد تک وہ خودی سے نہیں نکل سکے گا۔ اپنی خودی ہی میں رہے گا۔ اور بہشت کی یہ تمام نعمتیں اس کے لئے مباح تو ہوں گی لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ مردانِ خدا کے اُن مقامات و درجات کے کام انجام دے سکے، جو انہیں کل قیامت کے دن حاصل ہوں گے۔ حوران بہشتی، محل و قصرات بہشت، پرندوں کے کباب، شرابِ طہور کے رواں چشمے یہ سب تو ہوں گے لیکن وہ کہاں جو جانوں کا مقصود، دلوں کا مطلوب، تمام صدیقوں کا قبلہ اور اس راہ کے چلنے والوں کا کعبہ ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

تا تو ز وجود بر نیائی در موعد وصل در نیائی
در بستر عشق کے نہی پائی تا بر در ادبر نیائی

جب تک تو اپنے وجود سے باہر نہیں نکلے گا اس وقت تک تو وصل کی وعدہ گاہ میں نہیں پہنچ سکے گا۔ تو عشق کے بستر پر یا عبادت گاہ میں کیسے قدم رکھے گا جب تک اس مجلہ گاہ کے در پر سر کے بل نہ آئے۔)

اے بھائی! جس کسی کی یہ دولت فوت ہوگئی اسے کیا ملا اور جس کسی کو یہ نعمت مل گئی اس کی کون سی چیز فوت ہوئی۔ مَنْ لَهُ الْمَوْلیٰ فَلَهُ الْکُل جس کا خدا ہو گیا ساری دولت اس کی ہوگئی۔ اس گروہ کے لوگوں کو "اہل وحدت موحدین" کہتے ہیں اس لئے کہ حقیقتِ ایمان کے نور کے ذریعہ وہ دُوئی سے گذر کر آگے بڑھ چکے ہیں اسی کو کہا ہے۔ ؎

در دوئی عقل راست پیچاپیچ چشم ایماں دوئی نہ بیند ہیچ

(دوئی میں عقل کے لئے بہت ساری اُلجھنیں ہیں، ایمان کی آنکھ دوئی کا ایک شمہ بھی نہیں دیکھتی۔)

ایام بیض اور مواسم کے روزے فوت نہ ہونے پائیں خواہ سفر ہو یا حضر۔ کاہلی اور نیند کے غلبہ کا غسل، وضو، اور نماز سے علاج کریں۔ واللہ اعلم۔

والسلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۲۳

تجرید و تفرید میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میرے عزیز بھائی شمس الدین حق سبحانہ تعالےٰ اپنی بندگی سے آراستہ فرمائے اپنے فضل و احسان و کرم خاص سے نوازے۔

کاتب مکتوب شرف منیری کے سلام کا تحفہ قبول کریں۔

واضح ہو تجرید و تفرید کا حصول مرید کے لئے اس راہ میں داخل ہونے کی شرط ہے تعلقات دنیاوی اور جملہ مخلوقات سے علٰحدہ ہو جانا تجرید ہے اور تفرید خود اپنے آپ سے جدا ہو جانا ہے نہ تو دل میں کسی طرح کا غبار، نہ پشت پر بار، نہ کسی شخصیت میں شمار ہو تو سینہ و دل میں ساز و سامان کا بازار ہو اور نہ کسی مخلوق سے کوئی سروکار ہو۔ اس کی ہمت عرش کی بلندی سے بھی بلند ہو، دونوں جہان سے علٰحدہ اور وحشت زدہ ہو اور اپنی مراد یعنی محبوب و مطلوب کے ساتھ قرار گرفتہ اور بغیر محبوب کے دونوں جہاں کی سلطنت اگر میسر ہو تو اسے راحت و چین نصیب نہ ہو اور اگر ایک ذرہ بھی کوئی چیز اس کے پاس نہ ہو مگر محبوب ساتھ ہو تو وہ راحت و خوشی میں ہو کسی طرح کا اندوہ و ملال اسے نہ ہو۔ چنانچہ کہا گیا ہے لَا وَحْشَۃَ مَعَ اللّٰہِ وَلَا رَاحَۃَ مَعَ غَیْرِ اللّٰہِ (اگر اللہ کے ساتھ ہے تو کوئی وحشت و پریشانی نہیں اور غیر اللہ کے ساتھ رہنے میں کوئی راحت و سکون نہیں۔) اسی کو کہا ہے۔ ؎

ہر کرا بوئے رسد از سوئے او ہر دو عالم چیست خاک کوئے او

(جس کسی کو اس کے اطراف کی خوشبو پہنچ جائے اس کے نزدیک دونوں عالم کی حیثیت کیا ہے؟ اس کے کوچہ کی خاک کے برابر ہے)

چنانچہ کہتے ہیں کہ جو شخص خداوند تعالےٰ سے حجاب میں ہے وہ عین بلا و مصیبت میں ہے اگرچہ سارے جہان کے بادشاہت کے خزانہ کی کنجیاں اس کے ہاتھ میں ہوں۔ اور ہر وہ گدڑی پوش اور بھکاری جس کا معاملہ

اس کے خدا کے ساتھ ہے یعنی حضوری ہے تو وہ دونوں عالم کا بادشاہ ہے اگرچہ اس کے پاس نان تبینہ نہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

چوں ترا نانے و خلقانے بود　　　هر سر موئے تو سلطانے بود

(اگرچہ تیرے پاس محض ایک روٹی اور پھٹا پرانا ایک ہی کپڑا ہو تو بھی تیرے جسم کا ہر رو واں ایک بادشاہ ہے۔)

اسی بنا پر حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ مَهْمَا عَذَّبْتَنِيْ فَلَا تُعَذِّبْنِيْ بِذُلِّ الْحِجَابِ یعنی اے اللہ تو جب مجھ پر عذاب کرے تو جو چاہے کر لیکن اپنے حجاب کے عذاب میں مبتلا نہ فرما...) اسی مفہوم کو کہا ہے۔ ؎

جگرِ عاشقاں کباب مکن　　　خانۂ عاشقاں خراب مکن

گر سزاوار رحمت تو نیند　　　تو چنیں ہجر شاں عذاب مکن

تا نہ بینند یک زماں روایت　　　تو بر قتل شاں شتاب مکن

(عاشقوں کا جگر کباب نہ کیجئے۔ عاشقوں کے گھر ویران نہ کیجئے۔ مانا کہ آپ کی رحمت کے لائق نہیں ہیں تو بھی جدائی کے عذاب میں مبتلا نہ کیجئے۔ جب تک وہ آپ کے رخ انور کے دیدار سے مشرف نہ ہولیں اس وقت تک ان کے قتل میں ہرگز جلدی نہ کیجئے.....)

اے بھائی! حقیقی دوزخ یہی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں کافروں کے عذاب کے بارے میں اشارہ کیا گیا ہے كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُوْنَ ۝ (بیشک یہ لوگ آج اپنے رب سے حجاب میں ڈال دیئے گئے ہیں) حجاب کی شرمندگیوں اور پریشانیوں میں یہ ایک موثر نکتہ بیان ہوا ہے۔ بزرگوں کا ارشاد ہے کہ کل قیامت کے دن اگر اپنے وصل کا خیمہ دوزخ کے اندر لگائیں تو ان کے طالبان و مریدان دوزخ کی آگ کے انگاروں کا سرمہ اپنی آنکھوں میں لگائیں۔ اور اگر فردوس بریں میں رکھتے ہوئے ایک لحظہ بھی حجاب میں مبتلا کر دیں تو یہ عشاق اتنا زیادہ فریاد و فغاں کریں۔ کہ دوزخیوں کو ان پر ترس آنے لگے۔ اسی راز کو کہا ہے ؎

با تو دل مسجد است وے تو کنشت　　　بے تو دل دوزخ است با تو بہشت

(اگر آپ ساتھ ہیں تو دل مسجد ہے اور اگر آپ نہیں ہیں تو آتش کدہ ہے اور اگر آپ ساتھ ہیں تو دل ہی بہشت ہے ورنہ دوزخ ہے۔)

خلاصہ مطلب یہ کہ جب مرید کو خداوند تعالےٰ کی عظمت وجلال کا علم ہوگیا تو اس کی طلب کے ورد نے ان کے دامن کو تھام لیا اور انہوں نے جان لیا من لہ المولیٰ فلہ الکل ومن فاتہ المولیٰ فاتہ الکل (جو مولیٰ کا ہوگیا سب کچھ اسی کا ہوگیا اور جس نے مولیٰ کو کھو دیا اس نے ساری چیزیں کھو دیں) مصرعہ۔

چوں تو دارم ہمہ دارم وگرم ہیچ ندارم۔

(جب آپ مرے ہیں تو ساری کائنات مری ہے اور حال یہ ہے کہ آپ کے سوا مرے پاس کچھ نہیں۔)

کیوں کہ حق سبحانہٗ تعالےٰ کے سوا جتنی چیزیں ہیں اُن سے بے پروائی برتی جاسکتی ہے لیکن اس ذات کے بغیر کسی حال میں بھی چارہ نہیں ہے۔ چنانچہ جناب موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی اَنَا بُدُّکَ لَازِمٌ ہم تمہارے لئے لازم وضروری ہیں۔ تمہیں سب سے چارہ ہوسکتا ہے لیکن مری ذات کے بغیر تجھے ہرگز چارہ نہیں۔ یقیناً صفوۂ دل سے دعویٰ کی تمام تختیاں توڑدی جائیں گی منی ودلی (مجھ سے اور میرے لئے) آنکھیں کھل جائیں گی اس وقت موت وحیات دونوں اس کی نگاہوں میں یکساں ہوجائیں گی تعریف ومذمت دونوں ہی اس کی ترازو کے پلّے پر برابر ہوجائیں گی۔ بہشت ودوزخ کو اس کے صفحۂ دل کے حاشیہ پر بھی گذر نہ ہوگی، دنیا وآخرت کی اس کے دل میں کوئی جگہ نہیں رہے گی۔ یہی وہ رمز ہے جسے کہا ہے۔

بنمائے عاشقی کہ در آید بکیش تو ۔۔۔ وانگہ برائے وصل تو فرماں نمی شود
ہرکس کہ دید زلف تو ہرگز بطوع او ۔۔۔ ازکفر سوئے ذروۂ ایماں نمی شود

(عاشقی کو شعار بنائے ایسا کہ وہ تیرا مذہب ہوجائے جب ایسا ہوجائے گا تو وصل کے لئے فرمان کی ضرورت نہیں رہے گی۔) جس کسی نے آپ کی زلف کو دیکھ لیا وہ اس کفر سے ایمان کے کنگرہ پر نہیں جانا چاہے گا۔)

یہاں اس کفر سے مراد غیر اللہ سے بیزاری ہے۔ ایسا شخص کسی مخلوق کے در پر روٹی کپڑے اور پیسوں کے لئے بھیک مانگنے نہیں جاسکتا۔ ہمت کے غوطہ خور اس بحر محیط میں جان کی بازی لگاکر گوہر شب چراغ معاوضہ میں حاصل کرنے والا بڑھیا کی جھونپڑی کے ٹمٹماتے دیا کی لو پر کیا جان دے گا؟ اس کا مقصود اللہ تعالےٰ کی بارگاہ پاک ہے کیوں کہ وہ غیر اللہ سے ہاتھ جھاڑ کر کھڑا ہوچکا ہے اس کی طلب کے قدم نے اس راہ میں ہمیشہ جاہ وکرامت کے گھوڑے کی زین اتار پھینکی ہے اور دل کے تختہ سے ننگ ناموس وسلامتی کے نقش ونگار دھو ڈالے ہیں ان کی روش یہ ہے کہ لو نِہَا حَمَیْنِیَ الْعَرْشُ مُحَقَّقَۃً اگر عرش

مجید بھی مری ہمت کے سامنے آجائے تو میں اسے نیچا دکھاؤں وَلَوْ اَقْبَلَنِیْ الْکَوْنُ لَھَدَّمْتُہٗ اور اگر دنیا و آخرت اپنے آپ کو مری ہمت کے سامنے لائے تو میں اسے اس کے تمام مال و متاع کے ساتھ ڈھا کر نیست و نابود کر دوں۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

باشد ہمیں ظلوم بہ تحقیق آدمی　　چوں عشق در وے آید چیزے دگر شود
برخاک درگہش چو بیفگند خویش را　　بے عون رہبرے بسوئے عرش بر شود

(آدمی تو حقیقت میں ظلوم و کمترین ہی ہوتا ہے لیکن جب اسی آدمی میں عشق پیدا ہو جاتا ہے تو وہ کچھ اور ہی چیز ہو جاتا ہے۔ اور جب ان کی بارگاہ کی خاک پر خود کو ڈال دیتا ہے تو کسی راہبر کی عنایت کے بغیر عرش کی بلندی پر پہنچ جاتا ہے۔)

اس کے عیش و آرام یہ ہیں کہ ہمہ دم اپنے طلب کے طور سینا پر پہنچ کر جناب موسیٰؑ کی طرح ارنی کا نعرہ لگاتا ہے اور مطلوب کی طرف سے غیرت (حیا) کا جواب لَنْ تَرَانِیْ سنتا ہے سبحان اللہ! اس آب و خاک کا کیا ہی اچھا سودا ہے اور کیا ہی خوب کاروبار ہے۔ رُباعی ؎

مارا بجز ایں جہاں جہانے دگر است　　جز دوزخ و فردوس مکانے دگر است
قلاشی و رندلیست سرمایہ عشق　　قرائی و زاہدی جہانے دگر است

(ہمارے لئے اس عالم کے سوا دوسرا ہی جہاں ہے دوزخ و فردوس کے سوا ایک دوسرا ہی مکان ہے رندی و قلاشی عشق کی پونجی ہے۔ بندگی و زاہدی کا عالم ایک دوسرا ہی جہاں ہے۔)

جب مرید صادق کو یہ تجرید و تفرید حاصل ہو جاتی ہے تو عالم میں اس کی جلوہ گری و پذیرائی یوں کی جاتی ہے یَا دَاؤدُ اِذَا رَأَیْتَ لِیْ طَالِبًا فَکُنْ لَہٗ خَادِمًا (اے داؤدؑ جب تم میرے طالبوں کو دیکھو تو ان کے خدمت گار بن جاؤ۔) ایک پیغامبر وہ بھی کون جناب داؤد علیہ السلام جیسے پیغامبر کو ان کی خدمت کا حکم ہو تو اسی سے سمجھنا چاہیئے کہ ان کے مقابلہ میں اور دوسروں کی کیا حقیقت ہے۔ خداوند تعالےٰ کی خدائی عقلی قیاس آرائیوں سے آگے ہے اس کا معاملہ اس کی مشیت پر موقوف ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ؎

ملک در دست شبانے می دہد　　منت او بر جہانے می نہد

(ایک چرواہے کو بادشاہ بنا دیتا ہے۔ اور سارے عالم کو اس کا احسان مند کر دیتا ہے۔)

آذر کے بت خانہ سے ابراہیم خلیل اللہؑ کو دیکھو اور بتکدہ عبداللہ سے محمد حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پر غور کر دیہ معنی یعنی مقام و مرتبہ مرید کو تدریج حاصل ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ ظاہر ہوا کرتا ہے یکبارگی کہاں ہوتا ہے إلا ماشاء اللہ جو کوئی یہ چاہے کہ قرآن مجید پڑھنے لگے اور اسے حفظ کرلے تو یقیناً اسے الف، ب، ت سے ابتدا کرنا ہوگی۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ کی سورۃ تک پہنچ جائے۔ اور پھر قل اعوذ برب الناس سے آگے بڑھتے بڑھتے ایک عرصہ و مدت میں قاری و حافظ قرآن ہوجائے گا خداوند تعالےٰ کا طریقہ کار اسی طرح جاری ہے تو لگے رہنے کے سوا پھر کیا کرنا ہے۔ اسی رمز کو کہا ہے۔؎

توفرشتہ شوی ار جہد کنی از پے آں کہ ۔۔۔ برگ توت است کہ گشت است بہ تدریج اطلسی

(اگر تو کوشش کرتا رہے تو فرشتہ بن سکتا ہے یہ توت کا پتہ ہی تو ہے جو ریشم کے کیڑے کی غذا بن کر بتدریج ریشم بن گیا ہے۔)

اور اپنے افلاس و بے استعدادی، ادبار و آلودگی سے شکستہ دل نہیں ہونا چاہیئے بلکہ نگاہ خداوند قدوس کی قدرت و فضل پر رکھنا چاہیئے اگر وہ چاہے تو ہزاروں ہزار کلیساؤں اور بتخانوں کو آن واحد میں کعبہ اور بیت المقدس بنادے اور ہزاروں گنہگاروں، بدکاروں کو حبیب و خلیل کے خطاب سے مخاطب فرمائے اور کوئی علت و سبب درمیان میں نہیں اور اگر چاہے تو ایک لحظہ میں ہزاروں کافروں کو مومن بنادے اور ہزاروں ہزار مشرک و بت پرست کو موحد بنادے اور اس پر یہ کہ کوئی حیلہ درمیان میں نہیں اور نہ کوئی توقف و دیر ہزاروں رحمیتوں کو لعنتی اور لاکھوں لعنتی کو رحمتی اور ہزاروں شرابیوں کو مناجاتی بنادے کسی کو چون و چرا کی مجال نہیں کہ ایسا کیوں اور کیسے ہوا ؎ بسا پیر مناجاتی کہ از مرکب فرد ماند ۔۔۔ بسا رند خراباتی کہ زیں بر شیر نر بندد

(اکثر پیران مناجاتی سواری کے گھوڑے سے گر کر راہ میں پڑے رہ جاتے ہیں اور بیشتر شراب خانوں کے رند سیہ مست شیر نر پر سواری کر کے میدان میں آجاتے ہیں۔)

مکتوب میں جو کچھ لکھا گیا ہے اسے کافی غور و فکر کے ساتھ بار بار مطالعہ کریں انشاء اللہ تعالےٰ آں برادر کے دل پر اس کے معانی و مطالب محقق اور منقش ہوجائیں گے اور اس کے ثمرات و تاثیریں اعضاء و جوارح سے ظاہر ہونے لگیں گے۔ اللہ رب العزت کے فضل و کرم اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے آل اجمعین کے طفیل ظاہر بھی روشن و درخشاں ہوجائے گا۔

والسلام

مکتوب ۲۴

بندگی کرنے اور بندہ ہونے میں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میرے بھائی شمس الدین، اللہ تعالیٰ تمھارے ظاہر و باطن کو اپنی بندگی کے لئے سنوارے۔ کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعا قبول کرو۔ واضح ہو۔ آدمی کو اپنی بندگی کا غم ہونا چاہیے، بندگی کی ادائیگی صحیح طور پر ہونی چاہیے اور سچا و حقیقی بندہ بن جانا چاہیئے۔ خداوندی تو حق سبحانہٗ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ اسی کو کہا ہے ؎

بندہ آں بہتر کہ بر فرماں رود　　کز خداوند آنچہ خواہد آں رود

(بندہ تو وہی بہتر ہے جو حکم کی بجا آوری میں لگا رہے، خداوند تعالیٰ اس سے جو چاہتا ہے اسے پورا کرے)

جانتے ہو بندگی کرنا کیا ہے؟ جو حکم ہو اسے دل و جان سے بجالانا ہے۔ اور بندہ ہونا کیا ہے؟ جس حال میں رکھے بندہ اسی میں خوش رہے۔ چون و چرا زبان سے نہ نکلے۔ شربت دیا جائے یا زہر خوشی سے پی جائے اور ہاں اس کا خیال بھی نہ آنے پائے کہ مجھے یہ چاہیئے اور وہ نہ چاہیئے۔ کیونکہ بندہ کو خداوند تعالیٰ پر کسی قسم کے اعتراض کا حق ہی نہیں ہے۔ ایک صاحب عزت سے لوگوں نے پوچھا کہ بندگی کیا ہے؟ جواب دیا، اعتراض کو ختم کر دینا اور خداوند تعالیٰ کی رضا و خوشنودی پر خوش رہنا۔ اگر زہر کا پیالہ دے تو شربت کیطرح نوش جان کر لینا اور پیشانی پر بل نہ آنے پائے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

ہر کہ در سِرِّ محبت بندہ شد　　تا ابد ہم محرم وہم زندہ شد

(جو شخص اسرار محبت کا بندہ ہو گیا وہ ابد الآباد تک کے لیے محرم راز اور زندہ جاوید ہو گیا)

اے بھائی! بندہ ہونا کوئی معمولی بات نہیں یہ بہت بڑا کام ہے۔ سات سو ہزار سال تک وہ مردود بارگاہ، بندگی کرتا رہا لیکن ایک لمحہ کے لئے بندہ نہ ہو سکا۔ حقیقتاً و یقیناً بندہ وہی ہے جو اپنے اغراض و مقاصد سے پاک ہو اور اپنے نفس کے لذّات سے آزاد ہو چکا ہو۔ ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا بندگی

کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا جب تم آزاد ہو گئے تو بندہ بن گئے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

تا دریں حضرت خودی می ماندت　　　صد جہاں پُر از بدی می ماندت
زانکہ گر موئے بماند از خودیت　　　ہفت دوزخ پُر بر آید از بدیت

(جب تک اس بارگاہ معبودیت میں تیری خودی باقی ہے تو تجھ سے سینکڑوں عالم تیری برائیوں سے پُر ہیں اس لیے کہ اگر تیری خودی بال کے نوک کے برابر بھی باقی ہے تو جان لے کہ ساتوں دوزخ تیری برائیوں سے بھر جائیں گے)

ایک بزرگ کا قول ہے دنیا میں ہزاروں عبدالرحمٰن، عبدالرزاق، عبدالرحیم پاؤ گے لیکن ایک بھی عبداللہ شاید ہی ملے۔ اے بھائی! جو شخص حق سبحانہ تعالیٰ کی پرستش اپنی غرض سے کرتا ہے اسے اپنی غرض کا بندہ کہیں گے حق سبحانہ تعالیٰ کا بندہ نہیں کہیں گے۔ حضرت ابو علی سیاح رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ اگر تم سے پوچھیں کہ بہشت چاہتے ہو یا دو رکعت نماز؟ دیکھو ہرگز بہشت کا نام نہ لینا اور یہی کہنا کہ ہمیں دو رکعت نماز چاہیے۔ یہ اس لیے کہ بہشت تمھاری غرض کا حصّہ ہے۔ اور جہاں غرض و مطلب درمیان میں ہے وہیں بلا، مکر، فریب بھی گھات لگائے ہوئے ہے۔ دیکھو موسیٰ و خضر علیہما السلام کے قصّہ میں غور کرو جب جناب موسیٰ کی ملاقات حضرت خضر سے ہوئی اور ہمراہ ہوئے تو موسیٰ علیہ السلام نے دو بار اعتراض کیا ایک کشتی میں چھید کرنے پر دوسرے اس لڑکے کے قتل پر۔ جب کشتی میں چھید کرنے اور لڑکے کے قتل پر غرض کی بات درمیان نہ تھی حضرت خضر درگذر کرتے رہے اور جب غرض کی بات آئی یعنی جناب موسیٰ نے کہا لوشئت لتخذت علیہ اجرًا (اگر آپ چاہتے تو اس دیوار بنانے پر کچھ اجرت لے لیتے) تو حضرت خضر نے کہا ھذا فراق بینی وبینك یعنی جب غرض کی بات درمیان میں آگئی تو میرے اور آپ کے درمیان جدائی ہوتی ہے۔ اہل نظر نے جب یہ رنگ دیکھا تو انھوں نے خود کو اور اپنے تمام اغراض و مقاصد کو درمیان سے اٹھالیا اور بالکل ختم کر دیا اور یہ کہہ اٹھے ہم تو بندہ ہیں بندہ، بندہ کی ملک، بندہ کا حصّہ، بندہ کا تصرف کہاں ہوتا ہے۔ اس لیے کہ العبد وما فی یدہ کان ملك لمولاہ۔ (بندہ اور بندہ کی ساری چیزیں اس کے آقا کی ملک ہے) ایسے حال میں اگر قبول ہے تو بہتر اگر رد ہے تو خوب اگر نوازش ہے تو بسر و چشم۔ اگر گھلا ڈالیں تو یہی صحیح۔ اگر جلا ڈالیں تو وہ بھی ٹھیک اور اپنا بنالیں دل و جان سے منظور۔ بتاؤ کیا کر سکتے ہو قاضی کے گھر کو ڈھادو گے یا اپنا سر دیوار سے ٹکرا کر توڑ لو گے۔ اسی کی طرف اس شعر میں اشارہ ہے۔ ؎

خواہی بکش خواہ بزن خواہ بدار　　　یکرویہ شدہ است مر مرا با تو کار

(خواہ مجھے قتل کیجیے، خواہ ماریئے خواہ زندہ رکھیے میں نے تو اپنے تمام کاموں کو آپ کے سپرد کر دیا)

اسی سے روندگان راہ نے بہشت و دوزخ سب کو اپنے لیئے معدوم کر دیا مفلس و نادار، بے نوا بن کر بندہ دار

اس راہ میں قدم رکھا ہے خداوند تعالیٰ کے سوا نہ کسی کو دیکھا نہ جانا اور نہ پہچانا۔ ایک عزیز نے ایک درویش کو دیکھا پوچھا کہاں سے آتے ہیں؟ کہا اللہ۔ پھر پوچھا کہاں جائیں گے؟ کہا اللہ۔ پھر دریافت کیا آپ کا مقصود کیا ہے؟ کہا اللہ۔ جو سوال ان سے کیا جاتا جواب میں اللہ ہی اللہ فرماتے۔ رباعی ؎

من نام ترا برکف خود بنگارم ! پس دیدہ براں نام نہم خوں بارم
از بسکہ دو دیدہ درخیالت دارم در ہر چہ نگہ کنم توئی پندارم

(میں آپ کا نام اپنی ہتھیلی پر لکھوں اور اپنی آنکھوں کو اس پر ملوں اور دونوں دیدوں سے خون بہا تا رہوں۔ میری دونوں آنکھیں ہمیشہ آپ کے خیال میں محو رہتی ہیں یہاں تک کہ میں جس کو دیکھتا ہوں اس میں آپ ہی کا جلوہ نظر آتا ہے۔)

سُنو! طاعت اس لالچ سے کرنا کہ اس کا بدلہ ملے گا اور عبادت اجر و ثواب کی نیت سے کرنا جہانِ معرفت میں زہر قاتل ہے۔ چنانچہ ہزار سال تک اُس بارگاہ پاک میں تم سر رگڑا کرو اور وہ تمام طاعت و عبادت جو سارے عالم کے لوگ کرتے ہیں وہ تنہا تم کر ڈالو اس کے باوجود اگر تمھیں یہ کہا جائے کہ تمھاری یہ عبادت و ریاضت مجھے نہیں چاہیے تم مجھے پسند نہیں ہو تو سمجھ لو کہ "وہاں کی یہ ایک جھڑکی" تمام طاعت و عبادت کا اجر و ثواب و صلہ ہے اور تمھیں سب کچھ مل گیا۔ ؎

کاملاں در راہِ حق خوں خوردہ اند بندگی و حق گذاری کردہ اند
بندۂ او باش تا باشی کسے در سگ او باش ایں باشد بسے

(کاملین اس راہ حق میں خون کے گھونٹ پیتے رہے اور بندگی و حق بندگی ادا کرتے رہے ہیں تم ان کے بندہ بن جاؤ تاکہ کچھ کام کے ہو سکو، ان کے کتوں میں شامل ہو جاؤ یہی بہت کچھ ہے۔)

حکایت ہے کہ اگلی امتوں میں ایک شخص ایسا تھا کہ جس نے برسہا برس طاعت و عبادت کی تھی اور تمام عمر ریاضت و مجاہدہ میں بسر کی تھی اس زمانہ کے پیغامبر پر وحی آئی کہ اس شخص سے کہہ دیجیے کہ تمھاری جگہ تو دوزخ میں ہے طاعت و بندگی کی اس قدر زحمت کیا ہے؟ پیغامبر وقت نے اسے جب یہ وحی سُنائی تو اس نے طاعت و عبادت میں اور زیادتی کر دی فرحت و خوشی کا دروازہ اس نے اپنے اوپر کھول لیا اور بے انتہا اظہار مسرت و شادمانی کرنے لگا کہ لوگ دیکھ کر تعجب کرتے تھے اسی استعجاب میں کسی نے پوچھا جب تم دوزخی ہو تو یہ فرحت و شادمانی کیا ہے؟ اسنے جواب دیا میں تو سمجھتا تھا کہ اسکی مملکت میں میرے لئے کوئی جگہ ہی نہیں ہو سکتی ہے اب جبکہ معلوم ہو گیا کہ اسکی مملکت میں ایک جگہ تو ہے اگرچہ وہ دوزخ ہی ہے۔ تو یہ ہماری خوش قسمتی اور یہ ہماری عزو دولت ہے اسیکو کسی نے کہا۔ گر ہمہ عالم ثواب تو بود ؎

گر ہمہ عالم ثواب تو بود تا تو باشی از عذاب تو بود
ذرۂ تا ہستی خویشت بود صد فراق سخت در پیشت بود

(اگر سارا جہاں تیرے اعمال کا اجر و ثواب ہو جائے جب تک تجھ میں تیری خودی ہے تو وہ سب تیرے لیے عذاب ہے، اور جب تک تیری ہستی کا ایک ذرہ بھی باقی ہے، سمجھ لے کہ فراق و جدائی کا سخت ترین حجاب تیرے آگے پڑا ہوا ہے۔)

اے بھائی! آدمی جب تک خود کو بیقدری کے ترازو میں ناکارہ و باطل سمجھ کر نہ تولے گا اس وقت تک اس سے صحیح بندگی ادا نہ ہو سکے گی بندگی کے صحیح ہونے کی علامت یہی ہے، اسی کو کہا ہے ؎

مردی باید نہ سر اورا نہ پائے　　　جملہ گم گشتہ درو او در خدائے

(آدمی کو چاہیے کہ نہ اسے سر کا ہوش رہے اور نہ پاؤں کا یہ سب کچھ اس میں گم ہو جائیں اور وہ خود خدا میں گم ہو جائے)

بزرگوں کا قول ہے کہ اگر ان لوگوں کی روحوں کو مرگھٹ کے کتوں کے سامنے ڈال دیا جائے تو یہاں کے کتے اس کی طرف آنکھ اٹھا کے بھی نہ دیکھیں۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

جملہ را عزت کہ بود از ذل بود　　　لاجرم ہر چہ جز ایشاں کل بود

جملۂ اصحاب جاں باز آمدند　　　عاشق آب و سر انداز آمدند

ایک درویش اپنی مناجات میں کہہ رہے تھے الٰہی! آپ کی محبت جو میرے اندر ہے اس کے طفیل مجھے قبول فرما لیجیے اور اگر یہ محبت بھی قبولیت کے لائق نہیں تو مجھے اپنی بندگی کے ذریعہ پسند فرمالیں اور اگر یہ بندگی بھی ناپسندیدہ ہے تو اپنے در کا کتا ہی بنا لیجیے۔ صبح کو وہ کہیں جا رہے تھے راہ میں ایک کتا ملا زبان حال سے کہنے لگا رات تو جناب کے مزاج ہی نہیں ملتے تھے بڑی بلند پروازی کی مجھ جیسے کتا ہونے کی تمنا کر بیٹھے یہ کیا فضول بکواس تھی۔ مجھے دیکھیے اس لباس سگی میں جب سے آیا ہوں بال برابر بھی کوئی تمنا اس کی رضا کے خلاف دل میں پیدا نہ ہوئی۔ اس بزرگ نے خاک سر پر ڈالی اور یہ شعر پڑھا ؎

اے کاش کہ در پائے سگانِ تو شوم گرد　　　آں بخت ندارم کہ سگ کوئے تو گردم

(یہ تو میری قسمت نہیں کہ آپ کی گلی کا کتا ہی بن سکوں، کاش ان کتوں کے قدموں کی خاک ہی بن جاتا)

ایک تو خاک خود خوار و ذلیل و بیقدر و قیمت اس پر مزید یہ کہ ہزاروں گناہ　　میں آلودہ و لت پت اور پھر اس پر ظلومی و جہولی کی صفت کا لبادہ ایسے حال میں کیا کہا جا سکتا ہے۔ خداوند تعالیٰ آں برادر کو وہ نگاہ عطا فرمائے کہ خود کو ویسا ہی دیکھو جیسے کہ تم ہو اور وہ علم عنایت فرمائے تاکہ تم خود کو ویسا ہی جان لو جیسے کہ تم ہو اور تمھاری حقیقت ہے۔ اللہ اپنے فضل و کرم سے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل کے طفیل — اور جب اس علم و نظر سے استفادہ ہوگا تو دین کا درد بھی پیدا ہو جائے گا۔ ؎

ہر کرا درد دین او وسیل بود　　　مرحبا گوی جبرئیل بود

ملکِ دو جہاں را بزیرِ پائے آری　　　　کہ ہوا را بزیر پائے آری

(جس شخص کی گذر دین میں ہوتی ہے تو جناب جبرئیل اسے مرحبا کہتے ہیں۔ اگر تو خواہشات کو کچل دے تو دونوں جہان کو قدموں کے نیچے پائے۔)

والسلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۲۵

بلاؤں کے نزول کے وقت اللہ کی رضا سے راضی رہنے میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میرے عزیز بھائی شمس الدین! سلام قبول کرو

جانو! سنا ہے کہ دہلی سے تم آگئے اس سفر میں بہت زیادہ زحمت و پریشانی ہوئی کسی قصبہ میں مشرقی حکومت کے فوجیوں نے بہت ستایا مال و اسباب بھی ضائع ہوئے۔ اس قصبہ میں ٹھہرنے سے پریشانیوں کا سامنا ہوا۔

اے بھائی! تم نے پڑھا ہے اَلدُّنیا دَارُ بَلاءٍ وَمِحْنَۃٍ (دنیا تکلیف و مصیبت کی جگہ ہے) کسی کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی وقت بغیر مصیبت و بلا میں گرفتار ہوئے ایک قدم بھی بڑھا سکے، لازمًا اس دنیا میں رنج و مصیبت ہی کے ساتھ گذر بسر کرنا ہے اور خداوند تعالیٰ کیجانب سے جو بھی پیش آئے اس کے آگے گردن جھکا دینا ہی بندگی ہے اور بندگی اپنی مراد و آرزو کی ضد ہے دو مختلف چیزیں ایک جگہ جمع نہیں ہوتیں۔ ؎

نزدد بر مراد ما کارے　　　　بندہ بودن چنیں بود آرے

(ہاں بندہ ہونا تو یہی ہے کہ اپنی مراد و خواہش کے مطابق کام نہ کرے)

اے بھائی! بہشت کے جیسا مقام، عصمت کا تاج سر پر، خلافت کی قبا زیب تن ہم لوگوں کے باپ جناب آدم علیہ السلام ان سب کے باوجود جب وہاں نہ رہ سکے اور انھوں نے بلا و محنت، رنج و مصیبت اختیار کی تو ہم لوگ جو ان کی اولاد ہیں آج بلا و مصیبت خانہ میں پریشان سرگرداں ہزاروں گناہ اور خطاؤں

ہیں آلودہ سزا و عذاب کے مستحق ہوتے ہوئے یہ محال ہے کہ ایک سانس بھی بغیر رنج سہے اور ایک قدم بھی بغیر بلا و مصیبت میں مبتلا ہوئے بڑھا سکیں ؎

آدمی بہر بیغمی را نیست　　پائے در گل جز آدمی را نیست
گہ بہانگ ضعیف کام شود　　گہ بدانگے خدائے نام شود

(آدمی غم سے آزاد رہنے کے لیے پیدا ہی نہیں ہوا۔ یہ تمام حیرانی و پریشانی آدمی ہی کے لیے ہے، کبھی تو ایک چھوٹی سی پکار سے بھی کام چل جاتا ہے اور کبھی خدا کے نام پر ایک پائی دینے سے بھی نام ہو جاتا ہے۔)

چنانچہ تم نے انبیاء کے قصوں میں بلاؤں کی ابتلا اور اولیاء کی حکایتوں میں رنج و مصیبت کی آزمایش کا حال سنا ہے اپنے قرابت مندوں اور اپنے جیسے دوسروں کو دیکھا بھی ہے تو اے بھائی! جب کہ ہم لوگوں کی غذا اور ہماری روزی ماں کے پیٹ ہی سے خون ہے تو ہم خون کھانے پینے والوں کو اپنی مرادوں کے ساتھ چین و راحت میں گذر بسر سے کیا سروکار اور خوشی و مسرت کے جام سے کیا واسطہ وہ جو تمام نبیوں کے سلطان سارے اولیاء کے شاہنشاہ ہیں ان کی فریاد دیکھو کیا فرما رہے ہیں یالیت رب محمد لم یخلق محمداً (کاش محمدؐ کا رب محمدؐ کو پیدا نہ کرتا) اور وہ جو انبیاء کے بعد تمام بشر میں افضل ہیں انکی نالہ و زاری سنو کہتے ہیں لیتنی کنتُ ورقۃ فی شجرۃٍ تاکلُ الانعامُ (کاش میں درخت کی پتیاں ہوتا جسے چوپایے کھا لیتے) اور وہ جن کو انا مدینۃ العلم و علیٌّ بابھا (میں علم کا شہر اور علیؓ اسکے دروازے ہیں) کا خصوصی فضل ہے وہ نالہ کناں ہیں اور کہتے ہیں یالیتنی کنت حیضاً لامی (کاش میں اپنی ماں کا خون ہی رہتا) تو ہم لوگ کون ہوتے ہیں ایسے میں ہم لوگ کیا کہیں۔ اے بھائی! ہم لوگوں کو جس کام سے سابقہ پڑا ہے اس کے بوجھ کو نہ پہاڑ اٹھا سکتا ہے نہ دریا نہ آسمان نہ زمین۔ تو اب کیا کرنا ہے۔ لو مناجات کے لیے ہاتھ اٹھاؤ اور کہو ؎

یاالٰہ العالمیں درماندہ ام　　غرق خوں در خشک کشتی راندہ ام
درمیان راہ تنہا ماندہ ام　　کس ندارم بے سر و پا ماندہ ام
از در خویشم مگرداں نا امید　　از سر لطف سیاہم کن سفید

(اے الٰہ العالمین، میں بالکل گرا پڑا ہوا ہوں۔ خوں میں غرق خشکی میں کشتی چلا رہا ہوں، راہ میں اکیلا رہ گیا ہوں، کوئی معین و مددگار نہیں بے سہارا ہو رہا ہوں۔ اپنے در پاک سے نا امید نہ لوٹا، اپنے لطف و کرم خاص سے میرے سیاہ نامۂ اعمال کو سفید بنا دے۔)

والسلام

مکتوب ۲۶

عادت کے ترک اور طاعت کی کوشش میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرے عزیز بھائی شمس الدین، اللہ تعالیٰ درازی عمر کے ساتھ اپنی طاعت میں بقا اور مقبولوں میں داخل فرمائے۔ میری جانب سے متواتر دعائیں قبول کرو۔ واضح ہو، تمھارے خطوط پہنچتے رہے۔ چند بار تم نے لکھا ہے کہ میں تمھیں خط نہیں لکھتا شاید دل سے بھلا دیا گیا ہوں۔ حاشا وکلا ایسی بات دل میں نہ لاؤ کیونکہ یاد کرنے کا تعلق دونوں جانب سے ہوتا ہے جیسا کہ اس بارے میں یہ قول ہے القلوب تتقاضا والسرایر تتناجی (طرفین کے دل ایک دوسرے کو چاہتے ہیں اور اسرار ایک دوسرے سے مخاطب رہتے ہیں) خط کا لکھنا یہ تو تقدیری ہے، ظاہری عذر یہ ہے کہ اگر کوئی تمھاری طرف جاتا ہے تو مجھے کیا خبر؟ جب تک جانے والا خاص طور سے آکر یہ نہ کہے کہ میں وہاں جا رہا ہوں اس وقت تک یہ جاننا مشکل ہے خط نہ لکھنے کا اصل سبب تو یہ ہے نہ وہ جس کا خیال تمھارے دل میں پیدا ہوا ہے۔ خط میں لکھا تھا کہ آخر شب میں اٹھنا نیند کے غلبہ کی وجہ سے ترک ہو جاتا ہے کوشش کے باوجود میسر نہیں ہوتا۔ اے بھائی! ایسی عادت جو سالہا سال تک رہی ہو اور جڑ پکڑ چکی ہو اس عادت کے بدلنے کے لیے چالیس دن سے کم نہیں چاہیے۔ آخر شب کو اٹھنے کے لیے ایک چلہ مجاہدہ اس طور پر کیا جائے کہ ہر رات آخر وقت اٹھو، اور جہاں تک ہو سکے چند مرتبہ متواتر وضو کرو وضو کے بعد دو رکعت نماز ادا کرو اگر پابندی کے ساتھ یہ عمل ہو اور ناغہ نہ ہو تو امید ہے کہ عادت کی تبدیلی ہو جائے گی کیونکہ چالیس دن کی قید میں عادت کی تبدیلی کے لیے بہت بڑا اثر ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ اگر کسی کو نماز نہ پڑھنے کی مطلقاً عادت ہو گئی ہو تو ایسے شخص کو چالیس دن تک بلاناغہ نماز پڑھنے کی تاکید کرتے ہیں، جانتے ہو اگر کوئی چالیس دن تک پابندی کر لیتا ہے تو اس کے بعد اس کی نماز بہت کم قضا ہوتی ہے۔ جب ایک عادت کی تبدیلی میں اتنی دشواری ہے تو اور دوسرے تمام عادات و خصائل کی تبدیلی میں کیا کچھ مشکلات پیش نہ آئیں گے۔ اس راہ میں اصل یہی دو کام ہیں اس سے زیادہ نہیں ایک تبدیلیٔ اخلاق اور دوسرا تغیر مزاج جب ان دونوں کاموں میں کسی کے قدم جم گئے تو اس کی تمام منزلیں اور مرحلے آسان اور درست ہو گئے۔ لیکن ایسا شخص جو ایک ڈپٹ میں بھاگ جائے اور بچھونوں پر لیٹے اس سے کون سا کام ہو سکتا

ہے یہ تو رونے کے مشاہدہ اور معائنہ میں ہے۔ ہاں دوسری بات یہ ہے کہ حق داروں کے حقوق کی ادائیگی میں اسکی شرطوں کے ساتھ کوشش بلیغ کرنا چاہیے اس کی ذمہ داریوں سے شرع کے مطابق عہدہ برآ ہونا چاہیئے اور اس کو اپنا سلوک سمجھنا چاہیئے کیونکہ صرف روزہ نماز اور حج ہی سلوک نہیں ہے بلکہ جتنے احکام شرعی ہیں ان سب کی بجاآوری سلوک ہے اگرچہ ایک مٹھی خاک ہی کا معاملہ ہو۔ اے بھائی! تمھیں تو اس کی رضا سے کام ہے نہ مکہ سے، نہ مدینہ سے، نہ مسجد، نہ صومعہ، نہ تنہائی، نہ گوشہ نشینی، نہ دین و مذہب، نہ مجاہدہ و ریاضت، نہ سفر و اقامت سے سروکار اسی کو کہا ہے۔ ~

در بتکدہ گر خیال معشوقۂ ماست رفتن بطوافِ کعبہ از عقل خطاست
گر کعبہ از و بوئے ندارد کنشس است با بوئے وصال او کنش کعبہ ماست

(اگر بت کدہ میں معشوق کا جمال میسر ہے تو عقل کی بنا پر کعبہ کے طواف کے لیے جانا خطا ہے اور اگر کعبہ میں کعبہ والے کی بو نہ ملے تو وہ کنشت آتش کدہ ہے اور اگر کنشت میں اس کے وصال کی بو مل جائے تو وہی کعبہ ہے۔)

اس راہِ سلوک میں قدم نہایت ہوشیاری اور سمجھداری سے رکھنا ہے اسے تھوڑا نہ سمجھو اس میں بہت زیادہ غور و فکر درکار ہے کیونکہ سارے جہان کے علوم اسی کے تحت ہیں۔ طالب صادق یہ اور وہ نہیں دیکھتا ہے جس چیز سے اس کا مقصود حاصل ہوتا ہے وہ اس کے لیے فرضِ راہ ہوتا ہے یہ فرض اس کے اپنے حال کی بنا پر ہے اگرچہ ظاہر میں وہ کام بُرا ہو جیسا کہ بعض سالکوں سے ایسی بات سننے میں آتی ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ ~

ایں ہمہ علم جسم مختصر است علم رفتن براہِ حق دگر است

(یہ تمام علم جسم مختصر، عالمِ ظاہر کے ہیں۔ اللہ کی راہ میں چلنے کا علم ہی دوسرا ہے)

اور وظیفہ میں تھوڑا بہت جو کچھ متعین ہے اس پر ہمیشگی اور پابندی چاہیے کیونکہ مقررہ وظیفہ اگرچہ مختصر ہو لیکن صاحب وظیفہ کے لیے اس کی قدر و قیمت اور ہی ہے اس کا یہ مختصر سا وظیفہ دوسروں کے کثیر وظیفے سے بہتر ہے بشرطیکہ اس پر استقامت، پابندی ہو اس کو بارہا میں نے لکھا ہے کہ اصل کام استقامت ہی ہے۔ مَنْ اَدْمَنَ قَرْعَ الْبَابِ یُوْشِکُ اَنْ یُّفْتَحَ لَہٗ (جو شخص ہمیشہ دروازہ کھٹکھٹانے میں لگا رہا تو قریب ہے کہ یقیناً اس پر دروازہ کھل جائے) ظاہر و باطن میں یہی طریقہ کار جاری ہے۔ اے بھائی! نہ کسی قیمت کی خواہش ہونی چاہیئے اور نہ کسی معاوضہ کی طلب۔ ہاں زاری، بیچارگی، مفلسی، نیاز مندی کہ جسے بندگی کا نام دیا گیا ہے اور جس کو تمام خوش بختیوں کی علامت قرار دیا ہے اسی کو سامنے رکھو اور انتظار کی آنکھ اس کے لطف پر لگائے رہو اس لطف و مہربانی پر جس کے لیے کوئی علت و سبب نہیں۔ ~

یک نظر از دوست صد ہزار سعادت من منتظرم تا کے وقت آں نظر آید

(دوست کی ایک نظر میں ہزاروں خوش بختیاں بھری ہیں میں منتظر ہوں کہ وہ وقت کب آتا ہے)

بندہ کی یہ شان ہونی چاہیے کہ وہ ثابت قدم رہے اور طلب کے سمندر میں غوطے لگائے اگر اس کے لطف کے ایک موج نے ساحل مطلوب پر لا ڈالا تو فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا (یہی سب سے بڑی کامیابی ہے) اور اگر اس کے قہر نے سمندر کی تہہ میں پہنچا دیا تو فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَی اللهِ (تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہوگا) دونوں حال میں گھاٹے کا سوال نہیں۔ مصرعہ: کس با تو زیاں نکرد من ہم نکنم (کسی نے تمہارا نقصان نہیں کیا میں بھی نہیں کرتا ہوں) قوم بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے برسہا برس عبادت کی تھی حق تعالیٰ نے اس کی طرف توجہ کی فرشتے کو حکم دیا اس شخص سے کہہ دو کہ زحمت نہ کرے کیونکہ یہ میرے لائق نہیں ہے اور اس کی جگہ دوزخ ہے۔ جب اس شخص نے یہ سنا تو کہا مجھے تو بندگی سے کام ہے خدائی کرنا میرا کام نہیں وہ جانے اسے کیا کرنا ہے۔ فرشتہ نے لوٹ کر اس کا یہ پیغام پہنچایا، جواب ملا بندہ جب خسیس صفت کے باوجود بندگی سے منھ نہیں موڑتا ہے تو میں اپنی کریمی سے کیونکر ہٹ جاؤں۔

" یہاں اس قسم کی روایت خبروں کے سلسلے میں ہے لیکن اس حکایت سے بندہ کی قدر و منزلت کا اظہار مقصود ہے۔ جیسے جناب موسیٰ علیہ السلام نے ایک درخت سے یہ کہا الغوا —— اگرچہ یہ امر کا صیغہ ہے، اس سے حق کا اظہار اور باطل کا بطلان ہوتا ہے اور یہ اظہار و بطلان ظاہر نہیں ہوا مگر اس سے اس عبادت میں کوئی نقصان نہیں تو اس سے معلوم ہو گیا کہ معتبر مقصود ہوتا ہے غیر مقصود نہیں۔"

(یہ عبارت مطبوعہ نسخوں میں نہیں ہے۔ قلمی میں ہے)

گر شراب لطف او خواہی مدام — قطع کن وادی قہر او تمام
زانکہ تا این نوبت آں نبود ت — بے بلا و درد درماں نبود ت

(اگر تو اس کے لطف کی شراب ہمیشہ چاہتا ہے تو اس کے قہر کی وادی کو پورے طور پر طے کرلے اس لیے کہ جب تک تجھے یہ نہیں ہوتا وہ بھی نہیں ہوگا، بلا و درد کے بغیر تیرا درماں بھی نہیں ہے۔)

والسلام

فقیر شرف منیری

مکتوب ۲۷

وضو اور نمازِ تہجّد کی ادائیگی میں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

میرے عزیز بھائی شمس الدین! سلام

دل نشین کر لو! کسی وقت بھی بے وضو نہ رہو اگرچہ سردیوں کا موسم ہو اور پانی کتنا ہی سرد ہو فوراً وضو کرو اور وضو کے بعد دو رکعت نماز شکرانۂ وضو ادا کرو ہرگز یہ دو رکعت نماز ترک نہ ہونے پائے اگرچہ دن اور رات میں دس دس بار وضو کرنا پڑے جہاں تک ممکن ہو اس پر ہمیشگی اور ثابت قدمی اختیار کرو اس عمل کو تمام اعمال کی جڑ سمجھو جماعت صوفیاء کے بزرگان کا اس پر عہد بچپنے سے ہے وہ بے وضو نہ کبھی کھاتے ہیں اور نہ پیتے ہیں۔ نقل ہے کہ بعض بزرگ ایسے گذرے ہیں جو دست کی بیماری میں مبتلا ہو گئے ہیں اس بیماری کی حالت میں ایک رات میں تیس بار چالیس بار پچاس بار انھیں اٹھنا پڑتا تھا وہ ہر بار وضو اور دوگانہ شکرانۂ وضو ادا کرتے جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

من ندانم ایں چہ مرداں بودہ اند کز عمل یکدم نمی آسودہ اند

لاجرم در بندگی سلطاں شدند مہترِ خلقِ جہاں ایشاں شدند

(میں نہیں جانتا یہ لوگ کس درجہ کے مرد گذرے ہیں جو ایک لمحہ بھی عمل سے سیر نہیں ہوتے یقیناً اسی بندگی سے یہ لوگ بادشاہ ہو گئے ہیں اور سارے جہاں کے یہی لوگ سردار ہیں۔)

جس مرید کو اس عمل پر استقامت حاصل ہو گئی وہ اس ایک عمل کی برکت سے ہر منزل میں استقامت کی نعمت سے مشرف ہو گا یہ ایک عمل ایسا عمل ہے کہ دل و جان سے اس کی خدمت و بجاآوری میں لگے رہنا چاہیئے۔

دوسری وصیت یہ ہے کہ آخر رات کے ایک حصّہ کو نماز تہجد سے آباد رکھنا چاہیئے۔ اس طور پر کہ بارہ رکعت نماز تہجد چھ سلام سے یعنی دو دو رکعت کر کے پڑھو پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی خالدون تک اور دوسری رکعت میں آمن الرسول آخر سورہ تک (یعنی ہر دوگانہ میں اسی طرح پڑھے) اور جب نماز سے فارغ ہو جائے تو نہایت عاجزی و انکساری سے رو رو کر یہ استغفار کرو: بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝ اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ الَّذِیۡ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ وَ اَتُوۡبُ اِلَیۡہِ

أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوْبُ إِلَى اللّٰهِ مِنْ جَمِيْعِ مَا كَرِهَ اللّٰهُ قَوْلًا وَفِعْلًا وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ، اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْتَغْفِرُكَ بِمَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا أَسْرَفْتُ أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَأَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْتَغْفِرُكَ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ تُبْتُ عَنْهُ إِلَيْكَ ثُمَّ عُدْتُ فِيْهِ وَأَسْتَغْفِرُكَ لِمَا أَرَدْتُ بِوَجْهِكَ الْكَرِيْمِ مُخَالَطَةً بِمَا لَيْسَ لَكَ فِيْهِ رِضَاءٌ وَأَسْتَغْفِرُكَ لِمَا وَعَدْتُكَ بِهٖ مِنْ نَفْسِيْ ثُمَّ أَخْلَفْتُكَ وَبِمَا أَسْتَغْفِرُكَ دَعَانِيْ إِلَيْهِ الْهَوٰى مِنْ قَبُوْلِ الرُّخَصِ مِمَّا اشْتَبَهَ عَلَيَّ وَهُوَ عِنْدَكَ حَرَامٌ وَأَسْتَغْفِرُكَ مِنَ الذُّنُوْبِ الَّتِيْ لَا يَعْرِفُهَا غَيْرُكَ وَلَمْ يَطَّلِعْ عَلَيْهَا أَحَدٌ سِوَاكَ وَلَا يَسَعُهَا إِلَّا حِلْمُكَ وَلَا يُنَجِّيْنِيْ مِنْهَا إِلَّا عَفْوُكَ وَأَسْتَغْفِرُكَ لِكُلِّ يَمِيْنٍ سَلَفَتْ مِنِّيْ فَحَنِثْتُ فِيْهَا عِنْدَكَ وَأَنَا مَأْخُوْذٌ بِهَا لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ وَأَسْتَغْفِرُكَ لِكُلِّ نِعْمَةٍ أَنْعَمْتَ عَلَيَّ صُعُوْبَةً نَتَقَوَّيَةً بِهَا عَلٰى مَعْصِيَتِكَ وَأَسْتَغْفِرُكَ يَا عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ مِنْ كُلِّ سُوْءٍ عَمِلْتُهَا فِيْ بَيَاضِ النَّهَارِ وَسَوَادِ اللَّيْلِ وَفِيْ خَلَاءٍ وَمَلَاءٍ وَسِرٍّ وَعَلَانِيَةٍ وَأَنْتَ نَاظِرٌ إِلَيَّ إِذِ ارْتَكَبْتُهَا مِنَ الْعِصْيَانِ يَا حَلِيْمُ يَا كَرِيْمُ يَا رَحِيْمُ يَا عَظِيْمُ يَا لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ وَأَسْتَغْفِرُكَ لِكُلِّ فَرِيْضَةٍ وَجَبَتْ هَا عَلَيَّ فِيْ آنَاءِ اللَّيْلِ وَأَطْرَافِ النَّهَارِ فَتَرَكْتُهَا عَمْدًا أَوْ خَطَاءً أَوْ نِسْيَانًا وَأَنَا مَسْئُوْلٌ بِهَا لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ وَأَسْتَغْفِرُكَ لِكُلِّ سُنَّةٍ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِيْنَ وَمُحَمَّدٍ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فَتَرَكْتُهَا غَفْلَةً أَوْ سَهْوًا أَوْ نِسْيَانًا أَوْ تَهَاوُنًا أَوْ قِلَّةً مُبَالَاتٍ بِهَا وَأَنَا مُعَاقَبٌ بِهَا وَأَسْتَغْفِرُكَ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ سُبْحَانَكَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ لَكَ الْمُلْكُ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ حَسْبُنَا وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَنْ لَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ؕ

حدیث شریف میں ہے مَنْ أَكْثَرَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهٗ مِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا وَمِنْ كُلِّ ضِيْقٍ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (جو شخص کثرت سے استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ہر اندوہ سے نجات اور ہر تنگی سے کشائش کا راستہ بنا دیتا ہے اور اس کو اس طرح رزق دیتا ہے کہ وہم و خیال میں بھی نہیں آتا)

ایک دوسری حدیث ہے کہ جب تم میں سے کسی کا گناہ بہت زیادہ ہو جائے تو اس سے کہو استغفار بہت زیادہ کرے۔ قسم ہے خدا کی جس نے مجھے رسول بنایا ہے استغفار ان گناہوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ جب یہ آیۃ وَالَّذِيْنَ إِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ (اور وہ لوگ جب انھوں نے بے حیائی کا کام کیا یا اپنے اوپر ظلم کیا پھر انھوں نے اللہ کو یاد کیا اور اس سے مغفرت چاہی) نازل ہوئی تو ابلیس رونے لگا۔ تفسیر امام زاہد میں ہے کہ اس امت کی پناہ دو ہیں ایک حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے استغفار حضورؐ نے ہمارے سامنے سے پردہ فرما لیا، استغفار باقی ہے۔ نقل ہے کہ اگر کوئی اپنے اہم کاموں میں یا معاش کی تنگی میں حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مدد کی طلب کرتا تو آپ اس سے کہتے استغفار بہت زیادہ کرو اور آخر رات سے صبح تک ذکر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ میں مشغول رہو اس طرح کہ نو بار لا الٰہ الا اللہ اور دسویں بار ایک مرتبہ محمد رسول اللہ کہو اسی طور پر آخر شب کو صبح تک آباد رکھو۔ کیونکہ یہ وقت مریدوں کے فتوح و مراد پورے ہونے اور توبہ و استغفار کرنے والوں کی قبولیت کے خلعت پانے کا وقت ہے۔ نقل ہے کہ آخر رات میں ندا دینے والا آواز لگاتا رہتا ہے هَلْ مِنْ دَاعٍ فَاسْتَجَابَ لَهٗ هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ لَهٗ وهل من سائل فيعطى له سواله (ہے کوئی دعا کرنے والا کہ اس کی دعا قبول کی جائے، ہے کوئی بخشش چاہنے والا کہ اس کو بخشا جائے، ہے کوئی سائل کہ اس کا سوال پورا کیا جائے) اور بہت زیادہ ورد و وظائف اور نفلوں کی کثرت کی تکلیف نہ اٹھائیں، حقداروں کے شرعی حقوق کی ادائیگی کو پیش نظر رکھیں کیونکہ اس کی ادائیگی دین کے مہمات میں سے اہم ترین ہے۔ تھوڑا عمل قاعدہ و قانون سے استقامت و ثابت قدمی کے ساتھ اس سے کہیں بہتر ہے کہ جو بہت زیادہ ہو مگر بے قاعدہ ہو اور پابندی کے ساتھ نہ ہو۔ ان سب کے علاوہ درویشوں اور اہل علم و ارباب معرفت کی صحبت کو غنیمت جانیں اور اہل سلوک و ارباب دین کی خدمت کا موقع مل جائے تو اسے اللہ کی نعمت سمجھیں۔ جسے یہ دولت میسر ہوئی وہ مقبولین بارگاہ سے ہے لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ (انکی صحبت میں بیٹھنے والا بدبخت نہیں ہوتا) اس پر گواہ ہے۔ ع

آنرا کہ دہد بارش در عالم خود بارش — بیواسطہ کارش کردار بہ چہ کار آید

(کسی کا محبوب کسی کو اپنے حریم خاص میں اس کے کسی مقبول عمل کے بغیر باریابی دیدے تو ایسے میں عمل کس کام کا)

آدمی کو چاہیے کہ خود کو جاہلوں کے میل جول اور صورت پرستوں، ظاہر داروں کی صحبت سے محفوظ رکھے جس کسی کو اس میں مبتلا کر دیا جاتا ہے سمجھ لو کہ وہ راندۂ درگاہ ہے۔ سنو یہ شعر سنو۔ ع

بگذار فضول کز ابوجہل — در دین محمدی نیابد

(فضول باتیں چھوڑ دو مختصر یہ کہ ابوجہل کی صحبت سے دینِ محمدیؐ نہیں سیکھ سکتے)

اکثر و بیشتر احوال میں گوشہ نشینی اختیار کریں بجز اہم ضرورت کے خلوت سے باہر نہ نکلیں۔ ؎

تقصیر مکن ہیچ تو در کردن طاعت　　کاینہا کہ بہایئست ترا جملہ بداد است

(تم طاعت و عبادت میں کوتاہی نہ کرو، کیوں کہ جو کچھ تم کو چاہیئے وہ سب دے دیا گیا ہے)

اور لوگوں کے لیئے بھی التماس کیا تھا خاطر جمع رکھیں ہر کام وقت پر موقوف ہے اور دوسری باتوں کے لیے جو عرضی ہے اس کے متعلق بھی یہی ہے کہ اس کا جواب بھی آیندہ کسی وقت دیا جائے گا۔ حق سبحانہ تعالیٰ نیت اور ارادہ صادق عطا فرمائے، قناعت کا دروازہ برادرِ عزیز پر کھول دے اپنے فضل و احسان سے ؎

بر وفائے زمانہ کیسہ بدوز　　بگذر آتش بقوت روز بروز

(زمانہ کی وفا کی طرف سے اپنی تھیلی کا منہ سی لو یعنی سب سے بے نیاز ہو جاؤ، روزی کی فکر کو دن بہ دن چھوڑتے جاؤ)

والسلام

شرف منیری

❁

مکتوب ۲۸

طاعت و عبادت میں استقامت کی کوشش فتوح نذرانہ کے قبول کرنے اور جاہلوں کی صحبت سے دور رہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تم جانو! اللہ تعالیٰ تمھیں سعادت عطا فرمائے۔

اے بھائی! اس کام میں اصل چیز استقامت (ثابت قدمی ہمیشگی) ہے۔ جو عمل بھی اختیار کیا جائے، اس میں استقامت بہت ہو اگرچہ معمولات تھوڑے ہوں کیونکہ تھوڑے معمولات استقامت کے ساتھ بہت ہیں، اور بہت زیادہ وِرد و وظائف و مشغولی بغیر استقامت بہت کم ہے۔ چنانچہ یہ قصہ مشہور ہے، ایک چور کو پھانسی کی سزا دی گئی تھی وہ دار پر لٹکا ہوا تھا امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا ادھر سے گذر ہوا حضرت نے اپنی دستارِ مبارک سر سے اتاری اس کے آگے ڈال دی اور اس کے پاؤں کو بوسہ دیا اور روانہ ہو گئے۔ ایک عزیز نے اس راز کو پوچھا، آپ نے جواب دیا۔ ؎

ہر کہ او در کار خود باشد تمام　　جان خود در کار بازد والسلام

چوں تمام افتاد او در کار خویش　　زاں نہادم پیشِ او دستار خویش

چوں بدیدم دار چوبیں جائے او | بوسہ زاں دادم بسے بر پائے او
مرد باید خواہ خواص وخواہ عام | کو بود در فن وکار خود تمام

(جو شخص اپنے کام میں ثابت قدم، کامل ہوتا ہے وہ اپنے اس کام میں جان کی بازی لگا دیتا ہے چوں کر وہ اپنے فن میں کامل و ثابت قدم تھا اس کے اسی کمال واستقامت کی داد دینے کے لیے اس کے سامنے میں نے اپنی دستار پیش کر دی جب میں نے اس کی جگہ لکڑی کے دار پر دیکھی یعنی اپنے پیشہ کی استقامت میں سر اس نے دے دیا تو میں نے اس کے پاؤں کے بوسے دیئے. آدمی کو اپنے کام اور اپنے فن میں مرد کامل ہونا چاہیے خواہ خاص ہو خواہ عام)

ارباب معانی کا یوں ارشاد ہے کہ آدمی کی نگاہ معانی کی طرف ہونی چاہیئے، صورت وظاہر کی طرف نہیں.

اور اگر درویش اور عزیزاں کچھ پیش کریں یا بھیج دیں تو یقیناً قبول کرنا چاہیئے اس میں کوئی عیب نہیں ہے بزرگوں نے ایسا ہی کیا ہے لیکن اگر اس نذرانہ وتحفہ سے کوئی خرابی پیدا ہونے کا احتمال ہو تو اس بنا پر قبول نہ کریں اور اس رد میں کوئی حرج نہیں ہے. عمل ایسے شخص کی باتوں پر کرنا چاہیئے کہ جو علم وعمل سے آراستہ ہو اور اس جماعت صوفیائے کے مذہب کو جانتا ہو، اس راہ کے فروع واصول میں استاد کا درجہ رکھتا ہو، مشائخ کے کلمات اور ان کے عبارات واشاروں کو سنت وجماعت کے قاعدہ وقانون کے تحت پورے طور پر سمجھتا ہو اور رہر کام کے فوائد وآفات اور اعمال واخلاق کو خراب کرنے والی چیزوں سے اور مبتدی، متوسط، منتہی کے احوال سے اچھی طرح واقفیت حاصل کئے ہوئے ہو۔ ؎

عاشقانند لیک در رہ او | زخود و راہ عشق بے خبر اند
تا بہ سدرہ چو جبرئیل امیں | بر پر ہمت اے پسر بپرند

(یہ لوگ عاشقوں میں ہیں لیکن یہ ایسے عشاق ہیں کہ جو اس کی راہ میں اپنے آپ سے اور عشق سے اور عشق کی راہ سے بالکل بے خبر ہیں. اے لڑکے! سن لے اس کے یہ عشاق جناب جبرئیل امین ؑ کی طرح سدرہ تک ہمت کے پروں سے پرواز کرتے ہیں.)

اور جاہلوں کی جماعت، ظاہر پرستوں، جھوٹے دعویٰ کرنے والوں اور فضولیوں سے خود کو محفوظ رکھنا چاہیئے ان کے واہیات وخرافات میں مشغول نہیں ہونا چاہیئے ایسے لوگوں کی صحبت سے خود کو بہت دور رکھنا چاہیئے؛ آج کل سارے جہاں میں ایسے ہی لوگوں کی کثرت ہے. جیسا کہ کہا ہے. ؎

مرد صورت پرست کس نبود | ہوش او جز سوئے ہوس نبود
ہیچ معنی نہ دیدہ ام زخساں | گر تو دیدی سلام من برساں

(ظاہر پرست آدمی کسی لائق نہیں ہوتا ایسوں کو ہوس کے سوا اور کسی چیز کا ہوش ہی نہیں رہتا خسیس لوگوں میں میں نے کوئی معنی نہیں دیکھا اگر تم نے دیکھا ہے تو میرا سلام پہنچانا.)

اگر خلوت و گوشہ نشینی میسر ہو تو لوگوں کے میل جول سے پرہیز کرنا چاہیئے، ملنا جلنا، اختلاط اتنا بھر کہ حقداروں کے حقوق ادا ہو سکیں اور اس میں کسی قسم کا خلل و نقصان نہ ہونے پائے اور درویشوں، عالموں، عاملوں عارفوں کی صحبت میسر ہو تو اسے غنیمت سمجھیں اور ان کی خدمت کو دونوں جہان کی سربلندیوں کا سبب اور اپنے کاموں کا فتح باب جانیں، عاقبت و خاتمت بخیر ہو۔ اس کے ساتھ اپنا طاقیہ بھیج رہا ہوں۔

والسّلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۲۹

عمر کو غنیمت جاننے اور نماز تہجد کی تاکید میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادرم امام شمس الدین! اللہ تعالیٰ تمہارے قلب کو روشن کر دے اور اپنے طالبین صادقین میں داخل فرمائے اپنے احسان و کرم خاص سے۔

کاتب مکتوب احمد یحییٰ منیری ملقب بشرف کا سلام و دعا قبول کریں، اور دل نشیں کرلیں کہ برادر عزیز کا خط ملا۔ خیر و عافیت کی اطلاع ملی اس پر حمد و ثنا رخداوند تعالےٰ ادا کی۔ میری وصیّت ہے جہاں تک ممکن ہو اپنی عمر عزیز کو طاعات و عبادات میں لگائے رکھیں اپنے اوقاتِ نفیس کو ذکر و تلاوت سے معمور رکھیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

آنجا کہ بود نافع کردار بجان و دل آنجا تو بگو آخر گفتار چہ کار آید

(جہاں اعمال نیک جان و دل سے پسندیدہ و نفع بخش ہوں، تو بتاؤ! وہاں فضول گفتگو میں لگے رہنے سے کیا فائدہ؟) بالخصوص آخر رات کو تہجد کی بارہ رکعت نماز چھ سلام کے ساتھ یعنی دو دو رکعت کر کے اس طور پر پڑھا کریں کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی۔ خالدون تک اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آمن الرسول آخر سورہ بقرہ تک، اسی طرح پوری رات کو آباد کریں کیونکہ مریدوں کے کشود کار، طالبین کے حصول سعادت اور مناجات و دعاء کرنے والوں کی دعاء کے قبولیت، سائلوں کے انعام و بخشش پانے، اور توبہ و استغفار کرنے والوں کے معافی کا خاص وقت ہے۔ چنانچہ تم نے سنا ہے ھل من داعٍ فاستجاب لہٗ وھل من مستغفر فیغفر لہ وھل من سائل فیعطی لسوالہ (ہے کوئی دعا کرنے والا جسکی

دعا قبول کی جائے۔ ہے کوئی مغفرت چاہنے والا جسے مغفرت دی جائے، ہے کوئی مانگنے والا جس کی مانگ پوری کی جائے)

اور فقیروں، درویشوں، اہلِ علم، اربابِ معرفت کی صحبت کو غنیمت جانیں۔ ؎

گرد توحید گرد با تفرید   چہ کنی صحبتے کہ آں تقلید

دردمندی بکرد عیسیٰ کرد   دارِ رہ نشیں چہ خواہی کرد

(تمام تعلقات سے علٰحدہ ہو کر یعنی تفرید کے ساتھ توحید میں رہ، ایسی صحبت جو محض تقلیدیوں کی ہو اس میں کیا فائدہ۔ مسیحائی کرنا عیسیٰ کا کام ہے۔ راہ میں پڑے ہوئے سے کیا علاج کراؤ گے)

جاہلوں کی جماعت سے خود کو بہت دور رکھیں اگر وہ کسی درجہ کے بھی دوست و رفیق معلوم ہوں، جیسا کہ کہا ہے ؎

مارند ہمہ یاراں در عالمِ دانائی   خلوت کن و بخود شو با مار چہ میباشی

(تمہارے یہ سب دوست و محب سانپ ہیں سانپ، سب اپنے چالاکی و ہوشیاری کے عالم میں ہیں، ان سب سے کنارہ کرلو، یہاں تک کہ خود اپنے آپ سے بھی بیخود ہو جاؤ، سانپ کے ساتھ کیا رہنا ہے)

ہمیشہ طاہر و با وضو رہو جس وقت بھی وضو کرو فوراً دو رکعت شکرانۂ وضو ادا کرو طاعت اگرچہ تھوڑی ہو لیکن استقامت و مواظبت ثابت قدمی اور ہمیشگی کے ساتھ ہو تو وہ بہت زیادہ ہے۔ اور اگرچہ طاعت بہت زیادہ ہو لیکن استقامت کم ہو تو ایسی کثیر طاعت بہت قلیل ہے۔

سُبحان اللہ! حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود آپؐ کے اس درجہ حسن و کمال اور عظمت و جلالتِ کار کے حکم ہوتا ہے۔ فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ (آپ قائم رہیں اس پر جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس آیۃ سے زیادہ سخت اور دشوار آیۃ نازل نہیں ہوئی چنانچہ جب صحابہ رضوان اللہ نے دیکھا حضورؐ کے چند موئے مبارک سفید ہو گئے ہیں تو انھوں نے دریافت کیا یارسول اللہ کس چیز نے آپؐ کو بوڑھا کر دیا؟ ارشاد ہوا شَيَّبَتْنِي سُورَةُ هُودٍ (سورۂ ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا)

یہاں کے اور حالات جانے والے سے معلوم ہوں گے۔ عاقبت و خاتمت بخیر ہو۔

والسلام

فقیر شرف منیری

مکتوب ۳۰

مُرید کو نصیحت اور غیروں کو ایذا پہنچانے سے پرہیز میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرے بھائی شمس الدین! اللہ تعالیٰ تمام بلاؤں سے محفوظ رکھے کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعا قبول کریں۔

برادر عزیز پر واضح ہو! آپ جب درویشوں کے زمرہ میں داخل ہو گئے ہیں اور جامۂ فقر سے مشرف ہیں تو یہ کب مناسب ہے کہ کسی کو آپ سے شکایت ہو یا کوئی لعن وطعن کرے اس طرح کی بات اس فقیر کے دل پر سخت گراں گذری اور بہت افسوس ہوا کہ آپ برادر سے ایسا کام کیوں ہوا جو آپ کے لائقِ حال نہیں اور اگر آپ پر کوئی ظلم و ستم ہوا تو حتی الوسع اسے اپنے جان و مال پر برداشت کرتے۔ جس بات سے دوسروں کو تکلیف پہنچے وہ نہیں کرنا چاہیئے جب کسی فقیر کو کسی سے ناخوشگوار بات یا تکلیف پہنچے تو وہ یہ آیۃ کریمہ پڑھے قل لن یصیبنا الا کتب اللہ لنا (ہم پر وہی گذرتی ہے جو اللہ نے میرے لئے لکھدیا ہے) اسکا ہمیشہ خیال رکھنا چاہیئے۔ فقیر کو نہ کسی دعویٰ میں ہونا، اور کسی سے جھگڑا جیسا کہ کہا گیا ہے۔ تو بار جفائے او ہمی کش با او تو مگوای تو دفا کن

(تم اس کی جفائیں سہتے رہو، اس سے کبھی یہ نہ کہو کہ تم دفا کرو)

ہاں دین کے معاملہ میں اگر جنگ کرنے کی ضرورت ہو تو وہاں پر حکم کی بجاآوری ضروری ہے چنانچہ منقول ہے کہ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اپنی ذات کے لئے کسی سے ناخوش نہ ہوئے۔ لیکن جہاں حرمتِ حق تعالیٰ کے ہتک کا سوال آجاتا تو ضروری ہو جاتا۔ دیکھو ایسی باتوں سے ہمیشہ پرہیز کرو اور اگر تم سے ایسا کوئی کام ہو گیا ہے تو اس کے لئے استغفار کرو جن لوگوں کو کسی بھی طرح ایذا و تکلیف پہنچی ہے ان لوگوں کو خوش کرنے کی انتہائی کوشش کرو کیونکہ یہ کام بہت ہی پسندیدہ، بڑا، اور عظیم ترین مہمات میں سے ہے اس لیے کہ حق العباد خداوند تعالیٰ کے حق سے کہیں زیادہ سخت تر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حق تو توبہ و استغفار سے معاف ہو جاتا ہے لیکن مخلوق کا حق جب تک ان کو راضی و خوشنود نہیں کر لیا جاتا ہے اس وقت تک ختم نہیں ہوتا۔ شُہداء جن کا مرتبہ اس بلندی کو پہنچا ہوا ہے کہ وہ برگزیدہ ہیں اور دوسروں کی شفاعت کریں گے لیکن اگر ان کے ذمہ مخلوق کا ذرہ

برابر حق رہ گیا ہو تو جب تک وہ اس کو راضی و خوش نہ کریں گے اس وقت تک میدان حشر سے قدم نہ اٹھائینگے اے بھائی! حق العباد کی یہ گھاٹی بڑی سخت ہے۔ ایک حدیث نظر سے گذری ہے کہ خانۂ کعبہ جو مومنوں کا قبلہ ہے اگر کوئی اسے مسمار کر دے اور جلا کر خاکستر بنا دے تو یہ اتنا بڑا گناہ نہیں ہے جتنا کہ کسی مومن کے دل کو بغیر کسی شرعی سبب کے تکلیف پہنچائی جائے۔

والسلام
حقیر شرف منیری

مکتوب ۱۳۱

مُرید کا اپنے پیر کی خدمت میں حال و احوال سے متعلق عریضہ لکھنے کے جواز میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادرم شمس الدین اکرم اللہ بکرامۃ المریدین کاتب مکتوب احمد یحییٰ منیری الملقب شرف کا سلام و دعا قبول کرو۔ تمہارے قلب روشن پر منقش ہو۔ آنے والے سے معلوم ہوا تم کہہ رہے تھے "شرمندگی کی وجہ سے میری سمجھ میں نہیں آتا کیا لکھوں، اب جب وہاں سے خط آئیگا تو شاید کچھ لکھ سکوں" کیا شرمندگی ہے؟ اپنے حال و معاملات سے جو بھی ہو آگاہ رکھو، اس جماعت صوفیہ کے لوگوں کے درمیان یہ شرط ہے، مرید کے لئے ہرگز یہ درست نہیں کہ اپنے کسی فعل کو وہ پیر سے چھپا کر رکھے گرچہ وہ کام کتنا ہی برا ہو، مریض اگر اپنی بیماری کو بیان نہ کرے تو طبیب کیا دوا دے گا اور اگر بیماری دوسری ہو اور دوا دوسری بتائی جائے جب بھی علاج نہیں ہو سکتا باوجود کوشش صحت نہیں ہوگی۔ وہ تمام شرطیں جو مریض اور طبیب کے درمیان ہیں بلا فرق وہی سب شرط پیر و مرید کے درمیان ہے اور اس کی سند ماغر رضی اللہ عنہ کے قصہ سے ہے جب ان کے ساتھ وہ واقعہ ہوا تو حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ زَنَیْتُ فَطَہِّرْنِیْ (مجھ سے زنا کا ارتکاب ہو گیا ہے مجھے پاک کیجیے) دین کا یہ درد مرید میں پیدا ہونا چاہیے تاکہ وہ سچا طالب ہو سکے اسی کو کہا ہے

شعر
تا ترا کارے نیفتد مرد وار　　کے توانی نالہ کرد از درد کار
گر شود ایں درد دامن گیر تو　　بس بود ایں درد دائم پیر تو

(جب تک تجھے مردوں کے معاملات سے سابقہ نہ پڑے اس وقت تک دین کے کاموں کے درد سے نالہ و فریاد کیسے کر سکتا ہے، اگر دین کا درد تجھ میں پیدا ہو جائے تو یہی درد ہمیشہ تیری رہبری کے لئے کافی ہے)

چنانچہ یہ محقق ہے کہ خجالت و شرم مرید کے لئے نقصان دہ اور اس کے کام میں مانع ہے۔ ے

گر سرِ دیں داری اے بے پا و سر   راہِ دیں ایں است زیں رہ در گذر

(اے بے سروپا (بمعنی بے ڈھنگے) اگر تو دیندار ہے تو سمجھ لے دین کی راہ یہی ہے اس راہ کو طے کر لے)

تمھاری طلب اور دل ماندگی کی بنا پر چند مکتوب لکھے گئے، خیال تھا کہ متفرق طور پر جا تا رہے لیکن یہاں کے رفقاء میں سے ہر شخص نے یہ خواہش ظاہر کی ان خطوط کو یکجا کر کے ہم لوگ نقل کر لیں اس کے بعد بھیجا جائے اسی بنا پر دیر ہو گئی۔ انشاء اللہ کتابت کے بعد یہ خطوط جلد بھیج دیئے جائیں گے، شہزادہ نے خود نقل ہوتے دیکھ لیا ہے۔

والسّلام

خاکسار شرف منیری

مکتوب ۳۲

اوراد و وظائف کی پابندی کرنے میں

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ○

برادر عزیز کا خط پہنچا خیر و عافیت معلوم ہوئی اللہ کا شکر ادا کیا۔ لازم ہے اپنے اوراد و وظائف میں پابندی کے ساتھ لگے رہیں کسی حال میں بھی کمی یا ناغہ نہ ہونے پائے۔ مشائخ کی کتابوں اور مکتوبات کے مطالعہ کو کبھی ترک نہ کریں اور اس سے فارغ نہ ہوں، یہ میری سخت تاکید ہے۔ ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ جب ہم ان کاموں کو نہیں کر سکتے ہیں جو بزرگان و مشائخ رضوان اللہ نے کئے ہیں تو ان کے کلمات کے پڑھنے اور ان کی کتابوں کے مطالعہ سے کیا فائدہ؟ انھوں نے فرمایا مشائخ کے کلمات روئے زمین پر خدائی لشکر ہیں ان کا پڑھنے والا اگر مرد ہے تو یہ کلمات اسے شیر مرد بنا دیں گے اور اگر نامرد ہے تو مرد بن جاتا ہے۔ ایک اور بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ جب ایسا زمانہ آئے کہ بزرگان نہ ملیں تو کیا کیا جائے؟ فرمایا ان بزرگوں کی کتابوں سے ایک جزکم سے کم روزانہ پڑھ لیا کریں ان کے یہ کہنے کا اشارہ اس شعر میں ہے۔ ے

ہر کہ او گلِ گرفت از خاکِ پیر   خواہ پاک و خواہ گو ناپاک میر

باش تا فردا محک گردد بکار   نقدِ مرداں را پدید آید عیار

(جس نے ان بزرگوں کی خاک کا سرمہ لگایا اس سے کہہ دو وہ پاک جائے یا ناپاک اس کا کام بن گیا، ٹھہر جا، اس کا فائدہ کل کسوٹی پر پرکھ کر دیکھ لیا جائے گا۔ مردوں کے نقد و حاصل کو کسوٹی ظاہر کر دیتی ہے۔)

اے بھائی! زندہ تو حقیقتاً وہ ہے جو اُن کے سایۂ دولت میں ہے، یا انلوگوں کے کلمات اور کتابوں کیساتھ لگا ہوا ہے اور جسکو نہ یہ میسّر ہے اور نہ وہ، وہ نفس کافر کی قید میں ہے۔ جیسا کہ کہا ہے ؎

روز و شب جاں میکنی بے زاد و برگ　　زیستن میخوانی آنرا تو نہ مرگ

ماندۂ آخر اسیر ننگ و نام　　وانگہی گوئی کہ عمری شد تمام

(رات دن ساز و سامان کے بغیر اپنی جان کھوتا ہے اور اسی زندگی کو زندگی سمجھتا ہے حالانکہ وہ موت ہے، آخر کار تو نام و نمود کا اسیر ہو گیا۔ ایک وقت آئے گا جب تو کہے گا کہ افسوس میری عمر یونہی ختم ہو گئی)

مُرید اور اد و وظائف میں پابندی نفس کافر کی مخالفت کے بغیر کر ہی نہیں سکتا ہے کیونکہ سارے عبادات کی اصل نفس کافر کی مخالفت ہی ہے، یہ اسلئے کہ نفس کافر کی موافقت کرنا بُت کی پُوجا کرنا ہے۔ النفس هِيَ الصَّنَمُ الأَكْبَرُ (نفس ہی سب سے بڑا بُت ہے) کا اصل مفہوم یہی ہے۔ کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ ابلیس میں اگر نفس کی موافقت نہ ہوتی تو اس پر لعنت کی بارش نہیں ہوتی اور اگر فرعون کے اندر نفس کی موافقت نہ ہوتی تو وہ خدائی کا دعویٰ نہ کرتا۔ اسی کو کہا ہے ؎

اے عجب با اینچنیں نفسے دروں　　میکنی تو در خدائی سر بروں

ہست در ہر نفس ایں دعویٰ لیک　　خویشتن فرعون ظاہر کرد نیک

آنچہ با من نفس شومم آں کند　　کافرم گر کافر رومم آں کند

(عجیب بات ہے ایسے نفس کے ہوتے ہوئے بھی تم خدائی میں سر اُٹھاتے ہو۔ ہر شخص کے اندر یہی بڑائی کا دعویٰ ہے، فرق اتنا ہی ہے کہ فرعون نے یہ دعویٰ اعلانیہ کیا۔ میرے ساتھ میرا یہ منحوس نفس وہ کچھ کر رہا ہے۔ قسم ہے، روم کے کفار بھی نہیں کرتے)

یہی وجہ ہے کہ اس جماعت کے بزرگان اپنے معاملات میں تاویلات کی تلاش نہیں کرتے کیونکہ تلاش و جستجو میں نفس کی لذتیں اور اسکی خواہشیں ہوتی ہیں اور نفس کافر کا یہ حال ہے کہ اگر سو سال تک تم اسکی سخت سے سخت مخالفت کرتے رہو اور مجاہدات کا تازیانہ لگاتے رہو لیکن ایکدفعہ بھی کسی طرح اسکی مراد پر تم نے قدم رکھا تو تمہارا اسلام تمہاری ساری سلامتی کو زمین پر دے ماریگا۔ امام ابو علی رود باری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ صوفی ۵ دن کے فاقہ کے بعد بھی اگر کہے کہ میں بھوکا ہوں تو لازماً اسکو بازار بھیج دیں اور کہیں کہ جاؤ کماؤ کھاؤ، اے بھائی! خزانہ بغیر مشقت کے نہیں ملتا۔ جیسا کہ کہا ہے ؎

تا بُردہ رنج گنج میسّر نمی شود　　مُزد اُو گرفت جان برادر کہ کار کرد

(بغیر رنج اٹھائے گنج ہاتھ نہیں آتا۔ جانِ برادر! صلہ تو وہی پاتا ہے جو کوئی کام کر گزرتا ہے)

تا نخواہی دید از اول گداز　　نیست در آخر ترا تمکین نواز　⁂　ہر کہ او در کار خود باشد تمام　　جان خود در کار بازد والسلام

(جب تک تم پہلے محنت و مشقت کا سوز و گداز نہیں دیکھتے اس وقت تک آخر میں نوازش و اکرام کا منہ نہیں پا سکتے اپنے فن میں کامل وہی شخص ہوتا ہے جو جان کی بازی اس کام میں لگا دیتا ہے۔ والسلام)

مرید کو چاہیئے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے نفس کی مخالفت اختیار کرے طرح طرح سے بھوک و پیاس کی سزا اس کو دے کیونکہ نفس کافر کو کسی چیز کے ذریعہ ایسا نرم و فرماں بردار نہیں کر سکتے جیسا کہ بھوک اور پیاس کے ذریعہ کیونکہ اس کے لئے یہ دونوں سزائیں ساتوں جہنم کے گڑھے کے برابر ہیں۔ ؎

دوست زاں گرسنہ دارد مدام تا ز جانِ دوست سیر آید تمام

(دوست کو ہمیشہ اسی سبب بھوکا رکھتے ہیں تاکہ وہ دوست کی جان بن جائے)

والسلام

فقیر شرف منیری

❋

مکتوب ۳۳

حق کی طلب اور عشق میں اور بشریت سے نکل آنے میں

قاضی زاہد کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اگر حاصل شود آں گلرخ و آں لب چو میگونش چہ بے حاصل کسے باشد اگر باغ جناں خواہد

(اگر وہ پھول سے چہرے والا محبوب اور اس کے وہ شرابی ہونٹ حاصل ہو جائیں تو وہ کیسا نامراد شخص ہے جو اسکے باوجود جنت کے باغ کی خواہش رکھے) ہمت، کون و مکاں سے صاف و پاک رکھیں۔ جتنی چیزیں کُن کے تحت وجود میں آئی ہیں اگرچہ وہ جنت کے باغات ہی کیوں نہ ہوں سب کے سب اپنے اوپر حدوث (مخلوق) ہونے کا داغ رکھتے ہیں، ان سب کو اپنی راہ کا بُت و زنار جانیں اور وہی کہیں جو اس عارف نے کہا ہے۔ ؎

بے وصالِ تو جاں چہ کار آید بے جمالت جہاں چہ کار آید

(آپ کے وصال کے بغیر یہ جان کس کام کی، اور آپ کے جمال جہاں آرا کے بغیر یہ جہاں کس کام کا ہے۔)

راہ سلوک کے عظیم ترین شہسوار حضرت مالک دینار رحمۃ اللہ علیہ مناجات میں کہتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ اِذَا اَدْخَلْتَنِی الْجَنَّۃَ وَتَقُوْلُ اَنَا رَاضٍ مِنْکَ یَا مَالِکُ فَاجْعَلْنِیْ تُرَابًا وَھَبِ الْجَنَّۃَ لِاَرْبَابِھَا (اے میرے اللہ جب تو مجھے جنت میں داخل فرمائے اور یہ کہے کہ میں تجھ سے خوش ہوں اے مالک دینار تو مجھے مٹی

بنادے اور جنت اس کے خواہش مندوں کو بخش دے)۔ اور وہ مستِ الست یزدانی عین القضاۃ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ قسم خدا کی یہاں بھی کھانا پینا! اسی کو کہا ہے۔ ؎

تشنۂ او میر گر تو زندہ ای خاک ایں در باش گر تو بندہ ای

او کجا در بند آب و چہ بود کآب و چاہ او ہمہ اللہ بود

(اگر تو زندہ ہے تو اسی کی تشنگی میں مرجا اور اگر تو بندہ ہے تو اس کے در کی خاک بن جا جس کا کنواں اور پانی سب اللہ ہی ہو، وہ پانی اور کنواں کی فکر میں کب رہتا ہے۔)

کیا تمھاری دولت مند نظر اس ورق پر نہیں پہنچی اَعْدَدْتُ لِعِبَادِی الصَّالِحِیْنَ مَالَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ (میں نے تیار کر رکھا ہے اپنے صالح بندوں کے لیے جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی انسان کے قلب پر اس کا گذر ہو سکا ہے) سوچو! کیا وہ جگہ بھی کھانے پینے ہی کی ہے۔

کم ہمت انسان:- اے بھائی! نعمت و کرامت کے طالب دنیا میں بہت زیادہ ہیں لیکن نعمت دینے والے اور کرامت عطا کرنے والے کے طالب نایاب ہیں۔ اس کے طالبین کا یہ درجہ ہے کہ جناب داؤدؑ جیسے پیغامبر علیہ السلام کو حکم ہوتا ہے یَا دَاؤدُ اِذَا رَأَیْتَ طَالِبًا لِی فَکُنْ لَہٗ خَادِمًا (اے داؤد، جب میرے کسی طالب کو دیکھو تو اس کے خادم بن جاؤ) سبحان اللہ! جس کے جناب داؤدؑ جیسے خدمت گذار ہوں، فرشتے اور آسمان جس کے حاشیہ بردار ہوں اس کے مقام و مرتبہ سے اجنا اور انسان کیا واقف ہو سکتے ہیں؟

خواجہ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رُباعی ؎

تا جام جہاں نمائے در دست من است از روئے خرد چرخ بریں پست منست

تا قبلۂ نیست قبلۂ ہست من ست ہشیار ترین خلق جہاں مست منست

(جب جام جہاں نما میرے ہاتھ میں ہے، عقل کی رو سے یہ اونچا آسمان میرے آگے پست ہے، اور جب کہ میری نیستی میری ہستی کا قبلہ بن چکی ہے تو تمام دنیا کے ہوشیاروں سے میرا مست دل ہوشیار تر ہے۔)

اے بھائی! جب تک اس کے طالبوں کو دُوئی نظر آتی ہے اگرچہ وہ وحدت کی جانب گذر رکھتے ہیں لیکن بلاشبہہ وہ اپنے زمانے کے احول (بھینگا) ہیں۔ ایک کو دو دیکھتے ہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

تا مرد ز خود فانی مطلق نشود اثبات ز نفی او حق نشود

توحید حلول نیست نابودن تست ورنہ بگزاف آدمی محقق نشود

(آدمی جب تک اپنے وجود سے مطلقاً فنا نہیں ہو جاتا اس کے لاالٰہ کی نفی سے الا اللہ کا اثبات صحیح نہیں ہوتا۔ تیرے اپنے وجود کے ہوتے ہوئے توحید نہیں اس لیے کہ توحید حلول نہیں ہے۔ لہو و لعب میں مبتلا آدمی مستند اور حقیقی آدمی نہیں ہوتا۔)

اے بھائی! عشق بندہ کو خدا تک پہنچا دیتا ہے اسی معنی کے اعتبار سے عشق اس راہ کے لئے فرض ہے لَاشَیْخَ اَبْلَغُ مِنَ الْعِشْقِ (عشق سے بہتر کوئی استاد نہیں) ع تو شاگرد باش عشق ترا استاد است (تم شاگرد بن جاؤ عشق تمہارا استاد ہے) عشق ہے تو حیات ہے عشق نہیں تو موت ہے۔ ؎

مجنوں عشق راد گر امروز حالت است | کاسلام دین لیلیٰ دیگر ضلالت است

(عشق کے جنوں کی حالت ہی دوسری ہے اس کے لیے لیلیٰ کا دین اسلام ہے، باقی سب ضلالت و گمراہی ہے)

ایک عزیز کا قول ہے، اللہ جل و علا نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کو مخلوق کے پاس بھیجا اس کے بیگانوں میں سے کسی نے ایک ذرا بھی آشنائی نہ پائی وائے حسرت! اگر اپنے عشق کا ایک ذرہ ہی بھیج دیتے تو سارا جہان آشنا ہو جاتا۔ اسی کو کہتے ہیں اَلْعِشْقُ هُوَ الطَّرِیْقُ دَرُوْیَةُ الْمَعْشُوْقِ هُوَ الْجَنَّةُ وَالْفِرَاقُ هُوَالنَّارُ وَالْعَذَابُ (عشق راہ ہے، محبوب کا دیدار جنت ہے اور جدائی جہنم اور اس کا عذاب ہے) اے بھائی! عشق کا گھوڑا وہ ہے جو ایک جست میں دونوں جہاں سے آگے گذر جاتا ہے اور لامکاں میں جولانی دکھاتا ہے۔ چنانچہ کہا ہے۔ ؎ رباعی:

در عالم او اگر بکار آئی تو | در دفتر عشق در شمار آئی تو
جبرئیل امیں رکاب دار تو بود | بر مرکب عشق اگر سوار آئی تو

(اگر اس کے عالم میں تو کام آجائے تو عشق کے دفتر میں تیرا نام ہو جائے۔ جناب جبرئیل امیں تیرے رکاب دار بن جائیں اگر تو عشق کے گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں آجائے۔) لیکن طالب ایسا ہونا چاہیے جو ہر قسم کے مصائب و ہلاکتوں کا بوجھ اٹھانے والا ہو، ایسے کو محبوب کی بارگاہ میں باریابی تو ہو جاتی ہے لیکن اس راہ کو طے کرنے کے لیے دار یعنی تلوار کی دھار پر چلنا ہوتا ہے اور یہ عظیم دولت طالب کو ان آسانیوں میں ملنا بہت دشوار ہے۔ جیسا کہ کہا ہے ؎

گر رہگذر عشق تو بر دار بود | آساں بود اے پسر نہ دشوار بود
از خار چہ باک آید آنرا کہ ورا | معشوق دلش میاں گلزار بود

(اے لڑکے! اگر تیرے عشق کی رہگذر دار (تلوار کی دھار) پر ہو پھر تو یہ آسان ہے مشکل نہیں، اس شخص کو کانٹوں سے کیا خوف و ہراس جس کا محبوب قلبی چمنستان میں رہتا ہو.....)

سنو، مطلوب، طالب سے دور نہیں ہے وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَمَا كُنْتُمْ (وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں ہو) طالب کے لئے اس رو سے دوری ہے کہ وہ اپنی خودی سے حجاب میں ہے اور جب اپنی ہستی کے احساس پندار سے تم نکل آئے تو تم دیکھ لوگے کہ مطلوب ظاہر و عیاں ہے، جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

معشوق عیاں بود نمیدانستم | با من بمیاں بود نمیدانستم

گفتم بطلب مگر بجائے برسم　　خود تفرقہ آں بود ندیدانستم

(معشوق تو ظاہر تھا میں نہیں جانتا تھا وہ تو ہمارے ساتھ ہی تھا مجھے خبر نہ تھی۔ میں نے کہا اس کی تلاش میں کہیں چلوں یہی تو تفرقہ تھا مجھے پتہ نہیں تھا.....) اے بھائی! وہ کون سا راز ہے کہ جس کے اثر سے مشتاقوں میں شوق واشتیاق ہے یہ وہی نکتہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکایتاً ہے اَنْتَ لَا اَنَا وَلَا غَیْرِیْ (نہ میں ہوں اور نہ میرے علاوہ ہے، بس تو ہی تو ہے) ؎

تو او نشوی ولے اگر جہد کنی　　جائے برسی کز تو توئی برخیزد

(تو وہ نہیں ہو جائے گا لیکن اگر کوشش کرے تو اس مقام میں پہنچ جائے گا جہاں تجھ سے تیری توئی اٹھ جائے گی)

اسی مفہوم کا ایک اور شعر سنو۔ ؎

عجب مدار زباران عشق وتخم حُب　　چو سبزہ از گلِ محمود اگر ایاز آید

(عشق کی بارش اور محبت کے تخم کے ہوتے ہوئے محمود کی مٹی سے سبزہ کی طرح اگر ایاز پیدا ہو جائے، تعجب نہ کرو)

اَلْمُحِب مَحْوٌ فِیْ حُکْمِ الْمَحْبُوْب (محب محبوب کے حکم میں گم ہوتا ہے) ؎

خاکے از مردم بماند در جہاں　　وز وجود عاشقان خاکسترے

(دنیا میں عام لوگوں سے خاک ہے لیکن خاکستر (راکھ) کا وجود تو عاشقوں کے وجود سے ہے)

عاشق جب تک زندہ ہے اس کا یہ حال ہوتا ہے کہ جب جمال کے تفکر میں رہتا ہے تو فرحت وشادمانی ہوتی ہے اور جب جلال کے خیال میں ہوتا ہے تو نالہ وفریاد کرنے لگتا ہے۔ ؎

مراگوئی کہ سعدی چرا پریشانی　　خیال روئے تو ہر روز میکند بترم

(مجھ سے یہ نہ پوچھیے کہ سعدی تم پریشان کیوں رہتے ہو؟ آپ کے چہرے کا تصور ہی مجھے ہر وقت پریشان رکھتا ہے)

محبت ایک عظیم آگ ہے عاشقوں کا دل دہکتا ہوا آتش کدہ ہے اگر ایک سانس باہر کر دے تو سارا جہاں جل جائے اور اگر دم سادھ لے تو خود جل بھن کر خاکستر ہو جائے یقیناً آفتاب کے عاشق کے لئے راحت وآرام نہیں ہے۔ چنانچہ وہ بھی یہی کہتا ہے۔ ؎

دَم در کشم و جملہ غمت نوش کنم　　تا از پس من بکس نماند غمِ تو

(میں ایک سانس میں آپ کا سارا غم گھونٹ لیتا ہوں تاکہ میرے بعد آپ کے عشق کا غم کسی اور کے لئے رہ نہ جائے)

سُبحان اللہ! کیا ہی بلند ہے وہ ہمت جو اس مٹی اور پانی کے پتلے کے اندر رکھی گئی ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

آسمان وعرش وعنصر چیست پوست　　خاک الحق جملہ را مغزے نکوست

(آسمان، عرش، عناصر یہ سب کیا ہیں؟ پوست ہیں۔ خدا کی قسم خاک ہی ان سب کا بہترین مغز ہے)

والسّلام

مکتوب ۴۴

بلندیٔ ہمت اور حصولِ استقامت میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قاضی زاہد کے نام

"تا تو با خویشی عدد بینی ہمہ چوں شوی فانی احد بینی ہمہ

(جب تک تو اپنی ہستی کے ساتھ ہے تعدد ہے اور جب تیری ہستی نیستی ہوگئی تو احد ہی احد ہے)

برادر عزیز کا خط پڑھا مضمون سے آگاہی ہوئی اطمینان رکھیں اور اپنے کام میں مردانہ وار لگے رہیں اس راہ میں جو مناظر سامنے آئیں یا آواز سننے میں آئے اس پر ذرہ برابر رغبت نہ کریں۔ مصرع

"مرالبان تو باید شکر چہ سود کند" (مجھے تو آپ کے ہونٹوں کی مٹھاس چاہیے شکر سے مجھے کیا حلاوت لینی ہے)

یحییٰ معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا۔ یہاں کوئی ایسا ہے جو ایک قطرہ پی کر مست و سرشار ہو جائے؟ سلطان العارفین نے جواب میں لکھا۔ یہاں کوئی ایسا ہے جو دریا کا دریا گھونٹ جائے اور اس پر بھی اور ملے اور ملے کی فریاد کرتا رہے۔ ؎

قطرۂ کو غرقۂ دریا بود ہر دو کونش جز خدا سودا بود

در محبت تا کے غیرے ماندت در درون کعبہ دیرے ماندت

(وہ قطرہ جو دریا میں غرق ہوگیا اس کے لئے سوا خدا کے دونوں جہان دیوانگی ہے۔ محبت میں جب تک غیر کا وجود باقی ہے یوں سمجھو کعبہ کے اندر بت خانہ باقی ہے۔) اے بھائی! صاحبان ہمت اور طالبان حق سبحانہ تعالیٰ کو کون و مکاں آسودہ نہیں کر سکتے۔ دیکھنے اور سننے کی یہ چیزیں (کشف و کرامت) کیا حقیقت رکھتی ہیں جو چیز بھی سامنے آئے گی وہ نعمت ہی ہوگی منعم نہیں، اور ایسا شخص جو منعم کو نعمت کے آگے بھلا دے وہ جھوٹا اور بت پرست ہے۔

با محبت در نگنجد ذرۂ نیست برد دستی ہر غرۂ

چوں نماند در دل از اغیار نام پردہ از محبوب برخیزد تمام

(محبت میں ایک ذرہ کی گنجائش نہیں، گھمنڈ والا آدمی محبت کے لائق نہیں ہوتا جب دل میں اللہ کے سوا کسی چیز کا نام و نشان نہیں رہتا تو محبوب سے سارے پردے اٹھ جاتے ہیں۔)

خبردار! ایسی چیزوں کی کوئی وقعت نظر میں نہ آنے پائے۔ ہمت بلند رکھیں کیونکہ بے ہمت طالب و مرید کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی اس کام کا اصل مایہ دو چیز ہے۔ ایک "ہمت"۔ دوسرے، سارے جہاں کی طاعت و عبادت کے باوجود اور تمام کمالات کے ہوتے ہوئے "افلاس"۔ اور جو شخص کسی کمال میں لپٹا یا کسی نعمت سے آسودہ ہوا وہ تنگ حوصلہ ہے، اسے مردوں میں شمار ہی نہیں کرتے اس کیلئے پیٹ کا دھندہ ہی بہتر ہے۔ اس کو ان باتوں سے کیا سروکار۔ جیساکہ کہا ہے ؎

ہر کہ صاحب ہمت آید مرد شد　　ہمچو خورشید از بلندی فرد شد
ہر کہ از ہمت دریں راہ آمد است　　گر گدائی میکند شاہ آمدہ است

(جو صاحب ہمت ہوا وہی مرد ہوا، آفتاب کی طرح بلندئی ہمت سے فرد ہوگیا۔ وہ جو ہمت کے ذریعہ اس راہ میں آیا ہے اگرچہ گداگری کرتا ہے لیکن وہی بادشاہ ہے)

اے بھائی! طالب کی رٹ بس یہی ہوتی ہے اما ملك اما هلاك (یا مقصود پالینا یا ہلاک ہوجانا) اسکے علاوہ جو کچھ ہے اللہ اسے اپنے پناہ میں رکھے خلاصہ یہ کہ اپنے معمولات میں چاق و چوبند رہیں، اسمیں خلل نہ آنے پائے۔ آپکے اپنے کاموں کے علاوہ جو کچھ ہے اسے بچوں کا کھیل تماشہ اور سونے والوں کا خواب سمجھیں۔ جیساکہ کہا ہے ؎ چوں ہمہ یاد تو از مولیٰ بود　　ہمچو مجنونت ہمہ لیلیٰ بود

(اگر تیرے ذکر میں صرف مولیٰ ہی مولیٰ رہ جائے۔ تو مجنوں کی طرح سارا جہاں تجھے لیلیٰ نظر آئے)

جیسے ہی یہ خیال پیدا ہوا کہ کچھ دنوں سے برادر عزیز کا کوئی خط نہیں آیا ہے، خوش نام اسی وقت آپکا خط لایا۔ خط میں جن باتوں کا تذکرہ ہے، میں اسطرح کی چیزوں کو پسند نہیں کرتا، لیکن خط آپکا ہے تو پڑھنا بھی ضروری ہے۔ تاکہ اچھائیوں اور برائیوں کی اصلاح کی جائے اور برادر عزیز کو لازم ہے کہ کم و بیش جو بھی احوال ہوں وہ لکھا کریں اور رات دن اپنے کام میں لگے رہیں انشاء اللہ تعالیٰ راہ کھل جائیگی اور احدیت کا میدان سامنے آجائیگا اور اس کون و مکان کی برادر عزیز کی نظر میں کوئی قدر باقی نہیں رہ جائے گی چنانچہ ایک بلند ہمت کے سامنے کون و مکان کو پیش کیا تو انھوں نے فریاد شروع کردی۔ ؎

من چہ خواہم کرد پیدا و نہاں　　بے تو اے جانِ جہاں جانِ جہاں
کعبۂ عشاق مولیٰ آمدہ است　　واں مجنوں نقشِ لیلیٰ آمدہ است

(اے تمام جہاں کی جان اور اے تمام جاں کا جہان میں آپ کے بغیر اس ظاہر و پنہاں کو لے کر کیا کروں گا۔ عاشقوں کا قبلہ تو اس کا مولیٰ ہوتا ہے مجنوں کا ہر لمحہ و وقت لیلیٰ کے نقش میں لگا رہتا ہے)

جانتے ہو کیا ہے ؟ اٹھارہ ہزار عالم میں آدمیوں سے زیادہ بلند ہمت کوئی گروہ پیدا نہیں ہوا اور اس اٹھارہ ہزار عالم میں کسی گروہ سے سوائے آدمی کے یہ نہیں کہا گیا وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِی (اور میں نے پھونک دی اس میں اپنی روح) اور یہ ایک عظیم ترین راز ہے۔ کسی کا کلیجہ نہیں کہ وہ اس راز کو لکھ سکے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

دانی کہ چرا اہل صفا خاموش اند — درنکتۂ دل بمحو خود می کوشند

مے از کف دوست ہر نفس می نوشند — سر میبازند و سرّ حق می پوشند

(تم جانتے ہو ارباب تصوف کیوں خاموش رہتے ہیں وہ دل کے اصلی راز میں خود کو غرق رکھنے کی کوشش میں رہتے ہیں۔ دوست کے ہاتھ سے ہر دم شراب کا جام پیتے ہیں سر کی بازی لگا دیتے ہیں لیکن حق تعالیٰ کا راز نہیں کھولتے)

ہاں وہ ایک مرد تھا جس نے عشق کی مستی کے راز کو آشکار کر دیا اس نے یہ کیا تو غیرت حق نے اسے دار پر چڑھا دیا۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

زنہار مگوی بر سر جمع — گر عاشق صادقی تو اسرار

دیدی کہ بسکر عشق رمزے — حلاج بگفت رفت بر دار

(خبردار، مجمع عام میں عشق کے اسرار نہ بیان کرو اگر تم عاشق صادق ہو۔ کیا یہ نہیں دیکھا کہ عشق کی مستی میں منصور نے ایک راز کھول دیا اور دار پر چلے گئے۔)

والسلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۳۵

کلمۂ طیبہ کے ذکر اور حدیث نفس کے ترک میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قاضی زاہد مذکور کے نام

برادر عزیز کا خط ملا۔ مضمون سے آگاہی ہوئی ہرگز کسی چیز کے ساتھ کسی طرح بھی ذرہ

برابر التفات نہ ہونے پائے دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں سامنے لاکر ڈال دی جائیں تو بھی گوشہ چشم سے اس کی طرف نہ دیکھیں ان سب کو اپنی راہ کا بُت جانیں اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا ذکر کریں اس لیے کہ جتنی چیزیں لفظ کُن کے تحت وجود میں آئی ہیں جب ان سب کی لَا کے ذریعہ نفی ہو گئی تو اِلَّا اللّٰہ حاصل ہو گیا۔ اسی کو کہا ہے ؎

برنگیرد جہانِ عشق دوئی　　چہ حدیث است ایں حدیث توئی

چوں ترا بار داد بر درگاہ　　آرزو زو مخواہ اُورا خواہ

(عشق کا عالم دوئی قبول نہیں کرتا اور بات کیا ہے، بات تو بس تو ہی تو ہے۔ جب تیری پہنچ اس بارگاہ میں ہو گئی تو اور کوئی مراد نہ مانگ بلکہ اس سے خود اسی کو مانگ .....)

آدمی جب گوشہ نشینی اختیار کرتا ہے تو خلوت میں مختلف مناظر صورتیں اور آوازوں کا سامنے آنا ضروری ہے اس سے چارہ نہیں، لیکن چاہیئے کہ ذرہ برابر اس کی طرف التفات نہ رہے بلکہ اپنے کام میں ہوشیار چاق و چوبند رہیں۔ نفس کی باتوں میں ہرگز نہ آئیں اس سے بحث و مباحثہ میں مبتلا نہ ہوں کہ اس سے بحث میں کوئی جیت نہیں سکتا۔ اس وقت اللہ رب العزت کی بارگاہ میں فریاد کریں مدد مانگیں اور کہیں ؎

تو مرا دل دہ و دلیری بیں　　روبہہ خویش خواں و شیری بیں

(آپ میری دلدہی کیجئے اور دلیری دیکھئے اپنی لومڑی کہہ دیجئے اور پھر میری شیری ملاحظہ کیجئے)

اور ذکر میں ایسا مشغول و مستغرق ہو جائیں کہ نفس کا جھگڑا اور اس کی بحث دخل انداز نہ ہو سکے۔

اے بھائی! حدیث نفس میں سخت بلا ہے۔ خلوت نشینوں، گوشہ گیروں کی ساری خرابی اسی نفس کے ہاتھ سے ہے۔ خود اہل علم و دانش اسے باعث ہلاکت کہتے ہیں۔ اگر جہلا کرامت کہتے ہیں تو کہہ لیں۔ ہم نے ایسا ہی سنا ہے اور آج بھی ہم لوگوں کے زمانہ میں ایسا ہی کہا جاتا ہے اور یہ بلا (حدیث نفس) کسی صورت ٹلائے نہیں ٹلتی ہے سوائے غلبۂ ذکر کے، ذکر جتنا اور جس قدر دل پر غالب ہوتا ہے یہ بلا اسی قدر کم ہوتی ہے۔ مرید کو چاہیے کہ ذکر میں ایسی پابندی و کوشش کرے کہ ذکر زبان سے دل میں اتر جائے اور قلب مطمئنہ پیدا ہو جائے تاکہ حدیث نفس کی کوئی گنجائش ہی نہ رہے اسی معنی میں کہا ہے ؎

نیست کن ہرچہ راہ درا بود　　تا دلت خانۂ خدائے بود

(عام کشف و کرامات اور اس راہ کی ساری چیزیں دل سے مٹا دے تاکہ تیرا دل خدا کا گھر بن جائے)

انشاء اللہ کشود کار اور فتح یاب ہو گا دل چھوٹا نہ کریں شیطان کی باتوں سے دل نہ توڑیں جیسا کہ کہا ہے

تو مید مشو ز عالم خود　　در دائرہ چوں درون فتادی

(جب تو نے خود کو اس دائرہ میں ڈال دیا ہے تو اپنے عالم کشود و فتوح سے ناامید نہ ہو)

بحمد اللہ برادرِ عزیز نے مَردوں کی راہ میں قدم رکھا ہے بہت زیادہ شکر کریں، مردانہ وار راہ طے کرتے چلیں اور دوسری ساری چیزوں کو پسِ پشت ڈالتے جائیں۔ ؎

فقر چیست از گمرہی رہ کردن است ‫ ‬ وز دو عالم دست کوتہ کردن است

(جانتے ہو فقر کیا ہے ۔ کھوئی ہوئی راہ میں چلنا فقر ہے اور دونوں جہاں سے ہاتھ موڑ لینا فقر ہے)

قطعہ: روحِ قدسی فدائے عشق تو بود ‫ ‬ عشق او را تو رائیگاں مطلب

حاصل الامر گر ہمی طلبی ‫ ‬ عشق را جز میان جاں مطلب

(روحِ قدسی، عشق پر فدا ہوتی ہے، اس کے عشق کو تو یونہی مفت طلب نہ کر۔ اگر تو کاموں کا ماحصل چاہتا ہے تو عشق کو اپنی جان کے سوا اور کہیں نہ ڈھونڈ)

والسلام

خاکسار شرف منیری

مکتوب ۳۶

دین کے کام میں کوشش اور اس میں دل تنگی کی ممانعت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرے بھائی زاہد! واضح ہو

خط ملا ۔ کاشف مضمون ہوا ۔ اس منزل میں ہرگز دل چھوٹا نہیں کرنا چاہیئے، تمام سختیوں اور بلاؤں کو برداشت کرنا چاہیئے، جیسا کہ یہ شعر ہے۔ ؎

راہ بے زحمت و تعب نبود ‫ ‬ ماہ بے عقدۂ ذنب نبود

(راستہ تکلیف و مشقت سے خالی نہیں ہوتا ۔ جیسے چاند بغیر ستارۂ ذنب کے نہیں رہتا ہے)

اے بھائی! بلا و سختیاں جس قدر زیادہ ہوتی ہیں نفس پر اتنا ہی زیادہ مجاہدہ کا بار پڑتا ہے

تا نگردی نقطۂ درد اے پسر — کے تواں گفتن ترا مرد اے پسر

ہر کرا در دیدۂ خود خار نیست — با گلِ غیب خدایش کار نیست

(اے لڑکے جب تک تو درد کا ایک نقطہ نہیں بن جاتا، اس وقت تک تجھے مرد کیسے کہا جاسکتا ہے۔ جس کسی کے اپنی آنکھ میں مشقت کا کانٹا نہیں چبھا ہے، اس کو خداوند تعالیٰ کے غیبی پھولوں سے کیا سروکار)

اور جتنا زیادہ مجاہدۂ نفس ہوگا اتنا ہی زیادہ کام ہوگا۔ اپنے معمولات میں چُست ہونا چاہیئے۔ یہ ایک چلہ تو آپ کے نفس کی آزمائش کے لئے ہے کہ برادرِ عزیز کے نفس کی حد کہاں تک ہے ورنہ یہ چلہ کیا۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

آنرا کہ دہد بارش در عالم خود بارش — بیواسطۂ کارش کردار چہ کار آید

(جس کسی کو اس کا محبوب اپنے عالم میں کسی عمل کے واسطہ کے بغیر باریابی دیدیتا ہے وہاں اعمال ومجاہدے کیا کام دیتے ہیں)

خلاصہ یہ کہ حوصلہ پست نہ ہونے پائے، دل چھوٹا نہیں کرنا چاہیئے، سب کو برداشت کرنا ہے تاکہ نفس کی حد معلوم ہوسکے اور اس جائزہ کے بعد اس کی حد کے مطابق کام کیا جائے۔ بہرحال جو بھی ہو اور جہاں تک ہو اپنے استعداد اور صلاحیت کے اندازہ سے کام کیا جانا چاہیئے جس قدر استعداد زیادہ ہوگی اتنا ہی زیادہ کام ہوسکے گا۔ چنانچہ پیرانِ طریقت مریدوں کو مجاہدہ کرنے کا جو حکم دیتے ہیں وہ اس کی استعداد کے مطابق دیا کرتے ہیں۔ ؎

چوں تو مردِ کار باشی روز و شب — زود بکشاید در راہِ طلب

(جب تو اس کام میں مردانہ وار رات دن لگا ہوا ہے تو جلد ہی تیرے لئے راہِ طلب کا دروازہ کھول دیا جائے گا)

والسلام

فقیر شرف منیری

مکتوب ۳۷

نفس کے عیبوں سے آگاہ ہونے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قاضی زاہد مذکور کے نام —— آپ کا خط پہنچا، پڑھا، خاطر جمع رکھیں دل قوی کریں اور مردانہ وار

رہیں، اللہ جل شانہٗ کا فضل و کرم شاملِ حال ہے۔ فضل سے ساری مشکلیں آسان ہوتی ہیں کرم سے تمام مرادیں پوری ہوتی ہیں یہاں کے کام بے علت ہوتے ہیں۔ اصحاب کہف کی کون سی طاعت و عبادت تھی، ساحرانِ فرعون کا کیا ریاضت و مجاہدہ تھا آنِ واحد میں اعلیٰ علیین پر پہنچا دیتے ہیں۔ یہ تمام بزرگوں کا قول ہے۔ ؎

گرچہ دولت دادنش بے علت است طاعت حق کار صاحب دولت است

(حق سبحانہ تعالیٰ کا دولت عطا کرنا اگرچہ بے علت ہے پھر بھی اللہ کی عبادت کرتے رہنا صاحبانِ دولت کا کام ہے)

ہرگز دل نہ توڑئیے کام میں لگے رہئے کیونکہ کام میں لگے رہنا ہی اصل کام ہے۔ ؎

ہر کہ او خواہان درد کار نیست از درخت عشق برخوردار نیست

(جو اس کام کے درد کا خواہاں نہیں اسے عشق کے درخت سے پھل کھانے کا حق نہیں ....)

اے بھائی! خلوت میں جس قدر صفائی حاصل ہوتی ہے اسی قدر نفس کے عیوب اور چھپے ہوئے بت در نار نظر کے سامنے آجاتے ہیں۔ یہ خود بہت بڑی چیز ہے یہ خوش قسمتوں کی نشانی ہے کہ وہ ایک ایسی نظر پا لیتے ہیں جس سے اعمال کی برائیوں، نفس کی آفتوں، شیطان کے مکر و فریب سے آگاہ ہو جاتے ہیں۔ جب مرید اس منزل میں پہنچ جاتا ہے تو اپنی ذات سے پختہ ہو جاتا ہے لیکن مرید کو اس مقام پر پہنچنے کے لئے برسوں لگ جاتے ہیں۔ برادرِ عزیز کا معاملہ جب اس کے فضل پر ہے تو پھر یہاں سال و ماہ کا کیا تذکرہ

طفل را در مہد پیغمبر کند وز ہمہ پیرانش بالغ تر کند

(بچے کو گہوارہ میں پیغامبر بنا دیتا ہے اور تمام کہنہ پیروں سے برتر و بالا کر دیتا ہے۔)

شام ہو رہی ہے عصر کی نماز کا وقت ہو گیا ہے اس سے زیادہ لکھنے کا موقع نہیں۔ خلاصہ یہ کہ دل تو ی رکھیں اس بات کا خیال رہے کہ بحث و مباحثہ میں نہ پڑیں اس لئے کہ بحث اصل کام سے ہٹا کر دوسرے کام میں الجھانے والی چیز ہے۔ علمی معاملہ میں بحث و مباحثہ کو مستحسن کہا گیا ہے لیکن مرید کو ایک دوسرا ہی کام درپیش ہے بحث و مباحثہ مرید کا کام نہیں ہے یہ اس کے لئے حجاب ہے۔ اسی کو کہا ہے ؎

ایں ہمہ علم جسم مختصر است علم رفتن براہِ حق دگر است

حرف کو کاغذے سیاہ کند کے دلِ تیرہ را چو ماہ کند

(یہ سارے علوم عالم ظاہر کے ہیں۔ خدا کی راہ میں چلنے کا علم ہی دوسرا ہے۔

حرف تو کاغذ کو سیاہ کرتا ہے۔ تاریک دل کو ماہ تاباں کہاں بناتا ہے ......)

بہت تاکید ہے۔ اپنے کام میں مشغول رہیں، میری دلی توجہ آپ کی طرف ہے۔ والسلام

مکتوب ۳۸

حال و وقت کے مشاغل اور مال و زر کے اندیشہ کے ترک میں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قاضی زاہد کے نام

برادرِ عزیز کا خط پہنچا مضمون سے آگاہی ہوئی

اے بھائی! قلبی اطمینان رکھو اس کے طالبوں کے لیئے ہر شب شبِ قدر ہے اور ہر روز روزِ عید، ہر مہینہ ماہ رمضان ہے، الغرض اس کے ہو جاؤ سب تمہارا ہے مَنۡ لَہٗ الْمَوْلیٰ فَلَہٗ الْکُلّ۔ ؎

وعدۂ وصل دیگراں فردا وعدۂ وصلِ عاشقاں اکنوں

(وصل کا وعدہ اوروں کے لیئے کل قیامت میں ہے، لیکن عاشقوں کے لیئے وعدہ وصل یہیں اور آج ہی ہے)

برادرِ عزیز کی یاد دل میں ہے اور ہر رات تذکرہ ہوتا ہے مجھ فقیر مُفلس کو بھی اپنی دُعاؤں میں یاد رکھیں دُعَاءُ الْمُسْلِمِ لِاَخِیْہِ الْمُسْلِمِ عَنْ اَخِیْہِ الْغَیْبِ لَا یُرَدّ (ایک مسلمان کا دعا کرنا دوسرے مسلمان بھائی کے لیئے جب کہ غائبانہ کی جائے رد نہیں کی جاتی) یہ عبادت اور اس جیسی دوسری عبادتیں جو بزرگوں سے صادر ہوئی ہیں وہ سب کی سب محمود ہیں اور عاجزی و انکساری پر محمول ہیں چنانچہ حضور پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ حضورؐ جب ہلال رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو فرماتے یَاہِلَال اُدْعُونِی (اے ہلال میرے لیے دعا کرو) اسی مفہوم کو کہا ہے۔ ؎

یقیں میداں کہ شیرانِ شکاری دریں رہ خواستند از مور یاری

(یقین کر و شکاری شیروں نے اس راہ میں چیونٹی سے مدد لی ہے۔)

جس نے خود اپنے آپ کو دیکھا (سمجھا کہ میں کچھ ہوں) وہ خود بیں ہے، خدا بیں نہیں۔ اسی مقام میں کہا ہے

ہست حق جز نیست نگر آید زادِ ایں راہ نیستی باید

(حق تعالیٰ کی ہستی نیست کے سوا کچھ نہیں سوجھاتی۔ اس راہ کا توشہ نیستی ہوتا ہے)

اور وہ جس نے خود کو دیکھا اور کہا اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ (میں برتر ہوں اس سے) اگرچہ وہ معلم الملکوت تھا۔

اس کے باوجود لعنت کا داغ اس کی پیشانی پر ڈال دیا گیا۔ ؎

تا ترا بود با تو در ذات است　　کعبہ با طاعت خرابات است
گر ز ذات تو بود تو دور است　　بُت کدہ از تو بیت معمور است

(جب تک تیری ہستی تیری ذات کے ساتھ ہے (خود بینی ہے) کعبہ تیری اس خود بینی کی عبادت سے خرابات بن گیا ہے اور اگر تیری ذات میں خود بینی نہیں ہے تو پھر بُت کدہ بھی تیری ذات سے بیت معمور یعنی کعبہ بنا ہوا ہے۔)

والسلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۳۹

خاتمہ کے خوف اور اپنے افلاس میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قاضی زاہد مذکور کے نام

در کوئے بُتاں رفت ہمہ عمر دریغا　　چوں برہمن پیر بہ بُتخانہ بماندیم

(وائے حسرت بتوں کے کوچہ میں عمر گذر گئی۔ افسوس بوڑھے برہمن کی طرح بت خانہ میں پڑے رہے)

اے بھائی! ایسا شخص جو اپنے ماتم و مصیبت میں گرفتار ہو جس کی حالت ایسی خراب و زار ہو کہ وہ یہ کہتا ہو۔ ؎

نمیدانم کرا نام بدیں سیرت گرفتارم　　نہ من مسلم نہ من ہندو نہ من مرتد نہ بدکارم

(مجھے نہیں معلوم کیا ہوں اپنی سیرت تو یہ ہے کہ نہ مسلمان ہوں نہ ہندو نہ مرتد نہ بدکار ہوں)

وہ کسی کو کیا یاد کرے گا اور کسی سے کیا کہہ سکے گا اور کیا لکھے گا۔ جس نے کہا ہے سچ کہا ہے۔ رباعی ؎

اے پیر گنہگار ہمیشہ نظرے خویش　　بر کردۂ خود دار بہ پرہیز ز فرویش
جاں ریش کن از یاد جفاہائے گذشتہ　　وانگہ ز خجالت نمکی ریز بر آں ریش

(اے بوڑھے گنہگار ہمیشہ اپنے اعمال پر نظر رکھ، اس کے علاوہ سارے فروعات (یعنی گرے ہوئے کاموں) سے پرہیز کر یں اگلے گناہوں کی یاد سے اپنی جان کو ریشہ ریشہ کر کے زخمی کر لے پھر ان گناہوں کی خجالت و شرم کے نمکدان سے ان زخموں پر نمک چھڑک دے)

اے بھائی! یہ تو ایسا ہی جیسا کہ آپ نے دل ماندگی وافسردگی کا اظہار کیا ہے یہ صرف آپ ہی نہیں ہیں بلکہ اس طرف کے اور بھی عزیزوں نے بے مرامی و دل ماندگی ظاہر کی ہے یہاں تک کہ جھنجھلاہٹ کا اظہار بھی کیا ہے۔ یہ صرف برادر عزیز ہی کا حال نہیں ہے، خود میری اپنی عمر بھی گذر گئی، موت پہنچ گئی۔ آخرت کا سفر درپیش ہے خوف و حیرانی طاری ہے کہ جس وقت ملک الموت آئیں گے اور وہ اللہ رب العزت سے پوچھیں گے إلٰهي أقبض روح هٰذا العبد بالسعادة أم بالشقاوة (الٰہی اس بندہ کی روح سعادت پر قبض کروں یا شقاوت پر؟) کچھ خبر نہیں کہ اس وقت کیا جواب آئے گا اسی سے سمجھ لو جو اس حیرانی میں ہو وہ اپنے ہوش میں کب رہتا ہے۔ اسی کے بارے میں کہا ہے۔ ؎

رندۂ سابقت ندانم چیست　　خواندۂ خاتمت ندانم کیست

بدِ مانیک گشت چو پذیر فتی　　نیک ما گشت بد چو بگرفتی

(پتہ نہیں ازل میں کیا لکھا گیا ہے۔ یہ بھی نہیں معلوم خاتمہ کس حال پر ہوگا، اگر آپ قبول کرلیں تو میری برائیاں نیکیوں میں تبدیل ہوجائیں اور اگر گرفت ہوجائے تو ساری نیکیاں برائی ہوجائیں۔)

اِے بھائی! اس کام میں حد درجہ دشواری ہے، یہ ایسا آسان نہیں ہے جیسا کہ لوگ خیال کرتے ہیں اور سُنی سنائی پر عمل کرتے ہیں۔ ؎

آفت کردار خود گر تو بہ بینی بدد　　محوکنی بیشکے قیمت ومقدار خود

(اگر تو اپنے اعمال کی آفتوں کو اپنے کردار میں دیکھتا ہے تو بیشک تو نے اپنی قدر و قیمت مٹادی)

ایک عارف سے سکرات موت کے وقت لوگوں نے پوچھا کسی چیز کی آرزو ہو تو فرمائیں کہ پیش کروں، فرمایا، ہاں ہے تو ایسے عدم کی آرزو جس کے لئے وجود نہ ہو (ایسی نیستی جس کی ہستی نہ ہو) قطعہ ؎

ہر کہ او ایں راز مشکل پَے برد　　گر بود صد جانش یکجاں کے برد

ہر کرا درپیش ایں مشکل بود　　چوں تواند کرد گر صد دل بود

(جو شخص اس مشکل مرحلہ میں پڑا ہوا ہو، ایک جان کیا سو جان بھی لگادے تو کیا ہوسکتا ہے۔ جس کسی کو یہ مشکل درپیش ہو وہ کیا کرسکتا ہے اگرچہ اس کے پاس سو دل ہو.....)

اور وہ جو اس دولت عظمیٰ کے مالک ہیں لَو وُزِنَ إيمانُ أبي بكرٍ مع إيمانِ أمّتي لرجح (اگر میں ابوبکر کے ایمان کا موازنہ اپنی اُمت کے ایمان کے ساتھ کروں تو یقیناً ابوبکر کے ایمان کا پلہ جھکا جائیگا) وہ کہتے تھے اے کاش میں درخت کی پتیاں ہوتا جسے بھیڑ بکریاں کھا جاتیں اور جن کا مرتبہ أنا مدينة العلم وعليٌّ بابها (میں علم کا شہر اور علی اس کے دروازہ ہیں) وہ کہتے اے کاش میں اپنی ماں کے جسم کا خون ہی رہتا۔ یہ شعر اسی معنی میں ہے۔ ؎

کاشکہ ہرگز نہ زادی مادرم تا نہ کردی کشتہ نفس کافرم
کاشکہ ہرگز نہ بودے نامِ من تا نہ بودی جنبش و آرامِ من

(کاش میری ماں مجھے پیدا ہی نہ کرتی تاکہ میں نفس کافر کے ہاتھوں مارا نہ جاتا۔ کاش میرے نام کا وجود ہی نہ ہوتا تاکہ کسی طرح کا کوئی فعل مجھ سے وجود میں نہ آتا۔)

یہ حضرات جو سارے عالم کے پیشوا اور دین مسلمانی کے سردار ہیں جب یہ کہیں تو وہ جو بت خانہ میں پیدا ہوا بت خانہ میں پلا اور بت کے آگے تمام عمر سجدہ میں پڑا رہا ہو وہ کیا کہے اور اس کا حال کیا ہوگا۔ اس بیچارہ کی جان پر رحمت ہو جس نے کہا ہے۔ ؎

سُودہ گشت از سجدۂ راہ بتاں پیشانیم چند خود را تہمت دین مسلمانی نہم

(بتوں کی راہ میں سجدہ کرتے ہوئے میری پیشانی گھس گئی۔ اس حال میں کب تک میں خود کو مسلمان کہلاتا رہوں گا)

اور ایک دوسرے بیچارہ نے کہا ہے۔ ؎

اے برہمن بار دہ رد کردہ اسلام را یا چو من گمراہ را در پیش بت ہم بار نیست

(اے برہمن مجھ جیسے اسلام کے رد کئے ہوئے کو اپنے یہاں اجازت دے، یا کیا مجھ جیسے گمراہ کو بت کے سامنے جانے کی بھی اجازت نہیں ہے)

اے بھائی! یہاں کام بے علت ہے جس کو قبول کیا بے علت قبول کیا۔ ؎

مُلک در دست شبانے میدہد منت آں بر جہانے می نہد

(سلطنت ایک چرواہے کو دے دی جاتی ہے۔ اور سارے جہان کو اس کا احسان مند بنا دیا جاتا ہے)

جس کو رد کرتے ہیں بے سبب و علت رد کرتے ہیں۔ ؎

صد ہزاراں سال طاعت کردنی طوقِ لعنت میکند در گردنی

(سات سو ہزار سال عبادت کرنے کے بعد لعنت کا طوق گردن میں ڈال دیا جاتا ہے)

جس طرح کسی کے لئے سارے عالم کے گناہ و سیہ کاریوں کے باوجود ناامیدی نہیں ہے اسی طرح تمام عالم کی طاعت و عبادت کے باوجود بے خوفی بھی نہیں ہے جیسا کہا ہے۔ ؎

سر بسر سرگشتگاں در کارِ او تو چنیں آزاد از اسرارِ او
آخر از خواب آں بیدار شو یکدم اے مستِ ہوا ہشیار شو

(پریشان حال لوگ مستقل اس کے کام میں لگے ہوئے ہیں اور تو اس طرح اس کے کرشموں سے آزاد پھر رہا ہے)
نیند توڑ، خواہشات کے خواب سے بیدار ہو جا۔ اے خواہشوں کے متوالے ایک دم ہوشیار ہو جا)

اس کی مشیت کے پردہ میں کیا ہے اس کی کس کو خبر ہے کون جانتا ہے کہ مطلوبوں میں ہے یا راندے ہوئے

لوگوں میں معلم الملکوت کو گھمنڈ تھا کہ میں مقربوں میں ہوں یکایک مشیت کا پردہ اٹھا اور ظاہر ہو گیا۔ اِنَّ عَلَیْكَ لَعْنَتِیْٓ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ (بیشک تجھ پر میری لعنت ہے قیامت تک) وہ مردود اپنے سر پر خاک اڑاتے ہوئے کہتا ہے۔ ؎

در دو عالم نیست از سر تا بپائے — ہیچ جائے تا نکر دم سجدہ جائے
منکہ بر ابلیس لعنت کردمے — خویشتن را شکر نعمت کردمے
ناگہے سیلاب محنت در رسید — پس شب خونی زلعنت در رسید
پائے تا سر عین حسرت گشتہ ام — در ہمہ آفاق عبرت گشتہ ام
من چہ دانستم کہ بیگانہ منم — عاقل ایشانند و دیوانہ منم

(دونوں عالم میں کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں میں نے سجدہ نہ کیا ہو۔ میں ابلیس پر لعنت بھیجا کرتا تھا اور اپنی نعمتوں کا شکرانہ ادا کیا کرتا تھا۔ اچانک مصیبت کا سیلاب پہنچ گیا اور پھر لعنت کی خونی رات بھی آ پہنچی اور میں سر سے پاؤں تک حیرت زدہ ہو گیا اور سارے جہان کے لئے عبرت بن گیا ہوں۔ مجھے کیا خبر تھی کہ میں ہی غیر ہوں اور سب ہوش مند ہیں میں ہی دیوانہ ہوں)

جب معاملہ اور حال ایسا ہو تو کسے راحت وسکون ہو اور نیند، بھوک، بلکہ عقل و ہوش کہاں برقرار رہ سکتا ہے۔ نقل ہے کہ ایک دن حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب جبرئیل امین ؑ سے پوچھا اے بھائی جبرئیل ملکوتی عالم میں تم لوگوں کا کیا حال ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ جب سے ہم میں کا ایک راندۂ درگاہ ہوا ہے اس وقت سے ہم لوگوں میں سے کسی کو بھی راحت وسکون باقی نہیں ہے۔ اسی راز کو کہا ہے۔ ؎

گر دریں دریا در آئی یکدمے — حیرتے جاں سوز بینی عالمے
ہیبت ایں راہ کارے مشکل است — صد جہاں ایں ہم پر خوں دل است
ہر کہ او نزدیک تر حیراں تر است — کار دوراں پارۂ آساں تر است

(اگر تو اس دریا میں ایک لمحہ کے لئے بھی غوطہ لگائے تو جان جلانے والی حیرت کا ایک عالم مشاہدہ کرے۔ اس راہ کی ہیبت ایک مشکل کام ہے، سینکڑوں جہان کے دل اس دہشت سے پرخون ہو رہے ہیں، جو جتنا زیادہ مقرب ہے وہ اتنا ہی زیادہ پریشان و حیران ہے ہاں جو اس سے دور ہیں ان کا کام ضرور کچھ آسان ہے۔)

حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے "جس کسی کو کوئی مصیبت پیش آئے اس سے کہو کہ میری مصیبتوں کو یاد کرے"۔ اس حدیث شریف کا اشارہ اسی جانب ہے اور اس بارے میں مومن کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ اس جملہ کے لکھنے سے برادر عزیز کے دل کی تسلی وتسکین مقصود ہے۔ مجھے برادر عزیز کی قوت اعتقاد پر اس کے ساتھ اس خط کے مطالعہ سے مدد ملے گی، استقامت ہوگی، اور شیطانی وسوسوں کے دفع

کرنے میں قوت ہوگی۔ بار بار مطالعہ کریں۔ اور مکتوب کا ایک نسخہ نظام الدین غفرلہٗ کی والدہ کے پاس بھیجا ہے۔

والسلام

شرف منیری

مکتوب ۴۰

معرفت[1] خداوند تعالیٰ میں اور عقل کا[2] معرفت کی علت ہونے سے دور ہونا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا کمال الدین سنتوشی کے نام

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

ایک عزیز، دلوالی کے بزرگ زادہ تجارت کے لئے قصبہ سنتوش گئے تھے وہاں سے واپسی پر وہ اس دعاگو یعنی احمد یحییٰ منیری ملقب بشرف کے پاس آئے تھے وہ کہہ رہے تھے کہ میں مولانا کمال الدین مُدرس کے پاس گیا تھا۔ وہ فرمارہے تھے کہ فلاں شخص (یعنی میں نے) علم طریقت میں مکتوب لکھے ہیں ان کے چند مکتوب ایک درویش یہاں لائے ہیں ان میں سے جو معرفتِ خداوند جل علا میں ہے اس میں لکھا ہے کہ عقل معرفت کی علت نہیں ہے۔ یہ بات کیسے صحیح ہوسکتی ہے اور انکار کیطور پر اس کو مولانا بار بار دُہراتے رہے جب میں نے ان سے یہ سُنا تو کہا اللہ بہتر جانتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جناب مولانا کے خیال میں وہ ظاہر روایت ہوگی جو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس روایت سے ایسا ہی معلوم بھی ہوتا ہے لیکن یہ روایت تاویل والی ہے۔ جناب مولانا کی نظر سے اس کی وہ تاویل نہیں گذری ہوگی اور دانش دروں کو ایسا بہت ہوتا ہے اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اس عزیز نے پوچھا وہ روایت کون سی ہے۔ میں نے کہا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے جو روایت ہے وہ یہ ہے: لَوْلَمْ یَبْعَثِ اللّٰہُ رَسُوْلًا لَوَجَبَ عَلَی الْعُقَلَاءِ مَعْرِفَتُہٗ بِعُقُوْلِھِمْ (اگر نہ بھیجتا اللہ کسی رسول کو جب بھی عقل والوں پر اس کی معرفت واجب ہوتی ان کی عقلوں کے سبب سے) اس روایت کی علماء نے تاویل کی ہے یعنی لَوَجَبَ عَلَی الْعَقْلِ الْاِسْتِدْلَالُ بِالْاٰیَاتِ عَلٰی مَعْرِفَتِہٖ بِدَلِیْلِ قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا یعنی

---

[1] مطبوعہ اور مخطوطہ دیگر میں عنوان "معرفت عقل" ہے۔

[2] یعنی عقل معرفت کی علت نہیں

اس سے مراد یہ ہے کہ عقل والوں پر ان کی عقلوں کے سبب سے آیات کے ذریعہ اس کی معرفت پر استدلال واجب ہوتا نہ کہ نفس معرفت (عقل کے ذریعہ) اللہ تعالیٰ کے اس قول کی بنا پر کہ "ہم عذاب دینے والے نہیں یہاں تک کہ رسول کو بھیج نہ دیں" چنانچہ اگر صورتِ حال یہ ہو کہ کوئی عقل والا پہاڑ کی بلندیوں میں رہتا ہو اور آیات سے استدلال نہ کیا (یعنی احکام معلوم نہ کیا) تو آیات سے استدلال کا ترک کیا۔ ایمان سے اور کفر سے نا آشنا، خالی رہا اور مر گیا تو وہ شخص کل قیامت کے دن استدلال تلاش کے ترک کیوجہ سے ماخوذ ہوگا ایمان کے ترک یعنی ایمان نہ لانے کی وجہ سے نہیں۔ یہ تمام تقریر تمہیدات ابوشکور رسالمی رحمۃ اللہ علیہ میں مذکور ہے اور تفسیر امام زاہد میں بھی سورہ عنکبوت کے تحت آئی ہے، اگر کوئی چاہے تو وہاں دیکھ لے۔ لیکن معتزلین کے نزدیک ترک ایمان کی وجہ سے ماخوذ ہوگا جس طرح اور دوسرے کفار (جو سطح زمین پر رہتے ہیں) کیونکہ ان کے نزدیک عقل معرفت کی علت ہے اور ایمان کا وجوب اسی عقل ہی سے ہے۔ لیکن اہل سنت والجماعت کے نزدیک عقل معرفت کی علت نہیں اور ایمان کا وجوب محض عقل سے نہیں ہے بلکہ اَلْمُوْجِبُ هُوَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَالْعَقْلُ اٰلَةُ التَّعْرِیْفِ فَقَطْ (موجب اللہ تعالیٰ ہے اور عقل محض پہچاننے کا آلہ ہے) اور وہ جو تمام عارفوں کے سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں فرماتے ہیں وَاللّٰهِ لَوْلَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَیْنَا (اگر اللہ نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے) یہ نہیں فرمایا کہ لولا العقل ما اھتدینا اگر عقل نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے۔ ؎

عقل بے کحل آشنائی او — بے خبر بود از خدائی او

نیست از راہِ وہم و عقل و حواس — بے خدا ہیچ کس خدائے شناس

(عقل اس کی عطا کردہ آشنائی کے سرمہ کے بغیر اس کی خدائی سے ناآشنا ہوتی۔ وہم و عقل و حواس کے ذریعہ کوئی شخص خداشناس عارف نہیں ہوسکتا)

اسی سبب سے بزرگان قدس اللہ سرہ العزیز کے کلمات میں آیا ہے سُبْحَانَ مَنْ عَزَّتْ معرفتہ لولا تعریفہ (پاک ہے وہ ذات جس کی معرفت بہت دشوار ہے اگر وہ اپنی معرفت نہ عطا فرمائے) ؎

عقل کل یک سخن ز دفتر او — نفس کل یک پیادہ بر در او

(عقل کل اس کے دفتر کا ایک لفظ ہے۔ نفس کل اس کے در پر ایک پیادہ ہے۔) اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں فرمایا سُبْحَانَ مَنْ لَمْ یَجْعَلْ لِلْخَلْقِ سَبِیْلًا اِلَی الْمَعْرِفَةِ اِلَّا بِالْعَجْزِ عَنْ مَعْرِفَتِهٖ

اے میرے عزیز! یہ عاجز عقل خود کو نہیں جانتی کہ وہ کون ہے اور اس کی حقیقت کیا ہے تو خداوند عزوجل کو بغیر اس کے بتائے ہوئے کیسے جان سکتی ہے کہ مَنْ عَجَزَ عَنْ مَعْرِفَةِ نَفْسِهٖ فَقَدْ اَجْرٰی

ان یعجز من معرفۃ غیرہ (جو خود اپنی پہچان سے عاجز ہو وہ بدرجہ اولیٰ دوسرے کی معرفت سے عاجز ہوگا) اسی کو کہا ہے۔ ؎

اے شدہ از شناخت خود عاجز — کے شناسی خدائے را ہرگز
چوں تو در علم خود زبوں باشی — عارف کردگار چوں باشی

(اے وہ کہ تو خود اپنی پہچان و معرفت سے عاجز ہے خدا کو کب پہچان سکتا ہے۔ جب تو اپنے علم میں زبوں حال ہے تو خدا کا عارف کیونکر ہو سکتا ہے۔) اور حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا عرفت ربی بربی (میں نے اپنے رب کو اپنے رب کے ذریعہ پہچانا) اسی کو کہا ہے۔ ؎

بخودش کس شناخت نتوانست — ذات او ہم بدو تواں دانست
باتقاضائے عقل و نفس و حواس — کے تواں بود کردگار شناس

(کوئی شخص اپنے آپ کو نہیں پہچان سکتا، اس کی ذات کو اسی کے ذریعہ پہچان سکتا ہے۔ عقل و نفس و حواس کے تقاضے کے باوجود خدا شناس کس طرح ہو سکتا ہے۔)

قسم ہے عقل معرفت کے حاصل کرنے کے لیے آلہ اور سبب ہے اسی بنا پر معرفت کی اضافت عقل کی طرف جائز ہے چنانچہ معرفت کی اضافت عاقل کی طرف کرتے ہیں اور تم جان لو کہ اگر عقل معرفت کی علت ہوتی تو تمام عقل والوں کو معرفت میں برابر ہونا چاہیئے۔ اور تمام لوگ بغیر دلیل و آیات کے خدا تک راہ پا لیتے۔ جب عقل میں مومن اور کافر برابر ہیں تو یہ کیوں ہے کہ مومن نے راہ پائی اور کافر نے نہیں۔ اکثر کافر ایسے ہیں جو ہزاروں مسلمانوں سے زیادہ عقلمند ہیں اور عالم کی تدبیر ایک ساعت میں کرتے ہیں لیکن خدا کی طرف راستہ ذرہ برابر نہیں پاتے۔ اور بہت سے مومن ایسے ہیں جن کو عقل سے زیادہ حصہ نہیں ملا ہے، دنیا کی تدبیر میں کوئی راہ نہیں جانتے لیکن معرفت حق میں موشگافیاں کرتے ہیں اور کر سکتے ہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے ہم لوگوں کو ایسی چیزوں کے بارے میں خبر دی ہے جن کو عقل نہیں ہے مگر وہ اپنے پیدا کرنے والے کو پہچانتے ہیں، جیسا کہ قرآن میں ہے۔ وَجَدْتُهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِن دُونِ اللَّهِ (میں نے اس کو اور اس کی قوم کو پایا کہ وہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں) خداوند جل و علا نے ہُدہُد کے متعلق یہ خبر دی ہے کہ ہُدہُد نے جناب سلیمان پیغامبر علیہ السلام سے کہا کہ میں نے بلقیس اور اس کی قوم کو دیکھا کہ وہ خداوند تعالیٰ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتی ہے۔ اگر پرندہ خدا کو نہ پہچانتا تو یہ کیونکر جانتا کہ کس کو سجدہ وہ لوگ کرتے ہیں۔ اور اس پر اجماع و اتفاق ہے کہ پرندوں کو عقل نہیں ہے اور اگر عقل معرفت کی علت ہوتی تو بے عقلوں کے لیے معرفت محال ہوتی اور اس معنی کی بہت ساری خبریں ہیں اور دوسرے یہ کہ خداوند

تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ وَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ (جو مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کیا)
ایمان کے ذریعہ احیار قلب کی اضافت اپنی طرف کی جس طرح جان کے ذریعہ احیار نفس (ذات انسانی)
کی نسبت کی ہے اور احیار نفس بغیر جان کے محال ہے اس طرح احیار قلب بغیر ایمان کے محال ہے۔ اور
ایمان کے ذریعہ احیا قلب، جان کے ذریعہ احیار نفس سے برتر ہے۔

اور دوسری جگہ فرمایا اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ (کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے
لیے کھول دیا) دوستوں کے حق میں شرح صدر کی اضافت اپنی جانب کی اور دشمنوں کے دل بند کرنے کی اضافت
بھی اپنی طرف کی جیساکہ کہا خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ (ہم نے لگادی ان کے دلوں پر مہر) اور جب کھولنے اور بند
کرنے کی اضافت اپنی جانب کی تو یہ باطل ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور کھولنے والا یا بند کرنے
والا ہو۔ جیساکہ کہا ہے۔ ؎

ہر کرا بنمود آن محض عطاست — وانکہ را نمود از حکم قضاست
ہیچ دل را بہ کُنہ او رہ نیست — جان و عقل از کمالش آگہ نیست

(جس کسی کو اس نے دکھلایا یہ اس کی عطا ہے اور جس کو نہیں دکھلایا وہ قضا کے حکم کے تحت ہے۔
کسی دل کو اس کی کُنہ میں راہ نہیں ہے۔ عقل و جاں اس کے کمال سے آگاہ نہیں ہے۔)

اے بھائی! اس کے کھولے ہوئے کو کون بند کر سکتا ہے اور اس کے بند کیئے ہوئے کو کون
کھول سکتا ہے۔ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِهٖ (اللہ تعالیٰ بندوں کے کاموں پر غالب ہے) ؎

دل و عقل از جلال او خیرہ — تن و جاں از کمال او خیرہ
سست جولاں زعز و دانش و وہم — تنگ میداں ز کنہ و وصفش فہم

(دل اور عقل اس کے جلال سے دھندلے، جان و تن اس کے کمال سے تیرہ و تاریک۔ اس کی عزت کی تلاش میں دوڑ
لگانے والے کی عقل اس کا وہم سب کند۔ اس کی کنہ اور اس کے وصف سے میدانِ فہم تنگ ہے۔)

اور بعض دوسری خبروں میں آیا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے حیوانوں کو چار چیزوں کا علم دیا ہے۔ ایک یہ
کہ اپنے بنانے والے کو جانتے ہیں اور اپنے دشمن کو پہچانتے ہیں اور اپنی روزی کو جانتے ہیں اور اپنے
جوڑہ جفت کو پہچانتے ہیں اور اپنے گھونسلے کو جانتے ہیں۔ اور پانچواں علم وہ ہے جو خاص آدمیوں
کے لیئے ہے اور وہ علم موت کا ہے (یعنی مرنا ہے)

مکتوب کے پڑھنے والوں کے خیال سے مختصر کیا گیا امید ہے کہ اس مکتوب کے مطالعہ کے
بعد کوئی کھٹک دل میں نہ رہے گی وَاللّٰهُ هَادِي الرَّشَادِ رَحِمَ اللّٰهُ مَنْ اَنْصَفَ۔

(اللہ سیدھی راہ کی ہدایت کرنے والا ہے۔ اللہ انصاف کرنے والوں پر رحم فرمائے۔)

والسلام

شرف منیری

مکتوب ۱۴۱

عشق میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا کمال الدین[1] مذکور کے نام ۔ شرف منیری کا سلام و دعا پہنچے اور معلوم ہو۔ کاتب مکتوب کے بھانجہ زین الدین آئے انھوں نے تذکرہ کیا کہ وہاں عشق پر گفتگو ہو رہی تھی۔

اے بھائی جانو، عشق بندہ کو خدا تک پہنچاتا ہے، اس معنی کی رو سے عشق کو فرضِ راہ قرار دیا گیا ہے۔ عشق ہے تو حیات ہے عشق نہیں تو موت ہے۔ ؎

مجنونِ عشق را دگر امروز حالت است　　کاسلام دین لیلیٰ و دیگر ضلالت است

(عشق کے دیوانے کا یہاں دوسرا ہی عالم ہوتا ہے، لیلیٰ کا دین ہی اس کا اسلام ہے باقی سب گمراہی ہے)

کہتے ہیں عاشقوں کی دوزخ خداوند تعالیٰ کا عشق ہوتا ہے۔ اسی بنا پر جو زیادہ دل جلا ہوتا وہ زیادہ عزیز ہوتا ہے

خاکے از مردم بماند در جہاں　　وز وجود عاشقاں خاکسترے

(اس دنیا میں آدمی مٹی ہو جاتا ہے۔ لیکن عاشقوں کے دم سے خاکستر کا وجود ہے)

اسی کو کہا ہے العشق ھو الطریق والرویۃ ھو الجنۃ والفراق ھو النار والعذاب (عشق راہ ہے محبوب کا دیدار جنت ہے محبوب سے جدائی دوزخ ہے اور اس کا عذاب ہے) اسی راز کو کہا ہے ؎

آنا کہ زجام عشق مستند　　مخمور ز بادۂ الستند
از مستی خود چو نیست گشتند　　در عالم عشق دوست ہستند
چوں محرم راز عشق گشتند　　از عشوۂ امتحاں بجستند

(وہ لوگ جو عشق کے جام سے مست ہیں الست بربکم کی شراب کے نشہ میں مدہوش و سرشار ہیں۔ جب اپنے وجود و مستی سے

---

[1] دوسرے نسخہ میں بجائے قاضی کمال الدین ہے۔

نیست ہو چکے ہیں تو جہانِ عشق میں وہ دوست ہو گئے ہیں۔ چونکہ وہ عشق کے راز کے محرم ہیں اس لئے امتحانِ ناز و ادائے معشوقانہ کے طلبگار ہو گئے ہیں۔)

پیغامبران علیہ الصلوٰۃ والسلام کی میراث سونا اور چاندی نہیں ہوتی ان کی دولت جو بھی تھی وہ ان سوختہ دلوں کو ورثہ میں ملی اور یہ دل جلے آج بھی اپنی اس وراثت پہ نازاں ہیں۔ ؎

تا عشق ہمی مونس و ہمخانۂ ماست   غمہائے ہمہ یک جرعہ زپیمانۂ ماست
از عقل فرو گذر کہ در عالم عشق   او نیز غلام دلِ دیوانہ ماست

(جب تک یہ عشق ہمارا انیس جان اور ہمارے خانۂ دل کا مہمان ہے سارے جہان کا غم ہمارے پیمانہ کے لیے ایک چلو ہے۔ عقل کا کیا تذکرہ اسے چھوڑ، عشق کے عالم میں یہ عقل تو خود ہمارے اس دیوانہ دل کا غلام ہے)

کہتے ہیں، عشق ایک ایسی آگ ہے جہاں کہیں پہنچ جائے اسے جلا ڈالے۔ عاشقوں کا دل سجا سجایا دہکتا ہوا آتش کدہ ہے اس کی ایک چنگاری بھی اگر باہر آجائے تو کون و مکاں کو جلا کر خاکستر کر دے چنانچہ کہتے ہیں کہ سارے جہاں کو عذاب دوزخ کی آگ سے دیا جائے گا اور خود دوزخ کو اپنے عاشقوں کے دل کی آگ سے عذاب دیں گے اگرچہ ان ظاہر بینوں اور اہل صورت کو یہ محال معلوم ہوتا ہے۔ اسی کو کہا گیا ہے ؎

تا نیابد درد ایں کارت پدید   قصۂ ایں درد نتوانی شنید
شرح دادن حالِ عاشق جاوداں   از عبارت برتر است و از بیاں

(جب تک تجھ میں اس عشق کا درد پیدا نہیں ہوتا اس وقت تک اس درد کا بیان تو نہیں سن سکتا ہے۔ زندۂ جاوید عاشقوں کے حال کی تشریح عبارت و بیان سے بالاتر ہے۔)

چنانچہ اسی مقام سے ایک بزرگ نے حالت سکر میں مناجات کی ہے۔ الٰہی! مجھے اپنے کرم سے چھوڑ دیجئے کہ میں دوزخ میں چلا جاؤں اور آپ کے تمام بیگانوں کو وہاں سے بھگا دوں کہ وہ چھٹکارا پا جائیں

ایں سخن گر عاقلے گوید خطاست   لیک از دیوانہ و عاشق رواست
ہر کہ او شوریدہ چوں دریا بود   ہر چہ گوید از سر سودا بود
چوں بگستاخی رود ز ایشاں سخن   مرد چوں دیوانہ باشد رد مکن

(اسی بات کو اگر کوئی صاحب عقل کہے تو خطا ہے لیکن ان دیوانوں اور عاشقوں کے لیے جائز ہے اور جو سمندر کی طرح ہمیشہ جوار بھاٹا میں ہو ایسا شخص جو بھی کہتا ہے اس کی باتیں دیوانگی کی رو سے ہوتی ہیں۔ ان لوگوں سے گستاخی کی جو باتیں ہو جاتی ہیں چونکہ وہ دیوانے ہیں اس لیے انہیں رد نہیں کرنا چاہیے۔)

اور یہ تمام دریا کا پانی ان کی اس باطنی آگ پر ڈال دیا جائے تو ان دریاؤں کے تمام پانی آگ ہو جائیں، اور یہ تمام ظاہری آگ ان کے باطن کی آگ کی بھٹی بن جائے۔ جیسا کہ کسی ایک دیوانہ نے کہا ہے۔ ؎

آنکس کہ دلش محرم اسرار نباشد — باعشق ورا در دو جہاں کار نباشد
در زہد بود ممبر و محراب بتحقیق — در عشق بجز بادہ و زنار نباشد
بردار بود بار اگر عاشق فردی — ورنہ بنشیں بار زگفتار نباشد

(ایسا شخص جس کا دل اسرار کا محرم نہیں اس کو دونوں جہاں میں عشق سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ ممبر و محراب حقیقتاً زہد میں ہوتے ہیں۔ عشق میں تو شراب و زنار کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ اگر تم یکتا و یگانہ عاشق ہو تو تمہاری باریابی سولی پر ہے اور اگر ایسا نہیں تو جاؤ کہیں آرام سے بیٹھو، یہ رسائی باتوں سے نہیں ہوتی ہے)

اے بھائی! اگر ہو سکے تو آج ہی عشق کا ایک ذرہ حاصل کر لو کہ عاشقی کی یہی صفتیں تمہارے ساتھ قبر میں جائیں گی یوم لاینفع مال ولابنون الا من أتی اللہ بقلب سلیم ط (جس دن کہ مال و اولاد نفع نہ دیں گے مگر وہ جو قلب سلیم لے کر آیا ہے) ؎

در گور برم از سر گیسوئے تو تارے — تا سایہ کند بر سر من روز قیامت

(آپ کی زلف کا ایک بال اپنے ساتھ قبر میں لے جاؤں تاکہ قیامت کے دن میرے سر پر سایہ کرے)

اور یہ تمہیں اس وقت میسر ہوگا جب اپنے دل کو حق سبحانہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے ان سب سے خالی کر لو۔ اگرچہ بہشت نعمتوں اور آرائش و زیبائش سے بھری ہوئی ہے اس سے بھی دل کو خالی کر لو۔ ع

"یا خانہ جائے رخت بود یا خیالِ دوست" (گھر میں ساز و سامان ہی رہے یا دوست کی یاد)

دل جو اللہ کا گھر ہے جب وہ غیر کے نقش و نگار سے پاک ہو گیا تو دوسروں کے لئے جس نعمت کا کل کا وعدہ ہے انھیں آج ہی یہاں حاصل ہو گیا۔ ؎

ہر کرا آں آفتاب اینجا بتافت — آنچہ آنجا وعدہ بود اینجا بیافت

(آج جس کے دل پر یہیں آفتاب تاباں ہو گیا تو دولتِ دیدار کا وعدہ جو وہاں کے لئے ہے وہ یہیں انھیں مل گیا۔)

اس کے لئے چشم بینا ہونا چاہئے تاکہ وہ مشاہدہ کرے دنیاداروں اور شہوت پرستوں کو یہ آنکھ کہاں ہوتی ہے اسی کو کہا ہے۔ ؎

دیدۂ بیناست جاں را زادِ راہ — از خدائے خویش دایم دیدہ خواہ

(بصیرت والی آنکھ ہی جان کے لئے توشۂ راہ ہے۔ اپنے خدا سے ہمیشہ دیدۂ بینا کی طلب کرو۔)

اس بارے میں اصل کام غیر اللہ سے دل کا پاک کرنا ہے اور جو تم نے سنا ہے کہ جناب ابراہیم خلیل اللہ

علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل کا میلان ایک ذرا فرزند اسمٰعیل علیہ السلام کی طرف ہوا تو خواب میں دیکھا حکم ہوتا ہے بیٹے کو قربان کر دو اور جب بیٹے کی محبت دل سے نکال دی تو فرمان آیا مجھے اس چھوٹے سے بیگناہ کے ذبح سے کوئی غرض نہ تھی میرا مقصد تو آپ کے دل سے غیر کی محبت قطع کرنا تھا جب آپ کا دل پاک ہوگیا تو اس بچے کو چھوڑ دیجئے۔ ؎

روزاں و شباں نشستہ ام در کارت باہر کہ بسازی شکنم بازارت

(ہم تو رات دن تمھاری کارسازی میں لگے ہوئے ہیں۔ میرے سوا کسی سے تم نے لگاؤ رکھا تو ہم تمھاری ساکھ مٹا دینگے)

عاشق غیور ہوتا ہے وہ اپنے محبوب کو غیر کے ساتھ دیکھنا پسند نہیں کرتا اور غیرت کی کمی بیشی محبت کی زیادتی و کمی کے اندازہ سے ہوتی ہے محبت جس قدر قوی ہوگی اتنا ہی زیادہ غیرت ہوگی۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

کور گرداں خلق را در رستخیز پس مرا جاوید چشمی بخش تیز

تا نہ بیند ہیچ کس جز من ترا تا توانم دید بے دشمن ترا

(قیامت میں تمام لوگوں کو اندھا بنا دیجئے، پھر مجھے ہمیشہ کی تیز نگاہی عطا فرمایئے تاکہ آپ کا جمال جہاں آرا میرے سوا کوئی اور نہ دیکھے یہاں تک کہ میں آپ کو رقیبوں کی نگاہوں سے آزاد دا چھی دیکھوں۔)

ہر وہ دل جس میں اللہ کے سوا کسی چیز نے گھر کر لیا وہ ویران ہے اور ویران گھر ہمارے تمھارے رہنے کے لائق نہیں تو حق سبحانہ تعالیٰ کے لائق کیسے ہوسکتا ہے؟ گندے پاؤں سے اُمراء و ملوک کے فرش پر نہیں جاسکتے تو گندے اور ناپاک دل کے ساتھ حق سبحانہ تعالیٰ کی قربت کیسے پاسکتے ہیں۔ اسی کو کہا ہے ؎

با محبت در نگنجد ذرہٗ نیست مردے دوستی ہر غرہٗ

(محبت میں ایک ذرہ کی بھی گنجائش نہیں، مغرور آدمی محبت کے لائق نہیں ہوتا)

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلَا اِلٰی اَعْمَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَنِیَّاتِکُمْ (صورت اور ظاہری اعمال اس بارگاہ پاک میں نہیں دیکھے جاتے ہاں، وہ لطیفہ جسے دل کہتے ہیں دیکھا جاتا ہے اور نیتیں دیکھی جاتی ہیں۔) ؎

تو گوہر ورائے دو جہانی چہ کنم قدر خود نمی دانی

(تو دونوں جہاں کے مرتبہ سے بلند ایک موتی ہے۔ افسوس تو خود اپنی قدر نہیں جانتا)

اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ جب آدمی طریقت میں آشنا ہوجاتا ہے تو اس کی شروانی ہی کو عبا کا رتبہ دیا جاتا ہے۔ ؎

مراد اہل طریقت لباس ظاہر نیست کمر بخدمتِ سلطاں بہ بند وصوفی باش

(پیران طریقت کی مراد ظاہری لباس سے نہیں ہے۔ کسی صاحب دولت کی خدمت کے لئے کمر باندھ لو اور صوفی ہو جاؤ)

یقین کے ساتھ دل نشیں کر لو کہ آج جس چیز کے ساتھ تمھارے دل کا لگاؤ ہے موت کے بعد وہی چیز تمھارے

سامنے آئے گی۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

ہر چہ در دنیا خیالت آں بود | تا ابد راہِ وصالت آں بود

(دنیا میں جو چیز تیرے خیال میں رہی ہے، ابد تک تیرے لئے اسی کے وصل کی راہ ملتی رہے گی)

چنانچہ آج اگر کسی کے دل میں دنیا بسی ہوئی ہے تو اس کا مقصود و مطلوب دنیا ہے۔ مرنے کے بعد دنیا کو ایک شکل دے کر اس کی نگاہوں کے سامنے لے آئیں گے، اور اگر آج کسی کا دل جنت کے حور و قصور و شراب طہور میں لگا ہوا ہے تو مرنے کے بعد بہشت کو آراستہ کر کے اس کی نظروں کے سامنے پیش کر دیں گے۔ اور اگر آج کسی کا دل خداوند جل و علا کے ساتھ وابستہ ہے اور اس کا مطلوب و مقصود حق سبحانہ تعالیٰ ہے تو اسی موت کے ذریعہ درمیان سے پردہ اٹھا دیں گے اور اپنے جمالِ جہاں آرا کی تجلی اس پر فرمائیں گے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

تا بہشت و دوزخت در رہ بود | جانِ تو زیں راز کے آگہ بود

چوں ازیں ہر دو بروں آئی تمام | صبح ایں دولت بروں آید زشام

(جب تک اس راہ میں بہشت و دوزخ کا خیال تجھے ہے تیری جان اس راز سے کب آگاہ ہو سکتی ہے اور جب ان دونوں سے تو پورے طور پر فارغ ہو گیا تو اس دولت کی صبح، شام ہی سے نمودار ہو گئی)

دینِ ما روے جمالِ آں بت عاجانہ[1] است | کفر ما آں ابرو و زلف سیہ ترکانہ است

از جمال خد و خالش عقل ما دیوانہ است | وز شراب عشقش ایں ہر دو ہمی پیمانہ است

روح ما چوں آنِ تست قلب ما بتخانہ است | ہر کرا ملت نہ این ست او ز ما بیگانہ است

(ہمارا دین اس سفید فام بت کے چہرہ کا حسن ہے ہمارا کفر اس کی کالی بھویں اور سیاہ معشوقانہ زلفیں ہیں۔ اس کے خد و خال کے حسن و جمال سے ہماری عقل دیوانہ ہے اس کے عشق کی شراب سے بھرا ہوا یہی خد و خال ہمارے لئے پیمانہ ہے۔ ہماری روح جب آپ کی آن ہے تو ہمارا دل بت خانہ ہے اور جس کا یہ دین و مذہب نہیں وہ غیر اور بیگانہ ہے)

اس آیۃ کی تفسیر میں کہا ہے فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ آدمی کی تقسیم تین طور پر کی گئی ہے۔ ایک ظالم، دوسرے مُقتَصِد، تیسرے سابق بالخیرات۔ ظالم وہ ہے کہ خدا کی عبادت کرتا ہے اور اس کا مقصود و مطلوب دنیا ہو اور یہ ہلاکت محض ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

خرچ کردی برائے نان جاں را | در پئے تن بدادی ایماں را

(روٹی کے حصول میں تو نے جان گنوا دی۔ اور اس تن پروری کے لئے ایمان کی دولت بھی لٹا دی۔)

---

[1] فیل دندان جیسا سفید فام

اور مقتصد وہ ہے کہ خدا کی عبادت تو کرتا ہے لیکن اس کا مقصود جنت کے محلات اور وہاں کی حوریں ہوتی ہیں۔ اس جماعت صوفیہ کے لوگ کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ مرتبہ بہت بلند ہے لیکن بہشت میں جو چیزیں بنائی گئی ہیں وہ حواس کی لذتوں کا حصہ ہیں اور اس میں جانوران بھی شریک ہو سکتے ہیں۔ تو ہم لوگ جو خلاصۂ موجودات ہیں اور مظہر سرِ ربوبیت ہیں، ان کا شرکتِ بہائم کی پستی میں آنا ہے اور جس چیز میں بہائم کی شرکت ہو سکتی ہے وہ خسیت (ادنیٰ) ہوگی ہمت (اعلیٰ) نہیں ہوگی۔ ؎

اینجا نبود قدرے مر دوزخ و جنت را ۔۔۔ باشند حجاب ما آنہا کہ تو میدانی

(یہاں دوزخ و بہشت کی کوئی قدر نہیں۔ یہ سب ہمارے لئے حجاب ہیں جیسے تم جانتے ہو)

اور سابق بالخیرات، وہ ہے کہ خدا کی عبادت کرتا ہے اور اس کا مطلوب و مقصود ذات پاک حق سبحانہٗ تعالیٰ ہوتا ہے اور بس۔ اور وہ جو تم نے سنا ہے کہ مردانِ خدا اور ہی لوگ ہوتے ہیں اور ان کا دین ہی دوسرا ہے وہ یہی ہے۔ جس نے کہا ہے خوب کہا ہے۔ ؎

عالم شہ را و خسرو و خاقان را ۔۔۔ تسبیح فرشتہ را صفا انسان را

دوزخ بد را بہشت مر نیکان را ۔۔۔ جانان ما را و جانِ ما جانان را

(جہان یعنی دنیا خسرو خاقان اور بادشاہ کے لئے ہے۔ تسبیح فرشتہ کے لئے صفا انسان کے لئے دوزخ بروں کے لئے جنت نیکوں کے لئے لیکن محبوب میرے لئے اور میری جان محبوب کے لئے ہے۔)

والسلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۴۲

مُحبانِ خداوند تعالیٰ سے محبت کرنے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا کمال الدین مذکور کے نام

آپ کا خط کاتب مکتوب کے بھانجے زین الدین لائے میں نے پڑھا۔ تذکرہ ذوق و شوق ملاقات محبت کے لوازم اور عشق کے نتیجے میں سے ہے۔ تمام محبین کے دل اسی سے کباب ہیں اور تمام مشتاقوں

کی جان اسی کی خراب کی ہوئی ہیں۔ چنانچہ انہی مشتاقوں میں سے کسی کا قول ہے یکون شوق علی قدر المحبۃ (اشتیاق اسی درجہ ہوگا جس قدر محبت ہوگی)۔ ؎

ہر دل کہ بعشق مبتلا شد کان غم و محنت و بلا شد
بیگانہ شد از نشاط آں دل گویا غم عشق آشنا شد

(ہر وہ دل جو عشق میں مبتلا ہوا وہ رنج و غم اور بلا کا معدن بن گیا۔ جو دل غم عشق سے آشنا ہو جاتا ہے، وہ نشاط و شادمانی سے بیگانہ ہو جاتا ہے) بے انتہا شکرانہ اپنے اوپر واجب کر لو اور ان اقدار کو آخرت کی سعادت جانو۔ ان محبانِ خدا کی محبت اور ان مشتاقانِ حق سبحانہ تعالیٰ کا اشتیاق معمولی دولت نہیں ہے۔ ہر شخص کا دل اس نعمت کے لائق نہیں ہوتا ہے ؎

در کوے عشق بادہ بہ ابرار کے دہند وز جام شوق جرعہ بہ اغیار کے دہند
واں خلعتے کہ بہر خواص است عام را بے دارِ عشق بر سر بازار کے دہند

(عشق کے کوچہ میں یہ شراب ابراروں کے ساتھ کہاں کسی کو ملتی ہے۔ اشتیاق کے اس جام سے غیروں کو ایک چلو بھی نہیں دیتے ہیں، وہ خلعت خاص جو خواص کے لیے مخصوص ہے، عشق کی سولی کے بغیر عوام کو سر بازار کب دیتے ہیں)

اور وہ جو دونوں جہاں کے سردار لولاک لما خلقت الافلاک (اگر آپ نہ ہوتے تو آسمانوں کو ہم پیدا نہ کرتے) کے تاجدار ہیں صلی اللہ علیہ وسلم ان کی روزانہ کی یہ دعا تھی اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْن (اے اللہ مجھے زندہ رکھیے مسکینوں کے ساتھ اور مجھے لے جایئے مسکینوں کے ساتھ اور میرا حشر فرمایئے مسکینوں کے زمرہ میں) سُبحان اللہ۔ اگر فرماتے کہ ان مسکینوں کو حیات و ممات میں میرے ساتھ رکھئے اور ان کا حشر میرے ساتھ کیجیے تو یہ خود ایک ایسی عظیم دولت ہوتی کہ جس کا ٹھکانہ نہیں ہوتا۔ پھر یہ کیا ہے جو فرما رہے ہیں اے میرے اللہ محمد کو حیات و ممات میں مسکینوں کے ساتھ رکھیے اور میرا حشر مسکینوں کے ساتھ کیجیے۔ اسی سے جاننا چاہیئے کہ یہ مساکین کس درجہ کے لوگ ہیں اور ان سے محبت کرنا کس قدر عظیم دولت ہے کہ اگر جان و دل دے کر بھی یہ دولت میسر آئے تو یہ جان و دل ضائع نہ جائے۔ (نفع ہی نفع ہے نقصان نہیں) ؎

جاں را چہ کنم فدائے خاکت جاں را چو بہ نزد تو خطر نیست
در صومعہ زاں نشستہ عابد کو راز جمال تو خبر نیست

(اس جان کو کیا آپ کی خاک پر قربان کروں، جان کی آپ کے نزدیک کیا قدر و قیمت ہے۔ یہ عابد عبادت خانہ میں اس لیئے جا بیٹھا ہے کہ یہ آپ کے حسن سے بے خبر ہے۔

اے بھائی! ان محبانِ خدا اور مشتاقان جل و علا سے جس قدر محبت رکھتے ہو، مبارک ہو۔ رات دن جان و دل زن و فرزند سب صدقہ کر کے اسی محبت کے زیادہ ہونے کی طلب کرو اور انکی اس محبت میں صادق رہو محض دعویٰ کرنے والے نہ ہو کیونکہ ان محبانِ خدا اور مشتاقانِ بارالٰہ سے محبت کا دعویٰ کرنے والے بہت زیادہ ہیں۔ اور عقیدہ اس پر رکھو۔ ؎

گر نیک آیم مرا از ایشاں گیرند ورید باشم مرا بدیشاں بخشند

(اگر ہم نیک ہیں تو ان لوگوں میں شمار کر لیے جائیں گے اور اگر برے ہیں تو ان کے طفیل بخش دیئے جائیں گے)

اور جب کہ محبت کے قانون کے تحت ہر محب اپنے محبوب کے ساتھ ہے۔ اگرچہ دونوں میں مشرق و مغرب کی دوری ہو تو کوئی خوف نہیں اس لیے کہ لَا بُعْدَ مَعَ الْمَحَبَّۃِ (محبت میں بُعد مسافت نہیں) ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس بارے میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہے کہ کل قیامت کے دن دیدار رویت ہو گی کہ نہیں؟ ابوالحسن تو سود النقد بیچتا ہے، اس کے لیے محال ہے کہ وہ اُدھار بیچے۔ اَلْاِنْتِظَارُ مَوْتُ الْاَحْمَرِ (انتظار سرخ موت ہے) ؎

ہر کرا ایں آفتاب اینجا بتافت آنچہ آنجا وعدہ بود اینجا بیافت

(جس شخص پر وہ آفتابِ حقیقت یہاں طلوع ہو گیا۔ بس دیدار کا وعدہ وہاں کے لیے ہے اس نے آج ہی یہاں پالیا)

محبانِ خدا کے لیئے وَهُوَ مَعَكُمْ (اللہ تمہارے ساتھ ہے) کا کلمہ سو ہزار فردوس کا حصول ہے۔ ؎

در جان منی ز راہ معنی چوں یافتہ ام چرات جویم

(معنی کے رو سے آپ میری جان کے اندر ہیں جب میں نے آپ کو پالیا تو پھر تلاش کیا کروں) اور ایک شعر سنو۔ ؎

محمود بخاک شد ہنوزش دل سوئے کرشمۂ ایاز است

(محمود قبر میں جا کر خاک ہو گیا لیکن ابھی تک اس کا دل ایاز کی اداؤں کی سمت لگا ہوا ہے)

ایک دفعہ ایک اعرابی مدینہ آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ کو بیحد محبوب رکھتا ہوں اور میرا مسکن مدینہ سے بہت دور ہے ہمارے بارے میں کیا حکم ہوتا ہے؟ ارشاد ہوا اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ یعنی ہر آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہے محبت کے قانون کے تحت۔ اگرچہ اپنے تن و بدن سے کتنا ہی دور رہو۔ کہتے ہیں کہ جب سے اسلام ظہور پذیر ہوا ہے اس وقت سے کبھی بھی ایسی خوشی مومنوں کو نہیں ہوئی تھی جیسی کہ اس حدیث شریف کے سننے سے پیدا ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام سوختگانِ آتشِ محبت آج اسی حدیث شریف کے سہارے زندہ ہیں۔ ؎

ہر کہ اینجا آشنائی یافت او زاں تجلی روشنائی یافت او

ہر کہ در سرِ محبت بندہ شد   تا ابد ہم محرم و ہم زندہ شد

(جس نے آج یہاں آشنائی پائی اس تجلی سے اس نے نورِ بصیرت پا لیا۔ اور جو رازِ محبت کا بندہ ہوگیا، وہ ابدی محرم اور زندہ جاوید بن گیا)

اور پیروں سے منقول ہے، فرماتے ہیں کہ بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو بالکل قریب پہلو میں بیٹھے ہوئے ہیں ہمارے اور ان کے درمیان مشرق و مغرب کی دوری ہے اسی اعتبار سے کہا ہے ولا قرب مع العداوۃ (عداوت میں قربت نہیں ہے) ۔ اسی معنی کا راز ہے۔ اور بہت سارے لوگ وہ ہیں جو مغرب و مشرق میں ہیں لیکن وہ ہمارے ہم زانو قریب ہیں۔ یہی بات ہے کہ ولا بعد مع المحبۃ (محبت میں دوری نہیں) کا یہی راز ہے۔ ایک دفعہ مجنوں سے لوگوں نے کہا لیلیٰ آئی ہے مجنوں نے سر گریباں میں ڈال لیا اور کہا لیلیٰ تو میرے ساتھ ہے اور میں لیلیٰ کے ساتھ ہوں تو دوری علیحدہ اور الگ رہنے میں ہوتی ہے اور محبوب محب سے اور محب محبوب سے غائب نہیں رہتا۔ ؎

صد ہزاراں شور گر پیدا کنند اہل عرب   پاک بود چوں دل لیلیٰ است با مجنوں یکے

(عرب والے لاکھوں ہنگامے برپا کریں کوئی ڈر نہیں جب کہ لیلیٰ کا دل مجنوں کے ساتھ ہے یعنی دونوں کے دل ایک ہو رہے ہیں)

اگر کوئی انکاری یہاں سوال کرے کہ جب ایسا ہے تو یہ شوق و اشتیاق کیا ہے؟ اس کا مدلل جواب یہ ہے کہ محب کو جس قدر محبوب کا دیدار حاصل ہوتا ہے اسی قدر اس کی تشنگی و اشتیاق تیز تر ہوتی ہے اس کا یہ حال ہوتا ہے گویا دیکھا ہی نہیں۔ محبت کی شراب اور عشق کی لذت کا یہی دستور ہے۔ کیا یہ شعر تم نے نہیں سنا۔ ؎

جمال در نظر و شوق ہمچناں باقی   گدا اگر ہمہ عالم بدو دہند گدا است

(محبوب کا جمال آنکھوں میں اور شوقِ دید اسی طرح باقی ہے، بھکاری کو اگر سارا جہاں دیدیں پھر بھی بھکاری بھکاری ہی رہے گا)

کہتے ہیں کل جب دیدار کی گھڑی آئے گی تو ہر شخص کو معلوم ہوگا کہ تنہا وہی دیکھ رہا ہے اگر وہ یہ جان لے کہ میرے علاوہ بھی کوئی اور دیکھ رہا ہے تو اسے ایسا دکھ ہو کہ یہ لذت یافت ختم ہو جائے۔ تمام بھائیوں کے ساتھ کھانا کھانے میں خوشی ہوتی ہے لیکن محبوب کے دیدار میں کسی شخص کی شرکت گوارہ نہیں ہے۔ محب کو خود اپنے دل اور دیدہ سے بھی غیرت ہوتی ہے، چنانچہ ایک عزیز نے کہا ہے۔ ؎

از رشک تو میکشم دل و دیدہ خویش   تا ایں نہ بیند و نہ آں دارد دوست

(رشک کی بنا پر اپنے دیدہ و دل کو آپ کی جانب سے ہٹا لیتا ہوں تاکہ یہ آپ کو نہ دیکھے اور آپ سے محبت نہ کرنے لگے)

جب ان عاشقوں کا یہ حال ہوتا ہے تو کسی اور کے ساتھ دیکھنا کیونکر ممکن ہے اسی غلبۂ حال میں ایک درویش

نے دعا کی خداوندا قیامت کے دن سب کو اندھا اٹھائیے تاکہ میرے سوا کوئی اور آپ کو نہ دیکھے۔ اور دوسرے وقت کہا خداوندا مجھے قیامت میں اندھا اٹھائیے تاکہ ہماری یہ آنکھ بھی آپ کو نہ دیکھے۔ چنانچہ کہا ہے۔ ؎

آنچہ فارغ را بگوید بے دلے　　کے تواند گفت ہرگز عاقلے

(کسی بے فکر و آسودہ حال کو کوئی دیوانہ جو کچھ کہہ دے وہ کوئی صاحب عقل کیونکر کہہ سکتا ہے)

وہ ملاقات جو جدائی کے بعد ہوگی اور اس کے بعد پھر جدائی کا سامنا ہوگا تو ایسی ملاقات کا کیا اعتبار؟ بلکہ الفراق اشد من الموت یعنی ایسی جدائی ہوگی جو موت سے زیادہ سخت ہوگی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ (دیدار کی لذت میں) جس طرح باطن کا حصہ ہے اسی طرح ظاہر کا بھی　　جب کسی شخص کو کسی کی لقا حاصل ہوتی ہے تو ظاہر بھی اپنا حصہ پاتا ہے اور باطن بھی۔ دیدار کی لذت ظاہر و باطن میں پورے طور پر ہوتی ہے اور یہ کمال کی اعلیٰ ترین قسم ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

مردہ کہنہ را دم عیسیٰ　　نو حیاتی بہر سخن بخشد

(جناب عیسیٰ علیہ السلام کی مسیحا نفسی وہ ہے کہ پرانے مُردہ کو ان کی ہر بات نئی زندگی عطا کرتی ہے)

اور اگر کسی کو ناجائز ہی محبت رہی ہو تو اسے اس کا ذوق و مزا معلوم ہو چکا ہے، اسے اس ذوق کو بتانے کی کیا ضرورت ہے۔ اور جتنی چیزوں کا تعلق ذوقیات، لطف و مزہ سے ہے اس کے لیے یہ اصل ہے کہ مَنْ لَمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ (جس نے چکھا ہی نہیں وہ مزہ کو کیا جانے) اسی کو کہا ہے۔ ؎

چوں تو خود آنجا رسی بینی ہمہ　　حل شود دنیاوی و دینی ہمہ
گر شود ایں درد دامن گیر تو　　بس بود ایں درد دائم پیر تو

(جس وقت تم وہاں پہنچ گئے سب کچھ دیکھ لو گے تمام مشکلیں دینی ہوں یا دنیاوی سب حل ہو جائیں گی، اگر یہ درد تمہیں دامن گیر ہو جائے تو یہی تمہاری رہبری کے لیے ہمیشہ کافی ہے)

اگر کم عمر بچہ بادشاہی کے ذوق و مزہ کو نہیں جانتا تو اس میں تعجب کیا ہے اور اگر مادر زاد نامرد جماع کی لذت کا منکر ہو تو تعجب کیوں؟ اگر ان لوگوں کے سامنے اس ذوق و مزہ کو سو طرح بیان کریں تو کیا فائدہ ہوگا۔

مور از شکر نہ چیند گو مچیں　　کور ار گوہر نہ بیند گو مبیں

(چیونٹی اگر شکر نہیں چنتی ہے کہدو نہ چنے اور اندھا اگر جواہرات نہیں دیکھتا تو کہدو نہ دیکھے)

اے بھائی! خط طویل ہو گیا باتیں کچھ زیادہ ہو گئیں کیونکہ صراحت کے ساتھ ہے۔

اے بھائی! ہمت بلند رکھیں کہ تمام دولتوں کی جڑ ہمت ہی ہے قِیْمَۃُ الْمَرْءِ ہِمَّتُہٗ (آدمی

کی قیمت اس کی ہمت کے بقدر ہوتی ہے۔) جس شخص کی ہمت دنیا طلبی کی ہے اسے مردار کا متلاشی کتا جان۔

چوں ز دل دنیات دور افگندہ نیست ‌ ‌ ‌ جائے تو جز دوزخ سوزندہ نیست

صد جہان علم با معنی بہم ‌ ‌ ‌ دوزخ آرد بار یا دنیا بہم

(جب کہ تیرے دل سے دنیا علیحدہ نہیں ہوئی ہے تو تیری جگہ دہکتے ہوئے دوزخ کے سوا اور کہیں نہیں ہے۔ اگر علم کے سو جہان معنی کے ساتھ بھی تیرے پاس ہوں تو اس علم کا ثمرہ دوزخ ہوگا یا دنیا) اور جس کی ہمت عقبیٰ ہے، اسے خواہشات، لذات و شہوات کا طالب و حریص جانو اور جس کی ہمت مولیٰ کی ہے اسے ایک انمول موتی جانو۔ اور درویش و مرد خدا جو تم نے سنا ہے وہ یہی لوگ ہیں جن کی زبان پر رات دن یہی رہتا ہے۔

دنیاست بلاخانہ و عقبیٰ ہوس آباد ‌ ‌ ‌ ما حاصل ایں ہر دو بیک جو نستانیم

ایں فتنہ بدنیا شد اُو غرہ بعقبیٰ ‌ ‌ ‌ ما فارغ ازیں ہر دو نہ اینیم نہ آنیم

(دنیا بلاؤں کا گھر عقبیٰ ہوس کی جگہ ہے میں ان دونوں کی تمام دولتوں کو ایک جَو کے عوض بھی نہ لوں۔ ایک دنیا کے فتنہ میں مبتلا اور دوسرا عقبیٰ کے غرور میں۔ ہم دنیا اور عقبیٰ دونوں سے فارغ ہیں نہ اُن میں ہیں نہ ان میں)

حق سبحانہ تعالیٰ اس فقیر کو اور آں برادر کو ان درویشوں، مردانِ خدا کے نعلین کی گرد اور جوتیوں کی خاک بنادے وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ الأجمعین۔ بمنہ وفضلہ بالنبی وآلہ اٰمین۔ یا رب العٰلمین اٰمین یا رب العٰلمین اٰمین یا رب العٰلمین اٰمین وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ أجمعین۔

والسلام

فقیر شرف منیری

❋

مکتوب ۴۳

ظاہری ملاقات کے ترک میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا صدر الدین کے نام۔

میرے دینی بھائی، سچے دوست مولانا صدر الدین دام فضلہ

بہت ساری دعائیں اور سلام وتحیت فراواں قدیم دوست احمد یحییٰ منیری ملقب بشرف کا نہایت ذوق

وشوق سے قبول کریں۔ واضح ہو، اس وقت قاضی زین الدین وہاں سے آئے ، صحت وسلامتی اور تمام کیفیتوں سے مطلع کیا، ایسا کہ آج تک کسی آنے والے کی زبانی وہاں کے احوال وکیفیات اس تفصیل و وضاحت سے نہیں سنا تھا۔ اللہ کا شکر اس کا احسان ہے۔ اور انھوں نے یہ بھی کہا کہ مولانا ملاقات کے لیے جلد ہی آنے والے ہیں شاید روانہ بھی ہو چکے ہوں۔ ہرگز نہیں مسافت کی دوری ہے آنے جانے میں صعوبت، سفر کی دشواریاں ہیں، سنا ہے آپ کے فرزندان چھوٹے ہیں آپ کے سوا ان کا کوئی اور غمخوار و نگراں نہیں ان کو چھوڑ کر آنا درست نہیں۔ نفل کے لیے واجب کا ترک کرنا وضع کے خلاف ہے۔ یہ اسی طرح کی چیز ہوئی کہ لوگ فرضوں اور واجبات کو ترک کر کے نفلی حج کے لیے چل پڑتے ہیں۔ اس کا پورا خیال رکھیں، شریعت کے حدود کی پوری نگہداشت کیجائے۔ برادر عزیز کی نیت اور قصد ہی کافی ہے جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

زانکہ ہر چیزے کہ سودائے تو آنست   چوں بمردی نقد فردائے تو آنست

(یہ اس لیے کہ آج جس چیز کی تجھے دھن اور لگن ہے کل قیامت کے دن وہ چیز تجھے حاصل ہوگی)

ملاقات جو فرقت کے بعد ہوتی ہے پھر اس ملاقات کے بعد ہی جدائی پیش آتی ہے تو ایسی ملاقات کا کیا اعتبار ہے بلکہ ایسے فراق کو موت سے بھی سخت تر کہا گیا ہے اَلْفِرَاقُ اَشَدُّ مِنَ الْمَوْتِ۔ ؎

لیس بین الموت والفراق فرق   کل حیي یموت عند الفراق

الم الموت ساعۃ ثم ینسی   وعذاب الفراق الحی باق

(موت وفراق کے درمیان فرق نہیں ہے جتنے زندہ لوگ ہیں وہ موت کے بعد جدا ہو جاتے ہیں، مرنے والے کی جدائی کی تکلیف وقتی یعنی کچھ دن کے لیے ہوتی ہے پھر بھلا دی جاتی ہے اور فراق کا عذاب وہ ہے جو زندگی بھر باقی رہتا ہے۔)

ملاقات ہوئے آہستہ آہستہ کچھ دن گذر گئے ہیں دونوں جانب کچھ سکون اور ٹھہراؤ ہو گیا ہے ملاقات کی لذت آخر کار جدائی کے درد میں منتقل ہو جائے گی۔ شاید میری اور آپ کی بھلائی اسی میں ہو اسی کو مدنظر رکھنا چاہیئے۔ ؎

ہر چہ در خلق سوزی و سازیست   اندراں مر خدائے را رازیست

(یہ جو انسانوں کے اندر تپش اور درد ہے اس میں خداوند تعالےٰ کا کوئی اہم ترین راز ہے)

صاحب شرع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے دعاالمسلم لاخیہ عن ظھر الغیب لا یرد (مسلمان کی وہ دعا رد نہیں ہوتی ہے جو وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے اس کے غائبانہ میں کرتے ہیں۔) اور دوسری حدیث، شرع کا فتویٰ ہے المرء مع من احب ہر شخص اپنے محبوب کے ساتھ ہے۔ محبت کے

قانون کے تحت، اس بنا پر عدم ملاقاتِ ظاہری اور جسمانی کی دوری کے باوجود تسلی و تسکین کی کوئی حد نہیں ہے۔ چنانچہ اسی معنی میں کہا ہے۔ ؎

ما نہ گدا ایم چو سلطانِ عشق　　　از مددِ حُسنِ تو سلطانِ ماست
در سحر از غیب شنیدیم دوش　　　درد و جہاں دردِ تو درمانِ ماست

(آپ کے حسن و جمال کی تاثیر و فیضان سے جب شہنشاہ عشق میرا بادشاہ ہے تو میں ہرگز بھیک منگا نہیں ہوں کل صبح کے وقت غیبی آواز میں نے سنی کہ آپ کا درد ہی دونوں جہاں میں ہمارا درمان علاج ہے)

والسلام
شرف منیری

*

مکتوب ۴۴

جاہ و مرتبہ کا ترک اور اللہ تعالیٰ کی بے نیازی میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا صدرالدین مذکور کے نام

میرے عزیز بھائی مولانا صدرالدین! دام فضلہ کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و تحیت قبول کریں۔ واضح ہو، اس سے قبل خطوط کے تحفے جو برادر عزیز کو بھیجے گئے تھے نہیں معلوم آپ تک پہنچے بھی یا نہیں۔ اس وقت ایک بہاری عزیز آئے انھوں نے کہا مولانا صدرالدین خیر و عافیت سے ہیں اور سنار گاؤں میں نائب قاضی کے عہدے پر فائز ہیں صحت و سلامتی کی خبر سے مسرت ہوئی لیکن قاضی کا عہدہ قبول کرنے کی خبر سے دل میں تکدر پیدا ہوا۔

اے بھائی! عمر پچاس ساٹھ کے قریب پہنچ گئی۔ اس عمر میں عہدۂ قضا اور درس و تدریس اور بحث و مباحثہ میں مشغول ہونے کا کیا موقع ہے سب کو آگ میں جھونک دیجیے، کتاب و کاغذ کو کنارے ڈال دیجیے، قلم توڑ ڈالیے دوات انڈیل دیجیے اپنے اصل کام کا غم کیجیے۔ جہاں تک ہو سکے اس میں کوشش کیجیے۔ اس ظلمت کدہ سے ایمان سلامت لیجائیے۔ ؎

ہر چہ جز حق بسوز غارت کن　　　ہر چہ جز دیں از و طہارت کن

(جتنی چیزیں حق سبحانہ تعالیٰ کے سوا ہیں سب کو تباہ کر دیجیے۔ دین کے علاوہ جو کچھ ہے اس سے طہارت کر لیجیے)
ارباب بصیرت کا قول ہے، آدمی کے لیے معرفت خداوندی کی علامت دنیا کا ترک ہے تو جہاں دنیا کا ترک ہے وہیں معرفت ہے اور جہاں پر دنیا کا ترک نہیں ہے معلوم ہوگیا کہ وہاں حصول معرفت بھی نہیں اس لیے کہ ترک دنیا اور معرفت حق سبحانہ تعالیٰ دونوں کلمۂ شہادت کا معنی ہیں۔ کہ کلمہ شہادت نفی واثبات سے مرکب ہے۔ نفی ترکِ دنیا ہے اثبات معرفت حق سُبحانہ تعالیٰ ہے تو جس نے دنیا کی نفی کی اس نے مکمل نفی کردی اور جس نے معرفت خداوند تعالیٰ حاصل کی اس نے کامل اثبات کرلیا۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا حقیقی اقرار یہی ہے نہ کہ عادت کے طور پر لا الٰہ الا اللہ کہنے کا کیا فائدہ۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

گر دلت آگہ ز معنیٰ آمدہ است کار دینت ترک دنیا آمدہ است

(اگر تیرا دل لا الٰہ الا اللہ کے معنی سے آگاہ ہے تو دین کا اصلی کام دنیا کا ترک کرنا ہے)

اے بھائی! اچھی طرح سمجھ لو کہ یہ دنیاوی جاہ و مرتبہ لو ہے کا زُنار ہے اس زنارداری کے ساتھ کسی کو دین حاصل نہیں ہوا اور اس کے ساتھ ساتھ وہ نفس کافر آدمیوں کی سرشت میں داخل ہے۔ وہ روزانہ ہزاروں بت کے آگے سجدہ کرواتا ہے ایسے میں اسلام اپنا جمال کب کسی کو دکھلاتا ہے۔ ؎

ازیں کافر کہ مارا در نہاد است مسلماں در جہاں کمتر فتاد است

(وہ نفس کافر جو ہماری بنیاد میں چھپا ہوا ہے، اس کی وجہ سے مسلمان جہاں میں خال خال رہ گئے ہیں)

کاش کہ ہرگز نہ زادی مادرم تا نکردی کشتہ نفس کافرم

(کاش میری ماں مجھے پیدا ہی نہ کرتی تاکہ میں اس نفس کافر کے ہاتھوں ہلاک نہ ہوتا)

اے بھائی! اس دور میں ہر شخص نے الّا ماشاء اللہ خود پرستی کو خدا پرستی کا نام دے رکھا ہے۔ قرآن فرماتا ہے اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَهٗ ھَوَاہُ (کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو دیکھتے ہیں جنھوں نے اپنی خواہشات کو خدا بنالیا ہے)، لیکن یہاں تو لوگوں کے کان بہرے ہیں کون سنتا ہے۔ دین کی قدر دین کے سرداران جانتے ہیں اور اس کافر نفس کی بت پرستی کی چھپی شرارتوں کو وہی لوگ پہچانتے ہیں۔ چنانچہ ایسی فریاد کرتے جیسے فریاد کہتے ہیں تم نے سنا ہے تمام اولیا و انبیا کے شہنشاہ لَوْلَاکَ لِمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ (اگر آپ نہ ہوتے تو آسمانوں کو ہم پیدا نہ کرتے) کے تاجدار کیا فرما رہے ہیں یَا لَیْتَ رَبَّ مُحَمَّدٍ لَمْ یَخْلُقْ مُحَمَّدًا (کاش محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رب محمدؐ کو پیدا ہی نہ کرتا) اور وہ جن کی دولت عظمیٰ لَوْ وُزِنَ اِیْمَانَ اَبِیْ بَکْرٍ مَعَ اِیْمَانِ اُمَّتِیْ لَرَجَحَ (اگر ابوبکرؓ کے ایمان کو میری تمام امت کے ایمان سے وزن کیا جائے

تو ابوبکرؓ کے ایمان کا پلہ جھک جائے) وہ کہتے ہیں کاش میں درخت کی پتیاں ہوتا کہ بھیڑ بکریاں کھا لیتیں، اور وہ جن کا امتیازی نعمہ اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا (ہم علم کے شہر ہیں اور علیؓ اس کے دروازہ ہیں) وہ کہتے ہیں اے کاش میں اپنی ماں کے جسم کا خون ہی رہتا۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

کاش کہ ہرگز نبودے نام من　　تا نبودے جنبش وآرام من

(کاش میرا نام ونشان ہی نہیں ہوتا تاکہ یہ حرکت وسکنت مجھ سے ظہور ہی میں نہ آتی)

وائے حسرت وافسوس، اے بھائی! ارباب معرفت اور اصحاب بصیرت کو خاتمہ کے خوف سے نیند، بھوک، قرار، سکون سب ختم ہے کہ معلوم نہیں قلم نے ازل میں کیا لکھا ہے۔ ایسے میں عہدہ قضا، درس وتدریس، کتاب وتکرار کسے یاد آسکتا ہے۔ آخر دیکھا ہے نا، آسمان کے نیلگوں گنبد میں جس کا مسند تدریس بچھایا گیا تھا اور عالم ملکوت کے تمام فرشتے اس کی شاگردی میں زانوئے ادب تہ کیے ہوئے رہتے تھے آخر اس کی پیشانی پر اِنَّ عَلَیْکَ لَعْنَتِیْ کا داغ لگا دیا گیا۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

صد ہزاراں سال طاعت کردنی　　طوق لعنت میکند در گردنی

(سو ہزار سال طاعت وعبادت کرتا رہا آخر گردن میں لعنت کا طوق ڈال دیا گیا)

اور وہ جو قوم بنی اسرائیل میں سب سے بڑا زاہد تھا جس کی دعائیں قبول کی جاتی تھیں، مستجاب الدعوات کہا جاتا تھا، زمین سے آسمان تک ہر چیز اس پر منکشف تھی اور اس امت کے چار سو فقیہ روزانہ اس کی شاگردی کرتے تھے آخر کتوں کے ساتھ ایک زنجیر میں باندھ کر کھینچا گیا۔ فَمَثَلُھُمْ کَمَثَلِ الْکَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَیْہِ یَلْھَثْ (اس کی مثال اس کتے کی ہے جس پر بوجھ رکھو جب بھی ہانپے اور نہ رکھو جب بھی) وہ زبانِ حال سے کہتا ہے۔ ؎

منکہ بر ابلیس لعنت کردمے　　خویشتن را شکر نعمت کردمے

من چہ دانستم کہ ایں بد میکنم　　روز وشب بر خویش لعنت میکنم

پائے تا سر عین حسرت گشتہ ام　　در ہمہ آفاق عبرت گشتہ ام

(میں نے ابلیس پر لعنت کی اور خود اپنے حال پر شکر کیا۔ مجھے کیا پتہ تھا کہ یہ گناہ میں ہی کروں گا۔ چنانچہ اب رات دن اپنے اوپر لعنت کرتا ہوں، سر سے پاؤں تک حسرت بن گیا ہوں اور سارے جہان کے لیے عبرت بنا ہوا ہوں۔)

کہتے ہیں ایک دفعہ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا، بتاؤ تم لوگوں کا کیا حال ہے؟ کہا یا رسول اللہ جب سے ہم لوگوں میں سے ایک کا وہ حال ہوا ہے، کسی کو بھی چین وآرام نہیں ہے۔ اے بھائی! یہاں کام بے علت وسبب ہوتے ہیں۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے

ایسے میں آرام دسکون کی کیا جگہ ہے۔ ملاءِ اعلیٰ کے مقربین جن کے لباس وجود پر لَا یَعْصُوْنَ اللہَ (اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے) کا نقش ہے اگر اس کی عظمت ان کی پیشانی پر قہر کا داغ لگائے تو یہ اس کا عدل ہوگا۔ اور پست و ذلیل لوگ جو کَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ٥ (بیشک وہ لوگ اس دن اپنے پروردگار سے حجاب میں ہوں گے) کی تحریر اپنی پیشانی پر رکھتے ہیں اگر اس کی عزت ان کے سروں پر قبولیت کا تاج رکھ دے تو یہ اس کا فضل ہوگا۔

ڈرتے رہنا چاہیئے اور اپنے کام کا غم کرنا چاہیئے۔ ابھی موقع ہے اس فرصت کو غنیمت جانو اس کے بعد حسرت وندامت وپریشانی سے کیا فائدہ ہوگا۔ یہ چند روز جو عمر باقی ہے جہاں تک ہوسکے اس کو اصل کام کے حصول میں صرف کریں۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

آنچہ تو جوئی دریں رہ آں دہد کفر ورزی کے ترا ایماں دہد
خواجہ بس کور است ناقد بس بصیر ہرچہ خواہی بردخواہد گفت گیر

(اس راہ میں جو تو ڈھونڈتا ہے وہی دیتے ہیں۔ تو نے کفر کی کمائی کی پھر تجھے ایمان کیوں دیں۔ جناب والا بھی اندھے ہیں اور پرکھنے والے بھی اندھے ہیں جو کچھ تو لینا چاہے گا، وہ کہیں گے لے لو۔)

والسلام

خاکسار شرف منیری

مکتوب ۴۵

دین کا غم اور حکم ازلی سے خوف میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا صدر الدین مذکور کے نام۔

برادر عزیز الوجود مولانا صدر الملت والدین، اللہ جل شانہ آپ کو علماء آخرت میں داخل فرمائے اور دنیادار علماء کی صحبت سے اپنے پناہ میں رکھے۔ کاتب مکتوب شرف منیری کے سلام ودعا کیلئے مخصوص دو تین خط برادر عزیز کو لکھے گئے معلوم نہیں پہنچے بھی یا نہیں؟ اے بھائی! علوم تو بہت ہیں اور ہم لوگوں کی عمر تھوڑی ہے۔ یہ مختصر سی عمر تمام علم کے حصول کے لیے کافی نہیں۔ فرض تو بس اسی مقدار

میں ہے جس سے عمل کی درستگی ہو سکے قیامت کے دن عمل کی پرسش ہوگی اس علم کی نہیں جو بہت زیادہ یعنی گدھے کا بوجھ ہو کَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا شکایت تو آخر اسی گروہ علماءِ آخرت سے متعلق ہے۔

ایک عزیز نے کہا ہے۔ ؎

چو علمت ہست با علمت عمل کن — پس از علم و عمل اسرار حل کن
ترا با علم دیں یک ذرہ کردار — بسے بہ زانکہ علم دیں بخروار
برو کارے بکن کیں کار خام است — زعلم دیں ترا حرفے تمام است

(جب تمھارے پاس علم ہے تو اپنے علم کے ساتھ عمل کرو اور پھر اس علم و عمل کے بعد رموز و اسرار معلوم کرو۔ تحصیل علم دین کے ساتھ عمل کا ایک ذرہ اس علم دین سے جو ڈھیروں ہو کہیں زیادہ بہتر ہے۔ جاؤ! کام کو پختہ کرلو کیونکہ اب تک جو کچھ تم نے کیا وہ خام ہے، دین کے علم سے ایک حرف ہی تمھارے لیے کافی ہے۔) یہ شکایت اور بیان خود علم دین والے اور علماء آخرت کے بارے میں ہے علماء دنیا کس شمار میں ہیں ان سے تو ایسے بھاگو جیسے شیر اور سانپ سے بھاگتے ہو۔ اور یہ حکایت تم نے سنی ہے کہ ایک بزرگ نے شیطان کو دیکھا بیکار بیٹھا ہوا ہے۔ انھوں نے کہا بڑے تعجب کی بات ہے تو اور بیکار؟ اس نے کہا جی ہاں علماء دنیا پیدا ہو گئے ہیں اب میرے لیے کوئی کام نہیں رہا ہے۔

ایک صاحب عزت نے ان کے بارے میں کہا ہے۔ ؎

ماہ رویاں تیرہ ہوشانند — جاہ جویاں دیں فروشانند
سیر باغ و گل و زمیندارند — کے دل و عقل و شرع دیں دارند
ہمہ در علم سامری وارند — وز بروں موسیٰ وز دروں مارند
از رہ شرع و شرط برگشتہ — تشنۂ خون یک دگر گشتہ

(چاند سے چہرہ والے (طالب خدا) ہوش کھوئے ہوئے ہوتے ہیں، جاہ و مرتبہ کے طالب دین فروش ہوتے ہیں۔ یہ علماء دنیا باغ باغیچہ رکھنے والے زمیندار ہیں ان کے پاس دل، عقل اور شرع کہاں ہے یہ دین دار کب ہوتے ہیں۔ یہ سب کے سب علم میں سامری کی طرح ہیں ظاہر میں موسیٰ کے جیسے بنے ہوئے ہیں اور اندر سے سانپ ہیں شریعت کی راہ اور اس کے شرائط سے پھرے ہوئے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں۔)

اے بھائی! راہ غیر مامون، منزل بہت دور، جسم لاغر، دل کمزور اور بے سہارا اور فرصت بہت کم۔ ایسے میں یہاں آرام و قرار کی کون سی جگہ ہے، یہاں درس و تدریس و تکرار، جبہ و دستار کی کون سی جاہ ہے سب کو آگ میں جھونک دو اور اپنے غم و اندوہ و الم میں لگ جاؤ۔

ایک شخص نے خواجہ ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے کہا میں چاہتا ہوں کہ آپ سے علم طریقت کی باتیں

سنوں - فرمایا اے بیٹے ! مدت ہوئی کہ اپنے رنج والم اور افسوس وغم میں بیٹھا ہوں ۔ اس نے پوچھا حضرت یہ کیوں ؟ فرمایا اس لیے کہ جب فرشتہ نے ماں کے پیٹ میں میری شکل مکمل کرلی تو پوچھا الٰہی اس بندہ کو سعید لکھوں یا شقی ؟ نہیں معلوم اس وقت جواب کیا آیا اور جب ملک الموت کہیں گے اس بندہ کی جان سعادت پر قبض کروں یا شقاوت پر ؟ یہ بھی نہیں معلوم کیا جواب آئے گا ۔ اور جب قیامت کے دن فرشتہ پوچھے گا ، خدایا اس بندہ کو بہشت کی طرف لے جاؤں یا دوزخ کی سمت ؟ پتہ نہیں جواب کیا ہوگا ۔

اے بھائی ! دین کی اس راہ میں سارے جہان کے عبادت گذار اور زاہد ان اِنَّ اللهَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ (بیشک اللہ تمام عالم کے لوگوں سے بے پرواہ ہے) کی تیغ بے نیازی کی ہیبت و دہشت سے حیران و پریشان ہیں اور سارے عالم کے صدیقین یَسْاَلُ الصّٰدِقِیْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ (اللہ پوچھے گا صدیقوں سے ان کے صدق کے بارے میں) کی تنبیہ و سیاست سے لرزہ براندام اور خائف ہیں اور پھر طاعت و بندگی کے تمام ذخیرے جان کنی کے وقت وَقَدِمْنَا اِلٰی مَا عَمِلُوْا (حوالہ کردیا ان کے اعمال کیطرف) کے طوفان بے نیازی میں اڑا دیئے جاتے ہیں اور اس کے بعد وہ سینے جو ذکر و فکر سے آباد ہیں سکرات موت میں وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللهِ مَالَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ (اللہ کی طرف سے ان پر ظاہر ہوا وہ جس کا ان کو گمان نہ تھا) سے ویران کردیئے جاتے ہیں ۔ اور کبھی معلم الملکوت کو جو سات سو ہزار سال تک اس بارگاہ میں معتکف رہا فرشتوں کی پاکبازی کا لباس اتار کر اِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِیْ (بیشک تجھ پر میری لعنت ہے) کا داغ اس کی پیشانی پر لگا دیا جاتا ہے اور کبھی بلعم باعور کو جو اپنے وقت کا ایک اہم فرد تھا اسم اعظم کا خلعت و انعام رکھتا تھا مسجد سے باہر نکال کر کتوں کے قطار میں باندھ دیا جاتا ہے فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ ولن تحمل عليه يلهث (اس کی مثال کتے کی ہے اس پر بوجھ رکھو یا نہ رکھو وہ ہانپتا ہی رہیگا ۔)

بے نیازیش راچہ کفر چہ دیں ۔۔۔ بے زبانیش راچہ شک چہ یقیں

چہ مسلماں چہ گبر بر در او ۔۔۔ چہ کنشت و چہ صومعہ در براد

(اس کی بے پروائی کے آگے کفر کیا اور دین کیا اس کی خاموشی کے آگے شک کیا اور یقین کیا ۔ اس کی بارگاہ بے نیازی میں کیا مسلمان اور کیا گبر اس کے نزدیک کیا آتش کدہ اور کیا عبادت خانہ)

اے بھائی ! دین حق کی راہ ایسی آسان نہیں جیسا کہ اکثر وبیشتر لوگ سمجھتے ہیں دین حق کی راہ وہ راہ ہے جس میں نوازش کے ساتھ قہر ملا ہوا ہے اور ہر کے ساتھ نوازش کی آمیزش ہے دین کی راہ میں جس طرح ممبر رکھے گئے ہیں اسی طرح دار بھی نصب کیے گئے ہیں قَبِلَ من قبل بِلَاعِلَّةٍ جیسے مقبولوں کو بلا سبب قبول کرنے کا دستور جاری ہے ۔ اسی طرح رَدَّ مَنْ رَدَّ بِلَاعِلَّةٍ مردود

کو بلا علت رد کرنے کا اصول بھی رائج ہے۔ یہاں آرام وسکون کا کون سا موقع ومحل ہے۔ ؎

بر در بے نیازی از کہ و مہ — گر تو باشی و گر نہ باشی چہ

پارسا گر بہ است او را بہ — بادشاہ گر بد است او را چہ

(اس کی بے نیازی کی درگاہ میں تو عوام میں سے رہے یا خواص میں سے اسے اس سے کیا۔ پارسا اگر بہتر ہے تو خود پارسا کے لیے بہتر ہے۔ بادشاہ اگر برا ہے تو اس کی اسے کیا پرواہ ہے۔)

نقل ہے کہ رسالت پناہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے جناب جبرئیل علیہ السّلام سے پوچھا۔ اے بھائی! تم لوگوں کا کیا حال ہے؟ کہا یا رسول اللہ جب سے ہم لوگوں میں کا ایک راندہ گیا ہے ہم میں سے کسی کو آرام و سکون میسّر نہیں ہے۔ ؎

صُنع او عدل و حکمت است جلی — مکر او قہر و قدرتست خفی

(اس کی کاریگریاں، اس کا عدل، اس کی حکمت سب نمایاں اور ظاہر ہیں۔ اس کے کرشمے اس کا قہر اس کی قدرت سب پوشیدہ اور خفا میں ہیں)

اس کی قہاری اور جباری کو جہاں تک تم بیان کر سکتے ہو اس سے سولاکھ گونا زیادہ ہے اور اس کی کبریائی و بے نیازی کی بھی کوئی حد نہیں جتنا کہو اس سے سولاکھ درجہ زیادہ ہے۔ عند کبریائہٖ واستغنائہٖ أن یکون العبد فوق العرش أو تحت الثریٰ (اس کی کبریائی واستغنا کے نزدیک یکساں ہے کہ بندہ عرش پر ہو یا تحت الثریٰ میں رہے) اگر سارے عالم کے لوگ صدیق اکبرؓ ہو جائیں تو اس کی استغنائی کو کیا اور اگر سارا جہاں فرعون ونمرود جیسے ہو جائیں تو اس کی بے نیازی کے آگے کیا ہے۔ یَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ (وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو ارادہ کرتا ہے اس کا حکم دیتا ہے) ایسے میں کہنے سننے اور کچھ بولنے کا کیا موقع ہے، نیند، بھوک اور آرام وچین کا کون سا محل ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

در خواب چہ ماندستی از غفلت و بیہوشی — بیدار شو اے ناداں پندار چہ می باشی

ماندند ہمہ یاراں در عالم دانائی — خلوت کن و بیخود شو با مار چہ می باشی

(غفلت و بے ہوشی سے خواب میں کیا پڑا ہوا ہے، اے ناداں ہوشیار ہو جا گھمنڈ اور غلط گماں میں کیا رہتا ہے۔ تمہارے یہ سارے دوست اپنی چالاکیوں سے داؤ میں لگے ہوئے ہیں ان سب سے علیٰحدہ اور کنارہ کش ہو جا سانپ کے ساتھ رہنا کیا ہے)

نقل ہے کہ جب تمام نبیوں اور ولیوں کے شہنشاہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام رسالت کی تبلیغ سے فارغ ہوتے، عصمت کا کمر بند کھولتے، نبوت کا تاج سر سے اتارتے اور عجز و بے چارگی کی زبان کھولتے اور فرماتے: الٰہی، ذَنْبِیْ عَظِیْمٌ وَلَا یَغْفِرُ الذَّنْبَ الْعَظِیْمَ اِلَّا الرَّبُّ الْعَظِیْمُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنْ عُتَقَائِكَ وَطُلَقَائِكَ وَمُجَرَّاتِكَ مِنَ النَّارِ (اے میرے اللہ، میرے گناہ بہت بڑے ہیں اور بہت

بڑے گناہ کو بہت بڑا رب ہی معاف کر سکتا ہے (اے اللہ! تو مجھکو اپنے پرندہ عنقاء کی طرح پر پرواز اور گناہوں بے داغ اور جہنم کی آگ سے آزاد بنا دے) اس وقت آسمان کے مقربین اور زمین کے صدیقین اپنی نجات سے دل برداشتہ ہو جاتے اور اپنی رہائی سے ہاتھ دھو لیتے اور کہتے کہ جن کا یہ فرمان ہے "اَنَا اَعْرِفُکُمْ بِاللّٰہِ وَاَخْشَاکُمْ بِاللّٰہِ (میں تم میں سب سے زیادہ اللہ کا عارف ہوں اور اللہ سے ڈرنے والا ہوں)" ان کی یہ مناجات ہے تو ہم لوگ کس شمار میں ہیں" اسی کو کہا ہے۔ ؎

بر در حق بگرد زور مگرد　　که بزاری شوی دریں ره مرد
هست با حکم قهر یزدانی　　تا توانی نگر که نادانی!

(حق سبحانہ تعالیٰ کے در پر گردن جا طاقت نہ دکھلا کیونکہ اس راہ میں انکساری عاجزی سے آدمی مرد بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ اس کا قہر ملا ہوا ہے، جہاں تک ہو سکے اس میں تو غور کر کیونکہ اسے تو نہیں جانتا) چوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہاں کے عارفوں کے سردار ہیں لازماً آپ کا خوف بھی زیادہ ہے جو جتنا بڑا عارف ہوگا اس کا خوف بھی اتنا ہی زیادہ ہوگا۔ ؎

تا یار شود ترا خریدار　　خود را تو بقصد بے بہا کن

(تو اپنے آپ کو قصداً بے قیمت بنا دے تاکہ محبوب خود تیرا خریدار ہو جائے)

حق سبحانہ تعالیٰ کے تمام طالبین اور صاحبان دین کے خوف کا یہی حال ہے اور ان کی یہی صفت ہے جو لکھی گئی ہے۔ ہم کو اور تم کو جسے دین کا درد ہی نہیں ہے تو حق تعالیٰ کی طلب کہاں سے پیدا ہوگی۔ یہ جو سارا چین و آرام ہے یہ سب اسی وجہ سے ہے کہ ہم لوگوں کے حصہ میں غفلت و جہالت کے سوا اور کچھ نہیں　اَللّٰھُمَّ اَغِثْنَا اَللّٰھُمَّ اَغِثْنَا بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ۰ ؎

یارب از دست وز بانم باز خر　　دست در نہ وز جہانم باز خر
چوں سیه آمد مرا رنگ گلیم　　تو سپیدش کن چو مویم اے کریم
از در خویشم مگرداں نا امید　　از سر لطفے سیاہم کن سفید
گر در آید یک نسیم از سوئے تو　　پائے کوباں جاں دہم در کوئے تو

(اے میرے پروردگار جو کچھ میرے ہاتھ اور زبان سے صادر ہوا ہے ان سب کو خرید لیجیے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیجیے اور سارے جہاں سے چھڑا کے اپنا بنا لیجیے۔ جب میرے کمبل کا رنگ میل سے سیاہ ہو گیا ہے آپ اپنے کرم سے میرے بالوں کی طرح سفید کر دیجیے۔ اے کریم۔ اپنے در پاک سے نا امید مت لوٹائیے اپنے لطف خاص سے میرے کالے نامہ اعمال کو سفید بنا دیجیے۔ اگر آپ کی جانب سے ہوا کا ایک جھونکا آجائے تو میں رقص کرتا ہوا آپ کی گلی میں جان دے دوں) ❁

والسلام
شرف منیری

مکتوب ۴۶

مصیبت میں صبر اور بلاؤں کی برداشت میں

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

ملک خضر کے نام

ملک خضر سلمہٗ اللہ   السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اے بھائی! حدیث شریف میں بطور تذکرہ اللہ تعالیٰ سے ہے کہ سب سے پہلی جو چیز لکھی گئی وہ یہ تھی اِنِّی اَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا مَن لَّم یَرضِ بِقَضَائِی وَلَم یَشکُر عَلٰی نَعمَائِی وَلَم یَصبِر عَلٰی بَلَائِی فَلیَطلُب رَبًّا سِوَائِی۔ (یعنی یہ درست ہے اور سچ ہے کہ خدا میں ہی ہوں، میرے سوا کوئی خدا نہیں، میرا حکم ہے جو میری مرضی پر راضی نہ ہو اور میری نعمتوں پر شکر نہ کرے اور میری بلاؤں پر صبر نہ کرے تو اس سے کہہ دو کہ میرے سوا کوئی دوسرا خدا تلاش کرلے) اصحاب بصیرت، ارباب طریقت اس حدیث کی ہیبت اور تنبیہ سے ہر لحظہ یہی چاہتے ہیں کہ نیست و پست معدوم ہو جائیں لیکن عدم کی راہ جب بند ہے تو کیا کریں سب کے سب آخر یہی کہتے ہیں۔ ؎

درد تو دوا شد است مارا   خاک تو بہا شد است مارا

از بہر تو ام بدادن جاں   از دیدہ رضا شد است مارا

(آپ کا دیا ہوا درد ہی میری دوا ہو گیا ہے آپ نے مٹا کر خاک کر دیا یہی آپ کی خاک میری قیمت ہو گئی ہے۔ میری جان تو آپ پر قربان ہونے کے لیے ہے۔ بسر و چشم آپ کی خوشنودی مری رضا ہو گئی ہے)

جسم و جان سب اس کے آگے ڈال دیتے ہیں اور کہتے ہیں ؎

جانی دارم کہ بار عشق تو کشد   تا در سر کارت نشود نگریزم

(میری جان تو وہ ہے جو آپ کے عشق کا بار اٹھائے جب تک یہ آپ کے کام نہ آجائے اس وقت تک میں ہٹنے والا نہیں)

اے بھائی! بندہ اس کی قضا سے راضی ہو یا نہ ہو تقدیر بدلنے والی نہیں ہے۔ بیقراری اور گھبراہٹ

خود مستقل ایک مصیبت ہے۔ فَلْیَطْلُبْ رَبًّا سِوَائِیْ (میرے سوا کوئی اور رب ڈھونڈ لو) کا خوف وخطر ہر وقت لگا ہوا ہے۔ ہر وقت ہمہ دم باخبر اور ہوشیار رہو، زہر دیں تو شربت کا پیالہ سمجھ کر نوش جاں کر لو، اور مردانِ دین کی اقتدا کرو۔ دنیادار مخنثوں ہیجڑوں کی نہیں۔ لو ایک شعر سنو۔ ؎

عاشقان نقلِ غمت با بادۂ احمر خورند گرچہ غم تلخ است بریادِ تو چوں شکر خورند

(عشاق آپ کے دیئے ہوئے غم کو سرخ شراب کے ساتھ گزک اور نقل کی جگہ کھاتے ہیں، اگرچہ غم تلخ ہی ہے، لیکن آپ کی یاد و مشاہدہ میں مثل شکر کھاتے ہیں) اور اس قطعہ کو دیکھو ؎

گویند ترا کہ با غم دوست ایں صبر چو صبر چوں گوارد
بیمار بطمع تندرستی گر زہر خورد شکر شمارد

(مجھ سے کہتے ہیں محبوب کے غم کے ساتھ یہ صبر جو ایلوا مصبر کے مانند ہے کیسے گوارا کر لیتے ہو؟ مریض تندرستی کی ہوس میں زہر کو شکر سمجھ کر کھاتا ہے)

جو شخص اللہ کی قضا اور تقدیر پر نگاہ رکھتا ہے وہ مشاہدہ حق سبحانہ تعالیٰ میں مشغول رہتا ہے، اگر دونوں جہاں کی بلائیں اس پر ڈال دی جائیں تو یوں سمجھو پہاڑ پر ایک ذرہ کے برابر ہے، اسی کو کہا ہے

آنکہ از تیر او شرف دارد دیدگاں از پے ہدف دارد

(جو اس کے تیر کھانے کا شرف رکھتا ہے وہ اپنے دونوں دیدے اس کے نشانہ کے لیے کھلا رکھتا ہے)

اور جس کی نگاہ خود اپنی سمت ہو وہ خود بینی میں مشغول ہے بلا و مصیبت کا ایک ذرہ اس کے لیے ویسا ہے جیسے ایک تنکے پر پہاڑ آپڑا ہو۔

ایک شخص عاشقی کے الزام میں گرفتار کیا گیا، پانچ سو ڈنڈا کھانے کی سزا دی گئی، چنانچہ اس پر جب بھی ڈنڈے پڑتے تھے تو وہ ہنستا تھا لوگوں نے اس سے کہا یہ ڈنڈا کھانا اور اس پر ہنسنا عجب تماشہ کی بات تھی۔ اس نے کہا، جس وقت مجھ پر ڈنڈے پڑتے تھے میری معشوقہ میرے سامنے موجود تھی میں اس کے جمال کے مشاہدہ اور اس کے حسن کے نظارہ میں مستغرق تھا۔ نہ مجھے ڈنڈا پڑنے کی خبر ہوئی اور نہ درد کا احساس تھا۔ اسی کی طرف یہ اشارہ ہے۔ ؎

انیکہ انیک بر سر کوئے تو زارم میکشد گر زکشتن باز نستانی بیا بارے ببیں

(دیکھیے یہ دیکھیے! آپ کے کوچہ میں مجھے کس بری طرح قتل کرتے ہیں، اگر قتل کے بعد بھی آپ مجھے لینا نہیں چاہتے تو آجائیے، کم سے کم ایک نظر مجھے دیکھ تو لیجیے۔)

اس تقریر پر مصر کی عورتوں کا قصہ شاہد ہے۔ جانتے ہو صبر کی تعریف کیا ہے؟ ہر وہ بلا اور ناخوشگوار

امر جو بندہ پر آئے اس سے وہ رنجیدہ اور ناخوش نہ ہو۔ ؎

ہر بلائے کہ جاں نماید ازو در یکے وز ہزار شاید ازو

(ہر وہ بلا کہ جس کو جان سے کام ہے ہزاروں جان میں سے وہی ایک جان اسے چاہیئے۔)

وَلِلّٰہِ مَا اَعْطٰی وَلِلّٰہِ مَا اَخَذَ فَمَنْ اَنْتَ فِی الْبَیْنِ جو دیا ہے وہ اللہ ہی کا دیا ہوا ہے اور جو اللہ نے لے لیا وہ اسی کا ہے تو درمیان میں کون ہوتا ہے۔ ؎

گر ز ضرب او جراحت نبودت تا ابد امید ناحت نبودت

گہ ز ضرب اُو جراحت می رسد گہ ز مرہم نیز راحت می رسد

(اگر اس کی مار سے زخم تجھے نہ آئے تو ابد تک راحت کی امید تجھے نہیں ہونی چاہیئے۔ کبھی تو اس ضرب سے زخم پہنچتے ہیں اور کبھی مرہم سے آرام بھی ملتا ہے۔)

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اَلصَّبْرُ مِنَ الْاِیْمَانِ بِمَنْزِلَۃِ الرَّاْسِ مِنَ الْجَسَدِ (ایمان کے لئے صبر سر کے درجہ میں ہے) اور یہ جانتے ہو کہ بغیر سر کا جسم کسی کام کا نہیں ہوتا اسی طرح بغیر صبر کے ایمان ہوتا ہے۔

اے بھائی! بلا کی تہہ میں سب کچھ ہے طریقہ کار اسی طرح جاری ہے کہ ساری دولت بلا کے پردہ میں رکھی گئی ہے۔ اسی کو کہا ہے ؎

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است زیر آں گنج کرم بنہادہ است

(جتنی بلائیں اس قوم کو دی گئی ہیں ان کے تہہ میں اس کے کرم کا خزانہ چھپا ہوا ہے۔)

سچے مومن بن جاؤ اور ایمان کی پوری نگہداشت و حفاظت جان کی طرح کرو جان کیا چیز ہے بلکہ زن، فرزند گھر بار اور خود کو ایمان پر قربان کر دو۔ اسی معنی میں کہا ہے۔ ؎

کار عالم زادن است و مردن است کہ پدید آوردن و گہ بردن است

لا جرم ایں کار بے پایاں فتاد تا ابد ایں درد بے درماں فتاد

(دنیا کا کارخانہ پیدا ہونا اور مرجانا ہے کبھی آجانا اور کبھی چلے جانا ہے اس کام کا یقیناً کوئی انتہا نہیں ہے ابد تک اس درد بے درماں کو یوں ہی جاری رہنا ہے۔)

حدیث شریف میں ہے۔ اَلْاِیْمَانُ نِصْفَانِ نِصْفُہٗ شُکْرٌ وَنِصْفُہٗ صَبْرٌ۔ یعنی ایمان کے دو حصے ہیں ایک نعمت میں شکر ادا کرنا اور دوسرا بلا میں صبر کرنا۔ آزمائش کی بھی

دو قسم ہیں ایک نعمت کے ذریعہ دوسرے بلا کے ذریعہ۔ اگر نعمت کے ذریعہ آزمائش ہوتی ہے تو شکر کا مطالبہ ہوتا ہے اور اگر بلا و مصیبت سے آزماتے ہیں تو صبر کا مطالبہ کرتے ہیں اگر بندہ نعمت میں شکر اور بلا میں صبر کرتا ہے تو سمجھ لو کہ اس کے پاس ایمان ہے دعویٰ ایمان کے ساتھ جہاں یہ صفتیں نہ ہوں تو سمجھ لو کہ محض دعویٰ اور گھمنڈ ہے ایمان نہیں۔ اور بغیر دلیل کے محض دعویٰ جھوٹ ہوتا ہے یہ مثل سُنی ہوگی کُلُّ مُدَّعٍ کَذَّابٌ اسی کو کہا ہے۔ ؎

ناکساں را بلطف خود کس کرد شکر و صبرے زبندگاں بس کرد

(وہ بیچارے جو کسی شمار میں نہ تھے ان کو اپنے لطف سے قابل قدر بنا دیا اور بندوں سے محض صبر و شکر کا مطالبہ کیا اور بس۔)

بزرگوں نے جناب ایوب علیہ السلام کے فریاد کی تصریح یوں کی ہے کہ جناب ایوب علیہ السلام پر متواتر بلاؤں کا نزول تھا جب تک جسم پر گوشت کا حصہ رہا کوئی فریاد نہیں کی جب بدن پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہیں رہا بلا انتہا کو پہنچ گئی خوف اس کا پیدا ہوا کہ جب بلا ختم ہوگئی تو عطا و نوازش بھی زائل ہو جائے گی بلا کے خاتمہ سے نہیں بلکہ عطا و نوال کے زوال سے فریاد کی اور کہہ اُٹھے اِنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ (اے میرے رب بیشک میں نقصان میں ہوں آپ ارحم الراحمین ہیں) اسی معنی میں کہا ہے۔ ؎

گر شراب لطفِ او خواہی مدام قطع کن وادی قہر او تمام

زاں کہ تا ایں نبودت آں نبودت بے بلا و درد درماں نبودت

(اگر تم اس کے لطف کی شراب کے خواہاں ہو تو اس کے قہر کی وادی پورے طور پر طے کر لو۔ اس لئے کہ جب تک تم سے یہ نہیں ہوتا وہ بھی نہ ہوگا سمجھ لو بغیر رنج و غم اٹھائے تمہارے درد کا درماں بھی نہیں ہوتا۔)

نقل ہے سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے مری خوشی بلا و مصیبت اختیار کرنے میں اس حد تک ہے کہ اگر مجھے دوزخ میں ہمیشہ رکھیں تو میں اس شخص سے زیادہ فرحت و شادمانی میں رہوں کہ جس کو اعلیٰ علیین پر پہنچا دیں۔

اور امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ قیامت کے دن اگر مجھے جنت و دوزخ میں اختیار دیدے تو میں دوزخ قبول کروں اس لئے کہ بہشت میری مراد ہوگی اور دوزخ میں

بھیجنا محبوب کی مراد ہے اور راہ محبت میں شرط ہے کہ محب اپنی آرزو پر محبوب کی آرزو کو قبول کرے۔ سبحان اللہ! اس خدا جل وعلا کے کیسے کیسے بندگان ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

شرح دادن حال عشق عاشق جاوداں   از عبارت برتراست و از بیاں
گر زبان گردد دو گیتی سالہا   ہم نیارد داد شرح ایں حالہا

(عاشقانِ زندہ جاوید کے حال کی تشریح کرنا عبارت و بیان سے بالا تر ہے۔ اگر یہ دونوں جہاں سالہا سال زبان بن کران کے احوال کی شرح کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے ہیں۔)

ایک دفعہ ایک شخص حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئے عرض کی یارسول اللہ انی احب اللہ میں خدا سے محبت کرتا ہوں ارشاد ہوا اِسْتَعِدَّ لِلْبَلَاءِ بلا کے لئے آمادہ رہو ایک دوسرے شخص اٹھے اور گذارش کی یارسول اللہ اِنِّی اُحِبُّكَ میں آپ کو محبوب رکھتا ہوں فرمان ہوا فقر و غریبی کے لیے خود کو تیار رکھو۔ وہاں بلاء آزمائش کے لئے آمادہ رہنے کا حکم ہوا یہاں غریبی و درویشی کے لیے تیار رہنے کا زمان ہے بلاء و آزمائش حق سبحانہ تعالےٰ کا طریقہ ہے فقر و درویشیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حسنہ میں ہے' ہر ایک کا معاملہ اس کی اپنی صفت کے مطابق ہوتا ہے۔ ؎

گر ترا خواہی تا شوی مرد اے پسر   ہیچ درماں نیست جز درد اے پسر

(اے لڑکے! اگر تری خواہش مرد بننے کی ہے تو درد سہنے کے سوا کوئی دوسری تدبیر نہیں ہے بیٹے)

اِنَّ اللّٰہَ یجرب المومن بالبلاء کما یجرب احدکم الذھب بالنار (بیشک اللہ تعالےٰ مومن کو بلا میں ڈال کر جانچتا ہے جس طرح تم میں کا کوئی شخص سونا کو آگ میں ڈال کر پرکھتا ہے) اَلْبَلَاءُ مُوَکَّلٌ بالانبیاء ثم الاولیاء یعنی آزمائش انبیاء پر پھران کے بعد اولیاء پر مقرر ہے۔ ؎

داری سرما وگرنہ دور از سرما   ما دوست کشیم و تو نداری سرما

(اگر تیرے سر میں میرا سودا ہے تو ٹھیک ورنہ مجھ سے دور رہ ہم دوستوں کو قتل کرتے ہیں اور تیرے پاس میرے لائق سر نہیں۔)

تمام چیزیں راحت و آرام سے بقا پاتی ہیں اور بلا و مصیبت سے تہس نہس ہو جاتی ہیں لیکن محبت کا معاملہ اس کے برعکس ہے کیوں کہ محبت کی غذا ہی رنج و غم ہے۔ مصرعہ

بکسے دہ کہ محبت نہ بخشیدہ است

(حلوہ اسے دیجئے جس نے محبت کا مزہ نہ چکھا ہو۔) بندہ نے جس وقت لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہا سب سے منہ موڑ لیا اور خدا اور اس کے رسول کی محبت کا دعویٰ کیا تو اس کے لئے دلیل و برہان لازمی و ضروری ہے اس کے بغیر چارہ نہیں محض دعویٰ پر کسی کو بغیر دلیل و برہان کے نہیں چھوڑا گیا ہے اور اس دعویٰ کی دلیل وہی نعمت کا شکر اور بلا پر صبر ہے۔ ؎

ناکساں را بہ لطف خود کس کرد   شکر و صبرے ز بندگان بس کرد

(بے قدروں کو اپنے لطف خاص سے قابل قدر بنا دیا اور بندوں کی جانب سے صبر و شکر پر اکتفا کیا۔)

اے بھائی! اس بارگاہ پاک میں اور اس کی مملکت میں کوئی شخص بھی محب، معزز، مکرم، اور بزرگ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر نہیں اور کوئی فرزند، معزز، عالی وقار، صاحب عزو شرف امیر المومنین حسن و حسین رضی اللہ عنہ سے زیادہ نہیں ہے۔ (ان کی مصیبت دیکھو) اگر مصیبت کی گھڑی میں شیطان بہکائے، نفس وسوسہ ڈالے تو اس وقت اس کو دیکھو اس پر غور کرو جو کہا گیا ہے کہ مَنْ اَصَابَتْہُ مُصِیْبَۃٌ فَلْیَذْکُرْ مُصِیْبَتِیْ جس کسی کو کوئی مصیبت پہنچے تو اس سے کہو وہ میری مصیبتوں کو یاد کرے۔ اس حدیث کا اشارہ اسی طرف ہے کہ مومن کے لئے اس بارے میں اتنا ہی کافی ہے۔ اس خط کے لکھنے سے مقصود یہی ہے کہ برادر عزیز کے دل کو تسکین و تسلی ہو اگرچہ برادر عزیز کی قوت پر پورا اعتماد ہے بایں ہمہ اس کے مطالعہ سے مدد و اعانت ہوگی اور شیطانی وسوسہ کے دفع کرنے میں طاقت ملے گی بار بار اس مکتوب کو پڑھیں اور اس خط کی ایک نقل نظام الدین کی والدہ غفر اللہ لہ کو بھیجدیں۔

والسلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۴۷

خوشنودی وناخوشنودی کی شناخت اور علم کی طلب وخلق خدا کو راحت پہنچانے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ملک خضر کے نام

برادر عزیز کو کاتب مکتوب شرف منیری کا خصوصی سلام و دعاء

اے بھائی! عارفوں کا قول ہے اگر تم یہ جاننا چاہو کہ خداوند تعالےٰ تم سے خوش ہے یا ناخوش تو اپنے اعمال کا جائزہ لو، تمہارے تمام کام طاعت ہی طاعت ہیں یا سب کے سب معصیت وگنہگاری کے ہیں یا نیکی وبدی ملی جلی ہے اگر تمہارے تمام افعال طاعت ہیں تو یہ اللہ تعالےٰ کی خوشنودی کی علامت ہے اور اگر تمہارے تمام کام برے وگناہ کے ہیں تو اللہ تعالےٰ تم سے ناخوش ہے اس لئے کہ ناخوشنودی کی نشانی گنہگاری ہے اور اگر ملے جلے ہیں تو حکم غالب فعل کی طرف ہوگا تو ہم لوگوں کو اور ہم جیسے دوسروں کو خود یہ دولت کہاں میسر ہے کہ سارے اعمال طاعت ہی طاعت ہوں کم از کم اتنا بھی بہت غنیمت ہے کہ نیکی وطاعت غالب ہو اور نعوذ باللہ منہا اگر ہماری یہ طاعت و بندگی مغلوب ہوگئی تو اس کے عذاب وسختیوں کے لائق ہو جائیں گے اور جو اس کے عذاب وعقوبت کا سزاوار ہوا وہ ہلاک ہوگیا۔

اے پیر گنہگار دریں عالم فانی · بشتاب سوئے توبہ وبگذار توانی
تا تو نشوی خاک ہمی کوش بطاعت · برباد مدہ عمر اگر ہیچ توانی

(اے بوڑھے گنہگار اس فانی دنیا میں توبہ کرنے میں جلدی کر سستی کاہلی چھوڑ دے قبر میں جانے

سے پہلے جہاں تک تجھ سے ہوسکے طاعت وعبادت میں کوشش کرتا رہ، عمر یوں ضائع نہ کر۔)

یہیں پر طاعت ومعصیت کے علم کو جاننا پہچاننا ضروری اور فرض عین ہوجاتا ہے جس طرح کفر وایمان کا جاننا اسی طرح بندگی ونافرمانی کا جاننا ضروری ہے یہ کوئی معمولی کام نہیں ہے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام اسی کام کے لئے اس عالم میں تشریف لاتے اور اتنے سارے مجتہدوں اماموں کے اجتہاد مسائل اور مصنفوں کی تصنیفیں اسی کام کے لئے ہوئی ہیں یہ بہت بڑا اور اہم کام ہے۔ اصحاب معرفت اور ارباب بصیرت کے جگر اس کے لئے ٹکڑے ٹکڑے ہیں۔ اور یہ دنیا والے اس کام سے بالکل غافل، لذتوں اور شہوتوں کے حصول میں سرگرداں و پریشاں ہیں۔ اسی کو کہا ہے ؎

راہ زد مشغولی عالم ترا　　نیست پروائے خدا یکدم ترا

اے دریغا ترک دولت کردہ ای　　خواریت را نام عزت کردہ ای

(دنیا کی مشغولیتوں نے تیری راہ ماری، تجھے خداوند تعالےٰ کی کوئی پرواہ نہیں رہی ہے۔ افسوس تو نے حقیقی دولت چھوڑ دی اور ذلت کو عزت کا نام دے رکھا ہے۔)

آج اس زمانہ میں یہ حال کیوں ہے اسی لئے ہے کہ زیادہ تر ایمان زبانی ہے زبانی ایمان مرنے کے وقت کوئی کام نہیں آتا اگر کسی کو ایک کافر طبیب کہہ دیتا ہے کہ فلاں چیز نہ کھا یہ تمہارے لئے مضر ہے اسی وقت چھوڑ دیتے ہو اور نہیں کھاتے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام سب کے سب فرماتے رہے طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ (علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر فرض ہے) کسی نے اس پر عمل نہیں کیا یہ بالکل ویسا ہی ہوا کہ کافر طبیب کے حکم پر مضبوطی سے قائم رہے اور ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغامبروں کے فرمان پر یقین وعمل نہیں کیا تو اللہ ورسول سے یہ بے ایمانی ہے اور یہ از روئے معانی ایمان زبانی ہے اور دلی کفر ہے۔ اسی کو کہا ہے ؎

اے ترا ہر لحظہ تلبیسے دگر　　در بن ہر موئیت ابلیسے دگر

با چنیں حالت کہ در عالم گم است　　نیست جائے خندہ جائے ماتم است

(اے وہ کہ تو ہر لمحہ فریب کاری میں مبتلا ہے، تیرے ہر رونگٹے میں ایک شیطان چھپا ہوا ہے ایسی حالت کے ساتھ تو دنیا میں گم ہے، ہنسنے کی جگہ نہیں تیرے لئے یہ ماتم کا مقام ہے)

کام بہت مشکل ہے اور معاملہ بہت سخت ہے الغیاث المستغثین أغثنا أغثنا أغثنا۔

(اے فریادیوں کے فریادرس ہماری فریادرسی کیجئے ہماری فریادرسی) اے بھائی! یہ جو کہا گیا ہے طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَۃٍ اس سے یہی علم طاعت و معصیت یعنی علم دین مراد ہے جو یقیناً ہر شخص پر فرض ہے اس کے علاوہ اور دوسرے علوم فرض نہیں ہیں۔ مگر آخر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جن کے ہاتھ پر سونا چاندی کے ڈلے رکھ دو تو وہ بلا غور و فکر اس کا وزن بتا دیں گے کہ اس میں اتنا اصل مقدار میں سونا ہے اور اتنے مقدار میں کھاد ہے اور جب تم وزن کرو گے اور کسوٹی پر پرکھو گے تو اتنا ہی ثابت ہوگا جتنا انہوں نے بتایا تھا۔ اور جب ان سے ایمان، کفر، طاعت و معصیت کے حکم و احکام اور مسئلوں کو پوچھو تو وہ جواب سے قاصر رہیں گے قطعاً وہ نہیں جانیں گے کہ ایمان کیا ہے اور کفر کسے کہتے ہیں طاعت کیا چیز ہوتی ہے اور معصیت کیا ہے سوا اس کے کہ کفر و ایمان طاعت و معصیت کا نام سنا ہے اور روایتی طور پر تقلیداً اسے اختیار کیا ہے یہ زمانہ جو ہم لوگوں کا ہے شاید وہی زمانہ ہے اور ہم لوگوں کے روزمرہ کے کاروبار بھی وہی ہیں سر پر خاک ڈالنا اور اپنی اس مصیبت پر ماتم کرنا چاہیئے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

در دردا دار و کجا خواہیم کرد عمر شد ماتم کجا خواہیم کرد

(آہ اس درد کا مداوا ہم کہاں کرنے جائیں عمر ختم ہوگئی اب ماتم کیا کریں گے۔)

اے بھائی! دنیا داری کے مشغلوں سے یکایک نکل آنے میں معذوری ہے تو کیا کیا جائے جہاں تک ممکن ہو اس کی کوشش کرنی چاہیئے اور اپنے دین کی فکر کرنی چاہیئے آخرت کے کاموں سے حسب مقدور غافل نہیں رہنا چاہیئے اور حسرت و ندامت زیادہ ہونی چاہیئے مالی اور بدنی طاعات اور نیکیوں میں سے جو کچھ میسر ہے اس سے گذشتہ گناہوں کی تلافی کرنی چاہیئے اس لئے کہ عمر پچاس، ساٹھ تک پہنچ گئی۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

کار خود در زندگانی کن بہ برگ زاں کہ نتواں کرد کارے روز مرگ

ایں زماں دریاب کاساں باشدت ورنہ دشواری فراواں باشدت

(اسی زندگی میں اپنی نیکیوں کی پونجی اور اس کے ساز و سامان سے اپنے کام بنالے اس لئے کہ موت کے وقت کچھ بنائے نہ بنے گی۔ جو کچھ حاصل کرنا ہے ابھی حاصل کرلے کہ تیرے لئے آسان ہے پھر تیرے لئے بہت زیادہ مشکلیں آپڑیں گی۔)

اس اندھیری دنیا میں اپنے قلم، زبان، مال اور مرتبہ سے۔ جہاں تک ہو سکے ضرورتمندوں کو

کو راحت پہنچاؤ، برادر عزیز کے مقام میں روزہ، نماز اور نوافل جو بھی ہیں اچھے ہیں لیکن لوگوں کے دلوں کو راحت و آرام پہنچانے سے زیادہ فائدہ مند کام اور کوئی نہیں۔

نقل ہے، خواجہ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے کہا فلاں بادشاہ تمام رات نماز میں کھڑا رہتا ہے اور روزانہ دن کو روزہ رکھتا ہے۔ فرمایا اس نے اپنا کام چھوڑ دیا ہے اور دوسروں کے کاموں کو اختیار کیا ہے۔ لوگوں نے کہا اسے ذرا تفصیل سے کہا جائے فرمایا اس کا کام بھوکوں کو کھانا کھلانا، ننگوں کو کپڑے پہنانا اور حاجت مندوں کی حاجت روائی کرنا ہے۔ رات بھر نماز اور ہر روز روزہ یہ دوسروں کا کام ہے اس کا نہیں اسی کو کہا ہے ؎

نیست دنیا بد اگر کاری کنی　　بد شود گر عزم دنیاوی کنی
تخم امروزینہ فردا بر دہد　　ورنہ کارے لے دریغا بر دہد

(دنیا بری نہیں ہے اگر تم اس دنیاوی دولت سے اچھے کام کرو بری اس وقت ہو جاتی ہے جب تم اس سے خزانہ بھرنے کا قصد کرتے ہو۔ آج کی تخم ریزی سے کل پھل ملے گا اور اگر تو بیج نہیں بوتا تو پھل کیا ہوگا۔)

اور اگر تم کسی کو کچھ دو تو کوشش کرو کہ سوال کرنے سے قبل دو۔ اہل معرفت اور اہل مروت کا قول ہے السوال وإن أقل ثمن النوال أن جل (سوال تھوڑا بھی عنایت کی قیمت بن جاتا ہے چاہے عنایت بڑی کیوں نہ ہو۔) "یعنی امداد تھوڑی ہو یا زیادہ سوال اس کی قیمت بن جاتا ہے" اگرچہ کتنا ہی زیادہ دے سمجھے کہ کچھ بھی نہیں دیا اس لئے کہ دنیا لاشئی ہے (دنیا کوئی چیز نہیں)

امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اگر ساری دنیا مری ملک ہو جائے تو ان سب کا ایک لقمہ بنا کر میں کسی بھوکے کے منہ میں رکھ دوں پھر بھی مجھے اس پر ترس آئے۔ ؎

ملک دنیا را کہ بنیاد ے نہند　　گرچہ بس عالی ست بر باد ے نہند
مال و ملک ایں جہاں جز ہیچ نیست　　گر ہمہ یابی چو من ہم، ہیچ نیست

(دنیا کی ملک وعمارت کی بنیاد جو رکھتے ہیں وہ کتنی ہی عالی شان کیوں نہ ہو اس کی بنیاد ہوا پر رکھی گئی ہے اس دنیائی دولت اور اس کی ملکیت سوائے الجھن و جھنجھٹ کے اور کچھ نہیں اور تو سب کچھ پالے جب بھی مری طرح کچھ نہیں ہے۔) برادر عزیز اور جملہ مسلمانوں کی عاقبت و خاتمت بخیر ہو۔

بحرمت النبی وآلہ الامجاد۔　　والسلام

مکتوب ۴۸

کام میں مشغول ہونے اور اُمید خدائے غفار سے رکھنے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خضر مذکور کے نام

برادر عزیز الوجود کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعاء جانیں! اگرچہ برادر عزیز دنیاوی مشغولیتوں میں مبتلا ہیں اس سے یکایک نکل آنے میں معذوری ہے پھر بھی ہمت بلند رکھیں دل جو خداوند تعالےٰ کا محل نظر ہے اسے دنیا کی محبت اور اس کی طلب سے پاک رکھیں اور خداوند جل و علا کی محبت اور اس کے غم و اندوہ کے سوا اور کچھ اس دل میں باقی نہ رہنے دیں محققین کا قول ہے کہ خداوند تعالےٰ کی یافت، اس کا ملنا طلب کے اندر نہیں ہے بلکہ خود اس کی داد و دہش کے اندر ہے جس چیز کی طلب ہو اس چیز کا ملنا ضروری نہیں ہے۔ ہاں وہ چیز ضرور مل جاتی ہے جو اُسے عطا فرما دیتے ہیں وَجَدْتُ رَبِّی بِرَبِّی (میں نے اپنے رب کو پایا اپنے رب کی عنایت سے) کے معنی یہی ہیں آدمی کو وہ جلوہ نظر نہیں آتا ہے جس کی طرف آنکھ لگائے رہتا ہے ہاں وہ اس حسن کو ضرور دیکھ لیتا ہے جو اسے دکھلا دیتے ہیں۔ عرفت ربی بربی کے معنی یہی ہیں ؎

نیست از راہِ وہم و عقل و حواس   بے خدا ہیچ کس خدائے شناس
ہر ہدیہ کہ داری لے درویش   ہدیۂ حق شمر نہ کدیہ خویش

(وہم و عقل و حواس کی راہ سے کوئی شخص خدا کو نہیں پہچان سکتا جب تک خود خدا اپنی معرفت نہ عطا فرمائے۔ اے درویش ہر وہ نعمت کا تحفہ جو تو رکھتا ہے اسے خداوند تعالےٰ کی دین سمجھ وہ تیرے کدو کاوش کا ثمرہ نہیں ہے۔)

تو دیکھنے کی علت دکھلانا ہے نہ کہ دیکھنا اور پانے کا سبب دین و عطا ہے نہ کہ تلاش و جستجو

بہت سے تلاش و جستجو کرنے والے ایسے ہوتے ہیں جو پاتے نہیں اور بہت سے پانے والے ایسے ہیں جو ڈھونڈھتے نہیں کیونکہ فیض منقطع نہیں ہے چنانچہ اس ایک گروہ کے کچھ لوگ خود فیضان یافتہ فیض فیاض ہیں جیسے خواجہ اُویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ واسعتہ اس قبیلہ کے لوگوں کی نظر میں حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ خوار، کمتر اور بیکار کوئی اور آدمی نہیں تھا۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

عزت چو دراشاید بے ہیچ شک اے سالک　　　　درکون ومکاں ماراجز خوار نہ باید بود

(اے سالک! بلاشبہ عزت اوروں کو چاہیئے مجھے تو دونوں جہاں میں ذلیل و رسوا ہی رہنا چاہیئے)

جب حق سبحانہٗ تعالیٰ کا فیض کارفرما ہوا تو ایسا اٹھایا کہ آپ کی بلندی مرتبہ میں کہتے ہیں کہ کل قیامت کے دن جب حضور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام امت کے ساتھ بہشت میں قدم رنجہ فرمائیں گے تو عرض کریں گے خداوندا ہماری امت کے تمام مومنوں نے ہمیں دیکھا اور ہم نے ان سب کو دیکھا لیکن اویس قرنی رضؓ نے مجھے نہیں دیکھا' جواب آیا آپ کو جس نے دیکھا میرے لئے دیکھا اور جس نے مجھے پالیا اگر وہ آپ کو نہ دیکھے تو اس سے کیا نقصان ہوتا ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

ہر کہ در سترِ محبت بندہ شد　　　　تا ابد ہم محرم و ہم زندہ شد
ہر کہ او از دار دنیا پاک شد　　　　نور مطلق گشت گرچہ خاک شد

(جو شخص راز محبت کا بندہ ہو گیا وہ ہمیشہ کے لئے حریم خاص کا محرم اور زندۂ جاوید بن گیا۔
جو شخص اس دار دنیا سے پاک وصاف ہوا وہ خاک ہو کر نور مطلق ہو گیا۔)

اچھی طرح دلنشیں کر لو طلب پانے کی علت نہیں ہے یافت کی علت اس کی عطا ہے۔ اسی کو کہا ہے

؎ من میخواہم ودیگراں می جویند　　　　تا بخت کرا بود کرا دارد دوست

(میں بھی تلاش میں ہوں اور دوسرے بھی ڈھونڈ رہے ہیں دیکھیں کس کے نصیب میں ہے اور کسے وہ اپنا دوست بناتا ہے۔)

بتوں کے پجاری بت کے واسطہ سے طلب کر رہے ہیں عیسائی جناب عیسیٰ علیہ السلام کے واسطہ سے یہودیان جناب عزیر علیہ السلام کے واسطہ سے لاکھوں لاکھ اور دوسرے طالبین ہیں کسی نے نہیں پایا تو معلوم ہوا اس کو وہ شخص مطلوب ہے جسے وہ دینا چاہتا ہے۔ ؎

یک نظر از دوست صد ہزار سعادت　　　　منتظرم تا کہ وقت آں نظر آید

(دوست کی ایک نظر میں لاکھوں سعادت بھری ہے میں منتظر ہوں کہ نگاہ کرم کی وہ گھڑی کب آتی ہے۔)

اے بھائی! مسلسل اس غم میں دل شکستگی کے ساتھ لگے رہنا چاہیے دنیا کی تمام چیزیں ٹوٹنے کے بعد بے قیمت ہو جاتی ہیں لیکن دل جتنا شکستہ ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ قیمتی ہو جاتا ہے أَنَا عِنْدَ الْمُنْكَسِرَةِ قُلُوبُهُمْ لِأَجْلِي (میں ان لوگوں کے پاس ہوں جن کے دل میرے لئے شکستہ ہیں) اپنا بھی پتہ اس نے دیا ہے۔ ایک دفعہ جناب موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی الٰہی تجھے کہاں ڈھونڈھوں؟ جواب ملا ٹوٹے ہوتے دل والوں کے پاس عرض کی اے مرے اللہ مجھ سے زیادہ کسی کا دل شکستہ نہیں ہے وحی آئی تو میں وہیں پر ہوں۔ اسی کی طرف اشارہ ہے۔ ؎

اے دریغا جان و تن در باختیم　　قیمت جاں ذرۂ نشناختیم

تشنہ می میریم در طوفاں ہمہ　　واں کہ آب از چشمۂ حیواں ہمہ

(افسوس! جسم وجان کی بازی لگا دی، جان کی قیمت ذرہ برابر نہیں پہچانی۔ طوفان میں رہ کر بھی ہم پیاسے مر رہے ہیں حالاں کہ اس طوفان کا سارا پانی آب حیات ہے)

اب اگرچہ تحقیق کی نظر سے ایسا ہی ہے لیکن اُمید لگائے رہنا چاہیے اور حتی الامکان طلب سے خالی نہیں رہنا چاہیئے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

گرچہ دولت داد نش بے علت است　　طاعت حق کار صاحب دولت است

راہ بنماید یک ساعت ترا　　می بباید عالمی طاعت ترا

(اگرچہ اس کی عطاء دولت بے علت ہے لیکن خوش قسمتوں اور صاحبانِ دولت و نعمت کا کام حق تعالیٰ کی بندگی و عبادت کرنا ہے کچھ گرد اور راہ نہیں دکھلاتے، پھر بھی تمہیں طاعت و عبادت کی ایک دنیا چاہیئے)

برادر عزیز کے لئے حق کی طلب یہ ہے کہ شکستہ دلوں کی تلاش میں رہیں، کھانا کپڑہ جو کچھ میسر ہو اس سے ان کی خدمت کریں۔ گرے پڑوں کو اپنے ہاتھ، زبان، قلم و کاغذ سے راحت و آرام پہنچائیں آخر تم نے یہ سنا ہے کہ حضرت رابعہ بصریہ رحمتہ اللہ علیہا کو یہ عظیم دولت و نعمت ایک پیاسے کتے کو پانی پلانے کے سبب سے ملی ہے اس میں چون وچرا کی گنجائش نہیں ہے ایک حاجت کسی مومن کی اگر تم نے پوری کر دی تو تمہاری ستر حاجتیں پوری کی جائیں گی۔ مَنْ قَضٰى حَاجَةً لِأَخِيْهِ الْمُسْلِمِ قَضَى اللّٰهُ تَعَالٰى لَهٗ سَبْعِيْنَ حَاجَةً مِنْ حَوَائِجِ الدُّنْيَا۔ ؎

ہر چہ زیں جامی بری آں زانِ تست — نیک و بد در دِ تو آں درمانِ تست
توشہ زینجا بر کر آدم گوہری — کاں بود آنجا کہ زیں جامی بری

(جو کچھ تو یہاں سے لے جاتا ہے وہ تری کمائی ہے تری نیکیاں و برائیاں ترے درد کا مداوا نہیں۔ اے آدم کے گوہر آبدار بیٹے! وہاں کے لئے زاد راہ یہیں تیار کرے وہاں وہی کام دیگا جو یہاں سے تو لے جائے گا۔)

حق سبحانہ تعالیٰ کی مدد و توفیق ہمارے شامل حال ہو اس کے فضل و کرم سے۔

والسلام
فقیر شرف منیری

مکتوب ۴۹

ازل کا فیصلہ اور عقل کی معزولی میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ملک خضر مذکور کے نام

برادر عزیز مخصوص بسلام و دعا

ایک مدت ہوئی آپ کی طرف سے کوئی یہاں نہیں آیا اب جب قمر الدین آئے تو وہاں کے تمام حالات معلوم ہوئے دل مطمئن رکھیں دنیا بلا خانہ ہے یہاں خود عقل اور عقل کے احکام سب سرنگوں ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

ہیچ دل را بکنہ او رہ نیست — جان و دل از کمالش آگہ نیست
با تقاضائے نفس و عقل و حواس — کے تواں بود کردگار شناس

(کسی دل کو اس کی کنہ و ماہیت تک راہ نہیں اس کے کمالات سے جان و دل آگاہ نہیں۔ نفس و عقل و حواس کے مطالبات سے کب کوئی خداشناس ہو سکتا ہے)

آج اس دنیا میں اس کے دشمن نعمت کے لئے مخصوص ہیں احباء اولیاء بلا و آزمائش کے لئے مخصوص ہیں عقل وحواس تو قیاس کے لئے آلہ ہے اور خدائی وہم وگمان سے بالا ہے اس لئے خدائی کی بنیاد مشیت پر ہے بندوں کی قیاس، اٹکل پر نہیں۔ عقل کا تقاضا تو یہ ہے کہ دوستوں کو سرفراز فرمایا جائے اور دشمنوں کو گرایا جائے ان پر بلائیں ڈالی جائیں اور حق سبحانہ تعالیٰ ساری بلائیں دوستوں پر ڈالتا ہے اور تمام نعمتیں، تمام مرادیں دشمنوں کی گود میں ڈال دیتا ہے عقل تو وہ ہے جو دشمن کو قتل کر ڈالے اور بغاوت کریں تو ان کو ہلاک کر دیا جائے مگر ایسا کہاں ہوتا ہے حق سبحانہ تعالیٰ نے دشمنوں کو پیدا کیا ان کی پرورش کرائی انہیں ہلاک نہیں کیا ان کی مرادوں اور تمناؤں سے ان کو نوازا جب قیاس کی راہ یہاں بند ہے تو اس کی خدائی میں عقل کو کوئی سروکار نہیں۔ عقل کو اس لئے پیدا کیا ہے تاکہ وہ یہ جانے کہ بندگی کس طرح کرنی چاہیے۔ اگر عقل نہ ہوتی تو بندگی کرنے سے عاجز رہتے نہ یہ کہ خدائی کو اپنے قیاس سے معلوم کیا جا سکتا ہے اگرچہ عقل ایک اچھا ترازو ہے لیکن سونا تولنے والی ترازو سے پہاڑ کو نہیں تول سکتے۔ اسی کو کہا ہے۔

عقل باید تا عبودیت کند　　　جانت باید تا ربوبیت کند

(عقل ایسی چاہیے جو صحیح بندگی کر سکے اور تجھے جان ایسی چاہیے جو اس رب العزت کی ربوبیت کو پہچان سکے)

اے بھائی! تقدیر کے رموز و اسرار سے جبرئیل ومیکائیل کو اطلاع نہیں غریب عقل کو اس میں کیا دخل۔ اسی کو کہا ہے۔

تو چہ دانی زآفرینش حق　　　چہ شناسی بیان و بینش حق

تو کہ در حبس آبی و نانے　　　کے عیان و نہان او دانی

(تو حق سبحانہ تعالیٰ کی مخلوقات کو کیا جانے اس کی نگاہ پاک اور اس کے یہاں کے رموز و اسرار کو تو کیا پہچانے تو جو کہ روٹی، پانی کی قید میں ہے اس کے ظاہر و باطن کو کیا جانے)

تو جو کچھ بھی سامنے لائیں سر تسلیم خم کر دینا چاہیے کیا کیا جائے اس لئے کہ بندگی یہی ہے۔

بندہ آں بہتر کہ بر فرماں رود　　　از خداوند آنچہ خواہد آں رود

(بندہ تو وہی بہتر ہے کہ جو آقا کے حکم پر چلے اس کا مالک جو اس سے چاہے اسے بجا لائے۔)

اس عالم کے لیے وہ پہلی سطر ہے جو لوح محفوظ پر ظاہر ہوئی اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ مَنْ لَّمْ یَرْضَ بِقَضَائِیْ وَلَمْ یَصْبِرْ عَلٰی بَلَائِیْ وَلَمْ یَشْکُرْ عَلٰی نَعْمَائِیْ فَلْیَطْلُبْ رَبًّا سِوَائِیْ (بیشک میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے جو میری قضا پر راضی نہ ہوا اور جس نے میری بلا پر صبر نہ کیا اور میری نعمتوں کا شکر نہ کیا اس کو چاہیے کہ میرے سوا کوئی اور رب تلاش کرلے۔)

اور اگر معاملہ بندہ کی مراد اس کی آرزو پر ہوتا تو یہ انبیاءؑ اولیاء کے لیے ہوتا اس لئے کہ بندہ ہونے میں وہ خاصان خاص ہیں اسی کو کہا ہے۔ ؎

سردو گرم زمانہ ناخوردہ نرسی بر در سرا پردہ

جب تک زمانہ کے سرد و گرم تو نے نہیں برداشت کیے ہیں اس وقت تک اُن کے خیمہ کے در پر تیری رسائی نہیں ہو گی۔)

کیا کیا جا سکتا ہے بندگی یہی ہے تو تقدیر کے حکم کے تحت اپنی مراد سے ہاتھ دھولینا چاہیے اور اسی نامرادی کے ساتھ گذر بسر کرنا چاہیے اس لئے کہ بندہ کی اپنی کوئی مراد نہیں ہوتی چنانچہ جس کام کا تقدیر حکم کرتی ہے وہی کیا جاتا ہے اور جس طرح رکھتی ویسے ہی رہنا ہے۔ یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اس کا حکم دیتا ہے) اسی کو کہا ہے۔ ؎

گہ بالکف پر سیم و گہ درویشم گہ والیس جملہ خلق و گہ در پیشم
گہ با دل پر نشاط و گہ دل ریشم من بوقلمون روزگار خویشم

(کبھی میری مٹھی چاندی سے بھری ہے اور کبھی مفلس و نادار ہوں۔ کبھی ساری مخلوق کے پیچھے اور کبھی سب کا امام ہوں۔ کبھی نشاط و شادمانی سے دل بھرا ہوا ہے اور کبھی زخمی، خستہ اور چور ہے میں اپنے زمانہ کا تماشا بنا ہوا ہوں۔)

تو معلوم ہوا کہ بندگی اور اپنی مراد و آرزو کبھی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی۔ آج جو لوگوں میں پریشانی اور غم و رنج والم ہے وہ یہی اپنی مراد کے حصول کی طلب و تڑپ کی وجہ سے ہے۔ جو چیز محال ہے لانا اس کی طلب سے یہی ہوتا ہے۔ اپنی بندگی کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھو اور رات دن یہ استغفار کرتے رہو رَبِّ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا اَنَا غْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ

الذُّنُوْبَ الْعَظِيْمَ اِلَّا الرَّبُّ الْعَظِيْمُ ۔ (اے میرے رب میں نے اپنے اوپر بے انتہا ظلم کیا ہے پس تو میرے گناہ کو بخش دے کیوں کہ بڑے بڑے گناہوں کو سوائے بہت بڑے رب کے کوئی نہیں بخشتا۔) ؎

بندہ او باش تا باشی کسے   ور سگے او باشی ایں باشد بسے

گر از و راہے بود سوے تو باز   تو ازیں دولت توانی کرد ناز

(اس کا بندہ بن جا تاکہ تو کام کا آدمی بن جائے۔ اور اگر اس کے در کا کتا ہی بن جائے یہ بھی بہت ہے اگر اس کی راہ کی طرف تیری بازگشت ہوجائے تو تو اس دولت پر جتنا ناز کرسکتا ہے ناز کرے۔)

خدائی میں شرکت کی گنجائش نہیں اِمَّا اَنَا وَاِمَّا اَنْتَ یا تو تو رہے یا میں۔ ؎

کاملاں در راہ حق خوں خوردہ اند   بندگی و حق گذاری کردہ اند

لاجرم در بندگی سلطاں شدند   مہتر خلق جہاں ایشاں شدند

(کاملین اس راہ حق میں خون کے گھونٹ پیتے رہے اور بندگی و حق گذاری کرتے رہے ہیں آخرکار اسی بندگی سے بادشاہ بن گئے ہیں اور سارے جہاں کے سردار ہوگئے ہیں۔)

والسلام

خاکسار شرف منیری

مکتوب ۵۰

حکم خداوندی پر راضی ہونے اور عقل کا حق تعالےٰ کی معرفت سے معزول ہونے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ملک خضر کے نام

عزیز خضر مخصوص بسلام و دعا

برادر عزیز کے دونوں خط ایک محمود لائے اور دوسرا بدیع' پڑھا۔ اے بھائی! یہ اٹل ہے کہ اَلْمَعْلُومُ لَایَتَغَیَّرُ وَالْمَقْسُوْمُ لَایَزِیْدُ وَلَایَنْقُصُ ہر شخص کے لئے جو مقرر ہے وہ خداوند تعالےٰ کو معلوم ہے اس میں کسی کے لئے بھی تغیر و تبدل نہیں اور ہر ایک لئے جو ازل میں مقسوم ہو چکا ہے کہ وہ کیا کرے گا' کیا کھائے گا اور کیا پہنے گا۔ اس میں ذرہ برابر کمی بیشی نہیں ہوتی حلال ہو یا حرام' طاعت ہو یا معصیت وہی اس سے ظہور میں آتا ہے جس کا حکم ازل میں ہو چکا ہے اور جو مقدر ہو چکا ہے۔ حکم کی تعمیل کرنے اور تقدیر کے آگے گردن ڈال دینے کے سوا چارہ نہیں ہے۔ اسی کو کہا ہے ؎

آدمی بہر بے غمی رانیست | پائے در گل جز آدمی رانیست
شادی از اہل عصر بیگانہ است | آدمی را خود اندوہ از خانہ است

(آدمی غم سے نجات پانے کے لئے پیدا ہی نہیں ہوا ہر | حیرانی و پریشانی سوا آدمی کے اور کسی کے لئے نہیں' کر
خوشی اہل زمانہ سے اجنبی اور بیگانہ ہے | آدمی کو تو ازل گھر سے حزن و ملال ملا ہے

اے بھائی! کیا کیا جائے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبران علیہم الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے خلق کو ایمان و عمل خیر کی دعوت دی ازل میں جو حکم ہو چکا ہے اور تقدیر میں جو مقرر ہو چکا اس میں ذرہ برابر فرق نہ آیا نہ کمی ہوئی نہ زیادتی۔ ؎

ہرچہ استاد در نوشتہ بر اند　　　طفل در مکتب آں تواند خواند

(استاد نے جو تختی لکھ دی ہے　　　لڑکا مکتب میں وہی پڑھے گا)

ہاں اتنا ضرور ہے کہ جو ایمان اور عملِ خیر ظہور میں آیا وہ انہیں انبیاء علیہم السلام کے واسطہ سے ظاہر ہوا اس سے زیادہ نہیں ہے چونکہ دنیا عالمِ حکمت ہے یہاں کے کام واسطہ ہی سے چلتے ہیں پھر بھی ہر شخص سے وہی عمل میں آتا ہے جس کا حکم ازل میں ہو چکا ہے اور وہ اس کی تقدیر ہو چکی ہے اس میں کوئی کمی و بیشی نہیں ہوتی۔ اسی کو کہا ہے ؎

کز پئے جانت حکم یزدانی　　　شب نوشت آنکہ روز می خوانی

(تیری جان کے لئے حکم خداوندی نے رات کو جو لکھا ہے دن کو تو وہی پڑھتا ہے)

لیکن یہ ساری گفتگو جو کی گئی یہ عقیدہ ہے مومن کا اسی پر عقیدہ ہونا چاہیئے تاکہ اس کا ایمان صحیح رہ سکے۔ بندہ کے لئے ازل کا حکم حجت نہیں ہے (یعنی یہ عمل کے لئے اس کو سہارا نہیں بنانا چاہیے کہ تقدیر میں تو یہی ہے) ہاں آدمی کو چاہیئے کہ اپنے حال سو فعال بنے (بہت کام کرنے والا) اور اپنے ناپسندیدہ برے کاموں کو خود ناپسند کرے اور مسلسل توبہ استغفار کرتا رہے بندگی یہی ہے۔ ؎

گر سر دین داری اے پادسر　　　راہ دیں این است زیں رہ درگذر

گوشہ گیر زیں سرائے مجاز　　　توشۂ آنجہاں در دمی ساز

(اے بے ڈھنگے، بے سروپا، اگر دین کا سودا تیرے سر میں ہے تو دین کی راہ یہ ہے اس راہ سے داخل ہو کر آگے بڑھ) اس مجازی دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرے اُس جہاں کے لئے اسی دنیا میں توشہ تیار کرے)

ایک اہم بات آپ کے خط میں ذکر تھا کہ اس مقام کے قاضی کو مولانا صدرالدین کے مکتوب پر اعتراض تھا۔ اے بھائی! اگر اس بیچارے میں سعادت کی بُو ہوتی اور مردانِ خدا کے دین کا ایک راز بھی حصہ ملا ہوتا تو آج وہ غریب اس چھری سے ذبح نہیں ہوتا مَنْ جُعِلَ قَاضِیًا فَکَأَنَّمَا ذُبِحَ بِغَیْرِ سِکِّیْنٍ (جس کو قاضی بنایا گیا تو گویا وہ بغیر چھری کے ذبح کیا گیا) یہ جوں کہ وعیدِ شرع کی چھری کا ذبح کیا ہوا ہے اس لئے مُردہ ہے۔ کہاں وہ اور کہاں ان کا دین۔ وہ ابھی شیرخوار بچہ ہے بلکہ ماں کے پیٹ میں ایک لوتھڑا ہے یہ بھی نہیں باپ کے پُشت میں ایک قطرہ ہے یہ بھی نہیں بلکہ عدم میں بھی عدم ہے! وہ بیچارہ مخنثوں کے دین سے واقف نہیں مردانِ خدا کے دین کی اس کو کیا خبر ایک بزرگ نے کہا ہے۔ ؎

بگذار فضول گر ابوجہل   در دین محمدی نیاید

(چھوڑو ان بکواسیوں کو، اگر ابوجہل دین محمدی میں نہیں آتا تو نہ آئے۔)

اور ایک دوسرے نے کہا:

اے کہ حق کردہ زیر بار ترا   بر چنیں کارہا چہ کار ترا

علم کز بہر کاخ باغ بود   ہمچو مرد دزد را چراغ بود

(اے وہ کہ حق سبحانہ تعالٰے نے تجھے کتابوں کے بوجھ کے نیچے دبا دیا ہے ان کاموں سے تجھے کیا سروکار ہے

وہ علم جو محل اور باغ کے حصول کے لئے ہو اس کی مثال چوروں کے چراغ کی ہے)

اے بھائی! منکران اہل بکہ اسی طرح اپنے لئے بینائی، گویائی اور شنوائی کا دعوی کرتے تھے تو ان کے اس دعوی کی رد میں ان کے لئے یہ جواب آیا صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ (اندھے، بہرے اور گونگے ہیں) علماء آخرت علماء دنیا کو اسی طرح جانتے ہیں اور سب کو معذور سمجھتے ہیں اس لئے کہ جس کے پاس شنوائی گویائی اور بینائی ہے وہ اندھے، بہرے اور گونگے کو معذور قابل معافی جانتے ہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ہر کہ اندر حجاب جا و دید است   مثل او ہمچو بوم و خورشید است

دیدۂ عقل بر گزیند حق   دیدۂ رنگ ہیں نہ بیند حق

(جو دائمی حجاب در پردہ میں ہے اس کی مثال آفتاب و اُلّو کی ہے۔ عقل کی آنکھ حق و صداقت

قبول کر لیتی ہے رنگ و روپ پر نظر رکھنے والی آنکھ حق کو نہیں دیکھتی۔)

کہتے ہیں اسلام اس وقت تروتازہ تھا جب تک علماء دنیا پیدا نہیں ہوئے تھے۔ جب علمائے دنیا پیدا ہوئے تو اسلام میں خلل پڑ گیا چنانچہ ایک بزرگ نے شیطان کو دیکھا بیکار بیٹھا ہوا ہے انہوں نے پوچھا تعجب ہے تجھے فارغ دیکھتا ہوں؟ اس نے کہا علماء دنیا ظاہر ہو گئے ہیں اب میرا کام نہیں رہا، جانتے ہو علماء دنیا کون ہیں، وہ لوگ ہیں جو بادشاہوں کی روٹی کھاتے ہیں اور امراء و سلاطین کے در کو اپنا قبلہ بنائے ہوئے ہیں اور ان لوگوں کے ساتھ دنیا کے کاموں میں لگے ہوئے ہیں اور جو آخرت کی کمائی کا وسیلہ ہے اسے دنیا کے حصول کا ذریعہ بنائے ہوئے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے حق میں ہے۔

علم کز بہر کاخ و باغ بود   ہمچو مرد دزد را چراغ بود

(جو علم باغ و محلات کے حصول کے لئے ہو، وہ چوروں کے چراغ کے مانند ہے)

افسوس ہوا اور ملال بڑھا استغفر اللہ استغفر اللہ استغفر اللہ۔

(ایک بات اور، شیخ سلیمان نے اپنے اوپر زحمت کیوں لی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیئس سال ابوطالب اور ابوجہل کو دعوت دی کوئی فائدہ نہ ہوا وہ بیچارہ جو شرع کی چھری کا ذبح کیا ہوا ہے وہ مذبوح مردہ ہوتا ہے شیخ سلیمان کی دلیلوں اور گفتگو کو وہ کیسے مان سکتا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب۔ والسلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۵۱

تقدیر پر راضی رہنے اور خداوند بے مثال کی فرمان داری میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ملک خضر مذکور کے نام

عزیز سلمہ اللہ خصوصی دعا

عرض یہ ہے کہ فرزند صفی کے خط سے حادثہ کا پورا حال معلوم ہوا تھا. خط کے آخری حصہ پر نظر پڑی تو لکھا تھا کہ ایک دو روز میں رہائی ہو جائے گی چنانچہ خیال یہی تھا کہ رہائی ہو چکی ہوگی اور شام تک نہیں رہا ہوگا. پھر آج ۵ ذی الحجہ کو اسوقت فرزند صفی کا خط پہنچا جس میں مرقوم تھا کہ آپ کا وہی حال برقرار ہے۔ چنانچہ دل کو بشریت کے تقاضہ کی بناء پر تشویش یا فکر لاحق ہوئی. تقدیر اور خداوند تعالٰے کے حکم کے آگے راضی ہو کر اللہ تعالٰے کے فضل کے حوالے کر، یا انشاء اللہ جلد سے جلد رہائی و رستگاری ہو جائے گی اور فتحیابی و خلاصی ظاہر ہوگی. جیسا کہ کہا ہے۔

گر قہر سزائے ماست آخر ہم فضل برائے ماست آخر

(آخر اس کا عتاب اگر ہمارے لئے ہے تو یقیناً اس کا فضل بھی ہمارے ہی لئے ہے۔)

بندہ کو بندگی کی بناء پر خداوند تعالٰے کے حکم پر راضی رہنا اور اس کی تقدیر پر سوائے گردن جھکانے کے چارہ نہیں۔ ؎

چہ کند بندہ کہ گردن نہ نہد فرماں را چہ کند گوے کہ تن در نہ نہد چوگاں را

(بندہ اگر خدائے تعالٰے کے حکم پر گردن نہ جھکائے تو کیا کرے گیند اگر کھلاڑی کے بلہ کے ٹھوکروں پر نہ چلے تو کیا کرے۔)

اے بھائی! دنیا چونکہ بلاخانہ اور ابتلا و گردش کی جگہ ہے تو بندہ کو دو مختلف حال سے چارہ نہیں ہے

زمانہ بدلتا رہتا ہے زمانہ کبھی نعمت عطا کرتا ہے اور کبھی مصیبت و بلا میں ڈال دیتا ہے ـ بندہ کو کبھی ایک حال پر نہیں رہنے دیتا ہے ـ اسی کو کہا ہے ؎

گہ باکفِ پُرسیم و گہ درویشم گہ دل پرنشاط و گہ دل ریشم
گہ والیِ جملہ خلق و گہ درپیشم من بوقلمون روزگار خویشم

(کبھی مری مٹھی چاندی سے بھری ہوتی ہے اور کبھی تہی دست ہوتا ہوں، دل کبھی مسرت و شادمانی سے بھرا ہوا اور کبھی زخمی و چور رہتا ہے کبھی سارے جہاں کے پیچھے پیچھے اور کبھی سب کے آگے ہوتا ہوں میں اپنے زمانہ کا تماشا بنا ہوا ہوں۔)

جب پدر بزرگوار آدمؑ کو نبوت کے تاج و تخت و مملکت کے باوجود بہشت جیسے مقام میں بغیر بلا و آزمائش کے نہیں چھوڑا یہاں تک کہ تاج و تخت بادشاہی کے ساتھ صبح کو بہشت میں داخل فرمایا ابھی شام بھی نہیں ہوئی تھی کہ برہنہ کر کے بہشت سے باہر بھیج دیا گیا تو ان کے آل و اولاد کو دنیا جیسے بلا خانہ میں رہتے ہوئے بغیر آزمائش کے کیسے چھوڑیں گے۔ ؎

او ظلم نمی کند بہ تحقیق و یقیں لیکن من بیچارہ ہمیں مظلومم

(یہ حقیقت ہے کہ یقیناً وہ ظلم نہیں کرتا ہے، لیکن میں غریب پھر بھی مظلوم ہی ہوں۔)

اے بھائی! قضا و قدر کے راز سے جبرئیلؑ و میکائیلؑ آگاہ نہیں غریب عقل کی یہاں کے قضا و قدر کے اسرار تک پہنچ کہاں ـ ہو سکتا ہے کہ ہماری بھلائی اسی چیز میں ہو جو ہمیں اپنے لئے ناپسند و ناگوار ہوتی ہے۔ عَسَىٰ اَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ۔

یوسف علیہ السلام کے قصہ میں غور کرو ایک معصوم نابالغ بچہ کو ان کے برادران کنواں میں ڈال دیتے ہیں بغیر کسی قصور کے اس کے بعد انہیں ان سے نکال کر بہت معمولی سی قیمت میں بیچ دیتے ہیں پھر اس قید و بند غلامی سے نکال کر تخت شاہی پر بٹھا دیا جاتا ہے۔ ؎

اے جہان جاں ہمہ حیران تو صد ہزاران عقل سرگردان تو

(اے تمام جانوں کے جہاں سبھی سب آپ کے کرشموں سے حیرت میں ہیں لاکھوں عقل سرگرداں و پریشاں ہیں۔)

سلامتی عدم میں ہے یا قدم میں لیکن ایسا وجود جو وجود و عدم کے بیچ ہو وہ تو مصیبت و بلا و آزمائش ہی ہے اور ان سب کی علت و سبب کیا بیان کیا جائے۔ عراقی نے اسی مضمون کو کہا ہے ؎

اے کاش نبودی عراقی کز تست ہمہ فساد باقی

(اے عراقی کاش تیرا وجود نہ ہوتا عالم کی یہ ساری خرابیاں تیرے ہی سبب سے ہیں۔)

اور ایک دوسرے نے فریاد کی ہے۔ ؎

چو موئے شدم ز رنج ہر بیدادے ———— درد ہر نبود دست چو من ناشادے

برخیزد اگر جہد بمن ناگہ بادے ———— چوں چنگ ز ہر رگے ز من فریادے

(رنج وستم سہتے سہتے سوکھ کر بال کے مانند ہوگیا ہوں زمانہ میں مجھ سے زیادہ کوئی اندوہگیں نہ ہوگا۔

اگر مرے باطن سے یکایک آہ کا گولہ اُٹھے تو ستار کے تاروں کی طرح مرے ہر رگ سے فریاد کی جھنکار آنے لگے۔)

لیکن جب حکم یہ ہے اَلْاِیْمَانُ نِصْفَانِ نِصْفُہٗ شُکْرٌ وَنِصْفُہٗ صَبْرٌ۔ ایمان کے دو برابر حصے ہیں ایک حصہ شکر اور دوسرا صبر کا تو نعمت میں شکر کرنا چاہیئے اور بلا میں صبر تاکہ بندگی کی ادائیگی ہو اور ان دونوں حال میں مستحکم رہنا چاہیئے اور مردانِ دین کی پیروی کرنا چاہیئے اس کی اس قدر نعمتیں اور احسان ہیں کہ اگر سارے عالم کے لوگ شمار کرنا چاہیں تو شمار نہیں کر سکتے چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا اور اس کے مقابلہ میں تمہاری جانب سے صرف صبر و شکر کو کافی قرار دیا ہے۔

اسی کو کہا ہے۔ ؎

ناکساں را بہ لطف خود کس کرد ———— شکر و صبرے ز بندگاں بس کرد

(بے قدروں کو اپنے کرم سے قابل قدر بنا دیا اور اس کے مقابلہ میں بندوں کے صرف صبر و شکر کو بہت کچھ قرار دیا۔)

اور اس صبر و شکر پر اتنی ساری خوشخبریاں دی گئی ہیں۔ ؎

ہر ھدیہ کہ داری اے درویش ———— ھدیہ حق شمر نہ کدیہ خویش

(اے درویش یہ تمام نعمتیں جو تیرے پاس ہیں اسے حق سبحانہٗ تعالیٰ کا عطیہ جان یہ تیری اپنی کمائی نہیں ہے۔)

عاقبت و خاتمت تمام مسلمانوں کے ساتھ بخیر ہو بحرمت النبی وآلہ الامجاد۔ والسلام

فقیر شرف منیری

مکتوب ۵۲

اشتیاق و محبت میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ملک شمس الدین کے نام

دستور دُعا کی پیش کش کے بعد ———— واضح ہو برادر۔

خواجہ سلیمان نے آپ کا خط، جنس و نقد ھدیہ کے ساتھ پہنچایا تَقَبَّلَ اللّٰہُ مِنْكَ وَاَحْسَنَ جَزَاكَ اللہ تعالٰے آپ کی جانب سے میرے لئے قبول فرمائے اور بہترین اجر عطا کرے۔ اور آپ کے اشتیاق و محبت کو جو اس دعا گو سے ہے خوب خوب بیان کیا۔ اے بھائی! کسی کو دیکھنا اور اس سے عشق و محبت کا ہو جانا یہ تو عام طور سے ہوتا ہے لیکن کسی کا نام سن کر اس پر عاشق ہو جانا یہ ایک نادر کام اور تعجب خیز راز ہے۔ ؎

سرِ عشقش نگشت مدرک خلق — زانکہ بیرون ست از قیاس و گمان

ایں عجب تر کہ نام اعظم او — در دو عالم نہ گفت کس بزبان

(حق سبحانہ تعالٰے کے عشق کے اسرار تک لوگوں کی پہنچ نہ ہو سکی اس لئے کہ وہ خود قیاس و وہم و گماں سے بالاتر ہے۔ اور اس پر یہ تعجب بالائے تعجب ہے کہ دونوں جہاں میں کسی نے بھی اس کے اسم اعظم کو زبان سے بیان نہیں کیا۔)

جناب یوسف علیہ السلام کے تمام بھائی مصر میں موجود تھے ان میں سے کسی کو بھی یوسف علیہ السلام کے پیراہن کی بو معلوم نہ ہوئی کنعان جو مصر سے اسی فرسنگ تقریباً پانچسو پچاس میل کی دوری پر ہے۔ جناب یوسف علیہ السلام کے پیراہن کی بو جناب یعقوب علیہ السلام کو کنعان میں پہنچتی ہے چوں کہ یعقوب علیہ السلام محب و عاشق تھے اور یقیناً محبوب و معشوق کی خوشبو محب و عاشق ہی کو ملتی ہے دوسروں کو یہ کہاں نصیب ہوتی اگرچہ ایک ہی مجلس میں موجود تھے محبت کا یہ مسئلہ خود عجائب و غرائب میں سے ہے۔ عشق و محبت کے احکام اہل محبت اور عاشق کے حصہ و نصیب کی چیز ہے اہل ظاہر اور صورت پرست اس سے بہت دور ہیں ان کے لئے اس پر ایمان رکھنا ہی بہت بڑی چیز ہے اس لئے کہ اس کا تعلق ذوق مزہ یعنی چکھنے سے ہے اسی معنی کو کہا ہے ؎

عقل فرماں کشیدنی باشد — عشق و ایماں چشیدنی باشد

(عقل تو فرمان کی بجا آوری کے لئے ہے — عشق و ایمان کا تعلق ذائقہ اور مزہ سے ہے)

اسی کو بزرگوں نے کہا ہے کہ بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو ہمارے زانو سے لگے بیٹھے ہیں لیکن ہمارے اور ان کے درمیان مشرق و مغرب کی دوری ہے اور بہت سارے لوگ وہ ہیں جو پچھم کے سرے پر ہیں یا پورب کے سرے پر ہیں لیکن وہ ہم سے بالکل متصل پہلو سے لگے بیٹھے ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔ لَا بُعْدَ مَعَ الْمُحَبَّةِ وَلَا قُرْبَ مَعَ الْعَدَاوَةِ. جہاں محبت ہے وہاں جسم و نظر سے دور رہنے میں کیا فرق ہوتا ہے اور جہاں محبت نہیں ہے وہاں قرب و نزدیکی سے کیا نفع ؟

نقل ہے کہ ایک اعرابی نے حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ مجھے حضور سے بے حد محبت ہے لیکن مرا مسکن مدینہ سے بہت دور ہے میں راستہ کی دوری کے سبب

حضور کی بارگاہ میں حاضر نہیں ہوتا ہوں مرا حال کیا ہوگا میرے لئے کیا حکم ہے؟ ارشاد محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہوا اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ یعنی محبت کے قانون کے تحت ہر شخص اپنے محبوب کے ساتھ ہے۔ اعرابی خوش ہو گئے۔ اسی معنی میں کہا ہے۔ ؎

ما نہ گدائیم چو سلطان عشق ۔۔۔ از مدد حسن تو سلطان ماست

در سحر از غیب شنیدیم کہ دوش ۔۔۔ درد دو جہاں درد تو درمان ماست

(میں بینوا گدا اگر نہیں ہوں جب کہ آپ کے حسن جہاں تاب کی مدد سے سلطان عشق ہمارا شہنشاہ ہے۔)

کہا جاتا ہے کہ ابتدائے اسلام سے اس وقت تک ایسی مسرت و شادمانی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کبھی نہیں ہوئی تھی جیسی کہ اس روز جس دن یہ حدیث شریف فرمائی گئی اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ تمام سوختگان جگر محبان و طالبان خدا و رسول کے لئے یہ حدیث شریف اکسیر شفا ہوگئی ہے اور تمام صحرائے محبت کے بھٹکنے والوں کے لئے دستگیر بن گئی ہے۔ ؎

محراب جہاں جمال رخسارۂ ماست ۔۔۔ سلطان جہاں در دل بیچارۂ ماست

(عالم کا محراب یہ آسمانی ماہ و خورشید سب ہمارے رخسار کا حسن ہیں سارے عالم کا شہنشاہ ہمارے محبت بھرے دل میں ہے۔)

یہ ساری تقریر اس لئے کی گئی کہ اصل کام محبت ہے جہاں چاہو رہو مشرق میں یا مغرب میں محبت کی بنا پر جہاں بھی ہو تم اپنے محبوب کے ساتھ ہو راہ کی دوری کا کیا خوف۔ اسی کو کہا ہے ؎

منزل ہمت است عالم قدس ۔۔۔ کہ قدمگاہ جبرئیل بود

بے واسطہ رسد بمقعد صدق ۔۔۔ چوں کہ عشقش ترا دلیل بود

(ہمت کی منزل وہ پاک عالم ہے کہ اس عالم پاک میں جبرئیل کے قدم کہاں پہنچ سکتے ہیں۔

بغیر کسی واسطہ و ذریعہ کے مقعد صدق میں اپنے مالک مقتدر کے پاس پہنچ جاتے ہیں کیونکہ عشق ہی سچا راہبر ہوجاتا ہے)

چوں کہ برادر عزیز کو عقیدت اور حسن ظن اس فقیر سے ہے تو میں نے بھی آپ کو قبول کیا اور اپنے پیروں کا طاقیہ (کلاہ) بھیج رہا ہوں ایک دعوت کا اہتمام کیجئے کچھ درویشوں کو جو وہاں ہوں بلائیے ان کی موجودگی میں طاقیہ پہنئے اور دو رکعت شکرانہ ادا کیجئے اور ہمیشہ باوضو رہئے ہر وضو کے بعد دو رکعت شکرانہ وضو ضرور پڑھئے جس وقت بھی ہو خواہ وہ وقت عصر کی نماز کے بعد ہی کا کیوں نہ ہو۔ اور اس فقیر کے مکتوبات و ملفوظات جو وہاں پہنچے ہیں انہیں آداب کے ساتھ مطالعہ کیجئے اور اس پر اپنی وسعتِ قوت کے مطابق عمل کیجئے۔ ؎

تقصیر مکن ہیچ تو در کردن طاعت   کانہا کہ بباییست ترا حملہ بداوست

(طاعت و عبادت میں تم ہرگز کمی نہ کرو، اس لئے کہ تمہیں جو کچھ چاہیئے وہ سب عطا کر دیا ہے)

اس قانون کے تحت کہ قلم بھی زبانوں میں سے ایک زبان ہے القلم أحد اللسانين، ملفوظات و مکتوبات کا وظیفہ اس تصور یعنی برزخ میں کرو کہ اس فقیر کی زبان سے سُن رہے ہو۔

والسلام

خاکسار شرف منیری

مکتوب ۵۳

دُنیا کی بے وفائی اور اس کی مذمّت میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ملک شمس الدین کے نام

کار عالم جز طلسم و ہیچ نیست   جز خرابی در خرابی ہیچ نیست

از طلسم او نشد آگہ کسے   درمیان خاک و خوں دارد بسے

(فریب منظر ایک دھوکہ ہے دنیا   مسلسل خرابی کی دنیا ہے دنیا

نہیں کوئی واقف طلسموں سے اس کے   ہیں خاک اور خوں میں کرشموں سے اس کے)

اے بھائی! دنیا، مکار، بے وفا، فریبی اور اپنے وقت کی رنگ بدلنے والی گرگٹ ہے، دیکھنے میں شہد اور اندر سے زہر ہلاہل ہے۔ جسے صبح نوازتی ہے رات میں اسے چھوڑ دیتی ہے صبح سویرے اگر کسی کو سر چڑھاتی ہے تو شام کو اپنے قدموں میں ڈال کر روند ڈالتی ہے اس کا جام خس و خاشاک کی آلودگی سے پاک نہیں ہوتا، اس کا پیالہ شہد زنبور کے نیش سے خالی نہیں ہوتا۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

ازجام او مچش کہ درآں جام زہرہاست   گل برگ او مبو کہ درآں زیر خارہاست

دہر ستیزہ کار ندارد وفا بکس   دیدیم و آزمودہ شنیدیم بارہاست

(اس دنیا کے پیالہ سے کچھ بھی زبان پر نہ رکھو کیوں کہ اس پیالہ میں زہر بھرا ہوا ہے اس کے پھول پتیوں کو نہ سونگھو اس کے نیچے کانٹے ہی کانٹے ہیں اس جھگڑالو دنیا نے کسی کے ساتھ وفا نہیں کی ہے بارہا دیکھ چکا ہوں آزما چکا ہوں اور سُن چکا ہوں۔)

یہ بڑھیا مکار دلہن بن کر بہت سارے بادشاہوں اور جوانوں کو قتل کر چکی ہے ایسا کہ وہ یاد کریں اور بہت سے اپنے عاشقوں کو پاؤں تلے اس طرح روند چکی ہے کہ وہ یاد کریں اور جس کسی کو بھی کوئی چیز دیتی ہے پھر چھین لیتی ہے اور جس کو کچھ دیتی ہے پھر اس سے اس کے واپسی کا مطالبہ کرتی ہے۔

جیسا کہ کسی نے کہا ہے

دہد بستاند و عارے ندارد | بجز داد و ستد کارے ندارد
چہ بخشد مر ترا ایں سفلہ ایام | کہ یک یک باز بستاند سرانجام

(دیتی ہے اور پھر لے لیتی ہے اور اس میں اسے ذرا شرم نہیں آتی دیکر لے لینے کے سوا اس کا دوسرا کام ہی نہیں ہے)

یہ کمینہ زمانہ یعنی دنیا تجھے کیا دے گی اس کا یہی طریقہ ہے جو دیتی ہے ایک ایک کر کے واپس لے لیتی ہے

اَلدُّنْیَا سَاحِرَۃٌ" دنیا جادوگر ہے اس کی جادوگری کا یہ حال ہے کہ اس کی ساری نمائش و زیبائش خواب کی طرح ہے اس کی خوراک اور اس کی پوشاک ایک خیال جیسی ہے اس کی لذتیں شہوتیں احتلام کے مانند ہیں ان سب کے باوجود ایک عالم اس کے پیچھے سرگرداں و پریشان ہے۔ سچ کہا ہے جس نے کہا ہے۔

حال دنیا را بپرسیدم من از فرزانہ | گفت یا خوابے ست یا بادیست یا افسانہ
باز گفتم حال آں کس گو کہ دل در وے ببست | گفت یا غولے ست یا دیویست یا دیوانہ

(میں نے ایک عاقل سے دنیا کا حال پوچھا اس نے کہا دنیا خواب ہے یا ہوا ہے یا افسانہ و کہانی ہے۔ پھر میں نے کہا اس شخص کا حال بتاؤ جس نے اس دنیا سے دل لگا رکھا ہے کہا ایسا شخص دیو ہے شیطان ہے یا دیوانہ ہے۔)

عجب حال ہے اس دنیا کا، یہاں شادی بے ماتم، خوشی بے غم، زندگی بے موت، صحت بغیر مرض، بقا بغیر فنا، مراد بغیر رنج و مصیبت، غذا بغیر بلا میں گرفتار ہوئے ملنا محال ہے اس کے باوجود ایک جہاں اس کی تلاش میں سرگرداں ہے سینکڑوں فتنے و بلاؤں میں مبتلا ہیں۔ چنانچہ خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔

دوں دنیا چوں نہنگے سر کشید | نیک و بد را تا بگردن در کشید
جملہ را تا حشر بر پیچید دست | ہیچ کس از مکر و دام او نجست
خاک عالم جمع کن چوں خاک بیز | بر سر دنیا و مردم خاک ریز
زانکہ گر یک لقمہ ناں باشد ترا | صد بلا از بعد آں باشد ترا

ے خاک بیز۔ نیاریا۔ سناروں کی خاکستر سے سونے چاندی کے ذرے چھننے والا۔

(اس کمینی دنیا نے گھڑیال کی طرح سر نکالا ہے اچھے اور برُے سب کو گردن تک پانی میں کھینچ لیا
قیامت تک کے لئے سب کو اپنی لپیٹ میں اس نے لیا کوئی بھی اس کے مکر و فریب کے جال سے نہیں بچ سکا
سارے جہاں کی خاک کو نیاریا کی طرح جمع کر دو دنیا اور دنیا والوں کے سروں پر اس خاک کو ڈال دو
اس لئے کہ روٹی کا ایک ٹکڑا بھی اگر اس سے تم کو ملا تو اس کے بعد سینکڑوں بلائیں تمہارے سر پر آجائیں گی)

کہتے ہیں ایک عالم تھا چار سو صندوق علمی کتابیں اسے یاد تھیں اس کا کام مجلسوں میں علمی تقریریں اور عبادت کے سوا دوسرا نہ تھا لیکن اس کا دل دنیا کی محبت میں مبتلا تھا اس زمانہ کے پیغامبر علیہ السلام پر وحی آئی کہ اس دنیا دار عالم سے کہہ دیجئے اگرچہ تم رات دن علمی مشغلہ اور عبادت میں رہتے ہو اور چار سو صندوق علمی کتابیں تمہیں یاد ہیں لیکن جب تمہارا دل دنیا کی محبت سے لبریز ہے تو تمہارا کوئی عمل قبول نہیں ہے۔ کسی نے کہا ہے۔ ؎

چوں تو دنیا دوستی حق ذرۂ از تو نپذیرد چہ باشی غرۂ
چوں ز دل دنیات دور افگندہ نیست جائے تو جز دوزخ سوزندہ نیست
صد جہاں علم با معنی بہم دوزخ آرد بار یا دنیا بہم

(جب تم دنیا کو محبوب رکھتے ہو تو حق سبحانہ تعالیٰ تمہارے اعمال میں سے ایک ذرہ بھی قبول نہیں فرمائیگا تم کس گھمنڈ میں ہو
جب تمہارا دل دنیا سے دور نہیں ہے تو تمہاری جگہ دہکتے ہوئے دوزخ کے علاوہ اور کہیں نہیں
علم کا سینکڑوں جہاں اور اس کے معانی تمہیں حاصل ہیں تو بھی ایسے علم کا ثمرہ دوزخ ہوگا یا دنیا ہوگی۔)

اے بھائی! دنیا کے ان سب عیبوں کے اور سینکڑوں خرابیوں کے باوجود ایک ہنر و خوبی بھی اس میں ہے، یہی دنیا خوش قسمتوں کے لئے آخرت کی کھیتی ہے۔ بحمد اللہ برادر عزیز پر اللہ رب العزت کا بے انتہا شکر واجب ہے کہ وہاں سے آنے والے مسلسل برادر عزیز کے بارے میں یہ خبر دیتے رہے ہیں کہ آپ نے دنیا کو مزرعہ آخرت بنا لیا ہے آپ کے بارے میں سب کا یہی نیک گمان ہے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ بحرمت النبی وآلہ الامجاد۔ دنیا کی دولت کا حصول اس حیثیت سے اچھا ہے۔ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرِّجَالِ الصَّالِحِیْن (کتنا پاک و طیب مال ہے صالح آدمی کا صالح آدمیوں کے لئے) یقین ہے کہ اس حدیث شریف کی خوشخبری میں آپ برادر عزیز شامل ہیں۔ الغرض دنیا اس حدیث شریف کے مطابق بری نہیں ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

چوں چنیں کردی ترا دنیا نکوست بس برائے دیں تو دنیا دار دوست

(جب تم اس صفت سے متصف ہو گئے تو دنیا تمہارے لئے اچھی چیز ہے دین کے لئے دنیا سے دوستی کر سکتے ہو۔)

اے بھائی! جہاں تک تم سے ہو سکے اپنے ہاتھ، اپنی زبان، اپنے کاغذ و قلم اور اپنے نقد و جنس سے اس دنیا کی کھیتی میں آخرت کی کمائی کر لو اگرچہ تمہارے پاس کفن کے لئے بھی کچھ نہ بچے تو بھی لگے رہو یہ جائز ہے۔ ؎

جملہ در باز و فرو کن پائے راست گر کفن را ہیچ نہ گذاری رواست

والسلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۵۴

بقدرِ ضرورت پر قناعت اور بقدرِ حاجت پر اکتفا کرنے میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خواجہ خاص پوری کے نام

بھائی خواجگی کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعا قبول کریں۔

لکھنا یہ ہے۔ اے بھائی! اگر کوئی شخص دنیا کے عیبوں اور اس کی بلاؤں کو زندگی بھر جلد کے جلد میں لکھا کرے تو بھی ختم نہ ہو تو چاہیئے کہ جتنا ضروری ہے اتنے پر اگر قناعت نہیں کر سکتا ہے تو جتنا اس کی حاجت ہے اس پر قناعت کرے تاکہ دنیا کی بلاؤں اس کے فتنوں سے محفوظ رہ سکے مرنے اور قبر میں جانے کی تیاری میں اپنی استعداد بھر مشغول ہو سکے۔ ؎

ہیچ کس را در جہاں بحر و بر از قناعت نیست ملک بیشتر
ہر کہ در راہ قناعت مرد شد ملک دنیا بر دل او سرد شد
نفس قانع گر گدائی می کند در حقیقت بادشاہی می کند
چوں ترا نانے و خلقانے بود ہر سر موئے تو سلطانے بود
ہر کہ او از دار دنیا پاک شد نور مطلق گشت اگرچہ خاک شد

(کسی کے لئے تمام سمندر اور زمین کی دنیا میں قناعت سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں۔ جو شخص قناعت

کی راہ کامرد ہوا، دنیا اور دنیا کی ساری مملکت اس کے دل پر سرد ہو گئی' اگر قناعت والا گداگری کرتا ہے تو حقیقت میں وہ بادشاہی کر رہا ہے۔ اگر تیرے پاس صرف ایک روٹی اور ایک ہی پھٹا پرانا پیراہن ہو تو تیرے جسم کا ہر رُواں ایک بادشاہ ہے جو شخص اس دنیا سے پاک و صاف ہو گیا تو نور مطلق رہ گیا کیوں کہ وہ تو خاک ہو چکا۔)

ایک فقیر سکرات موت میں تھے اس گھڑی انہوں نے وہ کملی جوان کے کاندھے پر تھی اسے علیحدہ کر دیا لوگوں نے کہا یہ کیا کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا یہ اس لئے کہ جس طرح برہنہ آیا ہوں اسی طرح جاؤں۔

فقیری میں مکمل راحت و آرام ہے دنیا والوں کے بلا اور فتنوں سے نجات ہے ایک فقیر کے لئے انتہا درجہ کی سختی یہی ہے کہ وہ فاقہ میں ہو' وہ رات جس میں اسے فاقہ ہو وہ رات اس کے معراج کی ہے چنانچہ ارباب تصوف اور فقراء کا قول ہے۔ مِعْرَاجُ الْفَقِیْرِ لَیْلَۃُ الْفَاقَۃِ (فقیر کی معراج اس کے فاقہ کی رات ہے) تو معلوم ہوا کہ فقیری سے اعلیٰ و افضل کوئی نعمت نہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

گرچہ چندانی سلیماں کار داشت — کز زمیں تا عرش گیر و دار داشت
مسکنت را قدر چوں بشناخت او — قوت از زنبیل باقی ساخت او

(اگرچہ جناب سلیمان علیہ السلام کی مشغولیت کا یہ عالم تھا کہ زمین سے آسمان تک حکومت کرتے تھے لیکن جب انہوں نے مسکینی کی قدر معلوم کر لی تو تھیلے بننے کو رزق کا ذریعہ بنا لیا۔)

اے بھائی! فقر' درویشی اسرار میں سے خاص راز ہے ملک و ملکوت یعنی عالم ظاہر و باطن میں جو کچھ ہے وہ تمام کائنات معراج کی شب حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دی گئیں لیکن حضورؐ نے گوشۂ چشم سے بھی اس کی طرف نہ دیکھا اور فرمایا اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ (مجھے فقر پر فخر ہے) اور جناب آدم پیغامبر علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کرایا گیا آٹھوں بہشت تحت تصرف میں دیدی گئیں جب حضرت کی نظر فقر درویشی کے راز پر پڑی تو آٹھوں بہشت کو گیہوں کے ایک دانہ پر بیچ دیا۔ اسی کو کہا ہے۔

جانِ آدم چوں لبِ فقر سوخت — ہشت جنت را بیک گندم فروخت

(جب جناب آدم کی جان فقر کے اسرار سے لہک اٹھی تو آٹھوں جنت کو ایک گندم کے عوض آپ نے بیچ دیا۔)

جب کبھی شیطان وسوسہ ڈالے نفس پریشان و تنگ کرے اور دنیا والے طعن کریں اور قارون و فرعون کی نعمتیں اور اس کی لذتیں ان دنیا داروں میں دیکھنے میں آئیں اور اس کی طرف ایک ذرہ برابر

بھی طبیعت کا میلان دیکھیں تو پھر اس مکتوب کو اس وقت پڑھا کریں اور اس سے اپنے دل کو تسلی و تسکین دیں۔

سے
عمر روزے پنج و شش می بگذرد — خواہ ناخوش خواہ خوش می بگذرد
چوں چنیں می بگذرد عمرے کہ ہست — چیست جز یاد از چنیں عمرے بدست

(جب اپنی زندگی پانچ پانچ چھ چھ دن کرکے گذرتی جارہی ہے، خوشی میں ہو یا ناخوشی میں یہ گذرتی ہی رہتی ہے جب یہ باقی عمر بھی اسی طرح گذر جائے گی تو پھر اس عمر رفتہ کی یاد کے سوا اور کیا ہاتھ میں رہ جائے گا۔)

والسلام
فقیر شرف منیری

مکتوب ۵۵

حکمِ خداوندی پر صبر اور نزولِ بلا پر رضا میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اخی الملک محمود کے نام

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَیِّتُوْنَ ۝

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

اے بھائی! حدیث شریف میں اللہ تعالٰے سے بر سبیل تذکرہ ہے، لوح محفوظ میں سب سے اول چیز جو لکھی گئی وہ یہ تھی اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا مَنْ لَّمْ یَرْضَ بِقَضَائِیْ وَلَمْ یَشْکُرْ عَلٰی نَعْمَائِیْ وَلَمْ یَصْبِرْ عَلٰی بَلَائِیْ فَلْیَطْلُبْ رَبًّا سِوَائِیْ (بلاشبہ اللہ میں ہوں میرے سوا کوئی خدا نہیں اور میرا حکم یہ ہے کہ جو میری مرضی سے راضی نہ ہو میری نعمتوں پر شکر نہ کرے میری بلاؤں پر صبر نہ کرے اس سے کہہ دو کہ وہ میرے سوا کوئی اور خدا تلاش کرے اگر کوئی ہو۔) صاحبانِ بصیرت اور تاجدارانِ معرفت اس حدیث شریف کی تنبیہ کی دہشت سے ہر گھڑی کہہ ہی جاتے ہیں کہ نیست و نابود اور معدوم ہو جائیں لیکن عدم کا دروازہ چوں کہ بند ہے تو کیا کریں، بے بس ہو کر یہی کہتے ہیں۔ سے

جانی دارم کہ بار عشق تو کشد — تا در سر کار تو نشود نگریزم

(میں وہ جان رکھتا ہوں جو آپ کے عشق کا بار اٹھا سکے جب تک یہ جان آپ کے کام نہ آجائے اس وقت تک ہٹنے والا نہیں ہوں۔)

نقل ہے کہ حضور پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کی ایک جماعت سے پوچھا، مَا اَنْتُمْ

تم کن لوگوں میں ہو ؟ سب نے عرض کیا کہ ہم لوگ مومن ہیں پھر سوال ہوا، مَا عَلَامَةُ اِیْمَانِکُمْ تمہارے ایمان کی دلیل کیا ہے ؟ عرض کی بلا میں صبر کرتا ہوں، نعمت میں شکر، تقدیر اور اللہ کے فیصلہ پر راضی رہتا ہوں۔ ارشاد ہوا قسم ہے رب کعبہ کی تم لوگ مومن ہو۔

ایک عارف سے کسی شخص نے پوچھا رضا کی انتہا کو کس طرح پایا ؟ انہوں نے کہا رضا کی انتہا کو نہیں پایا لیکن اس مقام تک پہنچا ہوں کہ اگر مجھے دوزخ اور بہشت کے درمیان پل بنا دیں کہ مخلوق مجھ پر سے گذر کر بہشت میں پہنچ جائیں اور اس کے بعد جب دوزخ دوزخیوں سے خالی ہو جائے تو اُسے مجھ سے پُر کر دیں تو حقیقتاً میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اس سے راضی اور خوش رہوں۔

ے
ہر کرا یک ذرہ خلت دست داد — ہر دمش صد گونہ دولت دست داد
گر محبت ذرہ پیدا شود — کوہ از نیروے او دریا شود

(جس کسی کو اللہ کی محبت کا ایک ذرہ میسر ہو جائے، ہر لمحہ سینکڑوں دولت اسے دستیاب ہوتی رہیں۔
اگر اس محبت کا ایک ذرہ اس میں پیدا ہو جائے، تو پہاڑ اس کی ہمت و طاقت سے دریا بن جائے۔)

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا خدا سے کون راضی ہوتا ہے اور اس کی علامت کیا ہے ؟ انہوں نے جواب دیا، ایسا شخص جو مصیبت میں ایسا خوش رہے جیسے نعمت میں خوش رہتا ہے۔ اسی معنی میں کہا ہے۔ ے

گر شود ایں درد دامن گیر تو — پس بود ایں درد دایم پیر تو

(اگر تجھے یہ درد پیدا ہو جائے تو یہی درد ہمیشہ کے لئے تیرا رہبر بن جائے۔)

روایت میں آتا ہے کہ قوم بنی اسرائیل نے جناب موسیٰ علیہ السلام سے کہا اپنے پروردگار سے ہم لوگوں کے لئے کوئی عمل پوچھیے۔ کہ جو ہم لوگ کریں اور ہمارے اس عمل سے خدا ہم سے خوشنود رہے جناب موسیٰ علیہ السّلام نے مناجات کی اِلٰھی آپ ان لوگوں کا سوال سُن رہے ہیں فرمان اللہ جل شانہٗ ہوا کہ یہ لوگ ہر حالت میں جس درجہ ہم سے راضی رہیں گے اسی درجہ میں ہم ان سے خوشنود ہوں گے

ے
بندہ آں بہتر کہ برفرماں رود — کز خداوند آں چہ خواہد آں رود

(بندہ وہی بہتر ہے جو فرماں بردار ہو اللہ رب العزت اس سے جو چاہے وہ بجا لائے۔)

اے بھائی! اللہ رب العزت کے فیصلہ سے خوش رہیں یا نہ رہیں تقدیر بدل نہیں سکتی تو گھبراہٹ، بیقراری، نالہ و شیون کا اظہار خود ایک گناہ ہے اس میں تو ڈر اور خطرہ ہے کہ کہیں

ناراض ہوکر فَلْیَطْلُبْ رَبًّا سِوَائِیْ (میرا فیصلہ منظور نہیں تو دوسرا رب تلاش کرلو) کی ڈانٹ نہ پڑ جائے۔ ہوشیار رہو ہرگز ہرگز اس کی مرضی اس کے فیصلہ سے کبھی ناخوش نہ ہونے پائے زہر کی اس تلخی کو شکر جان کر خوشی خوشی نوش کر لیا کرو مردان دین کی اقتدا کرنی چاہیئے دنیادار مخنثوں کی نہیں۔ سنو یہ شعر سنو ؎

عاشقاں نقلِ غمت با بادۂ احمر خورند　　　گرچہ غم تلخ است در یاد تو چوں شکر خورند

(عشاق سرخ شراب کے ساتھ آپ کے غم کو نُقل بناتے ہیں اگرچہ غم تلخ ہے آپ کی یاد میں شکر کی طرح کھاتے ہیں۔)

(قطعہ)

گویند مرا کہ با غم دوست　　　ایں صبر چو صبر چوں گوارد

بیمار بطمع تندرستی　　　گر زہر خورد شکر شمارد

(مجھ سے کہتے ہیں محبوب کے دیئے ہوئے غم کے ساتھ اس صبر کو مصبر ایلوا کی طرح کیسے گوارہ کرتے ہیں۔)

مریض تندرستی کی ہوس میں زہر کھاتا ہے مگر اس کو شکر ہی شمار کرتا ہے۔)

اے بھائی! جس نے قضاو قدر (فیصلے اور تقدیر) پر نظر رکھی وہ حق سبحانہ تعالےٰ کے نظارہ میں مشغول رہا اگر دونوں جہان کی بلائیں اس پر ڈال دی جائیں تو پہاڑ برابر ایک ذرہ کے برابر وہ شمار کرے اور جس نے خود اپنی طرف نگاہ رکھی وہ نالہ و فریاد میں مشغول ہوا بلا و مصیبت کا ایک ذرہ تنکے پر پہاڑ کے مانند اسے محسوس ہوگا اسی کو کہا ہے۔ ؎

نوش داں ہر چہ زہر اُو باشد　　　زشت و نیکو ہمہ نکو باشد

سوئے تو نام زشت و نام نکوست　　　ورنہ محض عطاست ہر چہ از دوست

(محبوب کی جانب سے جب بھی زہر ملے وہ نوشدارو[1] ہے اس کی جانب سے اچھی اور بری ہر چیز اچھی ہی ہوتی ہے۔)

نیک و بد یہ نام تو خود تیری اپنی جانب سے رکھا ہوا ہے ورنہ محبوب کی جانب سے جو بھی ہے وہ اس کی عطا ہی ہے۔)

ایک شخص عشق بازی کے الزام میں گرفتار ہوا پانچسو ڈنڈے اس کی سزا کا فیصلہ ہوا ڈنڈے پڑتے تھے اور وہ ہنستا رہا لوگوں نے کہا یہ عجب تماشہ ہے ڈنڈے کھانا اور اس پر ہنسنا۔ اس نے کہا جس وقت مجھے ڈنڈے مارتے تھے میرا معشوق مرے سامنے ہوتا تھا اور میں اس کے دیدار و نظارہ میں مستغرق رہتا تھا ایسا کہ نہ مجھے ڈنڈا پڑنے کی خبر ہوتی اور نہ درد کا احساس ہوتا۔ اور مصر کی عورتوں کا قصہ مشہور ہے کہ خواتین مصر جناب یوسف علیہ السلام کے جمال کے مشاہدہ میں ایسا غرق ہوئیں کہ اپنے ہاتھوں کو انہوں نے چھری سے کاٹ لیا اور ان کو خبر بھی نہ ہوئی۔[2]

---

[1] نوشدارو۔ خوش ذائقہ بیحد نفع بخش معجون۔

آں کہ از تیر او شرف دارد — دیدگاں از پئے ہدف دارد
ہر بلائے کہ ذل نماید ازو — از یکے تا ہزار شاید ازو

(جسے محبوب کے تیر نظر کے شکار ہونے کا شرف حاصل ہوتا ہے وہ اپنے دونوں دیدوں کو نشانہ بننے کے لئے کھلا رکھتا ہے۔ محبوب کی طرف سے ہر وہ بلا جس میں اس کی ذلت درسوائی ہو ایک بلا کیا ایسی ہزاروں بلائیں محبوب کی جانب سے اُسے چاہیئے) صبر کی تعریف جانتے ہو کیا ہے؟ بندہ پر جس قدر بلا و مصیبت ناخوشگوار آئے وہ اس سے رنجیدہ اور ناخوش نہ ہو۔ وَلِلّٰہِ مَا اَعْطٰی وَلِلّٰہِ مَا اَخَذَ فَمَنْ اَنْتَ فِی الْبَیْنِ۔ جو دیا ہے وہ بھی اسی کا ہے اور جو لے لیا وہ بھی اسی کا ہے درمیان میں تم کون ہوتے ہو۔ تم اپنے آپ سے فضولیات کو دور کر دو خالص نتھرے ہوئے مومن بن جاؤ اور ایمان کی حفاظت جان کی طرح کرو ایمان کی سلامتی کے لئے ایک جان کیا سو جان ہو تو قربان کر دو (ایمان کے مقابلہ میں) بیوی، بال بچے، ماں باپ، بھائی بہن کیا چیز ہیں۔ ؎

تشنۂ او میر گر تو زندہ ای — خاک ایں در باش گر تو بندہ ای
ذرۂ دردِ خدا در دل ترا — بہتر از ہر دو جہاں حاصل ترا

(اس کی محبت کی پیاس میں مرجا اگر تو اب تک زندہ ہے محبوب کے در کی خاک بن جا اگر تو بندہ ہے۔ خدا کی محبت کے درد کا ایک ذرہ تیرے دل میں ہے تو یقین کرے کہ دونوں جہاں کی دولت سے بہتر دولت تیرے پاس ہے۔)

حدیث شریف میں ہے۔ اَلْاِیْمَانُ نِصْفَانِ نِصْفُہٗ شُکْرٌ وَنِصْفُہٗ صَبْرٌ۔ یعنی ایمان کے دو حصے ہیں ایک نصف، نعمت میں شکر اور دوسرا نصف، بلا میں صبر کرنا ہے آزمائش کی بھی دو قسم ہے ایک نعمت کے ذریعہ دوسرے بلا کے ذریعہ اگر نعمت کے ذریعہ آزمائش ہوتی ہے تو شکر کا مطالبہ ہوتا ہے اور اگر بلا و مصیبت سے آزماتے ہیں تو صبر کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ؎

ناکساں را بلطف خود کس کرد — شکر و صبرے ز بندگاں بس کرد

(وہ بیچارے جو کسی شمار میں نہ تھے ان کو اپنے فضل سے قابل قدر بنا دیا اور بندوں سے محض صبر و شکر کا مطالبہ کیا اور بس۔)

اور اگر بندہ نعمت میں شکر اور بلا و مصیبت میں صبر کرتا ہے تو جان لو اس کے پاس ایمان و توحید ہے اور اگر ایمان و توحید کا دعویٰ دیکھتے ہو اور یہ دونوں صفتیں نہیں پاتے تو سمجھ لو کہ محض دعویٰ ہے اور محض دعویٰ بغیر ثبوت و شہود معلوم ہے کیا ہے؟ اگر کوئی شخص قاضی کی عدالت کے کمرہ میں دعویٰ پیش کرے اور اس دعویٰ پر گواہ و شاہد اس کے پاس نہ ہو تو قاضی کی عدالت میں کیا لے جائے گا۔

اسی کو کہا ہے۔ ؎

نیست کس را از حقیقت آگہی جملہ می میرند با دست تہی

(کسی کو بھی حقیقت کی اطلاع نہیں ، یہ کے سب یہاں سے خالی ہاتھ جائیں گے)

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اَلصَّبْرُ مِنَ الْاِیْمَانِ بِمَنْزِلَۃِ الرَّاْسِ مِنَ الْجَسَدِ (ایمان کے لیے صبر سر کے درجہ میں ہے" اور یہ جانتے ہو کہ بغیر سر کا جسم کس کام کا ہوتا ہے اسی طرح بغیر صبر کے ایمان ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

دور دور است در بلا خوردن بندہ بودن و بندگی کردن

(بلا و مصیبت کی حالت میں حقیقی بندہ رہنا اور صحیح بندگی کرنا بہت دور ہے۔)

اے بھائی! بلا میں بہت سارے رموز و اسرار ہیں اور بڑے اہم کام ہیں کہ جو نعمت میں نہیں ہیں خداوند تعالیٰ کا طریقۂ کار یہی ہے کہ جتنے انعام و اکرام رکھے ہیں وہ سب بلا کے پردہ کے اندر ہیں جیسا کہ کہا ہے۔

؎ ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است زیر آں گنج کرم بنہادہ است

(حق سبحانہ تعالیٰ نے جتنی بلائیں اس قوم پر ڈالی ہیں ان سب کی تہہ میں اپنے کرم کا خزانہ چھپا رکھا ہے۔)

بزرگوں نے جناب ایوب علیہ السلام کے فریاد کی تصریح یوں کی ہے کہ جناب ایوب علیہ السلام پر متواتر بلاؤں کا نزول تھا جب تک جسم پر گوشت کا حصہ رہا کوئی فریاد نہیں کی جب بدن پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہیں رہا بلا انتہا کو پہنچ گئی تو خوف اس کا پیدا ہوا کہ جب بلا ختم ہوگئی تو عطا و نوازش بھی زائل ہو جائے گی تو بلا کے نہتا تک پہنچ جانے سے نہیں بلکہ عطا و نوال کے زوال سے فریاد کی کہہ اٹھے اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ (اے میرے رب بیشک میں نقصان میں ہوں آپ ارحم الراحمین ہیں۔)

اے بھائی! فرعون کو بادشاہت اور اس کی عافیت چار سو سال تک بے طلب اُسے دی گئی۔ اگر وہ درد، وہ سوز، بھوک اور مصیبت جو جناب موسیٰ علیہ السلام کے حصے کی تھی اس میں سے ایک ذرہ برابر مانگتا تو اُسے ہرگز نہیں دی جاتی جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

فرعون را نہ داریم اے دوست درد سر زیرا کہ اُو نہ داشت سر درد ہائے ما

(اے دوست میں نے فرعون کے سر میں کبھی درد پیدا نہ ہونے دیا کیوں کہ اس کا سر ہمارے درد کے لائق ہی نہیں تھا)

بلاؤں کا جھیلنا بندوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے ولی ہونے کی علامت ہے۔ کہا جاتا ہے حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا پر جس دن کوئی بلا نازل نہیں ہوتی تو وہ مناجات کرتیں الٰہی، تو نے روٹی تو دی کہ میں کھاؤں لیکن وہ بلا کہاں ہے ؟)

جُبّہ پوشاں و دستار بنداں مردانگی کا دعویٰ کرنے والے ذرا اس دوپٹہ اوڑھنے والی کی قوت کو دیکھیں اور اپنے جُبّہ و دستار پر شرم کریں۔ اسی معنی میں کہا ہے۔ ؎

در بازِ سر مردی در صفِ قتالِ اُو — کز بہر سر درِ رہ بر کم بہ تباید بود

(محبت کی جنگ کے میدان میں سر کی بازی لگادو کیوں کہ اس راہ محبت میں سر سے کم کی بازی نہیں لگائی جاتی۔)

حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بادشاہت اور فقیری دونوں میں سے کسی کو قبول کرنے کا اختیار دیا گیا چوں کہ حضور سرور کائنات تمام عارفوں کے سردار تھے آپ نے فقر اختیار کیا چوں کہ حضورؐ نے یہ جان لیا تھا کہ فقر بلاؤں کا گھر ہے اور بلا خانہ ہی میں وہ سب کچھ رکھا گیا ہے جو خاص دوستوں کے لئے رکھا جاتا ہے۔ ؎

ملک دو جہاں بہ زیرِ پا آری — گر ہوا را بزیر را آری

(دونوں جہاں کو تو اپنے قدموں میں لے آئے اگر اپنی خواہشوں کو اپنے تلووں سے کچل ڈالے۔)

چوں کہ جہانِ محبت اور عالم خصوصیت سے ایک ذرہ بھی فرعون و نمرود کی قسمت میں نہ تھا تو ان سب کو صاحب سلطنت اور مال وجاہ دنیادی والا بنا دیا تاکہ لوگ جان لیں کہ دلیوں اور محبتین کے ساتھ معاملہ دوسرا ہے۔ بیگانوں اور دشمنوں کے ساتھ دوسرا ہے۔

ایک دفعہ ایک شخص حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئے عرض کیا کہ رسول اللہ اِنّیْ اُحِبُّ اللّٰہ میں خدائے تعالےٰ سے محبت کرتا ہوں ارشاد ہوا استعِدِ البلاء بلا کے لئے آمادہ و تیار رہو معلوم ہوا کہ دوستوں ولیوں کے لئے جو کچھ رکھا ہے وہ سب بلا کے پردہ کے اندر ہے۔ ؎

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است — زیرِ آں گنج کرم بنہادہ است

(جتنی بلائیں اس جماعت محبین پر حق تعالےٰ نے رکھی ہیں اُن کی تہ میں اپنے کرم کا خزانہ چھپا رکھا ہے۔)

اے بھائی! نقل ہے اِنَّ اللّٰہ یجرب المومن بالبلاء کما یجرب احدکم الذھب بالنار اللہ تعالےٰ مومنوں کو بلا میں ڈال کر اس طرح جانچتا ہے جس طرح تم میں کا کوئی شخص سونے کو آگ پر رکھ کر پرکھتا ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

در خیال از فزون و کاست بود — آزمائش راگواہ راست بود

(اگر تیرے خیال میں کم و بیش ہو تو آزمائش ہی سچا گواہ ہوتا ہے۔)

نقل ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ بلا ایسی نہ تھی جو حضرت ابراہیمؑ

کو فرمان ہوا کہ اپنے بیٹے کو قربان کر دو اور وہ بھی کوئی بڑی بلا نہ تھی کہ زکریا علیہ السلام کے سر پر آرہ چلایا گیا آزمائش و امتحان، بلا و محبت وہ تھی جو محمد پر ڈالی گئی۔ کبھی کہا گیا لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ (آپ نہ ہوتے تو آسمانوں کو پیدا نہ کرتا) یہ سب آپ کے لئے ہے اور کبھی کہا جاتا ہے لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ" آپ کے ہاتھ میں کوئی کام نہیں کبھی میری قسم کھائی جاتی ہے لَعَمْرُكَ (آپ کی عمر کی قسم) اور کبھی یہ تازیانہ بھی پڑتا ہے اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى (کیا حالت یتیمی میں آپ کی مدد میں نے نہیں کیا) کبھی عرش کو میرے لئے فرش بنایا گیا اور کبھی ایک پیمانہ جو کے لئے یہودی کے در پر بھیجا گیا اسی کو کہا ہے۔ ؎

گہ بادل پر نشاط گہ دل ریشم — گہ باکف پر سیم و گہ درویشم
من بو قلمون روزگار خویشم — گہ واپس جملہ خلق گہ در پیشم

(کبھی مری مٹھی سونے چاندی سے بھری ہوئی ہے کبھی میرا دل خوشی سے لبریز کبھی چور اور زخمی کبھی میں تمام مخلوق کے پیچھے اور کبھی سب کے آگے میں اپنے وقت کا عجوبہ ہوں۔)

اے بھائی! بندہ نے جس وقت لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ کہا تو سب سے منہ موڑ لیا اور خدا و اس کے رسول کی محبت کا دعویٰ کیا تو اس کے لئے دلیل و برہان ضروری ہے اس کے بغیر چارہ نہیں محض دعویٰ پر کسی کو چھوڑا نہیں جاتا اس دعویٰ کی دلیل وہی نعمت کا شکر اور بلا میں صبر ہے۔ ؎

شکر و صبرے ز بندگاں بس کرد — ناکساں را بہ لطف خود کس کرد

(بے قدروں کو قابل قدر بنا دیا اور بندوں کی جانب سے صرف صبر و شکر پر اکتفا کیا۔)

اب تم یہ دلنشیں کر لو کہ اس بارگاہ پاک میں کوئی شخص محب و معزز مکرم اور بزرگ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر نہیں اور کوئی فرزند معزز و عالی وقار صاحب عز و شرف امیر المومنین حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے زیادہ نہیں ہے آپ کی مصیبت دیکھو اگر مصیبت کی گھڑی میں شیطان بہکائے نفس وسوسہ ڈالے تو اس وقت اس کو دیکھو اس پر غور کرو جو کہا گیا ہے مَنْ اَصَابَتْهُ مُصِيْبَةٌ فَلْيَذْكُرْ مُصِيْبَتِيْ جس کسی کو کوئی مصیبت پہنچے تو اس سے کہو وہ میری مصیبتوں کو یاد کرے اس بارے میں مومن کے لئے اتنا ہی کافی ہے اور اسی سے تسلی و تسکین حاصل کرنا چاہیئے اسی کو کہا ہے۔ ؎

در یکے در ہزار تا یدا زد — بر بلائے کہ جاں نماید ازد

(ہر وہ ایک بلا جو اس کی جان پر آتی ہے ایسی ایک بلا کے بعد ہزاروں بلائیں اسے مطلوب ہوتی ہیں۔)

اس خط کے لکھنے سے مقصود یہی ہے کہ برادر عزیز کے دل کو تسکین و تسلی ہو اگرچہ برادر عزیز کی قوت پر

اور اس کے گھونٹ جانے پر اور تقدیر کے آگے گردن جھکا دینے پر اور اس کے فیصلہ سے راضی و خوشنود رہنے پر پورا اعتماد ہے بااینہمہ اس مکتوب کے مطالعہ سے مدد و اعانت ہوگی اور شیطانی وسوسوں کے دفع کرنے میں طاقت ملے گی۔

بزرگوں کا قول ہے جو کی روٹی اور سرکہ کھانا کمبل اور پھٹے پرانے کپڑے پہننا کوئی بڑا کام نہیں ہے اصل کام تو اللہ جل شانہ کے فیصلوں سے راضی و خوشنود رہنا ہے۔ اسی معنی کو کہا ہے۔ ؎

حکم حق سوئے تو چوں کرد نگاہ — جاں برآر از پئے نثار نہ آہ

آہ تا دم زند تو چوں مرداں — آہ را ہم ز راہ برگرداں

(حق سبحانہ تعالےٰ کے حکم نے جب تمہاری طرف نگاہ کی تو جان کو قربان کرنے کے لئے لبوں تک لانا چاہیئے نہ کہ آہ کو جب آہ باہر آنا چاہے تو تم مردوں کی طرح اس آہ کو اپنی راہ سے ہٹا دو۔)

اس مصیبت کے بیان کو میں اللہ جل شانہ کی کتاب قرآن مجید کی اس آیۃ پر ختم کرتا ہوں اِذَا اَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ جب کسی پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ پکار اٹھتے ہیں تیرے لئے ہوں اور تیری طرف آنا ہے۔)

ہیچ دل را جز تحیر راہ نیست — وز شد آمد جاں کسے آگاہ نیست

کار عالم جز طلسم و پیچ نیست — جز خرابی در خرابی ہیچ نیست

(کسی کو حیرت کے سوا کوئی راہ نہیں ہے مبداء و معاد یعنی جان کے آنے جانے کی کسی کو آگاہی نہیں اس دنیا کا کارخانہ ہی فریب نظر اور پر پیچ ہے یہاں مسلسل خرابی کے سوا اور کچھ نہیں۔)

والسلام
شرف منیری

مکتوب ۵۶

نفس کو اکھاڑ پھینکنے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا عمر ساکن سنتکانوں کے نام — جو مریدوں میں سے ایک مرید ہیں

ذرۂ درد خدا در دل ترا — بہتر از ہر دو جہاں حاصل ترا

(اگر اللہ رب العزت کی محبت کا درد تیرے دل میں ایک ذرہ برابر ہو تو دونوں جہاں کی دولت سے بہتر ہے۔)

اے بھائی! دل کے اندر یافت کی خوشی یا نایافت کا غم و درد ہونا چاہیئے۔ وہ دل جو ان دونوں کیفیتوں سے خالی ہو اگرچہ دل ہے اور اَلْقَلْبُ بیت اللہ کا شرف اسے حاصل ہے لیکن ایسا دل دیو شیطان کا گھر ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

لے دریغا جان و تن در باختیم — قیمتِ جاں ذرۂ نشناختیم

تشنہ می میریم در طوفان ہمہ — واں کہ آب از چشمۂ حیواں ہمہ

(افسوس جسم وجان سب ہم نے لٹادیا، جان کی قدر ذرہ برابر ہم نے نہیں پہچانی، اس طوفان کے اندر ہوتے ہوئے پیاسے مر رہے ہیں جب کو سارا پانی آب حیات کے چشمے سے ہے۔)

جس حال میں زندگی گذارتے ہیں اسی حال میں موت آئے گی کَمَا تَعِیْشُوْنَ تَمُوْتُوْنَ ۔ اور جب کل قیامت کے دن قبر سے اٹھنا ہوگا تو جس حال میں مرے ہیں اسی حال میں اٹھایا جائے گا۔ اللہ اپنے پناہ میں رکھے۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

ہر چہ در دنیا خیالت آں بود — تا ابد راہ وصالت آں بود

زاں کہ ہر چیزے کہ سودائے تواں است — بہ چوں بمردی نقد فردائے تواں است

(تیری دنیاوی زندگی جس خیال میں گذری، ابد تک وہی چیزیں تیرے ساتھ رہیں گی۔ یہ اسلئے کہ اس دنیا میں جس چیز کا تجھے جنون رہا مرنے کے بعد وہی سودا تجھے نقد ملے گا۔)

ہوشیار! کہیں ایسا نہ ہو کہ غفلت میں راہ ماری جائے ہمیشہ اس درد کو رہنا چاہیئے کبھی اس سے خالی نہ ہوں بلکہ رات دن ہر روز اس کوشش میں رہیں کہ اس درد میں زیادتی ہو آدمی کی قدر و قیمت اسی درد سے ہے ورنہ وہ محض حیوان ہے آدمی نہیں۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

ہر کہ ایں درد عالم سوز نیست — در شب است او ہر گز اورا روز نیست

ہر کرا ایں درد نیست اُو مرد نیست — نیست درماں گر ترا ایں درد نیست

(جس کے پاس جہاں کو جلا دینے والا درد نہیں ہے وہ ہمیشہ رات کے اندھیرے میں ہے کبھی اسے دن کی روشنی میسر نہیں جسے یہ درد عشق نہیں وہ مرد ہی نہیں ہے اگر تجھے یہ درد نہیں ہے تو تیرا علاج بھی نہیں ہے۔)

ہرگز اس کی کوشش نہ کرو کہ بہت زیادہ نمازیں کیسے پڑھیں اور بہت زیادہ روزے کیوں کر رکھیں کیوں کہ یہ دونوں تمہارے نفس کو موٹا کرتے ہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

نشوی در نہاد خود سالار — بہ نمازے و روزۂ بسیار

زانکه ہرچند گزیدہ ترگردی ہر دو زیں لحظ خواجہ ترگردی
گرہمیں لنگہنت کند فربہ سیر خوردن تراز لنگہنت بہہ

(کثرتِ نماز و روزہ سے تم مردِ میداں نہیں بن سکتے۔ کثرتِ نماز و روزہ سے تم دیکھنے میں کتنے ہی بڑے بزرگ معلوم ہو یعنی اس وجہ سے اگرچہ تم بڑے بزرگ بن جاؤ۔ اگر تمہارا یہ گھمنڈ تمہیں فربہ کرتا ہے تو اس گھمنڈ سے بھرپیٹ کھانا ہی تمہارے لئے بہتر ہے۔)

نفس کا یہ کتا جو تمہاری راہ روکے بیٹھا رہتا ہے اسے ہٹانے کی کوشش کرو۔ اگر تم یہ کہو کہ میں بیچارہ مجبور و عاجز کس طرح اسے ہٹا سکتا ہوں؟ تو یہ درست ہے لیکن اتنا تو کر سکتے ہو کہ حق سبحانہ تعالےٰ سے پناہ مانگو اور نہایت گریہ وزاری و عاجزی سے مناجات کے لئے ہاتھ اُٹھاؤ اور کہو ؎

خالقا تا ایں سگم در باطن است راہ جانم سوئے تو نا ایمن است
تا بحکم شرع در کارش فگن یا بکلی در نمک سارش فگن

(اے میرے خالق! جب تک نفس کا یہ کتا میرے باطن میں بیٹھا ہوا ہے آپ کی جانب آنے کی راہ محفوظ نہیں ہے یا تو اس کو شرع کے مطابق کام میں لگا دیجئے یا پورے طور پر اسے نمک سازی کے کارخانے میں ڈال دیجئے۔)

سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے جب اپنی مناجات میں کہا کَیْفَ الطَّرِیْقُ اِلَیْکَ (اے میرے اللہ آپ تک پہنچنے کی کون سی راہ ہے۔) جواب ملا' دَعْ نَفْسَکَ وَتَعَالْ (نفس کو چھوڑ دو اور چلے آؤ۔) معلوم ہوا نفس کافر ہی ہے کہ جس نے راہ روک رکھی ہے اور جب تک یہ نفس کافر راہ سے نہیں ہٹتا دل پیدا نہیں ہوتا ہے اور اس دردِ طلب کی جگہ یہی دل ہے، بگل نہیں چنانچہ اس کے طالبان کی فریاد اور ان کا نالہ ہے۔ ؎

کاش کہ ہرگز نہ زادی مادرم تا نہ کردی کُشتہ نفس کافرم
کاش کہ ہرگز نبودی نام من تا نہ بودی جُنبش و آرام من

(کاش میری ماں مجھے پیدا ہی نہ کرتی تاکہ میں اس نفس کافر کا مقتول نہ بنتا۔

اے کاش کبھی میرے نام کا نشان ہی نہ ہوتا تاکہ مجھ سے کسی حرکت و سکون کا ظہور ہی نہ ہوتا۔)

اب تم جان چکے کہ طالبانِ حق سُبحانہ تعالےٰ کا اصل کام یہی جہادِ اکبر (نفس کافر سے جنگ) ہے کثرتِ نماز و روزہ نہیں یہ تو تمہیں ہر آن فربہ کرنے والے ہیں۔ اور ان بزرگوں کے بارے میں جو تم نے سُنا ہے کہ کبھی وہ شراب خانے چلے گئے کبھی شراب خانہ سے مٹکا سر پر رکھ کر نکلے اور کبھی کسی نے زنار باندھ لی کوئی بتخانہ

میں جا بیٹھے ان سب کا یہ فعل اصل میں جہاد اکبر ہی تھا یعنی نفس کا قلع قمع کرنے کے لئے اور یہ جملہ اسی معنی کی نشاندہی کرتا ہے اِنَّ فِی الخَمْرِ مَعْنیً لَیْسَ فِی الْعِنَبْ انگور کی شراب میں جو معنی ہے وہ انگور میں نہیں اور وہ جو کہا ہے۔

در بت کدہ در آئی و بنشیں   بر بند بروے خرقہ زنار

(بتکدہ میں آکر بیٹھ جاؤ   اور خرقہ کے اوپر زنار باندھ لو۔)

اس راہ میں جنہوں نے خود کو ڈال دیا وہی ارباب معنی ان کاموں کو جانتے ہیں ان چیزوں سے جو بالکل کنارے ہیں ان کو اس کی کیا خبر اور کیا فکر۔ جیسا کہ کہا ہے۔

طالباں در راہ حق خوں خوردہ اند   بندگی و حق گذاری کردہ اند

لاجرم در بندگی سلطاں شدند   مہتر خلق جہاں ایشاں شدند

(اس راہ حق سبحانہ تعالےٰ میں اس کے طالبان خون کے گھونٹ پیتے رہے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ بندگی و طاعت کرتے رہے ہیں، تو یقیناً اسی بندگی میں بادشاہ ہو گئے ہیں اور سارے جہاں کے لوگوں کے سردار ہو رہے ہیں۔)

اے بھائی! جب تک دل نہیں پیدا ہوتا یہ طلب نہیں ہوگی اور جب تک دل نہیں ہوتا ہے یہ درد نہیں ہوتا ہے اور جب درد نہ ہوگا تو علاج بھی نہیں ہوگا۔ اسی کو کہا ہے۔

چوں نہ داری درد درماں کے رسد   چوں نہ ای تو بندہ فرماں کے رسد

تا ز درد خود نگردی سوختہ   کے کند آتش ترا افروختہ

درد پیش آری و درماں باشدت   جاں دہی اُمید جاناں باشدت

(جب تیرے پاس درد نہیں ہے تدبیر و علاج کیسے ہوگا جب تک تم بندہ نہیں بنتے تو تمہیں مخاطب کیوں کیا جائے جب تک تم اپنے درد سے نہیں سُلگتے تمہیں عشق کی آگ کب روشن کر سکتی ہے۔ درد پیش کرو تمہارے درد کا علاج ہو جائے گا جان پیش کرو محبوب سے ملنے کی اُمید ہو جائے گی۔)

یہ تمام تقریر صرف اس ایک جملہ سے وابستہ ہے کہ۔ نفس کافر راہ روکے ہوئے ہے اسے راہ سے ہٹا دینا ہے تاکہ راہ کھل جائے۔ اسی کو کہا ہے۔

ازیں کافر کہ مارا در نہاد است   مسلماں در جہاں کمتر فتاد است

تا ترا نفس کافر در کمین است   کجا تو رہبری آنجا کہ دین است

(جب تک یہ نفس کافر تمہاری سرشت و بنیاد میں ہے اسی کے سبب مسلمان حقیقی دنیا میں بہت کم ہیں۔ جب تک یہ نفس کافر تمہاری گھات میں لگا ہوا ہے جہاں دین ہے اس مقام تک تم کہاں پہنچ سکتے ہو۔)

سالک کے لئے اس کی کوشش کرنا فرض عین ہے جس کے ذریعہ نفس راہ سے ہٹ جائے اور جب نفس ہٹ گیا تو جس حال میں چاہو رہو خواہ کعبہ کے در پر پڑے رہو، خواہ بتخانہ کے دروازہ پر خواہ آتش پرستوں کے عبادت خانہ کے در پر خواہ شراب خانہ کے دروازہ پر رہو اس امر کو اچھی طرح خیال میں رکھو کہ سب سے بڑا اور اصل کام نفس کا قلع قمع کرنا ہے جیسا کہ ایک عزیز نے کہا ہے۔ ؎

در بتکدہ گر خیالِ معشوقۂ ماست　　رفتن بطواف کعبہ از عقل خطاست
در کعبہ از بوئے ندارد کنش است　　با بوئے وصالِ او کنش کعبۂ ماست

(بت خانہ میں اگر مجھے اپنے محبوب کا خیال حاصل ہے تو کعبہ کے طواف کے لئے جانا عقل کی رُو سے غلطی ہے کعبہ میں اگر میرے محبوب کی بُو نہیں ہے تو ایسا کعبہ کنشت یعنی آتش پرستوں کا عبادت خانہ ہے اور اگر کنشت میں اس کی قربت کی بُو ملتی ہے تو وہی میرے لئے کعبہ ہے۔)

اس جماعت صوفیہ کے نزدیک صورت ظاہر کا اعتبار نہیں معنی و باطن کا اعتبار ہے اسی کو کہا ہے۔ ؎

ترک صورت گیر در عشق صفت　　تا بتابد آفتاب معرفت
ہر کرا آں آفتاب اینجا بیافت　　آنچہ آنجا وعدہ بود اینجا بیافت

(عشق میں صورت ظاہر کو ترک کر دو تاکہ معرفت کا آفتاب طلوع ہو جائے۔ اور جس کے اُوپر عشق و معرفت کا یہ آفتاب یہیں تاباں ہو گیا تو جس چیز کا وہاں کے لئے وعدہ ہے۔ وہ نقد اسے یہیں مل گئی (یعنی دیدار)۔)

جس فقیر و مسافر میں یہ درد نظر آئے اس کی صحبت کو غنیمت جانو اس کی خدمت کے لئے کمر باندھ لو۔ ؎

دست از فتراکِ او یکدم مدار　　گر قبولت کرد ہرگز غم مدار

(ایسے درویش کے شکار بنجانے سے گریز نہ کرو ، اگر وہ تمہیں قبول کرے تو تمہارے لئے کوئی غم نہیں۔)

گر ایسا نہیں تو اپنی جھونپڑی میں پڑے رہو اور اپنے غم و اندوہ کا جائزہ لیتے رہو اور خون کا پرنالہ اپنی دونوں آنکھوں سے بہاتے رہو اور پڑھتے رہو۔ ؎

گر بپذیری بندۂ مقبولِ توام　　ور نہ نپذیری چاکرِ معزولِ توام
با ردّ و قبولِ تو مرا کارے نیست　　اینک بہمہ دو حال مشغولِ توام

(اگر آپ مجھے قبول فرمالیں تو آپ کا پسندیدہ بندہ ہوں اور اگر نہ قبول کریں تو برطرف کیا ہوا غلام ہوں مجھے آپ کے ردّ و قبول سے کوئی مطلب نہیں بس اتنا ہے کہ ہم تو ہر حال میں آپ کی بندگی میں مشغول ہیں۔)

بندہ کو بندگی سے سروکار ہے آقائی سے نہیں۔ بندگی کیا ہے؟ بندگی یہ ہے کہ جو حکم دیں اس کی تعمیل کرو۔

اور بندہ ہونا کیا ہے؟ بندہ ہونا یہ ہے کہ جس حال میں رکھیں اسی حال میں رہو۔ ایک عزیز نے کہا ہے۔

بندہ آن بہتر کہ بر فرمان رود — کہ خداوند آنچہ خواہد آن رود
بندہ را تا ادب نبود نخست — بندگی از وے کجا آید درست
ہر کہ در بے حرمتی کامے نہاد — در شقاوت خویش را دامے نہاد

(بندہ وہی بہتر ہے جو فرمانبرداری کرتا رہے خداوند تعالےٰ جو اس سے چاہے اس پر چلتا رہے سب سے پہلے بندہ میں جب تک یہ ادب نہ ہو اس سے بندگی کب صحیح ہوگی جس نے ادب ترک کیا۔ بے حرمتی کو مقصد و مراد بنایا اس نے بدبختی کا جال اپنے اُوپر ڈال لیا۔)

بندہ کے لئے تمام مصیبت و بلا اپنی آرزو اور خواہشات کی طلب ہے۔ اور اپنی مراد و خواہش بندگی کے ساتھ ہرگز جمع نہیں ہوتی اللہ کی اُلوہیت شرکت نہیں قبول کرتی اُلوہیت کہتی ہے اِمّا اَنَا وَ اِمّا اَنتَ (یا تو رہے یا میں) یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاءُ وَیَحْکُمُ مَا یُرِیْد (اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جس کا ارادہ کرتا ہے اس کا حکم دیتا ہے) اس فرمان کے بعد بندہ کی تمام مراد آرزو پیچھے ڈال دی گئی ہیں جیسا کہ کہا ہے۔

دل و عقل از جلالِ او خیرہ — تن و جاں از کمالِ او خیرہ

(دل اور عقل اس کے جلال سے ماند پڑ گئے ہیں جسم و جاں اس کے کمال سے حیران ہیں۔)

انبیاء و اولیاء اُمراء و بادشاہان نے بہت سی ایسی چیزیں ہیں کہ ان سب نے چاہا کہ وہ سب ہوجائیں مگر نہ ہوئیں اور بہت سی ایسی چیزیں ہیں جنہیں چاہا کہ وہ سب نہ ہوں وہ ہوجاتی ہیں۔ تو پھر اس کی رضا پر راضی رہنا ہے اور سر تسلیم خم کرنا ہے اور بندگی پیش کرنا ہے۔ جس طرح بندہ کو موت سے چھٹکارا نہیں ہے بندگی سے بھی چارہ نہیں ہے ہوگا وہی جو اس جل جلالہٗ کی مرضی و خواہش ہے۔

والسلام
فقیر شرف منیری

مکتوب ۵۷

تقدیر خداوند تعالےٰ سے راضی رہنے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیز بھائی خواجہ سلیمان کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعاء مطالعہ کریں۔

برادر عزیز پر واضح ہو' اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے یہاں خیریت ہے. بشیر آئے انہوں نے سب حال بیان کیا. اے بھائی! آدمی دنیا میں مبتلا ہے اس دنیا میں اسی آزمائش کے لئے لایا گیا ہے تو یہاں طرح طرح کی بلائیں جھیلنے کے سوا چارہ نہیں ہے یہاں یہ کب ہو سکتا ہے کہ آدمی اپنی مراد و خواہش پر رہے جب آدمی اپنی ماں کے پیٹ میں خون کھاتا رہا ہے تو جب وہاں سے اس بلاخانہ میں آیا تو کیا کھائے گا. ؟ ایسے میں تقدیر خداوندی سے راضی رہنے اور اس کی مرضی کے آگے گردن ڈال دینے کے سوا دوسری کیا تدبیر ہے ؟

شعر
سرد و گرم زمانہ ناخوردہ — نرسی بر در سراپردہ
ہر بلائے کہ جاں نمایدازو — در یکے در ہزار شاید ازو

(زمانہ کے سرد و گرم سے تو نا آشنا ہے تو اس پاک خیمہ میں تو نہیں پہنچ سکتا جتنی بلائیں بھی ان کی جانب سے پہنچیں ہر ایک بلا کے عوض ہزار بلا اسے چاہیئے۔)

لوحِ محفوظ میں جو پہلی سطر لکھی گئی وہ یہ تھی مَنْ لَمْ یَرْضَ بِقَضَائِیْ وَلَمْ یَشْکُرْ عَلٰی نِعْمَائِیْ وَلَمْ یَصْبِرْ عَلٰی بَلَائِیْ فَلْیَطْلُبْ رَبًّا سِوَائِیْ (جو میرے فیصلے پر راضی نہ ہوا اور جو میری نعمتوں پر شکر نہ کرے اور جو میری بلاؤں پر صبر نہ کرے تو اس سے کہہ دو کہ وہ میرے سوا کوئی دوسرا پروردگار ڈھونڈلے۔) اس حدیث شریف کی تنبیہ اور اس کی دہشت سے مردانِ خدا کا پتہ پانی ہو رہا ہے اور اُن کے دل کباب ہو رہے ہیں نہ تو دن میں کسی کو چین و سکون ہے اور نہ رات کو نیند. بیوی' بال بچوں کے کھانے' پہننے کا کسے ہوش ہے. اور ان سب کے بعد دنیا کے کاروبار' تجارت' زراعت کہ یہ سب سامان زندگی ہیں انہیں جینے کی کیا فکر ہے یہ تو اپنے سامنے موت کو رکھے ہوتے ہیں. کہاں یہ مردانِ خدا اور کہاں یہ عام مسلمانان۔ سلمان بننا اور مسلمان جانا یہ کوئی معمولی کام نہیں ہے. لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ تقدیر پر صبر کرنے کے سوا کوئی چارہ و تدبیر نہیں ہے تو دنیا سے ایمان سلامت لے جائیں انشاء اللہ تعالےٰ۔

والسلام
حقیر شرف منیری

مکتوب ۵۸

قاضی کے عہدہ کی مشغولی اور اسے دل کی رغبت و خوشی سے قبول کرنے کی مذمت میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صدر العلماء مولانا حمید الملت والدین فقیر حقیر شرف منیری کی جانب سے سلام و تحیت قبول کریں۔

واضح ہو، سنا ہے کہ برادر عزیز نے قضا کے عہدہ کی مشغولی قبول کرلی ہے۔ قضا کے خطرہ کو جانتے ہوئے اتنے بڑے خطرہ میں جب کہ ایسی کوئی انتہائی حاجت بھی نہ تھی خود کو اس میں کیسے ڈال دیا۔ یہ کھٹک دل میں پیدا ہوتی ہے کہ تحصیل علم کے وقت ہی برادر عزیز کی نیت میں حصول جاہ و مرتبہ کا خلل ضرور پیدا ہوا ہے، ورنہ علم اور علم کے ثمرات سے محرومی آپ سے وجود میں نہ آتی۔ حق سبحانہ تعالےٰ کو چھوڑ کر غیر حق میں مشغول نہ ہوتے۔ یہ مصرع مشہور ہے۔ "علمی کہ راہ بحق ننماید جہالت است" وہ علم جو خدا کی راہ کی طرف رہبری نہ کرے جہالت ہے

؎

علم را چوں تو خوانی از بازی — آلت مال و جاہ ازیں سازی

علم سوئے درِ الٰہ بُرد — نہ سوئے نفس و مال و جاہ برد

(علم کو اگر تم نے محض مشغلہ کی طرح پڑھا تو اسے مال و مرتبہ سمیٹنے کا ذریعہ بنالو

علم تو اللہ تعالےٰ کے در تک پہنچانے والا ہوتا ہے نفس و مال و جاہ کی طرف نہیں لے جاتا ہے)

(معلوم ہوتا ہے) برادر عزیز نے اپنے لئے یہی درست سمجھ لیا ہے کہ کل قیامت کے دن قاضیوں کے زمرہ میں اُٹھائے جائیں۔ افسوس ہزار افسوس! اس علم و دانش کے باوجود خود کو اس قدر سخت و دشوار کام میں ڈال لیا ہے اللہ پناہ میں رکھے اس علم سے جو بندہ کو حق سبحانہ تعالےٰ سے دور کردے اور اس کی راہ کا پردہ بن جائے۔ جس نے کہا ہے خوب کہا ہے۔ ؎

نان و جامہ سپید ایں منزل — نہ فزاید گر سیاہی دل

حرف کو کاغذے سیاہ کند — کے دلِ تیرہ را چو ماہ کند

(اس دنیا میں شیر مال و سفید پوشی تو محض دل کی سیاہی کو بڑھاتی ہے۔ حرف تو کاغذ کو
سیاہ کرتے ہیں تاریک دل کو کہاں ماہ تاباں بناتے ہیں۔)

خبردار، خبردار، عمر کا آخری حصہ ہے فرصت کو غنیمت جانئے جس طرح اور جس عنوان سے ہو خود کو اس ٹرہ سے نکالئے اور اپنے کئے ہوئے کی توبہ و استغفار سے تدارک کیجئے۔ مقدمات، فوجداری اور دیوانی کے فیصلے کی کتابوں کے مطالعہ اور اس کی بحث سے کنارہ ہو جائیے مشائخ طریقت کے مکتوبات ارباب تصوف کے ملفوظات ان کی تصنیفات کو سامنے رکھئے حق سبحانہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہو جائیے اُمید ہے کہ حق تعالیٰ کے ذکر کے ذریعہ نفس پرستی سے نکل آئیں گے اور خدا پرست ہو جائیں گے۔ اسی معنی کو کسی نے کہا ہے۔ ؎

تا کہ باشد یاد غیرے در حساب — ذکرِ مولیٰ باشد از تو در حجاب
چوں ہمہ یاد تو از مولیٰ بود — ہمچو مجنونت ہمہ لیلیٰ بود

(جب تک تیرے ذہن و دماغ میں غیر حق کا حساب کتاب ہے، حق سبحانہ تعالیٰ کا ذکر تجھ سے حجاب میں ہے
جب مولیٰ کا ذکر تیرا حال ہو جائے گا تو مجنوں کو جس طرح سب کچھ لیلیٰ ہی لیلیٰ نظر آتا ہے تجھے مولیٰ ہی مولیٰ نظر آئے گا۔)

اس صحبت کی پاسداری میں جو برادر عزیز سے رہی ہے میری یہ خواہش ہوئی کہ اس سے کچھ زیادہ لکھوں لیکن چوں کہ برادر عزیز کو مال و مرتبہ سے الفت پیدا ہو چکی ہے ظاہر ہے کہ یہ باتیں پسند نہ آئیں اور لکھنا برباد ہو جائے چند سطروں پر خط مختصر کر دیا۔ کچھ اشعار خواجہ عطار کے یاد آ گئے۔ ؎

۱ — رہرواں رفتند تو در ماندہ ای — حلقہ بر سر زن کہ بر در ماندہ ای
۲ — راہ زد مشغولیٔ عالم ترا — نیست پروائے خدا یکدم ترا
۳ — خود نمی آئی پسر از خویش تو — چوں توانی شد خدا اندیش تو
۴ — آخر از خواب آمدی بیدار شو — یکدم اے مست ہوا ہوشیار شو
۵ — چند گویم ہر کہ مرد دیں بود — در دلش یک ذرہ درد این بود
۶ — سر بسر گشتگاں در کار اد — تو چنیں آزاد از اسرار اد

(۱) (قافلہ والے گذر گئے تم پیچھے رہ گئے۔ دروازہ کی زنجیر اپنے سر پر دے مارو کہ تم در سے آگے نہ بڑھے۔
(۲) دنیا کی مشغولیتوں نے تمہاری راہ مار دی، تمہیں تو خدا کی ایک دم پرواہ ہی نہیں ہے۔
(۳) اے لڑکے! جب تک تو اپنی خودی سے باہر نہیں آتا اس وقت تک خدا اندیش کیسے ہو سکتا ہے۔

(۴) رات ختم ہو چکی نیند پوری ہو گئی جاگ جا، اے خواہشوں کے متوالے ہوشیار ہو جا۔

(۵) جن کے دل میں اس کی طلب کے درد کا ایک ذرہ ہے اُن مردانِ دین کی صفت تجھ سے کیا بیان کروں۔

(۶) اس کے دیوانے ایکدم اس کی طلب میں سرگرداں ہیں تم اس کے اسرار یعنی کرشموں سے آزاد گھوم رہے ہو۔

والسلام

خاکسار شرف منیری

*

مکتوب ۵۹

محبّت کا دعویٰ اور دوستی کے اظہار میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شیخ عمر ظفر آبادی عرف دیوانہ کے نام

برادر عزیز محمد دیوانہ اللہ آپ کو اپنے دیوانوں میں شامل فرمائے۔ شرف منیری کا سلام دُعا قبول کریں۔

برادر عزیز پر واضح ہو۔ چند خطوط ملے ہیں۔ مرزا نے اس خط کے ساتھ تحفہ بھی پیش کیا۔ اللہ تعالےٰ جزائے خیر دے۔ خط میں اشتیاق کا تذکرہ ہے۔ یقیناً مُحب یعنی عاشق مشتاق ہوتا ہے جب آپ کو محبت کا دعویٰ ہے تو محبت کی دلیل پیش کرنا بھی ضروری ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ محبت کا دعویٰ تو بہت آسان ہے دعویٰ کی دلیل پر قائم رہنا انتہائی دشوار ہے۔ اے بھائی! یہ ایسا مسئلہ ہے کہ کمر ٹوٹ جاتی ہے باہوش رہنے کی ضرورت ہے کسی دعویٰ دار کو دلیل پیش کئے بغیر نہیں چھوڑا جاتا ہے وہ روایت سُنی ہے کہ جناب ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو تسمہ میں باندھ کر منجنیق میں رکھا تو فرمایا حَسْبِیَ اللّٰہ۔ اللہ ہی میرا مددگار ہے یہ دعویٰ ہوا دلیل کا مطالبہ ہو گیا ابھی ہوا ہی میں تھے کہ جناب جبرئیلؑ آپہنچے کہا ھَلْ لَکَ حَاجَۃٌ (کیا آپ کو کسی مدد کی ضرورت ہے ؟) (یہ دعویٰ پر دلیل طلب ہوئی) فرمایا اِمَّا اِلَیْکَ (ہے تو مگر آپ سے نہیں) (یہ دلیل دی گئی) اور وہ جو سنا ہے کہ حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ نے دعویٰ کیا کہ اَصْبَحْتُ مُؤْمِنًا حَقًّا (میں نے صبح کی حقیقی مومن کے حال میں) حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً ثبوت طلب فرمایا ارشاد ہوا اِنَّ لِکُلِّ شَیْءٍ حَقِیْقَۃً فَمَا حَقِیْقَۃُ اِیْمَانِکَ (ہر ایک چیز کی حقیقت ہوتی ہے تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟) جناب حارثہؓ نے یہ دلیل پیش کی عرفت نفسی عن الدنیاء اسھرت لیلی واظھرت نھاری واستوی عندی ذھبھا ونفتھا

وحجرھا ومدرھا (میں نے اپنے نفس کو دنیا سے پہچانا اور اپنی رات گذاری اور دن گذارا اس حال میں کہ میرے نزدیک سونے اور چاندی اور پتھر اور کنکر کی (قیمت) برابر تھی۔)

اگر حضرت حارثہ یہ دلیل نہیں پیش کرتے تو رسول علیہ السلام کے حضور میں ان کی کوئی آبرو نہیں رہتی۔ اور وہ جو یہ حکایت آتی ہے کہ ایک دفعہ ایک صاحبِ عزت، درویشوں کی جماعت میں حاضر ہوئے کہا السلام علیکم سلام کے جواب کے بعد پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا درویشوں کا غلام ہوں اس جماعت کے کسی درویش نے ایک سے کہا اٹھو جاؤ ان کو بازار جاکر بیچ آؤ۔ اسی وقت بازار لے گئے اور بیچ دیا جب خریدار نے اس معزز کو گھر لایا ان کے کاموں اور اعمال کو دیکھا تو دنگ رہ گیا۔ کہا سبحان اللہ! آپ کے جیسا شخص غلام کب ہوسکتا ہے اے بزرگ محترم مجھے اس کام کے راز سے آگاہ کیجئے آپ آزاد ہیں جائیے اپنے کام میں مشغول رہئے۔ انہوں نے کہا اے میرے خریدار (آقا) میں نے ایک دعویٰ کیا تھا کہ میں درویشوں کا غلام ہوں درویشوں نے مجھ سے میرے اس دعویٰ کی دلیل طلب کی جس کا مشاہدہ آپ نے کیا۔ تو اے بھائی! اپنے امکان بھر حقیقت کی راہ اختیار کرنا چاہیئے اور دعویٰ سے بہت دور رہنا چاہیئے ورنہ بارِ ثبوت تم پر آجائے گا اور دلیل کا مطالبہ ہوگا یہ کام ہمارا تمہارا نہیں مردوں کا کام مخنثوں سے انجام پانا محال ہے ان اللہ خلق للحرب رجالا وللقصعۃ رجالا وہ لوگ جو میدانِ جنگ میں تلوار کی باڑھ مارتے ہیں اور تلوار کی دھار کھاتے ہیں وہ دوسرے لوگ ہیں اور قورمہ کا پیالہ چاٹنے والے دوسرے لوگ ہوتے ہیں۔ ؎

گردنے باید از عزازیلے　　تا زند دست لعنتش سیلے
آن کہ از تیر او شرف دارد　　دیدگاں از پئے ھدف دارد

(گردن عزازیل کی طرح کہ جس نے مالک کی لعنت کے کوڑے کھائے جو محبوب کی بلا کے تیر کھانے کا شرف رکھتا ہے وہ نشانہ بننے کے لئے دونوں دیدے کھلا رکھتا ہے۔)

والسلام
فقیر شرف منیری

مکتوب ۶۰

ابتلا اور خوف و امید میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

؎ بندہ آں بہتر کہ بر فرماں رود　　کز خداوند آنچہ خواہد آں رود

(بندہ تو وہی بہتر ہے جو اس کے حکموں پر چلے اللہ تعالےٰ اس سے جو چاہے وہی اختیار کرے۔)

عزیزی! کاتب مکتوب کا سلام و دعاء مطالعہ کریں۔

جانیں! سنا ہے کہ آزمائش میں پڑ گئے ہیں کچھ پریشانی ہو گئی ہے۔ دنیا جب بلاخانہ ہے اور آزمائش کی جگہ ہے تو اس سے کون خالی ہے۔

ع عالمے پر تفرقات از بیش و کم ندہد او یک ذرہ جمعیت بکس

(عالم ہر طرح پراگندہ پریشانیوں سے بھرا ہوا ہے، جمعیت اطمینان کا ایک ذرہ وہ کسی کو نہیں دیتا ہے۔)

اے بھائی! پدر محترم جناب آدم علیہ السلام اس عزت و احترام کے باوجود جب کہ تمہیں معلوم ہے بہشت جیسی ناز و نعمت کی جگہ میں آزمائش و ابتلا سے سلامت نہ رہ سکے تو ان کی اولاد اس دنیا میں جو بلاؤں کا گھر ہے اس پر ہزاروں گناہ کی آلودگیوں کے ساتھ کیوں کر ابتلا و آزمائش سے محفوظ رہ سکتی ہے، سب کے سب یہی چاہتے ہیں کہ ابتلاء آزمائش سے محفوظ رہیں نہ تو سب کی خواہش ہے کہ بلاؤں سے سلامت رہیں لیکن چاہنا تو اس کا چاہنا ہے جس کی منشا و خواست کے آگے سب کی خواہش ہیچ ہوتی ہے۔ ہوتا وہی ہے جو اس کی منشاء و مرضی ہوگی۔ ماشاء اللہ کان وما لم یشاء لم یکن (جو اللہ نے چاہا ہوا جو نہ چاہا نہ ہوا) تم چاہو ہم چاہیں کوئی چاہے ہوگا وہی جو وہ چاہے گا۔ ع

آن کند جملہ کہ خود خواہد مدام وآنچہ باید خلق را نکند تمام

(وہ ہمیشہ وہی کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے، یہ ضروری نہیں کہ خلق جو چاہے وہ اسے پورا کردے۔)

لیس اللہ شریک الوہیت میں شرکت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اے بھائی! انبیاء صلوٰۃ اللہ علیہم اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہم سب کا یہ حال ہوا ہے کہ انہوں نے بہت سی چیزیں چاہیں کہ ہو جائے لیکن نہ ہوئیں اور بہت سے ایسے کام جنہیں انہوں نے چاہا کہ وہ نہ ہوں وہ ہو گیا اور یہی حال تمام بادشاہوں امراء وزراء کا ہے۔ ربوبیت اور عبودیت بلا شبہ خداوندی، اور بندگی (فرماں روائی و فرماں برداری) اسی کو کہتے ہیں اور ایسی ہی ہوتی ہے بلا شبہ

نرود بر مراد ما کارے بندہ بودن چنیں بود آرے

(بندہ ہونا اسی کو کہتے ہیں کہ میری اپنی مراد و خواہش پر کوئی کام نہ ہو۔)

اے بھائی! بندہ کے مقصد و مطلب کے مطابق اگر کام ہوتا تو یہ انبیاء و اولیاء کے لئے مخصوص ہوتا کیوں کہ بندہ ہونے میں خاصان خاص ہیں۔ ایسے میں کیا کرنا ہے جب کہ بندگی یہی ہے تو تقدیر کے فیصلہ کے تحت سر بندگی جھکا دینا ہے اور جو خداوند تعالےٰ کی منشا و خواہش ہے اس سے راضی و

خوشنود رہنا ہے اپنے مراد و غرض سے ہاتھ دھو لینا ہے اور اپنی نامرادی کے ساتھ خوش و خرم زندگی بسر کرنا ہے اس لئے کہ اپنی مراد اور بندگی ایک جگہ جمع نہیں ہوتیں۔ ے

کس چہ داند تا چہ حکمت میرود　　بر وجودے را چہ قسمت میرود

(کون جانتا ہے اس کی حکمت کے کیا تقاضے ہیں کسے معلوم کس آدمی کی قسمت میں کیا لکھا ہے۔)

اور ہو سکتا ہے کہ بندہ کی بھلائی اور بہتری بندہ کی نامرادی ہی میں ہو دالرحمن یعلم الطاف الخفیة وہی رحمٰن بہتر جانتا ہے　(اپنی) پوشیدہ نوازشات کو۔ جناب یوسف پیغامبر علیہ السلام کے قصہ میں غور کرو ایک معصوم نابالغ بچے کو بے گناہ و قصور ان کے برادران کنواں میں ڈال دیتے ہیں اور ضعیف والد جو خود پیغامبر ہیں بیٹے کی جُدائی میں سالہا سال انگاروں پر جلتے رہتے ہیں پھر کنواں سے نکال کر غلام بنا کر بیچ دیتے ہیں ان کی خریدار زلیخا ان کی محبت میں مبتلا ہوتی ہے انہیں فتنہ میں گرفتار کرنا چاہتی ہے اس وقت ان کی معصومیت دستگیری کرتی ہے عصمت رہ جاتی ہے پھر اس غلامی سے نکال کر مصر کا بادشاہ بنا دیا جاتا ہے پھر اتنے عظیم گناہ کے بعد ان سب بھائیوں کے سر پر نبوت کا تاج رکھ دیا جاتا ہے۔ تقدیر کی آراستگی کا نظارہ کرو اس کی مصلحتیں کس کے وہم و گمان میں آسکتی ہیں۔ اسی معنی کو کہا ہے

خونِ صدیقاں ازیں حسرت بریخت　　وآسماں بر فرقِ ایشاں خاک بیخت

گرچہ رہ جستند ہر سوئے ازیں　　پے نہ بردند لے عجب موے ازیں

(اسی حسرت سے صدیقوں کے خون بہہ رہے ہیں اور اس پر آسمان ان کے سروں پر خاک انڈیل رہا ہے

اگرچہ ہر طرف ان لوگوں نے یہ راز معلوم کرنے کی راہ ڈھونڈھی لیکن عجب تماشا ہے ایک بال کی نوک برابر بھی پتہ نہ چل سکا)

اے بھائی! اللہ تعالےٰ کے کاموں کے راز سے جبرئیلؑ و میکائیلؑ کو خبر نہیں ہم تم اور ہم جیسے دوسرے کس شمار میں ہیں۔ جناب آدم پیغامبر علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کرایا گیا بہشت کی مملکت ان کے تصرف میں دی گئی پھر ننگا کر کے بہشت سے باہر کر دیا گیا اور دونوں جہاں میں آواز لگا دی گئی عصیٰ آدم ربہ (آدمؑ نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔)

نقل ہے کل قیامت کے دن جب جناب آدم علیہ السلام اپنی تمام آل و اولاد کے ساتھ بہشت میں داخل ہوں گے اس وقت بہشت کے در پر انتہائی ہجوم کے سبب شور و غل ہوگا فرشتے حیرت سے کہیں گے سبحان اللہ! یہی وہ شخص ہے جو برہنہ کر کے بہشت سے باہر کر دیا گیا تھا۔ اسی سے سمجھ لو

قصہ یوسفؑ اور ان کے تمام بھائیوں کا نبی ہونا۔ دیکھو تفسیر امام زاہد۔ تفسیر جلالین۔ بیضاوی۔ معالم التنزیل۔

کہ قضاو قدر کی آراستگیوں اور اس کے کام کی مصلحتوں کو کون جان سکتا ہے اسی کو کہا ہے۔ ؎

تا بدانی تو کہ در پایان کار نیست کس الا کہ سرگردان کار

(تمہیں یہ اچھی طرح جان لینا چاہیئے کہ عمل کا نتیجہ کسی کے بس میں نہیں ہے۔ بجز کام میں سرگرداں رہنے کے۔)

تو ہر حال میں بندہ کو راضی برضا رہنا چاہیئے اور قضا و قدر کے خوف سے کبھی خالی نہیں ہونا چاہیئے کہ المومن بین الخوف والرجا، مومن کا مقام ڈر اور اُمید کے درمیان ہے، چنانچہ بزرگوں کا قول ہے کہ مومن کو اپنے خدا سے ایسی اُمید ہونی چاہیئے کہ اگر ساتوں آسمان و زمین کے گناہ کا وہ مرتکب ہو تو مغفرت سے نا اُمید نہ ہو اور اگر ساتوں آسمان و زمین کی عبادت اس سے وجود میں آئیں تو وہ اپنی نجات سے خود کو مامون و محفوظ نہ جانے۔ ؎

ایں قدر زو صبر کن کا سان بود تا خوش و ناخوش ترا یکساں بود

(تو ایسا صابر ہو جا کہ خوشی و ناخوشی دونوں تیرے لیئے برابر ہو جائیں۔)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپؓ فرماتے میری اُمید اس درجہ کو پہنچی ہے کہ اگر کل قیامت کے دن ندا دیجائے کہ آج بہشت میں کوئی نہیں جائے گا مگر ایک شخص تو میں یہ یقین کروں کہ وہ میں ہی ہوں۔ اور میرا خوف اس مقام میں ہے کہ قیامت میں اگر یہ صدا لگادیں کہ آج کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا مگر ایک شخص تو میں سمجھ لوں کہ وہ ایک شخص میں ہی ہوں۔

اے بھائی! جب وہ مالک مطلق ہے تو اس کا تصرف بھی مطلق ہی ہوگا۔ اگر وہ بخش دے دوزخ سے آزاد کر دے بہشت دے کر شاد فرمادے تو یہ اس کا فضل ہوگا اور اگر اس کی پکڑ ہو جائے دوزخ میں ڈال دے تو یہ اس کا عدل ہوگا یہ اس لئے کہ مالک کو اپنی ملک میں پورے تصرف کا حق حاصل ہے، جو بھی کرے وہ سب جائز ہے۔

بدما نیک شد چو پذیرفتی نیک ما گشت بد چو بگرفتی

(میری بُرائیاں نیکی بن جائیں اگر آپ مجھے قبول کر لیجئے اور میری نیکیاں بُرائی ہو جائیں اگر آپکی گرفت ہو جائے۔)

تو معلوم ہوا بندہ کے لئے دو ہی صورتیں ہے خوف اور اُمید۔ فضل ہوگا یا عدل اگر فضل کارفرما ہوا تو چھٹی ہے اور اگر عدل نے اپنا کام کیا تو ٹوٹی۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

گر فضل کنی یقین برستیم ہمہ در عدل کنی وائے بہ رسوائی ما

(اگر آپ فضل فرمائیں تو ہم پورے طور پر چھٹکارا پا جائیں اور اگر عدل فرمائیں تو اس وقت میری رسوائیوں کا کیا ٹھکانا۔)

اپنے ہاتھ، زبان، قلم، کاغذ سے لوگوں کے دلوں کو راحت و آرام پہنچاؤ، اور فرصت کو غنیمت جانو۔

والا ۵۸

مکتوب ۶۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از درِ خویشم مگرداں نا امید　　از سرِ لطفے سیاہم کن سپید

در رہِ بیم و امید افتادہ ام　　در سیاہ و در سپید افتادہ ام

(اپنے درسے نا امید نہ لوٹایئے اپنے لطف خاص سے ہمارے نامۂ اعمال کو سپید بنا دیجئے۔

امید و نا امیدی کی راہ میں پڑا ہوا ہوں، نور و ظلمت میں گھرا ہوا ہوں۔)

اے بھائی! جہاں کہیں ہو، جس حال میں ہو اور جس کام میں ہو اس کی بارگاہ سے نا امید نہ ہو، اس لئے کہ اللہ جل شانہٗ کے کام طاعت گذاروں کی طاعت سے پاک و منزہ ہیں اور گنہگاروں کے گناہوں سے مقدس و اعلیٰ ہیں وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے علت و اسباب اس کے کاموں میں نہیں اسی کو کہا ہے۔ ؎

نے ہمہ آں جائے گر طاعت خرند　　عجز نیز و ضعف ہر ساعت خرند

(وہاں صرف طاعت ہی نہیں خریدی جاتی بلکہ عاجزوں کی عاجزی کمزوروں کی کمزوریوں کی بھی قدر و قیمت ہے۔)

اسی موقع کے لئے بزرگوں کا مقولہ ہے اَلْفَضْلُ لِمَنْ فَضَلَ اللّٰہُ لَا بِالْعَمَلِ وَلَا بِالْجَوْھَرِ فضل اس کیلئے جسے اللہ فضل دے یہ نہ کسی کے عمل سے ہے اور نہ جوہر سے یہ اس لئے کہ فضل اگر عمل سے متعلق ہوتا تو یقیناً اگلی امتوں کو اِس اُمت پر فضیلت ہوتی کیوں کہ ان کی عمریں سات سو آٹھ سو سال ہوا کرتی تھیں تو ان کا عمل اور ان کا کردار بھی بہت زیادہ ہوتا اور اس اُمت میں عمر عموماً ساٹھ ستر سال ہوتی ہے تو اس کا عمل اور ان کے کارنامے ضرور کم ہوں گے اس کے باوجود اس امت کو دوسری تمام امتوں پر فضیلت ہے۔ اور اگر فضل کا تعلق جوہر سے ہوتا۔ تو شیطان کو آدم پر فضیلت ہوتی کیوں کہ شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے جو روشن ہے اور آدم خاکی ہیں خاک ظلمانی اندھیری ہے اس کے باوجود شیطان پر آدم کو فضیلت ہے ان مثالوں سے یہ ہم نے سمجھ لیا کہ فضل نہ عمل کی وجہ سے ہے اور نہ جوہر کے سبب سے یعنی عمل اور جوہر فضل خدا کی علت نہیں تو ثابت ہوا کہ فضل اسی کے ساتھ ہوتا ہے اللہ تعالےٰ جسے فضل عطا فرمائے۔ اے بھائی! جب وہ مالک مطلق ہے تو اس کا تصرف بھی مطلق ہوگا۔ اگر

کسی کو اعلیٰ علیین (بلندی) پرلے جانا چاہتے ہیں تو بغیر کسی علم و عمل اور کارگزاری کے بلندی پر پہنچا دیتے ہیں اور اگر کسی کو اسفل السافلین سب سے نچلے طبقہ میں گرادینا چاہتے ہیں تو بغیر کسی گندگی و نجاستِ گناہ کے پستی میں گرادیتے ہیں اسی معنی میں کہا ہے۔ ؎

گہ آری خلیلے ز بتخانۂ   کنی آشنائی ز بیگانۂ
گہے از چناں گوہر خانہ خیز   چو بوطالبے راکنی سنگ ریز

(کبھی تو آذر کے بت خانہ سے خلیل پیدا کرتا ہے۔ بیگانہ کے گھر والے سے آشنائی پیدا کرتا ہے کبھی ایسے موتی و جواہر پیدا کرنے والے گھرانے سے ابو طالب جیسے پتھر پوجنے والے کو پیدا کرتا ہے۔)

یہ دیکھو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت جب کہ کوئی عمل و طاعت آپ سے وجود میں نہیں آئی تھی آپ کے ظہور کے قبل اعلیٰ علین پر پہنچا یا اور ابو جہل کو اسفل السافلین سب سے نچلے طبقہ میں گرادیا اس وقت کہ اس سے نجاست و گناہ وجود میں نہیں آیا اور وہ پیدا بھی نہ ہوا تھا خلاصہ یہ کہ اس جلّ و علا کی صفت تو یہ ہے کہ وہ کہہ دیتے ہیں کہ هٰؤُلَاءِ فِي الْجَنَّةِ وَلَا اُبَالِي وَهٰؤُلَاءِ فِي النَّارِ وَلَا اُبَالِي انہیں نہ جنت میں جانے والوں کی پرواہ اور نہ جہنم میں جانیوالوں کی پرواہ) اسے کسی کا خوف نہیں جو چاہتا ہے کرتا ہے ڈر تو کسی غیر کی ملک میں تصرف کرنے پر ہوتا ہے ان کا یہ تصرف تو اپنی ملک میں ہے، ڈر کیسا اور کس سے؟ سب کو اس سے خوف ہے اس کو کسی سے بھی خوف و ڈر نہیں، اگر سارا عالم جناب صدیق اکبرؓ کے صدق سے متصف ہو جائے تو اس کی مملکت میں کوئی زیادتی نہ ہوا اور اگر سارا جہاں فرعون کی طرح اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى کا دعویٰ کرنے لگے تو اس کی بادشاہت میں کوئی کمی نہ ہو۔ ؎

ایں چہ درگاہیست قفلش بے کلید   ایں چہ دریائیست قعرش ناپدید
اربدیں دریا درآئی یکدمے   حیرتِ جاں سوز بینی عالمے

(یہ کیسا انوکھا دربار ہے جس کے تالا کی کنجی ہی نہیں یہ کیسا دریا ہے کہ جس کی گہرائی کا کوئی پتہ ہی نہیں اگر اس دریا میں تم ایک ذرا دیر کے لئے غوطہ لگاؤ تو ایک ایسا عالم دیکھو گے کہ حیرت سے جاں لہک اٹھے۔)

والسّلام

حقیر شرف منیری

❀

مکتوب ٦٢

مسلمان کے مسلمان ہونے اور دعوئ مسلمانی پر دلیل میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نمیدانم کرا مانم بدیں سیرت گرفتارم   نہ من ہندو نہ من مسلم نہ من مرتد نہ بدکارم

(مجھے پتہ نہیں میں کیا ہوں اپنی سیرت تو یہ ہے کہ نہ ہندو ہوں نہ مسلمان ہوں نہ مرتد ہوں نہ بدکار۔)

اے بھائی! کام بہت دشوار ہے اور مسلمان ہونا بہت مشکل ہے جہاں تک موقع ملے ایمان کام کرنا چاہیئے اس لئے کہ جب ہم نے لاالٰہ الااللہ کا دعویٰ کیا کہ اللہ کے سوا کوئی نہیں تو اس دعویٰ کے درست ہونے کی دلیل یہ ہوگی کہ ہم اللہ کے سوا کسی سے خوف نہیں کرتے اور کسی سے اُمید نہیں رکھتے اور جب ہم دوسرے سے ڈرتے ہیں اور دوسرے سے اُمید رکھتے ہیں تو یہ دعویٰ پر دلیل نہ ہوئی اور دعویٰ بے دلیل جھوٹ ہوتا ہے اور صرف زبانی ایمان کل قیامت کے دن کسی کام کا نہیں ہوگا اگر محض زبانی ایمان قیامت میں کام آتا تو تمام منافقین رہائی و چھٹکارا پا جاتے۔ اس کی جان پر رحمت ہو جس نے کہا ہے

صوفی و سیہ پوش شدی شیخ چلہ دار   ایں جملہ شدی و لے مسلمان نشدی

(صوفی ہوئے سیہ پوش ہوئے شیخ چلہ دار بنے یہ سب ہوئے لیکن مسلمان نہ ہوئے)

اور اسی طرح کوئی کافر طبیب ہم سے کہے کہ فلاں چیز نہ کھاؤ یہ تمہارے لئے نقصان دہ ہے، اسی وقت ہم چھوڑ دیتے ہیں اور نہیں کھاتے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغامبران علیہم السلام تشریف لائے اور سب نے یہی کہا حُبُّ الدُّنْیَا رَأسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ (تمام گناہوں کا سرچشمہ دنیا کی محبت ہے) اور ہم رات دن دنیا طلبی میں مصروف و منہمک ہیں تو یہ ایسا ہوا کہ کافر طبیب کے قول پر ہمیں یقین ہے لیکن ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کے فرمان پر ایمان و یقین نہیں۔ بتاؤ یہاں ایمان کہاں ہے؟

سودہ گشت از سجدۂ راہ بتاں پیشانیم   چند خود را تہمت دین مسلمانی نہم

(بتوں کی راہ میں سر رکھتے رکھتے مری پیشانی گھس گئی اس حال میں کب تک میں خود کو مسلمان کہلاتا رہوں گا۔)

اور اسی طرح کہ لوگ مجھے اگر دیکھ رہے ہیں تو ان کی نظروں کے سامنے میں کوئی گناہ نہیں کرسکتا

اور خدائے تعالےٰ مجھے دیکھ رہا ہے اس کی نگاہوں کے سامنے سینکڑوں گناہ کرتا رہتا ہوں تو یہ ویسا ہی ہے کہ مخلوق سے ڈرتا ہوں اور خالق سے نہیں ڈرتا اور جو مخلوق سے ڈرتا ہے اور خالق سے نہیں ڈرتا وہ مومن ہے یا کافر؟ مصرع۔ فردات کند خمار کا مشب مستی۔ آج کی رات کا یہ نشہ کل جب ٹوٹے گا تو معلوم ہو جائے گا۔ ہر شخص ایسی خستہ حالی میں مبتلا ہے۔ پھر بھی لوگ لکھتے ہیں کچھ لکھے کیا لکھوں اگر لکھوں گا تو یہی لکھوں گا۔ اسی مختصر سی تحریر پر خوب غور و خوض کرو یہی کافی ہے۔ اور فضول بکواس کرنے والے جو دودھ پیتے بچے کی طرح ہیں ان سے خود کو دور رکھو۔ اے بھائی! آنکھ والوں کی نگاہ میں۔ یہ لوگ جو خود کو ایک شخص سمجھتے ہیں وہ ایسے ہیں۔ جیسے ماں کے پیٹ میں ہوں یا باپ کی پشت میں ہوں یہ بھی نہیں بلکہ عدم میں ہیں۔ ذَرْهُمْ فِی طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْن (انہیں چھوڑ دو کہ یہ گمراہیوں میں بھٹکتے رہیں) اسی کو کہا ہے۔ ؎

ہر کہ ش لحظۂ ز خود خوشنود ۔۔۔ سالہا بند شد بدوزخ بود

(ایسا شخص جو اپنے آپ سے خوشنود ہے اُسنے مدتوں کے لئے خود کو دوزخ کے قید خانہ میں ڈال لیا ہے)

والسلام

خاکسار شرف منیری

مکتوب ۶۳

عشق اختیار کرنے اور اس کی زیادتی کی کوشش میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا مظفر قدس سرہٗ العزیز کے نام۔

رسیدم من بدریاے کہ موجش آدمی خوار است ۔۔۔ نہ کشتی اندراں دریا نہ ملاحے عجب کاراست

(میں ایک ایسے دریا میں پہنچ گیا ہوں جس کی موجیں آدم خور ہیں عجب معاملہ ہے اس دریا میں نہ کشتی ہے نہ ملاح ہے)

اس دریا کی کشتی عشق ہے، حق سبحانہ تعالےٰ کی عنایت ملاح ہے مصرع۔ شاگرد باش عشق ترا استاد بس۔ (تم شاگرد بن جاؤ عشق تمہارا رہبر کافی ہے) دریائے عشق کے خوف و خطر بہت زیادہ ہیں تو کیا کرنا ہے اس فقیر کے مکتوبات و ملفوظات پیش نظر رکھیں اُمید ہے کہ اس سمندر کی طغیانی کی موجیں جو آدم خور ہیں اس سے اس کے مطالعہ کے ذریعہ سلامتی کے ساتھ گذر جائیں گے اور اس دریا کے عبور کرنے میں جتنی مشکلیں اور عقدے پیش آئیں ان سب کا حل اسی میں تلاش کریں کیوں کہ برادر عزیزان مکتوبات و ملفوظات کے معانی سے بخوبی

آگاہ ہو چکے ہیں اور اس کے قوانین واشارات سے واقفیت حاصل کر چکے ہیں اس تصور کے ساتھ مطالعہ کیجئے گویا اس فقیر کی زبان سے سُن رہے ہیں کیوں کہ اَلْقَلَمُ اَحَدُ اللِّسَانَیْن (قلم بھی زبان کے درجہ میں ہے) اطمینان رکھیں آپ کی قسمت بلند ہے کیوں کہ برادر عزیز کی ہمت نے اس دریائے عشق میں شناوری کی ہے اللہ تعالےٰ فتح یاب فرمائے بحرمت النبی وآلہ الامجاد۔ ؎

نہنگ آں بہ کہ بر دریا ستیزد کز آب گرد ماہی خرد خیزد

(گھڑیال جو دریا کے اوپر اس کی موجوں سے ٹکر لیتا ہے وہ اُن چھوٹی مچھلیوں سے بہتر ہے جو پانی کے کنارے اُبھرتی ہیں)

اس دریا کے لعل و موتی بہت قیمتی ہیں اس کے جواہرات بڑے نادر ہیں اس کے غوطہ زن غواص جان پر کھیلنے والے سچے عاشقوں کو ہونا چاہیئے نہ یہ کہ ہر کمینہ، ہیچ رے، ناشستہ رُو، شکم پرستوں کو۔ مصرع

رُو بازی کن کہ عاشقی کارِ تو نیست۔ (جاؤ کھیلو عاشقی تمہارا کام نہیں ہے)

عاشقاں اور ہی ہوتے ہیں مخنثان دوسرے لوگ ہیں عاشقوں کا دین و مذہب اور ہی ہے مخنثوں کا دوسرا۔ قطعہ:۔

در زُہد بود منبر و محرابِ تحقیق در عشق بجز بادہ و زنار نباشد

چوں رُوے دل آرام بود قبلہ عشاق پس منبر عشاق بجز دار نباشد

(زہد میں زاہدوں کے لئے منبر و محراب چاہیئے لیکن عشق میں عاشقوں کے لئے شراب و زنار کے سوا کچھ نہیں ہے جب معشوق کا چہرہ ہی عاشقوں کا قبلہ ہوتا ہے تو عشاق کا منبر تختۂ دار ہی بنتا ہے۔)

جو عاشق نہیں وہ لاحاصل مجنوں بنا ہوا ہے (جہاں عشق نہیں وہاں جنون کہاں؟) ایک روز ایک ساعت جو عشق میں گذر جائے زندگی تو وہی زندگی ہے۔ ؎

آں یک نفس کہ میرود از عمر گوہریست کو را خراج ملک دو عالم بود بہا

(زندگی میں ایسی ایک سانس جو گذرے وہ نایاب موتی ہے دونوں جہاں کی بادشاہت کا خراج اس موتی کی قیمت ہوگی۔)

شیخ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کوشش کرو کہ ایسی ایک سانس حاصل ہو جائے کہ اس ایک سانس میں تم زمین و آسمان میں جدھر دیکھو حق تعالےٰ ہی کو دیکھو اس کے سوا کچھ نظر نہ آئے یہاں تک کہ اسی ایک سانس کی بدولت صاحب دولت بن جاؤ۔ ؎

کز ہمہ عمر خویش یا تو بر آرم دمے حاصل من آں دم است باقی ایام زت

(اگر اپنی تمام عمر سے ایک سانس آپ کے ساتھ میں گذاروں تو وہی ایک سانس میری زندگی کا ماحصل ہے باقی دن یونہی ہیں۔)

اے بھائی! اپنے عشق کا شاہانہ لباس ہر کسی کو مرحمت نہیں فرماتے اور ہر شخص خود عشق کے قابل نہیں ہوتا جو عشق کے قابل ہوا عشق اس کے لائق ہوا اور عشق جس کے لائق ہوا وہ خدا کے لائق ہوا۔ اور جو عشق کے لائق نہیں وہ خدا کے لائق نہیں۔ جو عشق کی بارگاہ کے محرم و راز دار ہیں وہی جانتے ہیں کہ عشق کیسی سی حالت ہے لیکن نامحرموں، مخنثوں، کو عشق کی حقیقت کا کیا پتہ۔ عشق کی قدر عاشقان جانتے ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

در کوئے عشق بادہ بہ ابرار کے دھند ... وز جام شوق جرعہ باغیار کے دھند

آں خلعتے کہ بہر خواص است عام را ... بے دار عشق بر سر بازار کے دھند

(عشق کے کوچہ میں شراب جب ابرار متقیوں کو نہیں دیتے۔ تو اس جام شوق سے ایک چلو غیروں کو کب دیں گے وہ شاہانہ لباس لطف جو خواص عشاق کے لئے ہے عشق کی سُولی پر چڑھائے بغیر عوام کو سر بازار کب دیں گے۔)

قدر گل و مُل بادہ پرستاں دانند ... نے تنگ دلاں و تنگ دستاں دانند

(گلاب کے پھول اور انگوری شراب کی قدر رندان بادہ پرست ہی جانتے ہیں مفلس و قلاش بے دولت لے کیا جانیں۔)

سارے عالم کے لوگ جنت کی طلب میں لگے ہوئے ہیں۔ کسی ایک کو عشق کا طالب آپ نہیں پائیں گے یہ اس لئے کہ بہشت نفس کا حصہ ہے اور عشق جان کا حق و حصہ ہے۔ ہزاروں لوگ اشرفی و روپے کے طالب ملیں گے لیکن موتی و جواہر کے طالب نہیں۔ اے بھائی! اپنی ذات سے اُٹھو اور اپنے وجود کو عشق کے حوالے کر دو جب اپنی ہستی تم نے عشق کے سپرد کر دی تو تم پہنچ گئے۔ چنانچہ کسی نے کہا ہے ؎

آتشے راہمی کُند تسلیم ∴ داغ نمرود و باغ ابراہیم

(عشق کے اس آگ کو اگر تم نے قبول کر لیا تو نمرود کی آگ کی طرح یہ آگ گلزار ابراہیم بن جائے گی۔)

دیکھو ہر آن ہمت بلند رکھو اللہ کے سوا جو بھی ہے طالب کے لئے وہ زنار و فریب ہے۔ محراب و منبر عاشق کے لئے سولی کا تختہ ہے اسی کو کہا ہے۔ ؎

در باز سر از مردی در صف قتال او ∴ کز بہر سرے در رہ برکم بہ نباید بود

سرباختہ آں رہ رواز سجدۂ غیر او ∴ گر مرد رہ اُو ای درکم بہ نباید بود

(اس عشق کے میدان جنگ میں مردانہ وار سر کی بازی لگادو کیوں کہ اس راہ میں سر سے کم کا مطالبہ نہیں ہوتا وہ ایک سر پھرا غیر کے سجدہ کے مقابلہ میں اپنی سرداری ختم کر گیا اگر تم مرد ہو تو اس سے کم تو نہ رہو۔)

جانتے ہیں یہ اتنے سارے پردے اور حجابات جو اس راہ میں رکھے گئے ہیں یہ کیوں ہیں؟

یہ اس لئے کہ عاشق کی نگاہیں دن بدن پختہ تر ہوتی جائیں یہاں تک کہ محبوب کو بے حجاب دیکھنے کی دید و دل میں طاقت پیدا ہو جائے ۔ اسی کو کہا ہے ؎

پیرے زخرابہ برون جست　　یک کوزۂ پُر ز بادہ در دست
باکوزہ و خرقہ و سجادہ　　در پائے بُتے فتادہ سرمست
ہم زہد بہ بادہ عشق برداد　　ہم توبہ ز بہر وصل اشکست

(ایک پیر نے ویرانہ سے جست لگائی اور باہر آیا ایک پیالہ شراب سے بھرا ہوا ہاتھ میں تھا شراب کا وہ پیالہ، خرقہ و مصلی سب لئے ہوئے مستی میں ایک بُت یعنی معشوق کے قدم پر گر پڑا عشق کی شراب پر سارے زہد لٹا دئے پھر اُس بُت کے وصال کے لئے توبہ بھی توڑ دی)

نقل ہے کہ حضور پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ جناب جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا یَا اَخِی جِبْرَئِیلُ هَلْ رَاَیْتَ الرَّبَّ اے بھائی جبرئیل آپ نے خداوند تعالیٰ کو دیکھا ہے؟ جبرئیلؑ نے کہا یَا مُحَمَّدُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ سَبْعُوْنَ حِجَابًا مِنْ نُوْرٍ لَوْ دَنَوْتُ وَاحِدًا لَاحْتَرَقْتُ اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اور خدا کے درمیان ستر پردے نور کے ہیں اُن نور کے پردوں میں سے ایک پردہ کے قریب بھی جاؤں تو میں جل جاؤں۔ سبحان اللہ! کیا ہی ہمت اور دلیری ہے اس مٹی اور پانی کے پتلہ کی یہ ہمت یہ دلیری نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ کی قوت سے ہے جو سوال کرتا ہے اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ (تو مجھے نظر آ جا کہ میں تجھے دیکھوں) ورنہ کہاں وہ اور کہاں یہ سوال ۔ اسی کو کہا ہے ؎

نیست مردم نُطفۂ از آب و خاک　　ہست مردم سرو قدو جان پاک
صد جہانِ پُر فرشتہ در وجود　　نطفۂ را کے کند آخر سجود

(آدمی مٹی و پانی سے نکلا ہوا قطرۂ ناچیز ہی نہیں ہے آدمی سر سے پاؤں تک مقدس جان ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو سارے جہاں کے فرشتوں کو قطرۂ ناچیز کے آگے سجدہ کا حکم کیسے ہوتا۔)

والسلام

شرف منیری

مکتوب ۶۴

حدیث شریف یَا لَیتَ رَبَّ مُحَمَّدٍ لَمْ یَخْلُقْ مُحَمَّدًا کے مفہوم و معنی میں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر عزیز کا خط ایک عرصہ کے بعد پہنچا، پڑھا۔ جس واردہ کا ذکر کیا گیا ہے معلوم ہوا، اچھا اور لائق توجہ ہے اس کا جواب لکھا جا رہا ہے۔

اے بھائی! جب خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا لَوْلَاکَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرَّبُوْبِیَّۃَ (اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت کا اظہار نہیں کرتا) حضورؐ نے نورِ بصیرت سے مشاہدہ کیا تو لاکھوں اَرِنِیْ کہنے والے اور اس کے وصال کے طالبین ہر طرف بکھرے ہوئے ہیں حضورؐ نے غیرت کی بنا پر فرمایا یالیت رب محمد لم یخلق محمداً تو جہاں محبت ہوتی ہے غیرت کا ہونا ضروری ہے جس درجہ محبت قوی ہوگی غیرت بھی اتنا ہی سخت تر ہوگی یہاں تک کہ ایک فقیر نے اسی غیرت کے مقام میں کہا اے میرے اللہ کل قیامت کے دن سب کو نابینا اٹھایئے تاکہ میرے سوا کوئی آپ کو نہ دیکھے۔ اور پھر اسی فقیر نے دوسرے وقت کہا خداوندا کل قیامت میں مجھے اندھا اٹھایئے تاکہ آپ کے دیدار میں میری یہ آنکھیں بھی شریک نہ ہوں۔ یہاں پر ایسا نہیں چاہیئے کہ دل کو کوئی خیال پیدا ہو اسی کو کہا ہے ؎

کار عاشق اضطراری اوفتد ۔ واں ز فرط دوستداری اوفتد
لاجرم دیوانہ را گرچہ خطاست ۔ ہرچہ می گوید بگستاخی رواست
خیر و شر چوں جملہ زیبا میرود ۔ گفتۂ دیوانہ زیبا میرود

(عاشقوں کے کام بے اختیاری ہوتے ہیں، اور یہ سب کچھ محبت کی زیادتی میں ہوا کرتا ہے
یقیناً دیوانہ کی باتیں خطا ہوتی ہیں لیکن گستاخی میں جو وہ بول جاتا ہے وہ درست ہے۔
دیوانگی میں اچھی بری جو باتیں ہوتی ہیں وہ سب دیوانہ کی دیوانگی کے لئے زیبا ہیں۔)

دوسرا معنی: خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خَلَقَ نُوْرِیْ مِنْ نُوْرِہٖ (اس نے میرا نور پیدا کیا اپنے نور سے) میں اس فعل اور اس حرف کو جو دیکھا تو انہوں نے اس فعل و حرف کو اپنے اسم شریف کے وجود میں گم دیکھنا

چاہا چنانچہ فرمایا یالیت رب محمد لم یخلق محمداً فعل، خَلَقَ (پیدا کیا) حرف، مِنْ (سے) یہ دونوں درمیان میں نہ ہوتے تو یعنی نُوْرِیْ د نُوْرِہٖ ایک ہی ہو جاتے۔

تیسرا مطلب اے بھائی! محب اگر محبوب کے مناسب ولائق نہ ہو (خود کو نہ سمجھے) تو محبت کی شریعت میں اپنے نیست و نابود ہونے کی تمنا کرنا جائز ہوتا ہے۔ جیسا کہ یہ شعر ہے۔

اندر خود عشق چوں نہ یابی اے خستہ عشق نیم جانی

آں بہ کہ ز خجلت نماند در بود و وجود تو نشانی

(جب تو عشق کے لائق نہ ہوا تو اے عشق کے مارے ہوئے نیم جان اس ندامت و شرمندگی سے تیرے لئے یہی بہتر ہے کہ تیرے وجود کا کوئی نشان باقی نہ رہے۔)

ایک مثالی دلیل:۔ اگر کسی شخص نے اپنے دوست کو دعوت دی مہمان بلایا اس دوست کے طفیل میں دس بیس اور طفیلی بھی مہمان ہو کر آئیں پھر ان طفیلیوں سے میزبان کے گھر میں بے ادبیاں اور ناپسندیدہ حرکتیں سرزد ہوں جن سے وہ مہمان دوست نادم و شرمندہ ہو اپنی انتہائی ندامت و شرمندگی میں میزبان کے رُو برو کہتا ہے کاش میں ہی مہمان نہ ہوتا۔ جب یہ قاعدہ کی بات ہے تو اسی سے جاننا چاہیئے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے سارے عالم کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کے طفیل میں پیدا کیا ہے لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْکَوْنَیْن (آپ نہ ہوتے تو میں کونین کو پیدا نہ کرتا) ان طفیلیوں کے گروہ نے بے ادبیاں کیں اور جو چیز نہ ہونی چاہیئے تھی ان سے وجود میں آئی ان بے ادبیوں اور ناشائستہ حرکتوں سے شرمندہ ہوئے انتہائی ندامت و شرمندگی میں فرمایا یَالَیْتَ رَبَّ مُحَمَّدٍ لَمْ یَخْلُقْ مُحَمَّداً اور یہ معنی مولانا حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کے لوائح میں شرح وبسط سے آیا ہے۔ لیکن وہ عاشق فانی عین القضاۃ ھمدانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کون جان سکتا ہے اس حالت کو جس حال میں حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یَالَیْتَ رَبَّ مُحَمَّدٍ لَمْ یَخْلُقْ مُحَمَّداً۔

لیکن وہ جو ایک روایت آتی ہے کہ ایک بزرگ کا قول ہے وہ کہتے ہیں۔

لَانْ اُنْشَرَ بِالْمِنْشَارِ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ یَقُوْلَ شَیْئاً کَانَ لَیْتَہٗ لَمْ یَکُنْ۔

(میں اسے پسند کرتا ہوں کہ میں آرا سے چیر دیا جاؤں لیکن مجھے یہ گوارہ نہیں کہ کوئی بات ہو اور میں یہ کہوں کہ کاش ایسا نہ ہوتا)

یہ ایک مخصوص مقام ہے کہ آدمی جب اپنے کمال کو پہنچتا ہے تو دنیا کی لذتیں اور نفسانی خواہشات اس میں نہیں رہتی ہیں، ... میں ہو یا امیری کی حالت میں ہو، بھوکا ہو یا آسودہ ہو، تندرست ہو یا بیمار ہو ہر حال

میں وہ محبوب سے راضی وخوشنود رہتا ہے اپنے محظوظ ولذتوں سے نہیں ہلتا اور اپنی نفسانی خواہشات کے سبب سے یہ نہیں کہتا کاش کہ ایسا ہوتا اور کاش ایسا نہ ہوتا۔ اس لئے کہ اس کے اندر جو اس کے محبوب کی رضا ہے اُسے جانتا ہے۔ اور اگر کوئی ایسی بات یا خصلت اپنے اندر محبوب کی رضا کے خلاف دیکھے تو ہرگز سزاوار ومناسب نہیں ہے کہ اس صفت وخصلت کے موجود ہونے کے باوجود اسے پسند کرے اور اس سے راضی وخوش رہے بلکہ اس کی تمام وپوری کوشش اس کے ازالہ کی ہونی چاہیئے اور اپنی پوری طاقتِ لسانی سے کہے یَا لَیْتَ هٰذِہِ الصِّفَةَ لَمْ تَکُنْ (اے کاش میری یہ صفت یہ خصلت نہ ہوتی) اور اگر ایسا نہ ہو تو یہ ایسی بات ہوگی کہ تمام نبیوں کی شریعتیں باطل ہو جائیں گی۔ کیا کہتے ہو؟ اگر کوئی شراب پیتا ہو زنا کرتا ہو اور یہ نہ کہے یَا لَیْتَ لَمْ اَشْرَبْ یَا لَیْتَ لَمْ اَزْنِ (کاش میں شراب نہ پیتا کاش میں زنا نہ کرتا) بعض لوگوں کو ایسا معلوم ہوگا کہ یہ اللہ کے فیصلہ سے راضی رہنے کے خلاف وضد ہے۔ ہرگز ایسا نہیں ہے اللہ کے قضا اور فیصلہ سے راضی رہنا وہاں پر ہے جہاں حق سبحانہ تعالےٰ کی رضا وخوشنودی ہے، جیسے وہ کفر وگناہ سے خوش نہیں یہاں رضا یعنی کفر وگناہ سے راضی رہنا شرط نہیں ہے اگر یہ شرط ہوتی تو انبیاء کے لئے ہوتی چنانچہ انبیاء کے لئے سزاوار ولائق ہے کہ وہ کہیں کہ یَا لَیْتَ فُلَانًا لَمْ یَکْفُرْ یَا لَیْتَ الْمَعَاصِیْ لَمْ تَکُنْ (کاش فلاں کفر نہ کرتا یا اے کاش گناہ کا وجود ہی نہ ہوتا) یہ کہنا اُن کے لئے مناسب ہے اور خدا کی رضا سے راضی ہوں۔ اللہ جس کام سے ناخوش ہو وہ بھی اُس سے ناخوش رہیں۔

والسلام

فقیر شرف منیری

مکتوب ۶۵

ہِمّت کی بلندی اور خداوند جل وعلا کی طلب میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

اگر حاصل شود آں گل رخ واں لب چو میگونش ۔۔۔ چہ بے حاصل کسے کو ہست باغ وچہار جو خواہد

(اگر کسی کو پھول سے رخسار والے محبوب اور اس کے وہ شرابی رنگ ہونٹ حاصل ہوں تو وہ کیا نامراد شخص ہے جو باغ دیا غنچہ اور چار نہریں چاہے)

ہمت کو کون ومکاں کی طلب سے پاک رکھو اور جتنی چیزیں لفظ کُن کے تحت آئی ہیں، اپنے وجود پر حدوث،

مخلوق ہونے کا داغ رکھتی ہیں انہیں اپنی راہ کا بُت و زنار شمار کرو اور وہی کہو جو کسی ایک نے کہا ہے ؎

بے وصال تو جاں چہ کار آید　　بے جمالت جہاں چہ کار آید

(آپ کے وصال کے بغیر جان کس کام کی اور بغیر آپ کے جمالِ جہاں آرا کے یہ جہاں کس کام آئے گا)

اور وہ سالکینِ راہ میں راست رفتار حضرت مالک دینار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مناجات میں کہا اَللّٰھُمَّ اِذَا اَدْخَلْتَنِی الْجَنَّۃَ وَقُلْتُ رَضِیْتُ عَنْکَ یَا مَالِکُ فَاجْعَلْنِیْ تُرَابًا وَھَبِ الْجَنَّۃَ لِزُوَّارِھَا اے اللہ مجھے آپ جنت میں داخل فرمائیں اور اس کے بعد اتنا کہدیں کہ میں تجھ سے خوش ہوں اے مالک بس اتنا کہدینے کے بعد مجھے مٹی بنا دیجئے اور جنت اس کے خواستگاروں کو دیدیجئے) سبحان اللہ کیا کہنا ہے ان مردانِ راہ کی ہمت کا۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

ھر کہ صاحب ہمت آمد مرد شد　　ہمچو خورشید از بلندی فرد شد

ھر کہ از ہمت دریں راہ آمدہ است　　گر گدائی میکند شاہ آمدہ است

(وہ جو صاحب ہمت ہے وہی مرد ہے اپنی اس بلند ہمتی سے آفتاب کی طرح بلندی سے فرد ہے

جو ہمت کی نعمت لے کر اس راہ میں آیا ہے اگر وہ گداگری کرتا ہے تو حقیقت میں وہی بادشاہ ہے)

وہ مست الست یزدانی حضرت عین القضاۃ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول سنا ہوگا فرماتے ہیں۔ قسم ہے یہاں بھی کھانا پینا اور وہاں بھی کھانا پینا ؟ شاید تمہاری خوش قسمت نگاہ اس آیۃ کریمہ پر نہیں پڑی ہے کہ اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِیْنَ مَا لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ (میں نے بہشت میں اپنے صالح بندوں کے لئے ایسی نعمت تیار رکھی ہے کہ جس کو آج تک نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سُنا بلکہ کسی بشر کے دل میں اس کا واہمہ بھی نہیں گذرا) اے بے ہمت کیا یہ کھانے پینے ہی کی جگہ ہے ؟ ؎

ہر کہ او را یوسف گم کردہ نیست　　گرچہ ایماں آورد آوردہ نیست

گر ہمہ عالم شود زیر و زبر　　تو مکن از سایۂ یوسف گذر

(جس کے پاس کھویا ہوا یوسف یعنی محبوب حقیقی کی فرقت کا درد نہیں ہے اگرچہ وہ ایمان لایا لیکن اس کا ایمان کامل نہیں ہے۔ اگر سارے عالم میں ایسا انقلاب آئے کہ زمین آسمان ہو جائے تو بھی تو اپنے محبوب کے سایہ سے الگ نہ ہو۔)

اے بھائی! جہاں میں بہشت کی نعمت کے خواستگار اور کرامت کے متلاشی بہت ہیں لیکن نعمت دینے والے اور کرامت عطا کرنے والے کے طالب سُرخ گندھک کی طرح نایاب ہیں اسی کو کہا ہے۔ ؎

کعبۂ عشاق مولیٰ آمدہ است　　وآن مجنون روئے لیلیٰ آمدہ است

تا توانی با خرد بیگانہ باش　　عقل را غارت کن و دیوانہ باش

(عاشقوں کا کعبہ تو مولیٰ ہے لیکن مجنون کے عبادت کے لائق لیلیٰ کا رُخ زیبا ہے۔ جہاں تک تم سے ہو سکے عقل سے ناآشنا ہو جاؤ عقل کی پونجی لٹادو اور دیوانہ ہو جاؤ)

سبحان اللہ! وہ لوگ جن کے داؤد علیہ السلام جیسے خادم ہوں فرشتے اور ساکنان آسمان حاشیہ بردار ہوں تو ان عام انسانوں اور اجناکو ان کے مرتبہ ومقام کی کیا خبر؟ خواجہ احمد غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

تا جام جہاں نمائے در دست من ست　　　از روئے خرد چرخ برین پست من ست
تا قبلہ نیست قبلہ ہست من ست　　　ہوشیار ترین خلق جہاں مست من ست

(جب تک میرے ہاتھ میں جام جہاں نما ہے، تو عقل کی رو سے مری پستی ہی آسمان کی بلندی ہے۔

اے بھائی! طالب کی نظر میں جب تک دوئی ہے اگرچہ اس کے قدم عالم وحدت کی طرف گامزن ہیں لیکن بلاشبہ وہ ابھی تک بھٹکا ہے (یعنی جسے ایک چیز دو نظر آتی ہے)۔ ؎

تا مرد ز خود فانی مطلق نشود　　　اثبات ز نفی او محقق نشود
توحید حلول نیست تا بود تو ہست　　　ورنہ بگزاف آدمی حق نشود

(آدمی جب تک اپنی ہستی سے کامل طور پر فنا نہیں ہو جاتا اس کے لاالٰہ کی نفی سے الا اللہ کا اثبات حقیقی نہیں ہوتا
توحید حلول نہیں ہے تمہارے اپنے وجود کے ہوتے ہوئے تمہارے اندر کیسے آئے گی ڈینگ مارنے شیخی بگھارنے سے آدمی حق نہیں ہوتا)

اے عزیز! عشق کا گھوڑا ایسی قوت والا ہے کہ ایک جست میں دونوں عالم سے پار ہو جاتا ہے اور لامکاں میں چکر لگانے لگتا ہے۔ چنانچہ کہا ہے۔ ؎

در عالم او اگر بکار آئی تو　　　در دفتر عشق در شمار آئی تو
جبرئیل امیں رکاب دار تو بود　　　بر مرکب عشق اگر سوار آئی تو

(اگر اس جہانِ پاک میں تو کام آجائے تو ترا نام عشق کے دفتر میں درج ہو جائے
اگر عشق کے گھوڑے پر تو سوار ہو کر آجائے، تو جبرئیل امیں تیرے رکاب دار بن جائیں)

لیکن ہاں طالب ایسا ہونا چاہیئے جو عشق کا بار اُٹھانے والا ہو تاکہ محبوب کی بارگاہ میں اس کی رسائی ہو جائے لیکن یہ رہگذر تلوار کی دھار یا تختہ دار پر ہو گی۔ ؎

گر رہ گذرِ عشق تو بر دار بود　　　آساں بود اے پسر نہ دشوار بود
از خار چہ باک باشد آنرا　　　کو را معشوق دلش میانِ گلزار بود

(تمہارے عشق کی راہ اگر سولی پر سے گذرتی ہے پھر تو اے لڑکے! آسان ہے کوئی مشکل نہیں،

(ارے اسے کانٹوں سے کیا خوف جس کا معشوق چمن زار میں رہتا ہو۔)

وہ تم سے دور نہیں ہے وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ (وہ تو تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں ہو) تم اس سے دور ہو گئے ہو کیوں کہ اپنی خودی سے تم خود حجاب میں ہو جب اپنی ہستی کے خیال و گمان سے نکل آئے تو یہ کہہ اٹھے ؎

معشوق عیاں بود نمی دانستم　　با من بمیاں بود نمی دانستم

گفتم بطلب گر بجائے برسم　　خود تفرقہ آں بود نمی دانستم

(معشوق تو سامنے تھا مجھے خبر نہ تھی وہ تو میرے ساتھ ہی تھا مجھے پتہ نہیں تھا۔ کہا اس کی تلاش میں کہیں چلوں یہی تو تفرقہ تھا اسے میں نہیں جانتا تھا۔)

مشتاقوں کے اشتیاق کا جو راز ہے وہ اَنْتَ لَا اَنَا وَلَا غَیْرِیْ (تم نہیں ہو میں ہوں میرے سوا غیر کا وجود نہیں) ؎

تو او نہ شوی ولے اگر جہد کنی　　جائے برسی کز تو توئی برخیزد

عجب مدار ز باران عشق و تخم حب　　چو سبزہ از گل محمود اگر ایاز آید

(تم وہ نہیں ہو سکتے ہاں اگر کوشش کرو تو اس مقام پر پہنچ سکتے ہو جہاں تمہاری توئی ختم ہو جائے عشق کی بارش اور محبت کے بیج سے تم تعجب نہ کرو محمود کی مٹی سے سبزہ کی طرح اگر ایاز پیدا ہو جائے)

والسلام

حقیر شرف منیری

❋

مکتوب ۶۶

اسرار کو چھپانے، خاموش رہنے، گھمنڈ سے دور ہونے اور بت و زنار کی شناخت میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برادر عزیز کا خط ملا، پڑھا گیا، رموز و اشارات معلوم ہوئے، نثر و نظم کے مضامین سے آگاہی ہوئی۔ بزرگوں کی روش کی پیروی مبارک ہے اللہ رب العزت کے اسرار کو ظاہر کرنا ان بزرگوں کے فیصلہ کے مطابق کفر ہے۔ ؎

ہستی گر بگوید رمز عشقش　　جزائش در طریقت دار باشد

(ہستی میں اس کے عشق کے اسرار کھول دینے کی سزا اس راہ میں سولی ہے)

اللہ رب العزت کے اسرار کو تفصیل و تشریح کے ساتھ بغیر کسی پردہ کے بولنا اور لکھنا حرام ہے اس لئے

کہ شرع میں اس کی اجازت نہیں ہاں رغبت دلانے اور شوق بڑھانے کے لئے رمز و اشارات میں بولنے اور لکھنے کی اجازت ہے۔ ؎

دانی کہ چرا اہل صفا خاموشند　　در نکتۂ دل بمحو خودی کوشند
مئے از کف دوست ہر نفس کی نوشند　　سری بازند و سرِ حق می پوشند

(جانتے ہو یہ حضرات صوفیہ کیوں خاموش رہتے ہیں دل کے نکتہ میں خود کو گم رکھنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں محبوب کے ہاتھ سے ہر گھڑی شراب کا پیالہ پیتے ہیں سر کی بازی لگا دیتے ہیں لیکن حق تعالےٰ کے راز کو افشا نہیں کرتے)

اصل کام ہضم کر لینا ہے اور وہ بھی اس طرح کہ ڈکار بھی نہ آنے پائے۔ واردے اور مکاشفے کا بولنا اور لکھنا ہی ڈکار ہے۔ مرد وہی ہے جو دریا گھونٹ جائے اور ڈکار نہ لے۔ میں ایسے صاحب ہمت اور قوت کا غلام ہوں جن کا حوصلہ کمالات میں سے کسی کمال سے بھرتا نہیں۔ خواجہ یحییٰ معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان العارفین بایزید بسطامی قدس سرہٗ کو لکھا کہ یہاں کوئی ایسا ہے کہ ایک قطرہ پی لے اور مست ہو جائے سلطان العارفین نے جواب دیا یہاں کوئی ایسا ہے کہ دریا گھونٹ جاتا ہے اور" اور ملے کا نعرہ لگاتا ہے ؎

ھست دریائے محبت بے کنار　　لاجرم یک تشنگی شد صد ہزار
تا نباشد ایں چنیں دردی ترا　　ننگ باشد گفتن مردی ترا

(جب کہ محبت کا دریا وہ ہے جس کا کنارہ نہیں تو یقیناً ایک تشنگی لاکھوں تشنگی ہوگی۔ جب کہ یہ درد محبت تجھے حاصل نہیں ہوتا تیرے لئے خود کو مرد کہنا باعث شرم ہے۔

مگر ہاں جو پڑھنے لکھنے، بولنے کے لئے بیقرار ہوں (ان کے لئے درست ہے) جیسا کہ عین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہ راز یا تو زبان پر آئے گا یا نوک قلم پر میں کیا کروں مجبور و بے چین ہوں اگر چاہتا بھی ہوں کہ نہیں لکھوں نہیں بولوں تو یہ مجھ سے ہوتا نہیں۔ شاید کہ وہ عشق کی دیوانگی کے اعلیٰ مقام پر پہنچے ہوئے تھے اس لئے معذور تھے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

ھرچہ از دیوانہ آید در وجود　　عفو فرمایند از دیوانہ زود

(دیوانہ سے جو بات صادر ہو جاتی ہے اسے فوراً معاف کر دیا جاتا ہے)

لیکن ہاں جو شخص ابھی تک خودی و ہستی میں ہے، وہ تفرقہ میں ہے۔ نہ جمع میں ہے نہ کثرت میں نہ وحدت میں ہے جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔ ؎

تا تو با خویشی عدد بینی ہمہ　　چوں شدی خالی احد بینی ہمہ

(جب تک تو اپنی خودی کے ساتھ ہے "تعدد" ہے جب تیری خودی فنا ہوگی تو احد ہی احد ہے)

اس عالم وحدت میں اگر کسی کی زبان و قلم سے اس طرح کی باتیں نکل آئیں تو وہ معذور ہے۔ ؎

لاجرم دیوانہ را گر چہ خطاست ہر چہ میگوید بگستاخی رواست

(یقیناً دیوانہ کی باتیں خطا ہوتی ہیں لیکن اپنی دیوانگی میں جو کچھ گستاخی سے کہہ جاتا ہے اس کے لئے روا ہے)

اس کے ساتھ اگر کوئی ان کلمات کو بغیر کسی پردہ کے اور بغیر رمز و اشارہ کے کھولکر بولتا ہے تو مشائخ رضوان اللہ علیہم جو معتمدار وقت ہیں اور اعتراض و طعن سے پاک ہیں وہ کہتے ہیں کہ ایسی باتوں کو شطحیات میں شمار کرنا چاہیئے نہ اس کو رد کریں اور نہ قبول۔ ہاں بعض بزرگوں نے اپنے شہر سے سفر کیا ہے اور لوگوں کو نفع پہنچایا ہے یہ بھی ویسا ہی ہے لیکن یہ ان بزرگوں نے اس وقت کیا ہے جب وہ اپنے کاموں سے فارغ ہوگئے ہیں اور تمام کمالات سے آراستہ ہو چکے ہیں اور تمام دولت و نعمت سے مالا مال ہو گئے ہیں اور اس مرتبہ کو پہنچ گئے ہیں جس کا اظہار اس شعر میں ہے۔ ؎

واسطہ ایں قوم را برخاست است قول ایشاں لاجرم بس راست است

چوں نمی بینند غیرے جز مجاز جملہ زو شنوند زو گویند باز

(یہ وہ لوگ ہیں جن کے درمیان سے واسطہ اُٹھ چکا ہے ان کا لگاؤ اس سبب سے واسطہ ہٹ گیا ہے اس لئے ان کے اقوال یقیناً درست ہوتے ہیں جب کہ عالم مجاز میں انہیں غیر نظر ہی نہیں آتا تو جو کچھ بھی وہ سنتے ہیں اپنے محبوب (حق سبحانہ تعالیٰ) ہی سے سنتے ہیں اور پھر اسی کو آگے کہہ دیتے ہیں)

اے بھائی! مقبولین بارگاہ کے کام بدنصیبوں سے نہیں ہوتے جیسے مردوں کے کام مخنثوں سے نہیں ہو سکتے کُلٌّ مُیَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَہٗ (ہر شخص کے لئے وہ کام آسان ہوتا ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے)

یہ شخص (یعنی میں) کس گلی کا کتا ہے کہ جس کے دل میں ان بزرگوں کے جیسا ہونیکا داعیہ بھی گذرے بلکہ اسے تو ایک ایسا آدمی چاہیئے جو اس کی گردن سے نفس کا زنار اتار پھینکے اور مسلمان بنادے اگر خداوند تعالےٰ سفر میسر فرمائے تو وہ سفر اسی نیت سے ہوگا اور آج تک اپنی یہی نیت ہے۔ اے برادر اور دوسرے عزیزان، کوئی لکھتا ہے ملک العارفین یا ملک المشائخ یا ایسے ہی اور القاب یہ کم رتبہ خود کو اچھی طرح جانتا ہے اور پہچانتا ہے لَیْسَ الْخَبَرُ کَالْمُعَایَنَۃِ (سنی سنائی بات آنکھوں دیکھی جیسی نہیں ہو سکتی) اپنے نفس، زنار، نفاق، شرک و کفر میں توحید اور مسلمانی کی تحقیق و دریافت کرتے ہوئے تیس چالیس سال بیت گئے توحید اور حقیقی ایمان تک کب پہونچونگا۔ شاید گور میں جانے کی نوبت آجائے یہ حقیقت اس وقت کھلی اور معلوم ہوئی، جیسا کہ اس شعر میں کہا ہے۔ ؎

ہنوز از کاف کفر خود خبر نیست   حقایقہائے ایماں راچہ دانی

(ابھی تک اپنے کفر کے کاف کی بھی خبر نہیں ہے ایمان کی حقیقتوں کو تم کیا جانو)

ہزاروں رحمت اس کی جان پر ہو بلاشبہ اس راہ کو طے کئے ہوئے اور اس کفر و شرک اور بت و زنارے جو باطن میں چھپے ہوئے ہیں وہ آگاہ ہیں اور اسے دیکھے ہوئے ہیں اور جو اُن پر کھلا ہے اسی کو کہا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ ؎

نمیدانم کرا مانم بدیں سیرت گرفتارم   نہ من ہندو نہ من مسلم نہ من مرتد نہ بدکارم

(کچھ معلوم نہیں میں کون ہوں اپنی سیرت تو یہ ہے نہ ہندو ہوں نہ مسلمان ہوں نہ مرتد ہوں نہ بدکار)

انشاء اللہ تعالےٰ تمام موحدوں اور مومنوں کے طفیل توحید اور حقیقی ایمان اللہ جل شانہ مرحمت فرمائے گا۔

اے بھائی! زبانی توحید اور زبانی ایمان اگر کل قیامت کے دن کسی کے کام آتا تو تمام منافقین رہائی اور نجات پاتے اور بہشت میں پہنچ جاتے۔ بات سے بات نکلتی ہے اور گفتگو لمبی ہوتی جاتی ہے ایسا لگتا ہے کہ اس میں بھی نفس کا حظ شامل ہے استغفر اللہ، استغفر اللہ عاقبت بخیر ہو۔

والسلام
شرف منیری

مکتوب ۶۷

خداوند تعالےٰ کی حکمت اور بندوں کی محتاجی و بیچارگی میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آپ دوست عزیز شرف منیری کے سلام و دعا کے لئے مخصوص ہیں۔

سُنا کہ آپ دولت آباد سے واپس آگئے ہیں امید کہ سفر خیر و عافیت کے ساتھ ہوا ہوگا اور مفید ہے گا انشاء اللہ تعالےٰ۔ ؎

گرگ از رمہ برد آنچہ مراد دل او بود   گو بادیہ بیما۔ رُ ہمیں مرد شباں را

(بھیڑیا جس کو چاہتا ہے بھیڑ میں سے لے جاتا ہے خواہ وہ بادیہ پیمائی کرنے والا چرواہا ہی کیوں نہ ہو)

مَاشَاءَ اللہُ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَأْ لَمْ یَکُنْ (اللہ جو چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا ہے)

انبیاءؑ اولیاءؒ اور سارے جہاں کے بادشاہوں دولت مندوں کا یہی حال رہا ہے بہت چیزیں ایسی ہیں جنہیں

ان لوگوں نے چاہا کہ ہو لیکن نہ ہوئیں اور کچھ چیزیں ایسی ہیں جنھیں ان لوگوں نے چاہا نہ ہوں وہ ہوگئیں ھکذ الربوبیۃ والعبودیۃ بلاشبہ خدائی اور بندگی ایسی ہی ہے اور ایسی ہی ہوتی ہے۔ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم برسوں یہ درخواست کرتے رہے کہ ابو طالب کو ایمان عطا ہو جواب ملا اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ (بیشک آپ ہدایت نہیں دیتے جس کی ہدایت آپ کو مطلوب ہو) جناب نوح پیغامبر علیہ السلام اپنے بیٹے کے حق میں درد فرزندی اور شفقت پدری کی بنا پر مناجات کرتے رہے اے میرے اللہ آپ جانتے ہیں اِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ (اے میرے اللہ یہ میرا بیٹا ہے اور میرے اہل میں سے ہے اور بیشک آپ کا وعدہ سچا ہے۔ جواب ملا اِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ (وہ تمہارے اہل میں سے ہی نہیں ؟) اگر کام بندوں کے ارادہ و خواہش کے مطابق ہوتا تو ان حضرات کی خواہش کے مطابق ہوتا جو بندہ ہونے میں اخص الخواص ہیں۔ کیا کیا جائے جب بندگی یہی ہے تو تقدیر کے حکموں کے سامنے سر ڈال دینا چاہیئے اور جو کچھ خداوند تعالیٰ کی مرضی ہے اس کی رضا سے راضی رہنا چاہیئے اور اپنے مقصد و آرزو سے ہاتھ دھو لینا چاہیئے اور نامرادی کے ساتھ بسر کرنا چاہیئے۔ ؎

این قدر زد صبر کن کاساں بود   تا خوش و ناخوش ترا یکساں بود

عمر روزے پنج دشش می بگذرد   خواہ خوش خواہ ناخوش می بگذرد

(اس کے کئے ہوئے پر اتنا زیادہ صبر کرو کہ کوئی مشکل نہ رہے، سب آسان ہو جائے یہاں تک کہ خوشی و ناخوشی سب تمہارے لئے یکساں ہو جائے۔ یہ چند روزہ زندگی کسی نہ کسی طرح گذر ہی جائے گی خواہ خوش گذرے خواہ ناخوش گذرے)

شاید کہ بندہ کی صلاح و فلاح اس کی نامرادی ہی میں ہو اس لئے کہ بندہ کی صلاح و فلاح بندہ سے بہتر اللہ ہی جانتا ہے کہ لِلّٰهِ الْطَافٌ خَفِيَّةٌ (اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم پوشیدہ ہے) ؎

داند آنکس کہ خردہ داں باشد   کانچہ او کرد خیرش آں باشد

نوشداں ہرچہ زہر او باشد   زشت و نیکو ہمہ نکو باشد

(اس کو تو وہی جانتے ہیں جو باریک بیں ہوتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ جو کچھ کرتا ہے اس میں بندہ کی بھلائی ہوتی ہے اس کے تلخ گھونٹ کو بھی لوگ شربت ہی جانتے ہیں ان کے نزدیک اچھی اور بری چیز اچھی ہی ہوتی ہے)

جناب یوسف علیہ السلام کے قصہ میں غور کرو جب وہ معصوم نابالغ بچے تھے تو بھائیوں نے بے قصور کنواں میں ڈال دیا اور بوڑھے باپ جو خود پیغامبر تھے جدائی کی آگ میں جلتے رہے پھر کنواں سے نکالے گئے غلام بنا کر بیچ دیئے گئے پھر زلیخا کو ان کے لئے آزمائش کا ذریعہ بنا دیا اس وقت ان کی پاکدامنی

نے ان کی دستگیری کی اب غلامی سے نکال کر مصر کے تخت شاہی پر جلوہ فرما کر دیئے گئے اور پھر اس عظیم گناہ کے باوجود تمام بھائیوں کے سر پر تاج نبوت رکھدیا گیا یوں سرفرازی و آراستگی کی گئی اس قصہ کو احسن القصص کے نام سے موسوم کیا گیا۔ یہ باتیں کسی کے وہم و فہم میں نہیں آسکتیں، اسی کو کسی نے کہا ہے۔ ؎

سِر کہ آنجا رسید سر بنہد　　عقل آنجا رسید پر بنہد

(آدمی کے اسرار جب اس مقام پر پہنچے تو اس نے سر رکھدیا ہے عقل جب اس راز تک پہنچی تو معلق ہو جاتی ہے)

اے بھائی! جب اللہ تبارک و تعالیٰ کی قدرت کے اسرار سے جبرئیلؑ و میکائیلؑ کو خبر نہیں ہے تو ہم تم اور ہمارے جیسے دوسرے کس شمار میں ہیں۔

جناب آدم علیہ السلام جن کو فرشتوں سے سجدہ کرایا گیا بہشت کی مملکت ان کے تخت تصرف میں دی گئی پھر اسی بہشت سے برہنہ کر کے باہر کر دیا گیا اور عالم میں صدا لگادی گئی عصیٰ آدم ربہ (آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی) ؎

ہیچ کس از سرِ او آگاہ نیست　　زانکہ آنجا ہیچ کس را راہ نیست

(کوئی شخص اللہ کے کاموں کے راز سے آگاہ نہیں کیونکہ وہاں تک کسی شخص کی پہنچ نہیں ہے)

نقل ہے کل قیامت کے دن جب جناب آدم علیہ السلام اپنے آل و اولاد کے ساتھ بہشت میں داخل ہونیکے لئے آئیں گے تو انتہائی اژدہام کے سبب شور و غل ہوگا اس وقت تمام فرشتے حیرت زدہ ہو کر کہیں گے سبحان اللہ! یہ وہی شخص ہے جو بہشت سے ننگا کر کے نکالدیا گیا تھا۔

اور معراج کی رات سلطان الانبیاء تاج الاصفیا صلی اللہ علیہ وسلم کے براق عظمت آپ کے آگے آگے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا علیہم السلام کی ارواح پاک طَرِّقُوا طَرِّقُوا (ہٹو، بڑھو، راستہ صاف کرو) کی صدا لگاتے ہوئے جلو میں رواں دواں ہیں، اور کبھی جنگ قریظہ و جنگ بنو نضیر کے دن ایک معمولی سا گدھا سواری میں ہے جس کی لگام کی ڈور کھجور کے پتہ کی بٹی ہوئی ہے۔ اور کبھی تمام روئے زمین کے خزانہ کی کنجی قدموں میں ڈالدی جاتی کہ ارشاد ہوتا ہے میرے محبوب، یہ سب آپ کا ہے جس طرح چاہیں مصرف میں لائیں اور اسی کے بعد دیکھو کہ چند سیر جو کے لئے ایک یہودی کے در پر بھیجدیا جاتا ہے آپؐ اس سے کہتے ہیں چند پیمانہ جو مجھے اُدھار دیدو وہ طعن کرتا ہے اور کہتا ہے لَيْسَ لَكَ ضَرْعٌ وَلَا زَرْعٌ مِنْ اَيْنَ تَقْضِيْ آپ کے پاس نہ اونٹ ہے نہ بکریاں ہیں نہ کھیتی ہے نہ باغ ہے آپ کہاں سے ادا کریں گے۔ اسی کو کہتے ہیں ؎

گہ بالکف پُر سیم و گہ در دو شیم　　گہ با دلِ پُر نشاط و گہ دل ریشم

گہ دالپس جملہ خلق گہ درپشیم   مَن بوقلمونِ روزگار خویشم

(کبھی تو مرے ہاتھوں میں تمام روے زمین کے خزانہ کی کنجی ہے اور کبھی فقیر تہی دست ہوں کبھی نشاط و شادمانی سے دل بھرا ہوا ہے اور کبھی وہی دل خستہ و چور ہے۔ کبھی سبھوں کے پیچھے پیچھے آیا ہوں اور کبھی سب کا امام ہوتا ہوں میں اپنے وقت کا تعجب خیز شخص ہوں)

اے بھائی! غلامی اور اپنی مراد دونوں ہرگز ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے تو نامرادی کو اپنا حال بنا لینا چاہیئے تاکہ جمعیتِ قلب حاصل ہو جائے اس لئے کہ یہ ساری پریشانیاں اور اندوہ و غم جو لوگوں میں ہے وہ سب اسی مقصد طلبی اور آرزومندی کی پیدا کی ہوئی ہے۔ امرِ محال کی طلب میں یقیناً ایسا ہی ہوتا ہے۔

والسلام

شرف منیری

مکتوب ۶۸

فقرا اور مسکینوں کی محبت میں ثبوت وشہود کیسا تھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادر عزیز الوجود ملک الامراء سلمہ اللہ   اللہ فقیروں اور مساکین کی محبت سے مزین اور مشرف فرمائے

اے بھائی! سارے جہاں میں مومن کے لئے ایمان کے بعد تمام سعادتوں سے بڑی سعادت اور تمام دولتوں کی اصل دولت اللہ تعالےٰ کے فقرا و مساکین کی محبت ہے۔ اور وہ جو تمام نبیوں کے شہنشاہ اور سارے اولیا کے سرتاج صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ رب العزت سے دعا کی اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاحْشُرْنِیْ مَعَ الْمَسَاکِیْنِ (اے اللہ! مجھے زندگی میں اور زندگی کے بعد بھی مسکینوں کے ساتھ رکھ اور کل قیامت کے دن مجھے مسکینوں کے ساتھ اٹھا۔ ؎

گرچہ چندانی سلیماں کار داشت   کز زمین تا عرش گیر و دار داشت

قوتِ از زنبیل بافی ساخت او   مسکنت را قدر چوں بشناخت او

(اگرچہ جناب سلیمان علیہ السلام کو اس درجہ کاموں کی مشغولیت حاصل تھی کہ زمین سے عرش تک ان کی مملکت و فرماں روائی میں تھا لیکن جب مسکینیت کی قدر انہوں نے پہچان لی تو تھیلے بُننے کو اپنا ذریعۂ معاش بنا لیا)

اے بھائی! حقیقت میں حق سبحانہ تعالےٰ کے یہ فقرا اور مساکین ہی بادشاہان ہیں ان کی سلطنت و بادشاہی ایسی ہے کہ نہ دنیا میں وہ سما سکتی ہے نہ آخرت میں اگر کوئی پوچھے کہ پھر وہ کہاں سما سکتی ہے؟

تو کہہ دو کہ وہ اس صحرا میں جس کو صحرائے وحدت اور اُس فضا میں جسے فضائے ربوبیت کہتے ہیں۔ جب کہ ان کی سلطنت اور بادشاہی اس مرتبہ کی ہے جیسا تم نے سُنا تو وہ لوگ مسکینی اور درویشی کے نام کے پردہ میں خود کو چھپائے ہوئے ہیں: تاکہ ان کی اس عظیم مملکت و بادشاہی پر کسی کی نظر نہ پڑے اسی لئے تمام ناموں میں سے یہ نام یعنی مسکین و فقیر اپنے لئے اختیار فرمایا اور مخلوق کی آفت اور ان کے پیدا کئے ہوئے درد سے خود کو محفوظ و سلامت رکھا۔ اسی کی طرف اس شعر میں اشارہ ہے۔ ؎

تا خلق نداند کہ وے کیست بہ تلبیس   در بتکدہ بہ نشست و زنار کمر کرد

(تاکہ لوگ یہ نہ جانیں کہ یہ کون ہیں اس لئے بہانہ کے طور پر ایک لباس پہن لیا، بت خانہ میں جا بیٹھے اور زنار باندھ لی)

اے بھائی! اچھی طرح یقین کرلو کہ جس کے سینہ کے کشت زار میں محبت کا بیج بودیتے ہیں اس کے لئے خوش خبری ہے کہ کل قیامت کے دن اسے یہ نعمت ملے گی مَنْ اَحَبَّ قَوْمًا حَشَرَ اللّٰہُ فِیْھِمْ اے جَمَعَھُمُ اللّٰہُ فِیْھِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ جس نے کسی قوم سے محبت کی اللہ انہیں لوگوں کے ساتھ اس کا حشر فرمائے گا یعنی قیامت کے دن انہیں لوگوں کی جماعت میں ہوگا۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

خلق ہر نوع و ہر رائے کہ مُرد   چوں ہمہ جاوید آں خواہند بُرد

(لوگ جس اعتقاد اور طریقہ پر مرتے ہیں ہمیشہ اسی حال میں رہیں گے اور اُٹھیں گے)

اور اس اشارہ کی تائید میں یہ اشارہ ہے جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ ایک شخص حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کی یا رسول اللہ کیا حکم ہے اس شخص کے حق میں جو ایک قوم کو دوست رکھتا ہے اور اپنے اس محبوب تک نہیں پہنچ سکتا ہے؟ ارشاد محبوب رب العالمین ہوا اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ جو جس کسی کو محبوب رکھتا ہے وہ اپنے اسی محبوب کے ساتھ ہے محبت کے حکم کی بنا پر۔ وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ (تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے) خود یہ ارشاد باری تعالٰے کامل و مکمل ہے کہتے ہیں کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت میں اسلام کے بعد ایسی مسرت و خوشی کبھی دیکھنے میں نہیں آئی تھی جیسی شادمانی اس ارشاد المرء مع من احب پر ہوئی اور اس شکرانہ میں اس شخص کو کپڑوں دینار و درہم سے مالا مال کر دیا اور سب نے کہا کہ آج یہ دولت عظمیٰ ہم لوگوں کو اور تمام مسلمانوں کو قیامت تک کے لئے تمہارے سبب سے ملی ہے۔ اسی معنی کو کہا ہے۔ ؎

تشنہ از دریا جدائی می کنی   بر سر گنجے گدائی می کنی

(پیاسا ہے اور محبت کے دریا کے کنارہ ہو رہا ہے خزانہ پر بیٹھا ہوا ہے اور گداگری کر رہا ہے۔)

چنانچہ مشائخ رضوان اللہ علیہم کے ارشادات میں آتا ہے۔ ان لوگوں کا قول ہے بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو مشرق یا مغرب کے کنارہ پر ہیں وہ ہمارے ہم زانو ہیں اور ہمارے ساتھ ہیں محبت کے قانون کے تحت اگرچہ ظاہراً وہ مشرق یا مغرب میں ہیں لیکن جب کوئی شخص اس گروہ فقراد مساکین کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کے لئے دلیل و برہان ثبوت و شہود کا بھی مطالبہ ضروری ہو جاتا ہے اس لئے کہ محض دعویٰ سے کوئی چیز ثابت نہیں ہوتی جب تک کہ گواہ نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک فقیر درویشوں کی جماعت میں حاضر ہوئے درویشوں نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا درویشوں کا غلام ہوں ان میں سے کسی ایک نے کسی ایک کو اشارہ کیا اٹھو جاؤ ان کو بازار لے جاکر بیچ آؤ۔ وہ اسی وقت اُٹھے اور اس فقیر کو بازار لیجاکر بیچ آئے اور جب ان کے خریدار آقا نے ان کو دیکھا حال و اعمال کا معائنہ کیا تو کیا تعجب ہے کہ تم جیسا شخص غلام ہو؟ اتنا کرو کہ اپنے اس راز سے مجھے مطلع کر دو اور تم جاؤ اپنے کام میں رہو۔ انہوں نے کہا اے میرے آقا! میں نے ایک دعویٰ کیا تھا یہ اسی کی آزمائش تھی انہوں نے میرے دعویٰ کی دلیل چاہی تو دلیل یہی تھی جو ہوا اور آپ نے دیکھا۔

والسلام

فقیر شرف منیری

مکتوب ۶۹

حق تعالیٰ کے اسرار چھپانے اور خلق کی سرگردانی میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

برادر عزیز کا بھیجا ہوا مصلاً پہنچا قبول ہوا اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔

اور وہ جو عالم دیوانگی کی کچھ باتیں لکھی تھیں اسے پڑھا اور اس شعر پر محمول کیا ہے

ھرچہ از دیوانہ آید در وجود عفو فرمایند از دیوانہ زود

(دیوانہ سے جو باتیں صادر ہو جاتی ہیں وہ اس کی دیوانگی کی بنا پر اسی وقت معاف ہو جاتی ہیں۔)

اے بھائی! یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ ظاہری طور پر مکتوب الیہ کوئی شخص معین ہو، لیکن باطن میں کوئی دوسرا خوش قسمت مراد ہو کیونکہ تقدیر ایسے حیرت انگیز کرشمے بہت زیادہ رکھتی ہے۔

ایک کو کاتب مکتوب بناتی ہے اور کسی ایک کو مکتوب الیہ اور حال یہ ہے کہ نہ کاتب کو اس کام کی حقیقت سے آگاہی ہے اور نہ مکتوب الیہ میں اس کام کے اسرار و رموز کا کچھ اثر و نشان ہے۔ ؎

گر ترا دانش وگر نادانی ست آخر کار تو سرگردانی ست

(خواہ تمہیں علم و دانش ہو خواہ جہالت و نادانی ہو، آخر میں حیرانی ہی حیرانی ہے)

کیا یہ نہیں دیکھتے کہا جاتا ہے قلم لکھتا ہے، ہاتھ لکھتا ہے حال یہ ہے کہ کتابت کے مقصود کا پتہ نہ ہاتھ کو ہے نہ قلم کو اور نہ کاغذ کو کہا جاتا ہے کہ کاغذ میں لکھا ہوا ہے اور کاغذ غریب کو اس مضمون کے اسرار سے مطلق خبر نہیں۔ کوئی پکاتا ہے کوئی کھاتا ہے ایک شخص کپڑے بُنتا ہے دوسرا پہنتا ہے ایک کے ساتھ اس کام کی نسبت کر دیتے ہیں اور دوسرے کا نصیب بتا دیتے ہیں وَاللّٰہُ فَضَّلَ بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ فِی الرِّزْقِ (اللہ نے رزق میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے) اس میں کسی کو کیا دخل ہے۔ اے بھائی! تقدیر کے کاموں کے اسرار سے جبرئیلؑ و میکائیلؑ کو خبر نہیں۔ ہم اور تم کون ہوتے ہیں؟ وَاللّٰہُ یَدْعُوْا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ اللہ کی جانب سے سلامتی کے گھر کی طرف آنے کی دعوت عام کے لئے ہے اور ہدایت خاص کے لئے ہے۔ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وہ جس کو چاہے ہدایت دے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

ہیچ کس از سرِ کار آگاہ نیست زاں کہ آنجا ہیچ کس را راہ نیست

(کوئی شخص تقدیر کے راز سے آگاہ نہیں کیونکہ قدرت خداوندی تک کسی کی پہنچ نہیں ہے)

اے بھائی! خَلَقَ اللّٰہُ لِلْحَرْبِ رِجَالًا وَّلِلْقَصْعَۃِ وَالثَّرِیْدِ رِجَالًا (اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگوں کو میدانِ جنگ کے لئے پیدا کیا ہے اور کچھ کو پیالہ اور ثرید کے لئے) ایک کی ہمت وہ ہے کہ روزانہ طلب کا کمند عرش کے کنگرہ پر ڈالتا ہے اور ایک دوسرے کی ہمت کا یہ حال کہ دو روٹی پالیا پیٹ آسودہ ہو گیا گویا دونوں جہاں کی ملکیت مل گئی۔ تو اس کے لئے کیا تدبیر ہے قسمت تو ازل ہی میں بن چکی ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

نیست کس را ز حقیقت آگہی جملہ می میرند با دست تہی

(کسی کو حقیقت سے آگاہی نہیں سبھی سب یہاں سے ناواقف اور خالی ہاتھ ہی جاتے ہیں۔)

جس طرح ظاہر جسم کی روزی رزق اللہ کو معلوم ہے اور وہ تقسیم ہو چکی ہے اسی طرح دل اور جان کی رزق بھی معلوم ہے اور تقسیم ہو چکی ہے وَالْمَعْلُوْمُ لَا یَتَغَیَّرُ وَالْمَقْسُوْمُ لَا یَزِیْدُ وَلَا یَنْقُصُ (جو معلوم ہے یعنی اللہ کے علم میں ہے اس میں کوئی رد و بدل نہیں ہوتا اور جو مقسوم ہے یعنی مل چکی ہے اس میں کمی و بیشی نہیں ہے)

یہاں پر قلم کو توڑ دینا چاہیئے، لب بند کر لینا چاہیئے اور یہی کہنا ہے یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاءُ وَیَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ (وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جس کا ارادہ کرتا ہے اس کا حکم دیتا ہے) خوب کہا ہے جس غریب نے یہ کہا ہے۔ ؎

کراز ہرہ آنکہ از بیم تو   کشاید زباں جز بہ تسلیم تو

(آپ کے خوف کے آگے کس کا یہ کلیجہ ہے کہ سوائے سر تسلیم خم کرنے کے زبان کھول سکے)

اور میرے اُن مکتوبات کے معانی اور مفہوم جو آں برادر کے علم و فہم میں آچکے ہیں وہ آپ کا حال اور ذوق ہو جائے گا انشاء اللہ تعالےٰ اور امید ہے کہ اس فقیر کو بھی اس کے طفیل حصہ ملے گا انشاء اللہ کہ اَلْغَرِیْقُ یَتَعَلَّقُ بِکُلِّ حَشِیْشٍ (ڈوبنے والا ہر تنکے کا سہارا لیتا ہے)

اس فقیر کو بس لکھنے لکھانے سے اور کچھ زیادہ نہیں دیا گیا ہے۔ بس آتنا ہی ہے کہ اس خوانِ پرنعمت پر لاکر لوگوں کو بٹھائے، بیچارہ نانبائی ہاتھ پاؤں ہلاتا ہے اور کھانا دوسرے لوگ کھاتے ہیں۔

والسلام

خاکسار شرف منیری

مکتوب ۷۰

خداوند جل شانہ کے حکم کے مقابلہ میں عقل کی کم ظرفی اور درماندگی میں[1]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیارے دوست!   آپ سلام و دعا کے لئے مخصوص ہیں

اے بھائی! دشمنانِ خدا آج اس دنیا میں نعمتوں کے لئے مخصوص ہیں اور اس کے دوست و محبان خاص بلاؤں کے لئے ہیں یہاں عقل اور عقل کا قانون سرنگوں ہے اس لئے کہ عقل قیاس کا آلہ ہے اور خدا کی خدائی قیاس سے بالا ہے، خدائی یعنی خدا کے کام اس کی مشیت پر بندوں کے قیاس و گمان پر نہیں۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ کوئی صاحب عقل کوئی ایسا کام نہیں کرتا جس کی ضرورت و حاجت اس کو نہ ہو اور حق سبحانہ تعالےٰ نے ہزار ہا ہزار مخلوق پیدا کیا اور اس کو ان سب میں سے کسی طرح کی کوئی حاجت نہیں۔ اور کوئی بغیر کسی نفع کے کسی سے دوستی و محبت نہیں کرتا اور بغیر کسی نقصان و ضرر کے پہنچے ہوئے کسی سے دشمنی نہیں کرتا۔ عقل کا دستور تو یہ ہے اور خداوند تعالےٰ کو نہ کسی سے نفع اور نہ اس کو کسی سے نفع کے سبب محبت اور نہ کسی سے مضرت اور نہ مضرت کے باعث عداوت عقل کا قانون یہ ہے

[1] نوٹ:۔ میرا یہ خیال ہے کہ یہ مکتوب مولانا مظفر شمس بلخی قدس سرہٗ کے نام ہے۔ (مترجم)

کر دوستوں کو اپنی جانب کھینچا جاتا ہے اور ان پر نوازش کی جاتی ہے دشمنوں پر بلاؤ مصیبت ڈالتے ہیں اور ان دشمنوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے، حق سبحانہ تعالےٰ ساری بلائیں اپنے دوستوں اور ولیوں پر ڈالتے ہیں اور دشمنوں کی گود ان کی ساری مرادوں سے بھر دی جاتی ہے۔ عقل کا قانون ہے کہ دشمن نہ بنایا جائے اور اگر دشمن پیدا ہی ہو جائیں تو ان کو ہلاک کر دیا جائے اور حق سبحانہ تعالےٰ دشمنوں کو پیدا کرتا ہے ان کی پرورش فرماتا ہے اور انہیں ہلاک نہیں کرتا باوجودیکہ کر سکتا تھا جب قیاس کو دخل نہیں تو عقل کو خدا کے کام میں دخل کیسے ہوگا۔ عقل خود اپنی بیچارگی و بے بسی میں ختم ہے اور عقل کا قانون و دستور خداوند تعالےٰ کی خدائی میں سرنگوں ہے۔ ؎

عقل کل یک سخن ز دفتر اُو   نفس کل یک پیادہ بر در اُو

(عقل کل اس کے دفتر کی ایک بات ہے نفس کل اس کے در کا ایک پیادہ ہے)

اسی کو کہا ہے اَلْعَقْلُ یَجُوْلُ حَوْلَ الْکَوْنِ فَاِذَا نَظَرَ اِلَی الْمُکَوِّنِ ذَابَ۔ عقل کائنات کے گرد چکر لگاتی ہے اور جب خالقِ کائنات کی طرف دیکھتی ہے تو ختم ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ عقل مخلوق اور درماندہ و عاجز ہے مخلوق و عاجز کا تصرف مخلوق و عاجز ہی کے اندر ہوگا عقل اس لئے پیدا کی گئی ہے تاکہ معلوم ہو سکے بندگی کیسے کی جاتی ہے اگر عقل نہ ہوتی تو بندگی کرنے سے آدمی عاجز رہتا نہ اس لئے کہ اللہ کی الوہیت خدائے تعالےٰ کی خداوندی کو اپنے عقل قیاسات سے پہچاننے کے لئے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

عقل باید تا عبودیت بُوَد   جانت باید تا ربوبیت بُوَد

اے شدہ از شناخت خود عاجز   کے شناسی خدائے را ہرگز

چوں تو در علم خود زبوں باشی   عارفِ کردگار چوں باشی

(عقل کی ضرورت تو اس لئے ہوتی ہے کہ بندگی کرنے کے طور طریقہ کو جانیں اور جان اس لئے ہو کہ اسکی ربوبیت خداوند تعالےٰ کو پہچانیں۔ اے عقل کہ تو خود اپنی شناخت سے عاجز ہے خداوند تعالےٰ کو کیوں کر پہچان سکتی ہے جب کہ تو خود اپنے علم اپنی شناخت میں اس درجہ پست و زبوں ہو تو حق سبحانہ تعالےٰ کا عرفان تجھے کیونکر ہو سکتا ہے)

اگرچہ عقل ایک اچھا ترازو ہے لیکن سونا تولنے کے ترازو پر پہاڑ کو وزن نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اے بھائی! تقدیر خداوندی کے کاموں سے جبرئیل و میکائیل کو خبر نہیں غریب عقل کو وہاں کیا دخل آدمیوں کے وہم و فہم کو وہاں کہاں راہ ہے۔ ؎

عقلِ عقل است جانِ جانست اُو   آں کہ زیں برتر است آنست اُو

عشق را دادہ بند عشق کمال　　　عقل را ہم بعقل کردہ عقال

(عقلوں کی عقل جانوں کی جان تو خود اس کی ذات اعلیٰ ہے بلکہ اس سے بھی اعلیٰ تر اس کی ذات اعلیٰ ہے عشق کو خود اس کامل عشق نے بندھن لگادی ہے اور عقل کو بھی عقل اعلیٰ نے اونٹ کی پچھاڑ بنادی ہے۔)

لوح محفوظ میں سب سے پہلی سطر جو لکھی ہوئی وہ یہ ہے۔ اَنَا اللّٰہُ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ مَنْ لَمْ یَرْضَ بِقَضَائِیْ وَلَمْ یَشْکُرْ عَلٰی نَعْمَائِیْ وَلَمْ یَصْبِرْ عَلٰی بَلَائِیْ فَلْیَطْلُبْ رَبًّا سِوَائِیْ (میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی اللہ نہیں میری رحمت میرے غضب سے بڑھی ہوئی ہے میرے فیصلے پر جو راضی نہ ہو میری نعمتوں کا شکر نہ کرے میری بلاؤں پر صبر نہ کرے اسے چاہیئے میرے علاوہ کوئی دوسرا رب تلاش کرے "اگر کوئی ہو"۔) تو اب جو بھی سامنے آئے گردن ڈالدینے کے سوا کیا ہے۔ اور بندگی یہی ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

بندہ آں بہتر کہ بر فرماں رود　　　کز خداوند آنچہ خواہد آں رود

(بندہ تو وہی بہتر ہے جو اس کے حکموں کو بجالائے جو خدا اس سے چاہے وہی کرتا ہے۔)

ہاں توراۃ دن یہ پڑھا کرو رَبِّ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا فَاغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذَّنْبَ الْعَظِیْمَ اِلَّا الرَّبُّ الْعَظِیْمُ

اسی معنی میں کہا ہے۔ ؎

بر در حق بگرد زور مگرد　　　کہ بزاری شوی دریں رہ مرد

(اللہ رب العظیم کے در پر لوٹ آؤ زور نہ دکھاؤ کیوں کہ عاجزی سے آدمی مرد راہ بنتا ہے)

والسلام

شرف منیری

❋

مکتوب ۱۷

مردوں کی توصیف اور مخنثوں کی مذمت میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولانا مظفر قدس اللہ سرہ کے نام

قومے متحیر اند در راہ یقیں　　　قومے دگر اند ماندہ اندر غم دیں

می ترسم ازاں بانگ برآمد روزے　　　کاے بیخبراں راہ نہ آنست و نہ ایں

(ایک جماعت یقین کی راہ میں متحیر ہے دوسری جماعت دین کے غم میں مبتلا ہے۔ میں تو اس دن سے ڈر رہا ہوں جس دن یہ ندا آئے گی کہ اے غافلو! راہ نہ وہ ہے نہ یہ ہے)

آں عزیز کے مکتوب کے آجانے سے موانست عظیم کا حال پیدا ہو جاتا ہے اَلْقُلُوْبُ تَتَقَاضٰی وَالضَّمَائِرُ تَتَنَاجٰی وَاللّٰہُ بِفَضْلِہٖ یُسَھِّلُ اَسْبَابَ الْمُلَاقَاتِ (ایک طرف سے دل کا تقاضہ ہوتا ہے تو دوسری جانب روح کو تلاش ہوتی ہے اللہ اپنے فضل سے ملاقات کے اسباب آسانی سے پیدا کر دے)

اے بھائی! کیا لکھا جائے اور کیا کہا جائے مردوں کا دین ہی دوسرا ہے مخنثوں کا دوسرا جیسا کہ کہا ہے۔

در زہد بود منبر و محراب بہ تحقیق — در عشق بجز بادہ و زنار نہ باشد
بر دار بود بار اگر عاشق فردی — ورنہ بنشیں بار زگفتار نہ باشد

(زہد میں زاہدوں کے لیے حقیقتاً محراب و منبر ہونا چاہیے لیکن عشق میں شراب و زنار کے سوا اور کچھ نہیں چاہیے اگر تو یگانہ عاشق ہے تو تیری جگہ سولی کے تختہ پر ہے اگر ایسا نہیں جا آرام سے بیٹھ یہاں گفتگو کی گنجائش نہیں)

کیا کیا جائے۔ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ لِلْحَرْبِ رِجَالًا وَّلِلْقَصْعَۃِ وَالثَّرِیْدِ رِجَالًا (بیشک اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگوں کو میدان جنگ کے لئے پیدا کیا ہے اور کچھ لوگوں کو ثرید و تورمہ کا پیالہ چاٹنے کے لئے) روزانہ ہزاروں ہزار مومنوں کو قبرستان پہنچاتے ہیں ان میں کہیں مشکل سے ایک جنازہ طالبِ حق کا رکھا جاتا ہے جس طرح طالبانِ دنیا کے مقابلہ میں طالبانِ آخرت بہت تھوڑے ہوتے ہیں اسی طرح طالبانِ بہشت کے مقابلہ میں طالبانِ حق تعالیٰ کہ جن کو اہل اللہ کہتے ہیں بہت ہی قلیل ہوتے ہیں جب یہ حال ہے تو یقیناً ہم سب لوگ شیخی اور کرامت کے طالب ہیں جاہ و مرتبہ اور سلامتی کے عاشق ہیں مخنثوں مردوں کے قصے سے کیا سروکار قُوْتُ کُلِّ طَیْرٍ عَلٰی قَدْرِ حَوْصَلَتِہٖ وَھَلْ رَاَیْتَ حِجَابًا قَطُّ یُرَاھِمُ الْمُلُوْکَ عَلٰی سُلْطَانِھِمْ (ہر پرندہ کی غذا اس کے حوصلہ کے مطابق ہوتی ہے کبھی تم نے دیکھا ہے بادشاہوں کو ان کے تخت پر بیٹھنے میں دربار شاہی کا پردہ حائل ہوا ہو)

ایک دفعہ امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی جگہ سے غائب ہو گئے رفقا تلاش میں نکلے آخر دیکھا کہ مخنثوں کا لباس پہنے ہوئے ان کی جماعت میں بیٹھے ہیں سب نے دریافت کی۔ اے پیرِ طریقت یہ کیا حال ہے؟ فرمایا صورتاً میں عورت نہیں ہوں معناً مرد نہیں ہوں تو لامحالہ مخنث ہوں اللہ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔

گرچہ غافل بریں عمل خندد — لیک عاقل جز ایں نہ پسندد

(اہل غفلت اس عمل پر ہنسیں گے لیکن ارباب عقل اس کے سوا کچھ اور پسند نہیں کرتے

راہ دیں صنعت و عبادت نیست جز خرابی درو عمارت نیست

(دین کی راہ بناوٹ اور عبادت آرائی میں نہیں ہے اس میں تو سوائے تخریب کے کوئی تعمیر نہیں ہے۔)

اے بھائی! نماز، روزہ، ورد، وظیفہ، خلوت گزینی، گوشہ نشینی یہ سارے اعمال و افعال پسندیدہ و مستحسن ہیں اور خاص کر تمام مومنین اس کے لئے مخصوص ہیں لیکن طالبانِ حق کی شان ہی آخری شان ہے طالبینِ حق کے معاملات، دوسرے ہی ہوتے ہیں ان کو نہ دنیا سے لگاؤ رہنے دیتے ہیں اور نہ عقبیٰ سے نہ جسم کے ساتھ نہ جان کے ساتھ اسی کو کہا ہے۔ ؎

هر کرا بوئے رسد از سوئے او هر دو عالم چیست خاک کوئے او

اے مخنث رو کہ اینجا بار نیست عشق حق را با مخنث کار نیست

(جس کے مشامِ جان میں معشوق کی جانب سے معشوق کی خوشبو پہنچی دونوں عالم کی حقیقت اس کے نزدیک کیا ہے اس کی گلی کی خاک کے برابر ہے اے ہیجڑے، جا بھاگ یہاں تیری گذر نہیں حق تعالےٰ کے عشق کی بارگاہ میں مخنثوں کا کوئی کام نہیں)

اَلْاِیْمَانُ عُرْیَانٌ (ایمان ایک کھلی ہوئی چیز ہے) شیخی، مقتدائی، پیری، مریدی یہ سب آرائش و زیبائش ہیں اور عالمِ وحدت میں آرائش نہیں۔ اسی کی جانب یہ اشارہ ہے۔ ؎

در مذہبِ عشق خود پرستی نہ خرند هشیار رواں تماع مستی نہ خرند

در عالمِ معرفت اگر داد دہی بے نام و نشان بروکہ ہستی نہ خرند

(عشق کے مذہب میں خود پرستی قبول نہیں ہوتی۔ ہشیار، وہاں خود پرستی کی شراب کی مستی نہیں خریدی جاتی جہانِ معرفت میں اگر داد دینا ہے تو بے نام و نشان نیست و نابود ہو جاؤ کہ وہاں کسی کی ہستی نہیں خریدی جاتی)

وَقَدْ اَوْحَی اللّٰہُ تعالیٰ الیٰ داؤد علیہ السّلام یا داؤدُ مَنْ طَلَبَنِیْ وَجَدَنِیْ وَمَنْ طَلَبَ غَیْرِیْ لَمْ یَجِدْنِیْ (اللہ تعالےٰ کی طرف سے جناب داؤد علیہ السلام کو وحی ہوئی۔ اے داؤد جس نے میری طلب کی اس نے مجھے پایا اور جس نے میرے سوا کسی کی طلب کی اس نے مجھے نہیں پایا) ؎

مردی باید نہ سر او را نہ پائے جملہ گم گشتہ درو او در خدائے

(آدمی ایسا ہونا چاہیئے جس کے سر ہو نہ پاؤں نہ ابتدا ہو نہ انتہا سارا جہان اس کے اندر گم ہو اور وہ خود خدا میں فنا ہو)

وَقَدْ اَشَارَ الشَّیْخُ اَبُوْسَعِیْد رحمۃ اللّٰہ عَلَیْہِ اِذَا اَرَدْتَ اَنْ تَجْعَلَ الْحَقَّ فِیْ قَلْبِکَ مَوْجُوْدًا فَطَھِّرْ قَلْبَکَ عَنْ غَیْرِہٖ فَاِنَّ الْمَلِکَ لَا یَدْخُلُ بَیْتًا فِیْہِ الْخُرَافَاتُ وَلَا فَحْشَۃ وَاِنَّمَا یَدْخُلُ بَیْتًا فَارِغًا لَیْسَ فِیْہِ اِلَّا ھُوَ وَلَا تَکُوْنُ اَنْتَ مَعَہٗ فِیْہِ شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ تم نے

جب خدا کو اپنے قلب میں دیکھنے کا ارادہ کیا تو اپنے قلب کو اس کے غیر سے پاک کرو بیشک بادشاہ ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتا ہے جہاں فواحشات اور خرافات موجود ہوں وہ تو ایسے گھر کو اپنی خلوت بناتا ہے جہاں اس کے علاوہ کوئی نہ ہو یہاں تک کہ تم بھی اس میں نہ ہو) بہشت کے طالب ہزاروں ہزار ہیں لیکن حق سبحانہ تعالیٰ کے طالب دونوں جہاں میں بہت کم اور عزیز ہیں اور کیوں کم اور عزیز نہ ہوں کہ اَوْحَیَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِلٰی دَاؤُدَ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَا دَاؤُدُ اِذَا رَأَیْتَ طَالِبًا لِّیْ فَکُنْ لَہٗ خَادِمًا (اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی۔ اے داؤد جب تم میرے کسی طالب کو دیکھو تو اس کے خادم بن جاؤ)

اے بھائی! یہ جن طالبوں کے حق میں آیا ہے انہیں لوگوں کے لئے زیبا ہے (جن کو کہا گیا ہے) اَنْتَ لِیْ وَاَنَا لَکَ اِنْ شِئْتَ اَمْ اَبَیْتَ (تم میرے لئے ہو ہم تمہارے لئے ہیں تم چاہو یا نہ چاہو) کاروبار تو اسی کے کاروبار ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

گراز و راہے بود سوئے تو باز　　　تو ازیں دولت توانی کرد ناز

(محبوب کی جانب سے تمہارے لئے اگر راہ کھلی ہوئی ہو تو تم اس دولت پر جس قدر ناز کرو سب بیجا ہے)

ہم لوگوں کو اور ہم جیسے دوسروں کو عَلَیْکُمْ بِدِیْنِ الْعَجَائِزِ (ہم لوگوں کا دین بوڑھی عورتوں کے دین جیسا ہے) سے پورا حصہ ملا ہے۔ خوب کہا ہے جس نے کہا ہے۔ ؎ رباعی۔

شمعم کہ جہاں ناکس وکس افروزم　　　روشن دارم جہان وخودی سوزم
من پند دہم کہ دل بناکس مدہید　　　خودمی نکنم آنچہ بخلق آموزم

(میں وہ شمع ہوں کہ عالم میں ہر شخص کو روشنی بخشتا ہوں سارے جہاں کو میں روشن رکھتا ہوں اور خود جلتا رہتا ہوں
میں نصیحت کرتا ہوں کہ دل خدا کے سوا ایسے ویسوں کو نہ دو لیکن خود وہ نہیں کرتا جو لوگوں کو سکھاتا ہوں)

اس لکھنے اور بولنے سے توبہ کرتا ہوں استغفر اللہ لیکن خط کا جواب لکھنا بھی ضروری ہے اسی لئے کہا گیا، اور لکھا گیا، اور اس سے قبل بھی جو کچھ لکھا گیا ہے اگر وہ خدا کی رضا و منشار کے موافق نہیں ہے تو ان سب سے استغفار کرتا ہوں صرف اسی سے نہیں۔

اگر کسی دن یہ دردِ عشق دامن گیر ہو جائے تو فوراً عشق کے مُرید ہو جائیں تاکہ یہی عشق آپ کا پیر بن جائے لو شیخ ابلغ من العشق۔ شاگرد باش عشق ترا اوستاد بس۔ (تم عشق کے مرید ہو جاؤ عشق ہی تمہارے لئے کافی رہبر ہے) عشق کو عشق کے طلب گاران ہی جانتے ہیں کہ عشق کون سی حالت ہے۔ اسی کو کہا ہے ؎

درعالم پیر ہر کجا برنائیست　　　عاشق باداکہ عشق خود سودائیست

مور مسکیں ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد
دست در پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

(ہر جگہ پیروں کے عالم میں ایک جوان ہوتا ہے عاشق ہونا چاہیے کہ عشق بہترین سودا ہے۔
غریب چیونٹی نے تمنا کی کہ کعبہ تک پہنچے۔ حرم کے کبوتر کے پاؤں سے چپٹ گئی بس پہنچ گئی۔) سمجھے وہ کبوتر کیا ہے؟ یہی عشق ہے۔ اسی کو کہا ہے ؎

درد عشق آمد دوائے ہر دلے
حل نشد بے عشق ہرگز مشکلے

(عشق کا درد ہی ہر ایک دل کی دوا ہے۔ عشق کے بغیر کوئی مشکل حل نہ ہوئی۔)

والسلام
حقیر شرف منیری

مکتوب ۲۷

لوگوں کی حاجت پوری کرنے اور خدا کے بندوں کی راحت رسانی میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عزیز الوجود ملک مفرح مکنہ اللہ ۔ کاتب مکتوب ملقب بشرف یحییٰ منیری کا سلام و دعا رسیں
برادر عزیز پر واضح ہو آپ کا خط ایک اونی چادر ایک تولیہ کا تحفہ ذکریا کے لڑکے نے پہنچایا۔ اللہ تبارک تعالےٰ قبول فرمائے اور جزائے خیر دے۔

اے بھائی! اَلدُّنْیَا مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَة (دنیا آخرت کی کھیتی ہے) جہاں تک ممکن ہو آخرت کی کمائی کرنے میں مشغول ہونا چاہیئے۔ اپنے ہاتھ، زبان، اور قلم و کاغذ اور اپنے نقد و جنس سے لوگوں کے دلوں کو خوش کریں راحت و آرام پہنچائیں اور اس عمل کو ایک عظیم کام جانیں، دنیا کے عیوب اس کی آفتیں اتنی زیادہ ہیں کہ جلد کے جلد سیاہ کئے جائیں تو بھی اس کے دسویں حصہ کا دسواں حصہ بیان نہ ہو سکے لیکن اسکے ساتھ ساتھ اسی دنیا میں اس کا ایک ہنر بھی ہے کہ یہ مزرعۂ آخرت ہے یعنی آخرت کمانے کی جگہ ہے ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا حق سبحانہ تعالےٰ تک پہنچنے کی راہ کتنی ہے؟ انہوں نے فرمایا موجودات میں جتنے ذرہ ہیں ان میں سے ہر ایک ذرہ کی تعداد میں خداوند جل و علا تک پہنچنے کی راہ ہے لیکن کوئی راہ لوگوں کی دلجوئی کرنے دلوں کو خوش کرنے سے زیادہ فائدہ مند اور نزدیک تر نہیں ہے اور میں نے اسی راہ سے خدا کو پایا اور اپنے مریدوں کو اسی کی وصیت کرتا ہوں۔ اے بھائی! شریعت کا حکم ہے مَنْ قَضَى لِاَخِيْهِ الْمُسْلِمِ حَاجَةً قَضَى اللّٰهُ لَهٗ سَبْعِيْنَ حَاجَةً

جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی ایک حاجت پوری کرے اللہ تعالےٰ اس کی ستر حاجتیں پوری کرتا ہے۔) وَقَالَ عَلَیْہِ مَنْ کَسَا مُؤْمِناً کَسَاہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَلْفَ حُلَّۃٍ وَقَضَی اللّٰہُ لَہٗ اَلْفَ حَاجَۃٍ وَکَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ عِبَادَۃَ سَنَۃٍ وَغَفَرَ اللّٰہُ ذُنُوْبَہٗ کُلَّھَا وَاِنْ اَکْثَرَ مِنْ نُجُوْمِ السَّمَآءِ وَاَعْطَاہُ اللّٰہُ بِکُلِّ شَعْرَۃٍ عَلٰی جَسَدِہٖ نُوْرًا وَدَفَعَ اللّٰہُ عَنْہُ عَذَابَ الْقَبْرِ وَکَتَبَ اللّٰہُ بَرَاءَۃً مِنَ النَّارِ وَجَوَازًا عَلَی الصِّرَاطِ وَاَمَانًا مِنَ الشَّدَائِدِ

(فرمایا حضور نے) جو شخص کسی ایک مومن کو کپڑا پہناتا ہے قیامت میں اللہ تعالیٰ اُسے ہزار جوڑے عنایت کریگا۔ اس کی ہزار ضرورتیں پوری ہونگی ایک سال کی عبادت کا ثواب اُسے ملے گا، آسمان کے ستاروں کی گنتی سے زیادہ اگر اس کے گناہ ہوں گے تو وہ معاف کر دیئے جائیں گے اس کے جسم کے ہر رُوواں کے برابر انوار کی بارش ہوگی، اس سے عذاب قبر ہٹا دیئے جائیں گے، دوزخ کے عذاب سے اس کو چھٹکارا مل جائے گا، پل صراط سے بے خدشہ گذر جائے گا، روز قیامت کی سختیوں سے نجات مل جائے گی۔“

یہ دولت نفل نمازوں، نفل روزوں میں کہاں ہے۔ یہی بات ہے کہ ایک دفعہ ایک بزرگ سے لوگوں نے کہا کہ اس ملک کا بادشاہ شب بیداری کرتا ہے اور رات بھر نفل نمازیں پڑھا کرتا ہے۔ انہوں نے فرمایا بیچارہ نے اپنی راہ کھو دیا ہے اور دوسروں کے کام کی راہ اختیار کی ہے لوگوں نے سوال کیا یا حضرت کیسے؟ اس کے خدا تک پہنچنے کی یہ راہ ہے کہ وہ اپنی دولت اور انواع و اقسام کی نعمتوں سے بھوکوں کو کھانا کھلا ننگوں کو طرح طرح کے کپڑے پہنائے برباد و پریشاں دلوں کو شاد و آباد کرے، حاجتمندوں کی حاجت روائی کرے نفل نمازوں کی مشغولی اور شب بیداری درویشوں، فقیروں کا کام ہے۔ ہر شخص کو اپنے مناسب کام کرنا چاہیئے۔

اے بھائی! اگر کسی شکستہ دل کو پا کر اس ایک دل کو تم نے شاد و آباد کر دیا یہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ تم رات بھر شب بیداری کرو۔ اس لئے کہ کسی بھی ٹوٹی ہوئی چیز کی کوئی قیمت نہیں ہوتی ہے لیکن دل وہ ہے کہ جتنا زیادہ ٹوٹا ہوا ہو، چور ہوا اتنا ہی زیادہ قیمتی ہوتا ہے نقل ہے کہ جناب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی مناجات میں کہا۔ الٰہی تجھے کہاں ڈھونڈھوں؟ جواب ملا عِنْدَ الْمُنْکَسِرَۃِ قُلُوْبُھُمْ لِاَجْلِیْ ٹوٹے ہوئے دلوں کے پاس تلاش کرو۔ عرض کی آج میرے دل سے زیادہ کوئی دل شکستہ نہیں ہے۔ جواب ملا میں اسی جگہ ہوں۔ اور اے بھائی! آخر یہ تو تم نے سنا ہے کہ حضرت رابعہ بصریہؒ کو اس درجہ نعمت و دولت جو نصیب ہوئی وہ ایک پیاسے کتے کو پانی پلانے کے سبب ہوئی۔ لیکن اس امر میں کوشش کرنا چاہیئے کہ جو بھی کسی کو دے وہ بے طلب دے اس لئے کہ فرمایا گیا ہے۔ اَلسُّؤَالُ وَاِنْ قَلَّ ثَمَنُ النَّوَالِ وَاِنْ جَلَّ۔ سوال کتنا ہی کم کا ہو اور عطا و احسان کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو وہ سوال کی قیمت بن جاتا ہے۔ اور جس قدر اور جتنا

زیادہ کسی کو دے تو اسے بہت قلیل جانے اس لئے کہ ساری دنیا ہی بہت قلیل ہے۔ جیسا کہ امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اگر ساری دنیا کی دولت ہمارے قبضہ میں ہو تو سب کا ایک لقمہ بنا کر کسی ایک فقیر کے منہ میں ڈال دوں پھر بھی مجھے اس پر شفقت آئے۔ (یعنی اور دیتے کچھ نہ دیا)

والسلام

شرف منیری

*

مکتوب ۳۷

روح کے اوصاف اور اس کی تاثیر میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے بھائی! روح جو خلیفہ حق تعالیٰ ہے جب تجلی میں آتی ہے (یعنی روشن اور منور ہو جاتی ہے) تو اپنی خلافت کے مقام سے اَنَا الحَقّ کا دعویٰ کرنے لگتی ہے اس لئے کہ سارے موجودات کو اپنی خلافت کے تخت کے سامنے سجدہ ریز دیکھتی ہے اور جانتی ہے کہ حضور حق ہے اس حدیث کی نظر سے اِذَا تَجَلَّی اللّٰہ بِشَیْءٍ خَضَعَ لَہٗ کُلُّ شَیْءٍ (جب اللہ کی تجلی کسی چیز پر ہوتی ہے تو ساری چیزیں نیست و نابود ہو جاتی ہیں۔) حیرت میں پڑ جاتی ہے اور کہتی ہے۔ ؎

هَا اَنَا اَمْ اَنْتَ هٰذَا الْاِلٰهَیْنَ حَاشَاكَ حَاشَاكَ عَنْ اِثْبَاتِ اِثْنَیْنِ

فَاَیْنَ ذَاتُكَ حَیْثُ كُنْتُ اَرٰی نَقَدْ بَیَّنَ ذَاتِیْ حَیْثُ اِلٰی اَیْنَ

(یا تو ہے یا میں ہوں یہ دو خدا نہیں۔ خدا بچائے خدا بچائے دو خدا کے اثبات سے)

بیشک تیری ذات ویسی نہیں ہے جیسی میں دیکھتا ہوں مجھے اپنی ذات معلوم ہے کہ میں کہاں ہوں)

یہ وہ گھاٹی ہے کہ ہزاروں سالکین راہ تمام گھاٹیوں کو طے کرنیکے بعد اس گھاٹی میں مارے گئے ہیں جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

افگندہ دلم رخت بمنزل گاہے کانجا نہ برد بصد دلیل آں راہے

چوں من دو ہزار عاشق اندر راہے می کشتہ شوند بر نیاید آہے

کبھی میرا دل سامان سفر ایسی منزل میں ڈال گیا کہ جہاں تک پہنچنے کے لئے کوئی نشان راہ نہیں۔)

مہینہ میں مجھ جیسے دو ہزار عاشق ایسے مارے جاتے ہیں کہ آہ تک اُن کے منھ سے نہیں نکلنے پاتی ہے)

یہی بات ہے کہ خداوند تعالےٰ کی راہ میں آخری فتنہ اسی تجلی روح میں ہے۔ یہی تجلی سالکِ راہ کو اپنا دلوانہ وشیدا بنا لیتی ہے اور سالک کو آگے بڑھنے سے روک دیتی ہے ہاں اگر مَازَاغَ الْبَصَرُ (نہیں نگاہ بہکی) کی صفت سے متصف رہے تو اس فتنہ سے مردانہ وار گذر جائے گا اور کسی کامل کے سایہ دولت میں رہ کر کام کی حقیقت تک پہنچ جائے گا۔ اسی سے سمجھ لینا چاہیئے کہ کرامت کے عاشق کون لوگ ہیں اور کرامت دینے والے کے عاشق کون ہیں نعمت کے طالب کون ہیں اور منعم کے طالب کون ہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

ما دیبا دانیم و بُردِ رازی دانیم ما عشقِ حقیقی ز مجازی دانیم

(ہم ریشمین کپڑے کو جانتے ہیں اور رازی کی چادر کو پہچانتے ہیں ہم عشقِ مجازی سے عشقِ حقیقی کو سمجھتے ہیں)

اے عزیز! روح کا معاملہ اور دوسری مخلوقات کی طرح نہیں ہے۔ خواجہ عطار رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ؎

نیست بالائے تو مخلوقے دگر نیست بیرون تو معشوقے دگر

چوں بردنی تو ز عقل و معرفت نے تو در شرح آئی ونے در صفت

ہر چہ در توحید مطلق آمدہ است آں ہمہ در تو تحقق آمدہ است

(تجھ سے اعلیٰ کوئی مخلوق نہیں تجھ سے باہر کوئی معشوق نہیں جب تو عقل و معرفت سے باہر ہو جائے تو نہ تیری شرح ہوسکتی ہے اور نہ تو بیان میں آسکتا ہے توحیدِ مطلق میں جو کچھ ہے وہ سب حقیقتاً تجھ ہی میں ہے)

ایک درویش کے سامنے کسی نے روح کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا جل اللہ (اللہ بڑا ہے)

استاد ابو علی دقاق رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ رُباعی۔

شہر و وطن ماز نشاں بیروں ست بر ہر چہ مثال زنی ازاں بیروں ست

ایں راز نہفتہ زاں نہاں بیروں ست یعنی کہ خدا از دو جہاں بیروں ست

(میرا شہر میرا وطن نشان دہیۃ سے باہر ہے جس چیز سے بھی مثال دو اس سے وہ باہر ہے۔ یہ پوشیدہ راز پوشیدگی سے بھی باہر ہے یعنی خدا دونوں جہان سے آگے ہے۔)

ایک عزیز نے کہا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ الْاَرْوَاحَ مِنْ نُوْرِہٖ اِلَیْہَا وَلَوْلَا اِنْ سَتَرَہٗ بِنُوْرِہٖ وَجْہِہٖ یَسْجُدُ لَہَا کُلُّ مَلَکٍ یَرَاہَا (اللہ تعالےٰ نے روحوں کو اپنے نور سے بنایا پھر اس پر اپنے

چہرہ کے نور کا پردہ ڈال دیا (اگر یہ پردہ نہ ہوتا) تو ملائکہ جہاں دیکھتے وہیں سجدہ کرتے) اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي (جب ہم نے درست کر لیا تو ہم نے اپنی روح پھونک دی) اور اسی طرف یہ اشارہ ہے واللہ اعلم۔ خَلَقَ آدَمَ عَلَىٰ صُورَتِهِ (پیدا کیا آدم کو اپنی صورت پر) خواجہ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ رباعی۔

اے دریغا جان قدسی کز ہمہ پوشیدہ است   دیدہ است کہ روئے او نام او کہ شنیدہ است
ہر کہ بیند حسن او اندر جہاں کافر شود   اے دریغا کیں شریعت گفت ما بریدہ است

(افسوس وہ روح پاک سب سے پوشیدہ ہے حقیقتاً کس نے اس کا چہرہ دیکھا ہے اور کس نے اس کا نام سنا ہے
جو بھی اس جہاں میں اس کے حسن مطلق کو دیکھے منکر ہو جائے وائے حسرت یہ شریعت میرے یہاں سے باہر ہے)

عین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ روح کے بارے میں فرماتے ہیں کہ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي (روح کی تو مکمل شرح ہے لیکن اہل معرفت کہتے ہیں۔ امر جب فرمان دینے والا اور تمام چیزوں اور مخلوقات کا ظاہر کرنے والا ہے تو روح کامل طور پر امر ہوئی۔ امر آمر ہوگا مامور نہیں، فاعل ہوگا مفعول نہیں، قاہر ہوگا مقہور نہیں۔ اس سے آگے کچھ اور کہا نہیں جا سکتا دیوانگی پر اگر شریعت کی روک نہیں لگی ہوتی تو ہم کہہ دیتے کہ روح کیا ہے۔ اللہ کی غیرت اجازت نہیں دیتی کہ کچھ کہا جائے إِنَّ اللَّهَ غَيُورٌ (بیشک اللہ غیرت والا ہے) روح کی تشریح کرنا اسی غیرت کی بنا پر حرام کر دی گئی ہے۔ خواجہ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اے دریغا جان قدسی در درون دو جہاں   کس نہ بیند ستش عیاں کس ندادش نشاں
گر کسے گوید کہ دیدم در مکاں لامکاں   بر درخت غیرت آویختہ شد پیش ازاں

(افسوس جان پاک کو دونوں جہاں میں کوئی بھی ظاہر ظہور نہ دیکھ سکا اور نہ کسی نے اس کا پتہ دیا
اگر کوئی یہ کہے کہ مکانِ لامکاں میں ہم نے اس کو دیکھا ہے تو اس کے اس کہنے کے پہلے ہی غیرت کے درخت پر پھانسی دیدی گئی)

اے بھائی! كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا (میں چھپا خزانہ تھا) کا راز مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ (جس نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا) سے حاصل ہو جاتا ہے۔ تو اہل بصیرت سے معاملہ پوشیدہ نہیں رہتا۔

می تواں از خلق مستور زیستن پس برملا   شعلہ در دست و مشک اندر گریباں داشتن

(عوام کے سامنے ظاہر اس طرح اور پوشیدہ ایسے ہونا چاہیئے کہ ہاتھ میں مشعل اور گریباں میں جیسے مشک ہوتا ہے)

اس سے زیادہ لکھا نہیں جا سکتا بس اتنا ہی پر مختصر کرنا واجب ہے۔ مصرع۔

"کسے سرش نمی داند زباں در کش زباں در کش" (روح کی حقیقت کے راز کو کوئی نہیں جانتا زبان بند کرو، زبان بند کرو)

اے عزیز! اوصلک اللہ بہٰذہ الحقایق۔ اللہ تم کو ان حقیقتوں تک پہنچائے۔ یہاں ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ علم کے ذریعہ اس صحرا میں سفر نہیں کر سکتے اور عقل کی دلیلوں سے اس معرز راز تک نہیں پہنچ سکتے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ یہی علم و عقل راہ مارنے والے ہوتے ہیں فلسفیوں اور ان بہتر فرقوں کے اندر یہی دیکھنے میں آتا ہے یہ بہتر فرقے بھی اسی علم و عقل کی پیداوار ہیں۔

در علم بسے شوری و شیون باشد　　در عقل بسے رہبر و رہزن باشد

در بتکدہ با در او خاموش بباش　　کانجا بت خاموش برہمن باشد

(علم کی راہ میں شور و ہنگامے ہوتے ہیں عقل کے ذریعہ راہ طے کرنے میں راہبر اور راہزن دونوں ہوتے ہیں بتکدوں میں آکر خاموش بیٹھ جاؤ کیوں کہ یہاں کے برہمن کا بت خاموش رہتا ہے)

اے جانتے ہو کیا ہے؟ علم اس بارگاہ پاک کا نقیب ہے۔ خیل و حشم اہل کاران شاہی کے انتظام و ترتیب کی نگہداشت کرتا ہے لیکن بادشاہی راز اور اس کے اسرار کی واقفیت سے اسے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ عقل اگرچہ تولنے کا اچھا آلہ ہے لیکن سونا تولنے کے ترازو پر پہاڑ کو وزن نہیں کیا جا سکتا۔ آخرت کے احوال، دین کی حقیقتیں جو اصول سے تعلق رکھتی ہیں جیسے ذات و صفات باری تعالےٰ کی معرفت اور خداوند جل و علا کے افعال کا عرفان ہر شخص کو علم کے ذریعہ ہو سکتا ہے لیکن سرّ بینہم (ان دونوں کے درمیان جو راز ہے) ایک عظیم دولت ہے اور وہ اس کے خاص بندوں ہی کے لئے ہے اگر کوئی شخص بے محل اس میں غور و فکر کرے تو حرام ہے۔ ایک شخص نے حضور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یارسول اللہ عَلِّمْنِي مِنْ غَرَائِبِ الْعُلُوْمِ (یا رسول اللہ مجھے نادر علوم بتا دیجئے) ارشاد ہوا مَاذَا اعددتَ للموت (موت کیا تیاری کی ہے) جاؤ یہ تمہارا کام نہیں ہے۔ قیامت کے اسرار، ارواح کا علم، اور تقدیر کے رموز جاننا اور ہر وہ چیز جس کا تعلق دین کے حقایق سے ہے علم معاملات میں اسے بیان کرنا تفصیل کے ساتھ حرام ہے۔ ہاں اجمالاً گفتگو کرنا حرام نہیں ہے اس لئے کہ بعض صوفیہ نے رمز و اشارات میں ترغیب و تنبیہ کے لئے کچھ لکھا ہے اور یہ ایک بڑی اصل ہے اسے ہر درویش کو جاننا چاہیئے۔ تاکہ اپنی گفتگو میں اور لوگوں سے سننے میں غلطی میں نہ پڑ جائے یَا مَنْ لَا يَعْلَمُ مَا هُوَ اِلَّا هُوَ استغفر اللہ من الذلل وَالْخَلَلِ وَعَنْ کُلِّ مَالَا يَرْضَىٰ عَنْ قَوْلٍ وَفِعْلٍ وَاَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (اے وہ جسے کوئی نہیں جانتا سوائے اس کے کہ وہ خود اپنی ذات کو جانتا ہے۔ اے اللہ میں توبہ کرتا ہوں معافی مانگتا ہوں غلط اور گمراہی کی باتوں سے اور ایسے قول و فعل سے جو وہ پسند نہیں کرتا ہے۔ اور میں اقرار کرتا ہوں لا اِلٰہ اِلّا اللہ محمد رسول اللہ)

نقل ہے ایک بزرگ کہتے ہیں کہ ایک وہ وقت تھا کہ میں اس کو ڈھونڈھتا تھا اور خود کو پاتا تھا اور ایک یہ وقت ہے کہ خود کو ڈھونڈھتا ہوں تو اس کو پاتا ہوں۔ ؎

گذشتست آنکہ خود مستم ز بویش اے صبا اکنون خرابم ہم ہوئے خود کہ از من می زند بویش

(اے صبا! ایک ایسا وقت گذرا ہے کہ میں خود اس کی خوشبو سے مست رہا ہوں۔ میں تو اپنی خودی کی بُو سے برباد ہوں ورنہ میرے اندر تو اسی کی خوشبو ہے)

اللہ تعالٰے کی طرف سے بر سبیل تذکرہ ہے کہ اَنْتَ لَا اَنَا وَلَا غَیْرِیْ (نہ تو میرا عین ہے اور نہ میرا غیر ہے) اس سے اب اور آگے کیا چکر لگائی جائے (اور کیا لکھا جائے) ؎

درد چندانی کہ داری میفرست ایک دل را نیز یاری میفرست

دل کجا بے یاری درد کشد کیں چنیں دردے نہ ہر مردے کشد

(آپ کے پاس جس قدر درد ہے بھیجئے لیکن اس کے ساتھ دل کے لئے اپنی مدد بھی بھیجئے۔ بیچارہ دل بغیر آپ کی مدد اور سہارے کب یہ درد اٹھا سکتا ہے اس لئے کہ ایسے درد کا برداشت کرنا ہر آدمی کا کام نہیں ہے)

والسلام

فقیر شرف منیری

❋

مکتوب ۴۷

محبت کے کمال اور ہمت کی بلندی میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چوں شمع محبت تو افروختہ شد پروانۂ نفس من در سوختہ شد

بشکن قفس وجود زد باک مدار مرغے کہ رسیدہ بود آموختہ شد

(آپ کی محبت کی شمع جب روشن ہوگئی تو میرے نفس کا پروانہ اس میں جل گیا۔ وجود کا پنجرہ توڑ دو وہ پرندہ جو بھاگتا تھا اب تربیت یافتہ و مانوس ہوگیا ہے)

اے بھائی! تم جانو، خداوند بزرگ و برتر کی محبت تمام مقامات کی انتہا و اخیر ہے اور تمام درجات سے بڑھ کر ہے محبت کے حاصل ہوجانے کے بعد اور کوئی مقام نہیں ہے سوائے اس کے کہ

محبت کے ثمرات ہیں۔ جیسے شوق، اُنس، رضا اور اس جیسی دوسری چیزیں محبت کا مقام پا لینے کے قبل کوئی اور مقام نہیں ہے مگر یہ کہ محبت کے مقدمات میں سے کچھ مقدمہ ہے جیسے توبہ، زہد۔ خواجہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے انہوں نے فرمایا کل قیامت کے دن ہر اُمت کو ان کے پیغامبر کے نام کے ساتھ پکارا جائے گا یا اُمت موسیٰؑ یا اُمت عیسیٰؑ یا اُمت محمدؐ لیکن محبانِ خداوند جل علا کو یہ ندا ہوگی کہ یا اولیاء اللہ چنانچہ یہ صوفیانِ باصفا آج جو بھی عمل کرتے ہیں وہ خدا کی محبت کے لئے کرتے ہیں بہشت کی امید اور دوزخ کے خوف کے سبب نہیں کرتے اس لئے کہ یہ لوگ ہمت کے بادشاہ ہیں ان کی ہمت کے اندر خداوند جل علا کے علاوہ جتنی چیزیں لفظ کُن کے تحت آئی ہیں ان میں سے کسی کی کوئی قید نہیں ہوتی۔ ~~

نے در غم دوزخ و بہشت اند   ایں طایفہ را چنیں سرشتند

(یہ لوگ بہشت و دوزخ کے غم میں مبتلا نہیں ہیں اس گروہ کے لوگوں کی خصلت ہی جُدا ہے)

جو شخص محبوب سے حجاب میں ہے وہ عین بلا میں ہے اگرچہ ساری دنیا کے مملکت کے خزانہ کی کنجی اس کے ہاتھ میں ہو۔ اور جو محبوب کی مہربانی کے ساتھ محبوب میں جذب ہے وہ عین عطا و نوال میں ہے اگرچہ باسی روٹی اس کے پاس کھانے کو نہیں ہے۔

اے بھائی! طاعت و عبادت بہشت کی اُمید اور دوزخ کے خوف سے اگر ہے تو حقیقت کی نظر سے غور کر و دیکھو گے کہ سب کا سب اپنی ذات کی لذت اور حصہ کے لئے ہے خالص اللہ کے لئے اور اس کی تعظیم و محبت کے لئے نہیں ہے۔ یہ ان لوگوں کا گروہ ہے کہ خداوند تعالیٰ اپنے وصل کا خیمہ اور اپنی قربت کا قبہ دوزخ کے اندر اگر نصب کرا دیں تو یہ لوگ دوزخ کے انگاروں کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنالیں اور اگر ایک لمحہ کے لئے بھی فردوس بریں میں ان کو اپنے سے حجاب میں مبتلا کر دیں تو یہ لوگ اس درجہ نالہ و فریاد کریں کہ دوزخیوں کو ان پر ترس آنے لگے۔ توریت میں وارد ہے۔ کون شخص اس سے بڑھ کر ظالم ہوگا کہ جو میری عبادت بہشت پانے کے لئے اور دوزخ کے خوف سے کرتا ہے۔ اگر بہشت و دوزخ میں پیدا نہ کرتا تو کیا میں پرستش کے لائق نہیں تھا؟ ضرور تھا۔ نقل ہے کہ جناب عیسیٰ پیغامبر علیہ السلام اپنے سفر کے درمیان عابدوں کی ایک جماعت کے پاس پہنچے پوچھا تمہارا مطلوب کیا ہے؟ ان لوگوں نے کہا دوزخ سے ڈرتا ہوں اور بہشت کی امید رکھتا ہوں۔ فرمایا مخلوق سے ڈرتے ہو اور مخلوق کی امید رکھتے ہو۔ پھر عابدوں کی ایک دوسری جماعت کے پاس پہنچے پوچھا اس عبادت سے تمہاری غرض کیا ہے؟ ان لوگوں نے جواب دیا اللہ کی

محبت اور اس کے لئے تعظیم جناب عیسیٰ ؑ نے کہا تم لوگ حقیقتاً خدا کے دوستوں میں ہو۔ مجھے اللہ کا حکم ہے کہ میں تم لوگوں کے ساتھ رہوں۔ اسی معنی میں کہا ہے۔ ؎

گر شود یک ذرہ خلت حاصلت　　بازخندد آفتابے در دلت
ہر کرا دل در مودت زندہ شد　　در خصوصیت خدا را بندہ شد

(اگر محبت کا ایک ذرہ تجھے حاصل ہو جائے تو تیرے دل کے اندر ایک آفتاب چمکنے لگے جس کا دل محبت میں زندہ ہو گیا وہ خدا کا خاص الخاص بندہ ہو گیا)

یہاں ایک نکتہ پر خاص خیال رکھنا چاہیئے۔ دلنشیں کر لو کہ کوئی مومن محبت کی اصل سے خالی نہیں ہے اس لئے کہ معرفت اور ایمان کی اصل سے خالی نہیں ہے لیکن محبت کی قوت اور اس کا غلبہ اتنا زیادہ ہو کہ اپنے وجود سے رُخ پھیر لے (بے خبر ہو جائے) اور رسم و عادت کی قید سے نکل آئے اکر اسی کو عشق کہتے ہیں زیادہ تر لوگ اسی سے دُور ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎ قطعہ

عشق وصف نہاد سلطان ست　　سرّ او راز پاسباں مطلب
روح قدسی فدائے عشق بود　　عشق را بس تو رائیگاں مطلب
عشق بر کائنات سلطان ست　　قرب اُورا ازایں و آں مطلب

(عشق اصل و بنیاد کے اوصاف کا بادشاہ ہے عشق کے اسرار پاسبانوں سے نہ پوچھو۔
پاک روحیں عشق پر فدا ہوتی ہیں عشق کو ہر کس و ناکس میں فضول تلاش نہ کرو۔
عشق تمام کائنات پر بادشاہ ہے عشق کا قرب ہر ایسے ویسے میں نہ ڈھونڈھو۔)

بزرگوں کا قول یہ ہے کہ خداوند عز وجل کو اپنے دل کے ہر گوشہ سے یعنی پورے دل سے محبوب رکھے۔ ایسا کہ اس کو ذرہ برابر کسی غیر سے تعلق و لگاؤ نہ رہے اس کے اور اللہ کے سوا دل میں کسی دوسرے کے لئے کوئی جگہ نہ ہو اسے استغراق کہتے ہیں۔ محبت میں جب عاشق کی یہ حالت ہو جاتی ہے تو اس کا حقیقی و دلی محبوب، مطلوب، مقصود و منظور وہی ہوتا ہے۔ کہہ اُٹھتا ہے۔ مصرع:

"در ہر چہ نگہ کنم توئی پندارم" (میں جس چیز میں نظر کرتا ہوں تو ہی تو نظر آتا ہے) پاک ہے تیری ذات تو ہی میری آنکھ میں ہے۔ اَنَا لَیلیٰ انا (لیلیٰ میں ہوں اور میں لیلیٰ ہوں) یہی ہے۔ اہل بصیرت کہتے ہیں عشق بندہ کو خدا تک پہنچاتا ہے۔ اسی معنی سے عشق اس راہ کے لئے فرض ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

مُور مسکیں ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد　　دست بر پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

(غریب چیونٹی نے تمنا کی کہ کعبہ پہنچے کبوتر کے پاؤں میں لپٹ گئی یکایک پہنچ گئی۔)

یہاں کبوتر سے مراد عشق ہی ہے۔ شیخ عبداللہ انصاری ان کی جان پر اللہ کی رحمت و بخشش و عنایت ہو۔ فرماتے ہیں کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالےٰ نے مخلوق کی طرف بھیجا لیکن اس کے بیگانوں نے ایک ذرہ آشنائی نہیں پائی۔ افسوس! اپنے عشق کا ایک ذرہ بھی اگر بھیجدیتے تو سب آشنائی پا جاتے۔ قطعہ۔

منزلے ہمتت بعالم قدس — کہ قدمگاہ جبرئیلؑ بود

بیوسائط رسی بمقعد صدق — چوں ز عشقش ترا دلیل بود

(تمہارے ہمت کی منزل عالم پاک میں ہے وہاں جبرئیلؑ کی پہنچ کہاں ہوتی ہے۔ بغیر کسی واسطہ کے تم صدق کی بیٹھک میں مالک مقتدر کے نزدیک پہنچ گئے، جب محبوب حقیقی کا عشق تمہارا رہبر ہو گیا)

ایک عزیز صاحب عزت کا قول ہے وہ کہتے ہیں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغامبران علیہم السلام تشریف لائے حدیث عشق کے باب میں ایک ذرہ برابر زیادہ نہیں پیش فرمائے ہمارے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں یہ واضح اور روشن و ظاہر ہوا پہلے ایک ذرہ تھا اب ہمارے حق میں سمندر بن گیا ہے۔

بازار حسن جملہ خوباں شکستہ اند — رہ نیست کز تو ہیچ خریدار بگذرد

(حسن کے بازار کو جملہ حسینوں نے سوتا کر دیا ہے پھر بھی راہ نہیں ہے کہ تجھ جیسا ایک خریدار بھی گذرے

لیکن اس عشق کا خمیر اس کا مایہ رنج و اندوہ ہے کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ علیہ السلام مُتَوَاصِلَ الْحُزْنِ وَدَائِمَ الْفِکْرِ (حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل حزن و فکر میں رہا کرتے تھے) اسی کو کہا ہے۔

دم درکشم و جملہ غمت نوش کنم — تا از پس من بکس نماند غم تو

(میں آپ کے سارے غم کو ایک سانس میں گھونٹ جاؤں تا کہ میرے بعد پھر کسی کے لئے آپ کا غم باقی نہ رہے)

کہا جاتا ہے کل قیامت کے دن جب اس کے عشاق قبر سے باہر آئیں گے تو اپنا جائزہ لیں گے اگر ان کے اندوہ و غم میں ذرہ برابر کمی ہوگی تو وہ اتنا نالہ و فریاد کریں گے کہ دوزخ والوں کو ان پر ترس آجائیگا اسی کو کہا ہے۔

گر تو ہستی اہل درد و مرد راہ — درد خواہ و درد خواہ و درد خواہ

ورنہ گیرد دامنت ایں درد زود — گفت ایں دردت ندارد ہیچ سود

گر شود ایں درد دامنگیر تو — بس بود ایں درد دایم پیر تو

(اگر تو اس راہ کا مرد اور اہل درد ہے تو درد مانگ درد جاہ دردی کی طلب کر۔
اگر یہ درد نہ ہوگا تو دوسرا درد تجھے لگ جائے گا اور اُس درد کا کوئی نفع نہیں پہنچے گا
ہاں اگر یہ درد عشقِ حقیقی تجھے پیدا ہو جائے تو یہی درد ہمیشہ کے لئے تیرا راہبر بن جائے گا)

والسّلام
فقیر شرف منیری

مکتوب ۷۵

محبوب کی جفا اور مطلوب سے بے پروائی میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سعدی بجفا ترک محبت نتواں کرد بر در بنشینیم گر از خانہ براند

(سعدی، جور وجفا کی وجہ سے محبت چھوڑ نہیں سکتا اگر گھر سے نکال دیں گے تو در پر پڑا رہوں گا)

محبت کی دنیا میں جفا، وفا، منع و عطا سب یکساں ہے۔ ؎

بندہ ام خواہ قبولم کن و خواہی رد زانک عزت و خواری در کوی وفا یکسان ست

(میں تو آپ کا بندہ ہوں خواہ قبول کیجئے خواہ رد کیجئے اس لئے کہ وفا کے کوچہ میں عزت و ذلت سب برابر ویک رنگ ہیں)

اَلْمَحَبَّۃُ لَا تَزِیْدُ بِالْوَفَاءِ وَلَا یَنْقُصُ بِالْجَفَاءِ (محبت میں نہ تو وفا سے زیادتی ہوتی ہے اور نہ جفا سے کمی) ؎

خواہم بکشی خواہ بزن خواہ بدار یکرویہ شدہ است مرا با تو کار

(خواہ قتل کیجئے خواہ زدوکوب کیجئے خواہ چھوڑ دیجئے میں تو سب سے رخ پھیر چکا مجھے تو بس آپ سے کام ہے)

جب تک جفا، وفا، منع و عطا میں فرق کرتا ہے اس کی تمیز باقی ہے وہ عشق میں ابھی کچا ہے اور محبت میں ادھورا ہے ایسا شخص اپنے نصیب کا طالب ہے حبیب کا طالب نہیں۔ ؎ رباعی۔

می گفت بگوش سر من دلداری شمشیر جفا کشید عیاری
آن کس کہ بہر دو کون لذت جوید اندر رہ عشق ما نشاید باری

(وہ شوخ مزاج معشوق تلوار ہاتھ میں لئے میرے کان میں کہہ رہا تھا جو شخص دونوں جہان میں لذت و مزے

کا طالب ہو اسے میرے عشق کی بارگاہ میں دخل و باریابی نہیں۔)

اے بھائی! محبت شہنشاہ ہے شرکت پسند نہیں کرتا عشق غیور حیادار ہے دوئی قبول نہیں کرتا اَنَا لَیلیٰ وَلَیلیٰ اَنَا (میں لیلیٰ ہوں لیلیٰ میں ہوں) خود کو چاہو اور دوست کو (اپنا وجود اور دوست کا وجود) یہی تو شرکت ہے اور وحدت میں شرکت کی گنجائش نہیں اِمَّا اَنَا وَاِمَّا اَنتَ (میں ہوں یا تو ہے) آخر تم نے سنا ہے: مصرع۔" شوریدہ بود کار ولایت بدو تن۔" دو آدمی کی شرکت میں سلطنت کا کام تباہ و برباد ہوتا ہے) جناب داؤد پیغامبر علیہ السلام پر حق سبحانہ تعالےٰ نے وحی بھیجی کہ بیشک ہم نے حرام کردیا ہے دلوں کے معاملہ میں کہ ایک ہی دل میں میری محبت بھی ہو اور دوسرے کی بھی۔ مصرع۔"

یا خانہ جائے رخت بود یا خیالِ دوست" (گھر میں سامان ہی رہے یا دوست کا خیال) جو شخص اپنی مراد اور آرزو کا طالب ہے وہ اپنی خودی کے ساتھ ہے اور جو اپنی خودی میں ہے وہ اپنا محب ہے حق سبحانہ تعالےٰ کا محب نہیں ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

محو باید بود در ہر دو سرائے | پائے از سر نا پدید و سر ز پائے
چوں دریں رہ یاد سر درباختی | قدر بے قدری خود بشناختی

(دونوں جہاں میں ایسا محو و نیست ہونا چاہیے کہ سر سے پاؤں غائب اور پاؤں سے سر لاپتہ ہو جب اس راہ میں تو نے سر دھڑ لٹا دیا تو اپنی بے قدری کی قدر تو نے پہچان لی)

امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ کہ اگر مجھے بہشت اور دوزخ کے درمیان اختیار دیا جائے تو میں دوزخ قبول کروں اس لئے کہ بہشت اپنے نفس کی مراد ہے اور دوزخ دوست کی مراد ہے۔

؎ گر سلسلۂ زلفش بر دوزخیاں بندند | در پنج نماز خود دوزخ بدعا خواہم

(ان کے زلف کی زنجیر میں اگر دوزخ کے رہنے والوں کو باندھا جائے تو ہم اپنی پانچوں وقت کی نماز میں اپنے لئے دوزخ کی دعا کریں)

اے بھائی! عاشقوں کی راہ ایسی عجیب راہ ہے اور مجنوں کے کام ایسے ہولناک اور سخت ہیں کہ ہر نامرد نہ اسے سن سکتا ہے اور نہ ہر مخنث اسے برداشت کرسکتا ہے۔ ؎

محرم دوست نبود ہر سرے | بار مسیحا نہ کشد ہر خرے

(دوست کا محرم ہر شخص نہیں ہوسکتا۔ جناب عیسیٰ علیہ السلام کا بوجھ ہر خچر نہیں اٹھا سکتا)

مجنوں ہونا چاہیئے تاکہ اینٹ پتھر کھانا جانے فرہاد صفت ہونا چاہیئے تاکہ بے ستون

پہاڑ کو کھودنا جانئے زلیخا کے جیسا ہونا چاہیئے کہ یوسف کا نام رٹنا جانئے۔ مصرع۔
"روبازی کن عاشقی کارِ تونیست" (جاؤ کھیلو عاشقی تمہارا کام نہیں ہے) کل میسر لما خلق لہ للحرب رجالا وللقصعۃ والثرید رجالا (جس کو جس کام کیلئے پیدا کیا گیا ہے وہ کام اسکے لئے آسان ہوتا ہے۔ کچھ لوگوں کو میدان جنگ کے لئے پیدا کیا اور کچھ ثرید کھانے اور پیالہ چاٹنے کیلئے) عالم میں فضول بکواس کرنیوالے بہت ہیں اور زبانی گفتگو کرنے والے ان گنت ہیں لیکن اہل نظر کی نگاہوں میں سب روشن ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

ماعشقِ حقیقی زمجازی دانیم ماد یبا دانم وبُرد رازی دانیم

(ہم ریشمی کپڑے کو جانتے ہیں رازی کی چادر کو بھی پہچانتے ہیں ہم عشقِ حقیقی کو مجازی سے جانتے ہیں)

اہل بصیرت آنکھ والے سب کو دیکھتے ہیں پہچانتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ سب کو معذور سمجھتے ہیں کہ یہ سوائے اسکے کچھ نہیں ہے کہ تقدیر ہے، نصیب ہے۔ کوئی کیا کرسکتا ہے وجف القلم بما ھُو کاین (جس بات کا ہونا مقدر ہو چکا قدرت کا قلم اس کیلئے خشک ہو چکا ہے) خلاصہ یہ کہ اے بھائی! مردانہ وار بڑھو اور مردانہ وار سب گھونٹتے جاؤ۔ مصرع: "بار ستم دستاں بزند ہر کہ درافتاد۔
عاشق کے لئے دریا پایاب ہے اور پہاڑ تنکے کے برابر ہے۔ وفا، جفا، عطا، منع، سب ایک ہوتا ہے، صدق کی علامت یہی ہے۔ جس کو کہا ہے ؎

مادوست کُشیم تو نداری سرما داری سرما وگرنہ دُور از برما

(اپنے سر میں میرا سودا رکھتے ہو، نہیں تو میرے پاس سے دور ہو جاؤ ہم تو عاشق کو قتل کیا کرتے ہیں تمہارا سر میرے لائق نہیں)

والسلام
شرف منیری

مکتوب ۷۶

اللہ ربُّ العزت کی بے نیازی اور علت سے عقل کی دوری میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فقیر حقیر احمد یحییٰ منیری الملقب بشرف کا سلام و دعا مطالعہ کریں

اے بھائی! جس حال میں ہو اور جس کام میں ہو اس سے دل نہ چھوڑو، ناامید نہ ہو اس لئے کہ خداوند جل شانہ،

کے تمام کام مسطیعان کی طاعت سے منزہ ہیں اور گنہگاروں کی گناہوں سے مقدس و پاک ہیں جو چاہتا ہے کرتا ہے اس کے لئے کوئی علت وسبب درمیان میں نہیں، اسی موقع کے لئے بزرگوں کا مقولہ ہے اَلْفَضْلُ لِمَنْ فَضَّلَ اللہُ لَا بِالْعَمَلِ وَلَا بِالْجَوْهَرِ فضل اسی کے لئے ہے جسے اللہ فضل دے یہ نہ کسی کے عمل سے ہے اور نہ جوہر سے یہ اس لئے کہ فضل اگر عمل سے متعلق ہوتا تو یقیناً اگلی اُمتوں کو اس امت پر فضیلت ہوتی کیوں کہ ان کی عمریں سات سو آٹھ سو سال ہوا کرتی تھیں تو ان کا عمل وکردار بھی بہت زیادہ ہوتا اور اس امت میں عمر عموماً ساٹھ ستر سال ہوتی ہے تو ان کا عمل ان کے کارنامے بھی ضرور کم ہوں گے اس کے باوجود اس اُمت کو اور تمام اُمتوں پر فضیلت ہے اور اگر فضل کا تعلق جوہر سے ہوتا تو شیطان کو آدم پر فضیلت ہوتی کیوں کہ شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے جو نورانی یعنی روشن ہے اور آدم خاکی ہیں خاک ظلمانی یعنی اندھیری ہے، اس کے باوجود شیطان پر آدم کو فضیلت ہے ان مثالوں سے یہ ہم نے سمجھ لیا کہ فضل نہ عمل کی وجہ سے ہے اور نہ جوہر کے سبب سے یعنی کسی کا جوہر اور عمل، خدا کے فضل کی علت نہیں ہے تو ثابت ہوا کہ فضل اسی کے ساتھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ جسے فضل عطا فرمائے اگر کسی کو اعلیٰ علیین (بلندی) پر پہنچانا چاہتے ہیں تو بغیر کسی عمل اور کارگذاری کے بلندی پر پہنچا دیتے ہیں اور اگر کسی کو اسفل السافلین سب سے نچلے طبقہ میں گرانا چاہتے ہیں تو بغیر کسی گندگی، نجاست اور گناہ کے پستی میں گرا دیتے ہیں اسی کو دیکھو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت جب کہ کوئی عمل وطاعت آپؐ سے وجود میں نہیں آئی تھی آپؐ کے ظہور کے قبل آپؐ کو اعلیٰ علیین پر پہنچایا اور ابوجہل کو اسفل السافلین سب سے نچلے طبقہ میں گرا دیا اس وقت کہ اس سے کوئی نجاست اور گناہ وجود میں نہیں آیا اور وہ پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔ اور دیکھو حضرت ساحرؑ بتخانہ کے اندر رہتے ہوئے مقبول تھے اور ابی ابن سلول منافق مسجد میں رہتے ہوئے ذلیل ورسوا تھا۔ ؎

اے جہانِ جان ہمہ حیرانِ تو — صد ہزاراں عقل سرگردانِ تو
اے ز چشم وجاں نہاں دیدارِ تو — گم شدہ عقل وخرد در کارِ تو

(اے وہ کہ تو تمام جانوں کا جہاں ہے، سارا عالم تجھے پانے کے لئے حیران ہے۔ لاکھوں لاکھ عقل اس میں سرگرداں وپریشان ہیں اے وہ کہ آنکھ اور جان سے تیرا دیدار پوشیدہ وپنہاں ہے تیرے کام میں عقل ودانائی سب گم ہے)

لِاَنَّہٗ مَالِکُ الْمُطْلَقِ فَلَہُ التَّصَرُّفُ الْمُطْلَقُ جب وہ مالک مطلق ہوا تو یقیناً اس کا تصرف بھی مطلق ہوگا (ہر طرح معلق کی قید سے بالا) ؎

آں کہ دلہائے آشنا دارند — دل زچون وچرا جدا دارند

(جن کے قلوب حقیقت آشنا ہیں ان کے دل چون وچرا سے پاک ہیں)

کرا زہرہ آنکہ از بیم تو کشاید زبان جز بہ تسلیم تو

(کس کا کلیجہ ہے کہ آپ کے خوف سے سوائے سر تسلیم خم کرنیکے زبان کھول سکے)

ان سب باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ اعمال وافعال کی پونجی سے مفلس ونادار ہو تو بھی نظر اس کے فضل پر رکھنا چاہیئے ساحران فرعون کے پاس کون سا عمل تھا اور کون سی طاعت تھی اور اصحاب کہف کے پاس کون سی عبادت تھی اور کون سا مجاہدہ تھا کہ آن واحد میں بیگانگی سے نکال کر اپنا بنا لیا اور انتہائی پستی سے نکال کر اعلیٰ علیین کی بلندی پر پہنچا دیا گیا اور سارے جہاں کے مخلوق کو دکھلا دیا کہ ہمارے کاموں میں علت وسبب کو دخل نہیں ہمارے کام بے علت ہوتے ہیں ہم جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

گہ آری خلیلے ز بتخانہ کنی آشنائی ز بیگانہ

گہے از چناں گوہر خانہ خیز چو بوطالبے را کنی سنگ ریز

(کبھی کسی کو بتخانہ سے نکال کر اپنا خلیل بنا لیتے ہیں بیگانگی سے خاص اپنا کر لیتے ہیں کبھی لعل وجواہر پیدا کرنے والے گھرانے سے ابوطالب جیسے کو پیدا کرکے پتھر کے ٹکڑوں کے آگے سجدہ ریز کراتے ہیں)

اے بھائی! یہاں عقل سرنگوں ہے اس لئے کہ عقل، وہم وقیاس کا آلہ ہے اور خدا کی خدائی فہم وقیاس سے بالا ہے اس لئے کہ خدا کی خدائی یعنی اس کے کام اس کی مشیت پر ہیں۔ بندوں کے قیاس پر نہیں۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ کوئی صاحب عقل کوئی ایسا کام نہیں کرتا ہے جس کی اس کو حاجتمندی اور ضرورت نہ ہو۔ حق سبحانہ تعالےٰ نے لاکھوں لاکھ مخلوق پیدا کئے اور اس کو ان سب سے کوئی حاجت وضرورتمندی نہ تھی۔ اور کوئی عقلمند کسی سے بے فائدہ دوستی نہیں کرتا ہے اور بغیر نقصان پہنچے عداوت نہیں کرتا عقل کا تقاضا تو یہی ہے اور خداوند تعالےٰ کو کسی سے کوئی منفعت نہیں لیکن ان سے محبت ہے۔ کسی سے ایسے کوئی نقصان نہیں لیکن ان کے ساتھ عداوت ہے عقل تو یہی کہتی ہے کہ دوستوں کو اپنے قریب بلائیں اور ان کے ساتھ نوازش کریں اور دشمنوں کے سر پر ساری بلائیں ڈال دیں اور انہیں یونہیں چھوڑ دیں۔ حق سبحانہ تعالےٰ ساری بلائیں دوستوں پر ڈالتے ہیں اور تمام مرادیں دشمنوں کی بر لاتے ہیں تو معلوم ہو گیا قیاس کو یہاں راہ نہیں اور عقل کو خدا کے کاموں میں کوئی سروکار نہیں۔ اے بھائی! اس کے کاموں کے بھیدوں سے جبرئیل ومیکائیل علیہم السلام کو آگاہی نہیں غریب عقل کو وہاں کیا دخل اور آدمیوں کے وہم وفہم کی وہاں کہاں گذر ہو سکتی ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

زیں چنیں کارے کہ در پیش آمدہ است — علم مفلس عقل درویش آمدہ است

(اللہ جل شانہ کے ایسے ایسے کام سامنے آتے رہتے ہیں جس میں علم مفلس و بینوا اور عقل تہی دست و گدا ہے)

اے بھائی! عقل بندگی کرنیکا آلہ ہے۔ بندگی بغیر عقل کے صحیح نہیں ہوتی لیکن اللہ رب العزت کے اسرار و رموز کو جاننا غریب عقل کا کام نہیں ہے سارے جہاں کے عقلا و فلاسفہ یہاں حیران و سرگرداں ہیں تمام عالم کے علما و عرفا اس کی بارگاہ کے ابجد خواں ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

ایں چہ درگاہیست قفلش بے کلید — ایں چہ دریائیست قعرش نا پدید

گرچہ رہ جستند ہر سوئے ازیں — پے نہ برد ند لے عجب موئے ازیں

(یہ کون سا دربار ہے کہ جس کے قفل کی کنجی نہیں۔ یہ کون سا دریا ہے کہ جس کی گہرائی کا پتہ نہیں۔ اگرچہ اس بارگاہ تک پہنچنے کی ہر شخص نے راہ ڈھونڈھی لیکن عجب معاملہ ہے کہ ایک بال برابر بھی کسی نے راہ نہ پائی۔)

تمام کاموں کی غرض یہ ہے کہ آج جو بندوں کے اعمال و افعال ہیں وہ علامت و نشان ہیں کہ جو ازل میں نیک بختی اور بدبختی کے لئے ان کے مقدر میں ہو چکا ہے اور ہاں اسی طرح علت نہیں ہے سبب بھی نہیں ہے اس لئے کہ سبب مسبب پر مقدم ہوتا ہے (یعنی ہونیوالی چیز جس سبب سے ہوتی ہے تو سبب پہلے ہوگا) کیوں کہ بندوں کے افعال و اعمال آج ہو رہے ہیں اور سعادت و شقاوت ازلی ہے تو آج کے دن کے کام ازل کے لئے سبب کیسے بنیں گے؟۔ اس کے باوجود سبب کا لفظ بولتے ہیں لیکن سبب کہنا مجازاً ہے حقیقتاً نہیں۔ دل مضبوط رکھو اگرچہ کمزور، ناتواں، عاجز، گرے پڑے ہو اور طاعت و عبادت سے مفلس و تہی داماں ہو اس لئے کہ معاملہ فضل پر ہے نگاہ اس کے فضل پر رکھنا چاہئے جہاں تک ہو سکے کوشش کرو ہاتھ پاؤں چلاؤ۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

اندریں رہ اگر چناں نکنی — دست و پائے بزن زیاں نکنی

گرچہ دولت دادنش بے علت است — طاعت حق کار صاحب دولت است

(اس راہ میں اگر تم سے ویسے کام نہیں ہو سکتے تو کوشش کرو ہاتھ پاؤں چلاؤ گھاٹے میں نہ رہو۔ اگرچہ نعمت و دولت کی عطا بے علت و سبب کے ہے لیکن خوش بختوں دولت مندوں کا کام حق تعالیٰ کی بندگی و عبادت کرنا ہے۔)

خود کو کبھی بیکار بے عمل معطل نہ رہنے دو۔ سیدھی راہ نہیں ہے۔ خوب کہا ہے جس نے کہا ہے۔ ؎

نے ہمہ آں جائے کہ طاعت خرند — عجز و نیز و ضعف ہم ساعت خرند

(اُن کی بارگاہ میں صرف طاعت ہی کی قیمت نہیں لگتی ہے۔ عاجزی، ناتوانی، بے مائیگی کی بھی خریداری ہر وقت ہوا کرتی ہے۔) والسلام

مکتوب ۷۷

رازِ انسان اور اس کی لاعلمی میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آنچہ تو گم کردہ ای کز کردہ ای　　هست اندر تو تو خود در پردہ ای

(وہ جسے تُونے کھو دیا ہے یہی تری غلطی ہے وہ تو ترے اندر ہی ہے تو خود اپنا پردہ بنا ہوا ہے)

اے بھائی! افسوس بشریت کا تالا دلوں پر غفلت کی زنجیر کی روک فکروں پر پڑی ہوئی ہر ایک عالم اپنی حقیقت سے بے خبر، غافل اور پردہ میں ہے جب مرنے کے وقت موت کے ڈر کا یہ تالا فَكَشَفْنَا عَنكَ غِطَاءَكَ (پھر ہم ہٹائیں گے تیری آنکھوں سے تیرا پردہ) کی کنجی سے کھلے گا اور غفلت کے قید کی یہ زنجیر فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ (تمہاری نگاہیں اس دن پھرا جائیں گی) کی گرمی سے پگھل جائے گی اس وقت تمہارے اندر کی گہرائی سے نالہ و فریاد بر آمد ہوگا۔ اس شعر میں اسی کی طرف اشارہ کر۔

ے

اے دریغا جان و تن در باختیم　　قیمت جان ذرۂ نشناختیم

تشنہ می میریم در طوفاں ہمہ　　واں کہ آب از چشمۂ حیواں ہمہ

(وائے حسرت جسم مٹا دیا جان گنوادی، جان کی قیمت ذرہ برابر نہ پہچان سکے ہم سب کے سب اس طوفانی سیلاب میں پیاسے مر رہے ہیں جب کہ اس طوفان کا سارا پانی آب حیات ہے)

اے بھائی! یہ تو معلوم ہے کہ ایک عالم، مقدس و مطہر فرشتوں سے بھرا ہوا خاک کو سجدہ کیوں کرتا اور یہ مٹی یہ خاک خلیفہ کیسے ہوتی۔ اسی کو کہا ہے جس نے کہا ہے۔ ے

تا نیامد جان آدم آشکار　　رہ ندانستند سوئے کردگار

رہ پدید آمد چو آدم شد پدید　　او کلید ہر دو عالم شد پدید

(جب تک آدم کی رُوح ظاہر نہیں ہوئی تھی اللہ کی طرف جانے والی راہ کسی کو معلوم نہ تھی۔ جب آدم کا ظہور ہوا تو راہ کھل گئی اور دونوں جہاں کے خزانہ کی کنجی ہاتھ آگئی)

سبحان اللہ! اس مٹی کے پتلہ میں کیا عظیم راز ہے جس کو نہ قلم لکھ سکتا ہے نہ زبان بیان

کرسکتی ہے اور نہ عقل اس کے گرد چکر کاٹ سکتی ہے اور نہ علم اُسے اپنے احاطہ میں لے سکتا ہے اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ (انسان میرا راز ہے) اُس تک پہنچنے کی تمام راہیں بند کر دی ہیں اگر کچھ سمجھنا چاہتے ہو تو اس شعر سے سمجھو۔

محراب جہاں جمالِ رخسارۂ ماست　　سلطان جہاں در دلِ بیچارۂ ماست

(ہمارے رخسار کا حسن سارے جہاں کی محراب ہے عالم کا شہنشاہ ہمارے غریب دل میں ہے۔)

یہاں مخنثوں کو راہ نہیں ہے اس لئے ان کی نظر میں ملول معلوم ہوگا یقیناً مردان راہ کا دین دوسرا ہے اور مخنثوں کا دوسرا ہے۔ ان لوگوں کو کہو۔

اے مخنث او کہ ایں جا بار نیست　　عشق حق را با مخنث کار نیست

قصۂ دیوانگی آزاد گی ست　　جملہ گستاخی و کار افتادگی است

(اے مخنث اجاؤ کہ یہاں تمہاری رسائی نہیں، حق سبحانہ تعالےٰ کے عشق سے مخنثوں کو سروکار نہیں دیوانوں کے قصہ میں آزادی ہے اس کے سارے کام میں شوخی، گستاخی اور بے ڈھنگا پن ہے)

اَلْعِشْقُ جُنُوْنٌ اِلٰھِیْ (اللہ کا عشق جنون ہے) عقل والے دوسرے لوگ ہیں اور عاشقان دوسرے ہوتے ہیں۔

عاقلاں را شرع تکلیف آمدہ است　　بیدلاں را عشق تشریف آمدہ است

پیش آں کس کہ عشق رہبر او ست　　کفر و دیں ہر دو پردۂ او ست

(عقل والوں کے لئے شرع کی ذمہ داریاں آئی ہیں، عاشقوں دیوانوں کے لئے عشق کا شرف آیا ہے اس شخص کے آگے کہ عشق جس کا راہبر ہے، کفر اور دین دونوں اس کے دروازہ کے پردے ہیں)

وہ علم جو تمہیں حاصل ہے اور وہ نمازیں جو تم پڑھتے ہو اور وہ روزے جو تم رکھتے ہو ان کے ذریعہ اس راہ میں قدم نہیں رکھ سکتے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ایں ہمہ علم جسم مختصر است　　علم رفتن براہِ حق دگر است

راہِ دیں صنعت و عبارت نیست　　جز خرابی درو عمارت نیست

(یہ سارے علم اس مختصر عالم ظاہر کے ہیں خدا کی راہ میں چلنے کا علم ہی دوسرا ہے۔ دین کی راہ بناوٹ اور عبارت آرائی کی نہیں ہے اس میں تو تباہی و بربادی کے سوا کوئی تعمیر نہیں ہے)

اے بھائی! یہ کام اصل میں "درد" ہے جب تک کسی کے سینے میں یہ درد پیوست نہیں

ہوجاتا اور وہ مرنے کے قبل نہیں مرجاتا اس راہ میں نہیں چل سکتا اور اس راہ کی بلائیں برداشت نہیں کرسکتا اسی کو کہا ہے۔

ذرۂ دردِ خدا در دل ترا بہتر از ہر دو جہاں حاصل ترا
ہر کرا ایں درد نیست او مرد نیست نیست درماں گر ترا ایں درد نیست

(خداوند تعالےٰ کے درد کا ایک ذرہ تیرے دل میں اگر ہو تو تیرے لئے دونوں جہاں کی دولت سے بڑھی ہوئی دولت ہے، جس کو یہ درد نہیں ہے وہ آدمی ہی نہیں ہے اگر تجھے یہ درد نہیں ہے تو تیرا کوئی علاج بھی نہیں ہے)

اے بھائی! یہ راہ جواں مردوں کی ہے بچوں کا کھیل نہیں مال و مرتبہ، بیوی، بال بچے جسم و جان سب کی بازی لگا دینا اس راہ کا پہلا قدم ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ہر چہ جز حق بسوز و غارت کن ہر چہ جز دیں از او طہارت کن
از تن و جاہ و عقل و جاں بگذر در رہِ او دلے بدست آور

(حق سبحانہٗ تعالےٰ کے سوا جو کچھ ہے سب کو جلا دو غارت کردو دین کے سوا جو بھی ہے سب سے پاک ہوجاؤ جسم، جاہ، عقل و جاں سب سے گذر جاؤ اس کی پاک راہ میں کوئی دل ہاتھ میں لے لو)

حضرت عین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السّلام عالم میں تشریف لائے بیگانوں میں سے کسی نے آشنائی نہیں پائی اگر اپنے عشق کا ایک ذرہ بھیج دیتے تو سارا عالم آشنا ہوجاتا۔

دردِ عشق آمد دوائے ہر دلے حل نشد بے عشق ہرگز مشکلے
ہر کہ در سترِ محبت بندہ شد تا ابد ہم محرم و ہم زندہ شد

(عشق کا درد دلوں کی دوا ہے، بغیر عشق کے کوئی مشکل حل نہیں ہوئی۔ جو شخص محبت کی حقیقت میں بندہ ہوا وہ ابد تک کے لئے محرمِ راز اور زندہ جاوید بن گیا۔)

والسّلام
حقیر شرف منیری

مکتوب ۷۸

دُنیا کی نفی اور حق تعالیٰ کی معرفت کے اثبات میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گوشہ گیر زیں سرائے مجاز — توشۂ آنجہاں درو میساز

(اس دُنیا سے کنارہ کشی کرو اسی دُنیا میں اس جہاں کے لئے توشۂ آخرت مہیا کرلو)

اے بھائی! فقر و فقیری میں بے انتہا خوبیاں ہیں اور ہر طرح کے آرام و سکون ہیں۔ امیری دولتمندی میں بہت سارے عیوب ہیں طرح طرح کی تکلیفیں اور پریشانیاں ہیں لیکن آج لوگوں کو مال و مرتبہ کی محبت اندھا، بہرا بنائے ہوئے ہے دولت مندی کے تمام عیبوں کو ہُنر سمجھتے ہیں درویشی و فقر کے جملہ ہُنر کو عیب جانتے ہیں جس طرح نمرود و فرعون نے سمجھا تھا اور خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ اسی کو کہا ہے ؎

صد جہاں علم با معنی بہم — دُوزخ آرد بار با دنیا بہم
چوں ز دل دنیات دور افگند نیست — جائے تو جُز دُوزخ سوزند نیست

(اگر علم کے سینکڑوں عالم اپنے معنی کے ساتھ تیرے پاس ہوں اور وہ علم دُنیا کے لئے ہو تو اس کا ثمرہ دوزخ ہی ہے
جب تک تیرے دل سے دُنیا دُور نہیں ہوتی ہے تیری جگہ دہکتے ہوئے دُوزخ کے سوا اور کہیں نہیں ہے)

اسی لئے کہتے ہیں کہ جس نے خدا کی شناخت اسکی معرفت حاصل کی ہے اسکی پہچان دنیا کا ترک اور دُنیا داروں کی صحبت سے دُوری ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

ہست دنیا دشمن حق بے مجاز — دشمن حق کے گذارد دوست باز

(دُنیا حق سُبحانہٗ تعالیٰ کی حقیقی دشمن ہے خدا کا دشمن اس کے دوست کو کب سلامت رہنے دیتا ہے)

تو جہاں دنیا کا ترک نہیں ہے ہمیں معلوم ہوگیا وہاں معرفت حق سُبحانہٗ تعالیٰ بھی نہیں ہے اس لئے کہ ترک دُنیا اور معرفت حق تعالیٰ یہ دونوں کلمۂ شہادت ہیں کلمۂ شہادت نفی و اثبات سے مرکب ہے یہاں نفی دنیا

کا ترک ہے اثبات خدائے تعالیٰ کی معرفت ہے تو جس نے دُنیا کی نفی کی کامل نفی کر لی اور جسنے خدا کی معرفت حاصل کر لی اثبات کامل کر لیا حقیقتاً لاالہ الااللہ کہنا یہ ہے نہ وہ کہ جو کوئی زبان سے لاالہ الااللہ کہتا ہے اور دنیا کو سجدہ کرتا ہے۔ امیروں، سرداروں، بادشاہوں کے دَر کو قبلہ بناتا ہے۔ ایسے ایمان کو ایمان زبانی اور کفر دلی کہتے ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

مصحف بکف گرفتہ کفرے دروں نہفتہ　　بطال مست خفتہ بر بستر ریائی

(ہاتھ میں قرآن دل میں کفر و انکار چھپا ہوا ناکارہ مَرد ریاکاری کے بستر پر دُنیا کے نشہ میں مست سو رہا ہے)

مصرع: مسلماں شود لا زنار بگسل "اے دل مسلمان ہو جا زنار توڑ دے" اسی سے معلوم ہو گیا کہ آج زیادہ تر لوگوں کو خدائے تعالیٰ کی معرفت اسکی شناخت کے دعویٰ کے ساتھ ہوتے ہوئے دُنیا نے انکی راہ ماردی ہے اور ان بیچاروں کو اسکی خبر بھی نہیں ہے جس طرح اِس دُنیا نے نمرود و فرعون کو مار ڈالا۔ خوب کہا ہے جسنے کہا ہے ؎

صد جہاں علم با معنی بہم　　دوزخ آرد بار بادنیا بہم

چوں زدل دنیات دور افگندہ نیست　　جائے تو جز دوزخ سوزندہ نیست

اور ایک دوسرے عزیز نے کہا ہے۔ ؎ رُباعی

دنیا طلباں کہ دشمن درویش اند　　بیگانہ زحق آشنائے خویش اند!

گمراہ فتادہ و گرفتارِ شکم　　چوں درنگری بمعرفت بدکیش اند

(طالبان دنیا فقیروں کے دشمن ہیں وہ حق تعالیٰ سے ناآشنا اور خود سے آشنا ہیں گمراہی میں پڑے ہوئے شکم پرست ہیں اگر ان میں غور کرو تو معرفت سے بیگانہ ہیں)

لیکن یہاں ایک نکتہ کا خاص خیال رکھنا چاہیئے تاکہ غلطی میں نہ پڑ جاؤ۔ ترک دنیا سے مراد فضولیات کا ترک ہے لابُدی اور ضروریات کا ترک نہیں ہے جس طرح فضولیات ضرورت سے فاضل چیزوں کی طلب ناپسندیدہ ہے، اور رکاوٹ راہ ہے اسی طرح لابُدی اور ضروری چیزوں کا ترک کرنا بھی ناپسندیدہ اور راہ کی رکاوٹ ہے کیونکہ آدمی کو کھانا، کپڑا، رہنے کا رہائشی مکان ضرورت کی مقدار میں لازمی ہے اگر سب کو کلیتاً ترک کر دیتا ہے تو دوسروں کا محتاج ہو جائیگا اور لالچ میں گرفتار ہو گا اور یہ دونوں بلائیں ہیں اور ہلاک کرنیوالی ہیں تو جس طرح ضروریات سے فاضل چیزوں کی طلب میں بہت ساری خرابیاں ہیں اسی طرح لابُدی اور ضروری چیزوں کے ترک میں بھی بہت زیادہ خرابیاں ہیں۔ اگر اس موقع پر کوئی بے کار بحث چھیڑ دے کہ

جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سب کچھ ترک کر دیا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا ماخلفت لعیالك گھر میں بال بچوں کے لئے کیا چھوڑا ؟ تو جواب دیا اللہ اور اس کے رسول کو۔ اگر تمہارا حال بھی صدیق اکبر کا حال ہے تو تمہارے لئے بھی یہ صحیح اور زیبا ہے۔ سبزیاں بیچنے والوں کو کب یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ خود کو بادشاہِ وقت پر قیاس کرے اس کے برابر خود کو سمجھے۔

اے بھائی! اہل معرفت کی صحبت اور مردانِ طریقت کی جوتیوں کی خدمت کے بغیر کسی کو اپنی جہالت و نادانی سے یہ کام راس نہیں آسکتا ہے۔ جس کسی نے کہا ہے سچ کہا ہے۔

کور ہرگز کے تواند رفت راہ　　بے عصاکش کور را زستن خطاست

راہ دور است و پُر آفت اے پسر　　راہ رو را می بباید راہبر

(اندھا کب راہ پر سیدھا چل سکتا ہے لاٹھی پکڑ کر چلانے والے کے بغیر اندھے کا چلنا ہی غلط ہے

اے لڑکے! راہ لمبی اور آفت سے بھری ہوئی ہے اس راہ کے چلنے والے کے لئے ایک راہبر ضروری ہے)

تو لازم ہے کہ نیکوں اور اس راہ کے واقف کار بزرگوں کی صحبت اختیار کرو بُروں اور جاہلوں کی صحبت سے بہت دور رہو۔ صوفیوں کے یہاں جو اس قدر ریاضت و مجاہدے کرائے جاتے ہیں وہ اسی لئے ہیں کہ مرید ان واقف کار بزرگوں کی صحبت کے لائق ہو جائے ہر وہ مرید جو ان واقف کار بزرگوں کی صحبت کے لائق ہو گیا۔ اگر ایک روز بلکہ ایک ساعت ان بزرگوں کی صحبت میں رہا ہو تو اس سے کہیں بہتر ہے کہ سو سال تک کسی راہبر واقفِ کار بزرگ کی صحبت و رہنمائی کے بغیر ریاضت و مجاہدہ کرتا رہے۔ آخر سنا ہے۔

سگِ اصحاب کہف روزے چند　　پے نیکاں گرفت مردم شد

(اصحاب کہف کا وہ کتّا جو چند روز ان لوگوں کی صحبت میں رہا آدمی بن گیا)

کیا یہ نہیں دیکھتے کہ زیادہ تر صحابہ پیغامبر علیہ السلام بُت خانہ کے بتوں کی پرستش میں سالہا سال اپنی عمر گذارتے رہے تھے یکایک وہ دولت عظمیٰ یعنی سلطان الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام غیب سے ان پر ظہور پذیر ہوئے ان میں سے ہر ایک دین مسلمانی کے مقتدا، پیشوا، آفتاب، مہتاب اور شہنشاہ ہو گئے اور اَصْحَابِی کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اقْتَدَیْتُمْ اھْتَدَیْتُمْ (میرے صحابہؓ ستاروں کے مانند ہیں ان میں سے جن کی پیروی کرو ہدایت پاؤ گے) کا طغرا و امتیاز انہیں مل گیا۔

لاجرم در بندگی سلطاں شدند　　مہتر خلق جہاں ایشاں شدند

تا ز دوزخ فرد و آزاد آمدند　　در بہشتِ عدن دل شاد آمدند

(یقیناً اسی بندگی کے اختیار کرنے سے بادشاہ ہو گئے سارے جہاں کے یہی لوگ سردار ہو گئے۔ دوزخ سے ہمیشہ کے لئے آزاد ہو گئے بہشت کی بشارت مل گئی جنت عدن میں شاداں و فرحاں نزول فرما ہوئے)

اے بھائی! جس نے بھی جو نعمت پائی وہ صحبت ہی سے پائی ہے۔ لیکن ایک مدت ہوئی کہ یہ کہہ دیا گیا ہے۔ ؎

صحبتِ نیکاں زجہاں دور گشت　　خوانِ عسل خانۂ زنبور گشت

(بزرگوں کی صحبت بہت دور ہو گئی شہد کا دستر خوان شہد کی مکھیوں کا گھر بن گیا)

اور اس حال میں سر پر خاک ڈالنی چاہئے اپنا غم کرنا چاہئے اور وہی کہنا چاہئے جو جناب خسرو علیہ رحمت والغفران نے کہا ہے۔ ؎

در مجلس وصالت دریا کشند مستاں　　چوں دور خسرو آمد مے در سبو نماند

(اے محبوب الٰہی آپ کی صحبت کی مجلس میں مستوں نے دریا گھونٹ لئے جب خسرو کی باری آئی تو مٹکا میں شراب ہی نہیں)

والسلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۷۹

دوستوں پر سختی اور دشمنوں پر التفات و نوازش میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گہ آری خلیل از بتخانہ　　گہی آشنائی ز بیگانہ

گہے از چناں گوہر خانہ خیز　　چو بوطالبے راکنی سنگریز

(کبھی آذر کے بتخانہ سے خلیلؑ کو پیدا کرتا ہے کبھی دشمنوں کو دوست بناتا ہے۔ اور کبھی ایسے لعل و جواہر پیدا کرنے والے گھرانے سے ابوطالب جیسے پتھر پوجنے والا سنگریزہ پیدا کرتا ہے)

اے بھائی! آج اس دنیا میں اس کے دشمنان نعمتوں اور عافیت و آرام کے لئے مخصوص ہیں اور اس کے محبان بلا و مصیبت کے لئے مخصوص ہیں جیسا کہ امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آج اس دنیا

ہیں اپنے ولیوں کے ساتھ وہ کرتا ہے جو کل قیامت کے دن اپنے دوستوں کے ساتھ وہاں کریگا۔ ؎

فرعون را نہ دادیم اے دوست درد ہر زیرا کہ اُو نہ داشت سر درد ہاے ما

اے دوست فرعون کے سر میں کبھی درد بھی ہم نے نہیں دیا اس لئے کہ ہمارے دردوں کے لائق اس کا سر ہی نہ تھا)

عقل کے تمام تقاضے یہاں سرنگوں ہیں عقل کی باتیں کہنا سُننا یہاں بیکار ہے عقل قیاس لگانے کا آلہ ہے اور خدا کی خدائی قیاس واٹکل سے بالا ہے کیوں کہ اس کی خدائی یعنی اس کے کام اس کی مشیت پر ہیں وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے عقل کی قیاس کے مطابق نہیں کیا نہیں دیکھتے ہو کہ کوئی صاحب عقل کوئی ایسا کام نہیں کرتا جس میں اس کی غرض و حاجتمندی نہ ہو حق سبحانہ تعالےٰ نے اٹھارہ ہزار عالم پیدا کئے ہیں اور اس کو اُن سے کسی طرح کی کوئی غرض و حاجت کسی وجہ سے نہیں اور کوئی شخص کسی سے بغیر نفع کے دوستی نہیں کرتا اور بغیر کسی نقصان کے دشمنی نہیں کرتا عقل کا تقاضہ تو یہی ہے اور خداوند تعالےٰ کو کسی سے کوئی نفع نہیں پھر بھی دوستوں کے ساتھ محبت ہے اور کسی سے اُسے کوئی نقصان نہیں مگر دشمنوں کے ساتھ اسے دشمنی ہے۔ ؎

ایں چہ درگاہیست قفلش بے کلید ایں چہ دریائیست قعرش ناپدید

ہیچ دل را کنہ او رہ نیست جان و عقل از کمالش آگہ نیست

یہ کون سا دربار ہے جس کے تالا کی کنجی نہیں یہ کون سا دریا ہے کہ جس کے تہہ کا کوئی پتہ نہیں ہے

کسی دل کی اس کی ذات کی کنُہ تک پہنچ نہیں جان وعقل دونوں ہی اس کے صفات کے کمال سے آگاہ نہیں)

اے بھائی! عقل اگرچہ جانچنے کا ایک اچھا ترازو ہے لیکن سُناروں کے ترازو پر پہاڑ تولا نہیں جا سکتا ہے۔ سبحان اللہ! اللہ جل شانہٗ کے کاموں کے اسرار سے جناب جبرئیل ومکائیل علیہم السلام کو آگاہی نہیں بشر کی یہ غریب عقل اور آدمی کا علم و فہم وہاں تک کہاں پہنچ سکتا ہے۔ ؎

دل و عقل از جلال او خیرہ تن و جان از کمال او خیرہ

از بدیں دریا در آئی یکدمی حیرت جانسوز بینی عالمی

عقل و دل اس کی عظمت و جلال سے ماند ہیں جسم و جان اس کی بزرگی سے اندھیرے میں ہیں

اگر اس دریا میں تو ایک ذرا دیر کے لئے غوطہ لگائے تو ایک جانسوز پرحیرت عالم کا مشاہدہ کرے)

آخر جناب یوسف پیغامبر علیہ السلام کے قصہ میں غور کرو ایک نابالغ معصوم بچہ کو ان کے برادران کنُواں میں ڈال دیتے ہیں بغیر کسی گناہ کے اور ان کے والد بوڑھے ضعیف پیغامبر علیہ السلام کو ان کی جُدائی کی آگ میں جلنے کے لئے بلا کسی قصور کے چھوڑ دیتے ہیں۔ پھر اس کے بعد ان کو کنواں سے نکالنے

ہیں اور بیچ کر غلام بنادیئے جاتے ہیں پھر زلیخا کو ان کے لئے ایک نقشہ دستور بنادیتے ہیں ان سب کے بعد مصر کے تختِ شاہی پر جلوہ افروز فرماتے ہیں اور اس پر مزید عنایت ان کے بھائیوں پر کہ اتنے عظیم گناہ کے بعد ان سب کے سروں کو تاجِ نبوت سے سرفراز و مزین فرمادیتے ہیں یہ کسی کے وہم و فہم میں کب آسکتا ہے؟ اسی کو کہا ہے۔ ؎

این چنیں کارے کہ در پیش آمدست ؏ علم مفلس عقل درویش آمدست

غرقہ در دریائے حیرت آمدم ؏ پائے تا سر عین حسرت آمدم

(یہ ایک ایسا معاملہ سامنے آیا ہے کہ جہاں علم مفلس عقل تہی دست و گداگر ہے۔ دریائے حیرت میں غرق ہوں سر سے پاؤں تک حسرت میں ڈوبا ہوا ہوں۔)

اور دیکھو! معراج کی شب سلطان الانبیاء تمام نبیوں کے شہنشاہ تمام اصفیا کے سرتاج صلی اللہ علیہ وسلم براق عظمت مآب، پر سوار ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغامبران علیہم السلام کی ارواح پاک کے جلو میں طَرِّقُوا طَرِّقُوا، ہٹو، بڑھو، راستہ صاف کرو کی صدا لگاتے ہوئے رواں دواں ہیں تمام روئے زمین کے خزانہ کی کنجیاں پیش خدمت کی جاتی ہیں اور کہا جاتا ہے جس طرح چاہیں صرف کریں کوئی حساب کتاب نہیں اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کے مرتبہ میں بھی میرے نزدیک کسی قسم کی کوئی کمی نہیں ہوگی۔ اور اس کے بعد؟ چند سیر جَو کے لئے ایک یہودی کے در پر بھیجا جاتا ہے کہ مجھے قرض اُدھار دیدو وہ یہودی جگر مبارک پر طعن کا یہ چرکا لگاتا ہے کہ آپ کے پاس نہ اونٹ ہے نہ بکریاں کوئی چیز بھی آپ کے پاس نہیں کہاں سے ادا کریں گے؟ اسی کو کہا ہے۔ ؎

گہ باکفِ پُر سیم و گہے درویشم ؏ گہ بادلِ پُر نشاط گہ دلریشم

گہ واپسِ جملہ خلق و گہ در پیشم ؏ من بوقلمونِ روزگار خویشم

(کبھی میری ہتھیلی سونے چاندی سے بھری ہے اور کبھی فقیر و نادار ہوں، کبھی میرا دل شادمانی سے لبریز کبھی زخمی و چور ہے کبھی سب سے پیچھے ہوں اور کبھی سب کا امام ہوں میں اپنے وقت کا عجوبہ ہوں۔)

جب اتنا کچھ معلوم ہوگیا تو چاہیئے کہ اعتراض کی زبان بند کرلیں سلامتی کی راہ اختیار کریں اگر نعمت دیں تو وہی صحیح کہ بیخ و محن میں ڈالیں تو وہی ٹھیک، صحیح و تندرست رکھیں تو درست، بیماری دیں تو بجا یہاں تک کہ اپنی بندگی پر ثابت قدم ہوجائے۔ جیسا کہ بیچارہ دنے کہا ہے۔ ؎

چہ کند بندہ کہ گردن نہ نہد فرماں را ؏ چہ کند گوئے کہ تن در ندہد چوگاں را

(بندہ اگر احکام کے آگے گردن نہ ڈالے تو کیا کرے۔ گیند بلّہ بازکے بلّے کے آگے اگر خود کو نہ ڈالدے تو کیا کرے)

المقدر کائن والہم فضل تقدیر میں جو ہو چکا ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا تو زیادہ غم کھانے اور فکر مند ہونیکا کیا فائدہ ہے۔

اے بھائی! کاتب نے کاغذ پر قاف لکھا تو وہ ہرگز کاف نہیں ہو سکتا اور جب "ک" لکھا تو وہ "ق" کبھی نہیں ہو سکتا ہے۔ ؎

ہرچہ استاد در نوشتہ براند　　طفل در مکتب آن تواند خواند

(استاد نے جو تختی لکھ کر دی ہے لڑکا مکتب میں وہی پڑھے گا)

اہلِ بصیرت، اربابِ معرفت کی نظر جب اس پر جاتی ہے تو کمر پکڑ کر بیٹھ جاتے ہیں کہ ازل میں تقدیر نے جس کو ابوجہل بنا دیا ہے وہ ہرگز ابوبکرؓ نہیں ہو سکتا۔ یہاں عقل کیا کام آسکتی ہے؟ اسی کو کہا ہے۔ ؎

عاشقاں سوئے حضرتش سرمست　　عقل در آستیں وجاں در دست
بے نیازیش را چہ کفر وچہ دیں　　بے زبانیش را چہ شک چہ یقیں

(عشاق، اس بارگاہ کی جانب عقل آستین میں اور جان ہتھیلی پر لئے ہوئے سرمست ہیں اس کی بے نیازی، بے پروائی کے آگے کیا کفر کیا دین اس کی خاموشی کے سامنے کیا شک اور کیا یقین؟)

اس سے زیادہ نہیں لکھا جا سکتا کہ قضا و قدر کے اسرار کا مسئلہ آگے آجاتا ہے اور حکم ہے اذا ذکر القدر فامسکوا "جب قضا و قدر کا تذکرہ آجائے تو خاموش ہو جاؤ"۔

والسلام

خاکسار شرف منیری

مکتوب ۸۰

کہنے کی بات کہنے اور نہ کہنے کی بات نہ کہنے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رُباعی ؎
چوں محرم اسرار شدی اندر کار　　راز یکہ نہانی ست نہانش میدار
بربند ہوا ز دل زباں از گفتار　　در محو خودی سعادت خود پندار

(جب تم اس کام کے محرم راز ہو گئے تو جو راز چھپا رہنے کا ہے اسے چھپا رہنے دو۔ نہ زبان سے آواز نکلے اور نہ دل سے خواہش کا اظہار ہو۔ اپنے آپ میں گم ہو جانے کو اپنی سعادت سمجھو۔)

اے بھائی! حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت اُمت کے علماء کو یہ ہے۔

کَلِّمُوا النَّاسَ مِمَّا يَعْرِفُوْنَ وَدَعُوْا مِمَّا يُنْكِرُوْنَ اَنْ يُكَذِّبَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

(لوگوں سے ایسی ہی باتیں کرو جسے وہ جانیں کہیں ان باتوں کو چھوڑ دو جس کا وہ انکار کریں کیا تم چاہتے ہو کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کریں۔) اس وصیت کی تنبیہ وہیبت اہل علم و ارباب معرفت کی جانوں پر وہ کرتی ہے جو کل قیامت کے دن دشمنوں کفاروں کی جان پر گزرے گی۔ علماء کے لئے یہ مناسب و لائق نہیں ہے کہ وہ جو کچھ جانتے ہیں وہ سب عوام میں کہدیں بہت ساری چیزیں ایسی ہیں کہ جس کا بیان عوام میں ہرگز لائق و مناسب نہیں کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ (باتیں لوگوں کی سمجھ کے مطابق کرو) کے کوتوال کی پہرہ داری ان لوگوں پر لگی ہوئی ہے علماء امت جو کچھ جانتے ہیں ان تمام امور و اسرار حقائق و دقایق کو اگر بیان کر دیں تو اصلاح سے زیادہ خرابی پیدا ہو جائے اور نفع سے زیادہ نقصان پہنچے۔ اگر سب کچھ بیان کر دینا جائز ہوتا تو مشائخ رضوان اللہ علیہم اپنے گفتگو اور بیان میں رمز و اشارات کو اختیار کرتے اور اپنی عبارتوں میں مخصوص اصطلاح نہ استعمال کرتے یہ سب ان لوگوں نے اس لئے کیا کہ جو کہنے کی چیز ہے وہ کہی جا سکے اور جو نہ کہنے کی باتیں ہیں وہ اسرار، پردہ کے اندر چھپی رہیں ان سب لوگوں کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ سب کچھ کہدینا لائق و مناسب ہوتا تو قرآن کریم میں حروف مقطعات نہ ہوتے چنانچہ کچھ متکلمین حروف مقطعات کے بارے میں کہتے ہیں کہ سِرٌّ بَيْنَ اللّٰهِ وَحَبِيْبِهٖ (یہ راز ہے اللہ اور اس کے حبیب کے درمیان) اور قوت القلوب میں ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے اَلْعُلُوْمُ ثَلَاثَةٌ عِلْمٌ ظَاهِرٌ وَعِلْمٌ بَاطِنٌ وَعِلْمٌ بَيْنَ اللّٰهِ وَعَبْدِهٖ (علوم تین ہیں علم ظاہر، علم باطن اور ایک علم اللہ اور اس کے بندہ کے درمیان ہے) تو وہ علم جو ظاہر ہے اسے اہلِ ظاہر سے کہنا چاہیئے اور جو علم باطن ہے وہ اہل باطن میں بیان کرنا چاہیئے اور وہ علم جو خدا اور اس کے بندہ کے درمیان خاص ہے وہ نہ اہلِ ظاہر کے سامنے اور نہ اہلِ باطن کے آگے کہنا چاہیئے اور اگر اس خاص علم کو کسی نے بیان کر دیا تو اس نے اللہ رب العزت کے اسرار کو کھولدیا اور سرِ ربوبیت کے اس افشا کرنے سے کفر کا فتویٰ لگ گیا مَنْ صَرَّحَ بِالتَّوْحِيْدِ فَقَتْلُهٗ اَوْلٰى مِنْ اِحْيَاءِ غَيْرِهٖ (جس نے توحید کے اسرار کھولدئے اس کا قتل کر دینا غیروں کے زندہ رہنے سے بہتر ہے) اس کے حق میں قتل ہونا نقد ہو گیا۔ جیسے بعضوں کے لئے اس معنی د

حقیقت کا استتار حاصل وقت ہے۔ چنانچہ کہا ہے۔

دیدی کہ سکر عشق رمزے حلاج بگفت ورفت بردار
بربند زباں کہ عاشقانش درعشق نمی خرند گفتار

(تم نے دیکھا کہ مستی میں منصور نے عشق کا ایک راز بیان کر دیا اور دار پر چلے گئے
زبان بند رکھو کہ اس کے عشاق عشق میں باتیں قبول نہیں کرتے)

اے بھائی! آخر یہ مثل مشہور ہے کہ "جوینده گوینده و یابنده گنگ" جب تک تلاش و جستجو میں ہے گفتگو بھی ہے اور جب پالیا تو گونگا ہوگیا اسی معنی کے اعتبار سے صُمٌّ بُکْمٌ عارفوں کی صفت ہے۔ سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے کسی کے سر کی کھوپڑی پڑی دیکھی اس سر میں لکھا تھا صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فرمایا یہ ہڈی کسی عارف کے سر کی معلوم ہوتی ہے اسی کو کہا ہے۔

اوعلم نمی شنید لب بربستم اوعقل نمی خرید دیوانہ شدم

(وہ علمی بحث و مباحثہ نہیں سنتا اس لئے لب بند کر لئے ہیں اس کے یہاں عقل نہیں پوچھی جاتی اس لئے دیوانہ ہوگیا ہوں)

جب حال یہ ہے تو پھر کہنے بولنے کی کہاں گنجائش اگر بولنا درست ہوتا تو لب بربستم و دیوانہ شدم نہیں کہتے۔ اگر کہنا درست ہوتا تو رات دن فصیح عبارت میں لاتے اور سینکڑوں عنوان سے بیان کیا کرتے یقیناً یہ لوگ سب کچھ یعنی دریا کا دریا گھونٹ جاتے ہیں اور ایک سانس یعنی ایک لفظ بھی باہر نہیں آنے دیتے۔

مرداں ہزار دریا خورند و تشنہ رفتند تو از چہ مست گشتی چوں جرعہ نخوردی

(یہ مردان خدا ہزاروں دریا حلق کے نیچے اتارے ہوئے ہوتے ہیں پھر بھی پیاسے ہی جاتے ہیں
تو نے جب کہ ایک چلو بھی نہیں پی ہے مست کیسے ہوگیا ہے۔)

رُباعی۔ دانی کہ چرا اہل صفا خاموشند درکتۂ دل بمحو خودی کوشند
مئے از کف دوست ہر نفسی می نوشند سر میبازند و سرّ حق می پوشند

(جانتے ہو صوفیان با صفا کیوں خاموش رہتے ہیں دل کے اسرار میں خود کو گم کرنے کی کوشش میں رہتے ہیں
ہر لمحہ محبوب کے ہاتھ سے شراب کا جام پیتے رہتے ہیں سر کی بازی لگا دیتے ہیں لیکن حق تعالیٰ کا راز چھپاتے ہیں)

اور اس جماعت کے لوگوں کے بارے میں آیا ہے کہ کچھ ایسی باتیں وہ بول گئے ہیں۔ ان کی یہ باتیں غلبۂ حال جذب و مستی میں ان سے صادر ہوئی ہیں اس میں خود یہ لوگ معذور ہیں کہ اَلْعُشَّاقُ

لَا یُوَاخَذُ دِیْنُ بِمَا صَدَرَ مِنْهُمْ (عاشقوں سے جو صادر ہو جائے اس پر ان کی پکڑ نہیں) اس لئے کہ عاشقوں سے جو ہو جاتا ہے وہ اضطراری ہوتا ہے اختیاری نہیں جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

تعنہ دیوانگاں آزادگی است — جملہ گستاخی و کار افتادگی است

کار عاشق اضطراری اُوفتد — واں ز فرط دوستداری اُوفتد

آنچہ فارغ می بگوید بے دلے — کے تواند گفت ہرگز عاقلے

عاقلاں را شرع تکلیف آمدہ ست — بے دلاں را عشق تشریف آمدہ ست

(دیوانوں کے قصے آزادروی کے ہیں ان کی باتیں یونہیں گستاخی کی ہوتی ہیں۔ عاشقوں کے کام اضطراری ہوتے ہیں اور وہ فرط محبت میں ہوجاتے ہیں وہ جو آزاد ہے بے دل یعنی دیوانہ ہے وہ کہہ سکتا ہے۔ ان باتوں کو عقل والے کیسے کہہ سکتے ہیں۔ عقل والوں کے لئے شرع کی ذمہ داریاں آئی ہیں دیوانوں کے لئے عشق کا شرف و اعزاز آیا ہے)

اس بیان سے غرض یہ تھی کہ کہنے سننے سے کچھ نہیں کھلتا ہے۔ بیچے اگر بڑے، بزرگوں کی باتیں سن کر یاد کرلیں اور بیان کریں تو کیا فائدہ کہنے والے ہیں جب تک بزرگوں کی بزرگی نہ ہو اس وقت تک کہنے کا کوئی فائدہ نہیں اور نہ کوئی غرض اس سے حاصل ہوگی۔ اسی کی طرف یہ اشارہ ہے۔ ؎

در بتکدہ در آ و بنشیں — بر بند بروئے خرقہ زُنّار

(آؤ، بتکدہ میں آکر بیٹھ جاؤ اور خرقہ کے اُوپر زُنّار باندھ لو)

تو صاحبِ عقل وہ ہوگا جو کام میں مشغول رہے نہ یہ کہ تقریر و بیان میں لگا رہے اس لئے کہ کام عمل سے بنے گا گفتگو اور چرب بیانی سے نہیں۔ ؎

کار کُن کار بگذر از گفتار — کاندریں راہ کار دارد کار

(عمل کرو عمل، تقریر و بیان چھوڑ دو کیوں کہ اس راہ میں عمل سے کام ہے)

آدمی راہ چلنے سے منزل پر پہنچتا ہے یا صرف بیان کرنے سے؟ لب بند کرلو اور اپنے دردِ طلب کی دوا آپ بن جاؤ اور اپنا ماتم کرو ابھی فرصت ہے غنیمت جانو ورنہ اس دنیا سے اس حال میں جانا سخت مشکل ہے غم و اندوہ و فکر کرنے اور اپنا علاج اپنی اصلاح کر لینے کی جگہ یہیں ہے اس سے آگے نہیں اور کہیں نہیں اسی کو کہا ہے۔ ؎

درد را دارو کجا خواہیم کرد — عمر شد ماتم کجا خواہیم کرد

گر عدد گر دد اعدکارے بود — ورنہ بیشک رنج بسیارے بود

(درد کا مداوا کہاں جاکر کروں گا غم ختم ہونے کو آئی اب غم و رنج سے کیا ہوتا ہے۔ اگر تعدد دوئی ختم ہوکر توحید حاصل ہوجائے تو البتہ کام بن جائے اگر ایسا نہ ہوا تو بے انتہا مصیبتوں کا سامنا ہوگا)

یہ ساری ملامتیں اور لغزشیں اپنے اوپر کرتا ہوں کسی دوسرے پر نہیں اور اس طور پر خود اپنے رنج و افسوس کا اظہار کرتا ہوں اس سے مرا مقصود دوسروں کو وعظ و نصیحت کرنا نہیں ہے ہزاروں ایسے آدمیوں کی ضرورت ہے جو خود مجھے پند و نصیحت کریں اور میرے حال پر افسوس کریں وہ شخص جو خود اس حالت میں گرفتار ہو جس کا حال ایسا پریشان اور زار ہو اس کا کام خود ہی بہت اہم ہے اپنے اہم کام کو ترک کرکے غیر اہم کام میں مشغول ہونا جنون نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ بداقبال خود اس بلا میں گرفتار ہے اگر حق سبحانہ تعالٰی کا فضل اس کی رحمت اتنے بڑے گنہگار جفا کار کی دستگیری فرمائے اور اس کا کرم اس خراب و خستہ کو قبول کرلے تو امید نجات ہے ورنہ کیا یہ بداقبال اور کیا فرعون و ابوجہل۔ یہی وہ مقام ہے کہ جہاں نالہ و فریاد گریہ و زاری کی ضرورت ہوتی ہے۔ خواجہ عطار کی جان پر رحمت کہ انہوں نے کہا ہے۔ سے

(۱) یارب از دستم زبانم باز خر — دست در نہ وز جہانم باز خر

(۲) مستم و بیہوش ہوشیاریم دہ — خفتہ ام بے خویش بیداریم دہ

(۳) خالقا گر اہل عادت بودہ ام — بارے آخر در شہادت بودہ ام

(۴) در بباد جہل دادم روزگار — تو زعفوت در پذیر و در گذار

(۵) گر نخواہد خواست عذرم ہیچ کس — عذر خواہ جرم من عفوے تو بس

(۶) گر در آید یک نسیم از سوے تو — پائے کوباں جاں دہم در کوے تو

(۱) (اے پروردگار مجھے میرے ہاتھ اور زبان کی برائیوں سے نکال کر پھر اپنا بنا لیجئے۔ میری دستگیری فرمایئے مجھے دنیا اور دنیا والوں سے نجات دلوا کر پھر اپنا غلام بنا لیجئے۔)

(۲) (گناہوں میں مست و بیہوش ہوں مجھے ہوش میں لایئے اپنے نتیجے سے بے خبر سویا ہوا ہوں مجھے جگا دیجئے۔)

(۳) (اے میرے خالق! اگرچہ میں اہل رسم و عادت ہوگیا ہوں پھر بھی میں کلمۂ شہادت پڑھتا ہوں۔)

(۴) (اگرچہ میں نے اپنی زندگی کے اوقات جہالت کی آندھی میں اڑا دیئے آپ اپنے عفو و کرم سے بخش دیجئے اور قبول کر لیجئے)

(۵) (اگر کوئی شخص میرے گناہوں کی معذرت چاہنے والا نہیں ہے تو میرے جرم کی عذرخواہی کے لئے آپ کا عفو و کرم ہی کافی ہے)

(۶) (آپ کی جانب سے رحمت کی ہوا کا ایک جھونکا آجائے تو میں رقص کرتے ہوئے آپ کے کوچہ میں آکر جان دیدوں۔)

یہ برادر عزیز کے مطالعہ کے لئے بھیج رہا ہوں ایسا نہیں ہے کہ یہ آپ ہی کے لئے لکھا گیا ہے کسی

اور طرح کا گمان نہ کرنا اگر درماندہ لوگوں کے قصہ پڑھنے سے اہل درد کو فائدہ ہوتا ہے تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔ عبرت کرنے والے کافروں کے کاروبار سے فائدہ حاصل کرتے ہیں اگر کسی درماندہ حال مومن کے حال واحوال سے فائدہ اٹھائیں تو اس میں تعجب نہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

بر درخت بقائے روحانی   از رہ کفر در مسلمانی

(روحانی بقا کے درخت پر کافروں کے کاروبار سے عبرت حاصل کرکے سلمانی میں آئے ہیں)

اور اگر حیرانی و پریشانی کے قصہ سے کسی کو فائدہ حاصل ہو تو یہ محال نہیں ہے حق سبحانہ تعالےٰ کے طالبوں میں ایسی بہت سی مثالیں ہیں۔ ؎

یقین میداں کہ شیران شکاری   دریں رہ خواستند از مور یاری

(یقین کرو شکاری شیروں نے اس راہ میں چیونٹیوں سے مدد لی ہے)

جناب سلیمان پیغامبر علیہ السلام نبوت کی اس جلالت اور بادشاہت کی عظمت کے باوجود چیونٹی کے سوراخ کے پاس چالیس روز تک بھوکے پیاسے بیٹھے رہے کہ ربوبیت کے اسرار میں سے ایک راز معلوم کریں۔ چنانچہ یہ قصہ مشہور و معروف ہے۔

❋

والسلام

فقیر شرف منیری

مکتوب ۸۱

بنی آدم کی فضیلت اور خداوند عالم کے ساتھ عشق میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے بھائی! اس جماعت صوفیہ کے مذہب کے احکام ان کی تصنیفات اور ان کی کتابوں کا مطالعہ سالہا سال تک بار بار کیا جاتا رہا ہے، مشائخ طریقت کا اجماع اور علماء شریعت کا اتفاق اس پر ہے کہ کوئی ایسا شخص جو کسی بلند مقام پر پہنچا ہوا ہو یا عالی مرتبہ پر فائز ہو اور علم و معرفت سے آراستہ و مزین ہو ملک و ملکوت عالم ظاہر و باطن اس پر کھلے ہوئے ہوں اگر وہ پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا مقلد نہ ہو اور حضور کی شریعت سے ہاتھ کھینچے ہوئے ہو تو وہ اباحت (ناجائز کو جائز کرنے) کے جنگل میں ہلاک ہوگا یا حلول و اتحاد کے صحرا میں گر کر مرے گا اور اپنا دین ضائع و برباد کر دے گا۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

ہر کہ در راہِ محمدؐ رہ نیافت　　تا ابد گردی ازیں درگہ نیافت

دولت آنجا جوئی و دیں آنجا طلب　　مرجعِ اہلِ یقیں آنجا طلب

(جس شخص نے حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں راہ نہیں پائی ابد تک ہمیشہ ٹکر لگاتا رہا اس بارگاہ کو کچھ نہ پایا دولت حضورؐ کی بارگاہ میں تلاش کرو اور دین وہیں سے لو وہ بارگاہ جو اہلِ یقین کا مرجع ہے وہیں سے سب کچھ مانگو)

چنانچہ کچھ نادانوں نے توحید کے حصول کے خیال سے بغیر کسی معتمد اور پیشوائے کامل اور بلا واقف کار راہبر کے محض اپنے عقلِ ناقص اور سقیم رائے اور شیطان کے درغلوں سے مغرور ہوکر بزعم باطل اس خونخوار جنگل میں خود کو ڈال دیا اور دین کو ضائع کر دیا ہے۔ خواجہ عطار کی جان پر رحمت ہو کہا ہے۔ ؎

(۱) پیرِ رہ کبریتِ احمر آمدہ است　　سینۂ او بحرِ اخضر آمدہ است

(۲) راہ دور است و پر آفت اے پسر　　راہ رو را می بباید راہبر

(۳) گر تو بے رہبر فرو آئی براہ　　گر ہمہ کوہی فرو رفتی بچاہ

(۴) گر ترا درد است پیر آمد پدید　　قفلِ درد ت را کلید آمد پدید

(۵) کور ہرگز کے تواند رفت راست　　بے عصا کش کور را رفتن خطاست

(۱) (پیران راہ کبریت احمر نایاب ہوگئے ہیں ان کا سینہ سبز سمندر ہے۔)

(۲) (اے لڑکے! راہ لمبی اور دراز ہے اس راہ کے چلنے والے کو ایک راہ بتلانیوالا چاہیئے)

(۳) (اگر تو بغیر کسی راہبر کے اس راہ میں قدم رکھے گا اگرچہ تو پہاڑ جیسا جسیم ہو کنواں میں گر پڑے گا)

(۴) (اگر تجھے درد طلب ہے اور کوئی پیر مل جائے تو تیرے درد کے تالا کی کنجی تجھے مل گئی۔)

(۵) (اندھا راہ پر کب سیدھا چل سکتا ہے اندھے کے لئے بغیر لاٹھی پکڑ کر چلانے والے کے چلنا ہی غلطی ہے)

اے بھائی! باوجود اس کے کہ لا الہ الا اللہ حقیقت ہے محمد رسول اللہ شریعت ہے۔ کیا کہتے ہو؟ اگر کوئی شخص ایک ہزار سال تک لا الہ الا اللہ کہتا رہے محمد رسول اللہ نہ کہے تو وہ مسلمان ہے؟ ہرگز مسلمان نہیں ہوتا۔ اور اس کا ایمان درست نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہودی و نصرانی بھی مسلمان ہوتے اس لئے کہ یہ لوگ لا الہ الا اللہ کہتے ہیں تو جس طرح بغیر محمد رسول اللہ کا اقرار کئے ہوئے ایمان نہیں ہوتا اسی طرح حضور کی شریعت کے بغیر دین اسلام نہیں ہوتا ہے چنانچہ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ ؎

(۱) چوں تو بیماری ز ہوا و ہوس　　رحمۃ العالمین طبیب تو بس

(۲) او دلیل تو بس تو راہ مجوئی　　او زبان تو بس تو یاد اگوئی

(۳) شرح او روح عقل روحانی ست — رائے تو یار دیو نفسانی ست

(۴) سوئے حق بے رکاب مصطفوی — نرود پایت ار بسے بددی

(۵) خاک او باش بادشاہی کن — آن او باش ہرچہ خواہی کن

(۶) ہرکہ چوں خاک نیست بر در او — گر فرشتہ است خاک بر سر او

(۱) جب کہ تو اپنی خواہشات و ہوس کا مریض ہے تو تیرے لئے رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم ہی طبیب کافی ہیں۔

(۲) آپ کا اسوہ حسنہ ہی تیرے لئے مشعل راہ ہے آپ کا فرمان ہی تیرے لئے کافی ہے زیادہ گفتگو نہ کر۔

(۳) آپ کی تشریح عقل کی روح اور روحانیت ہو۔ تیری اپنی رائے نفس کے شیطان و دیو کا رفیق ہے۔

(۴) حضور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب تھامے بغیر حق سبحانہٗ کی راہ کی طرف تمہارے قدم نہیں بڑھ سکتے لاکھ دوڑ لگاتے رہو۔

(۵) آپ کے در کی خاک بن جاؤ اور بادشاہی کرو آپ کی اُمت کہلانے کے لائق ہو جاؤ پھر جو چاہو کرتے رہو۔

(۶) جو آپ کے در اقدس پر خاک نہیں ہوا اگر وہ فرشتہ صفت ہے یا فرشتہ ہی ہے اس کے سر پر خاک۔

اے بھائی! جب تک علم و عقل باقی ہے شرع کی ذمہ داریاں بھی باقی ہیں مشائخ اور علماء رضوان اللہ علیہم کا اس پر اجماع و اتفاق ہے کہ وہ دین اسلام سے خارج ہے لیکن ہاں اگر علم و عقل سے بالاتر ہے ایسے سے کوئی کام صادر ہو یا کوئی حال ظاہر ہو کہ جس کو عشق کے اطوار کہتے ہیں وہ اللہ کی دین و عطاہے کسبی نہیں ہے جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

دردا یشاں نیست از کسب و عطاست — کے شود در دچنیں از کسب راست

عقل فرماں کشیدنی باشد — عشق ایماں چشیدنی باشد

(ان لوگوں کا درد کسبی نہیں ہے یہ اللہ کی دین و عطاہے ایسا درد کسب و کمائی سے کب حاصل ہوتا ہے عقل احکام کی بجا آوری جانتی ہے عشق ایمان کے ذائقہ و مزہ کو جانتا ہے۔)

اسی سے کہتے ہیں اَلْعِشْقُ جُنُوْنُ اِلٰہِی (عشق اللہ کی محبت کا جنون ہے) تو عقل والوں پر جو ذمہ داریاں ہیں وہ دیوانہ پر نہیں ہوتی اور ہوش والوں سے دیوانگی کا صدور نہیں ہوتا جیسے دیوانہ سے ہوش کی باتیں نہیں ہوتیں۔ تو ایسا شخص معذور ہوتا ہے کیوں کہ عاشق لامحالہ دیوانہ ہوتا ہے اور دیوانہ کا جسم مخاطب نہیں ہے چنانچہ تفسیر امام زاہد میں اور بھی دوسری کتابوں میں یہ مسئلہ صراحت کے ساتھ بیان ہوا ہے تو اس عالم میں جو حال اس پر گذرتا ہے اسے وہی جانتا ہے اور اسی حال کا پتہ دیتا ہے۔ ؎

عاقلاں را شرع تکلیف آمد است　　بیدلاں را عشق تشریف آمدہ است
دردِ عشق آمد دوائے ہر دلے　　حل نہ شد بے عشق ہرگز مشکلے

(عقل والوں کے لئے شرع کی ذمہ داریاں آئی ہیں دل والوں کے لئے عشق کی بندگی اور اُس کا شرف آیا ہے عشق کا درد ہر دل کی دوا بن کر آیا ہے بغیر عشق کے کوئی مشکل حل نہ ہوئی)

تو خداوند تعالیٰ اور اس کے دیوانے عاشقوں کے درمیان وہ معاملہ ہوتا ہے جو ہوتا ہے اور وہ راز و اسرار ہوتا ہے جو ہوتا ہے اگرچہ شرع کے خلاف معلوم ہوتا ہو۔ چنانچہ کہا ہے۔ ؎

سِرّ لیست مرا باتو کہ کس محرم آں نیست　　گر سر برود سِرّ تو باکس نکشایم

(مجھے آپ کے ساتھ ایک ایسا راز ہے کہ کوئی بھی اس کا محرم نہیں سر قلم ہو جائے جب بھی آپکا وہ راز ہم نہیں کھولیں گے)

مکتوب میں اختصار کیا گیا ہے تاہم یہ امید ہے کہ استعداد والوں کو غور و فکر کرنے سے کافی فائدہ حاصل ہوگا انشاء اللہ۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ عَنِ الذَّلَلِ وَالْخَلَلِ وَاَقُوْلُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (اے اللہ میں توبہ کرتا ہوں گمراہیوں اور نقصان کی باتوں سے اور اقرار کرتا ہوں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا) اور دوسرے لوگ جو اس درد سے خالی ہیں اور اُن کا یہ حال نہیں ہے انہیں اس راہ میں آنا اور فضول گفتگو کرنا کہ میں عاشق ہوں یا اہل وحدت ہوں ان کی یہ بکواس دینِ اسلام سے قدم باہر نکالنا ہے نعوذ باللہ منہا اللہ اس سے اپنے پناہ میں رکھے۔ اسی کی جانب یہ اشارہ ہے۔ ؎

کفر کافر را و دیں دیندار را　　ذرۂ دردت دل عطار را
ذرۂ درد خدا در دل ترا　　بہتر از ہر دو جہاں حاصل ترا

(کفر کافر کے لئے دین دینداروں کے لئے عطار کے دل کو آپ کے درد کا ایک ذرہ ہی چاہیئے۔ خداوند تعالیٰ کے درد کا ایک ذرہ اگر تیرے دل میں ہے تو دونوں جہاں سے تیری یہ پونجی بہتر ہے۔)

آج ہر نا اہل فضول بکواس کرتا ہے کہ عشق کی حقیقت یہ ہے اہل وحدت ایسے ہیں اہل وجد ایسے ہوتے ہیں اور حال یہ ہے کہ انہیں نہ عشق کی خبر ہے اور نہ اہل وحدت کی اور نہ اہل وجد کی۔ اے بھائی! یہ کام فضولیوں نا اہلوں کے نہیں ہیں اور نہ یہ کام وہ ہے کہ دس جزو کاغذ میں تم نے مسئلہ طلاق و عتاق پڑھ لیا ہے اور بس یہ علم ہی دوسرا ہے اور اس جماعت کے لوگ ہی دوسرے ہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

ایں ہمہ علم جسم مختصر است　　علم رفتن براہ حق دگر است

طعمۂ کاں پاکبازاں رادہند | ہرگز آں کے تو نیازاں رادہند
حرف کو کا غذے سیاہ کند | دل چو تیرہ ست کے چو ماہ کند
اہل دل را ذوق وفہم دیگر ست | کاں زفہم ہر دو عالم برتراست
ہر کراآں فہم در کار افگند | خولیش را دریائے اسرار افگند

دیہ تمام علم ظاہر کے ہیں خدا کی راہ میں چلنے کا علم ہی کچھ اور ہے۔

غذا کا وہ لقمہ جو پاکبازوں کو دیتے ہیں وہ نئے نیاز مندوں کو کب دیتے ہیں۔

حرف تو کا غذ کو سیاہ کرتا ہے دل جو تاریک ہے اسے کہاں ماہِ تاباں بنا تا ہے۔

دل والوں کے ذوق وفہم ہی دوسرے ہوتے ہیں ان کی یہ سمجھ دونوں عالم کے لوگوں سے بالا تر ہے۔

یہ فہم جس کے کام میں آگئی اس نے اسرار کے سمندر میں خود کو ڈال دیا۔

والسلام

فقیر شرف منیری

❋

مکتوب ۸۲

خداوند تعالےٰ کے افعال و احکام کسی علّت کے معلول ہیں یا اس سے پاک ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کاتب مکتوب شرف یحییٰ منیری کا سلام ودعا مطالعہ کریں

خوب دلنشیں کرلیں۔ آپ کا خط ملا مضمون سے آگاہی ہوئی۔ سوال کیا گیا ہے کہ خداوند تعالےٰ کے افعال اور احکام کسی علت کے معلول ہیں یا کسی علت کے معلول نہیں ہیں؟

اے بھائی: اس مسئلہ کا تعلق علم کلام سے ہے اس کی اصل علمِ کلام ہی میں ہے۔ خداوند تعالےٰ کے افعال میں علمار کے درمیان اختلاف ہے اور اس مسئلہ میں علمار کے یہاں بڑی لمبی بحثیں آئی ہیں وہ بحث جو علماء نے کی ہیں وہ سب کتابوں میں درج ہیں؟ وہاں دیکھنے سے یہ مسئلہ واضح ہو جائیگا۔

لیکن برادر عزیز نے سوال کے طور پر لکھا ہے اور جواب مانگا ہے تو اختصار کے ساتھ جتنا لکھا جا سکتا ہے لکھ رہا ہوں۔ وَاللّٰہُ یَعْصِمُنَا مِنَ الزَّلَلِ وَالْخَلَلِ برحمتہ (اللہ ہمیں بچائے رکھے گمراہی اور غلطیوں سے اپنی رحمت سے)

تم جانو! علماء کے درمیان بنیادی مسئلہ، حقیقی سوال، یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کے کام اور اس کے احکام کسی چیز کے ساتھ معلل ہیں یا نہیں۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ بندوں کی مصلحتوں کے ساتھ یہ معلل ہیں اور کچھ لوگوں کی رائے ہے کہ خداوند تعالیٰ کے کام اور احکام کسی علت کی معلل نہیں ہیں (یعنی یہ ہوگا تب ہی یہ ہوگا) اور دونوں فریق اس اصل مسئلہ میں مضبوط دلیلیں اور براہین پیش کرتے ہیں۔ غرض یہ کہ جو یہ کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ کے کام و احکام کسی چیز کے معلل نہیں ہیں انکا کہنا ہے کہ خدا کی خدائی اس کی مشیت پر ہے عقل کی قیاس پر نہیں تو جو خداوند تعالیٰ کے افعال کو بندوں کے کاموں پر قیاس کرتا ہے اسے کہنا ہوگا کہ جو فعل بندوں کی جانب سے برے ہیں خدا کی جانب سے بھی برے ہوں گے اور مخلوق سے جو فعل نیک اور مستحسن ہیں وہ خداوند تعالیٰ سے بھی نیک و مستحسن ہوں گے۔ ایسے لوگ اصحاب تشبیہ ہیں (خدا اور اس کے افعال کو مشابہت دینے والے) اور خداوند تعالیٰ منزہ و مقدس ہے تشبیہ کا مستحق نہیں ہے تو اس قول کے قائل کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اس کی الوہیت کے آگے یہ سوال نہیں اٹھتا کہ کیسے کیا اور کیوں کیا۔ یہ بات تو اس پر عاید ہوتی ہے کہ جس کا کام اجر و منفعت کے لئے ہوتا ہے یا نقصان کے دفع و ازالہ کے لئے ہوتا ہے۔ خداوند تعالیٰ کے کام منفعت و مضرت سے پاک، صاف منزہ و مقدس ہیں۔

اور جو یہ کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ کے کام اور اس کے احکام بندوں کی مصلحتوں کی رعایت سے معلول ہیں اس لئے کہ خداوند تعالیٰ جو قادر ہے علیم ہے حکیم ہے اس کا فعل اگر غرض سے خالی ہو تو عبث (فضول و بیکار) ہوگا اور اس کے کسی فعل کا عبث ہونا خداوند تعالیٰ کے لئے محال ہے تو لازماً چاہیئے کہ اس کام میں کوئی غرض ہو لیکن اس غرض کا لگاؤ اس کا تعلق بندوں سے ہو خداوند تعالیٰ سے نہیں اس رو سے فعل کمال کا منافی (مخالف) نہیں ہے تو اس قول پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عالم کے پیدا کرنے میں خداوند تعالیٰ کی حکمت کیا ہے یعنی اس میں اللہ کی غرض کیا تھی اس کے جواب میں یوں کہتے ہیں جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ خداوند تعالیٰ کے کام غرض و فائدہ سے خالی ہوتے ہیں اور اس غرض و حاجت کا تعلق و لگاؤ بندوں سے ہوتا ہے اس غرض و معنی کا تعلق اس کی نسبت خدا کے ساتھ نہیں ہے جیسا کہ اس نے کہا ہے کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ (میں تھا ایک چھپا ہوا خزانہ مجھے پسند آیا کہ میں پہچانا جاؤں) یہ غرض تھی کہ بندگان اس کو

پہچانیں تو پہچان کی غرض اس کا فائدہ بندوں کی طرف لوٹے گا نہ کہ خدا کی طرف اور اس بحث کے آخر میں کتابوں میں جو درج ہے وہ اس مسئلہ میں یوں ہے کہ خداوند تعالےٰ قادر ہے علیم ہے حکیم ہے اور اس کے لئے فعل اور فعل کا ترک دونوں ہے تو فعل اور ترک میں اختیار فرمانا دونوں طرف سے ہر طور پر اولیٰ ہوتا ہے اس لئے کہ بغیر کسی حاجت اور ضرورت کے اولیٰ کا ترک قادر، علیم و حکیم سے اس کی صفات کمالیہ کا نقص ہوتا ہے اور اللہ تعالےٰ کی صفات کے لئے نقص محال ہے۔ اور اس اولیٰ ا لویت کا لگاؤ بھی خداوند تعالےٰ کی طرف نہیں ہوتا ہے بلکہ بندوں کی طرف اس کی نسبت ہوتی ہے یا نفس امر میں ہو گی اس جہت سے اور اس بنا پر فعل کمال کا منافی نہیں بلکہ عین کمال ہے تو پہچاننے کی غرض اور اس کا فائدہ بندہ کی جانب ہوگا۔ نہ کہ خداوند تعالےٰ کی طرف چنانچہ اس مسلک والے دوسرے گروہ کے لوگ کفر و معصیت کے پیدا کرنے کی وجہ میں بھی یہی بیان کرتے ہیں واللہ اعلم اللہ بہتر جانتا ہے۔

لیکن حضرت عین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ نے جو اپنی "زبدہ" میں بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ شاید تمہارے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ خداوند جل و علا نے خلق کو کیوں پیدا کیا، کیا اپنی کسی غرض کے لئے؟ اللہ کے لئے یہ محال ہے کہ اسے کوئی غرض ہو یا بغیر کسی غرض و فائدہ کے یہ بھی محال ہے یا محض اپنے قاعدہ اور عادت کے طور پر تو اللہ اس صفت سے بھی متصف نہیں ہے تو تم یقین کرو یہ ایک ایسا سوال ہے کہ اکثر و بیشتر علماء یہاں حیرت میں ہیں۔ اور یہ اندیشہ جناب داؤد علیہ السلام کے دل میں بھی پیدا ہوا تھا چنانچہ انہوں نے عرض کیا یَا رَبِّ لِمَ خَلَقْتَ الْخَلْقَ فَقَالَ کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ (اے میرے رب تو نے مخلوق کو کیوں پیدا کیا؟ جواب ملا میں ایک کنز مخفی تھا مجھے محبوب ہوا کہ میں پہچانا جاؤں) تو موجودات کے ایجاد کی غرض یہ ہوئی کہ جس کا کنایہ کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ سے کیا ہے اس کے ادراک کا تصور سوائے عا... کے اور کسی کو نہیں ہوتا ہے۔ اس تقریر کے بعد اتنا جان لینا ضروری ہے کہ موجودات کو ایجاد کرنا ذات واجب الوجود کی ایک صفت ہے اور یہ صفت ضروریۃ الوجود (یعنی لازمی) ہے جیسے کہ قدم قدیم ہونا اس کی صفت ہے جو ضروریۃ الوجود (لازمی) ہے جس طرح واجب الوجود کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ قدیم نہ ہو اسی طرح ذات واجب الوجود کے لئے یہ بھی جائز نہیں ہے کہ وہ موجد نہ ہو تو اس قول کے قائل کا یہ کہنا کہ کیوں اور کیسے موجد ہے یہ ایسا ہی ہے کہ وہ کیوں قدیم ہے تو اس کا جواب ہوگا کہ اگر وہ قدیم نہیں ہوگا تو واجب بھی نہیں ہوگا اور اگر موجد نہیں ہوگا جب بھی واجب نہ ہوگا تو ہر شخص کے لئے اس کے وجود کو ماننے کے سوا چارہ نہیں ہے کہ اس کو کہنا ہے کہ ایجاد اس کی صفت ضروریۃ الوجود (لازمی) ہے جیسے قدم ضروریۃ الوجود (لازمی) ہے واللہ اعلم۔

والسلام

مکتوب ۸۳

دنیا کے ترک کرنے اور عقبیٰ کی جانب مائل ہونے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حال دنیا را بپرسیدم من از فرزانہ ٭ گفت یا بادیست یا خوابیست یا افسانۂ

باز گفتم حال آنکس گو کہ دل دروے ببست ٭ گفت یا دیویست یا غولیست یا دیوانۂ

(دنیا کا حال میں نے ایک زیرک ہوشمند سے پوچھا انہوں نے کہا یہ دنیا ہوا ہے یا خواب ہے یا افسانہ ہے۔

پھر پوچھا اس شخص کا حال بتایئے جس نے دنیا سے دل لگا رکھا ہے انہوں نے جواب دیا۔ ایسا شخص دیو ہے شیطان ہے یا دیوانہ ہے۔)

اے بھائی! بہشت جو اللہ کی ایک مخلوق ہے اس کو دنیاداری کے ساتھ پا نہیں سکتے تو خالق بہشت کو دنیا کے ساتھ کیسے پا سکتے ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

گر ترا دیں باید از دنیا مناز ٭ ہر دو باہم راست ناید کژ مباز

(اگر تمہیں دین کی طلب ہے تو دنیا پر نازاں ہو اس کی خواہش نہ کرو دین و دنیا یہ دونوں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے تم کجروی نہ کرو)

اسی لئے ہے کہ ترک الدنیا راس کل عبادۃ (دنیا کا ترک تمام عبادتوں کا سرچشمہ ہے) جب کہ دنیا مخلوق اور حق سبحانہ تعالیٰ کے درمیان حجاب ہے تو اس پر لعنت کا داغ دیدیا گیا ہے الدنیا ملعونۃ وما فیھا (دنیا اور دنیا کے اندر جو کچھ ہے سب ملعون ہے) لیکن یہاں ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے کہ روزمرہ کے خرچ کے مقدار میں اسباب دنیا کا ہونا ملعون نہیں ہے اور کفاف یعنی روزمرہ کے اخراجات سے زیادہ ہونا جو حسنات و خیرات بھلائی اور نیک کاموں میں صرف ہو وہ بھی ملعون نہیں ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

نیست دنیا بد اگر کارے کنی ٭ بد شود گر عزم دنیارے کنی

(دنیا بری نہیں ہے اگر اس سے نیک کام کئے جائیں بری وہ اس وقت ہو جاتی ہے جب دولت کمانے اور روپیہ جمع کرنے کی نیت ہو)

اور اگر دنیا کسی کی جانب مائل ہوا سے حاصل ہو جائے اور اس کو نفس کی خواہشات ناز و نعمت میں بسر کرے اور نفسانی شہوت و لذت میں صرف کرے یا اس کے لئے اسے رکھ چھوڑے تو یہ سب ملعون ہو گا۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

گر دلت آگہ زمعنی آمدہ است　　کار دینت ترک دنیا آمدہ است

(اگر تمہارا دل اس حقیقت سے آگاہ ہے تو تمہارے دین کا کام دنیا ترک کرنے میں ہے)

اے بھائی! خداوند تعالےٰ کی نظر بندہ کے دل پر رہتی ہے اس کے ظاہر پر نہیں۔ کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلَا اِلٰی اَعْمَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ (بلاشبہ اللہ کی نظر نہ تمہاری صورتوں پر ہوتی ہے اور نہ تمہارے اعمال پر اس کی نگاہ تو تمہارے دلوں پر رہتی ہے) تو اگر بندہ کا ظاہر کسی معذوری سے دنیا کی مشغولیتوں میں ملوث ہو تو اسے چاہیئے کہ دل جو اللہ کی نظر گاہ ہے اس کو دنیا کی محبت سے خالی رکھے کہ دنیا کی محبت دل کی آنکھ کا پردہ ہے اور جب دل ہی اندھا ہو گیا تو آخرت کے احوال بھی اس سے پوشیدہ ہو گئے چنانچہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغامبران علیہم السلام آئے اور سب کے سب یہی کہتے رہے حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ (دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے) تو دل میں دنیا کی محبت بری ہے اگر اس کی محبت دل کے اندر نہیں ہے تو سارا عالم اس کے تحت تصرف میں ہوا اور اس کی ملک میں ہو تو بھی اس میں کوئی ڈر کی بات نہیں۔ کیا یہ نہیں دیکھا کہ جناب سلیمان پیغامبر علیہ السلام کی ملک سارا عالم بلا شرکت غیرے تھا جب اس کی محبت آپ کے دل مبارک میں نہ تھی تو یہ ایسا تھا کہ گویا دنیا اور اس کی ملکیت تھی ہی نہیں اور اگر کوئی تمام تارک الدنیا زاہدوں کا سردار ہو۔ اور کسی کا ہاتھ دنیا سے بالکل خالی ہو لیکن اس کے دل میں دنیا کی طلب اور اس کی محبت ہو تو یہ ایسا ہے کہ گویا وہ بالکل دنیا کے ساتھ ہے محبت اور اس کی خواہش و طلب کی بنا پر۔ اور ہر وہ دل جس میں دنیا کی محبت اور اس کی طلب نے گھر کر لیا ہے وہ ویران و برباد ہے۔ اور ویران گھر ہمارے تمہارے رہنے کے لائق نہیں ہوتا تو خراب و ویران دل حق سبحانہٗ تعالےٰ کے رہنے کے لائق کیسے ہو سکتا ہے۔ اس شعر میں اشارہ اسی طرف ہے۔

آنچہ آدم را ز گندم اوفتاد　　عقل را از نفس ہر دم اوفتاد

(آدمؑ کی جان پر گیہوں کھانے سے جو تکلیف پہنچی نفس کی تابعداری کرنے سے عقل پر ہر آن وہی مصیبت آیا کرتی ہے)

اے بھائی! دنیا کی برائی اس درجہ ہے کہ ایک بزرگ نے یہاں تک کہا ہے کہ اَلدُّنْیَا کَنِیْفُ آدَمَ یعنی دنیا آدم علیہ السلام کا پاخانہ ہے کہ جب جناب آدمؑ نے بہشت میں گیہوں کے دانے کھائے تو حاجت بشری یعنی پاخانہ کی خلش ہوئی کہا گیا اے آدم بہشت میں اس کی جگہ نہیں ہے اس کے لئے دنیا میں جانا چاہیئے وہاں اس فضلہ کو رکھئے اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ دنیا آدمؑ

کا پائخانہ ہے. کنیف پائخانہ کو کہتے ہیں تو کون دل ہوگا جو پائخانہ میں رہنا پسند کرے گا اور اس سے لذت ولطف لے گا اور نفع اٹھائے گا حسن وجمال اور آرائش وزیبائش کا ذریعہ بنائے گا۔ ؎

یک نفس گوئی غم جاں بیش نیست　　هر نفس جز ماتم جاں بیش نیست
هر زمان زخمی زنی برجان خود　　درد سیلانی مگر درمان خود

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالےٰ نے دنیا کو تین حصے میں تقسیم فرمایا ہے اس کا ایک حصہ مومنوں کو عنایت فرمایا دوسرا حصہ منافق کو دیا تیسرا حصہ کافروں کو تو مومن نے اپنے اس ایک حصہ کو اپنی آخرت کا توشہ بنایا۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

چوں چنیں کردی ترا دنیا نکوست　　بس برائے دیں تو دنیا دار دوست

(جب دنیا کو تونے مزرعِ آخرت بنایا تو دنیا تیرے لئے بھلی ہے اور ایسا ہی تو تو دنیا کو اطمینان سے رکھ سکتا ہے)

اور منافقین نے اپنے اس ایک حصّہ کو دنیا کے زیب وزینت اور اس کے حسن وجمال کے لئے خرچ کیا۔ کافروں نے اس سے نفع اُٹھانے اور دنیا کمانے دولت بڑھانے میں صرف کیا تو مومن کو دنیا بقدر کفاف روزمرہ کی ضرورت بھر اختیار کرنا چاہیئے اس سے زیادہ نہیں جیسے پائخانہ جانا اور وہاں رہنا اسی وقت ہوتا ہے جب اس کی ضرورت ہوتی ہے۔ اربابِ حکمت اور اصحابِ عقل کہتے ہیں کہ دنیا کی مثال خواب کی ہے۔

ایک بزرگ نے کہا ہے مومن کی ذات دنیا میں نہیں ہوتی ہے اس کی مثال ایک ایسے آدمی کی ہے کہ وہ سویا، خواب میں کچھ دیکھا، اس سے خوش ہوا ابھی وہ اسی خوشی میں تھا کہ نیند ٹوٹ گئی اب نہ وہ خوشی ہے اور نہ وہ ناخوشی ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

هر چه بینی جز خیالے بیش نیست　　هر چه دانی جز محالے بیش نیست

(جو کچھ تم دیکھتے ہو اس کی حقیقت خواب وخیال سے زیادہ نہیں ہے اور جو تم اس کو سمجھ رہے ہو وہ محال ہی حقیقت نہیں)

بس حال یہی ہے لوگ سوئے ہوئے ہیں موت آئے گی تب نیند ٹوٹے گی اَلنَّاسُ نِیَامٌ اِذَا مَاتُوا انتبھوا اس وقت ان کے ہاتھ خالی ہونگے دنیا میں جس چیز سے خوش وناخوش ہو رہے تھے کچھ نہ ہوگا۔

نقل ہے کہ ایک چیونٹی جناب سلیمان علیہ السلام سے ہم کلام ہوئی سلیمان علیہ السلام سے اس نے پوچھا وہ کون سی چیز ہے جو خداوند تعالےٰ نے آپ کو عطا کی ہے؟ فرمایا ہوا کو میرے حکم کے تابع کر دیا ہے چیونٹی نے کہا آپ کچھ سمجھے اس میں اشارہ کیا ہے؟ اشارہ یہ ہے کہ آپ کے ہاتھ میں کوئی چیز نہیں ہے

جو آپ کو دی گئی ہے مگر اسی ہوا کے مانند ہے۔
نقل ہے کہ دنیا شیطان کو دیا ہوا علاقہ ہے جب کوئی دنیا سے کچھ لینے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ ملعون کہتا ہے کچھ جانتے بھی ہو ہم نے اپنا دین و ایمان لٹا کر یہ دنیا کی ملکیت حاصل کی ہے جو شخص میرے اس علاقہ پر ہاتھ مارنا چاہے گا یقیناً اسے اپنا دین و ایمان سب میرے حوالہ کرنا ہوگا۔ کہتے ہیں کہ جس وقت درم و دینار بنایا گیا اس پر مہر لگائی گئی تو اول شیطان نے اُسے اُٹھایا پیشانی پر رکھا دونوں کو چوما اور کہا جو تجھے دوست رکھے گا وہ میرا بندہ ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

ترک دنیا گیر تا دینت بود   آں بدہ از دست تا اینت بود

(دنیا ترک کر دو تاکہ تمہیں دین حاصل ہو جائے اُسے چھوڑ دو تاکہ تمہیں یہ مل جائے)

والسلام
خاکسار شرف منیری

مکتوب ۴۸
بتوں کی تقسیم اور اس سے پاک ہونے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُودہ گشت از سجدۂ راہ بتاں پیشانیم   چند خود را تہمت دین مسلمانی نہم

(بتوں کے آگے سجدہ کرتے کرتے میری پیشانی گھس گئی اس حال میں خود کو کب تک مسلمان کہلاتا رہوں)

اے بھائی! ارباب معرفت کا قول ہے۔ عوام کے تین بت ہیں۔ کھانے پینے کی خواہش اور اس کی محبت۔ شرم گاہ کی شہوت اور اس سے محبت۔ بیوی بال بچوں کی محبت۔ اور خواص کے بھی تین طرح کے بت ہیں۔ مال کی محبت۔ اور جاہ و مرتبہ کی محبت۔ اور ظاہری زیب و زینت کی محبت۔ اور اور ساتواں بُت کافر نفس ہے جو سارے بتوں کا اصل اور سب سے بڑا بت ہے اَلنَّفْسُ هِيَ الصَّنَمُ الْاَكْبَرُ چنانچہ شرع میں نفس کافر سے جہاد کرنا جہادِ اکبر ہے۔ ارشاد ہے رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ (میں چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ آیا ہوں) کافر کو تیغ و تلوار سے بھگایا جا سکتا

ہے اور شیطان کو لاحول ولا قوۃ سے لیکن یہ کافر نفس ایسا دشمن ہے جو دل کے اندر گھسا ہوا ہے اس کے دور کرنے کی کسی کے پاس کوئی صورت نہیں اور اس کے شر سے کوئی مامون و محفوظ نہیں ہے۔ اسی کو کسی صاحب نظر نے کہا ہے۔ ؎

برہمن را بت اندر خانہ باشد من بتر ازویم — کہ سر پوشیدہ بت اندر دل بدکیش می باشد

(برہمن کا بت تو بتخانہ کے اندر ہوتا ہے میں تو اس سے بد تر ہوں کہ میرے بدکیش دل میں وہ بت سر چھپائے ہوئے رہتا ہے)

اور ایک عزیز نے کہا ہے۔ ؎

دزد در خانہ نفس حالے بیں — زو نگہدار خانۂ دل و دیں
دزد ناگہ خسیس دزد بود — دزد خانہ نفیس دزد بود

(چور گھر کے اندر ہے نفس کے اس حال پر غور کرو ایسے چور سے دل و دیں کے محل کی نگہبانی کرتے رہو یکایک گھر میں داخل ہو جانے والا چور معمولی ہوتا ہے گھر کے اندر کا چور بانکا چور ہوتا ہے)

میں سمجھتا ہوں کہ یہاں پر خیال یہ آئے گا کہ انبیاء و اولیاء بھی بیوی بال بچے رکھتے تھے۔ ہاں ان کے بھی زن و فرزند تھے لیکن وہ ان کے ہمراہ تھے ان کے مقصود و مطلوب نہیں تھے بلکہ ان کے مطلوب و مقصود میں وہ بیگانہ تھے ان کے اپنے نہ تھے۔

اب جب کہ عوام و خواص کے بتوں کا علم تمہیں ہو گیا تو یہ بھی جان لینا چاہیئے کہ ہم لوگوں کی بت پرستی معنی کے اعتبار سے پوشیدہ ہے اور کافروں کی بت پرستی ظاہری حیثیت سے اعلانیہ ہے بس ظاہر اور پوشیدہ کا فرق ہے اور کچھ نہیں۔ تو حال کے اعتبار سے ہم لوگوں کے حق میں اس جبہ و دستار کو زنار ہی کہا جائے گا۔ جبہ و دستار میں مردوں کی منصفی دیکھئے اپنے حق میں کہتے ہیں۔ ؎

بت پرستم بت پرستم — راست گفتم ہرچہ ہستم

(میں جو کچھ کہہ رہا ہوں بالکل سچ ہے۔ میں بت پرست ہوں بت پرست ہوں)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے پوچھا مَا الطَّاغُوْتُ (بت کیا ہے) فرمایا مَاشْتَغَلَکَ عَنِ الْحَقِّ فَهُوَ طَاغُوْتُكَ (جو چیز تمہیں حق تعالےٰ کی مشغولیت سے ہٹا کر اپنی طرف مشغول کرے وہی تمہارا بت ہے) اور ایک دوسرے بزرگ نے کہا ہے طَاغُوْتُ کُلِّ اَمْرٍ نَفْسُہٗ (ہر آدمی کا نفس اس کا بت ہے) اسی کو کہا ہے۔ ؎

درکوئے بتاں رفت ہمہ عمر دریغا — چوں برہمن پیر بہ بت خانہ بماندیم

(بتوں کے کوچہ میں ساری عمر گذر گئی بوڑھے برہمن کی طرح ہمیشہ بت خانہ میں پڑا رہا)

اے بھائی! یہ نفس جو تمام بتوں کا سرغنہ ہے اس کا حال سنو گے!۔ اس نفس کافر کی ساری خواہش خداوند تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہوتی ہے اور خداوند تعالیٰ کا جو دعویٰ و مطالبہ ہے یہ نفس کافر وہی کر رہا ہے۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کا مطالبہ اپنی تمام مخلوق سے ہے کہ سب اس کی حمد و ثنا کریں اور حق تعالیٰ کا مطالبہ اپنی مخلوق سے ہے کہ سب اس کی فرمان برداری کریں اس کی نافرمانی سے دور رہیں اور حق سبحانہٗ تعالیٰ کا مطالبہ ہے کہ اس کے عطا و کرم کی سب توصیف کرتے رہیں اور نفس کافر کا مطالبہ ہے کہ سب لوگ اس کے کرم سخاوت کا وصف بیان کرتے رہیں اللہ تعالیٰ کا مطالبہ ہے کہ سب اُسی کی طرف مائل رہیں اور اُسی سے ڈرتے رہیں یہ ساری صفتیں خداوند تعالیٰ کی ہیں اور یہ تمام صفات خاص خداوند جل و علا کے ہیں نفس کافر اپنے لئے ان تمام صفتوں کا دعویٰ کرتا ہے اور تمام لوگوں سے اسی کا مطالبہ کرتا ہے۔ جب تک یہ دعویٰ آدمی کے باطن میں سرایت کئے ہوئے نہیں ہوتا اس وقت تک خدائی کا دعویٰ اس سے وجود میں نہیں آتا ہے۔ کیا یہ نہیں دیکھتے فرعون لعین نے خود کو کسی لائق جانا اور یہ صفتیں اس کے دماغ میں بس گئیں یہاں تک کہ اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی (میں تمہارا بڑا رب ہوں) کا دعویٰ کر بیٹھا۔ ہرگز اس خیال میں نہ رہو کہ یہ دعویٰ صرف فرعون ہی کو تھا ہم لوگوں کو نہیں ہے ہر شخص کے نفس کی یہی صفت ہے اور سب کے نفس کو یہی دعویٰ ہے لیکن ہاں اس نے اعلانیہ انا ربکم الاعلیٰ کا دعویٰ کیا اس لئے کہ اُسے قتل کئے جانے کا خوف نہیں تھا کیوں کہ اس وقت اس کا ہم پلہ کوئی نہیں تھا لیکن ہم لوگوں کا نفس ڈرتا ہے کہ اگر اعلانیہ دعویٰ کرتا ہوں تو فوراً قتل کر دیا جاؤں گا تو فرعون کو یہ دعویٰ اعلانیہ تھا ہم لوگوں کو یہ دعویٰ پوشیدہ ہے بس فرق اتنا ہی ہے اسی مقام میں ایک صاحب وقت نے کہا ہے۔

اگر خود را تو می گوئی مسلماں گو ولے باشد　　　　مرا نزدیک شد کز دست تو زنار بر بندم

(اگر تم خود کو مسلمان کہتے ہو تو کہو لیکن مجھے تو اکثر یہی لگتا ہے کہ تمہارے شانہ پر زنار بندھوا دوں)

اے بھائی! اس نفس کافر کے مکر کے ساتھ رہتے ہوئے بغیر خداوند عز و جل کی مدد کے کوئی بچ نہیں سکتا ہے اگر ایک سلمانی کے دعویٰ کے ساتھ نفس کافر کو ذرا موقع دیا تو یہ سینکڑوں زنار تمہارے جسم پر بندھوا دے گا۔ اور سینکڑوں بُت تمہارے آگے لا ڈالے گا۔ اسی راز کو کسی نے کہا ہے۔ ؎ ۔ ازیں کافر کہ مارا در نہاد است　　　مسلماں در جہاں کمتر فتاد است

(اس کافر نفس کی وجہ سے جو ہماری سرشت میں داخل ہے عالم میں مسلمان حقیقی بہت کم رہ گئے ہیں)

چاہیے کسی وجہ سے بھی اسے خیر خواہ نہ جانو اور اس سے مامون و مطمئن نہ رہو اور جب بھی وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے اور اپنی پاکبازی دکھلائے اس پر اس وقت تک یقین نہ کرو جب تک اس کا امتحان نہ کر لو۔ جس طرح جناب سلیمان علیہ السلام نے نبوت کا تاج سر پر رکھنے اور معصوم ہونے کے باوجود اس کا امتحان دیا۔ چنانچہ اہل اشارات نے کہا ہے کہ جب جناب سلیمانؑ کے نفس نے پاکبازی کا دعویٰ کیا اور مکمل طہارت اپنی دکھلائی تو اس پر آپ نے نیک گمان نہیں کیا آپ کو اس کا یقین نہیں ہوا جب تک آپ نے اس کا امتحان نہیں کر لیا چنانچہ دنیا کی بادشاہی اور سلطنت کی خواستگاری کی ایسی کہ جس میں کسی کی شرکت نہ ہو یہ دعا اسی نفس کے امتحان کے لئے تھی چنانچہ آپنے کہا رَبِّ هَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي (اے اللہ مجھے ایسی بادشاہت دیجئے کہ جس میں میرے بعد کسی کی شرکت نہ ہو) نفس کی سب سے بڑی اور انتہائی مراد ملک و بادشاہی کی ہوتی ہے اور اگر اس سلطنت میں کسی کی شرکت ہو تو کسی نہ کسی طرح اس کے کمال میں نقصان ہوتا ہے کمال مراد کی بنا پر فرمایا لاینبغی لاحد من بعدی کہ اگر نفس نے مکر اور اپنی بلائیں چھپا رکھی ہیں جب اپنی مراد کو کمال کے ساتھ پائے گا تو یقیناً کھل کر سامنے آجائے گا۔ یہ انبیاء علیہم السلام اخص الخواص ہیں بلا شبہ ان کے نفسوں کو کامل طہارت ہوتی ہے اور مکر و فریب سے پاک ہوتا ہے لیکن جب یہ لوگ عارفوں کی آنکھوں کے سرمہ ہیں نفس کے شر اور اس کے مکر و فریب سے پورے طور پر واقف ہوتے ہیں اس کے باوجود اس پر یقین نہیں کیا اور بغیر امتحان کے اس کو نہیں چھوڑا جب اللہ رب العزت نے ایسی عظیم سلطنت و بادشاہت بلا شرکت غیرے بے مداخلت احدے عطا فرمایا تو بھی آپ ویسے ہی رہے جیسے سلطنت و بادشاہی ملنے کے قبل تھے یعنی وہی تھیلیاں بُننے کا کسب جو پہلے فرماتے تھے اور اسے فروخت کر کے جَو کی دو روٹیاں خرید لیتے تھے ایک روٹی فقیروں کو دیدیتے اور ایک روٹی سے سکینوں کے ساتھ افطار فرماتے اس کے بعد بھی یہی معمول رہا۔ جب کہ ان جلیل القدر پیغمبروں کا حال نفس کے شر و فساد سے ایسا رہا ہے تو دوسرے لوگوں کا حال کیا ہوگا۔ چنانچہ اسی مقام کی بات ہے کہ راہ طریقت کے چلنے والے اور حقیقت کے طالبین اس کافر نفس کے ہاتھوں خون کے گھونٹ پیتے رہے ہیں اور اس کے مکر و شر سے وہ لوگ خود اپنے آپ سے اور اپنے کاموں سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں اور خود کو ہلاکت میں ڈال دیتے ہیں وہ جو تم نے سنا ہے کہ کچھ سالکوں نے زنار باندھ لئے ہیں اور بت خانہ میں چلے گئے ہیں یہ سب نفس کافر ہی کو ہلاک کرنے کے لئے ہے۔

اسی کو کہا ہے۔ ؎

اے برہمن راہ دہ رد کردۂ اسلام را — یا چو من گمراہ را در پیش بت ہم بار نیست

(اے برہمن مجھ جیسے اسلام کے رد کئے ہوئے مسلمان کو اپنے بتخانہ میں آنکی اجازت دے یا کیا مجھ جیسے گمراہ کو بت کے آگے بھی رسائی نہیں ہے۔) اور یہ بھی کہا ہے۔ ؎

نمی دانم کرا مانم بدیں سیرت گرفتارم — نہ من ہندو نہ من مسلم نہ من مرتد نہ بدکارم

(کچھ نہیں معلوم میں کیا ہوں اپنی سیرت تو یہ ہے کہ نہ میں ہندو ہوں نہ مسلمان نہ مرتد ہوں نہ کافر)

اور ایک غزل کے اشعار جو سُنے ہوں گے۔ ؎

بارِ دگر پیر ما خرقہ بزنار داد — نقدِ نود سالہ بُرد بکفار داد

زہد بیکسو نہاد راہ قلندر گرفت — بہر یکے کوزہ مئے خرقہ و دستار داد

قبلہ بدل کرد و زد و معتکف دیر شد — روئے بمحبوب کرد دوست ورا بار داد

(ہمارے پیر نے دوسری مرتبہ خرقہ زنار پر نثار کردیا نوّے سال کی پونجی کفار کے حوالہ کردی۔

زہد و پارسائی کو کنارہ کرکے راہ قلندر یعنی آزادی کی راہ اختیار کرلی ایک پیالہ شراب کے لئے خرقہ و دستار ب لٹا دیا۔

قبلہ تبدیل کرکے بتخانہ میں جاکر معتکف ہوگئے رُخ محبوب کی جانب کرلیا دوست نے دوست کو باریابی دیدی)

ان شعروں کی طرح اور بہت سے اشعار ہیں اس مقام میں ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے کہ یہ اور اس طرح کے اقوال و افعال بندہ کے لئے حال کی بناپر ہے یہ اعتباری ہیں اعتقاد و عقیدہ کی بنا پر نہیں نعوذ باللہ منہا اللہ اس سے پناہ میں رکھے۔ اس بات کو اچھی طرح دلنشیں کرلیں کہیں مغالطہ میں نہ پڑجائیں کیوں کہ اس طرح کی باتوں سے خشک متعلمین میں شور و ہنگامہ پیدا ہوتا ہے یہ ایسا لقمہ ہے جوان کے حوصلہ سے بہت بڑا ہے مدت ہوئی یہ کہہ دیا گیا ہے کہ مردان خدا کا دین ہی اور ہے مخنثوں کا دین دوسرا ہے۔ کیا کیا جائے! جب کہ حقیقت ہے اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ لِلْحَرْبِ رِجَالًا وَلِلْقَصْعَةِ وَالثَّرِیْدِ رِجَالًا (کچھ لوگوں کو میدان جنگ کے لئے پیدا کیا کچھ لوگوں کو ثرید کھانے اور پیالہ چاٹنے کے لئے) ہاں مسلمانی کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

گر ترا روزے دریں میداں کشند — ایں رقم بینی کہ ہر مرداں کشند

اندرے زیں شیوہ معنی صد ہزار — ہستی و دانی و داری استوار

(اگر کسی دن تمہیں حقیقت کے میدان میں لے آئیں تو تم دیکھ لوگے کہ ان مردان خدا کے کیا مرتبے ہیں۔

اس وقت اس طور و طریقے کے ہزاروں معنی تم پر کھلیں گے اور تم جان لوگے دیکھ لوگے یقین کرلوگے۔)

اے بھائی! شیخ، پیر، مرید، صوفی، زاہد و عابد ہونا بس اتنا ہی نہیں ہے جیسا کہ آج سارا جہاں ایسے لوگوں سے بھرا ہوا ہے لیکن کامل مسلمان ہونا بہت مشکل ہے ہزاروں میں ایک ملے تو بہت ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

صوفی و سبز پوش شدی شیخ چلہ دار　　این جملہ شدی و لے مسلماں نہ شدی

(صوفی ہوئے، سبز پوش ہوئے، شیخ چلہ دار بنے یہ سب ہوئے لیکن حقیقی مسلمان نہ ہوئے)

شرع شریف کا فتویٰ ہے یَاتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ یُصَلِّیْ فِی الْمَسَاجِدِ وَلَیْسَ فِیْھِمْ مُسْلِمٌ (ایک زمانہ آئے گا کہ مسجدوں میں لوگ نماز پڑھنے والے ہوں گے لیکن ان میں ایک بھی مسلمان نہ ہوگا) شاید یہ زمانہ وہی ہے اور مسجدوں میں ایسے نماز ادا کرنے والے شاید ہمیں لوگ ہیں کہ ہم لوگ کہلانے کو تو مسلمان ہیں لیکن ہمارے اعمال و افعال و معاملات ایسے ہیں کہ کافروں کو بھی اس سے شرم آتی ہے۔

چنانچہ نقل ہے ایک یہودی سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس میں رہتا تھا ایک شخص نے تعجب کے طور پر اس سے کہا کہ سلطان العارفینؒ کی ہمسائیگی میں رہتے ہوئے ابھی تک تم یہودی ہی ہو؟ اس نے جواب دیا اگر اسلام وہ ہے جو بایزیدؒ کے پاس ہے تو اس کی برداشت و نباہ ہم سے نہیں ہوسکتی ہے ہم اس لائق نہیں ہیں۔ اور اسلام اگر وہی ہے جو تم سب لوگ رکھتے ہو ایسے اسلام سے تو مجھے شرم آتی ہے۔

اس مکتوب کو غور و خوض سے مطالعہ میں رکھیں تاکہ جاہلوں کی پیری، شیخی، مریدی، درویشی جو اس زمانہ میں ظاہر ہوئی ہے اور ان کے ان فتنوں سے زمانہ بھر گیا ہے۔ وہ سب سامنے آجائیں چنانچہ صاحب شرع علیہ السلام نے اسی کی خبر دی ہے لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا عَلٰی شِرَارِ النَّاسِ (قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک لوگوں میں شر نہ آجائے) یقیناً یہ سب اس خبر کا پیش خیمہ ہے تو ایسے میں اپنے اوپر ماتم و نوحہ کرنے کے علاوہ اور کیا رہ جاتا ہے۔

والسلام
شرف منیری

مکتوب ۸۵

آخرت کے کاموں کی طرف مائل ہونے اور حرص و شہوت کے ترک کرنے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حال دنیا را بپرسیدم من از فرزانۂ — گفت یا بادیست یا خوابیست یا افسانۂ

باز گفتم حال آنکس گو کہ دل درویہ بست — گفت یا دیویست یا غولیست یا دیوانۂ

(ایک صاحب عقل سے میں نے دنیا کا حال پوچھا انہوں نے کہا دنیا ہوا ہے یا خواب ہے یا اسے افسانہ کہہ لو۔ پھر پوچھا اچھا ان لوگوں کا حال کہئے جنہوں نے اس سے دل لگا رکھا ہے؟ جواب دیا یہ لوگ دیو ہیں یا شیطان ہیں یا پاگل یا دیوانے ہیں)

یارِ قدیم امام نظام الدین[1] — سلام و تحیت

فقیر حقیر احمد یحییٰ منیری ملقب بشرف مطالعہ فرمائیں۔

برادر عزیز پروانح ہوا آپکا مکتوب دل پسند دقیق معنی اور لطیف اشاروں سے پُر پہنچا دلی رغبت کے ساتھ پڑھا۔ گذرے ہوئے زمانے اور پُرانی صحبتوں کی یاد تازہ ہوگئیں اسی اندوہ میں یہ اشعار سامنے آگئے۔ ؎

گرد آمدہ بودیم چو پروین یکچند — ایمن شدہ از فراق واز بیم گزند

ما ناکہ نبودیم دریں رہ خرسند — ایزد چو بنات نعش مارا پراگند

(جدائی اور فراق کی تکلیف سے مطمئن ہوکر پروین ستارہ کی طرح ہم لوگ ایک جگہ ہو گئے تھے ہم لوگ اس صحبت میں خوش تھے لیکن مشیت ایزدی نے قطب شمالی کے سات ستاروں کی طرح ہمیں ایک دوسرے سے علیحدہ کر دیا۔

---

[1] شاید یہ نظام مولیٰ ہوں مرید و خلیفہ محبوب الٰہی نظام الدین اولیا، جو مخدوم سے ملنے راجگیر جاتے تھے اور پھر خانقاہ معظم کی بنیاد رکھی۔ جس کو مخدوم نے کہا یارو تمہاری مجالست نے بتخانہ میں بٹھلا دیا شاید یہی ہیں جن کے معرفت بنگال سے کچھ لوگوں نے ایک بزرگ کو تحفہ بھیجا تھا۔ (خوان پُر نعمت مجلس ۳۴)

يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيَحْكُمُ مَا يُرِيدُ (اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جس کا ارادہ فرماتا ہے اس کا حکم دیتا ہے)
لیکن یہ دستور جاری ہے کہ ایک جگہ ساتھ ہونے کے بعد منتشر ہونا ضروری ہے تو لازماً گردن ڈال دینا ہے اور اپنے تن کو اس کی رضا کے حوالہ کر دینا چاہیئے۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

چہ کند بندہ کہ گردن نہ نہد فرماں را چہ کند گوے کہ تن در نہ نہد چوگاں را

(بندہ اگر اس کے حکم کے آگے گردن نہ ڈالے تو کیا کرے گیند اپنے تن کو کھلاڑی کے بلّے کے سپرد نہ کرے تو کیا کرے)

اے بھائی! جہان میں کوئی ایسا ہے کہ جس نے دوستوں کی جدائی کا درد نہ اٹھایا ہو اور عالم میں کون ایسا ہے جس نے دوستوں کے فراق کا شربت نہ چکھا ہو جب تک جہان ہے ایسا ہی ہوتا رہے گا۔ رحمت ہو اس کی جان پر جس نے کہا ہے۔ ؎

زہر است بجائے بادہ در جام فراق تلخ است بعمر ما ایام فراق
تا من بزیم دعا بد خواہم کرد آنرا کہ نہاد در جہاں نام فراق

(جدائی کے پیالہ میں شراب کے بدلے زہر بھرا ہوا ہے فراق کے دن ایک دم تلخ ہیں۔ جب تک میں زندہ ہوں اس کے حق میں بد دعا کرتا رہوں جس نے جہان میں فراق لفظ وضع کیا۔)

جدائی کی یہ گھڑی گذر رہی تھی اب عمر ختم ہونے کو پہنچ گئی ہوشیار ہو جانا چاہیئے اور خوب اچھی طرح جان لینا چاہیئے کہ بہشت جو مخلوق ہے وہ جب دنیاداری کے ساتھ نہیں ملتی ہے تو اللہ رب العزت جو بہشت کا خالق ہے وہ دنیا کے ہوتے ہوئے یعنی دنیاداری کے ساتھ ملے محال ہے، دنیا کو رکھتے ہوئے خدا کو ہرگز نہیں پا سکتے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

ترک دنیا گیر تا دینت بود آں بدہ از دست تا اینت بود

(دنیا ترک کر دو تاکہ تمہیں دین حاصل ہو جائے اسے ہاتھ سے دیدو تاکہ تمہیں یہ مل جائے)

اور ہر وہ دل جس میں دنیا نے گھر کر لیا ہو وہ ویران ہے ویران گھر ہمارے تمہارے رہنے کے لائق نہیں ہوتا۔ وہ دل جو ویران ہو خداوند تعالیٰ کے لائق کیسے ہو سکتا ہے؟

مصرع۔ یا خانہ جائے رخت بود یا خیال دوست (گھر میں سامان ہی رہے یا دوست کا خیال)

اسی مقام کی بات ہے تَرْكُ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ عِبَادَةٍ (دنیا ترک کرنا تمام عبادتوں کی اصل ہے)
اگر دنیا کی کوئی قدر و قیمت ہوتی، اس میں وفا ہوتی اور اس کا کوئی حسن ہوتا تو اہل نظر حضرات اور ارباب دانش اسے نہیں چھوڑتے کہ وہ ہم تک پہنچ جائے۔ اور انبیاء و اولیاء جو تمام مخلوقات میں افضل

ہیں اسے تین طلاق نہ دے ہوتے اور وہ جو حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان اللہ تعالیٰ لم یخلق خلقاً اَبغض اِلیہ مِنَ الدُّنیا وَاِنَّہ مُنذُ خَلَقَھا لَم یَنظُر اِلَیھا (بیشک اللہ تعالیٰ نے جتنی چیزیں پیدا کی ہیں ان میں دنیا سے زیادہ کوئی شے مبغوض نہیں اور یہ کہ جب سے اس کو پیدا کیا اس کی طرف نگاہ خاص نہ رکھی) اس بارے میں عقلمندوں کے لئے اتنا کافی ہے یہ بقیہ عمر تو بہ و استغفار اور گذرے دنوں کی معافی کی خواستگاری میں گذارنا چاہیئے اور آخرت کے سفر کی تیاری کرنا چاہیے اور دوسرے تمام شغلوں کو کنارے کر دینا چاہیئے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

ترک دنیا گیر و کار مرگ ساز راہ بس دور است رہ را برگ ساز

زانکہ گر دنیا ہمہ بر ہم نہی باز مانی عاقبت دست تہی

(دنیا ترک کرو موت کی تیاری میں لگو، راہ کافی لمبی ہے راہ کے لئے ساز و سامان کا بندوبست کرو اس لئے کہ دنیا کو اگر تم نے کامل طور پر نہیں چھوڑا تو آخر کار تہی دستی کے سوا اور کچھ حاصل نہ ہوگا)

عمل اس پر کرنا چاہیئے جو جناب عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہر خواص کو فرمایا ہے "تھوڑی دنیا پر راضی رہو کہ دین سلامت رہے جس طرح دنیا دار لوگ اتنے قلیل دین پر راضی رہتے ہیں کہ جس سے ان کی دنیا سلامت رہے۔ ؎

اری رِجالاً بِاَدنیٰ الدِّینِ قَد قَنَعُوا وَلَا اَرَاھُم رَضُوا فِی العَیشِ بِالدُّونِ

فَاستَغنِ بِالدِّینِ عَن دُنیَا المُلُوکِ کَمَا اِستَغنَی المُلُوکُ بِدُنیَاھُم عَنِ الدِّینِ

(میں دیکھ رہا ہوں لوگ تھوڑے دین پر قناعت کر گئے ہیں میں نے نہیں دیکھا کہ لوگ زندگی میں (تھوڑی) دنیا پر راضی ہو جائیں دین لے لو بادشاہوں کی دنیا سے مستغنی ہو جاؤ جس طرح بادشاہ دنیا کو لے کر دین سے مستغنی ہو گئے ہیں)

(حصول دنیا کے لئے) اگر زن و فرزند کو وجہ بنایا جائے تو یہ قابل شنوائی نہیں۔ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ سے منقول ہے آپ نے فرمایا لَا تَجعَلَنَّ اَکبَرَ شُغلِکَ بِاَھلِکَ وَوَلَدِکَ فَاِن یَکُن اَھلُکَ وَوَلَدُکَ مِن اَولِیَاءِ اللہِ فَاِنَّ اللہَ لَا یُضِیعُ اَولِیَاءَہ وَاِن کَانُوا مِن اَعدَاءِ اللہِ فَمَا ھَمُّکَ وَشُغلُکَ عَن اَعدَاءِ اللہِ یعنی تم زن و فرزند کے کاموں میں اپنی مشغولیت کو اہم ترین نہ بناؤ یہ اس لئے کہ اگر یہ لوگ خدا کے دوستوں میں سے ہیں تو خداوند عزوجل اپنے دوستوں کو برباد و ضائع نہیں کرتا اور اگر یہ لوگ خدا کے دشمنوں میں سے ہیں تو خدا کے دشمنوں کے لئے رنج و غم فکر دہجوم کرنا کیا ہے؟۔

اے بھائی! رزق تو مقرر ہو چکی ہے اور جو چیز قسمت میں آچکی ہے اس میں نہ کمی ہو سکتی ہے

اور نہ زیادتی۔ جیسا کہ ایک عزیز نے کہا ہے۔ ؎

جریٰ قَلَمُ القَضَاءِ بِمَا یَکُوْن — وَفِیْتَیَانِ التَّحَرُّكُ وَالسُّکُوْنِ

جنونٌ مِنْكَ اَنْ تَسْعیٰ لِرِزْقٍ — وَیُرْزَقُ فِیْ غِشَاوَةِ الْجَنِیْنِ

(فیصلہ کا قلم چل چکا اُن باتوں کے بارے میں جو ہونے والی ہے اور حرکت و سکون جو آنے والا ہے وہ آئے گا

تیرا پاگل پن ہے جو رزق کے لئے سرگرداں ہے۔ حال یہ ہے کہ بچہ کو اس کی ماں کی بچہ دانی میں رزق ملتا ہے)

دنیا کا یہ غم آخرت کی بے غمی کی وجہ سے ہے۔ مصرع۔ "دریغ باشد یوسف بہرچہ بقر وشتی"
(حسرت ہوتی ہے یوسف کو جس لئے اور جتنے میں بیچا گیا ہو) کہیں ایسا نہ ہو کہ دنیا میں پھنسے رہیں اور موت پہنچ جائے کَمَا تَعِیْشُوْنَ تَمُوْتُوْنَ کی بات سامنے آجائے۔ اور جب دنیا کی شغولیوں میں خاتمہ ہوجائے تو نعوذ باللہ منہا کَمَا تَمُوْتُوْنَ تَعِیْشُوْنَ مکافات و عوض بن جائے ابھی فرصت ہے اور یہ وقت غنیمت ہے اسے دیکھتے ہوئے کام میں مشغول ہوجانا چاہیئے اس لئے کہ غفلت ہلاکت لاتی ہے اور ہمیشہ کی حسرت میں مبتلا ہونے کے بعد کہنا پڑے۔

بُرد غفلت روزگارم چوں کنم — بر نیاید ہیچ کارم چوں کنم

(ہم نے اپنے اوقات غفلت میں ضائع کر دیئے اب کیا کروں اب بنائے نہیں بنتی ہے پھر کیا کروں)

اب اس حسرت کا کیا فائدہ۔ برادر عزیز کی عاقبت و خاتمت بخیر ہو۔

*

۱۵۱م
شرف منیری

مکتوب ۸۶

دُنیا کو دشمن جاننے اور عقبیٰ کو دوست رکھنے میں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

حال دنیا را بہ پرسیدم من از فرزانہ — گفت یا بادلیست یا خوابیست یا افسانہ

باز گفتم حال آنکس گو کہ دل در وے بست — گفت یا دیولیت یا غولیست یا دیوانہ

(میں نے ایک دن ایک ہوشمند سے دنیا کا حال پوچھا، انہوں نے کہا دنیا ہوا ہے یا خواب ہے یا افسانہ ہے۔

(پھر پوچھا ذرا اس کا حال کہیئے جس نے دنیا سے دل لگا رکھا ہے؟ کہا ایسا شخص دیکھا ہے، بھوت ہے یا دیوانہ ہے)

اے بھائی! نقل آئی ہے کہ کل قیامت کے دن ایسے بندہ کو جو دنیا کو دوست رکھے ہوئے ہو اور تمام طاعت بجا لائے ہوئے ہو میدان حشر میں لاکر کھڑا کریں گے اور منادی ندا کرے گا یہ وہ بندہ ہے کہ خدا نے جس چیز کو حقیر کمتر گردانا اور اسے ڈال دیا اس نے اس کو اٹھا لیا اور عزیز و محبوب بنا لیا۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

صد جہاں علم با معنی بہم   دوزخ آرد بار یا دنیا بہم

چوں ز دل دنیات دور افگندہ نیست   جائے تو جز دوزخِ سوزندہ نیست

(اگر علم کا سینکڑوں عالم معنی کیساتھ تیرے پاس ہو اور وہ علم دنیا کے لئے ہو تو اس کا ثمرہ جہنم ہی ہے۔

جب تک تیرے دل سے دنیا دور نہیں ہوتی ہے تیری جگہ دہکتے ہوئے دوزخ کے سوا اور کہیں نہیں ہے)

کیا کہتے ہو! اگر کوئی کافر طبیب ہم میں سے کسی ایک کو یہ کہتا ہے کہ روٹی اور گوشت نہ کھاؤ کہ اس سے تمہیں نقصان ہوگا ہم اسی وقت ترک کر دیتے ہیں اور نہیں کھاتے اور ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغامبران علیہم السلام تشریف لائے اور سب یہ فرماتے ہیں حُبُّ الدُّنیا رأس کل خطیئۃ دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ ذرہ برابر اسے ترک نہیں کیا تو یہ ایسا ہوا کہ کافر طبیب کے حکم پر یقین کر لیا اور ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغامبروںؑ کے فرمان پر یقین نہیں کیا۔ کہاں ہم لوگ اور کہاں مسلمانی۔ ؎

درد را دارو کجا خواہیم کرد   عمر شد ماتم کجا خواہیم کرد

ترک دنیا گیر تا دینت بود   آں بدہ از دست تا اینت بود

(درد کا مداوا کرنے اب کہاں جاؤں، عمر ختم ہونے کو آئی اب ماتم کرنے سے کیا ہوگا۔ دنیا ترک کر دو تاکہ دین تمہیں مل جائے۔ اسے ہاتھ سے دیدو اور دین لے لو)

حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا اپنی مناجات میں کہا کرتیں۔ اے میرے اللہ دنیا میں سے جو چیز مقدر میں کی ہے وہ سب اپنے دشمنوں کو دیدیجئے اور آخرت میں سے جو چیز میری قسمت کی ہے وہ اپنے دوستوں کو دیدیجئے میرے لئے تو آپ ہی کافی ہیں۔ ؎

ترکِ دنیا گیر تا سلطاں شوی   ورنہ گر چرخی تو سرگرداں شوی

جملہ در باز و فرو کن پائے راست   گر کفن را ہیچ نگذاری رواست

(دنیا ترک کردو تاکہ تم بادشاہ ہوجاؤ اگر ایسا نہ کیا اور آسمان ہی کی طرح کیوں نہ ہو سرگرداں ہی رہو گے

سب کچھ لٹا دو اور سب کو پاؤں کے نیچے ڈال دو اگرچہ کفن کے لئے بھی کچھ نہ رکھو تو جائز ہے)

امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ اگر مجھ سے کہا جائے کہ دنیا قبول کرو اور اگر ایسا نہیں کرو گے تو دوزخ میں ڈال دئے جاؤ گے۔ میں دوزخ میں جانا پسند کروں گا مگر دنیا قبول نہ کروں گا۔

پاکبازانے کہ درویشی آمدند ۔۔۔ ہر نفس در محو خود پیش آمدند

در حقیقت جملہ اورا خواستند ۔۔۔ لاجرم خصمیٔ خود را خواستند

(پاکبازوں نے درویشی وفقیری اختیار فرمائی ہے ہر لحظہ اپنے کو فنا کر دینے میں لگے رہتے ہیں

حقیقت میں کامل طور پر صرف اسی کے طالب و خواستگار رہے اور یقیناً اپنی خودی کے دشمن بنے رہے)

اے بھائی! بزرگوں نے فرمایا ہے دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس میں خوشی ہی خوشی ہو اس کی خوشی کی ہر چیز میں ایک ایسی چیز ہے کہ اس سے غم کی دا ندو ہگینی ضروری ہے اس لئے کہ دنیا میں بغیر غم خوشی اور بے ماتم کے شادمانی پیدا ہی نہیں ہوئی ہے۔

نقل ہے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام ایک بوڑھی عورت سیاہ رو کریہہ منظر کو دیکھا پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں دنیا ہوں جناب عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کتنے شوہر تو نے کئے ہیں اس نے کہا بے حد و بے اندازہ اگر کوئی چیز اعداد و شمار میں آنے والی ہو تو گن کر بتاؤں کہ کتنے ہوئے۔ پھر جناب عیسیٰؑ نے پوچھا ان میں سے کسی ایک شوہر نے تجھے طلاق دی ہے؟ اس نے کہا نہیں بلکہ ان سب کو ہم نے قتل کیا ہے اور ایسا ناپید ہو گئے ہیں اور میں برقرار ہوں۔ ؎

زانکہ گریک لقمۂ ناں باشد ترا ۔۔۔ صد بلا از بعد آں باشد ترا

کار عالم جز طلسم و پیچ نیست ۔۔۔ جز خرابی در خرابی ایچ نیست

(اس مے کہ اگر ایک لقمہ بھی دوسرے وقت کے کھانے کے لئے بچا رکھا ہے تو سمجھ لے سو بلائیں اس کے بعد تیرے لئے ہیں۔ دنیا کے کام فریب نظر اور الجھنوں کے سوا کچھ نہیں اس میں بربادی ہی بربادی ہے اس کے سوا کچھ نہیں)

جس طرح یہ حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ بہشت میں کوئی روئے اسی طرح دنیا میں کوئی ہنستا ہے تو یہ تعجب کی بات ہے۔ ؎

اے دلِ غافل دمے بیدار شو ۔۔۔ چند بدستی کنی ہشیار شو

(اے غافل ذرا بیدار ہو جا کب تک اس بدستی میں پڑا رہے گا ہوشیار ہو جا)

دنیا کا غم آخرت کے غم نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ مصرعہ " دریغ باشد یوسف بہر چہ بفروشی " (افسوس ہی ہے جس وجہ سے بھی یوسفؑ کو بیچا) جس دل میں دنیا نے جگہ بنالی وہ ویران ہے ویران گھر ہمارے تمہارے لائق نہیں ہوتا ویران دل خداوند جل و علا کے لائق کیسے ہوسکتا ہے؟ ۔ ؎

ھرچہ در دنیا خیالت آں بود تا ابد راہ وصالت آں بود

(دنیا میں تم جس خیال میں رہے ہو ابد تک وہی خیال اس راہ وصال میں تمہارے ساتھ رہے گا)

بزرگوں کا ارشاد ہے کہ ساری بُرائیاں اگر ایک گھر میں جمع کر دی جائیں تو اس کی کنجی دنیا کی محبت ہی ہوگی اور تمام نیکیاں اگر ایک گھر میں جمع کی جائیں تو اس کی کنجی دنیا کی دشمنی ہی ہوگی۔ ؎

کار خود در زندگانی کن بہ برگ زاں کہ نتواں کرد کارے روز مرگ

ایں زماں دریاب کاساں باشدت ورنہ دشواری فراواں باشدت

(اسی زندگی میں اپنے کاموں کی درستگی کا سامان کرو اس لئے کہ مرنے کے وقت کوئی کام نہ ہوسکے گا۔

اسی وقت سب کچھ کرلو کرابھی کرنا آسان ہے ورنہ پھر بڑی مشکل پڑے گی)

آخر وہ قصہ سنا ہوا ہے کہ الدنیا کنیف آدم دنیا آدمؑ کا پائخانہ ہے۔ کنیف بیت الخلا کو کہتے ہیں اس کا قصہ یہ ہے کہ جب جناب آدم علیہ السلام نے بہشت میں گیہوں کے دانے کھائے حاجت بشری پائخانہ کی خلش پیدا ہوئی اور بہشت اس کی جگہ نہیں فرمان ہوا۔ اے آدم بہشت میں اس کی جگہ نہیں ہے دنیا میں جانا ہوگا وہاں جاکر اس فضلہ کو خارج کیجیے تو اس سے ثابت ہوا کہ دنیا آدم کا پائخانہ ہی ہے۔ ؎

گر بسوزِ عشق نیست ایماں ترا ایں حکایت بس بود ایماں ترا

(اگر عشق کی سوز و تپش پر تجھے ایمان نہیں اس واقعہ پر تو تجھے ایمان ہونا چاہیئے۔)

اگر آج کوئی بیوی بال بچوں کی مجبوریوں ضرورتوں کو وجہ بنائے تو قابلِ سماعت نہیں۔ نقل ہے جناب امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہ آپ نے فرمایا۔ لَا تَجْعَلَنَّ اَکْبَرَ شُغْلِکَ بِاَهْلِکَ وَوَلَدِکَ فَاِنْ یَّکُنْ اَهْلُکَ وَوَلَدُکَ مِنْ اَوْلِیَاءِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَوْلِیَاءَهٗ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ اَعْدَاءِ اللّٰهِ فَمَا هَمُّکَ وَشُغْلُکَ مِنْ اَعْدَاءِ اللّٰهِ (یعنی زن و فرزند کے کاموں میں اپنی مشغولیت کو اہم ترین نہ بناؤ یہ اس لئے کہ اگر یہ لوگ خدا کے دوستوں میں سے ہیں تو خداوند عزّ و جلّ اپنے دوستوں کو برباد و ضائع نہیں کرتا اور اگر یہ لوگ خدا کے دشمنوں میں سے ہیں تو خدا کے دشمنوں کیلئے رنج و غم کرنا کیا ہے؟) ؎

مرگ در پیش است تو پس می رَوی | بہر مردارے چو کرگس می روی
گہ مسلمانی دہی گہ زر دہی | تا کہ یک لقمہ بریں کافر دہی

(موت آگے ہے اور تو پیچھے دنیا کی طرف دوڑ رہا ہے ایک مردار کے لئے گدھ کی طرح دوڑ رہا ہے۔ کبھی اپنی مسلمانی اور ایمان کا اور کبھی اپنے مال و زر کا ایک لقمہ بنا کر اس نفس کافر کے منہ میں ڈالدیتے ہو)

والسلام
شرف منیری

مکتوب ۸۷

حق کی طلب اور مخلوق سے علیحدہ ہونے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے آنکہ ہمیشہ در جہاں می پوئی | ایں سعی ترا چہ سود دارد گوئی
چیزے کہ تو جویان نشان اوئی | با تست ہمی تو جائے دیگر جوئی

(اے وہ کہ دنیا میں تو ہمیشہ چکر کاٹ رہا ہے تیری بھاگ دوڑ تجھے کیا فائدہ دے گی۔ جس چیز کی تو تلاش میں ہے اس کا پتہ تو خود ہے وہ تو تیرے ساتھ ہے اور تو دوسری جگہ ڈھونڈ رہا ہے۔)

اسی مقام کی بات ہے جو بعض نے کہی ہے۔ ملک تمہارے ساتھ ہے ملکوت تمہارے ساتھ ہے جبروت تمہارے ساتھ ہے اور خداوند جل و علا تمہارے ساتھ ہے وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ پڑھو اور غور کرو۔ ؎

من او نشوم و لیک بے او | واللہ کہ نہ ام یقینم این است

(میں وہ نہیں ہوں لیکن قسم ہے اللہ کی میں اس کے سوا بھی نہیں ہوں اور اس پر مجھے یقین ہے)

اور کلمہ أنا لا أنت ولا انت غیری (میں، تو نہیں ہوں اور تو میرے علاوہ بھی نہیں ہے) کی اسی معنی کی طرف نشاندہی ہے۔ خوب کہا ہے جس نے کہا ہے۔ ؎

من بندہ بجاں رضات جویم | حیراں شدہ ام کجات جویم

در جہاں منی ز راہ معنی   چوں یافتہ ام چرات جویم

(میں تو دل سے تیری رضا کا متلاشی بندہ ہوں' حیران ہوں تجھے کہاں ڈھونڈھوں۔
معنیٰ کی رو سے تو میری جان میں ہے جب میں پا چکا ہوں تو پھر میں تجھے کیوں ڈھونڈھوں)

اگرچہ ایسا ہی ہے لیکن وہ آنکھ کہاں جو اسے دیکھے اور وہ کان کہاں جو اس سے اس کی باتیں سُنے۔ اسی کو کہا ہے۔

آں عقل کجا کہ در کمالِ تو رسد   آں روح کجا کہ در جلالِ تو رسد
گیرم کہ تو پردہ برگرفتی ز جمال   آں دیدہ کجا کہ در جمالِ تو رسد

(وہ عقل کہاں جو آپ کے کمال تک پہنچے. وہ رُوح کہاں جو آپ کے جلال تک پہنچے۔
یہ مانا کہ آپ نے اپنے جمال سے پردہ ہٹا دیا وہ آنکھ کہاں جو آپ کے جمال تک پہنچے)

عجیب معاملہ ہے" با ہمہ و بے ہمہ" (سب کے ساتھ اور سب سے الگ) اے میرے اللہ یہ معمہ کبھی کھلے گا بھی یا یہ راز اسی طرح پوشیدہ رہے گا اور ایک جہاں ہے کہ نالہ و فریاد میں ہے۔ اسی مقام میں کسی نے یہ نالہ کیا ہے۔

سرّیست درآں زلف تو سربستہ نگارا   اماچہ تواں کرد کہ با ما نہ کشائی

(اے میرے محبوب آپ کی زلف میں کیا ہی اہم راز پوشیدہ ہے کیا کیا جائے کہ آپ اس راز کو مجھ پر نہیں کھولتے)

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ   (ہم تمہارے رگ گلو سے بھی زیادہ قریب ہیں)

اس میں جہاں تک وہم پہنچ سکے، جہاں تک عقل اس کی صورت قائم کر سکتی ہے، جہاں تک خیال اسے اپنے اندر لا سکے، فہم اسے جہاں تک پا سکے، خداوند تعالیٰ کی ذات اس کی صفات ان سب سے منزہ و پاک ہے۔ وہ ان سب کے ساتھ ہے، تمہارے رگ گردن سے بھی زیادہ تم سے قریب ہے، اور تمہاری آنکھ کی بینائی سے بھی تمہاری آنکھ سے زیادہ قریب ہے۔ اور تمہارے کان کی شنوائی سے بھی زیادہ تمہارے کان سے قریب ہے، تمہاری زبان کی گفتار سے بھی زیادہ تمہاری زبان سے قریب ہے، اور تمہارے دل کی دانائی سے زیادہ تمہارے دل سے قریب ہے۔ جس نے کہا ہے سچ کہا۔

اے در طلب گرہ کشائی مُردہ   با وصل بزاد و از جدائی مُردہ
اے بر لب بحر تشنہ خاک شدہ   وے بر سر گنج از گدائی مُردہ

(اے وہ شخص کہ اس کی طلب و تلاش کے عقدے حل کرنے میں مر رہا ہے ساتھ پیدا ہوا اور جدائی میں مر رہا ہے۔

سمندر کے کنارے پیاسا خاک میں لوٹ رہا ہے خزانہ پر بیٹھا ہوا ہے اور گداگری میں مارا پھر رہا ہے)

اے بھائی! مخلوقات کی قربت ایک دوسرے سے مجازی قربت کے سوا اور کچھ نہیں ہوتی کہ جس میں بعد (دوری) کا دخل ظاہری یا معنوی یا وہم کسی نہ کسی حیثیت سے ضرور ہوتا ہے اور قربت حقیقی جو خداوند جل وعلا کی قربت ہے اس حقیقی قربت کی تعریف یہ ہے کہ جتنے وجوہ ہوسکتے ہیں ان میں سے کسی وجہ سے بھی بُعد کو حقیقی قربت قبول نہیں کرتی۔ جب دل کا آئینہ صاف وشفاف اور منور ہو جاتا ہے تو سالک دل کے اسی نور سے یہ جان لیتا ہے اور دیکھ لیتا ہے کہ خداوند جل وعلا (باہمہ است) سب کے ساتھ ہے موجودات کے ذرات میں سے کوئی ایک ذرہ ایسا نہیں ہے کہ خداوند جل شانہٗ اس کے ساتھ نہیں ہے اور اسے محیط نہیں ہے اور اس سے آگاہ نہیں ہے جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے تو کہتا ہے۔

معشوق عیاں بود نمی دانستم بامن بمیاں بود نمی دانستم

گفتم بطلب بجائے برسم خود تفرقہ آں بود نمی دانستم

(معشوق تو ظاہر تھا مجھے خبر نہ تھی، وہ تو میرے ساتھ ہی تھا مجھے پتہ نہیں تھا، میں نے کہا کہیں اس کی تلاش میں چلوں، یہی تو خود تفرقہ تھا جسے میں سمجھ نہ سکا) اسی مقام میں کہتے ہیں کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کی راہ نہ آسمان میں ہے نہ زمین میں نہ عرش میں نہ کرسی میں نہ لوح میں نہ قلم میں راہ حق سبحانہٗ تعالیٰ خود تمہارے اندر ہے وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ' ہم تو تمہارے اندر ہیں مگر تم دیکھتے نہیں' اسی راز کو کہا ہے۔

محراب جہاں جمالِ رخسارۂ ماست سلطان جہاں در دل بیچارۂ ماست

شور و شر و شرک و کفر و توحید و یقیں در گوشۂ دیدہ ہائے خونخوارۂ ماست

(عالم کا یہ محرابی گنبد ہمارے رخسار کا جمال ہے۔ سلطان جہاں وہ آفتاب جہاں تاب ہمارے دل کے اندر ہے۔ شرک، کفر، توحید و یقین کے یہ ہنگامے و فتنے سب ہمارے گوشۂ چشم خونی کے کرشمے ہیں)

والسلام

فقیر شرف منیری

❋

مکتوب ۸۸

دُنیا کی مذمّت اور اس کی بے وفائی میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جہاں چو مار افعی پیچ پیچ است ۔ ترا آن بہ کز و در دست ہیچ است

چہ بخشد مر ترا ایں سفلہ ایام ۔ کہ یک یک باز بستاند سر انجام

زمانہ خود جز ایں کارے نداند ۔ کہ اندوہے دہد جانے ستاند

دہد بستاند و عارے ندارد ۔ بجز داد و ستد کارے ندارد

اگر عیش است صد بیمار با اوست ۔ وگر برگ گل است صد خار با اوست

دیگر۔ برآوردن گیتی افگندن است ۔ نشاندنش یکبار افگندن است ے برکندن است

مثنوی۔ نیست مہر زمانہ بے کینہ ۔ سیر دارد میان دو زینہ ے بوزینہ

منہ دل بر جہاں کیں فرد ناکس ۔ جوانمردی نخواہد کرد باکس

کہ معشوقہ نہ گرفتن کسے را ۔ کہ تا اوست باکس وفائے ندارد

دوسرے نسخہ میں ہے کہ معشوق نتواں

(۱) یہ دنیا کالی ناگن کی طرح کُنڈلی مارے بیٹھی ہے تیرے لئے یہ بہت بہتر ہے کہ ایسی دنیا میں سے تیرے پاس کچھ نہیں ہے

(۲) یہ کمینہ زمانہ یعنی دنیا تجھے کیا دے گی اس کی یہی چلن ہے کہ دیکر ایک چیز آخر کار واپس لے لیا کرتی ہے۔

(۳) زمانہ غم و رنج دیکر مار ڈالنے کے سوا اور کچھ نہیں جانتا۔

(۴) یہ وہ دنیا ہے جسے دیکر لے لینے میں شرم نہیں آتی۔ دینا اور دیکر پھر واپس لے لینے کے سوا اسے اور کوئی کام ہی نہیں آتا

(۵) اگر کچھ عیش و آرام ہے تو سینکڑوں بیماریاں بھی اس کے ساتھ لگی ہوتی ہیں اگر گلاب کے پھول کی پنکھڑیاں ہیں تو اس کے ساتھ سینکڑوں کانٹے بھی لگے ہوئے ہیں۔

(۶) دنیا کا پستی اور بلاؤں سے نکالنا اسے پھر بلاؤں میں ڈالنے اور گرانے کے لئے ہوتا ہے اس کا ایک بار اٹھانا گڑھے میں ڈال دینے کے لئے ہوا کرتا ہے۔

(۷) زمانہ کی یہ مہربانیاں بغیر کینہ و عناد کے نہیں ہوتی ہیں یہ دوستی اور دشمنی کے زینے پر یونہی دوڑایا کرتی ہیں۔

(۸) دنیا سے دل نہ لگاؤ یہ کینہ اور سفلہ پرور ہے یہ کسی کے ساتھ سخاوت و فیاضی نہیں کر سکتی ہے۔

(۹) ایسے کو اپنا محبوب کبھی نہیں بنانا چاہیئے کہ جو کسی کے ساتھ وفا کرنا جانتا ہی نہیں ہے۔)

دنیا بلاؤں کا ایک دریا ہے خون سے بھرا ہوا سمندر ہے، فتنہ پرور معشوقہ ہے، جسینہ بے سروساماں ہے، اس کے کھیل تماشے تعجب خیز ہیں اس کی بازی گری پر طرب و حیرت آگیز ہے اس کی رفتار میں آوارہ مزاجی، اس کا دل لطف و مہربانی سے خالی کبھی کسی کو اس نے اپنی ذات سے فائدہ نہیں پہنچایا جسے صبح کو نوازا شام کو اسے چھوڑ دیا جسے صبح سویرے سربلند کیا سر شام قدموں کے نیچے ڈال کر اسے کچل دیا اس کے جام میں خس و خاشاک کی آمیزش اس کے شہد کے پیالہ میں کھیوں کے نیش بھرے ہوتے ہیں۔ ؎

از جام او مچس کہ درآں جام زہر ہاست ۔۔۔ گل برگ او مبو کہ دران زیر خار ہاست
دہر ستیزہ کار ندارد وفائے کس ۔۔۔ دیدیم و آزمودہ شنیدیم بارہاست

(اس دنیا کے جام کو ہونٹوں سے نہ لگاؤ اس کے اندر زہر بھرا ہوا ہے اس کے پھول کی پنکھڑیوں کو نہ سونگھو کہ اس کے نیچے کانٹے چھپے ہیں۔ یہ فسادی دنیا کسی کے ساتھ بہتر سلوک و مہربانی نہیں کرتی یہ بارہا دیکھ چکے ہیں آزما چکے ہیں سن چکے ہیں) اَلدُّنیَا دَارُ زَوَالٍ فَلَا یَرفَعُ اَحَدٌ عَلٰی حَالٍ اِمَّا نِعمَتہٌ زَائِلَۃٌ اَو بَلِیَّۃٌ نَازِلَۃٌ فَلَا ثَبَاتَ لِنِعمَتِھَا وَلَا قَرَارَ لِنَیلِھَا (دنیا زائل ہونے والی ہے کسی کو ایک حال پر نہیں چھوڑتی، اس کی نعمتیں بھی زائل ہونے والی ہیں یا بلا اتارنے والی ہیں، اس کی نعمتوں میں ثبات نہیں ہے اور اس کے وصال میں قرار نہیں۔)

یہ بوڑھی دنیا دلہن بنی ہوئی سینکڑوں نوجوان بادشاہوں کو کھا چکی ہے اور بہت سارے سرباز عاشقوں کو اپنے پاؤں کے نیچے ڈال کر ایسا کچلا ہے کہ یاد کریں اسی کو کہا ہے۔ ؎

ہر زماں گلگو نہا دیگر کند ۔۔۔ ہر زماں آہنگ صد شوہر کند
از طلسم او نشد آگہ کسے ۔۔۔ درمیانِ خاک و خوں دارد بسے
گر دلت آگہ زحقی آمداست ۔۔۔ کارِ دینست ترکِ دنیا آمدست

(ہر لمحہ ایک نیا گل کھلاتی رہتی ہے ہر زمانہ میں سینکڑوں شوہروں کا شور و ہنگامہ بپا کرتی ہے۔

اس کی فریب کاریوں سے کوئی آگاہ نہیں ہوا اگرچہ خاک دخوں میں لوگ غلطاں رہے۔

اگر تیرا دل حقیقت سے آگاہ ہوجائے تو دنیا کے ترک سے تیرے دین کا کام بن جائے۔

یہ دنیا ہمیشہ پیہم عیوب پیدا کرتی رہتی ہے۔ ہاں اس کا ہنر بس ایک ہی ہے کہ یہ آخرت کی کھیتی ہے اسی دنیا میں اس کے بیج بوئے جاسکتے ہیں جس کی فصلوں کا خرمن آخرت میں مہیا ہوگا۔ سب سے کمترین عیب اس دنیا کا یہ ہے کہ ایک آوارہ مرد کی طرح ہر روز اپنی ہوسناکی میں ایک دوسرے پر چنگل مارتی ہے اور ایک زانیہ فاجرہ عورت کی طرح ہر آن ایک نئے شوہر کے ساتھ اکٹھا ہوتی ہے۔ یہ اگر کسی کو کچھ دیتی ہے تو واپس لے لیتی ہے اور اپنی عطا کردہ چیز چھین لیتی ہے اس کی آنکھوں میں حیا نہیں، فحش کاری میں اسے شرم نہیں آتی ایک احمق جوان رعنا ہے اچھائی اور برائی میں فرق نہیں کرتی اس کے عیوب اور برائیوں کی انتہا نہیں اس کی بدبختیوں، رسوائیوں کا کوئی شمار نہیں۔ ان سب کے باوجود ایک عالم ہے کہ اس کے حصول کے لئے سرگرداں، پریشاں اور اس کی ہوس وخواہش میں گرفتار ہے آئی کو کہا ہے۔ ؎

اولین شد کہ در رہ آدم ۔۔۔ بود نالے گلو وطبل شکم

(آدم کی راہ میں جو سب سے پہلی چیز آئی وہ گلے کی بانسری اور پیٹ کا نقارہ تھا)

والسلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۸۹

پانے کی خوشی اور نہ پانے کی حسرت میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے بھائی! دہلی ہو یا بہار، یا دولت آباد ہو خداوند جل وعلا تک راہ ہر جگہ سے ایک ہی ہے۔ طلب اور اندوہ سے خالی نہ رہو دل ایسا چاہیئے کہ جس کے اندر پانے کی خوشی، یا نہ پانے کا غم رنج ہوتا

چاہیئے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

نیست کن ہرچہ راہ درراے بود تادلت خانۂ خدائے بود

(جو کچھ راہ ورسم ہے سب کو فنا کردو تاکہ تمہارا دل خدا کا گھر بن جائے)

اگر اپنی محرومی وبد اقبالی سے یافت کی خوشی نہیں ہے تو نایافت کی معیبت ورنج وغم کہاں؟

حالانکہ "یہ تو ہونا چاہیئے" ؎

دردے تو دواشد است مارا خاکِ تو بہا شد است مارا

از بہر توام بدادن جاں ازدیدہ رضا شد است مارا

(آپ کا درد ہی میری دوا ہوگیا ہے۔ آپ کے در کی خاک ہونا ہماری قیمت بن گئی ہے۔

میں تو آپ ہی کو اپنی جان دینے کو ہوں یہ تو میری آنکھوں کی عین تمنا ہوگئی ہے)

اور نایافت کی یہ معیبت یہ رنج والم صرف ہمیں اور تمہیں نہیں ہے بلکہ سب کو اسی رنج ومعیبت میں مبتلا جانو، اور جو لوگ اس دنیا سے جا چکے وہ بھی اسی معیبت واندوہ میں گئے ہیں قبر میں بھی اسی اندوہ وغم کے ساتھ سوئے ہوئے ہیں کل قیامت کے دن جب قبر سے اٹھیں گے تو اسی اندوہ ومعیبت کو لئے ہوئے اٹھیں گے۔ قطعہ۔ ؎

زدرد دیں ہمہ پیران رہ را محاسنہا بخون دل خضاب است

ہمہ مردان دیں را زیں معیبت جگرہا تشنہ ودلہا کباب است

(دین کے اسی درد سے تمام پیرانِ طریقت کی ریش ان کے خونِ دل کے خضاب سے رنگین ہیں۔

اور اسی معیبت سے تمام مردانِ دین کے جگر تشنہ اور دل بھن رہے ہیں)

چنانچہ کہتے ہیں کہ جب اس جماعت کے لوگ قبر سے اٹھیں گے تو اپنے سینوں کا معائنہ کریں گے اگر اپنے اندوہ وغم کا ایک ذرہ بھی کم دیکھیں گے تو اس قدر فریاد وفغاں کریں گے کہ دوزخیوں کو ان پر ترس آنے لگے گا۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

ہرگز نشود لے بت بگزیدۂ من مہرت ز دل وخیالت از دیدۂ من

گر از پس مرگ من بجوئی یابی آں ذوق درا ستخواں بوسیدۂ من

(لے میرے محبوب آپ کی عنایتیں میرے دل سے اور آپ کا خیال آپ کی صورت میری آنکھوں سے نہیں ہٹ سکتی

اگر میرے مرنے کے بعد بھی آپ ڈھونڈھیں تو آپ کا ذوق وطلب میری بوسیدہ ہڈیوں میں آپ پائیں گے)

اے بھائی! محدث کو قدیم یعنی مخلوق کو ازلی سے واسطہ پڑا ہے اور مکان میں رہنے والے کو لامکاں والے سے سروکار ہوا ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

خاک را چوں کار با پاک اوفتاد پیش آدم عرش در خاک اوفتاد

(خاک کو جب اس پاک سے سروکار ہوا تو آدم کے آگے عرش خاک پر آگیا۔)

محبوب کی کبریائی کا ھودہ، عماری مکان سے منزہ ہے اور یہ محب اور عاشق بیچارہ مکان کی پستی سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ عجب معاملہ ہے کرے تو کیا کرے۔ خاک اڑاتا ہے اور کہتا ہے۔

آنجاکہ تو ای من آمدن نتوانم آنجاکہ منم تو خود نیائی دائم

(وہاں جہاں آپ ہیں میں آ نہیں سکتا اور جہاں میں ہوں وہاں آپ خود نہیں آتے یہ میں جانتا ہوں۔)

امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مقام میں کہا ہے۔

یَادَلِیْلَ لِمَنْ تَحَیَّرَ فِیْکَا قد تحیرت فیک خذ بیدی

(اے اپنے معاملہ میں ہر متحیر شخص کے چراغ راہ میں بھی آپکے معاملہ میں مقام حیرت میں ہوں میری دستگیری فرمایئے)

مصرع۔ "رفتم از دست گر نگیری دست" (اگر آپ میرا ہاتھ نہ تھامیں گے تو میں ہاتھ سے گیا)

حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاید اسی مقام میں یہ نالہ فرمایا یَالَیْتَ رَبَّ محمد لم یخلق محمدًا۔ محب جب محبوب سے ملنے کی استعداد و صلاحیت اپنے میں نہیں پاتا تو نیست و معدوم ہو جانے کے سوا چارہ کیا ہے۔

گر آب زنی بدیدہ آں میداں را روبی بمژہ درگہ آں سلطاں را
صد جاں آری بہ رشوت آں درباں را گویند خطر نہ باشد اینجا جاں را

(اگر اس میدان میں اپنے اشکوں سے چھڑکاؤ کیا کرو اور اپنے پلکوں سے اس دربار کو بُہارا کرو اس بارگاہ کے دربان کو راضی کرنے کے لئے سینکڑوں جان رشوت میں دیدو تو بھی یہی کہا جائے گا کہ یہاں جان کی خاص وقعت نہیں ہوتی)

بیچارہ محب لاچار و مجبور اس در پر پڑا ہوا فریاد کرتا ہے اور کہتا ہے۔

معشوق منی بے تو کمی آدم زیست درماں وصال تو نمیدانم چیست
تا عشق فراق کرد دیوانہ دم در عالم کس نیست کہ برمن نگریست

(آپ میرے معشوق ہیں میں بغیر آپ کے زندہ نہیں رہ سکتا آپ کے وصال کا کیا طریقہ ہو سکتا ہے یہ بھی نہیں معلوم آپ کے عشق و فراق نے مجھے ایسا دیوانہ دل بنا دیا ہے کہ عالم میں کون ہے جو مجھ پر نہیں روتا ہے۔)

سبحان اللہ! کہاں یہ مٹی اور پانی کا پتلہ اور کہاں یہ کاروبار نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ کے رمز نے بھکاری کو بادشاہ سے لگاؤ و سروکار کر دیا، پاکبازان فلک عالم قدس کے رہنے والے جبرائیل امانت کے بار کو اٹھانے سے عاجز و لاچار رہے وہ اس خاک کے پتلہ میں رکھدیا گیا۔ اسی کو کہا ہے۔

غرضے وراے امکان چہ خیال فاسد است ایں	ہوس جمال سلطان بدل گدا نشستہ

(عالم امکاں سے بالا اور اس سے اعلیٰ کی تمنا کرنا کس درجہ فاسد خیال ہے۔ شہنشاہ کے حسن و جمال کی ہوس بھکاری کے دلمیں پیدا ہوگئی ہے)

والسلام

فقیر شرف منیری

مکتوب ۹۰

حق کی راہ اختیار کرنے اور نفس و خلق کو ترک کرنے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ازیں کافر کہ مارا در نہاد است	مسلماں در جہاں کمتر فتاد است

(یہ کافر نفس جو ہماری خلقت میں داخل ہے اسی کی وجہ سے عالم میں مسلمان بہت کم ہیں۔)

اے بھائی! اس کی کوشش نہ کرو کہ بہت ساری نفل نمازیں کس طرح پڑھوں، بہت زیادہ روزہ کیسے رکھوں بلکہ اس کی کرو کہ یہ نفس کافر جو راہ روکے ہوتے ہے اسے کس عنوان سے راہ سے دور کروں۔ اہل طریقت کا اس پر اتفاق ہے کہ حق سبحانہٗ تعالےٰ تک راہ نہ آسمان میں ہے، نہ زمین میں نہ مغرب میں ہے نہ مشرق میں بلکہ عرش و کرسی و لوح و قلم میں بھی نہیں ہے حق سبحانہٗ تعالےٰ تک راہ خود تمہارے اندر ہے۔ پہلے قرآن کو سنو وفی انفسکم افلا تبصرون (وہ تمہارے اندر ہے تم دیکھتے نہیں) پھر اس جماعت صوفیہ کو سنو

اے آنکہ ہمیشہ در جہاں می پوئی	ایں سعی ترا چہ سود دارد گوئی
چیزے کہ تو جویاں نشان اوئی	با تست ہمیں تو جائے دیگر جوئی

(اے وہ کہ جہاں میں ہمیشہ تو چکر کاٹ رہا ہے تیری یہ بھاگ دوڑ تجھے کیا فائدہ دے گی، جس چیز کی تجھے تلاش ہے اس کا پتہ تو خود تو ہی ہے وہ تو تیرے ساتھ ہی ہے اور تو دوسری جگہ ڈھونڈھ رہا ہے۔)

اور وہ راہ جو تیرے اندر ہے کہ جس پردہ سے تجھے باہر آنا ہے اور حق سبحانہ تعالےٰ تک تجھے پہنچنا ہے "حکما" اُسے نفس ناطقہ کہتے ہیں، شریعت والے اسے رُوح کہتے ہیں۔ اہل تصوف "صوفیہ" اسے روح، نفس، قلب کا نام دیتے ہیں عبارت مختلف ہے معنی ایک ہی ہے اور وہ معنی حقیقتِ انسانی ہے کہ جو حقیقتِ الوہیت کا مظہر اور آئینہ ہے اسی کو کہا ہے۔ ؎

تا نیاید جاں آدم آشکار ... رہ نداستند سوے کردگار
رہ پدید آمد چو آدم شد پدید ... زو کلید ہر دو عالم شد پدید
تشنہ از دریا جدائی می کنی ... بر سر گنجے گدائی می کنی

(جب تک آدم کی جان ظاہر نہ ہوئی تھی اللہ کی جانب جانے کی راہ کسی کو معلوم نہ تھی، آدم کے پیدا ہونے پر حق کی راہ ظاہر ہوئی اور اسی آدم سے دونوں جہاں کے مخفی خزانہ کی کنجی ظاہر ہوئی پیاسا ہے اور دریا سے علحدگی اختیار کر رہا ہے خزانہ پر بیٹھا ہوا ہے، اور گداگری کر رہا ہے)

معلوم ہے کہ ایک عالم مقدس اور پاک فرشتوں سے بھرا ہوا خاک کو سجدہ کیوں کرتا ہے اور یہ خاک خلیفہ کیسے ہوگئی اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ ای علی صفتہٖ (بیشک اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا یعنی اپنی صفت پر پیدا کیا) خود اس پر شاہد گواہ ہے۔ یہی وہ راز ہے جو کہا ہے۔ ؎

تا نیابی جان دور اندیش را ... کے توانند خواند مردم خویش را
نیست مردم نطفہ، از آب و خاک ... ہست مردم سر و قدِ جانِ پاک
صد جہانِ پُر فرشتہ در وجود ... نطفہ را کے کند آخر سجود

(جب تک تم باریک نگاہی سے دیکھنے والی آنکھ یعنی رُوح نہیں پا لیتے اس وقت تک تم خود کو آدمی کیسے کہہ سکتے ہو۔ آدمی آب و خاک کا نچوڑ "نطفہ" ہی نہیں ہے آدمی سر سے پاؤں تک پاک رُوح ہے۔ وجود میں سو جہان فرشتوں سے بھرا ہوا ایک نطفہ کو آخر سجدہ کیسے کرتا)

لیکن نفس کا فرنے یہ راہ روک رکھی ہے کیا یہ نہیں دیکھا کہ سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے جب اپنی مناجات میں کہا اِلٰھِی کَیْفَ الطَّرِیْقُ اِلَیْکَ (اے اللہ آپ تک پہنچنے کی کون سی راہ ہے) ارشاد ہوا دَعْ نَفْسَکَ وَتَعَالَ (نفس کو چھوڑ دو اور چلے آؤ) اسی وجہ سے ہے کہ طالبان حق سبحانہ

تعالیٰ نے ہراس چیز کو اختیار کیا ہے جس سے یہ نفس کافر راہ سے اُٹھ جاتا ہے اور اس چیز کا اختیار کرنا ان کے لئے فرض عین ہوگیا ہے۔ ان کا یہ فرض فرض حالی ہے عقیدہ کی بنا پر نہیں چنانچہ کسی نے زنار باندھ لی ہے کوئی بتخانہ چلے گئے کوئی شراب خانہ پہنچ گئے اور کسی نے شراب کے مٹکا پر ہاتھ مارا ان سب کا یہ فعل نفس کافر کے ساتھ جہاد اکبر ہے تاکہ نفس کافر پر یہ چوٹ پڑے اور اسے راہ سے ہٹایا جائے اسی کو کہا ہے۔ ؎

در بتکدہ گر خیالِ معشوقۂ ماست　　رفتن بطوافِ کعبہ از عقل خطاست
گر کعبہ از و بوئے ندارد کنش است　　با بوئے وصالِ او کنش کعبۂ ماست

(بت خانہ میں اگر میرے محبوب کا تصور اسکا خیال میرے ساتھ رہتا ہے تو طواف کے لئے کعبہ جانا عقل کی رُو سے غلطی ہے۔ اگر کعبہ میں محبوب کی بُو نہیں ملے تو وہ کنشت ہے اور آتش پرستوں کے عبادت خانہ میں اگر محبوب کی بُو ملے تو وہی میرا کعبہ ہے) کیا کریں کہتے ہیں اَبَی اللّٰہُ اَن یَّکُونَ لِصَاحِبِ النَّفْسِ اِلَیْہِ سَبِیْلاً (نفس سے تعلق رکھنے والے کو اللہ اپنی طرف راہ دینے سے انکار فرماتا ہے) جب نفس کافر کے ہوتے ہوئے کسی کے لئے اللہ تک راہ نہیں ہے تو اس نفس کا راہ سے ہٹانا جس صورت سے بھی ہو طالب پر فرض عین ہو جاتا ہے حال کی بنا پر۔ اہل ظاہر اور عادت پرستان دیکھیں گے اور ہذیان بکنے میں مشغول ہوں گے وہ بیچارے جانتے ہی نہیں ہیں اِنَّ فِی الْخَمْرِ معنی لَیْسَ فی العنب کہ انگور کی شراب میں جو معنی یعنی نشہ ہے وہ انگور میں نہیں ہے۔ زہر جو ہلاک کرنے والا ہے اور حرام ہے بہت سے موقع میں دوا ہو جاتا ہے۔ جب طالب نے اللہ تعالیٰ کے فضل و عنایت ازلی سے یہ توفیق پائی اور اس نفس کافر کو راہ سے اکھاڑ پھینکا تو اس نے اپنا مطلوب پا لیا اور اس فرحت و انبساط میں یہ نالہ کرتا ہے اور کہتا ہے۔ ؎

معشوقہ عیاں بود نمی دانستم　　با من بمیاں بود نمی دانستم
گفتم بطلب بجائے برسم　　خود تفرقہ آں بود نمی دانستم

(معشوق تو ظاہر تھا مجھے معلوم نہ ہوا وہ تو ہمارے ساتھ ہی تھا میں بے خبر رہا۔ سوچا کہیں اس کی تلاش میں چلوں یہی تو تفرقہ تھا مجھے پتہ نہ تھا) اور جب برادر عزیز اس کام سے آشنا ہو گئے ہیں اور اس کام کے مشاہدہ کی استعداد ہو چکی ہے اور ابھی وقت ہے کہ اس کام کی طرف اور زیادہ مائل ہوں اسی بنا پر اہل تصوف کی تمام تصنیفات کا خلاصہ اور نوع بنوع ان کے کلمات اور صوفیہ کے کلموں کا مجموعہ مکتوب میں لکھ کر بھیج رہا ہوں لیکن برادر عزیز کی جانب سے جد و جہد ضروری ہے تاکہ مقصود تک پہنچ جائیں انشاء اللہ تعالیٰ۔ ؎

لیک جد و جہد می باید ترا تا در ایں گنج بگشاید ترا
زانکہ در راہے کہ رنج آنجا نہد ہیچ شک نبود کہ گنج آنجا نہد
جہد می کن روز و شب در کوے رنج بو کہ ناگاہے بہ بینی روئے گنج

(لیکن تمہیں بھی جد و جہد محنت و مشقت لازم ہے تاکہ اس خزانہ کا دروازہ تم پر کھول دیا جائے۔ اس لئے کہ جس راہ میں محنت و مشقت رکھی گئی ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اسی رنج و مشقت کی راہ میں خزانہ بھی رکھا ہے اس رنج و محنت کے کوچہ میں رات دن کوشش و کاوش کرتے رہو تاکہ یکایک وہ خزانہ تمہارے سامنے آجائے۔)

مطالعہ کے بعد اس خط کو چاک کر دینا تاکہ ہذیان بکنے والے یا واگو اپنی یا واگوئی میں ملوث نہ کریں۔

*

والسلام
فقیر شرف منیری

مکتوب ۹۱

ترغیب و ترہیب رغبت دلانے اور ڈرانے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرزند عزیز قاضی حسام الدین اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے نفس کے عیبوں کے دیکھنے کی بصارت عنایت کرے اور موت سے پہلے ان عیبوں سے طہارت و پاکیزگی حاصل کرنے میں مدد فرمائے۔

اے فرزند! فرعون لعین کے نفس میں خداوند جلّ علاکے مثل، مقابل و مخالف ہونے کا جو مادہ تھا اسی کی بنا پر اس نے اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی (میں تمہارا بڑا رب ہوں) کا اعلانیہ دعویٰ کیا اور دوسرں کو یہی دعویٰ ہے لیکن ان کا اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی کہنا پوشیدہ ہے۔

از یں کافر کہ مارا در نہاد است مسلماں در جہاں کمتر فتاد است

(اسی کافر نفس کی وجہ سے جو ہماری سرشت و بنیاد میں ہے دنیا میں صحیح مسلمان کمتر نظر آتے ہیں)

انشاء اللہ تعالیٰ فرزند عزیز رفتہ رفتہ اس معنی سے آگاہ ہوتے جائیں گے اور توفیق ایسی ہوتی

چاہیئے کہ اس نفس کافر کو راہ سے اکھاڑ پھینکیں اور بارگاہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ تک رسائی ہو جائے اگر خدا نخواستہ اس نفس کافر کے ہوتے ہوئے موت آپہنچی تو کَمَا تَعِیْشُوْنَ تَمُوْتُوْنَ (جس حال میں زندگی گذاری اسی حال پر مروگے) کا حال ہوگا وَمَنْ یَّکُنِ الشَّیْطَانُ لَہٗ قَرِیْنًا فَسَاءَ قَرِیْنًا (شیطان جس کا مونس و قریب رہا وہاں بھی قریب رہے گا)

زانکہ ہر چیزے کہ سودائے تواں ست ۔۔۔ چوں بمردی نقد فردائے تواں ست
راحت و محنت ازیں جا می برند ۔۔۔ دوزخ و جنت ازیں جا می برند

(یہاں جس چیز کا تجھے دھن اور جنون رہا مرنے کے بعد قیامت کے دن وہی چیز تیرے ساتھ ہوگی رنج و راحت آرام و تکلیف سب یہیں سے لے جاتے ہیں دوزخ و جنت بھی اسی دنیا سے لے جاتے ہیں)

کل قیامت کے دن جب قبر سے اٹھائے جائیں گے تو کَمَا تَمُوْتُوْنَ تُبْعَثُوْنَ (تم جس حال میں مرے ہو اسی حال میں اٹھائے جاؤگے) کا معاملہ ہوگا یہی وہ بات جو ایک بزرگ نے کہی ہے مِنْ کُلِّ اَلْفٍ وَاحِدٌ لِلرَّحْمٰنِ وَتِسْعَمِائَۃٍ وَّتِسْعُوْنَ لِلشَّیْطَانِ کہتے ہیں کہ ہر ایک ہزار آدمی جو قبروں میں رکھے جائیں گے ان میں کا ایک آدمی اللہ کے لئے اور بقیہ نو سو ننانوے (۹۹۹) شیطان کے حصے کے ہوں گے۔ اسی حال میں کہا ہے

ہر کرا در پیش ایں مشکل بود ۔۔۔ چوں تواند کرد از صد دل بود
کاش کہ ہرگز نہ بودی نام من ۔۔۔ تا نبودے جنبش و آرام من
کاش کہ ہرگز نہ زادی مادرم ۔۔۔ تا نہ کردی کشتۂ نفس کافرم

(جس کسی کو یہ مشکل آپڑی ہو وہ بیچارا اگر سو دل رکھتا ہے تو کر ہی کیا سکتا ہے۔ سوائے اس کے کہ کہے کاش میرا نام و نشان ہی نہ ہوتا تاکہ یہ حرکت و سکون اعمال و افعال ہم سے وجود میں نہ آتے۔ کاش مری ماں مجھے پیدا ہی نہ کرتی تاکہ اس نفس کافر کے ہاتھوں میں مارا نہ جاتا۔)

داستان بڑی لمبی ہے اس کی کوئی انتہا نہیں ہے جیسا کہ کہا ہے۔

شب رفت و حدیثِ ما بپایاں نرسید ۔۔۔ شب را چہ گنہ حدیثِ ما بود دراز

(رات ختم ہوگئی پر ہی داستان تمام نہ ہوئی، میری کہانی ہی اتنی لمبی تھی اس میں غریب رات کا کیا قصور ہے)

اب اس بات کی طرف آتے ہیں کہ فرزند عزیز کو اس فقیر سے جو حسن ظن ہے اس بنا پر اس فقیر سے منسلک ہونے کا قصد دارادہ کیا ہے اور طاقیۂ کلاہ درویشی کی درخواست کی ہے تو اس فقیر نے بھی فرزند عزیز کو قبول کیا اور اپنے پیروں کا طاقیہ فرزند عزیز کو بھیجا ہے لازم ہے کہ جو شرائط ہیں وہ بجالائیں اور آداب

تصوف کے چند درویشوں کو بلائیں جمع کریں ان کے حضور میں پہلے بحضور دل کامل توبۂ نصوح کریں پھر ایمان کی تجدید کریں پھر مردانہ وار اس راہ میں قدم آگے بڑھائیں اور سچے مریدوں کی طرح طاقیہ سر پر رکھیں اور یہ تصور کریں کہ اس کام میں سر کی بازی لگادیا، دنیا کو پس پشت ڈال دیا رخ آخرت کی طرف کرلیا اور رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ پڑھیں اور دو رکعت شکرانہ ادا کریں اور رہ روز اس جماعت صوفیہ کے لوگوں کے افعال واعمال واخلاق سے خود کو آراستہ وپیراستہ اور متجلی بنائیں اور ہمت ایسی کریں کہ ان لوگوں کے مقامات واحوال تک خود کو پہنچادیں اور ان لوگوں کی نعمت ودولت سے بہرور ہوجائیں دنیا وآخرت دونوں میں ان کی حمایت میں رہیں۔ اس فقیر کے مکتوبات کا نسخہ وہاں دولت آباد میں جس کے پاس ہو اپنے لئے اس کی نقل کرالیں ہمیشہ مسلسل پڑھا کریں اور بار بار غور وخوض کے ساتھ مطالعہ میں رکھیں انشاء اللہ اس مذہب کے اصول وفروع اور اس گروہ صوفیہ کی روش اور ان کے معاملات اس کے مطالعہ سے معلوم ہوں گے کیوں کہ "قلم زبانوں میں سے ایک زبان ہے۔" مرید یا تو پیر کی زبان سے سُنے یا پیر کے قلم سے معلوم کرے اگر زبان سے سُننے میں معذوری ہے تو قلم سے سُننا چاہیئے اور اس پر عمل پیرا ہونا چاہیئے اس کام کا طریقہ یہی ہے۔ چنانچہ خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

پیر رہ کبریت احمر آمدہ است ۔۔۔ سینۂ او بحر اخضر آمدہ است
راہ دور است و پُر آفات اے پسر ۔۔۔ راہ رو را می بباید راہبر
گر تو بے رہبر فرود آئی براہ ۔۔۔ گر ہمہ کوہی فرو رفتی بچاہ
کور ہرگز کے تواند رفت راست ۔۔۔ بے عصا کش کور را رفتن خطا است
گر ترا در دست پیر آید پدید ۔۔۔ قفل در دت را کلید آید پدید

(پیرانِ راہ اکسیر ہیں تانبے کو سونا بنانے والے ان کا سینہ سبز سمندر ہوتا ہے۔ اے لڑکے راہ بڑی لمبی اور آفت سے بھری ہوئی ہے اس راہ کے چلنے والے کے لئے راہ بتلانے والا ضروری ہے۔ اگر تم کسی راہبر کے بغیر اس راہ میں قدم رکھو گے تو اگرچہ تم کوہ پیکر ہی کیوں نہ ہو کنواں میں گر پڑو گے۔ اندھا کب سیدھی راہ چل سکتا ہے لاٹھی پکڑ کر چلانے والے کے بغیر اندھے کا چلنا ہی خطا ہے۔ اگر تجھے درد طلب ہے، تو پیر خود ظاہر و پیدا ہو جائیں گے تیرے درد کے تالا کی کنجی تجھے مل جائے گی۔

والسلام

خاکسار شرف منیری

مکتوب ۹۲

مجبوروں، لاچاروں کی امداد کرنے اور حاجتمندوں محتاجوں کی حاجت پوری کرنے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

؎ بہ دنیا توانی کہ عقبیٰ خری — بخر جانِ من ورنہ حسرت بری

(جہاں تک ممکن ہو دنیا کے ذریعہ عقبیٰ کی خریداری کر لو اے میرے عزیز و اگر تم نے یہاں نہیں خرید اتو پھر حسرت ہوگی)

عزیزان و محبان جو اس علاقہ میں ہیں ان پر واضح ہو کہ خواجہ حاجی زائر الحرمین حامل رقعہ ہذا یہ ایک درویش صاحب آل و اولاد ہیں معاش کی قلت نے انہیں اضطراب و پریشانی میں ڈال دیا ہے اسی بنا پر اس طرف جانے کا انہوں نے عزم کر لیا ہے جس عزیز اور دوست کے پاس یہ پہنچیں چنانچہ آپ لوگ اپنے اخلاق کریمانہ سے حاجتمندوں اور ضرورت والوں کی حاجت روائی اور ضرورت پوری کرتے رہیں تاکہ آپ لوگوں نے اپنے لئے آخرت کا ذخیرہ جمع کیا ہے ان کے پریشان دل کو بھی اپنے امکان بھر مطمئن کریں اور ان کی دل جمعی فرمائیں حق سبحانہٗ تعالےٰ آپ عزیزوں کے دلوں کو دنیا و آخرت دونوں جگہ طمانیت عطا فرمائے گا اپنے فضل و احسان سے آن عزیزان و محبان دلنشیں کرلیں کہ دنیا کے عیوب اتنے زیادہ ہیں کہ تحریر و بیان میں نہیں آسکتے لیکن ان عیوب کے باوجود اس دنیا کا ایک ہنر بھی ہے کہ یہ آخرت کمانے کی کھیتی ہے یعنی مزرعہ آخرت ہے خاص خوش قسمتوں کے لئے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ دنیا اس کی سنواری جاتی ہے جو سخاوت و فیاضی سے سنوارا ہوا ہوتا ہے کہ نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ (کتنا اچھا صالح مال وہ ہے جو صالح آدمیوں کے لئے ہے) اسی کو خواجہ عطار رحمتہ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ ؎

چوں چنیں کردی ترا دنیا نکوست — بس برائے دیں تو دنیا را دوست

تو بہ دنیا در مشو مشغول خویش — بلکہ در وے کار عقبیٰ گیر بیش

(اگر تم نے ایسا کیا دنیا تمہارے لئے اچھی ہے تو دنیا کو دین کے لئے دوست رکھو۔ تم دنیا میں اپنی دنیاوی منفعت کے لئے مشغول نہ ہو بلکہ اس میں آخرت کے لئے زیادہ سے زیادہ کام کرو۔)

خصوصاً دولت مندوں، ارباب حکومت، منصب داروں، اور اصحاب قدر و منزلت کے لئے حق سبحانہٗ تعالےٰ تک راہ اس سے زیادہ نزدیک اور کون سی ہے چنانچہ ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا اللہ جل شانہٗ تک پہنچنے کے لئے کتنی راہیں ہیں انہوں نے کہا ؛ موجودات میں جتنے ذرّے ہیں ان کی تعداد میں حق تعالےٰ تک پہنچنے کی راہ ہے۔ لیکن کوئی راہ لوگوں کے دلوں کو راحت پہنچانے سے زیادہ قریب اور مفید تر نہیں ہے اور ہم نے اسی راہ سے حق سبحانہٗ تعالےٰ کو پایا ہے اور اپنے مُریدوں کو بھی ہم اسی کی وصیت کرتے ہیں چنانچہ اسی مجلس میں جہاں یہ گفتگو ہو رہی تھی کسی نے کہا اس ملک کا بادشاہ شب بیداری کرتا ہے بہت زیادہ نفل نمازیں پڑھتا ہے اور نفل روزے بھی بہت زیادہ رکھتا ہے۔ ان بزرگ نے کہا اس غریب نے اپنی راہ کھودی اور دوسروں کے کام کو اس نے اختیار کرلیا ہے لوگوں نے پوچھا یا شیخ! اس کے کام کیا ہیں؟ کہا اس کی راہ اس کا کام یہ ہے کہ وہ طرح طرح کے لذیذ کھانے اور نعمتیں پکوا کر بھوکوں کو کھلائے اور قسم قسم کے کپڑے سلوا کر ننگوں کو پہنوائے اور برباد و ویران دلوں کو آباد کرائے اور حاجتمندوں، محتاجوں کی دستگیری ان کی حاجت روائی کرے شب بیداری، نفل نمازیں، نفل روزے یہ سب تو درویشوں کے کام ہیں، بادشاہوں اُمرا و ملوک کے کام نہیں۔

والسلام

شرف منیری

❋

مکتوب ۹۳

چھپے ہوئے کفر کے معلوم کرنے اور اوصاف مسلمانی کے ظاہر ہونے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے شدہ ہر دو جہاں از تو پدید — ناپدید از جان و جہاں زتو پدید

اے ز جسم و جاں نہاں دیدار تو — گم شدہ عقل و خرد در کار تو

اے جہانِ جاں ہمہ حیران تو — صد ہزاراں عقل سرگردان تو

(اے وہ کہ دونوں جہان تیرے ظہور میں آیا۔ جان و جہان سے ظاہر نہیں ہوئی جان تجھ سے پیدا ہوئی ہے۔

(اے وہ کہ جسم و جان سے تیری لقا تیری دید نہاں ہے، عقل و ہوش تیرے کاموں میں گم اور عاجز ہیں۔

اے وہ کہ تو سارے عالم کی جانوں کا جہاں ہے سب تجھ سے عالم حیرت میں ہیں ہزاروں عقل تیری حقیقت کی تلاش میں سرگرداں ہیں)

برادر عزیز کا خط ملا، پڑھا اللہ کا شکر ہے آپ کے جانے کے بعد یہاں کے کاموں میں خلل پیدا نہ ہوا اور کوئی آفت نہ آئی گرچہ اس کا اندیشہ تھا۔

اے بھائی! دوستوں محبوں، قرابت مندوں، بیوی بال بچوں کی مجبوریاں حق سبحانہ تعالےٰ سے ہٹا کر اپنی طرف اگر مشغول کریں تو اسے مَا يَشْتَغِلُ عَنِ الْحَقِّ فَهُوَ طَاغُوتُكَ (جو چیز حق سبحانہ تعالےٰ کی شغول سے ہٹا کر اپنے میں مشغول کرے وہ تمہارا بت ہے) کے تحت سمجھو اور جناب خلیل اللہ صلوٰۃ اللہ کی اقتدا کرو اور کہو فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ (بیشک وہ ساری چیزیں میرے دشمن ہیں سوائے اللہ رب العالمین کے) چنانچہ خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہر چہ جز حق چوں زاں گرفتی خشم — جبرئیلت نیاید اندر چشم

(اللہ کے سوا جتنی چیزیں ہیں انہیں تم دشمن جانو یہاں تک کہ تمہاری آنکھوں میں جبرئیل کی بھی سمائی نہ ہو)

جناب خلیل اللہ علیہ السلام کے قصہ میں آخر تم نے سنا ہے کہ جناب جبرئیل کو جواب دیا اَمَّا اِلَيْكَ فَلَا (حاجت تو ہے لیکن آپ سے نہیں) شرع کا فتویٰ ہے الرفیق ثم الطریق (دین کی راہ میں ایک رفیق سفر موافق حال کا ہونا پسندیدہ ہے اگر ایسا رفیق ملے۔ ایسے لوگ ملتے کہاں ہیں۔ خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یار ہمدرد بس عجیب بود — در بدست آیت غریب بود

پس نکو گفتہ اند ہشیار آں — خانہ را یار و راہ را یاراں

(ہمدرد رفیق، شاذ و نادر ہی ہوتے ہیں اگر مل جائیں سمجھ لو ایک نادر چیز مل گئی۔

اس راہ کے ہوشمندوں نے اچھی بات کہی ہے کہ گھر کے لئے معاون اور راستہ کے لئے رفیق و راہبر چاہیئے)

فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى

(تو جو کوئی انکار (کفر) کرے خدا کے علاوہ ہر اس چیز سے جس کو پوجتے ہیں اور خدا پر ایمان لائے تو بیشک اس نے مضبوط پکڑ لیا اللہ کی رسی کو)

اے بھائی! یقین کرو جب تک یہ کفر نہیں ہوتا یعنی کفر بالطاغوت نہیں ہوتا یومن باللہ کا جمال کوئی کیسے دیکھتا؟ اور طاغوت کیا ہے مَا شَغَلَكَ عَنِ الْحَقِّ طَاغُوْت یعنی بت وہ ہے جو بھی حق تعالےٰ سے ہٹا کر اپنی طرف مشغول کرے۔ اللہ کے سوا جو کچھ ہے وہ طاغوت ہے۔

ایک درویش نے طاغوت کی تصریح میں کہا ہے کُل اَمْرٍ نفسہ ہر شخص کا نفس اسکا طاغوت یعنی بت ہے یہاں "کفر" تبری یعنی نفرت و بیزاری کے معنی میں ہے۔ اس معنی میں کہا ہے۔ ؎

کفر اندر خود قاعدہ ایمان ست — آساں آساں بکافری نتواں رفت

(کفر خود اپنی ذات سے ایمان کے قاعدہ میں ہے کافری سے آسانی کے ساتھ نہیں نکل سکتے)

عاشق، معشوق، عشق یہ کثرت کا عالم ہے بلا شبہ وحدت کا عالم تو ایک ہی ہے۔ اس شعر میں اسی کا اشارہ ہے۔ ؎

در دوئی عقل راست پیچا پیچ — چشم ایماں دوئی نہ بیند ہیچ
گر عدد گر دو احد کارے بود — ورنہ بیشک رنج بسیارے بود

(دوئی دیکھنے ہی میں عقل کے لئے اُلجھن اور پیچیدگیاں ہیں ایمان کی آنکھ دو نہیں دیکھتی ہے اگر عدد احد ہو جائے یعنی کثرت میں وحدت ہو جائے تو کام ہو گیا ورنہ بلا شبہ بہت زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔)

دل مطمئن رکھیں اور اپنے کام میں لگے رہیں جس طرح کہا جائے اس پر عمل کرتے رہیں یہاں تک کہ وہ وقت آجائے کہ تمہیں سارے جہان کے لئے ہم ایک نمونہ بنا دیں الی اخرہ۔

اُمید ہے جلد ہی اس کفر تک رسائی ہو جائے گی اور جب اس کفر تک پہنچ گئے تو تحقیقی مومن ہو گئے پھر غیر کا وجود ہی نہیں ہو گا اور جو چیز بھی تمہارے اندر ظاہر ہو گی وہ اس کے عالم سے ہو گی اور تم بیچ میں ایک نشان کے طور پر ہو گے۔ ؎

چون ز جسم و جاں بروں آئی تمام — تو نہ مانی حق بماند والسّلام

(جب تم جسم و جان ظاہر و باطن سے کامل طور پر نکل آئے تو پھر تم کہاں ہو بس اللہ ہی اللہ رہ گیا والسلام)

بی یسمع و بی یبصر و بی یبطش و بی یمشی (میں بندہ کی شنوائی، بینائی اس کی جان اس کا چلنا ہو جاتا ہوں) کا اشارہ اسی طرف ہے وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی (وہ تیر جو آپ نے پھینکا وہ آپ نے نہیں پھینکا اللہ نے پھینکا) کی رہنمائی بھی اسی جانب ہے۔ ؎

با تو یوں رُخ بہ آئینہ مصقول — نہ از رہ اتحاد ور دئے حلول

(آئینہ دل اگر صاف و شفاف ہے تو تیرے چہرہ کی طرح اس میں وہ نظر آئے گا حلول و اتحاد کیطور پر نہیں بلکہ حقیقتاً)

اور احوال معانی میں سے جو چیز غلبہ پیدا کرے اور تمہارے باطن کو بھر دے تو سب کو گھونٹ جاؤ اور جوش میں نہ آؤ اور اس کی محبت کے مقام سے ھَلْ مِنْ مَّزِیْد اور ملے اور ملے کا نعرہ لگاؤ۔ امام شبلیؒ

کا یہ کہنا یَا دَلِیلَ الْمُتَحَیِّرِیْنِ زِدْنِی تَحَیُّرًا (اے متحیر ہونے والوں کے چراغِ راہ میری حیرت اور بڑھائیے) زیادتی کا تقاضہ ہی تو ہے۔ ؎

گر تو صد دریا در آشامی بزور — ہمچو کوہی باش چوں دریا مشور

(اگر تو سو دریا اپنی طاقت سے گھونٹ جائے تو بھی پہاڑ کی طرح ساکن رہ دریا کی طرح شور نہ کر)

اور یہ جو لکھا ہے کہ جب اپنے اندر غور کرتا ہوں تو خود کو کامل طور پر ختم پاتا ہوں، دوگانہ شکرادا کیجئے اسے "گردش" کہتے ہیں اس کے بعد "روش" عنایت فرمائی جائے گی اور اس کے بعد "کشش" کی دولت حاصل ہوگی کہ جو اللہ جل شانہ کی کششوں میں سے خاص کشش ہے یعنی جذبہ من جذبات الحق توازی عمل الثقلین اپنا جمالِ جہاں آرا دکھلائے گا۔ اسی منزل میں "سیر" "طیر" سے بدل جاتی ہے اپنے حال کے مطابق یہ شعر سنو۔ ؎

درجہان معرفت بالغ شدی — ازخود وازایں وآں فارغ شدی

(معرفت کی دنیا میں تم بالغ ہوگئے اپنے آپ سے اور سب سے فارغ ہوگئے)

اے بھائی! اقرار و تصدیق تو تمہاری اپنی صفت ہے جب صفت باقی رہی موصوف بھی باقی رہے گا اور یہ کثرت ہوگی وحدہ لاشریک لہ کیسے ہوگا۔ ؎

مصرع:۔ "غوغا بود دو بادشاہ اندر ولایتے۔" ایک ملک کے اندر دو بادشاہ ہوں تو بدامنی ہوگی)

اِمَّا اَنَا وَاِمَّا اَنْتَ (یا میں یا تو) ؎

اے صدف جوئی جوہر الّا — جام جاں را بنہ بساحل لا

تا بجاروب لا نہ روبی راہ — نہ رسی در سرائے اِلَّا اللہ

(اے وہ شخص تو الّا کا موتی ڈھونڈھتا ہے تو اپنے جان کے پیمانے کو لا کے ساحل پر رکھدے جب تک لا کے جھاڑو سے راہ نہیں بُہارتا الّا اللہ کے خیمہ تک نہیں پہنچ سکتا) اور خواجہ عطار کی جان پر اللہ کی رحمت ہو جیو۔ فرمایا ہے۔ ؎

ہیچ ہستم می ندانم یا نیم — چوں ہمہ ہم اوست آخر من کنم

(میں کچھ ہوں یا نہیں ہوں میں نہیں جانتا جب سب کچھ وہی ہے آخر میں کون ہوں؟) یہ مسئلہ سب کے لئے مشکل رہا ہے کیا کیا جائے یہ ایک معمہ ہے۔ ؎

سر بستہ درآں زلف تو سربستہ نگارا — لیکن چو تواں کرد کہ با ما نکشائی

(اے میرے محبوب آپ کی زلف میں ایک ایسا راز ہے کہ جو سر بستہ ہے کیا کیا جائے کہ آپ وہ راز مجھ پر نہیں کھولتے)

چنانچہ کچھ اہل تصوف فرماتے ہیں کہ توحید کو جو کھول کر بیان کرے اس کا قتل کرنا دوسروں کے زندہ رکھنے سے بھی بہتر ہے۔ کیونکہ ربوبیت کے راز کو ظاہر کرنا کفر ہے اس لئے کہ یہ راز اگر ظاہر ہو جائے تو نبوت باطل نظر آنے لگے احکام نبوت کا ظاہر ہونا ایمان کی قوت، شریعت کا قیام اس راز کے پنہاں رہنے میں ہے، دین کا نظام اور اصلاح و تدبیر اسی طرح باقی رہ سکتی ہے۔ وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰٓی اَمْرِہٖ "عالم" یعنی علوم تین قسم کے ہیں "علم ظاہر" جسے اہل ظاہر کے سامنے بیان کیا جا سکتا ہے۔ "علم باطن" جسے اہل باطن کے سوا اور کسی کے سامنے نہیں کہا جا سکتا ہے۔ اور تیسرا علم وہ ہے جو اس علم کے حاصل کرنے والے اور اللہ کے درمیان راز ہے اور وہی "حقیقت ایمان" ہے۔ اس علم کو اہل ظاہر اور اہل باطن دونوں کے سامنے نہیں کہا جانا چاہیئے۔

اے بھائی! تحریر و بیان میں تو وہی علم آسکتا ہے جہاں علم و عقل کی گنجائش ہو اور جہاں علم و عقل تہی داماں، مفلس ہوں وہاں اس کا کیا ذکر۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

این چنیں کارے کہ در پیش آمدست | علم مفلس، عقل درویش آمدست

(یہ علم جس کے حامل اللہ کے عارفین ہیں اس کام سے علم مفلس، بینوا عقل تہی داماں نادار رہے)

جتنا کچھ لکھا جا سکتا ہے اس کا نشان ان اشعار سے سو شاید کسی دن اس مقام تک تمہاری رسائی ہو جائے ان شاء اللہ۔ ؎

عشق برتر ز عقل واز جان ست | لی مع اللہ وقت مردان ست

کفر و دیں عقل ناتمام بود | عشق با کفر دیں کدام بود

عشق را امروز و فردا کے بود | کفر و دیں ایں جا و آنجا کے بود

(عشق، عقل و جان سے بالاتر ہے لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ مردانِ خدا کے خاص اوقات ہیں۔ کفر و دین کے سمجھنے میں جب عقل ناقص ہے۔ عشق تو کفر و دین سے بہت آگے ہے۔

عشق میں آج اور کل کہاں ہوتا ہے کفر و دین میں یہاں اور وہاں کا سوال کہاں ہوتا ہے۔)

یہاں پر دل میں کچھ وسوسہ آسکتا ہے۔ اے بھائی! تم جانتے ہو کہ ذمہ داریاں عقل کے دائرہ و حدود میں ہوتی ہیں اگر آدمی عقل کی حدود میں ہے تو ذمہ داریاں ہیں اور نہیں ہے تو شرع کی پابندی نہیں ہے عشق کے اطوار عقل کے طور و طریقہ سے بالاتر ہوتے ہیں اسی کو کہا ہے۔ ؎

عاقلاں را شرع تکلیف آمدہ ست | بیدلاں را عشق تشریف آمدہ ست

(عقل والوں کے لئے شرع کی پابندیاں ہیں دیوانوں کے لئے عشق کا شرف آیا ہے۔)

اَلْعِشْقُ جنونٌ اِلٰہی (عشق اللہ کی محبت کا جنون ہے) جو ذمہ داریاں عقل والوں پر ہیں وہ دیوانوں پر نہیں ہوتی ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

ہرچہ از دیوانہ آید در وجود عفو فرمایند از دیوانہ زُود

(دیوانہ سے جو بات سرزد ہو جاتی ہے وہ اس کی دیوانگی کی بنا پر اسی وقت معاف ہو جاتی ہے)

؎ تو توای مہر و کیں از اں آمد تُو تُوای کفر و دیں از اں آمد

ایں ہمہ رنگہاے پر نیرنگ خم وحدت کند ہمہ یکرنگ

(دوستی و دشمنی تمہاری توئی کی پیداوار ہے، کفر و دین بھی تمہاری توئی کی بنا پر ہے۔

یہ تمام رنگارنگی اپنی رنگینیوں سے جو بھری ہوئی ہے توحید کی شراب سب کو یکرنگ کر دیتی ہے)

اتنا بھر جو لکھا گیا وہ اسی قسم کو ظاہر کیا گیا ہے جب اس جماعت صوفیہ کے کلمات اور ان کے اشعار مطالعہ کریں گے تو اس حقیقت کو سمجھ سکیں گے اور ترقی کریں گے یہاں تک کہ وہ وقت آجائے گا کہ اس اصل تک پہنچ جائیں گے کہ جس کے بارے میں کہتے ہیں کہ علم و عقل سے آگے اور کوئی معاملہ ہی نہیں ہے جب آدمی اس منزل پر پہنچ جاتا ہے تو سب کچھ جان لیتا ہے اور دیکھ لیتا ہے جیسا کہ اس کی حقیقت ہے۔ ؎

عشق باسر بریدہ گوید راز زانکہ داند کہ سر بود غماز

(عشق ان لوگوں سے اپنا راز کہتا ہے جن کے سر جدا ہوتے ہیں اس لئے کہ سر کے ہوتے ہوئے آنکھ اشارہ اشارہ میں راز کہدیتی ہے۔)

❋

والسلام

شرف منیری

مکتوب ۹۴

عاجزی، انکساری اور دوستوں سے موافقت میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شیخ مغربی (رحمۃ اللہ علیہ) کے نام

شرف نیسری ؒ جواپنی خطاؤں سے شرمندہ اور اپنے قصوروں سے خجل ہے اور جب تک زندہ ہے اسی کی حسرت وندامت میں رہے گا۔ سلام وتحیت وفور اشتیاق کے ساتھ پیش کرتا ہے۔

چنانی در دلم حاضر کہ جاں در جسم وخوں در رگ فراموشم نہ وقتے کہ دگر وقت یاد آئی

(آپ میرے دل میں ایسے رہتے ہیں جیسے جسم میں جان اور رگوں میں خون ہوتا ہے۔ ایسا کوئی وقت ہی نہیں ہوتا کہ میں آپ کو بھولوں جو دوسرے وقت یاد آئیں۔)

عرض ہے ملک حسام الدین کئی بار آئے تھے آپ برادر کا سلام پہنچاتے رہے اسے میں نے اپنے لئے دولت ابدی اور سعادت سرمدی تصور کیا الحمدللہ علیٰ ذالک۔ جب وہ واپس گئے تو ان کی معرفت ایک مکتوب میں نے آپ برادر کی خدمت میں بھیجا ہے انشاءاللہ مل گیا ہوگا۔ چوں کہ آپ مقام بستار میں رہتے ہیں اور وہ مقام ایک گوشہ میں واقع ہے ہر شخص کی وہاں تک گذر نہیں ہے اور ہر شخص آں برادر تک نہیں پہنچ سکتا اسی بنا پر خطوط اور تحفے نہیں بھیجے جاتے ورنہ متواتر بھیجتے رہتے۔ یہ چند دن کی زندگی جو باقی ہے اپنی دلی توجہ اس بے اقبال کی طرف اور اپنی ہمت خاص اس فقیر کے کام میں فرمائیں تاکہ حق سبحانہٗ تعالےٰ اس گرفتاری سے باہر نکالے کیا کروں مجبور ہوں پاؤں میں بیڑیاں ہیں شریعت اجازت نہیں دیتی ورنہ اس وقت اسی حال میں وہاں آجاتا اور اس مسجد کے در پر جہاں آپ برادر قیام پذیر ہیں مجاوری کرتا اور اپنا غم دکھاتا۔ ؎

گر دست رسد ہزار جانم در پائے مبارکت فشانم

(اگر مجھے ہزار جان ملے تو آپ کے قدم مبارک میں قربان کردوں) اگرچہ اس بے اقبال نے بہت چاہا کہ ہندوستان سے قدم باہر نکالے اس طرح مسلمانوں کی صحبت اور درویشوں کی خدمت میں رہ کر شاید مسلمان ہوجائے لیکن اس نے موقع نہ دیا آخر کار اس بے اقبال کا حال کیا ہوگا خدا ہی جانتا ہے ابھی تک زنار بندی گردن سے دور نہیں ہوئی ہے توحید کا جمال دیکھنے میں نہیں آیا اور اہل کفر وشرک کے درمیان بت پرستی میں عمر گذر رہی ہے جس قدر اپنا جائزہ لیتا ہوں ہر سمت سے دیکھتا ہوں سوائے بت، زنار، کفر، شرک، نفس کے اور کوئی چیز نظر نہیں آتی ہے فریاد فریاد، فریاد۔ المدد، المدد، المدد۔ ؎

اندریں فتنہ کہ فریاد رسد جاں مرا ترک قتال وفرس تند شکارے مانده

(معشوق یعنی صیاد جان لیوا گھوڑا تیز رفتار غریب شکار عاجز تھکا ہوا ایسے فتنہ میں ہماری جان کس کی دہائی دے کس سے مدد مانگے) مَنْ فَاتَهُ الْمَوْلٰی فَاتَهُ الْکُلُّ (جس سے مولا چھوٹا اس سے سب کچھ چھوٹ گیا اس بے دولت کے لئے دونوں جہاں کی مصیبت ہے اور مَنْ کَانَ فِیْ هٰذِهٖ الدُّنْیَا أَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ أَعْمٰی

(جو یہاں نابینا رہا وہ آخرت میں بھی نابینا ہی رہے گا) ابھی تک اس بے مایہ کا دامن اس سے نہیں چھوٹا ہے کیا تدبیر کروں۔ ؎

کجا روم چہ کنم؟ کرا شفیع آرم — دلے کہ رفت زدستم چہ گونہ باز آرم

(کہاں جاؤں، کیا کروں، کس کو شفیع لاؤں۔ وہ دل جو ہاتھ سے جاچکا ہے اسے کیسے واپس لاؤں۔)

میرا حال تو عجب ہے کوئی شیخ کہتا ہے کوئی آکر مرید ہوتا ہے کوئی ملک المشائخ لکھتا ہے کوئی قطب الاقطاب کہتا ہے اور اس عالی جناب کا یعنی اپنا حال یہ ہے کہ ابھی تک گردن سے نفس کی زنار داری نہیں اُتری ہے اپنی کیا فضیحتی ہے۔ اس کی جان پر رحمت جس نے کہا ہے۔ ؎

صوفی وسیہ پوش شدی شیخ چلہ دار — این جملہ شدی ولے مسلمان نشدی

(صوفی ہوئے، سیاہ پوش ہوئے، شیخ چلہ دار بنے یہ سب ہوئے لیکن مسلمان نہ ہوئے۔)

اے بھائی! اس خاکسار بے دولت کا حال تحریر و بیان سے باہر ہے یہ ایک شعر اعتباری حیثیت سے میرے حال کے بالکل موافق ہے۔ ؎

نمیدانم کرا مانم بدیں سیرت گرفتارم — نہ من ہندو نہ من مسلم نہ من مرتد نہ بدکارم

(میں نہیں جانتا میں کیا ہوں اپنی سیرت تو بس یہ ہے کہ میں نہ ہندو ہوں نہ مسلمان نہ مرتد ہوں نہ بدکار)

اس حال میں دوستوں کی طرف دوڑنے اور محبانِ خاص کے در پر پڑے رہنے اور ان سے امداد طلب کرنے کے سوا اور دوسری کیا تدبیر ہے؟ اپنی نعمت و دولت کی زکوٰۃ سے اس مفلس و بے نوا پر عنایت خاص فرمائیں اور وہ وقت کہ لی مع اللہ، دقتٌ کی عبارت سے آراستہ ہے اس میں اس بے دولت کے لئے اس رب العزت کی بارگاہ سے طلب کریں اور بے کراں بخشیں۔ مصرعؔ "رفتم از دست گر نگیری دستم" (میں ہاتھ سے گیا اگر میری دستگیری نہ کی گئی) ؎

در باب دگر تو در نیابی — تا چیز شوم درین خرابی

(میری خبر لیجئے اگر میری خبر نہ لی گئی تو اس تباہی و بربادی میں میں تباہ ہو جاؤں گا۔)

ہمیشہ اور ہر وقت جب سے یہ دنیا قایم ہے گرے پڑے دوستوں کو دوستوں اور یاروں نے ہی سہارا دیا ہے اور انکی دستگیری کی ہے۔ مصرعؔ "یار کار افتادہ را یاری ہم از یاراں رسد" (ناکارہ گرے پڑے دوستوں کو ہمیشہ دوستوں ہی نے سہارا دیا ہے) اس بے مایہ بے نصیب سے جو خطائیں غلطیاں وجود میں آئیں ہیں وہ سب تو ظاہر معلوم ہیں لیکن عفو و درگذر فرمانے والے کی نظر اس پر نہیں ہوتی اس کی نگاہ تو اپنے کرم نوازش و قبولیت

کو دیکھتی ہے جو اد بار میں ہوتا ہے اس سے ہمہ دم جفا ہوتی ہے لیکن قبول فرمانے والے کی جانب سے وفا کا اظہار ہوتا ہے بے دولتوں سے قصور ہوتا ہے دولت والے عزت سے نوازتے ہیں۔

در رحمت خود ببیں و مبیں در گنہہ ما ما پُر ز گنہہ از سر تا ناخن پایم

(اپنی رحمت کو دیکھئے ہمارے گناہوں پر نظر نہ کیجیئے۔ میں تو سر سے پاؤں کے ناخن تک گناہوں میں ڈوبا ہوا ہوں)

والسلام (خاکسار شرف منیری)

نوٹ: لے سبحان اللہ، زہے عجز و انکسار وانبوہ دولت فیض رحمت مخدوم جہاں اور زہے مقام حضرت شیخ مغربی رحمہم اللہ وقدس اللہ اسرارہم۔ طفیل ہر دو ایں پیران امید آبرو دارم بہ آں درگاہ قدسی آیۃ لاتقنطوا دارم (تیم)

مخدوم جہاں نے حضرت مولانا کو مکتوب ۱۳۱ میں لکھا ہے۔ آدمی فیض رحمت جس قدر اپنے اندر زیادہ دیکھے اسی قدر عاجزی، کمتری، نیازمندی، انکساری پیش کرے۔ خاکپائے قسیم عفی عنہ

جامع مکتوبات نے جب مکتوبات کی تدوین کی ہوگی اس وقت حضرت شیخ مغربی کا وصال ہوچکا ہوگا۔ اس لئے رحمۃ اللہ علیہ کا اضافہ کردیا ہوگا۔ ورنہ "رحمۃ اللہ علیہ" لکھنے کے کیا معنی؟

مکتوب ۹۵

عدل و انصاف اور مظلوم کی طرف امداد کی نظر میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ فوائد اس خط سے منقول ہیں جو خواجہ عابد ظفر آبادی کے التماس پر سلطان الشرق فیروز شاہ تغلق کو لکھا گیا تھا جب کہ ان کا کچھ مال ظلم سے تلف ہوگیا تھا۔

حضرت بلال مؤذن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہم حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ معظمہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکان میں بیٹھے تھے کہ ایک آدمی آیا اس نے دروازہ کھٹکھٹایا پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا باہر جاکر دیکھو کون ہے۔ میں باہر گیا ایک نصرانی کو دیکھا کھڑا ہے اس نے پوچھا محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہاں ہیں؟ میں نے کہا ہاں! پھر وہ اندر چلا آیا اور کہا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہتے ہیں کہ میں خدا کا رسول ہوں، خدا نے مجھے لوگوں کے پاس بھیجا ہے تاکہ میں انہیں اسلام کی دعوت دوں، اگر آپ سچے رسول ہیں تو کسی طاقتور کو کمزور سے

پر ظلم کرنے کے لئے آزاد نہ چھوڑیئے۔ حضور پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا تمہارے ساتھ کس نے ظلم کیا ہے؟ اس نے کہا ابو جہل نے میرا مال لے لیا ہے۔ حضور رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت اُٹھے وہ آرام کرنے کا وقت تھا۔ سخت گرمی تھی۔ حضور اسی حال میں روانہ ہوئے تاکہ اس مظلوم کی مدد فرمائیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ وقت دوپہر کا ہے۔ سونے کا وقت ہے۔ گرمی بھی شدید ہے۔ شاید ابو جہل سو رہا ہوگا اور بہت غضبناک ہو جائے گا۔ حضورؐ نہیں رُکے اسی غصہ کے حال میں روانہ ہو گئے۔ ابو جہل کے دروازہ کو پیٹا۔ ایسا کہ ابو جہل غضبناک ہو گیا اور لات وعزیٰ جو اس کے بڑے بت تھے۔ اُس کی قسم کھائی کہ جس نے دروازہ پیٹا ہے اسے قتل کر دوں گا۔ جب وہ باہر آیا دیکھا حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم در پر کھڑے ہیں۔ اس نے کہا اندر آجایئے۔ میرے پاس کسی کو کیوں نہیں بھیجدیا۔ حضورؐ نے غصہ میں فرمایا' تم نے اس نصرانی کا مال کیوں لے لیا ہے اس کا مال واپس کرو۔ اس نے کہا کیا اسی کام کے لئے آپ آگئے کسی صحابی کو کیوں نہیں بھیجدیا کہ اس کا مال میں اسے لوٹا دیتا حضورؐ نے فرمایا بات زیادہ نہ بناؤ۔ اس کا مال فوراً واپس کرو۔ پھر ابو جہل نے اس کا سارا مال نکال کر اس نصرانی کے حوالہ کر دیا۔ حضور نے پوچھا اے نصرانی! تیرا سب مال تجھے مل گیا۔ اس نے کہا ایک بوری یا بوری سینے کا سُوا' نہیں ہے حضورؐ نے کہا اس کی بوری اسے لوٹا دو۔ اس نے کہا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ جایئے میں اسے پہنچا دوں گا۔ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہرگز میں نہیں جاؤں گا جب تک اسے واپس نہیں کرو گے۔ ابو جہل گھر کے اندر گیا۔ وہ بوری نہیں ملی اس سے اچھی بوری لے آیا۔ کہا وہ تو نہیں ملی۔ لیکن اس سے یہ اچھی ہے جو اس کے عوض میں دے رہا ہوں۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا اے نصرانی یہ اچھی ہے یا وہ اچھی تھی؟۔ اس نے کہا یہ اچھی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اگر تم کہتے وہ اچھی تھی تو ہرگز میں نہیں لوٹتا جب تک اس کی قیمت نہ دلوا لیتا۔

اور ایک دوسری روایت آئی ہے کہ فرمایا پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کسی مظلوم کی مدد کرتا ہے خداوند تعالیٰ قیامت کے دن پُل صراط سے گذرنے میں اس کی مدد فرماتا ہے اور اسے بہشت میں داخل فرمائے گا۔ اور جو شخص کسی مظلوم کو دیکھے اور وہ مظلوم اس سے مدد طلب کرے اور وہ شخص اس کی مدد نہ کرے تو سو کوڑے آگ کے اسے قبر میں لگائے جائیں گے۔

اور ایک دوسری روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی مظلوم کی مدد کرتا ہے تو تہتّر۷۳ مغفرت اس کے لئے لکھی جائے گی۔ اس میں سے ایک مغفرت

ایسی ہوگی کہ جس کے ذریعہ دنیا کے کام اس کے بن جائیں گے اور بہتر ایسے ہوں گے جو دین اور عقبیٰ میں اس کے کام آئیں گے۔

ایک اور دوسری روایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کی ہے کہ شہر کے باہر ایک قافلہ آکر ٹھہرا ہوا تھا۔ حضرت عمر خطاب رضی حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا آؤ چلیں شہر کے باہر جو قافلہ آکر ٹھہرا ہوا ہے اسکی پہرہ داری کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ تھکن سے چور ہو کر سو رہیں۔ اور کوئی ان لوگوں کے سامان سے کچھ غائب کر دے۔ دونوں حضرات گئے۔ اور رات بھر پہرہ دیتے رہے۔ حق سبحانہٗ تعالےٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ کی صفت سے اس درجہ آراستہ فرمایا ہے کہ تمام مسلمانوں پر وہ رحم فرمانے والے اور ان کا غم کھانے والے ہو گئے ہیں۔

الحمدللہ! آج آپ کی ذات معظم و مکرم ظلموں اور عاجزوں کی پناہ ہے۔ اور عدل و انصاف آپکے دربار سے عالم میں جاری و ساری ہے آپ کو وہ سعادت حاصل ہے جس کی خوشخبری حضرت پیغامبر صلے اللہ علیہ وسلم نے دی ہے کہ ایک ساعت کا عدل ساٹھ سال کی عبادت سے اعلیٰ و افضل ہے۔

عاقبت بخیر باد۔

*

والسلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۹۶

کمال تواضع اور سابق نوازشات میں

داؤد ملک داماد سلطان محمد تغلق کے نام ان کے خط کے جواب میں۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُو

شرف منیری جو سگ بارگاہِ علماء ہے سلام تحیت ہزاروں ہزار خجلت و شرمندگی اور ہزاروں ہزار معذرت و سرافگندگی کے ساتھ صدر کی جناب میں پیش کرتا ہے۔ غرض یہ ہے کہ یہ جاکھار سگ رو سیاہ کون ہوتا ہے کہ جناب صدر اس درجہ تواضع (عاجزی) کے ساتھ خط میں اس کا تذکرہ کریں۔ لیکن ہاں! یہ اس حکایت کے مانند ہے جو لوگوں نے مشک سے کہا تجھ میں ایک عیب ہے اس نے پوچھا

وہ عیب کیا ہے؟ کہا تو اپنی خوشبو ہر شخص کو پہنچاتا ہے۔ اہل اور نا اہل کی تمیز نہیں کرتا مشک نے کہا میں یہ نہیں دیکھتا کہ یہ شخص کون ہے اور کس رتبہ کا ہے بلکہ میں یہ دیکھتا ہوں کہ میں کون ہوں۔ ورنہ یہ اہلِ دیار دخذلان کون ہوتا ہے کہ جناب صدر اس کو ملک المشائخ قطب الاولیا کے القاب سے یاد کریں اور خود کو ایک معتقد کی حیثیت سے پیش کریں۔ افسوس صد افسوس! اس بے اقبال کا معاملہ تو یہ ہے کہ شقاوت داد بار، خاکساری بت پرستی و زنارداری کی لعنت سے آگے نہیں بڑھا ہے۔ اور لوگوں کو اس بے اقبال کے متعلق اور اس مخذول کی منافقی سے دوسرا ہی گمان ہوتا ہے۔

حکایت ہے کہ ایک بزرگ ایک شخص کے جنازہ کی نماز میں شریک ہوئے۔ نماز کے بعد کسی کی زبان سے یہ سنا کہ یہ شخص اس شہر میں نیک نام تھا۔ ان بزرگ نے کہا اگر یہ مجھے پہلے معلوم ہوتا تو میں ہرگز نماز جنازہ نہیں پڑھتا۔ لوگوں نے پوچھا ایسا کیوں؟ انہوں نے کہا جب تک آدمی منافق نہیں ہوتا نیک نام نہیں ہوتا ہے۔ اور جناب کے القاب و آداب لکھنے کی وجہ میری شہرت ہے تو شیطان عالم میں اس بے اقبال سے کہیں زیادہ مشہور ہے۔

اے صدر بزرگوار! اسلام وہ دین نہیں ہے کہ جو ہر گندے اور ناشستہ رو کو اپنا جمال دکھلائے لا یمسہ الا المطہرون (اسے طیب و طاہر لوگوں کے سوا کوئی ہاتھ نہ لگائے) ایک عالم نے اپنے در پر لکھ کر لگا دیا ہے وَمَا یُؤمِنُ اَکثَرُھُم بِاللّٰہِ اِلَّا وَھُم مُشرِکُونَ ؕ ان میں سے اکثر لوگ اللہ پر ایمان بھی نہیں رکھتے ان کی حالت مشرکوں کی ہے) اور ایک جہان کو اپنی توحید کی بارگاہ سے نکال دیا ہے دین کا کام اتنا آسان نہیں ہے جتنا کہ لوگوں نے سمجھ لیا ہے اور تشکل بنا لی ہے۔ جو لوگ دین کی پناہ میں آ گئے ہیں اور ہر چیز کو جیسی کہ اس کی حقیقت ہے دیکھ چکے ہیں اور کاموں کی حقیقت سے آگاہ ہو چکے ہیں، وہ التجا کرتے ہیں اَللّٰھُمَّ اجعَلنَا عَدَمًا لَا وُجُودَ لَہٗ (اے اللہ مجھے ایسا عدم دیجئے جس کے لئے وجود ہی نہ ہو) بعض نے تو یہاں تک کیا کہ زنار باندھ لی ہے۔ بتکدہ میں جا بیٹھے ہیں۔ چنانچہ علم و عقل کو کنارہ کر کے وہ سب یہ کہتے ہیں۔ ؎

او علم نمی شنید لب بر بستم او عقل نمی خرید دیوانہ شدم

(یہاں علمی گفتگو نہیں سنی جاتی اس لئے لب بند کر لیتے ہیں۔ یہاں عقل کی باتیں قبول نہیں ہوتیں اس لئے دیوانہ ہو گیا ہوں)۔ اور وہ جو کہا ہے "با خدا دیوانہ باش و با شریعت ہوشیار" کا راز یہی ہے۔ اور اگر آج کوئی رسم و عادت ہی کو اپنا اسلام کہتا ہے تو یہ اور بات ہے۔ اس کا جواب وہی ہے

جو کہا گیا ہے۔ ؎ ۔ "فردات کسند خمار کا مشب مستی" (کل موت کے دن نشہ ٹوٹے گا آج کی رات مستی کرو)
اور موت کے در پر فکشفنا عنك غطاءك (جب تیری آنکھوں سے پردہ ہٹے گا) کا مشاہدہ ہوگا تو معلوم ہو جائے گا کہ سر پر دستار تھی یا گردن میں زنار۔ اپنے پاس اخلاص تھا یا نفاق۔ ہم عبادت خانہ میں تھے یا بتکدہ میں تھے۔ اسی کو کہا ہے۔

سَوْفَ تَرَىٰ اِذَا انْجَلَى الْغُبَارُ — اَتَحْتَكَ فَرَسٌ اَمْ حِمَارُ

(کل جب غبار چھٹ جائے گا تو صاف نظر آجائے گا کہ تمہارے ران کے نیچے گھوڑا ہے یا گدھا)

والسلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۹۷

مطلوب کی طلب اس دولت کے حاملوں سے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بنام۔ مولانا قیام الدین۔

درکعبہ نمی دھند گربار — در بتکدہ یار ہر صنم باش

(اگر کعبہ میں باریابی نہیں ملتی تو بت خانہ ہی میں بت کے پاس رہو)

اے بھائی! عابد ہونا زاہد ہونا دوسری چیز ہے اور درویشی و فقیری کچھ اور ہی ہے۔ اذا اتم الفقر فهو الله (جہاں فقر مکمل ہوا بس اللہ ہے) زاہدوں اور عابدوں کے گرد کیا گھومتے رہتے ہو۔ سونا صراف یعنی مہاجنوں کی دکان سے خریدا جاتا ہے بنئے اور سبزی فروشوں کی دکان سے نہیں۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

آنچہ می جوئی تو زینجائی مجوی — گوہر دریا ز صحرائی مجوی
گرد ہر شہر ہرزہ چوں گردی — دل دراں رہ طلب کہ گم کردی

(تم جس چیز کو تلاش کر رہے ہو اسے ان جگہوں میں نہ ڈھونڈھو۔ دریا کا موتی جنگل میں نہ تلاش کرو۔

(سارے شہر میں بے فائدہ چکر کیوں لگا رہے ہو، دل اسی راستہ میں تلاش کرو جہاں کھویا ہے)

آپ برادر عزیز جس طرف گئے تھے یقیناً وہاں کے لوگوں کے پاس جو سرمایہ ہوگا ان عزیزوں نے وہی پیش کیا ہوگا۔ اس کے علاوہ اور کیا دے سکتے ہیں۔ معلوم نہیں برادر عزیز اس مال و متاع اور سرمایہ کے لئے گئے تھے یا حق کی طلب میں۔ اگر اسی متاع و سرمایہ کے لئے گئے تھے تو وہ آپ نے پا لیا اور مقصود دل گیا۔ خوش و خرم شاداں و فرحاں رہیں۔ شیخی رہے، مریدی رہے، خانقاہ و جماعت خانہ رہے، دعوت رہے اور روزانہ کا اطمینان میسر رہے اور اگر حق سبحانہ تعالیٰ کی طلب میں گئے تھے تو سمجھ لیجئے کہ حق تعالیٰ کے طالب کے لئے یہ ساری پونجی اور سرمایہ بت و زنار ہیں۔ بر بنائے حال۔ آخر سنا ہے اَلْاِشْتِغَالُ بِالْعُلُوْمِ الشَّرْعِیَّةِ وَتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ اُمُوْرٌ حَسَنَةٌ وَّلٰکِنْ شَانُ طَالِبِ شَانٌ اٰخَرُ (شرعی علوم میں مشغول ہونا اور قرآن کی تلاوت کرنا اچھے کام ہیں لیکن طلب حق کی شان ہی کچھ اور ہے)

چنانچہ اس نظم میں اسی طرف اشارہ ہے۔

ای دریغا روبہی شد شیر تو　　تشنہ می میری و دریا زیر تو

تشنہ از دریا جدائی می کنی　　بر سر گنجے گدائی می کنی

گر بکنہ خویش رہ یابی تمام　　قدسیاں را فرع خود بینی مدام

(افسوس تو شیر ہوکر لومڑی بنا ہوا ہے تو پیاسا مر رہا ہے اور دریا تیرے قدموں کے نیچے ہے۔ تو پیاسا ہے اور دریا سے علیحدگی اختیار کر رہا ہے۔ خزانہ پر بیٹھا ہوا ہے اور بھیک مانگ رہا ہے۔ اگر تجھے تیری اپنی کنہ اور حقیقت معلوم ہوجائے تو فرشتے تجھے تیرے درخت کی ٹہنیاں معلوم ہوں)

سبحان اللہ! اگر حق سبحانہ تعالیٰ کے طالب کو یافت یعنی پانے کی خوشی نہیں ہوتی تو نایافت کی رنج و مصیبت تو ہوتی ہے۔ اور ایک روز کے نایافت کی رنج و مصیبت سے زاہدوں اور عابدوں کے ستر اسی سال کی عبادت خریدی جاسکتی ہے۔ خواجہ عطار کی جان پر رحمت ہو جو انہوں نے کہا ہے۔

کفر کافر را و دین دیندار را　　ذرہ دردت دل عطار را

(کفر کافروں کو دیجئے دین دینداروں کو۔ اور اپنے درد کا ایک ذرہ عطار کے دل کو دیجئے)

اے بھائی! آج درویش فقیر سرخ گندھک کی طرح ہیں۔ سنے تو جاتے ہیں لیکن دیکھنے میں نہیں آتے۔ اور زاہدوں و عابدوں سے یہ کام بننے کا نہیں۔ اور اہل ظاہر و اہل رسم و عادت جو بت پرست یعنی نفس پرست ہوتے ہیں ان سے کوئی مقصود کو نہیں پا سکتا۔

درد عشق آمد دوای هر دلی — حل نشد بی عشق هرگز مشکلی

(عشق کا درد ہر دل کی دوا بن کر آیا ہے بغیر عشق کے کوئی مشکل کبھی حل نہیں ہوئی۔)

گر ترا درد است پیر آید پدید — قفل دردت را کلید آید پدید

(اگر تجھے درد ہے تو پیر خود مل جائیں گے۔ تیرے درد کے تالا کی کنجی تجھے مل جائے گی۔)

جب تک درویش فقیر کی تلاش کرتے رہو گے عمر جو کام کا سرمایہ ہے گذر جائے گی اور حسرت و ندامت کے سوا کچھ نہ ملے گا۔ ؎

ای دریغا جان و تن در باختم — قیمت جاں ذرہ نشناختم

تشنہ می میریم در طوفاں ہمہ — وآنکہ آب از چشمۂ حیواں ہمہ

(افسوس جسم و جان سب گنوا دیا جان کی قدر ذرہ برابر نہیں کی سب کے سب طوفان میں ہیں اور پیاسے مر رہے ہیں حال یہ ہے کہ اس طوفان کا پانی آب حیات کے چشمہ کا ہے۔)

پھر کیا کرنا ہے جہاں تک ممکن ہو کام میں لگے رہو۔ ابھی وقت باقی ہے۔ اس بے دولتی کے حجاب کو جسے نفس کہتے ہیں، ہستی و خودی کہتے ہیں سامنے سے ہٹا دو۔ اور اس کے ہٹانے میں جو چیز بھی حائل ہو اس کا ہٹانا حال کے حکم کے تحت تم پر فرض عین ہے۔ خواہ مسجد ہو خواہ بت خانہ، خواہ دستار ہو یا زنار۔ اور وہ مثل یہی ہے ان فی الخمر معنی لیس فی العنب (شراب میں جو مستی ہے وہ انگور میں نہیں)

در بتکدہ گر خیال معشوقہ ماست — رفتن بطواف کعبہ از عقل خطاست

گر کعبہ از و بوئے ندارد کنش است — با بوئے وصال او کنش کعبۂ ماست

(بت خانہ میں اگر میرے معشوق کا خیال رہتا ہے تو عقل کی رُو سے کعبہ کے طواف کے لئے جانا غلطی ہے۔ اگر کعبہ محبوب کی خوشبو سے خالی ہے تو وہ آتشکدہ ہے اور کنش میں اگر محبوب کے وصال کی بو ملتی ہے تو وہی بمنزلہ کعبہ ہے۔)

اور ایک عزیز نے کہا ہے۔ **قطعہ** ؎

در پردۂ ہستی ار بمانی — از دوست ہمیشہ در حجابی

ور تو ز خودی کنی تبرا — بیخود شوی و بدو شتابی

(اگر اپنی ہستی کے پردہ میں رہتا ہے تو محبوب سے ہمیشہ تو حجاب میں ہے۔ اگر تو نے اپنی خودی سے نفرت اختیار کی تو تو اپنی ہستی سے نکل آئے گا اور محبوب سے جا ملے گا۔)

اور خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ؎

آنچہ تو گم کردہ ای گشر کردہ ای ہست اندر تو تو خود را پردہ ای

(تونے جو کچھ کھو دیا ہے یہ خود تیری کجروی سے ہوا ہے۔ وہ تو تیرے اندر ہے تو اپنی خودی کے حجاب میں ہے۔)

اور اس مصرع کو دیکھو جو کسی نے کہا ہے۔ ع "دوست در خانہ و ما گرد جہاں می گردم"

(معشوق گھر میں ہے اور ہم سارے جہان میں تلاش کر رہے ہیں)

کیا الیس یہی آب و خاک ہے اس مٹی اور پانی کو کیا دیکھتے ہو اس کو دیکھو جو اس مٹی اور پانی میں ہر اور وہ حقیقت کائنات کا خلاصہ ہے اسے دیکھو۔ پاک اور مطہر فرشتوں سے بھرا ہوا ایک جہان مٹی کو کیسے سجدہ کرتا۔ اور یہ مٹی و پانی خلیفہ کیسے ہو جاتے ہیں خواجہ عطار رحمۃ اللہ سے سنو۔ ؎

تا نیاید جان آدم آشکار رہ ندانستند سوئی کردار

رہ پدید آید چو آدم شد پدید زو کلید ہر دو عالم شد پدید

(جب تک آدم کی روح ظہور میں نہ آئی حق سبحانہ تعالے کی سمت کسی نے راہ نہیں پائی۔

جب حضرت آدم پیدا ہوئے تو راہ بھی کھل گئی۔ انہیں کی ذات سے دونوں عالم کی کنجی ہاتھ آئی۔)

مجھ سے جو ہوا وہ میں نے لکھ دیا لیکن وللناس فیما یعشقون مذاہب (لوگ جس کو چاہتے ہیں اس مذہب کو اختیار کرتے ہیں) یہ مشہور رہے۔ پتہ نہیں برادر عزیز کا مقصود کیا ہے؟ ہوشیار رہو۔ بزرگوں کا قول ہے کہ جو تمہارا مقصود ہے وہی تمہارا معبود ہے اگر تم ہزار بار زبان سے لا الٰہ الا اللہ کہتے رہو اس سے کیا فائدہ۔ ؎

گر ہمہ عالم ثواب تو بود تا تو می باشی عذاب تو بود

(اگر سارے عالم کا ثواب تجھے مل جائے اور تو اپنی خودی کے ساتھ ہو تو تیرے لئے عذاب ہی عذاب ہے۔)

اب مطلب کی طرف آتا ہوں۔ یہ بیچارہ ایسا بت پرست اور نفس کا گرفتار ہے کہ خسر الدنیا والاخرۃ بنا ہوا ہے۔ سوائے اللہ والوں کے دنیا و آخرت میں کوئی معین و مددگار نہیں جان و دل سے اس کا بندہ اور غلام ہوں۔ ان اولیاء اللہ کے سوا دوسرے تمام دوسروں کو سلام علیکم و علیکم السلام کے ساتھ معذرت ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

منم و بادیہ حیرت و گمراہی چند تو عناں باز کش ای خواجہ کہ ہمراہ نہ

(میں ہوں، میری ساری گمراہیاں ہیں اور وادئ حیرت ہے۔ اے جناب والا۔ اپنے گھوڑے کی لگام کھینچ لیں کہ آپ میرے ہمراہی نہیں ہیں۔)

والسلام

مکتوب ۹۸

محبوب کی بلاؤں پر عاشق کی برداشت میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا بایزید کے نام :-

ای آشنای کوی محبت صبور باش بیداد نیکواں ہمہ بر آشنا رود

(اے محبت کی گلی کے آشنا! صابر رہو۔ حسینوں کے جور و ستم عاشقوں پر ہوتے ہیں)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اے بھائی! عاشقوں کے سربراہ کو جب دار پر پہنچایا گیا تو امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے مناجات کی۔ کہا خداوندا۔ تو اپنے عاشقوں کو کس لئے قتل کرتا ہے۔؟ جواب ملا۔ تاکہ دیت خون کا بدلہ پائیں۔ پوچھا۔ آپ کی جانب سے خون بہا کیا ہے۔ جواب ملا۔ میرا جمال اور میرا دیدار ہے۔ من قتلتہ فانا دیتہ۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

بر درگہ او ز کشتۂ عشق قصہ چہ کنم دو صد ہزار است

(اس کی بارگاہ میں عشق کے مقتولوں کا حال کیا بیان کروں۔ ایک کیا دو لاکھ ایسے واقعات ہیں۔)

ایک اندوہ گیں گریہ وزاری کر رہے تھے۔ فرشتہ کو حکم آیا۔ شدد علیہ البلاء فانی احب صوتہ (اے فرشتو! اسے مصیبت و بلا کی اسی شدت میں رہنے دو مجھے اس کا رونا بہت پسند ہے)

حرز و تعویذ و سایۂ و خانہ یا بت کودک است دیوانہ

ہر کہ جوید ولایت تجرید و آنکہ خواہد ولایت توحید

از در دانش نیابد آسائش وز بر دانش نشاید آسائش

(حفاظت، تعویذ، عکس اور نقوش یہ سب بچوں کی مورتیاں ہیں یا دیوانوں کا بت ہے جو تجرید کی قربت چاہتا ہے اور جو توحید کی نزدیکی کا خواہاں ہے۔ اسے باطنی سکون و آرام نہیں چاہئے

اور نہ ظاہری راحت وچین چاہیئے۔)

فرعون کو چار سو سال تک سلطنت اور شاہی آرام وراحت ہم نے دی اگر ایک لمحہ کے لئے بھی جناب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا درد وسوز مانگتا تو میں ہرگز نہیں دیتا۔ ؎

فرعون را نہ دادیم ای دوست درد سر زیرا کہ او نداشت سر دردہائے ما

(اے دوست! ہم نے فرعون کو کبھی سر کا درد بھی نہیں دیا۔ اس لئے کہ اس کا سر میرے درد کے لائق ہی نہیں تھا)

حدیث شریف ہے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّ اللّٰہَ یُجَرِّبُ الْمُؤمِنَ بِالْبَلاءِ کَمَا یُجَرِّبُ اَحَدُکُمُ الذَّھَبَ بِالنَّارِ (بلاشبہ اللہ مومنوں کو آزماتا ہے بلاؤں میں ڈال کر جیسے تم لوگ سونے کو آگ میں ڈال کر جانچتے ہو۔) یہ گھڑی صبر کی ہے اسے مردانہ وار برداشت کرنا ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

جستن مخلص ز غم عشق او در رہ او عین ضلال است وبس

خیز وبکش ای بت مہروی مرا کشتن عاشق نہ وبال است وبس

(اس کے عشق کے غم سے چھٹکارا پانے کی تلاش اس کی راہ میں یہ عین گمراہی ہے۔ اے میرے چاند سے چہرے والے محبوب! آ اور مجھے قتل کردے عاشقوں کا قتل کرنا کوئی خراب بات نہیں ہے۔)

نص قرآنی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا اس کی تفسیر کی ہے اصبروا بالجسد علی الطاعۃ (جسم سے طاعت میں صبر کئے جاؤ) وصابروا بالقلوب علی البلاء (اور صابر رکھو اپنے دلوں کو بلاؤں اور مصیبتوں میں) ورابطوا باسرارکم علی الشوق الی اللہ (خدا کی طرف محبت وشوق میں اپنے اسرار کو دل سے لگائے رکھو) ایسے ہی لوگوں کو یہ کہا جاتا ہے کہ واللہ معکم (اللہ تمہارے ساتھ ہے)

تو مرا دل دہ و دلیری بیں روبہ خویش خواں وشیری بیں

(آپ میری دلدہی کیجئے اور میری دلیری دیکھئے اپنی لومڑی کہدیجئے پھر میری شیر افگنی دیکھئے۔)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! یہ دولت برادر عزیز کو حاصل ہوگئی ہے۔ چاہیئے کہ مفلسوں، بینواؤں کو محروم نہ رکھیں۔ دعاء کی قبولیت کا وقت ہے۔ تنہا خوری سخیوں اور فیاضوں کا شیوہ نہیں ہے شَرُّ النَّاسِ مَنْ اَکَلَ وَحْدَہٗ (لوگوں میں وہ اچھا نہیں ہے جو تنہا کھائے)

ای راحت آن دلی کہ در عمر یک لحظہ نبرد او سمت بارش

(اے اس دل کی راحت کہ جس نے ساری عمر میں ایک لحظہ بھی اس کی قربت کی باریابی نہیں پائی۔)

والسلام
خاکسار شرف منیری

مکتوب ۹۹

معذرت کرنے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادر اعز نصیر الدین فوجانی دام تقواہ۔

کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام تحیت مطالعہ کریں۔

برادر عزیز پر واضح ہو۔ آپ کا دونوں خط پُر عتاب ملا۔ ایک قصور کے لئے دو عتاب کی اجازت ہے اور اس کا یہ بدلہ کافی ہے۔ اس کے باوجود میری جانب سے معافی کی خواستگاری ہے۔ ازراہ کرم معاف فرمائیں۔ کہ الاعتذار وان قل ثمن الذنب وان جل (مختصر عذر معذرت بھی بڑے سے بڑے گناہ کی قیمت ہوجاتی ہے۔)

معلوم ہوا کہ برادر عزیز نے چند مرتبہ کرم فرمائی کی اور اس فقیر کی ملاقات کو آئے وقت اور بے وقت دونوں موقع سے۔ سنا ہے کہ اس بار بھی برادر عزیز آئے تھے مگر ملاقات کا وقت نہیں تھا۔ سعی الفتی غیر نافع ماقدر اللہ واقع۔ (آدمی کی کوشش سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ اللہ نے جو مقدر کیا ہے وہی ہوتا ہے) اور خفگی و ملامت کے ہم لوگ نشانہ بنتے ہیں۔ اس شعر میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

شعر
گر بی جانت حکم یزدانی | شب نبشت آنکہ روز می خوانی
آنکہ دلہای آشنا دارند | دل زچون وچرا جدا دارند

(تمہاری جان کے ساتھ اللہ کا حکم لگا ہوا ہے جو تم دن کو پڑھتے ہو وہ رات ہی کو لکھ دیا جاتا ہے۔
جن کے قلوب اللہ کے کاموں سے آشنا ہیں وہ اپنے دلوں کو چون وچرا سے پاک رکھتے ہیں)

وقال شاہ بن الشجاع من نظر فی الخلق بعینہ طال خصومتہ معہم ومن نظر الی الخلق بعین الحق عذرہم فیما ہم علیہ۔

اے بھائی! نگاہ حکم خداوندی پر رکھو تاکہ سب کو بے اختیار پائیں۔ اور گفت و شنید سے کنارے ہو جائے۔ ؎

در دوئی عقل راست پیچا پیچ　　چشم ایمان دوئی نہ بیند ہیچ

(دوئی یعنی دو دو دیکھنے میں عقل کے لئے اُلجھن در اُلجھن ہے۔ ایمان کی آنکھ میں دوئی کی گنجائش ہی نہیں۔)

اے بھائی! آج جو لوگوں کے درمیان جھگڑا۔ دشمنی ہے وہ اسی وجہ سے ہوئی ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے۔ اسے لوگ غیر خدا کی طرف سے سمجھتے ہیں۔ سمجھ بوجھ کی یہی کجی خصومت اور دشمنی پیدا کرتی ہے۔ اگر نگاہ صحیح سمت ہو تو ہرگز دشمنی پیدا نہ ہو اور عتاب و ملامت کا اظہار نہ ہو۔ وحدہٗ لاشریک لہٗ موحدوں کی توحید ہے۔

قطرہ کو غرقۂ دریا بود　　ہر دو کونش جز خدا سودا بود

(وہ قطرہ جو دریا میں غرق ہو گیا اس کے نزدیک خدا کے سوا دونوں جہان میں کسی چیز کی نسبت کرنا دیوانگی ہے۔)

والسّلام

شرف منیری

مکتوب ۱۰۰

نبوت کے معنی پر ولایت کے معنی کی فضیلت میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادر عزیز کی تحریر ملی۔ پڑھا۔ شیخ سعد الدین حمویہ کے قول الولایۃ أفضل من النبوۃ (ولایت نبوت سے افضل ہے) کی وہ تاویلیں جو لوگوں نے کی ہیں معلوم ہوئیں۔

اے بھائی! تاویل کا میدان بہت وسیع ہے۔ اسی وجہ اور اسی جہت سے ہر شخص تاویل کر سکتا ہے۔ چنانچہ مجموع السایرین میں آیا ہے کہ تاویل احتمالات کا بیان ہی ہے کوئی قطعی چیز نہیں ہے لیکن آپ برادر عزیز کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ انبیاء علیہم السلام کے حق میں ہونا چاہیئے۔ ہاں! اس کی صورت یہ ہوگی کہ پیغامبر علیہ السلام کے دو رخ ہوتے ہیں یعنی ان کی دو حیثیت ہوتی ہے ایک رُخ حق سبحانہٗ تعالیٰ

کی جانب اور دوسرا رُخ لوگوں کی جانب ہوتا ہے۔ اس حیثیت سے کہ وہ حق سبحانہٗ تعالےٰ سے لیتے ہیں اور اس کو لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔ یہ اس کا وہ رُخ ہے جو حق سبحانہٗ تعالےٰ کی جانب ہوتا ہے اس کا نام ولایت ہے اور ولایت کے معنی نزدیکی کے آتے ہیں۔ اور اس کا دوسرا رُخ یعنی دوسری حیثیت وہ ہے جو لوگوں کی جانب ہوتی ہے اس کا نام نبوت ہے اور نبوت آگاہ کرنے کے معنی میں آتا ہے تو ولی کے معنی نزدیک ہوا اور نبی کا معنی آگاہ کرنے والا ہوتا ہے ولایت اور نبوت یہ دونوں صفتیں نبی کی ہیں۔ اور ولی ان دونوں صفتوں میں سے صرف ایک صفت رکھتے ہیں۔ چنانچہ اسی بنا پر ولایت نبوت سے افضل تر ہوئی لیکن یہ دونوں صفتیں اس وجہ اور اس جہت سے صرف انبیاء علیہم السلام کے حق میں جاتی ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اے بھائی! وہ بزرگ یعنی حضرت حمویہؒ کا ارشاد الولایۃ افضل من النبوۃ (ولایت نبوت سے افضل ہے) کے بارے میں بعضوں کا گمان اس طرف ہوا ہے کہ یہ بحث نبی اور ولی کی فضیلت کے بارے میں ہے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ بحث اس بارے میں ہے ولایت کی صفت نبوت کی صفت سے قوی تر ہے یہ نبی کے حق میں ہے۔

والسلام

شرف منیری

مکتوب ۱۰۱

قدرے علم مکاشفات میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

برادر عزیز نے جس بارے میں لکھنے کی درخواست کی ہے وہ علم معاملات کی قسم سے نہیں ہے بلکہ علم مکاشفات سے ہے اور علم مکاشفات کو لکھنے کی اجازت نہیں ہے۔

دانی کہ چرا اہل صفا خاموش اند	در نکتۂ دل محو خودی کوشند

مے از کفِ دوست ہر نفس می نوشند　　سر می باز ند و سرِ حق می پوشند

(جانتے ہو صوفیا کیوں خاموش رہتے ہیں۔ دل کے نکتہ میں خود کو ہمیشہ گم رکھنے کی کوشش میں رہتے ہیں۔
محبوب کے ہاتھ سے شراب کا جام پیتے ہیں۔ سر کٹا دیتے ہیں لیکن حق کا راز نہیں کھولتے۔)

ہاں! جس مقدار میں بزرگوں نے لکھا ہے وہ یہ ہے کہ محسوس ہونے والے موجودات کو عالمِ ملک کہتے ہیں۔ اور عقل سے دریافت ہونے والے موجودات کو عالم ملکوت کہتے ہیں۔ اور موجودات بالقوئی کو عالمِ جبروت۔ اور ان سب سے جو علحدہ اور الگ ہے اسے عالم لاہوت کہتے ہیں۔ اور اسے اس عنوان سے بھی کہتے ہیں کہ ملک، عالم شہادت ہے اور ملکوت عالم غیب ہے اور جبروت عالم غیب غیب ہے اور خداوند تعالیٰ عالم غیب غیب غیب ہے۔ اس کے بعد اس کی وضاحت اس طور سے کرتے ہیں کہ عالم ملک کی لطافت عالم ملکوت کی لطافت سے کوئی نسبت نہیں رکھتی ہے اس لئے کہ عالم ملکوت نہایت لطیف ہے اور عالم ملکوت کی لطافت عالم جبروت کی لطافت سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی۔ اس لئے کہ عالم جبروت انتہائی لطیف لطیف ہے اور عالم جبروت کی لطافت کو ذات پاک خداوند جل و علا کی لطافت سے کوئی نسبت نہیں ہے کیونکہ ذات پاک خداوند جل و علا لطیف، لطیف، لطیف ہے اور عالم ملک کے ذروں میں سے کوئی ذرہ ایسا نہیں ہے کہ جبروت جس میں نہ ہو اور اسے محیط نہ ہو۔ اور ملک، ملکوت و جبروت کے ذرات میں سے کوئی ذرہ ایسا نہیں ہے کہ جس کے ساتھ خداوند جل و علا نہیں ہے اور اسے محیط نہیں ہے اور اس سے آگاہ نہیں ہے۔ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ وہی ہے جو لطیف مطلق ہے اور جب مطلق ہوا تو محیط مطلق بھی ہوا اس لئے کہ جس قدر لطافت زیادہ ہوگی اسی قدر احاطت بھی زیادہ ہوگی اس آیۃ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ (وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو اور ہم اس کی رگ گردن سے بھی زیادہ قریب ہیں)۔ اسی کو کہا ہے۔

آنچہ تو گم کردہ ای کش کردہ ای　　ہست اندر تو تو خود را پردہ ای
گنجی کہ فلک برای آن سرگردان است　　آن گنج یقیں ترا درون جان است

(وہ جسے تونے کھودیا ہے یہی تو تیری کجی ہے۔ وہ تو تیرے اندر ہی ہے تو خود اپنا آپ پردہ بن گیا ہے۔
وہ خزانہ جس کے لئے یہ آسمان چکر میں ہے یقین کرو وہ خزانہ یقیناً تیری جان کے اندر ہے۔)

اسی جہت سے کہتے ہیں کہ ملک تیرے ساتھ ہے ملکوت تیرے ساتھ ہے۔ جبروت تیرے ساتھ ہے اور خداوند جل و علا تیرے ساتھ ہے اور اسی بنا پر کہتے ہیں کہ انسانیت کی حقیقت، حقیقت الوہیت کا اثر

کا مظہر اور آئینہ ہے جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

نیست مردم نطفۂ جز آب وخاک | ہست مردم سر و تا قدِ جان پاک
صد جہاں پُر فرشتہ در وجود | نطفہ را کے کند آخر سجود
تا نیاید جان آدم آشکار | رہ ندانستند سوی کردگار
رہ پدید آمد چو آدم شد پدید | زو کلید ہر دو عالم شد پدید

(آدمی محض آب وخاک کا نچوڑ نطفہ ہی نہیں ہے۔ آدمی سر سے پاؤں تک پاک روح ہے۔ لاکھوں جہاں فرشتوں سے بھرا ہوا وجود میں ایک نطفہ کو کب سجدہ کرتے۔ جب تک آدم کی جان ظاہر نہیں ہوئی تھی کسی نے اللہ رب العزت کی جانب راہ نہیں پائی۔ جب آدمؑ پیدا ہوئے تو راہِ خدا بھی کھلی۔ دونوں جہان کے تالا کی کنجی آدم ہی سے ہاتھ آئی۔)

زنہار مگوی بر سر جمع | گر عاشق صادقی تو اسرار
دیدی کہ ز بسکر عشق رمزی | حلاج بگفت و رفت بر دار

(مجمع عام میں ہرگز راز کی باتیں نہ کہو اگر تم عاشق صادق ہو۔ دیکھا۔ منصور نے عشق کے نشہ میں ایک راز کھول دیا اور سولی پر چلے گئے۔

والسلام

فقیر شرف منیری

مکتوب ۱۰۲

اسرار کے چھپانے اور شریعت کی پیروی میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چوں محرم اسرار شدی اندر کار | رازی کہ نہانی ست نہانش میدار
بر بند ہوا از دل وجاں از گفتار | در محو خودی سعادت خود پندار

(جب تم اس کام کے اندر محرم اسرار ہو گئے ہو تو وہ راز جو پنہاں ہے اسے پوشیدہ ہی رکھو۔

نہ دل میں خواہشات کی گذر ہو اور نہ زبان سے قیل وقال کرو۔ اپنی خودی کے مٹانے میں لگے رہنے کو اپنی سعادت سمجھو۔)

اے بھائی! حضور رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وصیت اپنی اُمت کے علماء کو یہ ہے کہ کلموا الناس مما یعرفون ودعوا ما ینکرون اتریدون ان یکذب اللہ ورسولہ (لوگوں سے وہ بات کرو جس کو لوگ جانیں۔ اور جو نہ جانیں یعنی نہ سمجھیں اس کا انکار کر دا سے چھوڑ دو کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کی لوگ تکذیب کریں۔)۔ اس وصیت کی تنبیہ وہیبت اہل علم اور اہل معرفت کی جان پر وہ کرتی ہے جو دشمنوں کی جان پر کل قیامت کے دن دوزخ کی آگ کرے گی۔ اسی لئے کہتے ہیں۔ ؎

زمستی گر بگوید رمز عشقش   جزا ایش در طریقت دار باشد

(اگر مستی میں اس کے عشق کے راز کو کوئی کھول دے تو اس کی جزا طریقت میں سولی ہوتی ہے۔)

اے بھائی! علماء کو یہ نہیں چاہئے کہ جو کچھ وہ جانتے ہیں سب مجمع عام میں بیان کر دیں بہت ساری چیزیں ایسی ہیں جن کا علم ان کو ہے لیکن اُسے نہیں کہتے ہیں عوام میں اس کا اظہار مناسب نہیں ہے۔ کلموا الناس علی قدر عقولھم (بات کرو لوگوں کی سمجھ کے مطابق) کی پہرہ داری ان پر لگی ہوئی ہے جو کچھ وہ جانتے ہیں اگر وہ سب بیان کر دیں تو اصلاح سے زیادہ خرابی پیدا ہو جائے اور نفع سے زیادہ نقصان ہو جائے۔ اگر دودھ پیتے بچے کو شوربہ اور روٹی دیدو گے تو وہ ہلاک ہو جائے طبیب اور معالج مرض کے اندازہ سے دوا تجویز کرتے ہیں اگر مرض کے مطابق زیادہ مقدار میں دوا دیدے یا مرض کچھ ہو اور دوا دوسری ہو تو ایسی صورت میں ہلاک کر دے گا۔ اگر وہ سب جو کچھ جانتے ہیں اس کا کہنا اور لکھنا جائز ہوتا تو مشائخ رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے کلام میں رمز و اشارے سے کام نہیں لیتے۔ اور اپنی عبارتوں کے لئے مخصوص اصطلاح وضع نہ کرتے۔ یہ سب جو ان لوگوں نے کیا ہے اسی لئے کیا ہے کہ جو بات کہنے کے لائق ہے، وہ کہی جائے اور جس کا کہنا مناسب نہیں وہ اسرار پردہ میں چھپے رہیں۔ ان بزرگوں کو یہ بھی معلوم ہے کہ اگر سب کچھ کہدینے کی بات ہوتی تو قرآن میں حروف مقطعات نہ ہوتے۔ چنانچہ کچھ متکلمین اس کے قائل ہیں کہ ھذا سر بین اللہ وحبیبہ۔ یہ اللہ جل شانہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان راز ہے۔ اور قوت القلوب امام ابوطالب مکی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے العلم ثلثۃ علم ظاہر وعلم باطن وعلم بین اللہ وعبدہ ایک ظاہری علم ہے دوسرا باطنی علم اور تیسرا علم اللہ اور اس کے بندہ کے درمیان ہے۔ وہ علم جو ظاہری ہے اسے اہل ظاہر کے سامنے بیان کرنا چاہئے۔ اور وہ علم جو باطنی ہے اہل باطن میں اس کا بیان مناسب ہے اور وہ علم جو اللہ اور اس کے بندہ کے درمیان ہے نہ اہل ظاہر سے کہنے کے

لائق ہے اور نہ اہل باطن سے۔

سریست مرا باتو کہ کس محرم آن نیست　　گر سر برود سر تو باکس بخشایم

(آپ کے ساتھ مجھے وہ راز ہے کہ جس سے کوئی واقف نہیں بجان چلی جائے لیکن وہ راز میں کسی سے نہیں کہہ سکتا۔)

اگر کوئی اس راز کو ظاہر کردے تو اسرار ربوبیت کے افشا کرنے کی بنا پر کفر کا فتویٰ اس پر عاید ہوجاتا ہے ومن صرح بالتوحید فقتله اولیٰ من احیاء۔ جو توحید کو تصریح کے ساتھ بیان کرے تو اس کا قتل کردینا زندہ رہنے سے بہتر ہے۔ جیسا کہ کچھ لوگوں سے یہ معنی منقول ہے۔

زمستی گر بگوید رمز عشقش　　جزا لیش درطریقت دار باشد

(مستی و سرشاری سے اگر کوئی اس کے عشق کے اسرار کو کہدے تو اس کی جزا طریقت میں سولی ہوتی ہے)

اے بھائی! مثل مشہور ہے "جوئندہ گوئندہ بود دیا بندہ گنگ" جب تک تلاش وجستجو میں ہے گفتگو بھی ہے اور جس نے پالیا وہ گونگا ہوگیا۔ چنانچہ صمٌّ بکمٌ عمیٌ عارفوں کی صفت کہی جاتی ہے۔ سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے راہ میں کسی کے سر کی کھوپڑی پڑی ہوئی دیکھی اس پر لکھا تھا صمٌّ بکمٌ عمیٌ۔ آپ نے فرمایا یہ کسی عارف کا سر معلوم ہوتا ہے۔

او علم نمی شنید لب بربستیم　　او عقل نمی خرید دیوانہ شدیم

تا توانی باخرد بیگانہ باش　　عقل را غارت کن و دیوانہ باش

(وہ علمی بحث نہیں سنتا اس لئے لب بند کرلئے ہیں اس کے یہاں عقل کا دلال کوئی قیمت نہیں رکھتا اس لئے دیوانہ ہوگیا ہوں۔ جہاں تک تم سے ہوسکے عقل سے بیگانہ ہوجاؤ۔ عقل کو غارت کردو اور دیوانہ ہوجاؤ۔

جب حال یہ ہو تو وہاں گفتگو کی گنجائش ہے کہاں؟ اگر گفتگو کا مقام ہوتا تو "لب بربستیم ودیوانہ شدیم" نہیں ہوتا۔ رات دن فصیح عبارت میں بیان کرتے۔ اور سینکڑوں عنوان سے بیان کرتے۔ اور یقیناً دریا گھونٹ جاتے ہیں لیکن ایک سانس ایک لفظ بھی باہر نہیں آنے دیتے۔ چنانچہ یہ شعر ہے۔

مرداں ہزار دریا خوردند و تشنہ رفتند　　تو از چہ مست گشتی چوں جرعہ نخوردی

(مردانِ راہ عشق ہزاروں دریا حلق کے نیچے اتار لیتے ہیں اور پھر بھی پیاسے جاتے ہیں۔ تم کیسے مست ہوگئے جب کہ ایک چلو بھی نہیں پی ہے۔)

دانی کہ چرا اہل صفا خاموشند　　درنکتۂ دل بجو خودی می کوشند

می از کف دوست ہر نفس می نوشند　　سری بازند و سر حق می پوشند

جانتے ہو صوفیا کیوں چپ رہتے ہیں۔ دل کے نکتہ میں خود کو گم رکھنے کی کوشش میں رہتے ہیں۔
محبوب کے ہاتھ سے شراب کا جام ہر دم پیتے رہتے ہیں۔ سر کٹا دیتے ہیں لیکن حق تعالیٰ کا راز نہیں کھولتے۔)

اور اس جماعت کے لوگوں سے منقول ہے کہ کچھ ایسی باتیں وہ کہہ گئے ہیں وہ غلبۂ حال اور سکر و مستی کی زیادتی میں کہہ گئے ہیں۔ اس کے لئے وہ خود معذور ہیں کہ العشاق لا یواخذ دن بما صدر منہم عاشقوں پر ایسی باتوں کے ہونے کے سبب مواخذہ نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ عاشقوں سے جو حرکتیں سرزد ہوتی ہیں وہ اضطراری ہوتی ہیں اختیاری نہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔

کارِ عاشق اضطراری اوفتد — واں ز فرطِ دوستداری اوفتد
آنچہ فارغ می بگوید بیدلی — کی تواند گفت ہرگز عاقلی
عاقلاں را شرع تکلیف آمد است — بیدلاں را عشق تشریف آمد است
قصۂ دیوانگاں آزادگی ست — جملہ گستاخی و کار افتادگی ست

(عاشقوں کے کام بیقراری میں ہو جاتے ہیں۔ محبت کی زیادتی میں ان سے ایسے کاموں کا صدور ہو جاتا ہے۔
دیوانہ جو عقل و خرد سے آزاد ہے وہ جو کہہ جاتا ہے ویسی باتیں کوئی صاحب عقل کیسے کہہ سکتا ہے۔
عاقلوں کے لئے شرع کی ذمہ داریاں آئی ہیں۔ اور دیوانوں کے لئے عشق کا شرف و مجد ہے۔
دیوانوں کے سارے قصّے آزاد روی کے ہیں اس کی ساری باتیں گستاخی اور اس کی دیوانگی کی ہوتی ہیں۔)

اے بھائی! اس گروہ صوفیا کی تصنیفات اور ان کی کتابوں کے سالہا سال کے مطالعہ سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ مشائخ طریقت اور علمائے شریعت کا اس پر اتفاق اور اجماع ہے کہ کوئی شخص کتنا ہی اونچے مقام اور عالی مرتبہ پر پہنچ گیا ہو یا علم و معرفت سے آراستہ ہو چکا ہو عالمِ ظاہر و عالمِ باطن اس پر منکشف ہو گیا ہو اس کے باوجود اسے چاہیئے کہ پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شرع کا مقلد رہے حضورؐ کی شریعت کی پابندی سے ذرہ برابر علحدہ نہ ہو۔ اگر ایسا نہیں کرے گا تو اباحت کے صحرا اور حلول و اتحاد کے جنگل میں گر کر ہلاک ہو جائے گا اور اپنا دین بھی برباد کر دے گا جیسا کہ کہا ہے۔

ہر کہ در راہِ محمد رہ نیافت — تا ابد گردی از یں درگہ نیافت
دولتِ دنیا و دیں درگاہ اوست — انبیاء را قبلہ خلوت گاہِ اوست
دولت ایں جا جو و دیں آنجا طلب — مرجع اہل یقیں آنجا طلب

(جس نے حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی راہ اختیار نہیں کی۔ ابد تک چکر کاٹتا رہا۔

لیکن اس بارگاہ سے کچھ نہیں پا سکا۔ دین و دنیا کی دولت حضورؐ کی بارگاہ پاک ہے۔ آپ کی خلوت گاہ تمام نبیوں کا قبلہ ہے۔ دولت حضورؐ کی بارگاہ میں تلاش کرو۔ اور دین کی طلب یہیں کرو۔ وہ بارگاہ جو اہل یقین کا ملجا و ماوئی ہے وہیں سے سب کچھ مانگو۔)

چنانچہ بعض احمق توحید کے حصول کے خیال سے بغیر کسی کامل مقتدا پیشوا اور بغیر کسی واقف کار دانائے راز راہبر کے اپنی ناقص عقل کے زعم میں اور شیطان کے ورغلانے سے اس راہ میں داخل ہوئے اور اس خونخوار جنگل میں خود کو ڈال دیا۔ دین بھی برباد کر دیا اور ہلاک ہو گئے ہیں۔ چنانچہ خود عطار رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ؎

پیر رہ کبریت احمر آمدہ است — سینۂ او بحر اخضر آمدہ است
راہ دور است و پر آفت ای پسر — راہ رو را می بباید راہبر
گر تو بی رہبر فرو آئی براہ — گر ہمہ کوہی فرو افتی بچاہ
کور کی ہرگز تواند رفت راہ — بی عصاکش کور را رفتن خطاست
گر ترا درد است پیر آید پدید — قفل درد رت را کلید آید پدید

(پیران راہ سرخ گندھک یعنی اکسیر ہوتے ہیں۔ ان کا سینہ سبز سمندر بحر ذخار ہوتا ہے۔
اے لڑکے! راہ طویل اور دراز ہے اس راہ کے چلنے والے کو ایک راہ بتانے والا ضروری ہے۔
اگر تو کسی راہبر کے بغیر اس راہ میں قدم رکھے گا اگرچہ تو پہاڑ جیسا جسم والا ہو کنواں میں گر پڑے گا۔
اندھا راہ پر کب سیدھا چل سکتا ہے۔ اندھے کے لئے بغیر لاٹھی پکڑ کر چلانے والے کے چلنا ہی خطا ہے۔
اگر تجھے درد طلب ہے اور کوئی پیر مل جائے تو تیرے درد کے تالا کی کنجی تجھے مل گئی۔)

اے بھائی! باوجود اس کے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ حقیقت ہے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ شریعت ہے۔ کیا کہتے ہو؟ اگر کوئی شخص ایک ہزار سال تک لا الٰہ الا اللہ کہتا رہے اور محمد رسول اللہ قصداً نہ کہے محمد رسول اللہ پر ایمان نہ رکھے تو کیا وہ مسلمان ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس کا ایمان درست نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہودی و نصرانی بھی مسلمان ہوتے۔ اس لئے کہ یہ لوگ لا الٰہ الا اللہ کہتے ہیں اور محمد رسول اللہ نہیں کہتے جس طرح بغیر محمد رسول اللہ کا اقرار کئے ایمان نہیں ہوتا اسی طرح حضورؐ کی شریعت کے بغیر دین و اسلام نہیں ہوتا۔ چنانچہ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ ؎

چوں تو بیماری از ہوا و ہوس — رحمۃ العالمین طبیب تو بس

اودلیل تولبس تو راہ مجوی — اور زبان تولبس تو یاوہ مگوی
سوی حق بی رکاب مصطفوی — نردد پایت از پسی بددی
خاک او باش بادشاہی کن — آن او باش ہرچہ خواہی کن
ہر کہ چوں خاک نیست بردر او — گر فرشتہ است خاک برسراو

(جب کہ تو اپنے خواہشات دہوس کا مریض ہے تو تیرے لئے رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہی طبیب کافی ہیں۔ آپ کا اسوۂ حسنہ ہی تیرے لئے مشعل راہ ہے۔ آپ کا فرمان ہی تیرے لئے کافی ہے۔ زیادہ گفتگو بند کر۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب تھامے بغیر حق سبحانہٗ تعالےٰ کی طرف تمہارے قدم نہیں بڑھ سکتے لاکھ دوڑتے رہو۔ آپؐ کے در کی خاک بن جاؤ اور بادشاہی کرو۔ آپؐ کی اُمت کہلانے کے قابل بن جاؤ۔ پھر جو چاہو کرتے رہو۔ جو آپؐ کے در اقدس پر خاک نہیں ہوا اگر وہ فرشتہ صفت بھی ہے تو اس کے سر پر خاک۔)

اے بھائی! جب تک علم وعقل باقی ہے شرع کی ذمہ داریاں بھی باقی ہیں۔ مشائخ اور علماء رضوان اللہ اجمعین کا اس پر اتفاق اور اجماع ہے کہ جو اس کا منکر ہے وہ دین اسلام سے خارج ہے۔ لیکن ہاں! اگر علم وعقل سے بالاتر کسی سے کوئی کام صادر ہو یا کوئی لطیف حال ظاہر ہو کہ جس کو عشق کے اطوار کہتے ہیں وہ اللہ کی دَین اور اس کی عطا ہے کسبی نہیں ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

در دایشاں نیست از کسب از عطاست — کی شود در دچنیں از کسب راست
عقل فرماں کشیدنی باشد — عشق ایماں چشیدنی باشد

(ان لوگوں کا درد کسب سے نہیں۔ یہ اللہ کی دَین وعطا ہے۔ ایسا درد کسب وکمائی سے کب حاصل ہوتا ہے۔ عقل احکام کی بجاآوری جانتی ہے عشق ایمان کے ذائقہ ومزہ کو جانتا ہے۔)

اسی لئے کہتے ہیں العشق جنون الٰہی (عشق اللہ کی محبت کا جنون ہے) عقل والوں پر جو ذمہ داریاں ہیں وہ دیوانوں پر نہیں ہوتیں، اور ہوش والوں سے دیوانگی کا صدور نہیں ہوتا۔ جیسے دیوانہ سے ہوش کی باتیں نہیں ہوتیں۔ ایسا شخص معذور ہوتا ہے۔ اس عالم میں جو حال اس پر گذرتا ہے اسے وہی جانتا ہے اور اس حال کا پتہ دیتا ہے۔

عاقلاں را شرع تکلیف آمدہ است — بیدلاں را عشق تشریف آمدہ است
دردِ عشق آمد دوای ھر دلی — حل نشد بی عشق ہرگز مشکلی

(عقل والوں کے لئے شرع کی ذمہ داریاں ہیں۔ دیوانوں کے لئے عشق کی خلعت ہے۔ عشق کا درد ہر دل کی دوا بن کر آتا ہے۔ بغیر عشق کے کوئی مشکل حل نہیں ہوتی)

دیگر:- چوں در آمد وصال را حالہ سرد شد گفتگوی دلالہ

(جب وصال کا حال پیدا ہوگیا تو درمیانی دلالہ کی آمد و رفت ختم ہوگئی۔)

خداوند تعالیٰ اور اس کے دیوانے عاشقوں کے درمیان وہ معاملہ ہوتا ہے جو ہوتا ہے اور وہ راز و اسرار ہوتے ہیں جو ہوتے ہیں۔ اگرچہ بظاہر شرع کے خلاف معلوم ہوتے ہیں۔ جیسا کہ کہا ہے

سریست مرا با تو کہ کس محرم آن نیست گر سر برود سر تو با کس نکشایم

(مجھے آپ کے ساتھ ایک ایسا راز ہے کہ کوئی بھی اس کا محرم نہیں۔ سر قلم ہوجائے تو ہوجائے لیکن میں وہ راز نہیں کھولتا۔)

لیکن اور دوسرے لوگ جو اس درد سے خالی ہیں اور ان کا یہ حال نہیں انہیں اس راہ میں آنا اور فضول گفتگو کرنا کہ میں عاشق ہوں یا اہلِ وحدت ہوں ان کی یہ بکواس دین اسلام سے قدم باہر نکالنا ہے۔ نعوذ باللہ منہا اللہ اپنی پناہ میں رکھے۔ اسی طرف یہ اشارہ ہے۔

کفر کافر را دیں دیندار را ذرۂ دردت دل عطار را
ذرۂ درد خدا در دل ترا بہتر از ہر دو جہاں حاصل ترا
طعمۂ کاں پاکبازاں را دہند ہرگز آں کی نو نیازاں را دہند

(کفر کافر کے لئے دین دینداروں کے لئے۔ عطار کے دل کو تو آپ کے درد کا ایک ذرہ ہی چاہیئے۔ خداوند تعالیٰ کے درد کا ایک ذرہ اگر تیرے دل میں ہے تو دونوں جہان سے تیری یہ پونجی بہتر ہے۔ جو لقمہ پاکبازوں کو دیتے ہیں وہ نئے نیازمندوں کو کب دیتے ہیں۔)

آج ہر نا اہل فضول بکواس کرتا ہے کہ عشق کی حقیقت یہ ہے اور اہل وحدت ایسے ہوتے ہیں حال یہ ہے کہ نہ انہیں عشق کی خبر کہ وہ کیا ہے اور نہ اہل وحدت کی کہ وہ کیسے لوگ ہیں۔

اے بھائی! یہ کام نا اہلوں کے نہیں ہیں اور نہ یہ کام وہ ہے کہ کچھ جزو کاغذ میں تم نے مسئلہ طلاق و عتاق کو پڑھ لیا اور بس۔ یہ علم ہی دوسرا اور اس گروہ کے لوگ ہی دوسرے ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

ایں ہمہ علم جسم مختصر است علم رفتن براہِ حق دگر است

(یہ تمام علوم عالم ظاہر کے ہیں۔ خدا کی راہ میں چلنے کا علم ہی کچھ اور ہے۔)

ہم لوگ جو مادر زاد بد اقبالی ہیں ان کو یہ دولت کون دیتا ہے۔ ہمارے تمہارے لئے تو بس یہی ہے کہ خاک سر پہ ڈالیں اور اپنے اِدبار کے غم واندوہ میں لگے رہیں۔ تم بھی میری موافقت کرو۔ اور یہ اشعار پڑھو۔

کاش کہ ہرگز نزادی مادرم ... تا نکردی کشتۂ نفس کافرم
بر دغفلت روزگارم چوں کنم ... بر نیاید ہیچ کارم چوں کنم
خالقا گر اہل عادت بودہ ام ... باری آخر در شہادت بودہ ام
گر در آید یک نسیم از سوئی تو ... پائی کوباں جاں دہم در کوئی تو

(کاش میری ماں مجھے پیدا نہ کرتی تاکہ اس نفس کافر کے ہاتھوں میں قتل نہ ہوتا۔ میری زندگی غفلت میں گذری اب کیا کروں کوئی کام نہیں بنتا کوئی صورت نہیں نکلتی اب کیا کروں۔ اے میرے پروردگار اگرچہ میں اہل رسم و عادت ہوگیا ہوں پھر بھی آخر کلمۂ شہادت تو پڑھتا ہوں۔ اگر آپ کی جانب سے نسیم لطف کا ایک جھونکا آجائے تو میں رقص کرتا ہوا آپ کے کوچہ میں جان دیدوں۔)

مکتوب میں اختصار کیا گیا ہے۔ پھر بھی اُمید ہے کہ استعداد والوں کو غور و فکر کرنے سے کافی فائدہ حاصل ہوگا۔ استغفر اللہ عن الزلل والخلل واقول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (میں توبہ کرتا ہوں گمراہی اور نقصان کی باتوں سے اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرتا ہوں)

والسلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۱۰۳

افسوس و ندامت کے اظہار اور وسوسہ کے دفع کرنے میں

امین خان کے نام :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

برادرِ عزیز کے خط کا مضمون منکشف ہوا۔ جواب حاضر ہے۔

اے بھائی! ہم لوگ ساتویں صدی میں ہیں۔ آج سارے جہان میں ایمان کمزور ہو چکا ہے اور مومن نایاب سُرخ گندھک ہو گئے ہیں۔ کیا تم نے یہ نہیں سُنا ہے بدأ الاسلام غریباً وسیعود کما بدء اسلام شروع میں اجنبی تھا اور آخر میں بھی اجنبی ہو جائے گا۔ ہم لوگوں کا زمانہ یہی زمانہ ہے۔ کیا کیا جائے۔ ہم لوگوں کو مصیبت کی خاک اپنے سروں پر ڈالنی چاہیئے۔ اور اپنے غم واندوہ میں وقت گذارنا چاہیئے۔ یہ کام مردوں کے ہیں ہم مخنثوں کے نہیں۔ اب کیا پوچھتے ہو۔ وہ دولت ہم بے اقبالوں کو کہاں نصیب۔ وہ حضرات جو ارباب بصیرت اور اصحاب سلوک ہیں وہ تو یہ کہتے ہیں۔ ؎

نمی دانم کرا مانم بدیں سیرت گرفتارم ‏ ‏ نہ من ہندو نہ من مسلم نہ من مرتد نہ بدکارم

(مجھے نہیں معلوم میں کیا ہوں اپنی سیرت تو یہ ہے کہ نہ ہندو ہوں نہ مسلم ہوں نہ مرتد ہوں نہ بدکار ہوں۔ تو پھر ہم کو اور تم کو کیا کرنا چاہیئے۔ اے بھائی! وہ حضرات جو ان کاموں کے کرنے والے اور اس کے اہل تھے وہ ہمارے درمیان سے اُٹھ چکے ہیں۔ آج مٹھی بھر جاہلوں کی قوم اپنے گھمنڈ میں مگن اور خود کو ان لوگوں کی صورت و شکل سے آراستہ کئے ہوئے علم و معرفت کا دعویٰ کر رہی ہے اگر ان کے اندر غور کرو تو انہیں خود اپنے کفر کی بھی خبر نہیں ہے۔ ایمان کیا ہوتا ہے یہ کیا جانیں۔ اسی کو کہتے ہیں جیسا کہ اس مصرع میں ہے۔ ع

"جہانی پر ز بیماراں طبیباں از میاں رفتہ" (ایک عالم بیماروں سے بھر گیا ہے اور معالجین اُٹھ چکے ہیں) یہی وہ رمز ہے جو کہا گیا ہے۔ ؎

صحبتِ نیکاں زجہاں دور گشت ‏ ‏ خوانِ عسل خانۂ زنبور گشت

(اچھے لوگوں کی صحبت دنیا سے دور ہو گئی۔ شہد کا دستر خوان مکھیوں کا گھر بن گیا۔)

خواجہ حسن بصری قدس اللہ سرہٗ العزیز کے عہد پاک میں کسی نے آپ سے پوچھا حضرت! حضور پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کیسے تھے۔ فرمایا وہ لوگ ایسے گذرے ہیں کہ اگر تم لوگ ان کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ سب کے سب دیوانے ہیں اور اگر وہ حضرات تم لوگوں کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ سب شیاطین ہیں۔ یہ حال جب حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے زمانہ میں تھا جو صحابہ کے عہد سے بالکل متصل تھا تو یہ دور جس میں ہم لوگ ہیں اس کے بارے میں کیا کہا جائے خسروؒ کی جان پر رحمت ہو کیا خوب کہا ہے۔ ؎

خلق گوید کہ بر و زنار بند ای بت پرست ‏ ‏ در تن خسرو کدامی رگ کہ آں زنار نیست

(لوگ مجھے کہتے ہیں اے بتوں کے پجاری جا زنار باندھ لے۔ خسرو کے بدن کی وہ کون سی رگ ہے جو زنار نہیں ہے)

اور وہ جن لوگوں نے داڑھی، سر کے بال منڈوائے زنار باندھ لی ہے بت خانہ میں یا شراب خانہ میں

جا بیٹھے ہیں اس میں یہی راز ہے اس شعر میں اسی معنی کی طرف اشارہ ہے۔ ؎

بر درخت بقائے دو جہانی | از رہ کفر در مسلمانی

(دونوں جہاں کی بقا کے درخت پر کفر کی راہ سے مسلمانی میں داخل ہوئے ہیں)

یعنی نفس کافر کو ہلاک کر کے مسلمان ہوئے ہیں۔ ان لوگوں نے خود اپنے آپ کو دیکھا۔ ان کی نگاہ کفر و ایمان کی حقیقت پر پڑی۔ دیکھا کہ سب کچھ غرور، گھمنڈ، زنار، دعویٰ اور بکواس ہے۔ اسلام نہیں۔ اس لئے کہ مسلمانی دوسرا ہی کام ہے۔ اور مسلمانان دوسرے ہی پرندہ ہوتے ہیں۔ اس شعر میں اسی طرف اشارہ ہے۔ ؎ صوفی و سبز پوش شدی پیر چلہ دار | ایں جملہ شدی ولی مسلماں نشدی

(صوفی ہوئے سبز پوش ہوئے شیخ چلہ دار ہوئے۔ یہ سب ہوئے لیکن مسلمان نہ ہوئے۔)

حضرت عین القضاۃ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جوانمردوں کو سارا غلغلِ جان ایمان ہی کی وجہ سے ہے کہ ایمان ہے بھی یا نہیں۔ اور تم اس پر مغرور ہو کہ میں مومن ہوں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ ایمان کا جمال دیکھو تو کسی مومن کو تلاش کرو۔ تاکہ وہ کفر کے زنار کو تمہاری گردن سے کاٹ دے۔ اس وقت تم ایمان کا جمال دیکھ سکتے ہو۔ اور سارے جہان میں یہ آواز بلند کر سکتے ہو۔ ؎

آں کس کہ ترا ندید او ہیچ ندید | واں کس کہ ترا نیافت او ہیچ نیافت

(جس نے آپ کو نہیں دیکھا اس نے کچھ نہیں دیکھا اور جس نے آپ کو نہیں پایا اس نے کچھ نہیں پایا۔)

اب تم نے یہ جان لیا کہ ہم بے اقبالوں کو کیا کرنا چاہیئے۔ ابھی وقت ہے۔ ان کان دلوں کو رات دن اپنے کاموں کا غم کرنا چاہیئے۔ اور ہر وقت حسرت کی خاک اپنے سر پر ڈالنی چاہیئے اس لئے کہ ناامید ہو کر معطل ہو جانا اس کام میں شرط نہیں۔ خوب کہا جس نے کہا۔ ؎

اندریں رہ اگر تواں نہ کنی | دست و پای بزن زیاں نہ کنی

(اگر اس راہ میں تو وہ نہیں کرتا تو ہاتھ پاؤں چلا تا رہ یعنی کوشش میں لگا رہ اور اپنا نقصان نہ کر۔)

ہاں! اگر مردوں کا ایمان نہیں ہوا تو کم سے کم بڑھی عورتوں اور مخنثوں کے ایمان جیسا تو ایمان ہو۔ کیا کیا جائے۔ اگر دولت کا آفتاب غروب ہو گیا چراغ تو ہے۔ اسی سے روشنی لی جائے، ورنہ کیا ہم تو اور کیا فرعون کیا نمرود کیا یہود کیا نصاریٰ۔ ؎

جہد کن پیش از اجل ای خود پرست | تاز خلعت ذرہ آری بدست

گر شود یک ذرہ خلعت حاصلت | باز خندد آفتاب دولتت

(اے خود پرست! موت سے پہلے کوشش کرتا کہ اس کی محبت کا ایک ذرہ تو حاصل کرے۔ اگر ایک ذرہ برابر بھی دوستی اور محبت تجھے حاصل ہوگئی تو اس دولت کا آفتاب تجھ پر مسکراتا ہوا روشن ہوگا۔)

اے بھائی! آج اس دنیا سے جو ایمان سلامت لے جائے وہی مرد ہے۔ اور وہی ہمارے زمانہ کا جنید و شبلی ہے۔ باقی سب کے سب سودائی اور فضولی ہیں اِلَّامَاشَاءَاللہ۔ رحمت اس کی جان پر ہو جس نے کہا ہے۔

زیں گونہ کہ حال ناپسندیدۂ ماست　　حسن رخ تو چہ لائق دیدۂ ماست
وصلت کہ بہ کیقباد و کسریٰ نرسید　　سوداست کہ در دماغ شوریدۂ ماست

(جب کہ ہمارا حال اس درجہ ناپسندیدہ ہے تو آپ کے چہرۂ انور کا حُسن ہماری آنکھ کے لائق کیسے ہو سکتا ہے۔ آپ کا وصل جب کیقباد اور کسریٰ کو میسر نہیں ہوا تو یہ ایک جنون ہے جو ہمارے دماغ میں سمایا ہوا ہے۔)

قصہ طویل ہے اور مکتوب مختصر۔ ضرورتاً اختصار کیا گیا ہے جیسا کہ کہا ہے۔

شب رفت و حدیثِ ما بپایاں نہ رسید　　شب راچہ گنہ حدیثِ ما بود دراز

(رات گذر گئی اور میری کہانی ختم نہ ہوئی۔ اس میں رات کا کیا قصور ہے میری حکایت ہی بہت طویل تھی۔)

ایک خاص بات:۔ اے بھائی! مشائخ جو لوگوں کے پیشوا اور مقتدا ہیں ان کا طریقہ کار سنت اور جماعت کے اصول پر رہا ہے۔ ظاہری کاموں میں جیسے طہارت، نماز، روزہ، حج اور جن کا تعلق ظاہری اعمال سے ہے انہیں شرع کے ظاہری اصول پر اکتفا کرتے ہیں۔ اور سب کو ظاہری شرع پر بجالاتے ہیں۔ اس خوف سے کہ کہیں وسوسوں کے ہاتھوں میں نہ پڑجائیں اس لئے کہ کہتے ہیں جو وسوسہ میں مبتلا ہوا وہ ہاویہ (دوزخ کے گڈھے) میں گر پڑا ایسا کہ وہاں سے باہر آنا مشکل ہے۔

گر درے خواہی کہ بکشاید ترا　　وآنچہ جوئی روئے بنماید ترا
از در پیغمبر آخر زماں　　ہمچو حلقہ سر مگرداں یک زماں

(اگر تو چاہتا ہے کہ تجھ پر دروازہ کھول دیا جائے اور جس حُسن کی تجھے تلاش ہے اس روئے انور کی تجلی تجھ پر ہو تو حضور پیغامبر آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے درِ اقدس سے زنجیر کی طرح لگا رہ ایک لمحہ کے لئے بھی الگ نہ ہو۔)

روایت آتی ہے کہ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہودیوں کے برتن سے وضو کیا ہے اگر چہ شراب ان لوگوں کے یہاں حلال ہے اور ان کے گھروں کے برتن شراب سے کم ہی خالی

رہے ہوں گے اس کے باوجود امیرالمومنین نے ظاہری حکم پر عمل کیا یہ نہیں سوچا برتن ان کا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس میں شراب رکھی گئی ہو۔ اور کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم ایسے گذرے ہیں جو ننگے پاؤں پھرتے تھے اور اسی حال میں نماز ادا فرماتے تھے، یہ نہیں خیال کرتے تھے کہ ننگے پاؤں رہا ہوں شاید کہ نجاست لگ گئی ہو نماز کیسے پڑھوں؟ جب کہ ظاہراً کسی طرح کی آلودگی نہ تھی تو ظاہر شریعت کے حکم کو کافی سمجھا۔ اور اس طرح کی بہت سی روایتیں صحابہ، تابعین، متقدمین اور متاخرین سے منقول ہیں مکتوب میں کتنا لکھا جائے۔

لیکن اس کام میں اصل چیز دل کو کدورت سے پاک کرنا اور بُری صفتوں سے صاف کرنا ہے کہ حقیقی حجاب یہی ہے اور اس حجاب کے ہٹانے میں ان بزرگوں نے بے انتہا اور بیحد کوششیں کی ہیں ایسا کہ دن میں ستر بار مردہ صفت ہو گئے ہیں اور پھر زندہ ہوئے ہیں اسی بنا پر وہ لوگ جو دیکھنے میں آدمی کی صورت میں ہیں لیکن عادات و خصائل میں شیاطین صفت ہیں اُن بزرگوں، مردانِ راہ کو دیوانہ کے نام سے یاد کرتے ہیں اور یہ معلوم ہے کہ دیوانہ و پاگل کون ہے خود کہنے والے ہیں یا یہ لوگ۔ اے کاش سارا جہان ان دیوانوں کی طرح دیوانہ ہو جاتا۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

تا نہ لیفتد کار در کار اے پسر　　　کے ز کار افتادگی یابی خبر

(اے لڑکے جب تک تجھے کام سے واسطہ دسروکار نہیں ہوا ہے تجھے اس کا تجربہ اور اس کی آگاہی کیسے ہوگی)

ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا آپ نے خدا کو کب پہچانا؟ فرمایا جس وقت لوگوں نے مجھے دیوانہ کہنا شروع کیا۔ ؎

تا توانی با خرد بیگانہ باش　　　عقل را غارت کن و دیوانہ باش

(جہاں تک تجھ سے ہو سکے عقل سے دُور ہو جا، عقل کو غارت کر دے اور دیوانہ ہو جا)

اے بھائی! مشائخ دین کی اقتدا کرو اور خود کو وسوسوں (اوہام وغیرہ شیطانی خیالات) سے محفوظ رکھو تاکہ شیطان کے ہاتھ میں نہ پڑ جاؤ اور اگر گرفتار ہو گئے ہو تو جلد اس سے خود کو نکال لو جب تک کام ہاتھ سے نہیں نکلا ہے، طاقت ہے اس کا علاج کرو۔ اس طرح کہ جب تم چاہو کہ نماز کی نیت سے جانماز پر کھڑے ہو تو نماز کی نیت کرنے کے قبل چند مرتبہ یہ دُعا پڑھو بسم اللہ وباللہ ومن اللہ والی اللہ وعلی اللہ فلیتوکل المومنون (اللہ کے نام سے، اللہ کے لئے، اللہ سے، اللہ کی طرف اور اللہ ہی پر مومنوں کو بھروسہ کرنا چاہیئے۔) اور جب وسوسے زحمت دیں تو ہر لحہ قُل أعوذ برب الفلق اور قُل أعوذ برب الناس سینہ پر ہاتھ رکھ کر پڑھا کرو اور جتنے بار وضو کرو وضو کا بچا ہوا پانی وسوسہ کے دفع

کی نیت سے ایک گھونٹ پی لو اگرچہ دس مرتبہ بیس مرتبہ وضو کرنا پڑے۔ اور دوسرے یہ چاہیئے کہ بغیر وضو کے نہ کچھ کھاؤ نہ پیو اور اس پر پابندی کرو ناغہ نہ ہو کہ اس میں بے انتہا فائدے ہیں اور اس کی برکت بے شمار ہے اور یہ چار رکعت نماز دو رکعت کر کے جو علٰحدہ سے لکھی جاتی ہے اس فقیر کا تحفہ ہے اس کو اپنا وظیفہ بنالیں۔ اس نماز کو عشاء کے وقت وتر کے پہلے ادا کریں اور دونوں دوگانہ کے ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ دس بار پڑھیں پہلی رکعت میں سلام کے بعد سو مرتبہ یَا وَھَّابُ پڑھیں اور پھر اُٹھ کر دوسری رکعت اسی طرح ادا کریں اور سلام کے بعد سو مرتبہ یَا فَتَّاحُ پڑھیں اور اللہ سے امید رکھیں کہ اس دوگانہ کی برکت سے تمام دینی اور دنیاوی کام حسب خواہش بن جائیں گے انشاء اللہ تعالےٰ۔

والسلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۱۰۴

درویشوں کے ساتھ اعتقاد کرنے میں

ملک مفرح کے نام:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گرچہ چندانی سلیماں کار داشت کز زمیں تا عرش گیر و دار داشت

مسکنت را قدر چوں بشناخت او قوت از زنبیل بافی ساخت او

(جناب سلیمان علیہ السلام کی مشغولیت اس درجہ تھی کہ زمین سے آسمان تک حکمرانی کرتے تھے لیکن مسکینیت کی قدر جب آپ نے پہچان لی تو تھیلے بنتے اور اسی سے اپنی غذا حاصل کرتے۔)

میرے عزیز بھائی ملک مفرح زادت خیراتہ، وحسناتہ، وغفر اللہ سیاتہ، وخطیاتہ، کاتب مکتوب فقیر حقیر شرف منیری کا سلام ودعا۔ مطالعہ کریں۔

لکھنا یہ ہے کہ اگرچہ برادر عزیز ظاہراً اس لباس میں ہیں دل مطمئن رکھیں کیوں کہ آپ کو عقیدت

اور واسطہ مسکینوں سے ہے اللہ تعالیٰ اس میں اور افزونی فرمائے۔ بحرمت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ الامجاد
اے بھائی! یہ تو معلوم ہے کہ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس عظمت وجلالت کے باوجود کہ آپ کے حق میں فرمان ہے لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ (اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا آپ کی دعا یہ تھی اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مِسْكِيْنًا وَاَمِتْنِيْ مِسْكِيْنًا وَاحْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْن
(اے اللہ تو مجھے مسکین زندہ رکھ اور اس عالم سے مسکین لے جا اور مجھے اٹھا مسکینوں کے ساتھ)

ملک دنیا را کہ بنیاد ے نہند　　گرچہ بس عالی است بر بائے نہند

(ملک دنیا کی بنیاد جو رکھی گئی ہے گرچہ بہت عالی ہے لیکن اس کی یہ بنیاد ہوا پر ہے۔)

ہر چہ بینی جز خیالے بیش نیست　　ہر چہ دانی جز محالے بیش نیست

(جو کچھ تم دیکھتے ہو ایک خواب ہے اور کچھ نہیں اور جسے تم کچھ سمجھتے ہو وہ مکر وحیلہ سے زیادہ نہیں۔)

اے بھائی! فقر اور مسکینیت یہ اسرار خداوندی میں سے ایک راز ہے کیا یہ نہیں دیکھتے کہ معراج کی رات عالم ملک وملکوت میں جو کچھ ہے سب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش کر دیا گیا لیکن حضورؐ نے گوشہ چشم سے بھی اس کی طرف نہیں دیکھا اور فرمایا اَلْفَقْرُ فَخْرِيْ (فقر ہی میرا فخر ہے) جناب آدم علیہ السلام کو مسجود ملائک فرشتوں سے سجدہ کرایا گیا اور آٹھوں بہشت کی سلطنت آپ کے تحت تصرف میں دیدی گئی آپ کی نظر فقر و مسکینیت پر پڑی آٹھوں بہشت گیہوں کے ایک دانہ کے عوض بیچ دیا، اور فقر و درویشی کا خرقہ پہن لیا۔ ؎

جان آدم چو لبتر فقر سوخت　　ہشت جنت را بیک گندم فروخت

(جناب آدم علیہ السلام کی جان جب فقر کے راز سے روشن ہو گئی تو آٹھوں بہشت کو ایک دانہ گندم کے عوض بیچ دیا) جناب سلیمان علیہ السلام کی مسکینیت مشہور ہے جیسا کہ کہا ہے اور ان دو اشعار سے روشن ہے۔ ؎

گرچہ چندانی سلیماں کار داشت،　　از زمیں تا عرش گیر و دار داشت

مسکنت را قدر چو لبشناخت او　　قوت از زنبیل بافی ساخت او

اللہ کا شکر ہے کہ یہ تمام اخلاص، صفات اور معاملات بہت زیادہ برادر عزیز کی ذات میں موجود ہیں، خدا کا شکر کیجیے انشاء اللہ تعالیٰ کل قیامت کے دن برادر عزیز کا حشر مسکینوں کے زمرہ میں ہوگا اور حق سبحانہٗ تعالیٰ برادر عزیز کو اپنے فضل سے ان کاموں میں استقامت عطا فرمائے اور دن بدن اس

میں افزونی و ترقی بخشے اپنے فضل واحسان سے۔ عاقبت و خاتمت بخیر ہو۔

والسلام
شرف منیری

*

مکتوب ۱۰۵

شغل..... لاحول ولاقوۃ الا باللہ میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

توحید نہ کار آب وخاک است — کار دل صاف وجان پاک است
لے خواندہ خدا را بعادت — دوری زحقیقت شہادت
تا کے بہ زباں خدا پرستی — ایں نیست مگر ہوا پرستی

(توحید کا تعلق مٹی پانی کے پتلہ سے نہیں اس کا تعلق تو صاف وشفاف دل اور پاک رُوح سے ہے۔ اے عادت کے طور پر اللہ کا ذکر کرنیوالے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کی حقیقت سے تو بہت دور ہے کب تک صرف زبان سے خدا پرستی اللہ اللہ کرتے رہوگے یہ صرف خواہش پرستی ہے خدا پرستی نہیں۔)

کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام ودعا قبول کریں۔

لکھنا یہ ہے کہ قاضی زین الدین نے تم عزیز کی تمام کیفیت بیان کی تم عزیز پر واضح ہو میری جانب سے قبولیت ہے لیکن راہ پر چلنا ہی تم عزیز کا کام ہے جب مشائخ رضوان اللہ کا طاقیہ پہن لیا ہے تو رسم کے بُت کو توڑ دینا چاہیئے (یعنی رسمی عبادت کو چھوڑ دیجئے) اور عادت کے زنار کو کاٹ ڈالئے اور راہ طریقت میں قدم صدق کے ساتھ رکھئے اور حق سبحانہٗ تعالےٰ کی طلب میں ہمت بلند کیجئے کیونکہ بے ہمت مرید کبھی کسی منزل پر نہیں پہنچتا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

سگ دوں ہمت استخواں جوید — پنجۂ شیر مغز جاں جوید
ہر کہ صاحب ہمت آمد مرد شد — ہم چو خورشید از بلندی فرد شد
ہر کہ از ہمت دریں راہ آمد است — گر گدای می کند شاہ آمدہ ست

(کمینی ہمت والا کتا ہڈیوں کی تلاش میں رہتا ہے شیر کا بچہ زندہ جان کی تلاش کرتا ہے جو ہمت والا ہوگیا وہ آفتاب کی طرح بلندی میں یکتا و فرد ہوگیا۔ جو شخص ہمت کے ساتھ اس راہ میں داخل ہوا اگر وہ گداگری کرتا ہے جب بھی وہ بادشاہ ہے۔)

لیکن اے عزیز اس راہ کا علم اہل طریقت ہی کے ساتھ مخصوص ہے جو آخرت کے عالم ہیں یہ علم ان کی صحبت و خدمت میں حاصل ہوتا ہے عُلمار دنیا سے نہیں وہ تو دین کے راہزن ہیں اسی کی طرف اس شعر میں اشارہ ہے۔ ؎

ایں ہمہ علم جسم مختصر است — علم رفتن براہ حق دگر است

آں ہوائے کہ پیش ازیں باشد — رسم و عادت بُود نہ دیں باشد

واسطہ ایں قوم را برخاست است — قول ایشاں لاجرم لبس راست است

(یہ سارے علوم تو مختصر سے عالم ظاہر کے ہیں اللہ کی راہ میں چلنے کا علم ہی دوسرا ہے۔ یہ سب خواہشیں جو اس راہ میں آنے سے پہلے تھیں وہ سب رسم و عادت تھی دین نہیں تھا۔ جب کہ اس جماعت کے لوگوں کے درمیان سے واسطہ ختم ہوگیا ہے تو یقیناً ان کا قول ان کا فرمان سب درست ہوگا۔)

تو جس کی ہمت ایسی ہو کہ جو عادات اور خواہش پرستی سے نکل کر خدا پرستی میں پہنچ جائے تو اس گروہ کے علمار جو آخرت کے عالم ہیں اور علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل (میری اُمت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں) کے امتیازی طغریٰ کے حامل ہیں ان کی صحبت کی دولت طلب کرے تاکہ ان کی خدمت میں رہ کر دن بدن ان کی نگاہ خاص سے مذمومات محمودات یعنی بُری صفتیں اچھی صفتوں سے بدل جائیں اور گردش حاصل ہوجائے اور ان کی صحبت و تربیت کی برکت سے نفس کا فرسے رستگاری ہوجائے اور اسلام کا جمال دیکھے اور توحید حقیقی تک پہنچ جائے اور بارگاہِ وحدہٗ لاشریک لہٗ میں رسائی ہوجائے اور موحد حقیقی بن جائے اسی کو کہا ہے۔ ؎

اوصافِ ذمیمہ چوں بدل شد — ہر عُقدہ کہ در تو بود حل شد

چوں نیستیٔ تو شد محقق — خیزد ہمہ نعرۂ انا الحق

(جب بُری عادتیں اچھی صفتوں میں تبدیل ہوگئیں تو تیری جتنی مشکلیں تھیں سب حل ہوگئیں جب تیرا فنا تیری نیستی یقینی ہوگئی تو پھر نعرۂ انا الحق انا الحق اُٹھنے لگا۔)

ہر کرا آن آفتاب ایں جا بتافت — آنچہ آں جا وعدہ بود اینجا بیافت

ایں جاست نہایت طریقت　　ایں ست خلاصۂ حقیقت

(جب کسی پر وہ آفتاب حقیقت یہاں تاباں ہوگیا جو کچھ وہاں کے لئے وعدے وہ سب اس نے یہیں پالیا۔

یہی وہ مقام ہے جو طریقت کی انتہا ہے یہی حقیقت کا خلاصہ ہے) جملہ مسلمانوں کی عاقبت وخاتمت بخیر ہو۔

والسلام

شرف منیری

مکتوب ۱۰۶

بلندئ ہمت میں

(بعبارت دیگر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جہد کن تاز نیست ہست شوی　　وز شراب خدا است شوی

نیست کن ہر چہ راہ و رائے بود　　تا دلت خانۂ خدائے بود

(کوشش کرتا کہ نیست سے ہست ہوجائے اور شراب توحید سے مست ہوجائے اپنے رسم و روش عقل و تدبیر سب کو فنا کر دے تاکہ تیرا دل خدا کا گھر بن جائے) یحشر الناس یوم القیامۃ علیٰ نیاتہم (لوگوں کا حشر قیامت کے دن ان کی نیتوں پر ہوگا)

لے بھائی! آج اپنا جائزہ لو، اپنے اندر غور کرو، دیکھو اگر تمہارے اندر حق سبحانہ تعالےٰ کی طلب غالب ہے تو عاشقوں کے ساتھ تمہیں اٹھائیں گے اور اگر تمہارے باطن میں بہشت کی محبت اور خواہش غالب ہے تو تمہارا صالحین کے ساتھ حشر کریں گے اور اگر تمہارے اندر دنیا کی طلب و محبت غالب ہے تو دنیا والوں میں تمہارا حشر کریں گے اسی کو کہا ہے۔

ہر چہ در دنیا خیالت آں بود　　تا ابد راہ و صالت آں بود

(اس دنیا میں جس چیز کے ساتھ تیرا خیال وابستہ رہا ہے ابد تک تجھے اسی میں رہنا ہے۔)

اے بھائی! وہ لوگ جو ارباب ہمت ہیں انہوں نے دنیا و آخرت دونوں کو اپنی ہمت کے سامنے سے یہ کہتے ہوئے ہٹا دیا ہے کہ دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے وہ مردان راہ کی طلاق دی ہوئی چیز ہے اور وہ نمرود و فرعون کے ہاتھ کی صافی (تولیا) ہے اسے ترک کر دینا فرض عین ہے۔

ہر کہ او از دار دنیا پاک شد نور مطلق گشت گرچہ خاک شد۔

(جو شخص اس دار دنیا سے پاک ہو گیا وہ نور مطلق بن گیا اگرچہ صورتاً خاکستر ہے۔)

بہشت میں جتنی چیزیں تیار کی گئی ہیں وہ سب حس و حواس کی لذت اور اس کا حصہ ہیں جتنی چیزیں ہیں وہ ان پانچ حواس سے جدا نہیں ہیں یا کھانے کی ہیں، سونگھنے کی ہیں، دیکھنے کی، پہننے کی یا سننے کی ہیں اور بہایم جانوروں کو ان سب میں شرکت ہو سکتی ہے۔ تو جس میں جانوروں کی شرکت ہو اس سے دور رہنا چاہیئے یہ ادنیٰ درجہ کی گراوٹ ہے نہ کہ اعلیٰ ہمتی ہے۔

ہمت کیا ہی خوب چیز ہے اس خاک کے پتلے میں کیا راز پوشیدہ ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

سگ دوں ہمت استخواں جوید پنجۂ شیر مغز جاں جوید
مگس و گربہ سوئے خواں پوئید سگ و زاغ اند کا ستخواں جوئید

(کمینی ہمت والا کتا ہڈیاں ڈھونڈھتا پھرتا ہے شیر کا پنجہ تازہ جان کی تلاش میں رہتا ہے۔
بلی اور مکھیاں دسترخوان کی طرف لپکتی ہیں کتے اور کوے ہیں جو ہڈیوں کو تلاش کرتے پھرتے ہیں۔)

ہمت بھی کیا ہی بلند چیز ہے کہ جس کے بارے میں کہتے ہیں الجنۃ سجن العارفین کما ان الدنیا سجن المومنین (جنت عارفوں کا قید خانہ ہے جس طرح دنیا مومنوں کے لئے قید خانہ ہے)

اے بھائی! اگر دیدار کا وعدہ بہشت میں ہونا مقرر نہ ہوتا تو ان عارفوں کی زبان پر بہشت کا ذکر نہ آتا۔ منقول ہے کہ سلطان العارفین بایزید بسطامی قدس سرہ العزیز کی زبان پر اگر دنیا کا تذکرہ آجاتا تو وضو فرماتے اور اگر بہشت کا ذکر آجاتا تو غسل فرماتے لوگوں نے سوال کیا۔ ایسا کیوں کیا جاتا ہے؟ فرمایا دنیا ناقض وضو ہے۔ بربنائے حال۔ اس کا ذکر وضو کا ٹوٹنا ہے، وضو کے ٹوٹنے کے بعد وضو کرنا ضروری ہے اور بہشت شہوتوں کے پورا ہونے کی جگہ ہے اس کا ذکر جنابت ہے۔ حال کے حکم کے مطابق۔ یہ باتیں مردوں کی ہیں مخنثوں کی نہیں ان باتوں میں کوئی دخل نہ دے فضول بحث نہ کرے وہ جو میدان جنگ میں تلوار کھانا اور تلوار چلانا جانتے ہیں اور ہی لوگ ہوتے ہیں اور وہ جو شرید کھانا اور قورمہ کا پیالہ چاٹنے والے ہیں وہ دوسرے ہی لوگ ہیں یہ سب برابر کیسے ہوں گے۔ بھکاری

اور بادشاہان ساوی کیسے ہوں گے خبردار عاشقوں اور مردوں کو اپنی رکیک عقل کے مختصر سے ترازو پر نہ تولو کیوں کہ یہ لوگ اس سے کہیں اعلیٰ ہیں کہ تمہاری عقل کے ترازو پر تولے جائیں۔ جہاں عشق کا آفتاب طلوع ہوتا ہے وہاں عقل کے ستارے گم ہوجاتے ہیں ہم لوگوں کے لئے ان بزرگوں کے حال و احوال پر ایمان رکھنے اور اس کی تصدیق کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

طعمۂ کاں پاکبازاں را دہند ہرگز آں کے نونیازاں را دہند

(پاکبازوں کی غذا کا لقمہ نئے نیازمندوں کو کہاں دیا جاتا ہے۔)

ایں ہمہ علم جسم مختصر است علم رفتن براہ حق دگر است
حرف کو کاغذے سیاہ کند دل کہ تیرہ ست کے چو ماہ کند
گر ترا درد ست پیر آید پدید قفل دروت را کلید آید پدید

(یہ سارے علوم اس مختصر سے عالم ظاہر کے ہیں خدا کی راہ میں چلنے کا علم ہی دوسرا ہے۔ حرف تو حرف کاغذ کو سیاہ کرتا ہے وہ دل جو تاریک ہے اُسے کب ماہ تاباں بناتا ہے۔ اگر تجھے درد طلب ہے تو پیر مل جائیں گے اور تیرے درد کا مداوا ہو جائے گا۔)

والسلام

فقیر شرف منیری

مکتوب ۱۰۷

عمر رفتہ پر افسوس اور گذرے ہوئے حال پر ندامت میں (بعبارت دیگر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس معزز کی جان پر رحمت ہو جس نے کہا ہے۔

در کوے بتاں رفت ہمہ عمر دریغا چوں برہمن پیر بہ بت خانہ بماندیم

(وائے حسرت وافسوس بتوں کے کوچہ میں ساری عمر گذر گئی۔ بوڑھے برہمن کی طرح بتکدہ میں پڑے رہے)

لے بھائی! جو شخص اپنے غم واندوہ میں مبتلا ہو اور جس کا حال اس درجہ خراب و خستہ ہو

کہ وہ بیچارہ یہ کہے۔

نمی دانم کرا مانم بدیں صورت گرفتارم   نہ من ہندو نہ مسلم نہ من مرتد نہ بدکارم

(میں نہیں جانتا میں کون ہوں اپنی حیرت تو یہ ہے کہ نہ ہندو ہوں نہ مسلم ہوں نہ مرتد ہوں نہ بدکار ہوں۔)

وہ دوسرے کو کیا یاد کریگا اور کیا کسی کو تلقین کریگا۔ ہاں بھائی ایسا ہی ہے آپ ہی کی طرح اس اطراف کے بھی بعض اور عزیزوں نے دل چھوٹا کر لیا ہے اور جھنجھلاہٹ کا اظہار بھی کیا ہے۔ یہ صرف تنہا آپ ہی نہیں ہیں کہ جس نے دل چھوٹا کیا اور کسی نہ کسی طرح اظہار خفگی بھی۔

اے بھائی! عمر ختم ہونے کو آئی موت آپہنچی آخرت کا سفر سامنے ہے اس امر کے خوف و حسرت نے دبوچ رکھا ہے کہ جس وقت ملک الموت آجائیں گے اور وہ پوچھیں گے کہ الٰہی اَقبض روح هٰذا العبد بالسعادۃ اَم بالشقاوۃ پروردگارا اس بندہ کی روح سعادت پر قبض کروں یا شقاوت پر کچھ نہیں معلوم کہ اس وقت جواب کیا آئے گا جو اس حیرت سے متحیر ہو وہ اپنے آپ میں کب ہے؟ اسی کو کہا ہے۔

رندہ سابقت نہ دانم چیست   خواندہ خاتمت نہ دانم کیست
بدِ ما نیک شد چو پذیرفتی   نیک ما گشت بد چو بگرفتی

(پتہ نہیں تقدیر میں کیا لکھا جا چکا ہے، خاتمہ کس حال پر ہوگا یہ بھی معلوم نہیں۔ میری تمام برائیاں نیکیاں بن جائیں اگر آپ قبول فرمالیں اور میری تمام نیکیاں برائیوں میں تبدیل ہوجائیں اگر آپ کی پکڑ ہوجائے)

اے بھائی! کام انتہائی مشکل ہے ایسا نہیں ہے جیسا کہ لوگ خیال کرتے ہیں اور بولتے اور سنتے ہیں اور وقت گذارتے ہیں۔ نقل ہے۔ ایک عارف موت کی سکرات میں اٹھے لوگوں نے پوچھا کوئی آرزو ہے تو فرمائیں کہ حاضر کروں۔ کہا ہے تو عدَمًا لا وجود لہ ایسے عدم کی جسکا کہ وجود ہی نہ ہو۔ اور وہ جو اس دولت عظمیٰ کے مالک ہیں لو اتزن ایمان اُبی بکر مع ایمان اُمتی لرجح (اگر میری تمام امت کے ایمان کو ابوبکرؓ کے ایمان سے وزن کریں تو ابی بکرؓ کے ایمان کا پلہ وزنی ہوجائے) وہ فرماتے تھے کاش میں درخت کی پتیاں ہوتا جسے بھیڑ بکریاں کھالیتیں۔ اور وہ جن کا رتبہ یہ تھا کہ اُنا مدینۃ العلم وعلیٌ بابہا (ہم علم کے شہر ہیں اور علی اس کے دروازے ہیں) وہ کہتے تھے کاش ہم اپنی ماں کے جسم کا خون ہی رہتے یہ خود اُن لوگوں کا حال ہے جو سارے عالم کے پیشوا اور دین مسلمانی کے سرداران ہیں۔ اور وہ جو بت خانہ میں پیدا ہوا بت خانہ میں پرورش پائی اور بتوں کے آگے سجدہ میں عمر تمام کی وہ کیا کہے اور اس کا حال کیا ہوگا؟ اس بیچارہ پر رحمت ہو بلکہ ستو رحمت ہو جس نے کہا ہے۔

سُودہ گشت از سجدۂ راہ بتاں پیشانیم — چند خود را تہمت دینِ مسلمانی نہم
اے برہمن بادہ رد کردۂ اسلام را — یا چو من گمراہ را در پیش بت ہم بار نیست

(بتوں کے آگے سجدہ کرتے کرتے میری پیشانی گھس گئی اس کے باوجود کب تک خود کو مسلمان کہلاتا رہوں گا اے برہمن مجھ اسلام کے ردکئے ہوئے کو اپنے یہاں اجازت دے۔ یا کیا؟ مجھ جیسے گمراہ کو بتوں کے سامنے آنے کی بھی راہ نہیں ہے۔)

یہ تمام حال خود اپنا لکھا گیا ہے یہ کوئی عبارت آرائی نہیں کی گئی ہے۔

والسلام
فقیر شرف منیری

مکتوب ۱۰۸

بُرے عادات و خصائل کو پسندیدہ اخلاق سے تبدیل کرنے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہر چہ جز حق بسوز و غارت کن — ہر چہ جز دیں از و طہارت کن

(اللہ کے سوا جو کچھ ہے سب کو جلا کر خاکستر کر دو دین کے علاوہ جو بھی ہے سب سے طہارت کر لو۔)

اے بھائی! دوزخ اور بہشت دونوں کے بہت سے دروازے ہیں۔ تمام پسندیدہ باتیں اور اچھے کام، بہترین اخلاق بہشت کے دروازے ہیں اور گندے اقوال و افعال اور بری خصلتیں ناپسندیدہ اخلاق دوزخ کے در ہیں اس سبب سے کہ آدمی کو راحت و آسائش جو پہنچتی ہے وہ پسندیدہ یعنی اچھے اقوال و افعال سے پہنچتی ہے اور تکلیف و رنج جو آدمی کو پہنچتا ہے وہ اس کے اقوال و افعال ناپسندیدہ اور بُرے اخلاق سے پیش آتا ہے اور جو شخص آج برے اقوال و افعال اور اخلاق و عادات و خصائل سے نکل آیا اخلاق حمیدہ اور اقوال و افعال پسندیدہ سے آراستہ ہوا وہ دوزخ سے نکل آیا اور بہشت میں پہنچ گیا اس لئے کہ دوزخ کو بُری باتوں اور بُرے کاموں اور بُرے عادات و خصائل سے سروکار ہوتا ہے اچھی باتیں پسندیدہ کاموں اور عمدہ اخلاق سے نہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ع

گر ترا در دست پیر آید پدید　　قفل در دت را کلید آید بدید

(اے لڑکے راہ لمبی ہے اور آفت سے بھری ہوئی اس راہ کے چلنے والے کو راہ تبلانے والا ضروری ہے

اندھا کب سیدھی راہ چل سکتا ہے لاٹھی پکڑ کر چلانے والے کے بغیر اندھے کا راہ چلنا ہی خطا ہے۔ اگر

تجھے درد ہے اور پیر میسر آجائے تو تیرے درد کے تالا کی کنجی تجھے مل گئی۔)

تو جس کو یہ درد پیدا ہوا اور یہ غم واندوہ اس کے سینہ میں جاگزیں ہو جائے۔ اور چاہتا ہے کہ برُے خصائل، نقصان کی باتوں سے باہر نکل آئے اور خود کو مردوں کے کمال تک پہنچائے صورتاً و سیرتاً آدمی بن جائے تو اس کے لئے حکم حال کے مطابق اس پر فرض ہے کہ کسی ایسے شخص کی کفش برداری کرے کہ وہ کمال کو پہنچا ہوا ہو تاکہ اس کو بھی کمال کی راہ دکھلائے اور اس کی تربیت شرائط کے ساتھ کرے اور اس راہ کی آفتوں اور خطروں سے سلامتی کے ساتھ اسے گذار دے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

اودلیل تو بس تو راہ مجوی　　اُو زبان تو بس تو یادہ مگوی

ہر چہ او گفت راز مطلق داں　　ہر چہ او کر د کردہ حق داں

خاک او باش بادشاہی کن　　آن او باش ہر چہ خواہی کن

(پیر کی اتباع ہی تیرے لئے مشعل راہ ہے اُن کا فرمان ہی ترے لئے کافی ہے زیادہ گفتگو بند کر ان کے اقوال کو حق کا راز جان ان کے افعال کو حق سبحانہٗ تعالےٰ کا کیا ہوا مان۔ ان کے در کی خاک بن جا اور بادشاہی کران کے ناز کے لائق ہو جا پھر جو دل چاہے کرتا رہ۔)

......اتنا پھر جاننا بالکل ضروری ہے کہ کامل کسے کہتے ہیں کامل کون ہوتے ہیں؟

اے بھائی! کامل اس شخص کو کہتے ہیں جو ان چار چیزوں کا حامل ہو، پوری شریعت، مکمل طریقت کامل حقیقت، اور معرفت تامہ جو ان چار چیزوں سے متصف ہو وہ مقتدا ہے، پیر ہے، شیخ ہے اور کامل ہے۔ ایسا شخص پیری کے لائق ہے اور اس کے علاوہ جو ہے وہ سب گمراہی، ضلالت و جہالت ہے۔ جیسا کہ اس دور میں ظہور رہا ہے۔

والسلام

فقیر شرف منیری

دائما در خوئے ناخوش ماندہ ای | وز صفات بد در آتش ماندہ ای
تا صفاتت با تو خواہد بود جمع | تو نخواہی بود بے سوزی چو شمع

(تو ہمیشہ ناپسندیدہ خصلتوں میں رہا ہے اور اپنی انہیں بُری صفتوں سے آگ میں جلتا رہا ہے۔
جب تک تیری صفتیں تیرے ساتھ جمع رہیں گی اس وقت تک تو شمع کی جیسی بے سوزی میں نہیں ہوگا۔)

اے بھائی! آج مرید کا پہلا کام یہ ہے کہ بُرے اقوال بُری باتوں کو نیک باتوں سے بدل ڈالے بُرے کاموں کو اچھے اور پسندیدہ کاموں میں تبدیل کرے بُرے اخلاق عادات وخصائل کو عمدہ اخلاق سے تبدیل کرے اس کام کو اہل تصوف کی اصطلاح میں "گردش از نہاد خویش" (اپنی بنیاد و سرشت میں تبدیلی) کہتے ہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔

تو چنیں محجوب از خود ماندہ ای | تا ابد معیوب از خود ماندہ ای
پاکبازانے کہ درویش آمدند | ہر نفس در محو خود بیش آمدند

(تو خود اپنی خودی میں اپنے آپ سے حجاب میں ہے ہمیشہ کے لئے اپنی خودی کے سبب معیوب ہوگیا ہے
درویش و فقرا جو حقیقتاً پاکباز ہیں وہ ہر لمحہ اپنی گم گشتگی اور خود کو فنا کرتے میں محو رہتے ہیں۔)

مرید کے لئے یہ کام بمنزلہ وضو کے ہے جس طرح وضو کے بغیر نماز نہیں ہوتی ہے اسی طرح مرید کے لئے بغیر اس گردش کے طریقت میں روش نہیں ہے یہ سارے مجاہدے اور ریاضتیں اسی گردش کے حصول کے لئے ہیں تاکہ مرید راہ طریقت میں چلنے کے لائق اور صاحب استعداد ہوجائے اور جو شخص اس گردش کے بغیر طریقت میں روش چاہے اس کی مثال ویسی ہے کہ کوئی بے وضو نماز ادا کرے تو آج اس کام میں ساری خرابی و نقصان اسی وجہ سے ہے کہ اس کام کو اس کام کے شرط کے بغیر چاہتے ہیں جیسے کوئی بے وضو نماز چاہتا ہے۔ ہر کام کے لئے ایک شرط ہے جب تک وہ شرط پوری نہ ہو وہ کام ہرگز نہیں ہوتا جیسے دیکھنا بغیر آنکھ کے سننا بغیر کان کے بولنا بغیر زبان کے ہرگز نہیں ہوسکتا اسی طرح یہ کام بغیر گردش کے ہرگز نہیں ہوسکتا اسی لئے یہ حکم ہے کہ پیر واقف راہ اور اس کے نشیب و فراز سے آگاہ اور اپنے نفس سے پاک شدہ اور اپنے لذات و خواہشات اور اپنے حق و حصہ سے آزاد اور اس کام کا آشنا کامل چاہیئے تاکہ یہ گردش اُن کے دولت کے سایہ میں اور ان کی جوتیوں کی خدمت میں مرید کو حاصل ہوجائے۔

راہ دور است و پُر آفت اے پسر | راہ رو رائی بباید راہبر
کور ہرگز کے تواند رفت راست | بے عصا کش کور را رفتن خطاست

مکتوب ۱۰۹

مختصر سے آدمی کی قیمت کیا و بزرگی اور خلاصۂ موجودات اور محبوب ہونے کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے بھائی! آدمی موجودات کا لب لُباب مخلوقات کا نچوڑ ہے شرافت و کرامت برتری و بزرگی جو کچھ ہے وہ سب آدمی میں ہے باقی سب صورت تصویر حیران ہیں چنانچہ خواجہ عطار رحمتہ اللہ علیہ نے اسی معنی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

تا ملک کردند آدم را سجود	عشق شاں یک ذرہ آید در وجود
رہ بحق چوں جان آدم یافتند	تا ابد در خدمتش بشتا فتند
تا نیاید جان آدم آشکار	رہ ندانستند سوے کردگار
رہ پدید آمد چو آدم شد پدید	زو کلید ہر دو عالم شد پدید

(آدم عم کو فرشتوں نے اس وقت سجدہ کیا جب حق تعالیٰ کی محبت کا ایک ذرہ وجود میں آیا۔ آدم کی روح نے جب حق سبحانہ تعالےٰ کی راہ جان لیا تو ہمیشہ کے لئے ان کی خدمت کو آمادہ و مستعد ہو گئے جب تک آدم علیہ السلام کی روح ظاہر و ہویدا نہیں ہوئی تھی اس وقت تک کسی نے خدا کی طرف راہ نہیں پائی تھی۔ جب آدم پیدا ہوئے راہ بھی کھل گئی انہیں کی ذات سے دونوں جہان کے تالا کی کنجی ہاتھ آئی۔)

اے بھائی! ہرگز غفلت میں نہ رہو اٹھارہ ہزار عالم میں وہ چیز نہیں پا سکتے جو اس مٹی و پانی میں ہے نفخت فیہ من روحی (میں نے اس میں اپنی روح پھونک دی) درخشاں ہے اس میں نگاہ کرو۔ جیسا کہ کہا ہے۔

اے دل ز ہوائے خود حذر کن	در کوئے دلاے او گذر کن
بگذر ز طبیعت و مزاجش	در سر نفخت او نظر کن

(اے دل اپنی خواہشات سے پرہیز کر اس کی دوستی و محبت کے کوچہ میں خود کو ڈال دے

(آدمی کی طبیعت اور اس کے مزاج کو نہ دیکھ نفخت فیہ من روحی کے راز کو چشم حقیقت بیں سے دیکھ)

ملائکہ، فرشتے باوجود اپنے تقدس و پاکیزگی کے بل عبادٌ مکرمون (یہ لوگ مکرم بندے ہیں) کے مقام میں ہیں لیکن یُحِبُّهُم ویحبونہ (وہ ان کو دوست رکھتا ہے اور یہ اس کو دوست رکھتے ہیں۔) کے لائق و سزاوار یہی آب و خاک ہوا اسی سے یقین کر لو کہ جو مجد و شرف ہے وہ سب آدمی میں ہے چنانچہ ایک عزیز نے کہا ہے۔ ؎

خاک را چوں کار با پاک او فتاد   پیش آدم عرش درخاک او فتاد

(اس مٹی کے پتلے کو جب اُس کی روح پاک سے واسطہ ہوا تو آدم کے مقابلہ میں عرش بھی پست ہو گیا۔)

اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ (بیشک اللہ تعالٰے نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا) مکمل ہے لیکن امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اے علیٰ صفتہ یعنی صفت اسی بنا پر لوگ کہتے ہیں کہ انسان کی حقیقت ذاتِ ربوبیت کے اسرار کا آئینہ و مظہر ہے۔ اسی معنی میں کہا ہے۔ ؎

نیست بالائے تو مخلوقے دگر   نیست بیرونے تو معشوقے دگر

چوں بروئی تو ز عقل و معرفت   نے تو در شرح آئی و نے در صفت

ہر چہ در توحید مطلق آمدہ ست   ایں ہمہ در تو محقق آمدہ است

(تجھ سے اعلیٰ و برتر کوئی مخلوق نہیں تیرے سوا کوئی دوسرا معشوق نہیں۔ چونکہ تو عقل و معرفت سے بالا ہے اس لئے نہ تیری شرح ہو سکتی ہے اور نہ تیری صفت بیان میں آ سکتی ہے۔ توحید مطلق میں جو کچھ ہے وہ سب تیرے اندر محقق و پختہ ہے۔)

اے بھائی! جب اس ایک مشتِ خاک کو اپنے کمال قدرت سے پتلا بنایا اس کے بعد چالیس برس سال تک اپنے نور کی پرورش کے آفتاب میں رکھا یہاں تک کہ اس کے ہستی کی تازگی اس سے زائل ہو گئی اس وقت فرشتوں کو حکم ہوا۔ جاؤ، اس نادر و انوکھے شکل و صورت والے کی بارگاہ میں اور اس کے بزرگ و برتر آستانہ کو بوسہ دو جو ساتوں آسمانوں سے اُوپر ہے فقعوا لہ ساجدین (پس اس کے آگے سجدہ میں گر پڑو)۔ ملائکہ یعنی فرشتوں کو حکم ہو رہا ہے آدم کو سجدہ کرو یہ مرتبہ و منقبت، خوبی، عزت، منزلت بزرگی، مٹی کی نہیں تھی بلکہ اس سلطانِ دل کی تھی جو لطائف الٰہی سے ایک لطیفہ ہے اور اسرار بادشاہی میں سے ایک سرّ اور غیبی معانی میں سے ایک معنی ہے جو قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ (کہد یجئے روح میرے رب کے حکم سے ہے) کے راز کے پردہ میں آدم کے دل کے اس نکتہ سیاہ (یعنی نور منتہی کی) امانت رکھی گئی کہ

اور پھر خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر اس راز سربستہ کی یہ نشان دہی کی کہ خلق آدم علیٰ صورتہ (آدم کو ہم نے اپنی صورت پر پیدا کیا) یہ تشبیہ و تمثیل کے طور پر نہیں ہے یہ ایک سر عظیم (بہت بڑا راز) ہے۔ جب ملاءِ اعلیٰ نے یہ مرتبہ اور یہ بزرگی دیکھی تو سب نے اپنی روحوں کو اس خاک بے باک (پتلے) کے آستانہ پر نچھاور کر دیا لیکن وہ ملعون جو اس عہد کا چمگادڑ تھا جب آفتاب آدم کے سامنے آیا تو اپنی آنکھیں بُری طرح ملنے لگا اور اپنی انتہائی بدنصیبی سے اس دولت کا ایک ذرہ بھی نہ دیکھ پایا۔ ؎

با بخت چنینم اتفاق افتادہ است　　کز عشق نصیب من فراق افتادہ است

(قسمت کی بدبختی سے میرے ساتھ یہ اتفاق ہوا کہ عشق سے میرے حصہ میں جُدائی (مردودی) ہوئی۔)

جناب آدمؑ کی ذات غیب کے اسرار کی امانت گاہ تھی ورنہ ایک مٹھی خاک کی اہلیت کہاں تھی کہ خطیرۂ قدس (تقدس و بزرگی کے مقام) کے رہنے والے خطیبہائے منابر اُنس (اُنس و محبت کے منبروں پر خطبہ کہنے والے) اس کے آگے سجدہ کریں۔ ایک مٹھی بے قیمت مٹی کی یہ عزت کہاں تھی کہ جبرئیل امیں، میکائیل مکیں، اسرافیل صاحب تمکیں سے کہا جائے۔ کہ اسجدوا لہٗ اس کو سجدہ کرو وہ ایک مٹھی خاک حقیقتاً دل کا راز تھا۔

اے بھائی! سارے جہاں کے عقل والے عُقلا حیرت کی اُنگلی دانتوں سے دبائے ہیں متحیر و حیران ہیں کہ کس رتبہ کا یہ مٹی کا پتلہ ہے کہ جسے حق سبحانہٗ تعالےٰ اپنا محبوب بنائے ہوئے ہے۔ اسی کو ایک صاحب عزت کہتے ہیں کہ قسم ہے حق سبحانہٗ تعالیٰ اپنے سوا کسی کو محبوب نہیں رکھتا۔ کیا کہتے ہو؟ کہ جو اپنی مصنوعات سے محبت کرتا ہے اس کی وہ محبت خود اپنے آپ سے ہوئی نا؟

شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہٗ العزیز کے سامنے کسی نے یہ آیتہ پڑھی یحبہم ویحبونہ (وہ ان کو دوست رکھتا ہے اور یہ اس کو دوست رکھتے ہیں) فرمایا قسم ہے حق تعالیٰ کی کہ یُحِبُّهُمْ وَاِنَّہٗ لَا یُحِبُّ اِلَّا نَفْسَہٗ (وہ ان سے محبت کرتا ہے اس حال میں کہ وہ اپنی ذات سے (زیادہ) محبت کرتا ہے)

اے درویش! جب کسی غیر کا وجود ہی نہیں ہے تو کیسے کوئی کہہ سکتا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے سوا کسی غیر کو دوست رکھتا ہے۔ نقل ہے کہ استاد ابوالقاسم تستری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ یہ کب جائز ہے کہ تو موجود ہو اور وہ موجود ہو، تو ہست ہو اور وہ ہست، خواجہ عطار رحمتہ اللہ علیہ اس مقام میں کہتے ہیں۔ ؎

من ندانم ہیچ ہستم یا نیم　　چوں ہمہ ہم اوست آخر من کیم

(میں نہیں جانتا کہ میں کچھ ہوں یا نہیں ہوں جب سب وہی ہے تو میں کون ہوں۔)
وہ وجود کہ جس کی حدیں عدم کی طرف لوٹ جائیں ایسے وجود کو اگر وجود کہتے ہو تو یہ مجازاً ہوگا وہ وجود جو وجود و عدم کے درمیان ہو وہ ہرگز وجود نہیں ہے۔

وَالسَّلام
شرف منیری

*

مکتوب ۱۱۰

راہِ شریعت و طریقت و حقیقت میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تم جانو! شریعت ایک راستہ ہے طریقت و حقیقت بھی راستہ ہے۔ شریعت چلنے کی وہ راہ ہے جس سے ظاہر کی صفائی حاصل ہوتی ہے اور مذہب کے آداب و تہذیب درست ہوتے ہیں آدمی مہذب اور مؤدب بن جاتا ہے۔ طریقت بھی عمل کرنے کی ایک راہ ہے باطن کے تصفیہ کے لئے تاکہ باطن صاف و شفاف ہو جائے اور باطن غیب کے لئے آمادہ و تیار ہو جائے اپنے آپ سے نفرت و بیزاری ہو حق تعالےٰ سے اُنس و محبت اور کسی حال میں اپنے ہونے کو اشارتاً بھی نہ کہے اور اپنی جانب سے کوئی بات نہ کرے، یہ کام دائمی ذکر کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا قَالَ عَلَیْہِ السَّلَام اِنَّ لِکُلِّ شَیْئٍ صقالاً وصقال القلب ذکر اللہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ بیشک ہر چیز کیلئے صیقل کرنے والا ہوتا ہے قلب کا صیقل کنندہ اللہ کا ذکر ہے) جس وقت دل کا زنگ صاف ہو جاتا ہے اس وقت پہلی چیز جو آئینہ میں ظاہر ہوتی ہے وہ صیقل کنندہ کی صورت ہوتی ہے اگر اس زنگ کا صیقل کنندہ ذکر تھا تو ذکر (لاالٰہ الا اللہ) ظاہر ہوگا اور اگر مذکور جس کا ذکر کیا گیا تو مذکور ظاہر ہوگا ھٰذا سِرٌّ عظیمٌ (یہ ایک بہت بڑا راز ہے) زبان سے ذکر دل کو مذکور (جو ذکر کیا جائے یعنی جس کا ذکر کیا جائے) میں حاضر و موجود کرتا ہے۔ دل کا ذکر روح کو مذکور میں حاضر کرتا ہے اور روح کا ذکر سِرّ کو مذکور میں حاضر کرتا ہے اور حضوری (یعنی نزدیکی سامنے) میں اُنا کہتا ہے اور غیبت میں (یعنی اوجھل ہونا پوشیدگی) میں ھُو ــــ

آنکس کہ ز عشق یار یک روئے شود پیدا و نہاں ز عشق چوں موئے شود
در مرتبۂ حضور گوید کہ انا در تفرقہ و غیبت ہو گوئے شود

(جو شخص محبوب کے عشق میں سب کٹ کر صرف معشوق کا بن جاتا ہے وہ اس عشق کے اثر سے ظاہر و باطن میں گھل کر بال کی طرح ہو جاتا ہے۔)

وہ حضوری کے درجہ میں انا کہتا ہے اور تفرقہ و غیبت میں ھُوْ کہنے والا ہوتا ہے۔

اور راہِ حقیقت! یہ بھی طے کرنے کی راہ ہے اسقاطِ[1] اضافات کے لئے تاکہ وحدانی الذات ہو جائے جیسا کہ حسن منصور نے کہا ہے الصوفی وحدانی الذات (صوفی وحدانی الذات) ہو جاتا ہے اور ذات کی وحدت و یکتائی تمام نسبتوں اضافتوں کو ساقط کئے بغیر نہیں ہو سکتی ہے۔ تو جب تک تمہاری اضافت تمہارا لگاؤ کسی چیز کی طرف کیا جائے یا کسی شئے و چیز قول و فعل کی اضافت و نسبت تمہاری طرف کی جائے اس وقت تک حقیقت کی راہ میں سے ایک ذرہ برابر راہ طے نہیں ہوئی۔ یہی وہ مقام ہے جہاں ملامت کے کوچہ کے سرانداز اں اپنے آپ سے باہر ہو گئے ہیں اور زنار باندھ لئے ہیں اور اپنے لئے یوں کہتے ہیں جیسا کہ اس رُباعی میں ہے۔ ؎

گفتم کہ مگر محرم اسرار آئیم با دولت وصل بر در یار آئیم
کے دانستم کہ با کمال و دانش در بتکدۂ قابل زنار آئیم

(میں نے کہا شاید میں محرم راز ہو گیا ہوں، قربت کی دولت کے ساتھ محبوب کے در پر آگیا ہوں۔ یہ مجھے کہاں معلوم تھا کہ اس کمال علم و دانش کے باوجود میں بت خانہ میں زنار کے قابل بنوں گا۔)

والسّلام

حقیر شرف منیری

❋

[1] قول ہو فعل ہو یا حال ہو کسی چیز کی نسبت حق تعالیٰ کے سوا کسی طرف کرنے کو ساقط ختم کر دینا اسقاطِ اضافات ہے کہ التوحید اسقاط الاضافات آیا ہے۔ اس مکتوب کو اصحابِ ذکر ہی سمجھ سکتے ہیں جو حقیقت ذکر کے عارف ہوں اور انہیں سے اس کو سمجھنا چاہیئے۔ کہ فاسئلوا اھل الذکر فرمان ہے (مترجم)

مکتوب ۱۱۱

اپنے حال پر افسوس و ندامت میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ازیں کافر کہ ما را در نہاد است مسلماں در جہاں کمتر فتاد است

(یہ نفس کافر جو ہماری نہاد و سرشت میں ہے، اس کی وجہ سے دنیا میں مسلمان بہت کم ہیں۔)

اے بھائی! اپنے غم واندوہ سے خالی نہ رہو اور اپنی اس مسلمانی پر بھروسہ نہ کرو کیوں کہ کافروں، مشرکوں کو ہمارے تمہارے جیسے اسلام سے ننگ ہے، اور یہودیوں نصرانیوں کو ہمارے تمہارے دین و ایمان سے سو درجہ کا عار ہے۔ اسی حال میں فریاد کی ہے۔ ؎

نمی دانم کرا مانم دریں سیرت گرفتارم نہ من ہندو نہ من مسلم نہ من مرتد نہ بدکارم

(مجھے نہیں معلوم میں کون ہوں اپنی سیرت تو یہ ہے کہ نہ ہندو ہوں نہ مسلم نہ مرتد نہ بدکار ہوں۔)

نقل ہے کہ ایک یہودی سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس میں رہتا تھا کسی نے اس سے کہا عجب معاملہ ہے سلطان العارفین کے پڑوس میں رہتے ہوئے بھی تو ابھی تک یہودی ہی ہے۔ اس نے جواب دیا ہاں ہے تو ایسا ہی لیکن مسلمانی جو ان کی ہے اس کا نباہ مجھ سے نہیں ہو سکتا اور جو مسلمانی تم لوگوں کی ہے مجھے ایسی مسلمانی سے ہزار درجہ میں ننگ و عار ہے۔ اسی کو اس شعر میں کہا ہے اور جس نے کہا ہے خوب کہا ہے۔ ؎

اے برہمن بار دہ رد کردہ اسلام را یا چو من گمراہ را پیش بتاں ہم راہ نیست

(اے برہمن مجھ جیسے اسلام کے رد کئے ہوئے کو بت خانہ میں اجازت دے۔ یا کیا؟ مجھ جیسے گمراہ کو بتوں کے پاس بھی آنے کی راہ نہیں ہے۔)

اگر کسی دن تیری نظر نفس کے بت خانہ میں پڑ جائے تو اس بت خانہ کے ہر گوشہ میں تو سو بت اور سو زنار دیکھ لے اور تو وہی کہنے لگے جو ایک عزیز نے کہا ہے۔ ؎

سُودہ گشت از سجدۂ راہ بتاں پیشانیم — چند خود را تہمت دینِ مسلمانی نہم

(بتوں کی راہ میں سجدہ کرتے کرتے میری پیشانی گھس گئی اس حال میں کب تک میں خود کو مسلمان کہلاتا رہوں گا)

اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰہَہٗ ھَوَاہُ آج ہر شخص نے اپنی خواہشوں کو خدا بنا لیا ہے۔ اور اس کی پرستش کر رہا ہے۔ اور اس گھمنڈ میں ہے کہ خدا کی پرستش کر رہا ہوں افسوس صد افسوس یہ خدا پرستی کہاں ہے ؎

زنہار مگو خدا پرستم — چوں تو بہوائے خود پرستی

(جب کہ تم اپنی خواہش کے پرستار ہو تو یہ ہرگز نہ کہو کہ میں خدا پرست ہوں۔)

بلکہ یہ کہو جو اس عارف نے اس نظر سے کہا ہے۔ ؎

مصرع: "بت پرستم بت پرستم راست گویم ہرچہ ہستم" (میں بت پرست ہوں بت پرست ہوں جو کچھ کہہ رہا ہوں سچ کہہ رہا ہوں) اَلنَّفْسُ ھِیَ الصَّنَمُ الْاَکْبَرُ (نفس ہی سب سے بڑا بت ہے) جب ہم اس بت کے پیرو ہیں تو گویا ہم بالکل بت پرست ہیں اور جہالت سے اس کا نام ہم نے مسلمانی دے رکھا ہے۔

مصرع: فردات کند خمار کہ امشب ستی ؎ (اس رات تو نشہ میں چور ہے کل جب صبح ہوگی نشہ ٹوٹے گا تو معلوم ہوگا) جب موت آجائے گی اس وقت اس نشہ سے ہوش میں آؤ گے تو اس وقت تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم خدا کی پرستش کرتے رہے یا نفس کے بت کی پوجا کرتے رہے۔

سبحان اللہ پاک ہے وہ ذات، یہ کیسی مسلمانی ہوئی کہ نہ خدا کے ساتھ صحیح نہ خلق کے ساتھ درست نہ مناجاتیوں کا ساتھی تھا نہ خراباتیوں کا ساتھی یہ پریشانی ہے نہ کہ دینِ مسلمانی؟ اس معنی میں فریاد و فغاں کی ہے اور کہا ہے۔ ؎

زہدے نہ کہ در کنجِ مناجات نشینیم — وجدے نہ کہ در گردِ خرابات برائیم

نے اہلِ صلاحیم نہ مستانہ خرابات — اینجا نہ و آنجا زچہ قومیم کجائیم

(ایسا زہد نہیں کہ مناجات کے گوشہ میں بیٹھوں اور وہ تو اجد بھی نہیں کہ میخانہ کے گرد چکر لگاؤں۔

نہ میں نیکو کاروں میں ہوں اور نہ رند خراباتی ہوں نہ یہاں کا ہوں نہ وہاں کا نہیں معلوم کون سی جماعت کا فرد ہوں۔)

اے بھائی! ہم سب خود پرست ہیں اور خود پرست سے خدا پرستی نہیں ہو سکتی مسجد سے نکل کر بتخانہ کی راہ لینی چاہیئے اور وہی کہنا چاہیئے جو اس بوڑھے ضعیف نے کہا ہے۔ ؎

در کوئے بتاں رفت ہمہ عمر دریغا — چوں برہمن پیر بہ بتخانہ بماندیم

(افسوس بتوں کے کوچہ میں عمر تمام ہوگئی بوڑھے برہمن کی طرح ساری عمر بتخانہ میں پڑے رہے۔)

توحید کے ساتھ ختم قرآن اور مصحف بکف ہونا چاہیئے آتش پرستوں کی زنارداری کے ساتھ ہمیں تمہیں کیا فائدہ ہوگا اسی معنی میں خوب کہا ہے۔ ؎

مصحف بکف گرفتہ کفر دروں نہفتہ — بطال مست خفتہ در بستر ریائی

(ہاتھ میں قرآن ہے باطن میں کفر چھپائے ہوئے ناکارہ مکار بستر میں پڑا سویا ہوا ہے۔)

مصرع: "مسلماں شو دلا زنار بگسل" (اے دل مسلمان ہوجا اور زنار توڑ دے)

اے بھائی! ہمیں تمہیں وہی دعویٰ ہے جو فرعون لعین کو تھا لیکن اُس نے اعلانیہ انا ربکم الاعلیٰ (میں تمہارا بڑا رب ہوں) کہا اور ہمارا تمہارا نفس پوشیدہ انا ربکم الاعلیٰ کہتا ہے قتل کئے جانے کے خوف سے اعلان نہیں کرتا اور اس ملعون کو اس کا خوف نہیں تھا۔ نفس کی سزا اور اس کی اصلاح کے خیال سے ایک پیر نے بتخانہ کی راہ اختیار کی۔ جس نے کہا ہے خوب کہا ہے۔ ؎

بار دگر پیر ما راہ قلندر گرفت — خرقہ بر زُنار داد مشغلہ از سر گرفت
میکدہ آباد کرد مسجد و منبر خراب — از ہمہ گبراں صلیب مرتبہ برتر گرفت
مصحف و سجادہ را کرد گرو بہر مئے — سبحہ بخمار داد بادہ و ساغر گرفت
کرد گریبان دل چاک چو مردان راہ — رفت خراماں و مست دامن دلبر گرفت

(یہ دوسری بار ہے کہ میرے شیخ نے آزادی کی راہ اختیار کی خرقہ کو زنار پر قربان کر دیا اور نئے سرے سے شغل شروع کیا۔ شراب خانہ کو آباد کیا مسجد و منبر کو ویران کر دیا تمام آتش پرستوں کی زنارداری اور نصرانیوں کی صلیب پرستی سے بھی آگے بڑھ گئے۔ وظیفہ کی کتاب جائے نماز مصلّی کو شراب کے عوض گرو کر دیا تسبیح شراب فروش کے حوالہ کی شراب اور شراب کا جام لے لیا۔ دل کے گریبان کو مردان راہ کی طرح چاک کر دیا جھومتے ہوئے خاص انداز سے گئے اور محبوب کا دامن تھام لیا)

اپنا غم کھانا چاہیئے اور ہوشیار رہنا چاہئے جب تک توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوا ہے۔ جیسا کہ یہ قطعہ ہے۔ ؎

اے پیر گنہگار در توبہ کشادہ است — انواع نعم بہر تو آمادہ نہادہ است
بشتاب سوئے توبہ کہ از مادر گیتی — از کردن تاخیر بسے واقعہ زاد است
بفگن لب نفس بدآموز بہ شمشیر — بردار مرآں راکہ دریں راہ فتاد است

(اے بوڑھے گنہگار توبہ کا دروازہ ابھی کھلا ہوا ہے، قسم قسم کی نعمتیں تیرے لئے تیار رکھی ہیں توبہ کی طرف آ۔

میں جلدی کر کہ اس دنیا میں تاخیر کرنے سے بہت سارے واقعات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اس شرارتی نفس کا سر تلوار سے اڑا دے اس کو راہ سے اکھاڑ پھینک جو راہ روکے ہوئے ہے۔)

اے بھائی! غافل نہ رہو جب تک یہ نفس باقی ہے یہی حال ہے جو ایک عزیز نے کہا ہے۔ ؎

مست چہ خسپی کہ کمیں کردہ اند　　کار شناساں نہ چنیں کردہ اند

(مستوں کی طرح کیا مدہوش سوے ہوئے ہو دیکھو گھات لگائے ہوئے ہے اس راہ کے واقف کاروں نے ایسا نہیں کیا ہے۔)

ایک عزیز نے اسی حال میں نالہ و فریاد کی ہے۔ ؎

کاشکے ہرگز نہ زادی مادرم　　تا نکردی کشتہ یہ نفس کافرم

کاشکے ہرگز نہ بودے نام من　　تا نبودے بنش و آرام من

(کاش میری ماں مجھے پیدا ہی نہ کرتی کہ نفس کافر کے ہاتھوں مارا جاتا۔ کاش میرا وجود ہی نہ ہوتا تاکہ مجھ کو کسی فعل کا ظہور ہی نہ ہوتا۔)

والسّلام
خاکسار شرف منیری

مکتوب ۱۱۲

تمام کاموں کو اللہ تعالےٰ کے سپرد کرنے اور اپنے و مخلوق کے اختیار سے دُور ہونے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیز بھائی ملک محمود دونوں جہاں میں اللہ عزت عطا فرمائے کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعا لکھنا یہ ہے کہ آپ برادر خطوط متواتر بھیجتے رہے اور آنے والے کی زبانی بھی کیفیت معلوم ہوتی رہی انشاء اللہ تعالےٰ اگر تقدیر خداوندی نے چاہا تو ایک دوسرے کی ملاقات حاصل ہوگی۔ اور جُدائی کا درد لذت وصال سے بدل جائے گا۔ چنانچہ کہا ہے۔ ؎

دیدار یار باید دانی چہ ذوق دارد ابرے کہ در بیاباں بر تشنگاں ببارد

(تمہیں جاننا چاہیئے کہ محبوب کی لقا میں کیا ذوق و مزہ ہوتا ہے۔ جیسے جنگل میں پیاسے پر ابر کا ٹکڑا برس جاتا ہے)

لیکن بندہ کی اپنی خواہش سے کوئی کام نہیں ہوتا۔ انبیاء، اولیاء، اُمرا، بادشاہان نے چند ایسے کام چاہے کہ ہوجائے لیکن نہ ہوا اور کچھ ایسی چیزیں تھیں جن کو چاہا کہ نہ ہوا اور وہ ہوگئیں۔ اللہ کی منشاء اور اس کی خواہش نے سب کی خواہش کو پیچھے کر دیا ہے۔ جس نے کہا ہے سچ کہا ہے۔ ؎

نہ رود بر مراد ما کارے بندہ بودی چنیں بود آرے

(کوئی کام میری مراد کے مطابق نہیں ہوتا۔ ہاں بندہ ہونا ایسا ہی ہوتا ہے۔) بندگی کو مراد سے کیا سروکار؟ عبودیت (بندگی) دوسری چیز ہے اور ربوبیت دوسری چیز جس طرح وحدت میں دوئی کی گنجائش نہیں ہوتی اسی طرح رُبوبیت میں شرکت نہیں ہوتی فرمایا ہے اِمَّا اَنَا وَاِمَّا اَنْتَ (ہم ہی ہیں یا تم رہو) وہی ہوتا ہے جو میں چاہتا ہوں۔ اسی بنا پر بزرگانِ دین تمام کاموں اور تمام وعدوں میں ان شاء اللہ تعالےٰ کہتے ہیں یعنی تمام کاموں اور وعدوں کو خداوند تعالےٰ کی مشیت کے حوالہ کرتے ہیں اور درمیان سے خود کو دور کر دیتے ہیں تاکہ غیرت کی چوٹ نہ کھائیں۔

اے بھائی! کسی کام میں محض یہ نہ کہو کہ میں ایسا کروں گا یا یہ دوں گا اور اسی طرح کی دوسری باتیں لیکن آخر میں ان شاء اللہ ضرور کہو تاکہ غیرت اپنا کام نہ کر جائے۔

کفار مکہ نے جب رُوح کا مسئلہ حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو فرمایا کل صبح جواب دوں گا ان شاء اللہ کہنا فراموش ہوگیا۔ روایت کی اختلاف کی بنا پر ۴۰ روز یا ۱۵ روز وحی نہ آئی حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور صحابہ رضی اللہ عنہم پر وہ گذری کہ اگر یہ پہاڑوں پر گذرتی تو نیست و نابود ہو جاتے۔ جب جناب جبرئیل علیہ السلام آئے تو حضورؐ نے پوچھا اے جبرئیلؑ دشمنان کھڑے ہیں اور جواب مانگ رہے ہیں۔ یہ چند روز رُکنے کی وجہ کیا تھی؟ جناب جبرئیلؑ نے کہا جس وقت آپ نے ان لوگوں کو کہا کہ کل صبح اس کا جواب دوں گا۔ ان شاء اللہ تعالےٰ آپ نے نہیں کہا۔ تو اے بھائی! اگر تقدیر میں ہے تو وہ چیز قطعی حاصل ہوگی اور اگر تقدیر میں نہیں ہے تو ہم تم سو بار چاہیں بھی تو نہیں ہوگی۔

اے بھائی! حضور پیغامبر صلے اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی مدت تیئس ۲۳ سال ہوئی اس تیئس ۲۳ سال میں حضورؐ کی خواہش رہی کہ ابو طالب ایمان لے آئیں لیکن وہ ایمان نہ لائے اسی سے جان لو کہ بندہ کی خواہش پر کوئی کام نہیں ہوتا بندوں کو ایسی خواہش و چاہت دی گئی ہے جو محتاجی کے جیسی ہے اسی وجہ

ہے، وہ سب شور و فریاد میں ہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

عالمے پر شور و فریاد آمدہ　　جملہ ہمچوں دیہہ برباد آمدہ

اے جہانِ جاں ہمہ حیران تو　　صد ہزاراں عقل سرگردان تو

(ایک دنیا شور و فریاد سے بھری ہوئی۔ ویران و اُجاڑ دیہات کی طرح۔ اے تمام جانوں کا جہان۔ تیرے کرشموں سے سب حیرت میں ہیں لاکھوں لاکھ عقل سرگردان و پریشان ہیں۔)

والسلام

حقیر شرف منیری

*

مکتوب ۱۱۳

فقر و فاقہ سے رغبت میں (دوسرے طور پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نفس قانع گر گدائی میکند　　در حقیقت بادشاہی میکند

(قناعت کرنے والا شخص اگر گداگری کرتا ہے تو حقیقتاً وہی شخص بادشاہی کر رہا ہے)

برادر اعز خواجگی!　　کاتب مکتوب کا سلام و دعا مطالعہ کرو۔

برادر عزیز کے خطوط متواتر پہنچتے رہے سب مطالعہ میں آئے۔ لازم ہے کہ اپنے کام میں فقر و فاقہ کے ساتھ قایم رہیں تاکہ کل قیامت کے دن صاحبان فقر و فاقہ کی دولت سے محروم نہ رہیں۔ سارے جہاں کے اُمراء اور دولت مندان دنیا جب کل قیامت میں اصحاب فقر و فاقہ کی دولت کو دیکھیں گے تو آرزو کریں گے کہ کاش ہماری زندگی بھی فقیری و غریبی میں گذرتی۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

گرچہ چندانی سلیماں کار داشت　　کز زمین تا عرش گیر و دار داشت

مسکنت را قدر چوں بشناخت اُو　　قوت از زنبیل بافی ساخت اُو

(اگرچہ جناب سلیمان علیہ السلام کی مشغولیت کا یہ عالم تھا کہ زمین سے آسمان تک ان کی فرمانروائی تھی۔ لیکن جب فقر و مسکینت کی قدر حضرت نے پہچان لی تو تھیلے بُننے کو اپنی رزق کا ذریعہ بنا لیا۔)

نفس قانع گر گدائی می کند　　در حقیقت بادشاہی می کند

اے بھائی! درویشی و سکینیت میں کامل راحت ہے کیوں کہ اس میں دنیا کی آفتوں اور اہلِ دنیا کی بلاؤں سے امن وامان رہتا ہے۔ ہاں فقیری میں سب سے سخت وقت فاقہ کا ہوتا ہے لیکن جس رات درویش پر فاقہ ہوتا ہے وہ رات اس کے معراج کی ہوتی ہے۔ ؎

ہر کہ اُو از کارِ دُنیا پاک شد　　نورِ مطلق گشت گرچہ خاک شد

(جو شخص دنیا کے معاملات سے پاک ہوا حقیقتاً وہ نُوْرٌ علیٰ نُوْر ہوگیا اگرچہ مٹ کر خاک بن گیا ہے۔)

اے بھائی! معراج کی شب ملک وملکوت، عالم ظاہر، عالم باطن جو بھی ہے حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر پاک کے سامنے رکھ دیا گیا لیکن حضور نے گوشۂ چشم سے بھی اس کی طرف نہیں دیکھا اور فرمایا اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ۔ فقر ہی میرا فخر ہے، سبحان اللہ کیا ہی بلند ہمت ہے۔

حقا کہ بزہ نیاوردی کرد　　چرخ فلک پسر کمانم

(اے لڑکے! قسم حق کی آسمان میری ہمت کے کمان کو نہیں جھکا سکتا۔)

جناب آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کرایا گیا آٹھوں بہشت ان کے تحت تصرف میں دی گئیں جب فقر کے رمز واسرار پر نظر پڑی تو آٹھوں بہشت کو ایک دانۂ گندم کے عوض فروخت کر دیا اور فقر وغریبی کا جامہ زیب تن فرمالیا۔ ؎

جانِ آدم چوں بسرِ فقر سوخت　　ہشت جنت را بیک گندم فروخت

؎ ما را نہ سزا بود بلندری　　چوں ساکن جائے گاہ پستیم

(جب جناب آدمؑ کی جان فقر کے راز سے روشن ہوگئی تو آٹھوں جنت کو ایک دانۂ گندم کے عوض بیچ دیا۔)

(جب میں پستی میں رہنے والا ہوں تو بلندی میرے لائق نہیں ہے)

آج اگرچہ نمرود و فرعون کو جو دولت دی ہے، وہ تم کو نہیں دی گئی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم اس کے لائق نہیں ہو بلکہ تم کو اس سے اس لئے محفوظ رکھا گیا ہے تاکہ تم اسی کی طرح ملعون نہ ہو جاؤ۔

اے بھائی! اس سے معلوم ہوگیا کہ دنیا کی بلاؤں سے رستگاری چھٹکارا سوائے قناعت کے اور کسی میں نہیں ہے جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

ہر کہ در راہ قناعت مرد شد　　ملک دنیا بر دلِ او سرد شد

از قناعت نیست ملکے بیشتر　　ہیچ کس را در جہاں بحر و بر

(جو شخص قناعت کی راہ کا مرد ہو گیا دنیا کی ساری مملکت و ملک اس کے دل پر سرد ہو گئی۔
جہانِ بحر و بر میں قناعت سے بڑھ کر کوئی ٹکٹ نہیں ہے۔)

والسلام

فقیر شرف منیری

مکتوب ۱۱۴

جسے اللہ نے فضیلت بخشی ہے اسے فضیلت دینے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذرۂ دردِ خدا در دل ترا　　بہتر از ہر دو جہاں حاصل ترا

(خداوند تعالےٰ کی محبت کے درد کا ایک ذرہ اگر تیرے دل میں ہے تو دونوں جہان کی دولت سے بہتر ہے)

فرزند حسام الدین　　بعد دعاء کے واضح ہو

دل ایسا در کار ہے کہ جس میں نہ پانے کی خوشی ہو اور نہ نہ پانے کا رنج و غم ہو وہ دل جو ان دونوں سے خالی ہے لاخیر فیہ (اس میں کوئی خوبی نہیں) فَھِیَ کالحجارۃ اَوْ اَشَدُّ قسوۃ (اس میں کوئی خوبی نہیں وہ دل پتھر ہے بلکہ اس سے بھی سخت تر) کا داغ لگا ہوا ہے تو بندہ کو چاہیئے کہ جس کام میں اور جس حال میں ہو وہ اپنی ہمت کو دونوں جہان کی طلب سے پاک و صاف رکھے۔ اگرچہ وہ بندہ ظاہری اعمال و افعال سے نادار بینوا اور مفلس ہو کیوں کہ یہاں کام فضل پر موقوف ہے عمل پر نہیں یعنی حق سبحانہٗ تعالےٰ کے فضل کے حصول کی علت عمل نہیں ہے چنانچہ کچھ لوگوں کا قول ہے کہ اَلفضلُ لمن فضل اللہ لا بالعمل و لا بالجوھر اللہ نے جس پر فضل فرمایا ہے وہ نہ اس کے عمل کی وجہ سے ہے، اور نہ اس کے جوہر کے سبب سے اگر اس کا فضل عمل پر موقوف ہوتا تو اگلی امتوں کو اس امت پر فضیلت ہوتی اس لئے کہ ان کی عمریں بہت زیادہ ہوئی ہیں تو یقیناً عمر کے اعتبار سے ان کا عمل بھی اس امت سے بہت زیادہ ہوگا لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے اور اسی طرح اگر جوہر پر انحصار ہوتا تو شیطان کو آدم علیہ السلام پر فضیلت ہوتی اس لئے کہ آدم تاریک مٹی سے ہیں اور شیطان روشن آگ سے ہے معاملہ الٹا ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

آنرا کہ دہد بار کش در عالم خود بارکش بیواسطۂ کارش کردارچہ کار آید

(جس کسی کو اس کا محبوب اپنی خلوت گاہ میں باریابی دیتا ہے تو یہ اس کے کسی کارگذاری کی بنا پر نہیں دیتا یہاں عمل کا کیا کام ہے) اس کے باوجود کہ عمل فضل کے یافت کی علت نہیں ہے عمل اور مجاہدہ کے بغیر چارہ بھی نہیں ہے۔ عبودیت کی تصدیق و ثبوت اور ذمہ داریوں کی صحیح ادائیگی کے لئے ہمت کی بلندی یہ آدمی کا خاصہ ہے چنانچہ ایک بزرگ کا قول ہے کہ خداوند جل و علاء نے آدمیوں کے ہاتھ میں ایک ایسی کمان دی ہے کہ اس کمان کو جناب جبرئیلؑ و میکائیلؑ جھکا نہیں سکتے۔ وہ کمان یہی "ہمت" ہے جیسا کہ کہا ہے۔

حقا کہ بزہ نیاوردی کرد چسر خ فلک پسر کمانم

(قسم ہے حق تعالیٰ کی، اے لڑکے! تیری کمان کو آسمان جھکا نہیں سکتا) ۔ اور ان کی اس ہمت کا فضل اسی مقام سے ہے کہ اٹھارہ ہزار عالم میں سے کسی کو یہ نہیں کہا کہ یحبہم ویحبونہ (وہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے اور وہ لوگ اس سے محبت کرتے ہیں)۔ بجز آدمیوں کے اپنے دیدار کا وعدہ کسی کے لئے نہیں فرمایا۔ اسی کو کہا ہے۔

آسمان و عرش و عنصر چیست پوست خاک الحق جملہ را مغز نیکوست
خاک را چوں کار با پاک اوفتاد پیش آدم عرش در خاک اوفتاد

(آسمان، عرش، عنصر یہ سب کیا ہیں؟ پوست ہیں، قسم ہے یہ خاک ہی سب کا بہترین مغز ہے۔ اس خاک کا معاملہ جب جان پاک سے ہوا تو عرش آدم کے آگے پست ہو کر خاک پر آگیا۔)

والسلام
شرف منیری

مکتوب ۱۱۵

عمل کے طریقے اور عشق کی روشنی میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ظلم و عدل و خوب و زشت و کفر و دیں از جہانِ عقل برخیز دیقیں
گر جہان عقل را از ہم نہی ذرۂ عشقش کمند ہمت نہی

(ظلم، عدل، خوبی، برائی، کفر و دین یقیناً یہ سب عقل کے عالم کی پیداوار ہیں۔ اگر تم عقل کی دنیا کو تباہ و برباد کر دو تو عشق الٰہی کا ایک ذرہ تمہیں ان سب سے تہی دست یعنی پاک کر دے۔)

ان اشعار کے رمز و اشارات سے عقل کے طور طریقے اور عشق کی روش اس کے ڈھنگ کا فرق معلوم کریں یہ اچھی طرح جان لیں کہ عقل کے طور طریقے میں کام دوسرے ہوتے ہیں اور عشق کی روش و طریقہ میں کام دوسرے ہوتے ہیں العشق جنون الٰہی (عشق اللہ کی محبت کا جنون ہے) عقل والوں کے لئے جو احکام ہیں وہ دیوانوں کے لئے نہیں ہیں اور یہ ثابت ہے۔ اسی کا اشارہ اس شعر میں ہے جس نے کہا ہے خوب کہا ہے۔

صف عاشقاں است اینجا مدہ اے فقیہ پندم کہ بشہر بت پرستاں نتواں نماز کردن

(اے فقیہ یہ عاشقوں کی جماعت ہے یہاں نصیحت نہ کیجئے اس لئے کہ بت پرستوں کے ملک میں نماز نہیں ادا کر سکتے ہیں)

یقیناً عاشق دیوانہ ہوتا ہے دیوانوں کا جسم احکام کے لئے مخاطب نہیں ہے۔ اور یہ ثابت ہے۔ امام زاہد کی تفسیر میں یہ مسئلہ تصریح کے ساتھ آیا ہے، اچھا اس قصہ سے نکلیں تمام کلمات و اشعار جو اس بارے میں کسی نے بھی لکھے یا کہے ہیں سب نے اسی کو کہا ہے چنانچہ یہ شعر ہے۔

عاقلاں را شرع تکلیف آمدہ است بیدلاں را عشق تشریف آمدہ است

عشق را امروز و فردا کے بود کفر و دیں اینجا و آنجا کے بود

(عقل والوں کے لئے شرع کی ذمہ داریاں آتی ہیں، دیوانوں کے لئے عشق کا شرف و خلعت ہے۔ عشق میں آج کل کفر و دین، یہاں، وہاں یعنی زمان و مکان کہاں ہوتے ہیں۔) بلاشبہ جب عشق جنون الٰہی ہے تو یقیناً عشق ہی ہوتا ہے۔ وہ ہے کہاں اور احکام کی ذمہ داریاں کہاں لیس علی الخراب خراج (ویران زمین پر لگان نہیں ہوتا) یہ مشہور مثل ہے۔

اے بھائی! یہ معلومات میں سے ہے کہ تکلیف یعنی احکام کی ذمہ داری طور عقل پر دائر ہے وجوداً اور عدماً اور طور عشق، طور عقل سے بالاتر ہے۔ اسی بنا پر کسی نے کہا ہے۔

بے دلاں را با زر و با زن چہ کار شرع را و عقل را با من چہ کار

(دیوانوں کو روپیہ پیسہ اور بیوی سے کیا مطلب شرع کو اور عقل کو ہمارے ساتھ کیا واسطہ۔)

کل قیامت کے دن جب لوگ دوزخ سے باہر آئیں گے ان لوگوں کو دوزخ کی آگ پاک و صاف کر چکی ہوگی اس کے بعد جب وہ بہشت میں داخل ہوں گے تو ان لوگوں پر احکام کی کوئی ذمہ داری نہ ہوگی۔ اسی طرح محبت کی آگ ان لوگوں کو ایسا جلائے گی کہ بشریت کی تمام آلودگیوں سے پاک و صاف کر دے گی

اس کے بعد وہ لوگ اس بہشت خاص میں داخل ہوں گے جہاں نہ حوریں ہوں گی اور نہ محلات ہوں گے۔ تکلیف، ذمہ داریوں کے احکام جس طرح بہشت عام میں نہیں ہوں گے اسی طرح بہشت خاص میں بھی نہیں ہوں گے۔ اسی معنی میں یہ اشعار کہے گئے ہیں۔ ؎

ایں عقل شدہ عقیلۂ تو — آنجا نہ خرند حیلۂ تو

تا با تو ز عقل ہیچ رنگ ست — خیز از برِ ما کہ جائے جنگ است

در عالم عقل پائے بستی — مرفوع قلم شوی برستی

گر طفل نہای تو مرد کاری — با لوح و قلم چہ کار داری

(اے وہ کہ یہ عقل ہی تیری عقیلہ بیوی بن گئی ہے یہاں ترے عقل کا کوئی بہانہ نہیں قبول ہوگا۔
اگر تجھ میں عقل کا رنگ ذرا بھی ہے تو میرے پاس سے اٹھ جا کہ عقل کا یہی رنگ جھگڑے کا گھر ہے۔
اگر تو نے عالم عقل سے خود کو الگ کر لیا تو مرفوع القلم ہو گیا یعنی تجھ سے کوئی باز پرس نہیں تو مواخذے سے بری ہے۔
اگر تو مکتب کا بچہ نہیں ہے بلکہ کام کا مرد ہے تو تجھے تختی اور قلم سے کیا مطلب ہے؟)

اور یہ دو شعر بھی اسی معنی میں ہے۔ ؎

ایں دولت بیدلی بہر دل نہ دہند — ایں نزل بخفتگان منزل نہ دہند

در عالم عشق آنچہ بے دلاں راست — یک ذرہ بصد ہزار عاقل نہ دہند

(بے دلی یعنی دیوانگی کی یہ دولت ہر دل کو نہیں دیتے ہیں یہ ضیافت منزل سے غافل سونے والوں کو نہیں ملتی ہے۔
جہانِ عشق میں ان دیوانوں کو جو حاصل ہے اس کے لاکھوں حصہ کا ایک ذرہ کسی عاقل کو نہیں دیتے ہیں۔)

یہ ساری باتیں جو بیان میں آئیں یہ اس حدیث شریف کا مضمون ہے جو حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُؤَاخِذُ الْعُشَّاقَ بِمَا صَدَرَ مِنْھُمْ (بیشک اللہ تعالےٰ عاشقوں سے مواخذہ ان کی ان باتوں پر نہیں فرماتا جو ان سے صادر ہو جاتی ہیں) عاشقوں سے جو کچھ وجود میں آتا ہے اس پر ان کی گرفت نہیں کرتے اس لئے کہ عاشق دیوانہ اور بے اختیار ہوتا ہے وہ جو کچھ کرتا ہے اس میں اس کی اپنی کوئی مُراد نہیں ہوتی بے غرض اس سے وجود میں آتا ہے اور بے اختیار اس سے سرزد ہو جاتا ہے۔ ؎

کارِ عاشق اضطراری اوفتد — واں ز فرط دوستداری اوفتد

لاجرم دیوانہ را گرچہ خطاست — ہر چہ میگوید بگستاخی رواست

ہر چہ از دیوانہ آید در وجود — عفو فرمایند از دیوانہ زدد

(عاشق کے کام بے اختیاری ہوتے ہیں اور وہ سب محبت کے غلبہ میں اس سے صادر ہوتے ہیں۔

بلاشبہ دیوانہ کی باتیں خطا ہوتی ہیں لیکن شوخی و گستاخی میں وہ جو کچھ کہہ جاتا ہے اس کے لئے جائز ہے۔

دیوانہ سے جو کام وجود میں آجاتا ہے اس کے لئے اس دیوانہ کو فوراً اسی وقت معاف کر دیا جاتا ہے۔)

سبحان اللہ، پاک ہے، وہ ذات۔ حب العشق جنونٌ الٰھی ثابت ہے تو اس بارے میں یہ ایک قوی دلیل ہے خوب کہا ہے۔

ہیچ عاشق را ملامت روئے نیست　　سوختن او را قیامت روئے نیست

در مقام عشق گر بالغ شوی　　از عذاب جاودان فارغ شوی

(کسی عاشق کے لئے ملامت کی کوئی صورت نہیں۔ اس کے جلنے جلانے کے لئے قیامت کو دسترس ہی نہیں۔

اگر تم عشق کے مقام میں بالغ ہوجاؤ تو ہمیشہ کے لئے عذاب سے تم فارغ ہو گئے۔)

یہ تمام تقریر، سارا بیان جو گذرا علم کے موافق ہے اور یہ ساری گفتگو علم کی ہے اس سے کسی اصل میں کوئی نقصان نہیں ہوتا اور نہ کسی فرع میں کوئی خلل پڑتا ہے لیکن چونکہ یہ معنی اس درجہ دقیق و باریک ہے کہ ظاہر بیں کو انکار پیدا ہوتا ہے ظاہر بینوں کی نظر سے یہ معنی پوشیدہ ہے مگر اہل دل اور اہل بصیرت پر یہ بالکل واضح اور کھلا ہوا ہے، اس لئے کہ ان کا ذوق ان کی سمجھ ہی دوسری ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

اہل دل را ذوق و فہمے دیگر است　　کان ز فہم ہر دو عالم برتر است

ہر کرا ایں فہم در کار افگند　　خویش در دریائے اسرار افگند

تا بداں فہمے کہ ہمچوں وحی خاست　　در کلام او سخن گویند راست

(دل والوں کے ذوق ان کی سمجھ ہی دوسری ہوتی ہے ان کا ذوق ان کی سمجھ دونوں عالم کے ذوق و فہم سے بالاتر ہے۔

جس کسی کو یہ ذوق و فہم میسر ہوگیا اس نے خود کو اسرار کے دریا میں ڈال دیا۔ جب یہ فہم ایسی ہوجائے گی جیسی کہ وحی کے سمجھنے کے لئے ہونی چاہیئے تو اس کے کلام میں جو گفتگو ہوگی وہ صحیح و درست ہوگی۔)

تو اگر زمانہ کے سطحی بھر اندھے نہیں سمجھیں تو اس سے ان کا کیا نقصان ہوتا ہے۔

مور شکر گر نہ چیند گو مچیں　　کور خورشید ار نہ بیند گو مبیں

(چیونٹی اگر شکر نہیں چنتی کہدو ——— نہیں چنے اندھا اگر آفتاب کو نہیں دیکھنا چاہتا تو نہ دیکھے)

یہ خط ہر شخص کو نہ دکھلائیں تاکہ اپنی بیہودگیوں میں ملوث نہ کر دے۔

والسلام

✻

مکتوب ۱۱۶

محبّت کی طلب اور محبُوب کی قربت میں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تشنہ از دریا جُدائی می کند   بر سرِ گنجے گدائی می کند

(پیاسا ہے اور دریا سے علیحدہ ہو رہا ہے، خز ا بیٹھا ہوا ہے اور گداگری کر رہا ہے۔)

فرزند حسام الدین م و دُعاء قبول کریں۔

تلاش و طلب کی گفتگو سے خالی نہ ہوں جس حال میں ہوں جس کام میں ہوں اور جہاں ہوں یہ جان لیں کہ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ (وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو) عارفوں کو اس کی خوشی سے سو ہزار فردوس حاصل ہے نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (ہم تمہارے رگِ گلو سے بھی قریب تر ہیں) عقل اس کی جو شکل قائم کر سکتی ہے، خیال اس کو جہاں تک احاطہ کر سکتا ہے، وہم کی جہاں تک پہنچ ہو سکتی ہے اللہ رب العالمین کی ذات و صفات اس سے منزہ و پاک ہے وہ سب کا خالق ہے اس کے باوجود وہ تمہارے رگِ جاں سے بھی زیادہ تم سے نزدیک ہے، اسی کی جانب اشارہ ہے۔ جو کہا ہے ؎

اے در طلب گرہ کشائی مردہ   با وصل بزادہ از جدائی مردہ

وے برلب بحر تشنہ در خاک شدہ   وائے بر سرِ گنج از گدائی مردہ

(اے ب کی گرہ کھولنے میں مر رہا ہے وصل کے ساتھ پیدا ہوا اور جُدائی میں جان دے رہا ہے۔

افسوس سمندر کے کنارے پیاس سے دھول میں لوٹ رہا ہے حیرت ہے کہ خزانہ پر بیٹھا ہوا ہے اور بھیک منگی میں مر رہا ہے۔)

اے فرزند کام کچھ دور نہیں مُلک و ملکوت (عالم ظاہر و باطن) تیرے ساتھ ہے ملک و ملکوت کا خدا تیرے ساتھ ہے تم وہ آنکھ حاصل کرو کہ حسن و جمالِ حقیقی کو بے کیف دیکھو اور وہ کان حاصل کرو کہ کلام بغیر حروف و آواز کے سُنو۔ اس پر رحمت ہو جس نے کہا ہے۔ ؎

جہاں پُر ز آفتاب و دیدہا کور   جہاں پر از حدیث و گوشہا کر

(سارا جہان آفتابِ حسن و جمال سے بھرا ہوا ہے لیکن آنکھیں اندھی ہیں. تمام عالم انہیں باتوں سے پُر ہے گر کان بہرے ہیں)

جب تم اپنے کام میں لگے رہو گے تو ایک دن اپنی خوش قسمتی سے اس مقام میں پہنچو گے جہاں دوسرے پہنچے ہیں اور وہ دیکھو گے جو دوسروں نے مشاہدہ کیا ہے۔ اور وہ کہو گے جو دوسرے کہتے ہیں۔ ؎

معشوق عیاں بود نمی دانستم　　　با من بمیاں بود نمی دانستم

گفتم بطلب مگر بجاے برسم　　　خود تفرقہ آں بود نمی دانستم

(معشوق تو ظاہر و عیاں تھا مجھے خبر نہ ہوئی، وہ تو میرے ساتھ تھا میں نے نہیں جانا۔ کہا اس کی تلاش میں کہیں چلوں یہی تو خود تفرقہ تھا میں نہیں سمجھا۔)

افسوس ہر شخص آج اپنے اِدبار بداقبالی سے اپنے وجود وہستی کے پردہ میں محجوب ہو رہا ہے ورنہ سب کی طلب اور سب کا مقصود ظاہر و حاصل ہے۔ ؎

آنچہ تو گم کردہ ای کز کردہ ای　　　ہست اندر تو تو خود را پردہ ای

(وہ جو تو نے کھو دیا وہی تو تیری کمی ہے وہ تو تیرے اندر ہی ہے تو خود حجاب میں آگیا ہے۔)

اس سے زیادہ سُننے کی طاقت نہیں ہے جو بیان کردں۔ آخر تم نے سُنا ہے۔ ؎

ز مستی گر بگوید رمز عشقش　　　جزا یش در طریقت دار باشد

(اگر مستی میں اس کے عشق کے راز کو کوئی کھول دے تو طریقت میں اس کی سزا پھانسی کا پھندا ہے۔)

تو راز کا چھپانا واجب ہے مگر رمز و اشارہ میں اجمالی طور پر کچھ کہہ سکتے ہیں۔ جیسا کہ کہا ہے ؎

دانی کہ چرا اہل صفا خاموش اند　　　در نکتہ دل بحو خود می کوشند

مئے از کفِ دوست ہر نفس می نوشند　　　سری با نہ مدہ سترِ حق می پوشند

(جانتے ہو یہ صوفیانِ باصفا کیوں خاموش رہتے ہیں دل کے اس راز میں خود کو مستغرق و محو رکھنے کی کوشش میں رہتے ہیں۔ محبوب کے ہاتھ سے ہر لمحہ شراب کا جام پیتے ہیں سر دیدیتے ہیں لیکن حق سبحانہ تعالےٰ کا راز نہیں کھولتے ہیں۔)

والسلام

خاکسار شرف منیری

✻

مکتوب ۱۱۷

موت کیلئے آمادہ رہنے اور زندگی کو غنیمت جاننے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

راہ دوراست اے پسر ہشیار باش　　خواب با گور افگن و بیدار باش
راہ می رو جہد می کن ہوشدار　　بار میکش خار می خور گوش دار

(اے لڑکے! راہ لمبی ہے ہوشیار رہ نیند کو قبر میں ڈال دے اور بیدار رہ　راہ طے کرتا رہ کوشش میں لگا رہ اور باہوش رہ سختیاں سہتا رہ کانٹے چباتا رہ کان کھول کر سن لے۔)

اے بھائی! بندے کے کمائی کرنے کی جگہ یہی دنیا ہے۔ عمر کی پونجی ختم ہوئی جو کچھ لے جانا ہے یہیں سے لے جانا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

راحت و محنت از ایں جا می برند　　دوزخ و جنت ازیں جا می برند

(آرام و تکلیف اسی دنیا سے لے جاتے ہیں، دوزخ و جنت دونوں یہیں سے لے جاتے ہیں۔)

آج ہی اپنے حال اور کردار کا جائزہ لے لو کہ کون سی پونجی تمہارے پاس ہے اور کس کام میں لگے ہوئے ہو وہی لے جاؤ گے جس میں لگے ہوئے ہو اور ابدالآباد تک وہی ساتھ رہے گا۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

ہر چہ در دنیا خیالت آں بود　　تا ابد راہ وصالت آں بود

(دنیا میں جس خیال میں تم رہے ابد تک وہی چیز تمہارے ساتھ رہے گی۔)

غفلت میں نہ رہو کام بہت سخت و مشکل اور راہ اُٹھا بیٹھ کی ہے شیطان و نفس پیچھے لگا ہوا ہے۔ موت، قبر، آخرت کی گھاٹیاں اور اس کی مشکلیں وہ ہیں کہ جس کے سننے سے پتہ پانی ہے اور جگر کباب ہے وہ سب سامنے ہے اسی درد و غم میں کسی نے نالہ کیا ہے وہ بیچارہ اسی دھن دھک اور بے پناہی میں کہہ گیا ہے۔ ؎

کاش کہ ہرگز نہ زادی مادرم　　تا نہ کردی کشتہ نفس کافرم

کاش کہ ہرگز نبودی نامِ من ‏ تا نہ بودی جنبش و آرامِ من

(کاش میری ماں مجھے پیدا ہی نہ کرتی تاکہ میں نفس کافر کے ہاتھوں مارا نہ جاتا۔
کاش کبھی میرا نام ہی نہ ہوتا تاکہ مجھ سے کوئی فعل وجود میں نہ آتا۔)

افسوس ہزار افسوس کہ سارا وقت غفلت میں گذر گیا عمر ختم ہوئی کام کچھ نہ بنا ادھورا رہ گیا اور آخرت کا سفر پیش آگیا باقی ماندہ عمر میں اگر کچھ نہیں ہوسکتا ہے اتنا تو ہو کہ عمر گذشتہ پر رنج و افسوس طاری رہے اور یہ کہنا چاہیئے۔ ؎

بر د غفلت روزگارم چوں کنم ‏ برنیاید ہیچ کارم چوں کنم

داد را دارو کجا خواہیم کرد ‏ عمر شد ماتم کجا خواہیم کرد

(غفلت میں سارا وقت گذر گیا کیا کروں کوئی کام بنائے نہیں بنتا کیا کروں۔ اس درد کا مداوا کہاں جاکر کروں گا عمر تو ختم ہوئی اب اس کا ماتم کہاں جاکے کروں گا۔)

رات کے آخر حصہ میں گنہگاروں، بدکاروں کی کیفیت طاری کرتے ہوئے پورے درد بھرے دل اور آنسو بھرے آنکھوں کے ساتھ بے مایئگی و بیچارگی میں یہ مناجات کریں۔ ؎

(۱) اے وفا از تو جفا بر من مگیر ‏ وے عطا از تو خطا بر من مگیر

(۲) گر نخواہد خواست عذر ہیچ کس ‏ عذر خواہ جرم من عفو تو بس

(۳) چوں سیہ آمد مرا رنگ گلیم ‏ تو سپیدش کن چو مویم اے کریم

(۴) از درِ خویشم مگرداں نا امید ‏ از سرِ لطف سیاہم کن سفید

(۱) (اے وہ کہ آپ کی جانب سے وفا ہوئی ہے۔ جفا مجھ پر نہ رکھی جائے۔ اور اے وہ کہ عطا و نوازش آپ کی شان ہے میری خطا کی گرفت نہ فرمائی جائے۔ (۲) اگر کوئی شخص میرا سفارشی نہیں میری جانب سے معذرت خواہ نہیں تو میرے گناہوں کا عذر خواہ آپ کا عفو ہی کافی ہے۔ (۳) میری کمبل کا رنگ گناہوں کے میل سے سیاہ ہوگیا ہے آپ میرے اُجلے بالوں کی طرح اسے سفید کر دیجیئے۔ (۴) اے کرم فرمانے والے کریم اپنے درِ پاک سے مجھے ناامید نہ لوٹائیے اپنے لطف خاص سے میرے نامۂ سیاہ کو سفید کر دیجئے۔)

والسلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۱۱۸

افلاس کا بیان (دوسرے طور پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عمر روزی پنج وششش می بگذرد — خواہ ناخوش خواہ خوش می بگذرد

(یہ پنج وشش روزہ زندگی کسی نہ کسی طرح گذر ہی جائے گی خواہ خوش گذرے خواہ ناخوش۔)

آنعزیز سلمہ اللہ کا خط ملا، پڑھا، وقت کی شدتیں زمانہ کے حادثوں کا ذکر تھا۔ اے بھائی! الدنیا دار بلاء و فتنۃ دنیا بلاخانہ اور فتنوں کا گھر ہے۔ کوئی ایسا ہے؟ جو اس دنیا میں آزمائشوں اور فتنوں سے خالی رہا ہو؟ یہ محال ہے، سبحان اللہ۔ باپ کا سر تاجِ خلافت سے مزین، فرشتے ان کے آگے سربسجود، ان تمام نوازشات وانعامات کے ساتھ بہشت جیسی جگہ میں، فتنہ وآزمائش سے سلامت نہ رہے یہاں تک کہ بہشت کی نعمتوں اور راحتوں سے نکل کر رنج ومحن کی دنیا میں ڈالدیئے گئے تو ان کی اولاد گناہوں کی اس درجہ آلودگیوں اور نفس کافر کے ساتھ رہتے ہوئے اس دنیا میں جو بلاخانہ ہے سلامت رہ جائے یہ خود محال ہے۔

اے بھائی! سلامتی "عدم یعنی نہ ہونے میں ہے" "وجود" میں نہیں جس وقت آدم علیہ السّلام کا وجود ہوا اسی وقت سلامتی اُٹھ گئی۔ ؎

اے کاش نبودی اے عراقی — کز تست ہمہ فساد باقی

(اے عراقی! کاش تیرا وجود ہی نہ ہوتا یہ ساری خرابیاں تیرے ہونے سے ہیں۔)

ایک فقیر سکرات موت میں تھے لوگوں نے ان سے پوچھا کوئی آرزو ہے؟ کہا عدماً لا وجود لہ ایسے عدم کی جس کے لئے وجود نہ ہو، یہی آرزو ہے'۔ ؎

کاشکہ ہرگز نبودے نام من — تا نبودی جنبش وآرام من

(کاش میرا وجود نہ ہوتا تاکہ مجھے کسی حرکت وسکنت کا ظہور ہی نہ ہوتا۔)

ایک شخص بیماری میں مبتلا تھے کسی عزیز نے پوچھا کیا مرض ہے کون سی تکلیف ہے؟ کہا "وجود"

یعنی اپنے ہونے کی تکلیف ہے۔ اے بھائی! آدمی کے لئے وجود کے سوا اور دوسری کیا بیماری ہوگی۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہتے ہیں اگر "جہانِ عدم" کی توصیف کروں تو لاکھوں میں کوئی ایک یہ نہ کہے کہ میں وجود میں رہوں اور اگر "عالمِ وجود" کی ناخوشی و رنج کا تذکرہ کروں تو لاکھوں میں کوئی یہ نہ کہے کہ میں ہوتا۔

اے بھائی! جب تمام نبیوں کے شہنشاہ صلی اللہ علیہ وسلم عزت کا تاج اور لولاک لما خلقت الافلاک (اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا) کی خلعت کے باوجود یہ فرمائیں کہ لَیْتَ رَبَّ مُحَمَّدٍ لَمْ یَخْلُقْ مُحَمَّدًا (کاش محمدؐ کا پروردگار محمدؐ کو پیدا نہ کرتا) تو اور دوسرے بیچاروں کو کیا کہنا چاہیے یہاں یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ آدم کی اولاد کی دشواریوں سختیوں کا حال دنیا میں کیا ہے اور کیوں ہے۔

سبحان اللہ! ایسا حیوان ذی جان جو ماں کے پیٹ میں خون سے پرورش پائے خون ہی کھاتا رہے جب وہ ماں کے پیٹ سے باہر آئے تو کیا کھائے گا۔ آج اس دنیا میں جس چیز کا نام کھانا اور پانی ہے اگر نگاہ حقیقت بیں سے دیکھو تو سب کا سب خون ہی ہے۔ کہاں تک کوئی لکھ سکتا ہے عمریں تمام ہوجائیں گی دفتر کے دفتر سیاہ ہوجائیں لیکن یہ قصہ ختم و انتہا کو نہ پہنچے۔ ان سب کے ساتھ آخرت کی گھاٹیاں اس کی تنگیاں، سختیاں جو اولاد آدم کو درپیش ہیں ان کو غور و تامل کی نظر سے دیکھو تو اس کے مقابلہ میں یہ سب ایسا ہے جیسے سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرہ پانی تو حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے یالیت رب محمد لم یخلق محمداً نہ فرماتے اس لئے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کا غم تھا ہم کو اور تم کو صرف اپنا غم ہے یہ قدمہ طوالت کا متقاضی ہے مختصر کیا گیا چنانچہ کسی نے کہا ہے۔ ؎

شب رفت حدیث ما بپایاں نہ رسید — شب را چہ گنہ حدیث ما بود دراز
گرچہ شب یلدا نہ یکے صد باشد — آخر نرسد عتاب محمود و ایاز

(رات گذر گئی ہمارا قصہ ختم نہ ہوا رات کا کیا قصور ہمارا قصہ ہی بہت بڑا تھا۔ اگرچہ لمبی تاریک رات ایک کیا سو بھی ہو تو محمود و ایاز کے ناز کی داستان ختم نہ ہوگی۔)

یا غیاث المستغیثین اغثنی یا مغیث

والسلام

فقیر شرف منیری

❄

مکتوب ۱۱۹

دین کی راہ میں استقامت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قطب الدین کے نام۔

فرزند قطب الدین! اللہ رب العزت دونوں جہان میں باعزت رکھے

کاتب مکتوب شرف منیری (قدس سرہٗ) کے سلام و دعاء کے بعد واضح ہو۔

جانو! کہ پیغامبران علیہم السلام کی مثال طبیبوں کے مانند ہے اور لوگوں کی مثال بیماروں کی ہے اور قرآن کی مثال دواؤں کے خزانہ کی ہے وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَاھُوَ شِفَاءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (ہم قرآن میں سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو شفا اور رحمت ہے مومنوں کے لئے) کہ جو خلق کے لئے مختلف معجون و شربتوں کا سارا بیان شرح و بسط سے ہے مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ (ہم نے قرآن مجید میں کوئی چیز نہیں چھوڑی) یعنی لوگوں کے لئے دینی و دنیاوی جتنی چیزیں ہیں ان کی کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کا ذکر ہم نے قرآن میں نہیں کیا ہے لیکن جب تک کسی کو ظاہری و باطنی طہارت حاصل نہ ہو چکی ہو وہ اس وقت تک قرآن کے اسرار کا محرم (جاننے والا) نہیں ہو سکتا ہے لَا يَمَسُّهٗ إِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (اسے پاک لوگوں کے سوا کوئی نہیں چھوئے) سب کو دروازہ پر رکھا ہے جب تک کوئی شخص دین کی راہ طے کئے ہوئے نہ ہو اور کام کی حقیقت کا آشنا نہیں ہو چکا ہو وہ قرآن کے لطائف، نکات و اشارات کو نہیں سمجھ سکتا اسی معنی کی طرف اس شعر میں اشارہ ہے۔ ؎

ایں ہمہ علم جسم مختصر است　　علم رفتن براہِ حق دگر است

حرف کو کاغذے سیاہ کند　　دل کہ تیرہ است کے چو ماہ کند

(یہ سارے علم مختصر سے جسم ظاہر کے ہیں راہ حق تعالےٰ میں چلنے کا علم ہی دوسرا ہے۔

حرف تو کاغذ کو سیاہ کرتا ہے دل جو تاریک ہے اسے کب ماہ تاباں بناتا ہے۔)

اور خدائے تعالیٰ کی راہ دل سے طے کر سکتے ہیں اور دل کے لئے شقاوت، سعادت، صحت و مرض سب کچھ ہے کہ جس کو دل کے اطباء ہی جانتے ہیں اور وہ طبیبان پیغامبران علیہم السلام ہیں اور ان کے بعد مشائخ طریقت اور علماء آخرت ہیں رضوان اللہ علیہم اور آج پیغامبری کا دروازہ خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد بند ہو چکا ہے تو لاشبہ بیچارے مبتدی طالبوں کو اہم ترین مہمات و مشکلیں پیش آتی ہیں اس کے لئے ان کی جوتیوں کی خدمت کرنا کہ جو مشائخ طریقت و علماء آخرت ہیں اور اس راہ کو طے کئے ہوئے ہیں دل کی بیماریوں کے طبیب ہو چکے ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

راہ دور است و پر آفت اے پسر — راہ رو را می بباید راہبر
کور ہر گز کے تواند رفت راست — بے عصاکش کور را رفتن خطاست
گر ترا درد ست پیر آید پدید — قفل در دت را کلید آید پدید

(اے لڑکے! راہ لمبی اور آفت سے بھری ہوئی ہے اس راہ کے چلنے والے کے لئے راہ تبلانے والا ضروری ہے، اندھا کب سیدھی راہ چل سکتا ہے لاٹھی پکڑ کر چلانے والے کے بغیر اندھے کا چلنا ہی خطا ہے۔ اگر تجھے درد ہے تو پیر مل جائیں گے۔ تیرے درد کے تالا کی کنجی تجھے مل جائے گی۔)

"عالم" حقیقتاً ویسے لوگوں کو کہئے نہ ان کو جنہیں لوگ عالم کہیں یا عالم و دانشور جانیں روایتوں کو رٹنے والے اور قولوں کو نقل کرنے والے اور اہل جدال و بحث مباحثہ و تکرار کرنے والے دوسرے ہیں مثلہم کمثل الحمار یحمل اسفارا (ان کی مثال اس گدھے کی ہے جس پر کتابوں کا بوجھ لدا ہوا ہے) اور علماء آخرت مثلھم کمثل الانبیاء وما من نبی الاولہ نظیر فی امتہ (ہر نبی کی نظیر ان کی امت میں موجود رہتی ہے) قول ہے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل (میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کے مانند ہیں)

خواجہ فضیل عیاض رحمۃ اللہ علیہ اس جماعت صوفیہ کے وہ بزرگ ہیں کہ جو اہل دل اور اہل بصیرت ہیں اور ملک و ملکوت کو طے کر کے اس سے آگے بڑھے ہوئے ہیں ان کا علم و فہم ہی دوسرا ہے جس کی ایک عالم کو خبر نہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

اہل دل را ذوق و فہمے دیگر است — کاں ز فہمے ہر دو عالم برتر است
ہر کرا ایں فہم در کار افگند — خویش را در بحر اسرار افگند
تا بداں فہمے کہ ہمچو وحی خاست — در کلام او سخن گوید راست

(اہل دل کے ذوق و فہم ہی دوسرے ہیں ان کی یہ فہم دونوں عالم کے فہم سے بالاتر ہے۔ جس کسی نے

اپنے عمل میں اس فہم سے کام لیا اس نے خود کو اسرار کے سمندر میں ڈالدیا یہاں تک کہ وحی کے سمجھنے کا جہاں تک حق ہے سمجھتے ہیں اس لئے کلام حق تعالےٰ میں ان کی گفتگو صحیح و درست ہوتی ہے)

خبردار! ہرگز کوئی اپنے ناقص عقل سے ان کے حق میں تصرف نہ کرے اور ان کے بارے میں فضول بکواس نہ کیا کرے۔ اے بیچارو! تم کیا جانو وہ جو تلوار کھاتے ہیں اور تلوار چلاتے ہیں دوسرے ہی لوگ ہیں اور ثرید کھانے والے پیالہ چاٹنے والے دوسرے ہیں ایسے لوگ ہرگز ان مردان راہ کے برابر نہیں ہوسکتے ہیں۔ایک بزرگ کو یہ جواب میسر ہوا۔ ؎

گر ترا روزے دریں میدان کشند　　ایں رقم بینی کہ بر مرداں کشند

انگہے ایں شیوہ معنی صد ہزار　　بینی و دانی و داری استوار

(اگر تجھے کسی دن اس میدان میں لے جائیں تو تو اس تحریر کو دیکھے جو ان مردانِ خدا کے حق میں لکھی ہوئی ہے۔ تو اس وقت اس طور و روش کے سو ہزار معنی تو دیکھ لے، جان لے، اور اس پر یقین کرلے۔)

یہ درست نہیں کہ کوئی یہ کہے مُبتدی بیچارہ کیوں کر جانے کہ یہ علماءِ آخرت میں سے ہیں اور یہ راہ طے کئے ہوئے صاحبِ دل ہوچکے ہیں حاذق طبیب ہیں اس کام میں ان کی اقتداء کرنا چاہئے۔یا یہ علماء دنیا میں سے ہیں جھوٹے دعویدار ہیں اس کام میں ان کی پیروی نہیں کرنی چاہیئے۔

اے بھائی! جس کسی کو اس کام کے لئے بنایا ہے تو یقیناً کسی صاحبِ دل کو اس کے پاس بھیج دیں گے یا اس کو کسی صاحبِ دل کے در پر پہنچادیں گے تاکہ ازل میں جو حکم ہوچکا ہے وہ نافذ ہوجائے اور جس کو بدنصیبی و بداقبالی کے لئے پیدا کیا گیا ہے ہرگز یہ دولت اس کو میسر نہیں ہوگی کل میسر لما خلق لہٗ یہ دونوں کے حق میں اور دونوں کے لئے مکمل شرح و بیان ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ دونوں بندہ ہیں فرق کس وجہ سے ہے تو کہہ وحدت ہوئی کہ آسمان و زمین میں اعلان کردیا گیا ہے لا یسئل عما یفعل (کوئی اس کے کئے ہوئے پر سوال نہیں کرسکتا) اسی کو کہا ہے۔ ؎

گرچہ رہ جستند ہر سوئے از یں　　پے نہ بردند لے عجب موئے از یں

ایں چہ درگاہیست قفلش بے کلید　　ایں چہ دریائیست قعرش ناپدید

(اللہ رب العزت کے کاموں کے رموز کو معلوم کرنے کے لئے ہر سمت جستجو کی گئی لیکن بال برابر بھی کوئی اس کا پتہ نہ پاسکا۔ سبحان اللہ! یہ کون سا دربار ہے کہ جس کے تالا کی کنجی نہیں یہ کون سا دریا ہے جس کے تہ کا پتہ نہیں۔)

جب کاتب کاغذ میں الف یا نون لکھ دے تو ہرگز وہ قاف و کاف نہ ہوگا اور اگر تقدیر نے کسی کو ابو جہل

پیدا کیا ہے تو وہ ہرگز ابو یزید (بسطامیؒ) نہیں ہو سکتا۔ ؎

بدبختی را گرہ کشودن نتواں   احوال بہر کسے نمودن نتواں

گر چرخ فلک بہرہ ما غم کارد   شادی بہمہ حال درودن نتواں

(بدبختی کی گرہ کھولی نہیں جا سکتی حالات ہر شخص کو دکھلائے نہیں جا سکتے۔ اگر آسمان نے ہمارے لئے غم کا بیج بویا ہے تو کسی حال میں بھی ہم خوشی کا پھل نہیں کاٹ سکتے۔)

یہ وہ مقام ہے جہاں کہتے ہیں۔ ؎

غزلے می نوشت خاقانی   قلم ایں جا رسید و سر بشکست

(خاقانی نے ایسی غزل کہی کہ قلم وہاں پہنچا اور اس کا سر شکست ہو گیا۔)

حضور سرور عالم بہتر و مہتر از بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سنو اور دلنشیں کرو اور سلامتی کیساتھ گذر جاؤ اذا ذکر القدر فامسکوا (جب تقدیر کا ذکر آجائے تو خاموش ہو جاؤ) ایک عزیز نے بھی معذرت کرتے ہوئے کہا ہے۔ ؎

اے دریغا ہر چہ گفتیم ہیچ بود   دیدہ کور و راہ پیچا پیچ بود

(افسوس جو کچھ کہا وہ کچھ نہ تھا آنکھیں اندھی تھیں اور راہ پیچ در پیچ تھی)

والسلام

شرف منیری

مکتوب ۱۲۰

خداوند جل شانہٗ کی جانب لوٹ آنے یعنی توبہ کرنے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ملک محمود کے نام:۔

میرے عزیز بھائی ملک محمود۔ اللہ رب العزت عزت عطا فرمائے۔

کاتب مکتوب شرف منیری کے سلام کے بعد واضح ہو۔ کتنا ہی زیادہ گناہ کی گندگی اور معصیت

کی آلودگی ہو تو بہ استغفار اختیار کرنا چاہیے خود صاحب شرع صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فتویٰ ارشاد فرمایا ہے اِذَا كَثُرَتِ الذُّنُوْبُ لِاَحَدِكُمْ فَلْيُكْثِرِ الْاِسْتِغْفَارَ فَوَالَّذِیْ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ اِنَّهَا تَأْكُلُ الْخَطَايَا كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ (جب تم میں سے کسی کا گناہ بہت زیادہ ہو جائے تو اُسے چاہیے کہ کثرت سے استغفار کرے کیوں کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے استغفار گناہوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھاتی ہے۔) اور دوسری حدیث میں فرمایا ہے۔ مَا اَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ وَاِنْ عَادَ فِی الْيَوْمِ سَبْعِيْنَ مَرَّةً (جس نے استغفار کیا تو اس نے گناہ پر اصرار نہیں کیا اگرچہ ایک دن میں ستّر بار گناہ کا اعادہ کیا ہے۔)

اے بھائی! اوّل سے آخر تک گناہ سے پاک ہونا فرشتوں کا کام ہے اور ابتدا سے آخر تک گناہ میں آلودہ ہونا شیطانوں کا کام ہے لیکن گناہ میں گرنا اور پھر گناہ سے اٹھ کھڑے ہونا آدمؑ اور آدمؑ کی اولاد کا کام ہے۔ جب آدمی نے گناہ کیا تو گر پڑا اور جب توبہ کر لی اُٹھ کھڑا ہوا اور جب کھڑا ہو گیا تو یہ دولت پالی اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ (گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کے جیسا ہے کہ جس نے گناہ کیا ہی نہیں ہے) آدمی سے گناہ کا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیوں کہ خواہشات و شہوات اس کی سرشت میں ملی ہوئی ہے اس کا توبہ کرنا یہ البتہ ایک نادر بات ہے۔ سبحان اللہ! بہشت کے جیسا مقام جناب آدم علیہ السلام جیسے بندہ، نبوت کا تاج زیب سر خلافت کے تخت پر جلوہ گر ممانعت صرف ایک وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ (کہ اس درخت کے قریب تم دونوں نہ جانا) اس سے بچ نہ سکے گر پڑے لیکن فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا (اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا) آج دنیا جیسی جگہ بلاؤں سے بھری ہوئی بیچارہ آدم کی اولاد اتنے سارے اوامر و نواہی میں مبتلا شیطان جیسا دشمن در پئے آزار پھر نفس جیسا عدو خود اپنے جسم کے اندر چھپا ہوا گناہ نہ کرے یہ ممکن نہیں اور دوسری بات یہ کہ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا لَذَهَبَ اللّٰهُ بِكُمْ وَلَجَاءَ بِقَوْمٍ يُّذْنِبُوْنَ فَيَسْتَغْفِرُوْنَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ اگر تم گناہ نہ کرتے تو حق تعالیٰ تمہیں اُٹھا لیتا اور یقیناً ایک ایسی دوسری قوم لے آتا جو گناہ کرتی اور عفو و بخشائش چاہتی اور خداوند تعالیٰ اسے معاف فرماتا چنانچہ یہ اشعار اسی معنی میں ہیں۔ ؎

بود عین عفو تو عاصی طلب — عرصۂ عصیاں گرفتم زیں سبب

چوں لبستاریت دیدم کارساز — ہم بدست خود دریدم پردہ باز

گر نخواہد خواست عذرم ہیچ کس　　　عذر خواہ جرم من عفو تو بس

(آپ کا عفو عین گنہگاروں کی تلاش میں ہے اسی سبب سے میں نے گناہ کا میدان اختیار کیا۔

چوں کہ میں نے آپ کی ستاری و پردہ پوشی کو کارساز دیکھا اس لئے اپنے ہاتھ سے اپنے گناہ کا پردہ چاک کر ڈالا۔ اگر کوئی شخص میرے گناہوں کی عذر خواہی نہ کرے گا تو میرے گناہ کے لئے آپ کا عفو ہی کافی عذر خواہ ہے) جانتے ہو یہ کیا ہے؟ یہ وہ ہے، کہتے ہیں کہ بندہ کے گناہ کرنے میں بہت بڑا راز اور حکمت عظیم ہے اگر ہمارا تمہارا گناہ نہ ہوتا تو اس کی غفاری و ستاری (ان دونوں صفتوں) کا اظہار نہ ہوتا اور ایک عزت مآب کا قول ہے کہ خداوند عز و جل کے دو خزانے ہیں ایک خزانہ ثواب اور کرامت سے بھرا ہوا ہے دوسرا خزانہ رحمت و مغفرت سے بھرا ہوا ہے اگر ایمان والے بندے بندگی و عبادت کریں تو ثواب و کرامت ان پر نثار ہوتی ہے اور اگر گناہ نہیں کرتے اور ان سے گناہ کا ارتکاب نہیں ہوتا تو اس کی رحمت و مغفرت کا خزانہ ضایع جاتا اسے اچھی طرح جان لو اور سمجھو لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ یہاں اپنی خواہشات کا گھوڑا اپنی مراد کے میدان میں ڈال دو اور گناہ کا ارتکاب اپنے دل پر آسان کر لو خبردار، ہوشیار کبھی ایسا نہ ہو۔ وہ تو اس کا انعام اس کی کرامت ہے اس کا فضل اس کی رحمت ہے بندہ کے لئے ادب ہر وقت ملحوظ رکھنا ہے قدم بندگی کی حد سے باہر نکلنے نہ پائے اور گناہ و بے ادبیوں سے ایسا ڈرنا چاہیئے کہ اگر کل قیامت کے دن میدان حشر میں اعلان کیا جائے کہ آج دوزخ میں ایک شخص کے سوا کوئی دوسرا نہیں جائے گا تو وہ یہ سمجھے کہ وہ ایک شخص میں ہی ہوں۔ آخر انبیاء علیہم السلام کے نوحہ و ماتم کا حال تم نے سنا ہے جو زلت الغزش ہوں، آزمائشوں میں انہوں نے کیا ہے خواجہ فضیل عیاض رحمتہ اللہ علیہ دن میں چند مرتبہ آئینہ دیکھتے تھے ایک شخص نے پوچھا حضرت یہ بار بار آئینہ دیکھنا کیا ہے اس میں کیا معنی ہیں؟ فرمایا اس خوف سے دیکھتا ہوں کہ کہیں میرا چہرہ سیاہ تو نہیں ہو گیا ہے۔ بندہ خداوند تعالےٰ کی جانب سے جس قدر زیادہ انعام و نوازش دیکھے لازم ہے کہ اتنا ہی زیادہ ڈرتا ہے اور ادب، عاجزی انکساری اس سے بھی زیادہ کرے اس خلعت و نوازش میں خود کو گم نہ کر دے اپنی کمزوری، مجبوری، بے سر و سامانی کو سامنے رکھے جیسا کسی عزیز نے اسی معنی میں کہا ہے

چوں سیہ آمد مرا رنگ گلیم　　　تو سفیدش کن چو مویم اے کریم

از در خویشم مگردان نا امید　　　از سر لطف سیاہم کن سپید

(میری کملی گناہوں کے میل سے کالی ہو گئی ہے آپ اس کو میرے بالوں کی طرح سفید کر دیجئے اے کریم۔ اپنے در پاک سے نا امید نہ لوٹایئے اپنی نوازش خاص سے میرے سیاہ نامۂ اعمال کو سفید بنا دیجئے۔)

والسلام
شرف منیری

مکتوب ۱۲۱

خداوند تعالیٰ سے پُر امید رہنے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از در خویشتم مگرداں ناامید　　　از سر لطف سیاہم کن سپید

(اپنے در اقدس سے نا امید نہ لوٹائیے اپنے لطف خاص سے میرے کالے کرتوتوں کو سفید بنا دیجئے۔)

اے بھائی! جہاں رہو جس کام میں رہو نا اُمید نہ ہو اس لئے کہ اللہ جل شانہٗ کے کام فرمانبرداروں کی فرماں برداری، عبادت گذاروں کی عبادت گذاری سے پاک ہیں اور گنہگاروں کی گنہگاری سے منزہ اور پاک ہیں وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اس کے کام میں کوئی علت نہیں۔ اسی کو کسی نے کہا ہے اور خوب کہا ہے۔ ؎

نے ہماں آں جائیگہ طاعت خرند　　　عجز نیز وضعف ہر ساعت خرند

(وہ بارگاہ پاک ایسی جگہ نہیں جہاں طاعت ہی خریدی جاتی ہے بلکہ عاجزوں کی عاجزی کمزوروں کی کمزوریاں ہمہ وقت خریدی جاتی ہیں۔) اسی مقام کو بزرگوں نے کہا ہے اَلْفَضْلُ لِمَنْ تفضله الله لَا بِالْعَمَلِ وَلَا بِالْجَوْهَرِ فضل تو وہ ہے جو خداوند تعالیٰ کسی کو فضل عطا فرمائے فضل کا تعلق نہ کسی کے عمل سے ہے اور نہ کسی کے جوہر سے اس لئے کہ اگر فضل کا تعلق عمل سے ہوتا تو یقیناً اگلی اُمتوں کو اس اُمت پر فضیلت ہوتی اس لئے کہ ان کی عمریں سات سو سال اور آٹھ سو سال یا ہزار سال ہوتی تھیں تو ان کا عمل ان کے خیر بھی بہت زیادہ ہوتے تھے اور اس امت میں زیادہ تر لوگوں کی عمریں ساٹھ ستر سال ہوتی ہیں تو ضروری ہے انکا عمل ان کا کام بھی تھوڑا ہوگا ان سب کے ساتھ اس اُمت کو تمام اُمتوں پر فضیلت ہے۔ اور اگر فضل کا انحصار جوہر پر ہوتا تو شیطان کو آدم پر فضیلت ہوتی اس لئے کہ شیطان روشن آگ سے ہے اور آدم تاریک مٹی سے اس کے باوجود آدمؑ کو شیطان پر فضیلت ہے تو ہم نے یہ جان لیا کہ فضل نہ عمل سے متعلق ہے اور نہ جوہر سے یعنی عمل و جوہر یہ دونوں فضل خداوندی کی علت نہیں ہیں تو اس سے ثابت ہوا کہ فضل کسی کو نہیں

ہوتا اس وقت تک جب تک خداوند تعالے فضل نہ عطا فرمائے۔

اے بھائی! جب وہ مالک مطلق ہے تو اس کا تصرف بھی مطلق ہوگا اگر کسی کو اعلیٰ علیین پر پہنچا دے بغیر کسی عمل وکارگذاری کے تو یہ اسے حاصل ہوگا اور اگر کسی کو اسفل السافلین میں گرادے بغیر کسی گناہ وگندگی کے تو یہ اس کے حق میں ہوگا۔ اسی معنی میں کہا ہے۔ ؎

گہ آری خلیلے ز بتخانۂ کنی آشنائی ز بیگانۂ

گہے زاں چناں گوہر خانہ خیز چو بوطالبے راکنی سنگ ریز

(آپ کبھی بت خانہ سے خلیل پیدا کر دیتے ہیں اور بیگانوں کو اپنا بنالیتے ہیں۔ کبھی اس ہیرے جواہر پیدا کرنے والے گھرانہ سے ابوطالب جیسے سنگریزہ کو پیدا کرکے پتھر کے آگے سجدہ ریز کر دیتے ہیں۔)

اور یہ کہ حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلیٰ علیین پر پہنچا دیا اس وقت جب کہ آپؐ سے کوئی عمل وطاعت وبندگی بھی وجود میں نہ آئی تھی بلکہ ظہور ذات بابرکات کے قبل ہی۔ اور ابوجہل کو اسفل السافلین میں گرادیا بغیر اس کے کہ کوئی گناہ اور کسی معصیت کا ارتکاب اس سے ہوا ہو بلکہ اس کے پیدا ہونے کے قبل ہی۔ یہی ہے کہ ھٰؤلاءِ فی الجنۃ ولا ابالی وھٰؤلاءِ فی النار ولا ابالی (یہ جنت میں رہیں مجھے پرواہ نہیں وہ دوزخ میں رہے مجھے اس سے بھی کوئی غرض نہیں) اسے ہرگز کسی کا ڈر نہیں کسی سے خوف نہیں وہ جو چاہے کرے خوف وڈر تو کسی دوسرے کی ملک میں تصرف کرنے سے پیدا ہوتا ہے، جب اپنی ملک میں تصرف ہے تو کوئی ڈر نہیں سارے جہاں کو اس سے خوف ہے اس کو کسی سے خوف نہیں اگر سارے عالم کے لوگ صدق میں جناب صدیق اکبرؓ ہو جائیں لایزید فی ملکہ شئی تو اس کی ملکیت میں ذرہ برابر زیادتی نہ ہو اور اگر سارے جہاں کے لوگ انا ربکم الاعلیٰ (میں تمہارا بڑا رب ہوں) کا دعویٰ فرعون کی طرح کریں لاینقص من ملکہ شئی تو بھی اس کے ملک میں ذرہ برابر کمی نہ ہو۔ ؎

آنچہ درگاہیست قفلش بے کلید آنچہ دریائیست قعر نس ناپدید

از بدیں دریا درآئی یکدمے حیرتِ جانسوز بینی عالمے

(یہ وہ دربار ہے جس کے تالا کی کنجی نہیں یہ وہ دریا ہے جس کے تہہ کا پتہ ہی نہیں اگر اس دریا میں تم ایک لمحہ کے لئے غوطہ لگاؤ تو ایک جانسوز حیرت کا عالم مشاہدہ کروگے۔)

والسلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۱۲۲

نفس کی بیخ کنی (دوسری عبارت میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نیست کن ہر چہ رہ درائے بود — تادلت خانۂ خدائے بود

در دوئی عقل راست پیچاپیچ — چشم ایماں دوئی نہ بیند ہیچ

(تم اپنی عقل و تدبیر اور اپنی روش کو ختم کردو تاکہ تمہارا دل خدا کا گھر بن جائے۔ دوئی کی پیچیدگیاں عقل ہی سے ہوتی ہیں۔ ایمان کی آنکھ دوئی نہیں دیکھتی ہے۔)

فرزند عزیز عبدالملک! کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعاء لو۔

ایک دو بار فرزند عزیز کا خط پہنچا تھا مطالعہ میں آیا۔ اے بھائی! اس کی کوشش نہ کرو کہ بہت زیادہ نماز کیسے ادا کروں، بہت زیادہ روزہ کیسے رکھوں کوشش اس کی کرو کہ اس نفس کافر کو جس نے تمہاری راہ روک رکھی ہے اسے راہ سے کس طرح دور کردوں طالب کا اصل کام یہی ہے جس طرح بھی ہو اس نفس کافر کو راہ سے ہٹایا جائے حق سبحانہٗ تعالےٰ کے طالب پر غلبۂ حال کے قانون کے تحت یہ فرض عین ہے۔ خواہ جبہ و دستار کے ذریعہ خواہ زنار بندی کے ذریعہ خواہ مسجد میں رہ کر خواہ بتخانہ میں بیٹھ کر۔ اسی کو کہا ہے۔

در بتکدہ گر خیال معشوقۂ ماست — رفتن بطواف کعبہ از عقل خطاست

گر کعبہ از و بوے ندارد کنش است — با بوئے وصال او کنش کعبۂ ماست

(اگر بتکدہ میں معشوق کا جمال ملے تو کعبہ کے طواف کے لئے جانا عقل کی رو سے غلطی ہے۔ اگر کعبہ میں محبوب کی خوشبو نہ میسر آئے تو وہ بتکدہ ہے اور اگر محبوب کا وصال کنشت میں میسر ہو تو ہمارا کعبہ وہی ہے۔)

اور وہ جو کہتے ہیں کہ ارباب بصیرت اہل نظر حضرات بے راہ روی سے اپنی راہ سیدھی کرتے ہیں یہی ہے اور اس شعر میں اسی کی جانب اشارہ ہے۔

بر درخت ابقاے دو جہانی — از رہ کفر در مسلمانی

فقر جمعیت از گمرہی رہ کردن است	وز دو عالم دست کوتہ کردن است

(ابقائے دوجہانی کے درجت پر قیام کفر کی راہ سے مسلمانی میں داخل ہونے ہی سے ہوتی ہے

فقر کیا ہے ؛ گمراہی کی راہ سے دین کی راہ اختیار کرنا ہے اور دونوں عالم سے ہاتھ سمیٹ لینا ہے)

یہی وہ منزل ہے جہاں ظاہر پرستاں اور اہل عقل کفر کا فتویٰ دیتے ہیں اور دیوانگی کا داغ لگاتے ہیں جیساکہ مسکین شیخ احمد بہاری کو کہتے ہیں اور وہ جیسے ہیں اپنے کام میں صحیح راہ پر گامزن ہیں لوگ جب ان کو نہیں سمجھتے ہیں ضرور یہی کہیں گے ۔ جیساکہ کہا ہے ۔

گرچہ غافل بریں عمل خندد	لیک عاقل جز ایں نہ پسندد

(اگرچہ اہل غفلت اس عمل پر ہنستے ہیں لیکن سمجھدار لوگ اس کے سوا اور کچھ پسند نہیں کرتے ہیں ۔)

اے فرزند! آدمی تمام موجودات کا خلاصہ یعنی انتخاب و نچوڑ ہے اس کا معاملہ معمولی نہیں ہے اس کا راز یہ ہے ۔

نیست مردم نطفۂ از آب و خاک	ہست مردم سر و قد جانِ پاک

صد ہزاراں پُر فرشتہ در وجود	نطفہ را کے کند آخر سجود

(آدمی محض مٹی و پانی کا نطفہ ہی نہیں ہے آدمی سر سے پاؤں تک پاک روح ہے ۔

عالم ہستی جو لاکھوں فرشتوں سے بھرا ہوا ہے اس کے تمام فرشتے آخر ایک قطرہ آب کو سجدہ کیسے کرتے)

سبحان اللہ، اے فرزند! پاک و طاہر فرشتوں سے بھرا ہوا ایک عالم لاکھوں حیوانوں کی پامال کی ہوئی مکدر و آلودہ مٹی کو سجدہ کرے اور یہ بے قدر و قیمت مٹی خلیفہ ہوجائے، یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ ھٰذَا سِرٌّ عَظِیْمٌ لَا یَقْدِرُ اَحَدٌ بِحَطِّ کَشْفِہٖ (یہ ایک عظیم راز ہے جسے کوئی کھول نہیں سکتا ہے) تو جو نہیں طلب کرتا ہے اس کی تلاش خود اپنے اندر کر واسی کو کہا ہے ۔

آنچہ تو گم کردۂ گِرْ کردہ ای	ہست اندر تو تو خود را پردہ ای

(وہ جو تو نے کھو دیا ہے یہی تو تیری کمی ہے وہ تو خود تیرے اندر ہی ہے تو خود اپنے آپ پردہ بنا ہوا ہے)

ے یہ غالباً وہی احمد بہاری ہیں جن کا قتل اعز کاکولی کے ساتھ دہلی میں فیروز شاہ کے عہد میں ہوا ۔ اور شاید کہ شعر بھی کہتے ہوں گے ممکن ہے مسکین تخلص کرتے ہوں ۔ مسکین بہاری کے اشعار مخدوم جہاں کے مکتوبات ملفوظات، تصنیفات میں بہت آتے ہیں ۔ کاش مسکین بہاری کا دیوان یا مجموعہ کلام میری نظروں سے گذرتا ۔ (قسیم)

اور وہ جو کسی نے کہا ہے اللہ جل شانہ تک پہنچنے کی راہ نہ آسمان میں ہے نہ زمین میں مشرق و مغرب میں بھی نہیں ہے بلکہ لوح و قلم عرش و کرسی میں بھی نہیں ہے وہ تجھ میں ہے۔ یہی ہے جہاں، اشیار رہو اور مکمل غور و فکر کرو، لو یہ اشعار یہاں سنو۔

تا ملک کردند آدم را سجود | عشق شاں یکذرہ آمد در وجود
رہ بحق چوں جان آدم یافتند | تا ابد در خدمتش لشتافتند
تا نیامد جانِ آدم آشکار | رہ ندانستند سوئے کردگار
رہ پدید آمد چو آدم شد پدید | زد کلید ہر دو عالم شد پدید

(فرشتوں نے اس وقت آدم کو سجدہ کیا جب اس کے عشق کا ایک ذرہ وجود میں آیا۔
اللہ تعالےٰ تک پہنچنے کی راہ جب آدم کی روح نے پالیا تو ابد تک اس کی خدمت گذاری کے لئے دوڑ پڑے۔
جب تک جناب آدم علیہ السلام کی جان ظاہر نہ ہوئی تھی اس وقت تک کسی نے اللہ کی جانب پہنچنے کی راہ نہیں پائی تھی۔
جب جناب آدمؑ پیدا ہوئے تو راہ بھی ظاہر ہو گئی اسی سے دونوں جہان کے تالا کی کنجی ہاتھ آئی۔)
فرشتوں نے اس تقدس و طہارت کے ساتھ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ (بلکہ وہ میرے مکرم بندے ہیں) کا مقام پایا لیکن يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ (وہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے اور وہ لوگ اس سے محبت کرتے ہیں) کے خطاب و سرفرازی کے لائق یہی مٹی و پانی کا پتلہ ہوا۔ اسی سے جان لو کہ جو کچھ رکھتا ہے وہ یہی آب و خاک رکھتا ہے۔

خاک را چوں کار باپاک اوفتاد | پیش آدم عرش در خاک اوفتاد

(اسی مٹی کے پتلہ کو جب اس روح پاک سے معاملہ ہوا تو آدم کے آگے عرش پست ہو گیا)
اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ (بیشک اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا)۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اسے عَلٰى صِفَتِهٖ (اپنی صفت پر پیدا کیا)۔ اسی مقام کی بات ہے جو کہتے ہیں کہ انسان کی حقیقت اسرار ربوبیت کی مظہر ہے۔ اسی معنی میں کہا ہے۔

نیست بالائے تو مخلوقے دگر | نیست بیرون تو معشوقے دگر
چوں بیرونی نور عقل و معرفت | نے تو در شرح آئی و نے در صفت
ہر چہ در توحید مطلق آمد است | اینہمہ در تو محقق آمد است

(تجھ سے بلند اور کوئی مخلوق نہیں۔ تجھ سے باہر کوئی معشوق نہیں۔)

چوں کہ تو عقل و معرفت سے باہر ہے اس لیے نہ تو تو شرح میں آسکتا ہے اور نہ تیری صفت ہی بیان ہو سکتی ہے۔ توحیدِ مطلق میں جو کچھ آیا ہے وہ سب تجھ میں محقق اور آمیختہ ہے۔) ۔ اس سے زیادہ لکھنے کی اجازت نہیں غیرت کے کوتوال نے سیاست کی سُولی نصب کر رکھا ہے چنانچہ قول ہے مَنْ صَرَّحَ بِالتَّوْحِیْدِ فَقَتْلُہٗ اَوْلٰی مِنْ اِحْیَاءِ غَیْرِہٖ۔ (جس نے توحید کو کھول کر بیان کیا اس کا قتل کرنا بہتر ہے اس کے غیر کے زندہ رکھنے سے) اسی کو کہتے ہیں ؎

زنہار مگوی تو بر سرِ جمع گر عاشقِ صادقی تو اسرار

دیدی کہ بکر عشق رمزے حلاج بگفت و رفت بر دار

(خبردار اگر تم سچے عاشق ہو تو مجمع عام میں راز کی بات نہ کہو دیکھا نہیں کہ مستی میں عشق کا ایک راز منصورؒ نے کھول دیا اور دار پر چلے گئے۔)

والسلام

شرف منیری

مکتوب ۱۲۳

حسرت وندامت (دوسری عبارت میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرے عزیز بھائی شیخ سلیمان اللہ تعالیٰ دونوں جہان میں بزرگی عطا فرمائے۔ کاتب مکتوب شرف منیری (قدس سرہٗ) کا سلام ودعا قبول کریں۔

برادر عزیز پر واضح ہو آپ کا مکتوب مرغوب پہنچا، پڑھا، ہر طرح کی بات لکھی گئی ہے اس کے لکھنے میں زحمت بہت اٹھائی۔

اے بھائی! ہم لوگ ساتویں صدی ہجری کے رہنے والے ہیں آج سارے عالم میں ایمان اجنبی کمزور اور نادار ہے اور مومن شرح گند ھک ہیں یہ جو تم نے سنا ہے کہ بَدَأَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ کَمَا بَدَأَ اسلام ابتدا میں اجنبی اور کمزور تھا اور آخر میں بھی اجنبی ہو جائے گا۔ ہم لوگوں کا زمانہ

اور وقت وہی زمانہ ہے۔ کیا کیا جائے مصیبت کی دھول ہم لوگوں کو اپنے سروں پر ڈالنی چاہیئے اور اپنے رنج و غم میں رہنا چاہیئے۔

باحیات تو دیں بروں نیاید　　شبِ مرگ تو روز دیں زاید
آں ہوائے کہ پیش ازیں باشد　　رسم و عادت بود نہ دیں باشد

(جب تک تو زندہ ہے یعنی تیری اس طرح کی زندگی کے ساتھ دین پیدا نہیں ہو سکتا۔ جس رات تیری موت آئے گی دین کا روز روشن اسی وقت نمودار ہوگا۔ وہ سب بظاہر عبادت کی خواہشیں، جو اس سے قبل تھیں وہ رسم و عادت تھیں دین نہیں تھا۔) اور دوسرے کاموں کے بارے میں آج کیا پوچھتے ہو وہ سب کام مردوں کے ہیں مخنثوں کے نہیں ہیں۔ وہ دولت ہم بد اقبالوں کو کہاں دی ہے۔ وہ جو آج اہل سلوک اور اصحاب بصیرت ہیں وہ یہ کہتے ہیں۔

نمی دانم کرا مانم بدیں سیرت گرفتارم　　نہ من ہندو نہ من مسلم نہ من مرتد نہ بدکارم

(مجھے نہیں معلوم میں کون ہوں اپنی سیرت تو یہ ہے کہ نہ ہندو ہوں نہ مسلم ہوں نہ مرتد ہوں نہ بدکار ہوں۔)

اے بھائی! اس کے بعد ہم لوگوں کو کیا کہنا چاہیئے۔ قطعہ

آں را کہ نمود روئے خویشش　　نے حال بود نہ قال باشد
حیراں شود و بخود نماند　　کے دم زدنش مجال باشد

(جس کسی کو اپنے روئے انور کا جمال دکھا دیتے ہیں اس کے لئے نہ حال ہے نہ قال ہے۔ وہ تو حیرت میں گم ہو جاتا ہے اپنے آپ میں نہیں رہتا اسے کچھ کہنے کا یارا کہاں ہوتا ہے۔)

اے بھائی! وہ جماعت جو اس کام سے وابستگی رکھتی تھی اس کے لوگ ہمارے درمیان سے اُٹھ گئے ہیں آج صرف مٹھی بھر جاہل لوگ رہ گئے ہیں جو اپنی خود پرستی میں پڑے ہوئے ہیں اپنے آپ کو ان مردانِ خدا کی صورت و شکل میں وضع و لباس میں آراستہ کئے ہوئے ہیں معرفتِ خداوند جل و علا کا دعویٰ کر رہے ہیں اگر غور کر کے دیکھو تو ان کو خود اپنے کفر کے کاف کی بھی خبر نہیں ہے۔ ایمان کیا ہے یہ کیا جانے۔ اسی کو کہا ہے۔ مصرع جہاں پُر ز بیماراں طبیباں از میاں رفتہ (سارا عالم بیماروں سے بھرا ہوا ہے اور طبیبان رخصت ہو چکے۔) یہی وہ راز ہے تو کہا ہے۔

صحبتِ نیکاں ز جہاں دور گشت　　خوانِ عسل خانۂ زنبور گشت

(اچھوں کی صحبت دنیا سے بہت دور ہو چکی ہے شہد کا دستر خوان زنبور کا گھر بن گیا ہے۔)

اس زمانہ میں خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا۔ یا حضرت حضور پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کیسے تھے؟ فرمایا وہ لوگ ایسے تھے کہ اگر تم لوگ ان کو دیکھتے تو کہتے یہ سب کے سب دیوانہ ہیں اور اگر وہ تم لوگوں کو دیکھتے تو کہتے یہ سب شیاطین ہیں۔ یہ خود اس وقت کی بات ہے جو خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا عہد ہے اور جو صحابہؓ سے بالکل متصل ہے۔ اس دور میں کیا کہا جائے اور کیا نہیں خسرو کی جان پر رحمت ہو جو کہا ہے۔

خلق گویندم برو زنار بند اے بت پرست — در تن خسرو کدامی رگ کہ آں زنار نیست

(لوگ کہتے ہیں اے بت پرست جا، زنار باندھ لے۔ اے خسرو کے جسم میں کون سی رگ ہے جو زنار نہیں ہے۔)

اے بھائی! وہ لوگ جنہوں نے سر اور داڑھی کے بال منڈوا لئے ہیں اور شراب خانہ و قمارخانہ میں جا کر بیٹھ گئے ہیں۔ وہ اسی لئے ہے اور اسی کو کہا ہے۔

بر درخت بقائے دوجہانی — از رہ کفر در مسلمانی

(دونوں جہاں کی بقا کے درخت پر جنہوں نے آشیانہ بنایا ہے وہ اسی کفر کی راہ سے مسلمانی میں آئے ہیں۔)

اور وہ جو کہا ہے۔

فقر چیست از گمرہی رہ کردن است — وز دو عالم دست کوتہ کردن است

(فقیری کیا ہے گمراہی اختیار کرنے کے ذریعہ راہ درست کرنی ہے یعنی صراط مستقیم بنانا ہے اور دونوں جہان سے ہاتھ کھینچ لینا ہے۔)

اس شعر کا مطلب یہی ہے چوں کہ یہ لوگ آنکھ والے ہو چکے ہیں ان کی نظر جب کفر و ایمان کی حقیقت پر پڑی تو دیکھا کہ یہ سب کا سب گمان، گھمنڈ اور زنار ہے اور محض دعویٰ و ڈینگ ہے اسلام نہیں ہے اس لئے کہ مسلمانی چیز ہی کچھ اور ہے اور مسلمان ایک دوسرے ہی پرندہ اور شہباز ہیں۔ چنانچہ مثنوی کے اشعار ہیں۔

(۱)	نیست گشتہ ہمہ بعزت ہست	علم بے نیازی اندر دست
(۲)	معتکف در سرائے راز ہمہ	بے نیاز از پئے نیاز ہمہ
(۳)	چشم شان تا ولایت آدم	اسم شان تا نہایت عالم
(۴)	مَا عَبَدْنَاكَ اجتہاد ہمہ	مَا عَرَفْنَاكَ اعتقاد ہمہ
(۵)	خوردہ یکبادہ بر رخ ساقی	ہرچہ باقیست کردہ در باقی
(۶)	چنگ در حضرت خدائے زدہ	ہرچہ آں نیست پشت پا زدہ

(۱) اس ہست حقیقی کی عزت میں سب نیست و معدوم ہو چکے ہیں سارے جہاں سے بے نیاز ہونے کا جھنڈا ہاتھوں میں لئے ہوئے ہیں۔ (۲) اس بارگاہ راز میں سب معتکف ہیں۔ اور اس بارگاہ پاک میں نیاز مندی کی وجہ سے سب سے بے نیاز ہیں۔ (۳) ان کی نظر آدم کی ولایت تک۔ ان کا نام انتہائے عالم تک۔

(۴) سب کا فیصلہ ہے کہ ہم سے آپ کی عبادت نہ ہو سکی اور سب کا اعتقاد ہے کہ آپ کی معرفت ہم حاصل نہ کر سکے۔

(۵) ساقی کے رُو برو اس کی دید کی شراب پی ہے اور جو اس کے علاوہ تھی وہ سب چھوڑ دی ہے۔

(۶) بس صرف خدا کو اختیار کر لیا اور سب کو قدموں کے نیچے چھوڑ دیا۔

وہ عاشق فانی عین القضاۃ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جوانمردوں کو سارا خلل خاص اسی کا ہے کہ "ایمان ہے یا نہیں ہے۔" اور تم اس پر نازاں و مغرور ہو کہ ہم ایمان والے ہیں۔ اگر تم چاہتے ہو ایمان کا جمال مشاہدہ کرو تو کسی مومن کی تلاش کرو جو نفس کافری کا زنار تمہاری گردن سے کاٹ ڈالے اس وقت تم ایمان کے جمال کا مشاہدہ کر سکتے ہو اور عالم میں یہ صدا لگا سکتے ہو۔ ؎

آں کس کہ ترا ندید او ہیچ ندید　　　واں کس کہ ترا نہ یافت او ہیچ نہ یافت

(جس نے آپ کو نہیں دیکھا اس نے کچھ نہیں دیکھا۔ اور جس نے آپ کو نہیں پایا کچھ نہیں پایا)

حال چوں کہ یہ ہے اس لئے معطل رہنا اور ناامید ہونا شرط نہیں۔ ؎

اندریں رہ اگر تو آں نہ کنی　　　دست و پائے بزن زیان نہ کنی

(اگر تم اس راہ میں جوانمردوں کے کام نہیں کر سکتے کم سے کم تم ہاتھ پاؤں تو مارو گھاٹے میں نہ رہو گے۔)

اگر اس راہ کے مردوں کا ایمان حاصل نہیں ہوتا تو کم سے کم بوڑھی عورتوں اور مخنثوں جیسا ایمان تو ہو گا۔ کیا کیا جا سکتا ہے اگر آفتاب کی دولت غروب ہو چکی تو کم سے کم چراغ تو ہے۔ ورنہ کیا ہم اور کیا فرعون، نمرود، یہود، آتش پرست یا غیاث المستغیثین اغثنا

دل گم گشتہ را انابت جوای　　　مردم دیدہ گشت مردم شوئ

دل گم گشتہ را رہے بنمائی　　　مردم دیدہ را درے بکشائی

یا قبول تو اے ز علت پاک　　　چہ بود خوب و زشت مشتے خاک

کہ نماند ز کار سازئ تو　　　کہ نہ ترسد ز بے نیازئ تو

(دل گم گشتہ کو "انابت جو" یعنی توبہ کا متلاشی بنا دیجئے۔ پتلیاں پتھرا گئی ہیں ان کو حسرت و ندامت کے اشکوں سے دھو کر کام کی بنا دیجئے۔ بھٹکے ہوئے دل کو راہ دکھلا دیجئے۔ آنکھوں کی پتلیوں کے لئے دروازہ کھول دیجئے۔)

اے وہ کہ آپ کے کام ہر علت سے پاک ہیں آپ کی قبولیت کے آگے اس مٹی کے پتلے یعنی آدمی کی نیکیاں اور برائیاں کیا چیز ہیں۔ کون ہے جو آپ کی کارسازیوں کو نہیں جانتا کون ہے جو آپ کی بے نیازی سے نہیں ڈرتا۔)

خلاصہ یہ کہ ہمارا قصہ ہی دراز ہے لکھتے لکھتے ختم نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

شب رفت حدیث ما بپایاں نرسید   شب راچہ گنہ حدیث ما بود دراز

(رات ختم ہوگئی میری حکایت تمام نہ ہوئی اس میں رات کا کیا قصور ہے میری کہانی ہی بڑی لمبی تھی۔)

جب برادرم عزیز نے خط لکھا اور اس خط کے لکھنے میں زحمت بہت اٹھائی تو جواب دینا بھی ضروری تھا۔ اس بنا پر چند سطریں عذر کے ساتھ تحریر میں آئیں۔ عاقبت و خاتمت بخیر ہو۔

والسلام

فقیر شرف منیری

مکتوب ۱۴۲

نامعلوم چیز میں مبتلا ہوجانے کے خوف میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے فرزند! روایت ہے کہ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی دن و قرار نہ تھا ابتلاء و آزمائش کے خوف سے فرماتے وَمَا اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ نہیں معلوم کہ مجھے کس چیز میں مبتلا کریں گے اور تمہیں کس بلا میں ڈالیں گے۔ بندہ خداوند عزوجل کی ابتلاء و آزمائشوں سے لرزاں و ترساں نہ رہے تو کیا کرے۔ ہر آن یہ ممکن ہے کہ چشم زدن میں کسی چیز میں مبتلا کردیں اور ابتلاء کے بعد سلامتی آدمی کو میسر ہوگی یا نہیں جو جتنا زیادہ قوت والے ہوتے ہیں ان کی آزمائش بھی اسی قدر سخت تر ہوتی ہے۔ کیا یہ نہیں دیکھا کہ جناب موسیٰ علیہ السلام کو صبح علی الصباح ان کی ماں سے جدا کردیا اور مغرب کی نماز تک ان کی ماں سے ان کو ملا دیا اس لئے کہ وہ ایک کمزور عورت تھیں اور جناب یوسف پیغامبر علیہ السلام کو والد ماجد سے جدا کردیا پھر چالیس سال کے بعد اور بعض روایت سے اسی سال کے بعد باپ بیٹے کو ملایا کیوں کہ یہ دونوں صاحبانِ قوت تھے۔

اور آزمائش دو طرح پر ہے یا نعمت کے ذریعہ آزمایا جاتا ہے جیسے جناب سلیمان علیہ السلام کو نعمت دے کر آزمایا۔ یا یہ آزمائش رنج ومحن میں ڈال کر ہوتی ہے جیسے جناب یعقوب علیہ السلام کو مبتلا کیا گیا۔ چنانچہ جب نعمت میں مبتلا کرتے ہیں تو شکر کا مطالبہ ہوتا ہے اور جب رنج ومصیبت میں مبتلا کرتے ہیں تو صبر کا مطالبہ فرماتے ہیں یہ دونوں قسمیں وجود انسانی میں داخل ہیں اور دونوں میں اس کا اندیشہ موجود ہے کہ توفیق صبر وشکر کی ملے گی یا نہیں۔ اگر توفیق پاتا ہے تو سلامتی ہے نجات ہے اور اگر توفیق سے محرومی ہوئی تو ہلاکت ہے اور سارا دین اسی دو نوع کی طرف لوٹتا ہے یا شکر کی طرف یا صبر کی جانب۔ اسی موقع کی یہ حدیث ہے اَلْاِیْمَانُ نِصْفَانِ نِصْفُہٗ شُکْرٌ وَّنِصْفُہٗ صَبْرٌ (ایمان کے دو حصے ہیں ایک شکر دوسرا صبر ہے) جب تک موت نہیں آتی ابتلاء وآزمائش باقی ہے تو لازم ہے کہ بندہ ہمیشہ تضرع وزاری کیا کرے اور لرزاں، ترساں رہے، اور اس خوف میں رہے کہ کہیں ابتلا میں نہ پڑ جاؤں اور صبر وشکر کی توفیق نہ ملی تو ہلاک ہو جاؤں گا اگر ایسا ہو تو امید ہوتی ہے کہ یہی تضرع وزاری اور خوف وڈر بندہ کی نجات ورہائی کا سبب ہو جائے۔ اور اگر آزمائش میں پڑ گیا تو توفیق صبر وشکر پائے گا۔

اے بھائی! یہ وہ بارگاہ ہے کہ جہاں دو جہان کے سردار حضور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم جو عصمت کا تاج سر پر رکھتے ہیں وہ فرماتے ہیں یَالَیْتَ رَبَّ مُحَمَّدٍ لَمْ یَخْلُقْ مُحَمَّدًا (کاش محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رب محمد کو پیدا نہ کرتا) اور وہ جو اس دولت عظمیٰ کے مالک ہیں لَوْ وُزِنَ اِیْمَانُ اَبِیْ بَکْرٍ مَعَ اِیْمَانِ اُمَّتِیْ لَرَجَحَ (اگر ابو بکر کے ایمان کا میری امت کے ایمان کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو ابو بکر کے ایمان کا پلہ جھک جائے) وہ کہتے ہیں اے کاش میں درخت کی پتیاں ہوتا جسے بھیڑ بکریاں کھا لیتیں۔ اور وہ جن کا رتبہ ومقام یہ ہے کہ اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا (میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کے دروازے ہیں) وہ کہتے ہیں اے کاش! میں اپنی ماں کے جسم کا خون ہی رہتا تو اور دوسروں کے لئے کہاں چین وآرام کا موقع ہے۔ وہ حق تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اُسے کسی کا خوف نہیں۔ ؎

صد ہزاراں سال ساعت کردنی — طوق لعنت می کند در گردنی

بے نیازیش راچہ کفر وچہ دیں — بے ربائیش راچہ شک وچہ یقیں

گرگ یوسف نی ہست خرد وبزرگ — ورنہ زی او کیست یوسف وگرگ

(سو ہزار سال تک بندگی وعبادت کرتا رہا۔ آخر لعنت کا طوق گلے میں ڈال دیا گیا۔

اس کی بے نیازی کے آگے کیا کفر کیا دین۔ اس کی خاموشی کے لئے کیا شک اور کیا یقین۔
یوسفؑ اور یوسفؑ کا بھیڑیا تیرے اندازہ کے مطابق چھوٹے بڑے ہیں اس کے نزدیک بھیڑیا اور یوسفؑ سب یکساں ہیں۔)

یہی بات ہے کہ ایک عارف سکرات موت میں تھے ان سے لوگوں نے پوچھا کسی چیز کی آرزو ہے؟ تو فرمائیں کہ حاضر کروں۔ کہا، ہاں ہے تو عدم کی ہے ایسا عدم جس کے لئے وجود نہ ہو۔

اے کاش، نبودی لے عراقی　　　کز تست ہمہ فساد باقی

(اے عراقی! کاش تیرا وجود ہی نہ ہوتا یہ ساری خرابیاں تیرے ہی ہونے سے ہیں۔)

اور یہ ہے کہ ایک درویش بیمار ہوئے ان کے ایک عزیز بیمار پرسی کے لئے آئے پوچھا، طبیعت کیسی ہے کیا تکلیف ہے؟ جواب دیا الوجود اپنے ہونے کی تکلیف ہے۔ ایک عزت مآب نے کہا ہے۔ "عالم عدم" کی راحت اور خوشیوں کا بیان جتنا بھر ممکن ہے کرتا ہوں تو اس کے سو حصہ میں سے ایک حصہ بھی بیان میں نہ آسکے۔ اور "عالم وجود" کی ناخوشی اور رنج والم کا جتنا بھر ممکن ہو بیان کروں تو اس کے سو گونا کا ایک گونا بھی بیان میں نہ آسکے۔

کاش کہ ہرگز نہ زادی مادرم　　　تا نہ کردی کشتہ نفس کافرم

(کاش میں پیدا ہی نہ ہوتا تاکہ اس کافر نفس کے ہاتھوں مارا نہ جاتا)

والسلام

فقیر شرف منیری

❋

مکتوب ۱۲۵

فقر و فقرا کی فضیلت، دولتمندی اور دولتمندوں کی مذمت میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فقیری "مکمل راحت ہے اس میں دنیا کی ساری آفتوں سے امن ہے۔ ہاں فقیر کے معاملہ میں انتہائی سختی یہ ہے کہ فقیر پر فاقہ گذرے، فقیر کے فاقہ کی رات اس کی معراج ہے جیسا کہ اہل صفت

اور ارباب تصوف کا قول ہے مِعْرَاجُ الْفَقِيْرِ فِي لَيْلَةِ الْفَاقَةِ فقیر کی معراج کے معنی یہ ہیں کہ اس پر فاقہ گذرے تو کوئی نعمت درویشی یعنی فقیری کی نعمت سے افضل و برتر نہیں ہے۔ ؎

گرچہ چندانی سلیماں کار داشت کز زمیں تا عرش گیر ودار داشت
مسکینت را قدر چوں لشناخت اُو قوت از زنبیل بافی ساخت اُو

(جناب سلیمان علیہ السلام اگرچہ اس درجہ مشغولیت رکھتے تھے کہ زمین سے عرش تک ان کی حکمرانی تھی۔
مسکینیت درویشی کی جب قدر انہوں نے پہچان لی تو تھیلے بننے کے کسب کو اپنی غذا کا ذریعہ بنالیا۔)

اے بھائی! فقر اسرار الٰہی میں سے ایک اہم راز ہے۔ ملک وملکوت (عالم ظاہر و باطن) میں جو کچھ ہے وہ سب معراج کی رات حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دی گئی لیکن حضور نے گوشۂ چشم سے بھی اس کی طرف نہیں دیکھا اور فرمایا اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ فقر ہی میرا فخر ہے اور جناب آدم پیغامبر علیہ السلام کو مسجود ملائک بنایا گیا آٹھوں بہشت تحت تصرف یعنی ان کی حکمرانی میں دیدی گئی جب ان کی نظر فقر کے راز پر پڑی تو آٹھوں بہشت کو ایک دانہ گیہوں کے عوض بیچ دیا اور فقر کا خرقہ زیب تن فرمالیا۔ ؎

جانِ آدم چوں بسترِ فقر سوخت ہشت جنت را بیک گندم فروخت

(جناب آدم کی روح جب فقر کی حقیقت اور اس کے راز سے روشن ہوگئی تو آٹھوں بہشت کو انہوں نے ایک دانہ گیہوں کے عوض بیچ دیا۔)

فرعون و نمرود کو جو کچھ دیا ہے وہ اگر آج تم کو نہیں دیتے ہیں تو اس کے اندر ایک حقیقی راز پوشیدہ ہے۔ کیا یہ نہیں دیکھا کہ تمام نبیوں کے شہنشاہ اور تمام ولیوں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج سے واپس تشریف لاتے ہیں تو گھر میں ایک دن کی خوراک بھی موجود نہیں ہے۔ ایک یہودی سے ایک صاع[1] ایک پیمانہ جَو اُدھار، قرض مانگتے ہیں وہ یہودی طعنہ دیتے ہوئے کہتا ہے آپ کے پاس نہ باغ ہے نہ کھیتی۔ نہ زمین ہے آپ کہاں سے ادا کریں گے یہاں تک کہ اپنی زرہ مبارک گرو رکھ دی تو اس نے ایک صاع جو قرض دیا۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

مصطفٰے چوں آمد از معراج در دام می خواست از جھودی جو مگر
از برائے قوت جَو می خواستش واں جھودی سک گرو می خواستش

---

[1] ایک صاع یعنی پیمانہ۔ ۲۳۴ تولہ کا ہوتا ہے یعنی تقریباً ۳ سیر ڈھائی سیر قریب سوا دو کیلو گرام۔

ہردو عالم دیدہ آن شب ارزنی　　تانبودش روز آن جو یک منی

لاجرم چوں ایں وآں یکسانش بود　　ہردو عالم زیر یک فرمانش بود

(حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج سے واپس تشریف لائے ایک یہودی کے یہاں گئے اس سے دو ڈھائی کیلو گرام جَو قرض مانگا۔ خوراک کے لیے۔ جو حضور نے اس سے طلب کیا تھا اس یہودی نے کہا اپنی زرہ گروی کیجیے تب دیں گے۔ (یہ وہ رات تھی) جس رات کو حضورؐ نے دونوں جہان کو ایک دانہ چینا یا کوئی کے برابر بھی نہ دیکھا لیکن دن کے وقت ایک پیمانہ جَو بھی آپؐ کے خانہ مبارک میں نہ تھا۔ جب یہ اور وہ دونوں حال حضورؐ کے لئے یکساں ہیں تو لازماً دونوں جہان آپؐ کے حکم کے تحت ہیں)

وَالسّلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۱۲۶

ملک، فلک اور جملہ موجودات پر بشر کی فضیلت میں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

امام مظفر! بعد سلام و دعاء کے واضح ہو۔

(۱) سالکِ راحت طلب ریحان راہ　　پیش روح آمد بعد دل رُوح خواہ

(۲) گفت اے عکسی زخورشید جلال　　پر توِ از آفتاب لایزال

(۳) ہرچہ در توحید مطلق آمدست　　آنہمہ در تو محقق آمدست

(۴) چوں بر دنی تو زعقل و معرفت　　نہ تو در شرح آئی و نہ در صفت

(۵) نیست بالائے تو مخلوقے دگر　　نیست بیرون تو معشوقے دگر

(۱) (اے وہ سالکِ راہ کی خوشبو سے فرحت چاہنے والے، تو نے روح (فرحت وخوشبو) پالی ہے اب دل کی گہرائی سے رُوح کی طلب کر۔ (۲) اس نے کہا اے آفتاب جلال کا عکس تو آفتاب لایزال کا پرتو ہے۔

(۳) توحید مطلق میں جو کچھ ہے وہ سب تیرے ہی اندر محقق ہے۔

(۴) چوں کہ تو عقل و معرفت سے باہر ہے اس لئے نہ تو شرح و بیان میں آسکتا ہے اور نہ تیری توصیف ہی ہو سکتی ہے۔

(۵) تجھ سے پرے کوئی مخلوق نہیں۔ تجھ سے باہر کوئی معشوق نہیں۔)

خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کے ان اشعار میں خوب غور و فکر کیجیے اور اس کے رموز و اشارات کو قانون کے مطابق سمجھیے جس کی طلب ہے اسے خود اپنے اندر تلاش کیجیے، چنانچہ اس پر قرآن شاہد ہے سُنیئے وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ہ (وہ تمہارے اندر ہے تم دیکھتے نہیں) اور وہ جو قول ہے کہ حق تعالیٰ کی راہ نہ آسمان میں ہے نہ زمین میں ہے نہ مشرق میں ہے نہ مغرب میں خود تیرے اندر ہے۔ وہ یہی ہے اور یہی وہ مقام ہے جہاں ہوش میں رہنے کی ضرورت ہے۔ خوب کہا ہے جس نے کہا ہے۔ ؎

آدمؑ اول سوئے ہر ذرہ شتافت ۔۔۔ تا بخود راہے نہ رفت او رہ نہ یافت

(آدمؑ ابتداً ہر ذرہ کے پیچھے تلاش و جستجو میں دوڑے جب تک انہیں اپنی معرفت حاصل نہ ہوئی اس کی معرفت حاصل نہ کر سکے۔)

سبحان اللہ! ایک عالم پاک و طاہر فرشتوں سے بھرا ہوا اس گندے آلودہ مٹی کے پتلے کو سجدہ کیسے کرنے اور یہ گدلا بے قیمت خاک کا پتلا خلیفہ (نائب) کیسے ہو جاتا اور آٹھوں بہشت کی جاگیر کے لائق کیسے بن جاتا ھٰذَا سِرٌّ عَظِیْمٌ (یہ ایک بہت بڑا راز ہے) یہ عقل کی پہنچ سے آگے ہے غریب عقل تو بندگی کا آلہ ہے اس کا اسرارِ ربوبیت کے علم تک کہاں گذر ہے۔ ؎

عقل باید تا عبودیت کند ۔۔۔ جانت باید تا ربوبیت کند

عقل گر افزوں بود نقصان تراست ۔۔۔ جاں اگر راجح شود جاناں تراست

(عقل چاہیے تاکہ عبادت صحیح طور سے کی جاسکے تجھے خود اپنی جان کا عرفان ہونا چاہیے کہ ربوبیت حاصل ہو جائے۔ عقل اگر حد سے بڑھ جائے تو سنگین نقصان ہے اور جان اگر غالب اور فائق ہو جائے تو جاناں محبوب و معشوق ہو جائے)

چنانچہ! سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ (پاک ہے میری ذات اور بڑی ہے میری شان) اور اَنَا الْحَقُّ (میں ہی حق ہوں) کا قول اس گندے مٹی کے پتلے سے کیسے برآمد ہو سکتا ہے یہ وہ معمہ ہے جسے ہر شخص پر نہیں کھولتے ہم اور آپ کیا ہیں؟ کہاں ہیں؟ دیکھئے اس وقت یہ شعر سنیئے اور کافی غور و فکر سے سمجھنے کی کوشش کیجیے۔ ؎

ہر چہ ہست در ہمہ عالم ہمیں منم ۔۔۔ مانند در دو عالم از انم پدید نیست

(سارے جہاں میں جو کچھ ہے وہ سب میں ہی ہوں۔ میری مثال دونوں جہان میں نہیں مل سکتی۔)

ہیچ ہستم من ندانم یا نیم   چوں ہمہ ہم اوست آخر من کیم

(میں کچھ ہوں یا نہیں ہوں، میں نہیں جانتا، جب سب کچھ وہی ہے تو آخر میں کون ہوں۔)

عالم میں کون ایسا ہے جو اس مشکل کو حل کرے؟ کاغذ کی اتنی ساری جلدیں سیاہ کرتے ہیں فتوے لکھتے ہیں لیکن اپنے حال کی خود ان کو خبر نہیں ہے کریں کیا یہ معمہ ہی ایسا ہے۔ کسی کی وہاں تک پہنچ نہیں۔ ان اشعار سے سُنئے۔

پشۂ تو می کنی بر پیل جائے   تا بدست خویش اندازی زپائے

صعوۂ تو میروی بر کوہ قاف   تا بمنقار تو بشگافد چو کاف

ذرۂ تو میزنی چوں چشمہ جوش   تا کنی دریائے اعظم جملہ نوش

کار بیرونست از تصویر تو   چند جنبانم بگو زنجیر تو

(تو ایک مچھر ہے اور ہاتھی پر چڑھ کر اسے اپنے ہاتھ سے ہلانا چاہتا ہے۔

تو ایک چھوٹی سی چڑیا مولا ہے کوہ قاف پر جا کر اپنی چونچ سے اس پہاڑ میں کاف کی طرح شگاف کرنا چاہتا ہے۔

تو ایک ذرہ ہے چشمہ کی طرح جوش مارتا ہے تاکہ بحیرۂ اعظم کو گھونٹ جائے۔

یہ کام تیرے تصور سے باہر ہے۔ بتا کب تک ہم تیری زنجیر ہلا کر تجھے ہشیار کرتے رہیں۔)

لیکن امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام میں کہا ہے قَدْ تَحَيَّرْتُ فِيكَ خُذْ بِيَدِي (میں آپ کی ذات میں متحیر اور حیران ہوگیا ہوں میری دستگیری فرمائیے) یہاں معذوری ہے اس سے زیادہ لکھنے کی راہ نہیں۔ ایک عزیز نے معذرت کی ہے۔

اے دریغا ہرچہ گفتم ہیچ بود   دیدہ کور و راہ پیچا پیچ بود

گرچہ رہ جستند ہر سوئے ازیں   پے نہ بردند اے عجب موئے ازیں

خونِ صدیقاں ازیں حسرت بریخت   آسماں بر فرق ایشاں خاک ریخت

(وائے حسرت جو کچھ میں نے کہا وہ کچھ نہ تھا آنکھیں اندھی تھیں اور راہ پیچ و خم سے بھری تھی۔

اگرچہ ہر طرف اس راہ کی تلاش میں دوڑے لیکن ایک بال برابر بھی راہ نہ ملی۔

اس حیرت میں صدیقوں کے کلیجہ سے خون کے فوارے ابل رہے ہیں اور آسمان ان کے سروں پر خاک ڈال رہا ہے۔)

والسلام

مکتوب ۱۲۷

اپنے حال کی ابتری اور خدائے ذوالجلال سے اُمیدواری میں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عزیز شمس الدین برہان حمادی! اللہ تعالیٰ اپنی اور اپنے اولیاء کی محبت سے عزت بخشے آں عزیز کا خطبہ پہنچا، پڑھا۔ اے بھائی! ہمارے تمہارے حال کے اعتبار سے تو ایسا ہی ہے کہ کافر مشرک کو ہماری تمہاری مسلمانی سے ننگ ہے اور یہودیوں نصرانیوں کو ہمارے تمہارے دین سے سوگونا عار ہے۔ یہی ہے جو نالہ و فریاد کیا ہے۔ ؎

کاشکہ ہرگز نزادی مادرم — تا نگردی کشتۂ نفس کافرم

کاشکہ ہرگز نہ بودی نام من — تا نہ بودی جنبش و آرام من

بر دغفلت روزگارم چوں کنم — بر نیاید ہیچ کارم چوں کنم

کاش میری ماں مجھے پیدا نہ کرتی تاکہ میں اس نفس کافر کے ہاتھوں مارا نہ جاتا۔

کاش میرا وجود ہی نہ ہوتا تاکہ مجھ سے کوئی حرکت و سکنت ظہور میں نہ آتی۔

آہ غفلت نے میری راہ ماری ہے کیا کروں اب کسی طرح بنائے نہیں بنتی کیا کروں۔

لیکن اے عزیز مطمئن رہیں سارے جہاں کے لوگوں کے گناہ اور ان کی بداعمالیاں اس کے دریائے رحمت میں ایک قطرہ کی مقدار میں بھی نہیں ہمارے تمہارے گناہ اس دریا کے مقابلہ میں کس مقدار میں ہیں عطار کی جان پر رحمت ہو جیسو کہا ہے۔ ؎

گر گناہ اولین و آخریں — بیش باشد ز آسمان و از زمیں

بر حواشی بساطش آں گناہ — محو گردد جملہ بریک جائے گاہ

قطرۂ چند از گنہ گر شد پدید — در جہاں دریا کجا آید پدید

(اگر تمام اگلے اور پچھلے لوگوں کے گناہ آسمان و زمین سے بھی زیادہ ہوں۔

اس کے فرش کے حاشیہ پر ہی، اسی جگہ وہ سارے گناہ مٹ جائیں گے۔

گناہ کے چند قطرے اگر پیدا ہو گئے تو ایسی رحمت کے دریا میں کب نظر آتے ہیں۔

اے بھائی! بندہ کی گنہگاری میں ایک بڑا راز اور عظیم حکمت ہے۔ اگر ہمارے تمہارے گناہ نہ ہوتے تو اس کی ستاری وغفاری کا نظارہ نہ ہوتا یعنی اس کی ستاری وغفاری ظاہر نہ ہوتی حضور پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پاک میں اسی کا اشارہ ہے۔ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْلَمْ تُذْنِبُوْا لَذَھَبَ اللّٰہُ بِکُمْ وَلَجَاءَ بِقَوْمٍ یُذْنِبُوْنَ فَیَسْتَغْفِرُوْنَ فَیَغْفِرُ لَھُمْ۔ (قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اٹھا لیتا اور ایک ایسی قوم لے آتا جو گناہ کرتی اور پھر استغفار کرتی اور اس کی مغفرت ہوتی۔) ؎

بود عین عفو تو عاصی طلب — عرصۂ عصیاں گرفتم زیں سبب

چوں بستاریت دیدم کارساز — ہم بدست خود دریدم پردہ باز

رحمتت را تشنہ دیدم بر گناہ — آب دیدہ پیش بردم از گناہ

(آپ کا عفو خاص گنہگاروں کا متلاشی تھا اس لئے میں نے گنہگاری کا میدان اختیار کیا۔
جب آپ کی ستاری (پردہ پوشی) کو میں نے کارساز دیکھا تو پھر اپنے گناہوں کا پردہ خود اپنے ہاتھ سے پھاڑ ڈالا۔
آپ کی رحمت کو میں نے گناہ کا پیاسا دیکھا تو اپنی آنکھوں کے پانی کو عذر خواہی کے لئے پیش کر دیا۔)

اے بھائی! آدمی سے گناہ نہ ہو تعجب کی بات ہے۔ باپ آدم صفی اللہ جب صفوت کا تاج رکھنے اور خلافت کے مسند نشیں رہنے مسجود ملائک ہونے کے باوجود دارالسلام میں گناہ سے سلامت نہ رہ سکے تو ان کی اولاد غریب اس بلاخانہ میں رہتے ہوئے ابتلا سے محفوظ رہے حیرت وتعجب ہے اسی کو کہا ہے کُلُّ بَنِیْ اٰدَمَ خَطَّاءٌ وَخَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ التَّوَّابُوْنَ (ہر آدمی خطاکار و گنہگار ہے اور بہترین گنہگار توبہ کرنے والے لوگ ہیں) یہی ایک رمز ہے اور یہی چاشنی ہے۔

اے عزیز! ابتدائے آفرینش سے آخر تک جو گناہوں سے پاک ہیں وہ فرشتے ہیں اور جو اول سے آخر تک گناہوں میں ملوث وآلودہ ہیں وہ شیاطین ہیں لیکن آدم کی اولاد کا گناہ میں گر پڑنا اور پھر اٹھ کھڑے ہونا سرشت میں داخل ہے سبھوں کا یہی حال ہے یہ صرف ہمارا تمہارا حال نہیں۔ ہاں جہاں تک ممکن ہو اپنے ریاضت ومجاہدے سے رکنا نہیں چاہئے یعنی اس درد واندوہ کی طلب میں چلتے رہنا چاہئے اگرچہ یہ درد ایک ذرہ کی مقدار میں ہو تو بھی ہمارے تمہارے لئے کافی ہے۔ جیسا کہ یہ اشعار ہیں۔ ؎

ذرۂ در دخداد ردل ترا بہتر از ہر دو جہاں حاصل ترا
کفر کافر را و دیں دیندار را ذرۂ دردت دل عطار را
گر نماند درد تو عطار را او نہ خواہد کافر و دیندار را

(اگر خداوند تعالےٰ کے درد کا ایک ذرہ تیرے دل میں ہے تو دونوں جہاں سے تیری یہ پونجی تیرے لئے بہتر ہے۔
کفر کافر کو چاہیئے دین دیندار کو عطار کے دل کو تو آپ کے درد کا ایک ذرہ چاہیئے۔
اگر آپ کے عشق کا درد عطار کو نہ ہو تو اسے کافر و دیندار سے کیا کام۔)

اے بھائی! یہاں کام اس کے فضل پر ہے۔ وہ آنِ واحد میں گرے پڑوں کو اٹھا کر ملک و فلک سے گذار دیتا ہے۔ آخر ساحرانِ فرعون کے معاملہ میں غور کر وان کے پاس کون سا عمل تھا اور کون سی عبادت تھی۔ مطلق (عین) کفر و کافری میں اپنے عرفان کا تاج ان کے سروں پر رکھ دیتا ہے اور سارے جہاں کو دکھلا دیتا ہے کہ میرے کام بے علت و سبب ہوا کرتے ہیں ہم جسے چاہتے ہیں اعلیٰ علیین پر پہنچا دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں اسفل السافلین میں گرا دیتے ہیں اور اس میں کوئی علت و سبب نہیں ہوتا۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

ملک در دست شبانے مید ہند منت او بر جہانے مید ہند
صد ہزاراں سال طاعت کردنی طوق لعنت می کنند در گردنی

(ملک و بادشاہی ایک چرواہے کے ہاتھ میں دیدیتے ہیں اور ایک عالم کو اس کا احسان مند بنا دیتے ہیں
دوسرا وہ ہے کہ سو ہزار سال تک عبادت کرنے کے بعد لعنت کا طوق اس کی گردن میں ڈالدیتے ہیں۔)

چنانچہ جس طرح اس کی بارگاہ پاک میں سارے عالم کے گناہوں میں آلودہ ہونے کے باوجود نا امیدی نہیں ہے۔ اسی طرح سارے عالم کی طاعت و عبادت کی پونجی رکھتے ہوئے بھی کوئی مامون نہیں ہے۔

والسلام

شرف منیری

مکتوب ۱۲۸

راہ کی طلب اور نفس بد خواہ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام افتخار! اللہ تعالےٰ نفس کے عیبوں کو دیکھنے کی بصارت عطا فرمائے اور نفس کی بیخ کنی میں مدد عنایت کرے۔

آپ کا مکتوب مرغوب ایک عزیز نے تحفہ کے ساتھ پہونچایا۔ خلوص تھا اس میں اور زیادتی ہو۔ بلاشبہ جو شخص کام میں لگا رہتا ہے تو زیادتی ہوتی ہے۔ مقصود تک پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں لگتی چنانچہ کسی نے کہا ہے۔ ؎

صوفی باید ترا اندیشہ کن　　تا کہ داند گنج یابی پیشہ کن

لیک جد و جہد می باید ترا　　تا در ایں گنج بکشا ید ترا

(تجھے ایک ایسا صوفی چاہیئے جو غور و فکر کر سکے تاکہ خزانہ پانے کے پیشہ کے طور و طریقہ کو تو جان لے۔ لیکن تجھے اپنی طور پر کوشش کرنی چاہیئے تاکہ اس خزانہ کا دروازہ تیرے لئے کھل جائے۔)

لیکن یہ مجاہدہ و ریاضت قانون و اصول کے تحت ہونا چاہیئے تاکہ طلب کی مشقتیں برباد نہ جائیں چنانچہ اس جماعت کے بزرگوں نے اشارہ کیا ہے اور اس کا پتہ دیا ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

؎ در رہ تا رو کاں نشانت دادہ اند　　جہد کن چوں سر براہت دادہ اند

جہد می کن روز و شب در کوئے رنج　　تو کہ ناگاہے بہ بینی روئے گنج

(جس راہ کا تجھے پتہ دیا ہے اس راہ میں چل کوشش کر جب کہ تجھ کو راستہ کا واقف کار دیا ہے۔ (پھر) محنت و مشقت کی گلی میں کوشش کرتا رہ شاید تجھے یکایک خزانہ کا چہرہ نظر آجائے۔)

اور وہ پتہ و نشان جو ان بزرگوں نے بتایا ہے نہ آسمان میں ہے نہ زمین میں نہ مشرق میں ہے نہ مغرب میں ان لوگوں نے القلب بیت اللہ کہا ہے قلب کی نشاندہی کی ہے ہوشیار رہو۔

محراب جہاں جمال رخسارۂ ماست　　　سلطانِ جہاں در دل بیچارۂ ماست

(عالم کا بالاخانہ ہمارے رخسار کا حسن ہے۔ سارے عالم کا بادشاہ ہمارے دل میں ہے)

یعنی حق سبحانہٗ تعالیٰ کی راہ نہ آسمان میں ہے نہ زمین میں نہ مشرق میں نہ مغرب میں حق تعالیٰ تک پہنچنے کی راہ خود تیرے اندر ہے اور وہ، وہ ہے جسے دل کہتے ہیں۔ وہ راز یہی ہے۔ جس نے کہا ہے خوب کہا ہے۔ ؎

تا نیاید جان آدم آشکار　　　رہ نہ دانستند سوئے کردگار

رہ پدید آمد چو آدم شد پدید　　　زد کلید ہر دو عالم شد پدید

(جب تک آدم کی جان ظاہر نہیں ہوئی تھی کوئی بھی حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف جانے کی راہ نہیں جانتا تھا۔ راہ اس وقت ظاہر ہوئی جب آدم پیدا ہوئے انہیں سے دونوں جہان کے تالا کنجی ہاتھ آئی۔)

اے بھائی! ایک جہاں پاک اور طاہر فرشتوں سے بھرا ہوا گدلے مٹی کے پتلہ کو سجدہ کیسے کرتا اور وہ مٹی جو ہر ایسے ویسے کے پاؤں سے روندی ہوئی ہے وہ خلیفہ کیسے ہو جاتی هٰذا اسرٌّ عَظِيمٌ (یہ ایک عظیم راز ہے) اس میں کافی غور کرو تو انشاء اللہ تعالیٰ معنی کی سمت راہ مل جائے گی۔

؎ در جان منی ز راہ معنی　　　چوں یافتہ ام چرا ت جویم

(معنی کی حیثیت سے جب تو میری جان کے اندر ہے تو میں نے پا لیا اور جب پا لیا تو تجھے پھر کیوں ڈھونڈھوں؟)

اے بھائی! اس کی کوشش نہ کرو کہ بہت زیادہ نمازیں کیسے پڑھوں، بہت سارے روزے کیسے رکھوں بلکہ اس میں کوشش کرو کہ نفس کافر جس نے ہماری راہ روک رکھی ہے اُسے کیسے ہٹائیں۔ جس طور سے بھی تم اس کو راہ سے ہٹا سکتے ہو ہٹاؤ۔ اس پر عمل کرنا تمہارے لئے اس جماعت صوفیہ کے فتویٰ سے فرض عین ہے غلبۂ حال کے قانون کے تحت۔ خواہ مسجد میں رہ کر خواہ بتخانہ میں بیٹھ کر خواہ جُبّہ و دستار کے ذریعہ خواہ زنار باندھ کر جیسے بھی ہو نفس کے ہٹانے کے سوا اور دوسری تمام چیزیں سب ہوس ہیں۔ اس معنی کی رُباعی سُنو۔ ؎

در بتکدہ گر خیال معشوقہ ماست　　　رفتن بطواف کعبہ از عقل خطاست

گر کعبہ ازو بوئے ندارد کنشت است　　　با بوئے وصال او کنشت کعبۂ ماست

(اگر بتکدہ میں معشوق کا خیال آتا ہے تو کعبہ کے طواف کے لئے جانا عقل کی رو سے غلطی ہے۔ اور اگر کعبہ میں محبوب حقیقی کی بو نہ ملے تو وہ آتش پرستوں کا آتشکدہ ہے، اور معشوق کے وصال کی خوشبو اگر آتشکدہ میں ملے تو وہ ہمارا کعبہ ہے)

اور وہ جو تم نے سنا ہے کہ کچھ لوگوں نے زنار باندھ لی ہے اور بعض بتخانہ میں داخل ہو گئے اور بعضوں نے شراب خانہ جاکر شراب کا مٹکا سر پر رکھ لیا ہے یہ کیفیت ان سب کی غلبۂ حال میں ہوئی ہے ان اشعار میں اس معنویت کی سیر کرو اور اس ہیں اصول و قانون کے تحت کافی غور و فکر کرو۔ ؎

بارِ دگر پیر ما خرقہ بزنار داد — نقد نود سالہ را بردکیفار داد

پیش بتے سجدہ کرد دین مجازی گزشت — مصحف و سجادہ را رفت بخمار داد

زہد یک سو نہاد راہ قلندر گرفت — بہر یکے کوزہ مے خرقہ و دستار داد

قبلہ بدل کرد زود معتکف دیر شد — رفتے بمحبوب کرد دوست ورا بار داد

(یہ دوسرا موقع ہے کہ ہمارے پیر نے خرقہ زنار پر قربان کر دیا نوّے سال کی کمائی لے گئے اور کفار کے حوالہ کر دیا۔

بت کے آگے سجدہ کر لیا اور (حقیقی دین نہیں) مجازی دین کو چھوڑ دیا وظیفہ کی کتاب اور جا نماز شراب فروش کو دیدی۔

زہد کو کنارہ کر دیا اور آزادی کی راہ اختیار کرلی ایک پیالہ شراب کے عوض خرقہ و دستار دے دیا۔

بہت جلد انہوں نے قبلہ بدل دیا اور بتکدہ میں معتکف ہو گئے رُخ محبوب حقیقی کی طرف کر لیا، دوست نے ان کو بار یابی دیدی)

بدتمیزوں، فضولیوں اور دودھ پیتے بچوں کی طرح جو لوگ ہیں اُن سے اس خط کو محفوظ رکھنا تاکہ وہ لوگ اپنی فضول بکواس میں آلودہ نہ کر دیں اور جو لوگ اہل ہیں ان سے نہ چھپائیں اور بچا کر نہ رکھیں اس لئے کہ علم جس طرح نا اہلوں کو دینا حرام ہے اسی طرح اہل سے اسے روک رکھنا بھی حرام ہے۔ اس گروہ صوفیہ کے لوگوں نے اپنے مذہب میں ایک الگ اصطلاح عام الفاظ کے خلاف وضع کر رکھا ہے جیسے بقا، فنا، سُکر، محو، جمع، تفرقہ، حضور وغیرہ یہ اسی لئے ہے کہ علم نا اہلوں کو دیا نہ جائے اور اہل سے اسے روکا نہ جائے اس لئے کہ دونوں حرام ہے۔ ؎

طعمہ کاں پاکبازاں را دہند — ہرگز آں کے نو نیازاں را دہند

(خوراک کا وہ لقمہ جو پاکبازوں کو دیتے ہیں نئے نیاز مندوں کو وہ نہیں دیا جاتا ہے۔)

اگر ان بیچاروں کو اس گروہ صوفیہ کی اس دولت سے کچھ حصہ دیدیں تو یہ جان لیں کہ یہ کیسی دولت ہے جیسا کہ کہا ہے ؎

گر ترا روزے دریں میداں کشند — ایں رقم بینی کہ بر مرداں کشند

آنگہے ایں شیوہ معنی صد ہزار — بینی و دانی و داری استوار

(اگر تجھے کسی دن اس میدان (مقام) میں لے جائیں تو تو دیکھ لے کہ ان مردانِ خدا کے لئے کیا کیا نعمتیں مقدر رہتی ہیں۔

اس وقت اس شیوہ سے سو ہزار معنی تو دیکھ لے، جان لے، اور یقین کرے)

والسّلام

مکتوب ۱۲۹

تونگری کی مذمّت اور دنیا کے ترک میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نفس قانع گر گدائی می کند — در حقیقت بادشائی می کند
چوں ترا نانے و خلقانے بود — ہر سر موئے تو سلطانے بود

(تھوڑے پر گذر کرنیوالا آدمی اگر فقیری کرتا ہے تو حقیقت میں وہی بادشاہی کر رہا ہے۔
اگر تیرے پاس ایک سوکھی روٹی اور ایک ہی کرتا پھٹا پرانا لباس ہو تو تیرے جسم کا ہر رونگٹا ایک بادشاہ ہے)

اے بھائی! فقیری میں بہت ساری خوبیاں ہیں اس میں طرح طرح کی راحتیں ہیں چین و سکون ہے تونگری میں بے انتہا عیوب ہیں دکھ، مصیبت، قسم قسم کی مشقت و پریشانیاں ہیں اسی کو کہا ہے۔ ؎

ترک دنیا گیر تا سلطاں شوی — ورنہ ہمچوں چرخ سرگرداں شوی
ہر چہ آں با تو فرو نہ آید بخاک — آں ہمہ دنیا بود نے دین پاک

(دنیا ترک کردو تاکہ تم بادشاہ ہو جاؤ ورنہ آسمان کی طرح سرگرداں چکر میں رہوگے۔
ہر وہ چیز جو تمہارے ساتھ قبر میں نہ جائے گی وہ سب دنیا ہے پاک دین نہیں ہے۔)

لیکن لوگوں کو مال کی محبت جو پلیدی دنیا کی ہے اور جاہ و مرتبہ کی الفت جو طاغوت و بت ہے، اس نے اندھا کر رکھا ہے۔ تونگری، دولتمندی کے جملہ عیبوں کو خوبی جانتے ہیں اور فقیری کی جملہ خوبیوں کو عیب شمار کرتے ہیں نمرود و فرعون کا مذہب یہی تھا۔ نمرود نے جناب ابراہیم خلیل اللہ کو درویشی وغریبی کا طعن دیا تھا فرعون نے موسیٰ کلیم اللہؑ کو غربت و فقیری کا عیب لگایا تھا۔ تو جو لوگ آج اس دنیا میں فرعون و نمرود کے مذہب میں ہیں انہیں کل قیامت کے دن عرصۂ محشر میں فرعون و نمرود کے ساتھ کھڑا کردیں تو تعجب نہیں مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ

اسی میں سے ہے۔) ؎

هرچه در دنیا خیالات آں بود　　تا ابد راه وصالت آں بود

(دنیا میں تو جس کے خیال میں رہا ہے ابد تک تو اسی کے ساتھ رہے گا۔)

تمام علماء و حکماء کا اس پر اتفاق و اجماع ہے کہ درویشی کے مقام سے کوئی مقام بالا تر نہیں ہے اور مملکت قناعت کی مملکت سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

هیچ کس را در جهانے بحر و بر　　از قناعت نیست ملکے بیشتر

هر که در راه قناعت مرد شد　　ملک دنیا بر دل او سرد شد

(اس زمین و سمندر کی دنیا میں قناعت سے بڑھ کر کسی کے لئے کوئی بادشاہت نہیں۔

جو قناعت کی راہ کا مرد ہوا دنیا کی بادشاہت و مملکت اس کے دل پر سرد ہو گئی۔)

اہل بصیرت کا قول ہے آدمی کے لئے معرفت خداوند تعالےٰ کی علامت یہ ہے کہ وہ دنیا ترک کئے ہوئے ہو تو جہاں دنیا کا ترک ہے وہاں معرفت بھی ہے اور جہاں دنیا کا ترک نہیں تو معلوم ہوا کہ وہاں معرفت بھی نہیں ہے اس لئے کہ ترک اور معرفت دونوں کلمۂ شہادت کا معنیٰ ہیں اور کلمۂ شہادت نفی و اثبات سے مرکب ہے نفی دنیا کا ترک ہے اور اثبات معرفت خداوند تعالےٰ ہے تو جس نے دنیا کی نفی کر دی اس نے مکمل نفی کی۔ اور جس نے خداوند تعالےٰ کی معرفت حاصل کی اس نے کامل اثبات کیا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه حقیقی طور پر کہنا یہی ہے اور اگر عادت کے طور پر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہتے ہو تو اس کا کیا فائدہ۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

ترک دنیا گیر تا دینت بود　　آں بده از دست تا اینت بود

گر دلت آگه ز معنی آمده است　　کار دینت ترک دنیا آمده است

(دنیا کا ترک اختیار کر تاکہ تیرا دین خالص ہو جائے دنیا ہاتھ سے دیدے تاکہ حقیقی دین ہاتھ آجائے۔

اگر تیرا دل معنی و حقیقت سے آگاہ ہے تو تیرے دین کا اصل کام دنیا کا ترک کرنا ہے۔)

والسّلام

خاکسار شرف منیری

مکتوب ۱۳۰

فیض کا حصول خاص مستعد کے لئے (دوسری عبارت میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آنرا کہ چناں جمال باشد گر ناز کند حلال باشد
در عالم خویش عاشقاں را گر بار دہد مجال باشد
زو منع جمال خوب واللہ نقصان نبود کمال باشد

(جو ایسا صاحب جمال ہو وہ اگر ناز کرے تو اس کے لئے حلال ہے۔
اگر عاشقوں کو اپنی حریم خاص میں باریابی کا شرف بخشے تو یہ اس کے لئے جائز ہے۔
حُسن و جمال کی حسین صنعت کو اللہ کی قسم نقصان نہیں ہوگا اس کا کمال کمال ہی رہے گا۔)

خواجہ مُہذب اکرمہ اللہ بمحبتہ

آن عزیز کا خط ملا، پڑھا گیا۔ دلنشیں کرلیں۔ ہاں ایسا ہی ہے کہ فیض منقطع نہیں ہے لیکن لِمَنْ کَانَ اَھْلاً لَہٗ اس کے لئے جو اس کا اہل ہو۔ اس لئے کہتے ہیں کہ دولت مستعدین سے نہیں گذری اگر کوئی مستعد ہو اور اس دولت کے پہنچنے میں تاخیر ہوتی ہے اس لئے کہ اَلْاُمُوْرُ مَرْھُوْنَۃٌ بمواقیتھا (تمام کاموں کا وقت متعین ہے۔) اس تاخیر میں حکمت ہے کہ بندہ اس وقت کے انتظار میں قاضی الحاجات کے در پر بیٹھا رہے جب وقت آجاتا ہے تو فیض سوال اور تقاضا کے بغیر اپنا کام کرجاتا ہے اور کہتا ہے اَنَا لَکَ اِنْ شِئْتَ اَم ابیت (تم چاہو یا نہ چاہو ہم تمہارے ہیں) اسی کو کہا ہے

حق بشباں تاج نبوت دھد ورنہ نبوت چہ شناسد شباں

(حق سبحانہ تعالےٰ ایک چرواہے کو نبوت کا تاج عطا فرماتا ہے ورنہ چرواہا نبوت کو کیا پہچانے)

لیکن مشتاقوں کی یہ خاصیت ہے کہ جس کا وعدہ ہے اسے وہ نقد چاہیئے اور جس کے لئے وقت متعین و مقرر ہے اسے وہ موجود چاہتا ہے۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

یا مراد ما بدہ یا فارغم کن از مراد وعدۂ فردا ہا کن یا چناں کن یا چنیں

(یا میری مراد دے دیجئے یا مجھے مراد سے آزاد کر دیجئے کل کا وعدہ چھوڑ دیجئے بھی یا یہ کیجئے یا وہ کیجئے)

عجب نہیں کہ جناب موسیٰ علیہ السلام کا رَبِّ اَرِنِی اَنظُرْ اِلَیکَ اسی قبیل سے ہو۔ ورنہ انبیاء علیہم السلام تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عارف ہوتے ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ دنیا اس دیدار کی دولت کی جگہ نہیں جہاں دیدار کے جائز ہونے کی تعلق ہے اس کا وعدہ کل کے لئے اسی غلبۂ شوق سے مغلوب ہو کر کل کے وعدہ کو آج ہی نقد طلب کرتے ہیں۔ اور جس کا وقت مقرر ہے اسے اسی وقت موجود چاہتے ہیں۔ ؎

چہ کس است خاک بارے کہ زفرط شوق ہر دم اَرِنِی رسد نہ ترسد ز جواب لَن تَرَانِی

(یہ خاک کا پتلا بھی کیا چیز ہے کہ فرط شوق سے ہر دم اَرِنِی کا نعرہ لگاتا ہے اور لن ترانی کے جواب سے نہیں ڈرتا)

؎ چوں عاشقِ خاص راز حضرت برفور جواب لن ترانی ست

اے دوست بداں کہ درخور ما چونی و چرائی و شبانی ست

(جب کہ عاشقِ خاص کو اس بارگاہ پاک سے جواب فی الفور لن ترانی (تم مجھے نہیں دیکھ سکتے) کہا جاتا ہے تو اے دوست یہ اچھی طرح جان لو کہ ہمارے تمہارے لائق ایسے ویسے اور چرواہی کے سوا کیا ہے)

اگرچہ جائز تھا لیکن حکمت کے تقاضا کے مطابق نہ تھا اس لئے لن ترانی کا جواب ملا۔ خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ نے جو کہا ہے کیا وہ تم نہیں جانتے؟۔ ؎

عشق را امروز فردا کے بود کفر و دیں ایں جا و آں جا کے بود

کار عاشق اضطراری او فتد واں زفرط دوستداری او فتد

(عشق میں آج اور کل کہاں ہوتا ہے۔ کفر، دین، یہاں، وہاں کب ہوتا ہے۔

عشق کے کام بے اختیاری ہوتے ہیں اور یہ سب محبت کی زیادتی میں ان سے ہو جاتا ہے۔)

اَلعِشقُ جُنُونٌ اِلٰھِی (عشق اللہ کی محبت کا جنون ہے) اس مسئلہ میں عقل غریب اس سے بہت دور ہے۔

؎ محرم سرِّ عشق مردم نیست محرم سرّ او جز اللہ نیست

(اسرار عشق کا محرم آدمی نہیں ہے اس کے اسرار کا رازداں اللہ کے سوا کوئی نہیں۔)

اے بھائی آفتاب اپنی ذات سے ضیا بار اور فیاض ہے لیکن اس کی یہ فیاضی و ضیا باری اہل استعداد اور قبولیت کی قابلیت رکھنے والے کے لئے اگر کوئی دیوار کی اوٹ میں چلا جائے تو

وہ حجاب میں ہوگا تو محرومی آفتاب کی طرف سے نہیں ہوگی آفتاب کی طرف سے دھوپ کی رکاوٹ نہیں تو ہم لوگوں کو شکایت خود اپنی بد اقبالی سے ہے۔ سر پر خاک ڈالنی چاہیئے اور اپنا ماتم کرنا چاہیئے اگر یافت کی خوشی نہیں ہے تو رنج و مصیبتِ نایافت تو ہو۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔ ؎

وصلِ خاصاں راست من زیشاں نیم اے بخت بد۔

بہر من اندازۂ ادبار من کارے بہ بیں۔

(اے مری بری قسمت وصل تو خواص کے لئے ہے میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں تو اے بختِ بد میرے بد اقبالی کے اندازے کے موافق کوئی کام تلاش کر۔) ؎

اے تو سر فضل من نداری — من عادت بخت خویش دانم

والسلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۱۳۱

مولانا مظفر (قدس سرہ) کے سوالات کے جواب میں

جو مولانا حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کے کلمات سے متعلق ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گفتگوے اَنَا بحالت کشف — ہر کہ گوید از و خطا نبود

حاصل اندر زمانہ استغراق — شاہد روح جز خدا نبود

(حالت انکشاف میں جو بھی انا کہتا ہے خطا نہیں۔ زمانۂ استغراق میں شاہد روح خدا کے سوا نہیں ہوتا۔ جب سالک پر اس آیۃ کریمہ کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ وَّ یَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ

زمین کے اوپر جو کچھ ہے سب فنا ہونے والا ہے اور باقی رہے گی اللہ بزرگ و برتر کی ذات کا کشف ہوا تو وَحدَہٗ لَا شَرِیکَ لَہٗ نے اس پر جلوہ فرمایا اس وقت اَنَا کے سوا کیا کہے گا لیکن جب غیرت کے کوتوال نے سیاست کی سولی لگا رکھی ہے اور اعلان کر دیا ہے کہ مَنْ صَرَّحَ بِالتَّوحِیدِ نقتلہ اَولیٰ مِنْ اِحیاءِ غیرہٖ (جو توحید کو کھول کر بیان کرے اس کا قتل کیا جانا دوسروں کے زندہ رہنے سے بہتر ہے) ایسے میں لب بند نہ رکھیں تو کیا کریں۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

زمستی گر بگوید رمز عشقش جزا ایش در طریقت دار باشد

(مستی میں اگر کسی نے اس کے عشق کا راز کھول دیا تو طریقت میں اس کی سزا دار ہے)

ایک اہم بات:۔ اے بھائی! ذکر والوں نے ذکر کے بارے میں جو کہا ہے وہ یہ ہے:

اِنَّ اَوَّلَ مَاذکر اللہ بہ نَفْسَہٗ ھُوَ اَنَا فَذکرہٗ عَلی الحقیقۃِ اَنَا وباقی الاذکار کلھا بل جمیع کلام العالم حتّٰی صَوتِ الحَیوَانِ صداءٌ لِتِلکَ الکلمۃ اعنی انا فَمَادَامَ الذَّاکِرُ یَسْمَعُ مِنْ بَاطِنِہٖ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ اَوْھُوَ اَوْ اَنْتَ او ای اِسم کَانَ فَھُوَ یَسْمَعُ الصَّدَاءَ فَاِذَا سَمِعَ اَنَا وَلَمْ یَقدِرْ عَلٰی رَفعِہٖ فَھُوَ الذِّکْرُ الحقیقی۔ (کہ بیشک اللہ نے اپنا جو ذکر کیا وہ اَنَا تھا اور یہ اَنَا اس کا ذکر حقیقی تھا باقی تمام اذکار سب کے سب بلکہ عالم کا سارا کلام یہاں تک کہ حیوانات کی آواز اسی کلمہ اَنَا کی صدا ہے ذاکر جب باطن میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ یا ھُو یا انت یا کوئی اور اسم سنتا ہے وہ اسی صدا سے سنتا ہے اور جب اَنَا سنتا ہے اور اس کو رفع کرنے کی قدرت نہیں رکھتا تو یہی ذکر حقیقی ذکر ہے)۔

لیکن حق سبحانہٗ تعالےٰ جو کچھ سالک کو خود اس کے جسم کے اندر کی آواز کے ذریعہ بلکہ تمام جمادات، نباتات، حیوانات کی آواز کے ذریعہ سنواتا ہے تو یہاں پر دیکھنا اور غور کرنا ہوگا کہ اگر سالک وہی ذکر ان سے سنتا ہے جو وہ خود کرتا ہے تو وہ ذکر اس کے یعنی سالک کے ذکر کی صدا (بازگشت ہے) اور یہ کشف، کشف خیالی ہے کشف حقیقی نہیں۔ اور وہ ذکر جو ہر اس چیز کے لئے مخصوص ہے ان سے اگر سنتا ہے تو یہ کشف صحیح ہوتا ہے اور حقیقی ہوتا ہے ان دو حقیقتوں پر غور و فکر کریں وہ ساری باتیں جو آپ نے لکھی تھیں حل ہو جائیں گی ان شاء اللہ تعالےٰ۔

اہم بات:۔ اے بھائی خمخانہ محبت سے جتنا بھی پلایا جا رہا ہے پیالہ پر پیالہ پیتے جایئے اور مستی نہ کیجئے۔ ؎

"لا" بنِ زباں کہ عاشقانش — در عشق نمی خرند گفتار
دیدی کہ بمُسکر عشق رمزے — حلاج بگفت رفت بردار

(لا یعنی نہیں' ان کے عاشقوں کی زبان کا قفل ہے عشق میں کچھ بولنے کی اجازت نہیں۔
کیا نہیں دیکھا کہ نشہ میں عشق کا ایک راز منصور نے کہہ دیا اور دار پر چلے گئے۔)

اپنی اس مے نوشی پر خوش رہیں خوب ہے' مبارک ہو۔ ہر روز تشنگی بڑھتی رہے ؎

ہست دریائے محبت بے کنار — لاجرم یک تشنگی شد صد ہزار

(محبت کا دریا اتھاہ ہے یقیناً یہاں کی ایک پیاس سو ہزار تشنگی ہے۔)

یہاں کے کام ہمت کے اندازہ سے ہوتے ہیں۔ ہمت جس قدر بلند تر ہوگی پینے والا اتنا ہی زیادہ تشنہ ہوگا۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

ہر کہ صاحب ہمت آمد مرد شد — ہمچو خورشید از بلندی فرد شد
ہر کہ از ہمت دریں راہ آمدست — گر گدائی می کند شاہ آمدست

(اس راہ میں جو صاحب ہمت ہیں وہی مرد ہیں اپنی اس بلند ہمتی سے فرد ہو چکے ہیں۔
جو ہمت کے ساتھ اس راہ میں داخل ہوا، اگر گداگری کرتا ہے تو وہی بادشاہ ہے۔)

(نادر بات) اے بھائی! وقت کی افتاد و پریشانیوں کو جھیلنا ہی ہے سالک کو اس کے سوا چارہ نہیں ہے۔ لطف و جلال کے سایہ و دھوپ میں پرورش پانا ہی ہے ورنہ خامی رہ جائے گی سب کے ساتھ یہی معاملہ ہے یہ محض آپ ہی کے لئے نہیں ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

تا نگردی نقطہ در دائرے پسر — کے تواں گفتن ترا مرد اے پسر
سرد و گرم زمانہ ناخوردہ — نہ رسی بر در سراپردہ

(اے لڑکے! جب تک تو سراپا درد نہیں ہو جاتا اس وقت تک تجھے مرد کیسے کہہ سکتے ہیں
تو نے زمانہ کا سرد و گرم چکھا نہیں ہے اس لئے تو اس خیمہ کے در تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔)

(ایک بات) سالک کے ساتھ یہ سب کچھ جو ہوتا ہے وہ درمیان سے غیرت کا پردہ ہٹانے کے لئے ہوتا ہے اس کی ہلاکت کے لئے نہیں ہوتا آپ دل مطمئن رکھیں۔ اور سنئے کیا کہا گیا ہے۔ ؎

در محبت تا کہ غیرے ماندت — در درونِ کعبہ دیرے ماندت

(جب تک محبت میں غیر کا وجود باقی ہے یوں سمجھ تو کعبہ میں بتخانہ چھپا ہوا ہے۔)

چوں نماند در دل از اغیار نام　　پردہ از محبوب برخیزد تمام

(جب دل سے غیر کا نام مٹ جاتا ہے تو محبوب و محب کے درمیان پردہ پورے طور پر اٹھ جاتا ہے۔)

(خاص بات) اے بھائی! مکاشفات کی جب کوئی انتہا نہیں تو وہ تحریر میں کیسے آسکتے ہیں۔ اور وہ مکاشفے عبارت و بیان میں کتنے بھر آئیں گے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

شرح دادن حال عاشق جاوداں　　از عبارت بر تر است و از بیاں
گر زباں گردد دو گیتی سالہا　　ہم نیارد داد شرح حالہا

(زندہ جاوید عاشق کے حال کی تشریح عبارت و بیان سے بالاتر ہے۔ اگر یہ دونوں جہان سراپا زبان بن جائیں اور سالہا سال عاشقوں کے احوال بیان کرتے رہیں جب بھی حق ادا نہیں کر سکتے۔)

(اہم بات) ایسے سمندر کو جس کے تہہ کی انتہا نہیں اسے پینا، گھونٹ جانا اور سب صاف کر لینا یقیناً بہت مشکل ہے ایسی مشکل ہے کہ پہاڑ نیست و معدوم ہو جائے کہیں جب وہ ہمت کی بلندی کے ساتھ ہے تو سمندر اس کی لامحدود بلند ہمتی کے آگے ایک قطرہ ہو جاتا ہے اس حال میں امام شبلی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا ہے رَبِّ زِدْنِی تَحَیُّراً (میری حیرت کو اور افزوں کیجئے) جب پی کر مست ہوتا ہے تو تشنگی زیادہ ہو جاتی ہے جتنا بھی پینا چاہے پی سکتا ہے۔ ؎

مست ستم مرا شراب دہید　　خرقہ و سبحہ ام بآب دہید
ہر کرا یک ذرہ خلت دست داد　　ہر دمش صد گونہ دولت دست داد

(میں مست ہوں مست، مجھے شراب دو شراب۔ میرے تسبیح خرقہ کو بھی پانی میں ڈال دو۔
جس کسی کو دوستی کا ایک ذرہ حاصل ہوا تو ہر لحہ اس کو سینکڑوں گونہ دولت حاصل ہوتی ہے۔)

(خاص بات) جب کوئی شخص بلا کا خوگر ہو جاتا ہے تو بلائیں اس کے لئے عیش بنجاتی ہیں اس بلند ہمتی کے رُو سے یہ ہو سکتا ہے کہ بلاؤں کا سمندر گھونٹ جائے اور اپنی جگہ سے ہٹے بھی نہیں۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎　بر دار چو می بینی بہ توسط جمال او　　در چار سوئے عشقش بے دار نباید بود

(تو جب دار پر مسلسل متواتر اس کا جمال دیکھتا ہے تو اس کے جہان عشق کے چاروں طرف دار سے خالی نہیں رہنا چاہئے)

(ایک بات) اے بھائی! توحید کی راہ جو مردوں کا دین ہے وہ اتھاہ سمندر ہے وہاں علم و عقل سب غرق ہیں اسے تحریر و بیان میں کیوں کر لایا جا سکتا ہے جو شخص اس دریا میں گیا وہ عالم حیرت میں ڈوب گیا۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

قطرۂ کو غرقہ دریا بود　　ہر دو کونش جز خدا سودا بود

(وہ قطرہ جو دریا میں غرق ہوگیا اس کے لئے دونوں جہاں سوائے خدا کے دیوانہ پن اور جنون ہے)

اور ایک عزیز نے اسی معنی میں یہ بھی کہا ہے۔

بگو با من چہ دینداری خوشم با دین توحیدش[1]
ہمیں دینم صواب آمد دگر دینہا خطا دیدم
نہ من بے اُو نہ اُو بے من ولیکن من دو چوں گویم
کہ در دینِ یکے گویاں دو گفتن ناروا دیدم

(کہو، تمہارا کون سا دین ہے میں تو اس کے توحید والے دین سے خوش ہوں میرے نزدیک یہی دین صحیح ہے باقی تمام دین کو میں نے غلط دیکھا۔)

نہ میں بغیر اس کے نہ وہ بغیر میرے میں وہ اور وہ میں پھر دو کیوں کہوں موحدین 'اہل توحید' کے دین میں دو کہنا ہی ناروا ہے۔)

(ایک خاص بات) اے بھائی! فیض رحمت جس قدر اپنے اندر زیادہ دیکھئے اُسی قدر عاجزی، کمتری، نیازمندی، انکساری پیش کیجئے اور سب کچھ اس کی جانب سے سمجھئے اپنے عمل کا ثمرہ نہ جانئے تاکہ سلامتی سے منزل تک پہنچ جائیے اور کسی قسم کا کوئی چوٹ نہ کھائیے۔

ہر چہ از ہدیہ داری اے درویش　　ہدیۂ حق شمر نہ کدیہ خویش

(اے درویش جس قدر نوازشات کے تحفے تجھے ملے ہیں اسے حق سبحانہٗ تعالےٰ کی عطا سمجھ اپنے عمل کا ثمرہ نہ جان۔) اور کسی ایک نے اسی معنی میں کہا ہے۔

ہر کس کہ ذلیل کرد خود را　　اندر نظرش ہمہ خلیل است
عاشق ز برائے عزِ معشوق　　در دنیا و آخرت ذلیل است

(جس شخص نے خود کو ذلیل و خوار کر دیا وہ اس کی نگاہوں میں اس کا کامل خلیل ہے عاشق معشوق کی عزت کے لئے دنیا و آخرت میں ذلیل ہے)

(ایک بات) اے بھائی! سالک کے لئے ایک شرط قناعت ہے جس کسی کو سامان معاش میں

---

[1] یہ پوری نظم لبِ دہشت کے مکتوب ۱۵ ر میں ہے اور خوب ہے۔ (تسیم)

قناعت نہ ہو اس سے کہو کہ بازار جاکر سودے بیچے اسے ان باتوں سے کیا سروکار قناعت ایک ایسا ملک ہے کہ جس سے بڑھ کر کوئی ملک نہیں ہے۔ چنانچہ کسی نے کہا ہے۔

ہیچ کس را در جہان بحر و بر　　　　از قناعت نیست ملکے بیشتر
ہر کہ در راہ قناعت مرد شد　　　　ملک دنیا بر دل او سرد شد

(اس زمین و سمندر میں کسی کے لئے قناعت سے بڑھ کر کوئی ملک نہیں ہے۔ جو شخص قناعت کی راہ میں مرد ہوا دنیا کا ملک اس کے دل پر سرد ہو گیا۔)

(ایک بات) جہاں تک ممکن ہو حقوق کی رعایت کا خیال رکھیں کہ یہ شرط راہ ہے تاکہ سلامتی سے راہ طے ہو عقل کا نادر طریقہ سیدھی راہ اختیار کرنا ہے سچ بولنے اور سیدھی راہ چلنے میں بلاشبہ نعمت کی زیادتی ہوتی ہے کسی طرح کا نقصان نہیں ہوتا کیا یہ نہیں دیکھتے کہ جو سیدھی راہ اختیار کرتے ہیں وہی منزل تک پہنچتے ہیں۔ اسی کو کسی نے کہا ہے۔

ہر کہ در راہ محمد رہ نیافت　　　　تا ابد گردی ازیں درگہ نیافت
دولت آنجا جو و دیں آنجا طلب　　　　مرجع اہل یقیں آنجا طلب

(جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ نہیں پائی اگر قیامت تک تلاش و جستجو میں چکر کاٹتا رہے اس بارگاہ تک اس کی گذر نہیں ہو سکتی دولت یہیں ڈھونڈھو دین یہیں تلاش کرو اگر اہل یقین کے مرجع کی تلاش ہے تو وہ بھی یہیں ہے)

اسی کو کہا گیا ہے کہ کچھ لوگ اپنی جہالت اور خود رائی سے بغیر کسی راہبر کے اپنے فاسد گمانی اور باطل خیال کے ساتھ اپنی خواہش سے اس راہ میں چل پڑے ہیں لازماً کسی منزل و مقام میں نہیں پہنچ سکتے اگرچہ وہ ساری عمر اس میں بسر کر دیں۔ اسی کو کہا ہے۔

کور ہرگز کے تواند رفت راست　　　　بے عصا کش کور را رفتن خطاست
راہ دور است و پر آفت اے پسر　　　　راہ رو را می بباید راہبر
گر ترا درد است پیر آید پدید　　　　قفل درد ترا کلید آید پدید

(اندھا کب سیدھی راہ چل سکتا ہے لاٹھی پکڑ کر چلانے والے کے بغیر اس کا چلنا ہی خطا ہے۔ اے عزیز! راہ بہت لمبی اور آفتوں سے بھری ہوئی ہے ایسی راہ کے چلنے والے کے لئے ایک راہ بتلانے والا ضروری ہے۔ اگر تجھے درد طلب ہے تو پیر خود آجائیں گے تیرے درد کے تالا کی کنجی تجھے حاصل ہو جائے گی۔)

آپ کے خط میں بہت ساری اہم باتیں ہیں جب یہ قصہ ہی بہت دراز ہے تو اختتام تک کیسے پہنچے اسی کو کہا ہے۔ ـــ

شب رفت حدیث ما بپایاں نرسید شب راچہ گنہ حدیث ما بود دراز

(رات ختم ہوگئی اور میری حکایت تمام نہ ہوئی اس میں رات کا کیا قصور ہے، میری کہانی ہی بڑی لمبی تھی)

اس مکتوب میں جتنا بھر لکھا گیا انشاءاللہ اس سے غرض حاصل ہوجائے گی ایک زمانہ سے یہ مثل مشہور ہے "آنجا کہ کس است حرفے بس است" جہاں کوئی اہل ہے وہاں ایک حرف ہی کافی ہے۔

والسلام

شرف منیری

مکتوب ۱۳۲

مُرید کی رہنمائی اور ہمّت افزائی میں

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

درموعدۂ وصال اگر باریافتی قدسی شدی لذتِ اذکار یافتی

در بارگاہ قدس بہمت درآمدی پس قوت نہفتن اسرار یافتی

زاں مرتبہ کہ بود تراالنفس اندراں برترشدی وصحبت ابرار یافتی

(اگر وصال کی وعدہ گاہ میں تونے باریابی حاصل کرلی تو تو فرشتہ ہوگیا اور اذکار کی لذت تونے پالیا۔ اور اگر بارگاہ پاک میں تو ہمت کے ساتھ داخل ہوا تو اسرار چھپانے کی قوت تونے پالیا۔ اس خاص مقام کی بدولت کہ جہاں تیرا نفس ذلیل وخوار تھا تو بلند وبالا درجہ پر پہنچ گیا اور ابرار کی صحبت تونے پالیا۔)

فرزند فخر الدین! اللہ تعالیٰ سالکین کے مقام کی بلندی عطا فرمائے۔

کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام ودعاء قبول کرو۔ فرزند عزیز کا خط ملا جس میں آپ نے اپنے احوال ومعمولات کو صراحت ووضاحت کے ساتھ لکھا ہے، پڑھا، اس کے پڑھنے میں فرحت،

خوشی اموانست بہت ہوئی الحمد للہ علیٰ ذالک مبارک ہو۔ اے فرزند! اپنے کام میں پل جاؤ اور مردانہ وار راہ توحید میں جو مردوں کی راہ ہے قدم بڑھاتے چلو تاکہ استقامت و ترقی ہر روز افزوں ہوتی جائے انشاء اللہ تعالیٰ۔ ؎

چوں ہمہ یاد تو از مولیٰ بود ہمچو مجنونت ہمہ لیلیٰ بود
نیست کن ہرچہ رہ ورا ے بود تا دلت خانۂ خدا ے بود

جب تیری ساری یاد تیرا سارا ذکر خود ند کور یعنی مولیٰ ہو جائے تو پھر مجنوں کی طرح تیرے لئے سارا عالم لیلیٰ ہی لیلیٰ ہو جائے۔ جو کچھ ہے ان سب کو نیست و معدوم کر دے تاکہ تیرا دل خدا کا گھر بن جائے۔

جب تم نے اپنے کام کو ایسا کر لیا تو پھر تم اس دولت تک پہنچ گئے جو قلب المؤمن عرش اللہ (مومن کا قلب اللہ کا عرش ہے) اور الرحمٰن علی العرش استویٰ کا راز ہے وہ تمہارے اندر ظاہر و پیدا ہو جائے گا۔ اس وقت تم یہ صدائے غیبی سنو گے۔ ؎

وعدۂ وصل عاشقاں اکنوں ست وعدۂ وصل دیگراں فردا

(دوسروں کے لئے وصل کا وعدہ کل کا ہے عاشقوں کے لئے وصل کا وعدہ آج اور اسی وقت ہے)

اور یہ فرمان شاہی تمہارے نام لکھا جائے گا۔ ؎

ہر کہ در سر محبت بندہ شد تا ابد ہم محرم و ہم زندہ شد

(جو شخص اس راز محبت کا بندہ ہو گیا وہ ہمیشہ کے لئے محرم اور زندہ جاوید ہو گیا)

لیکن اے فرزند! وقت کی سختیاں جھیلنا ہی ہے اور اس کا بوجھ اٹھانا ہی ہے بال بچوں کے ہنگاموں کو ختم کرنا چاہیئے اس راہ توحید کی مشکلات کو شہد و شکر کی طرح نوش جاں کرنا چاہیئے۔ آخر یہ تو تم نے سنا ہی ہے نا کہ خزانہ بغیر مشقت و تکلیف اٹھائے نہیں ملتا ہے چنانچہ کہا ہے۔ ؎

لیک جد جہد می باید ترا تا دریں رہ گنج بکشاید ترا
زانکہ در راہے کہ گنج آنجا نہند ہیچ شک نبود کہ رنج آنجا نہند

(لیکن تجھے مجاہدہ و ریاضت کرنا چاہیئے تاکہ اس راہ توحید کا خزانہ تجھ پر کھولدیا جائے۔ یہ اس لئے کہ جس راہ میں خزانہ رکھا جاتا ہے اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ اس کے ساتھ مشقت و محنت بھی رکھی جاتی ہے)

اور یہ معاملہ صرف تمہارے ساتھ نہیں ہے اس راہ کے تمام سالکوں کے ساتھ یہی ہوتا ہے۔

فرزند عزیز کے کام کو مولانا مظفر کے حوالہ کر دیا گیا ہے جو کچھ ان سے سنیں اسے ایسا تصور کریں کہ وہ مجھ سے سنا ہے چنانچہ اس کام کے تمام امور میں ان کی فرماں برداری کریں اور اس راہ سلوک میں جو پیش آئے اسے ان کے آگے پیش کریں اور اس کا حل ان سے طلب کریں اور ہمت بلند رکھیں اس لئے کہ بے ہمت مرید کو ترقی نہیں ہوتی۔ چنانچہ کہا ہے۔

چنگ در حضرت خدائے زدہ — ہرچہ آں نیست پشت پائے زدہ
خوردہ یک بادہ بر رخ ساقی — ہرچہ باقیست کردہ در باقی

(بارگاہ خداوندی پر ہاتھ رکھے ہوئے ہیں خدا کے سوا جو کچھ ہے اسے پاؤں سے کچل دیا ہے ساقی کے روبرو اس کے دید کی شراب کا ایک جام چڑھاتے ہیں اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے سب کو چھوڑ دیتے ہیں۔)

والسلام

فقیر شرف منیری

مکتوب ۱۳۳

خداوند عالم کی بے نیازی اور بنی آدم کی آزمائش میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا قبولی تو اے ز علت پاک — چہ بود خوب و زشت مشت خاک
بد ما نیک شد چو پذیرفتی — نیک ما گشت بد چو بگرفتی

(اے وہ ذات کہ آپ کے کام علت سے پاک ہیں آپ کی قبولیت کے آگے اس مٹی کے پتلے کی نیکیاں اور برائیاں کیا ہیں؟ میری برائی نیکی ہو جائے اگر آپ اپنے فضل سے قبول فرمالیں اور اگر آپ مواخذہ فرمائیں تو میری تمام نیکیاں برائی بن جائیں۔)

کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعاء قبول کرو برادر عزیز کا خط ملا مضمون سے آگاہی ہوئی۔ جہاں بھی تم ہو اور جس کام میں لگے ہوئے ہو اس کے لئے دل شکستگی اختیار کرو اس

لئے کہ ٹوٹی ہوئی چیز کی کوئی قیمت نہیں ہوتی لیکن دل جس قدر ٹوٹا ہوا ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ قیمتی ہوجاتا ہے نا امید نہ ہوں اس لئے کہ اللہ تعالےٰ کا معاملہ اطاعت گذاروں کی اطاعت و فرمانبرداری سے منزہ و پاک ہے اور گنہگاروں کے گناہوں سے مقدس ہے نہ تو نیکوکار فرماں برداروں کے فرماں برداری سے اس ذات پاک کے حسن و کمال میں کوئی زیادتی واقع ہوا ور نہ گنہگاروں کے گناہوں سے اس کی مملکت و بادشاہت میں کوئی کمی و زوال ہے اگر سارے عالم کے لوگ صدق میں صدیق اکبرؓ کے جیسے ہوجائیں تو لَا یَزِیْدُ فِی مُلْکِہٖ شَیْئٌ اس کی مملکت و بادشاہت میں کسی چیز کی ایک ذرہ برابر زیادتی نہ ہو اور اگر سارے جہاں کے لوگ فرعون کی طرح اَنَا رَبُّکُمُ الاَعْلیٰ (میں تمہارا بڑا رب ہوں) کا دعویٰ کریں تو بھی لا ینقص فی ملکہ شیئ (اس کی بادشاہت میں ذرہ برابر نقصان نہ ہو) اسی کو کہا ہے ؎

چہ مسلماں چہ گبر بر درِ اُو   چہ کنشت و چہ صومعہ در بر اُو
پارسا گر بہ است او را بہ   بادشا گر بد است او را چہ
بر درِ بے نیازی از کہ و مہ   گر تو باشی و گر نہ باشی چہ

(اس کی بارگاہ میں کیا مسلمان اور کیا گبر اس کے نزدیک آتش پرستوں کا آتشکدہ کیا اور عبادت خانہ کیا۔ پارسا اگر بہتر ہے تو وہ خود اپنے لئے بہتر ہے بادشاہ اگر برا ہے تو اسے اس سے کیا۔ اس کی بے نیازی کی بارگاہ میں اگر تو بزرگوں میں سے ہو یا کمترینوں میں سے ہو لسے کیا)

اے بھائی! جب وہ مالک مطلق ہے تو اس کا تصرف بھی مطلق ہوگا ایسا کہ اگر کسی کو اعلیٰ علیین پر پہنچا دے بغیر کسی عمل و کردار کے تو یہ اس کے فضل و کرم کا حق ہے اور اگر کسی ایک کو اسفل السافلین میں گرادے اس کے بغیر کسی پلیدی و گنہگاری کے تو یہ اس کی قدرت اس کے غلبہ و جلال کے مناسب ہے۔ اسی کو کہا ہے ؎

گہ آری خلیلے ز بتخانۂ   کنی آشنائی ز بیگانۂ
گہ از آنچناں گوہر خانہ خیز   چو بو طالبے راکنی سنگریز

(کبھی بتکدہ سے حضرت خلیل اللہ پیدا کرتے ہیں اور غیروں کو دوست خاص بنا لیتے ہیں۔ کبھی ہیرے اور جواہر پیدا کرنیوالے گھرانہ سے ابوطالب جیسے سنگریزہ کو پیدا کرتے ہیں)

اس ذات بے نیاز، بے خوف، بے پرواہ سے اسی طرح کے کام وجود میں آتے

ہیں وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہے کرے اسے کسی کا خوف نہیں خوف تو غیر کی ملک میں تصرف کرنے سے ہوتا ہے جب تصرف اس کے اپنے ملک میں ہے تو خوف کہاں سے ہوگا ابلیس کا قصہ سب کے لئے ایک نصیحت ہے اس سے عبرت حاصل کریں۔ جیساکہ کہا ہے ؎

صد ہزاراں سال طاعت کردنی　　طوقِ لعنت می کند در گردنی

(سو ہزار سال تک طاعت کرتا رہا آخر لعنت کا طوق اس کی گردن میں ڈال دیا گیا۔)

لیکن آدمی آج جب دنیا میں مبتلا ہے دنیا کے غم و اندوہ سے جو بلا خانہ ہے اس سے بیچارے کو کہاں چھٹکارا ہے اس پر غفلت نے راہ مار رکھی ہے۔ کیا کرے۔ ؎

آدمی بہر بیغمی را نیست　　پایٔ در گلِ جز آدمی را نیست

شادی از اہل عصر بیگانہ است　　آدمی را خود اندوہ از خانہ است

(آدمی غم سے آزاد رہنے کے لئے پیدا ہی نہیں ہوا ہے حیرانی و پریشانی آدمی کے سوا اور کسی کیلئے نہیں ہے

خوشی زمانہ والوں سے بیگانہ ہے۔ آدمی کو رنج و غم خود اس کے وجود اور اس دار بلا سے ہے۔)

اے بھائی! آدمی ایک ایسا حیوان ہے جو شفیق ماں کے پیٹ میں خون کھاتا رہا ہے، جب ماں کے پیٹ سے اس دنیا میں جو بلا خانہ ہے آیا تو کیا کھائیگا۔ اس زمانہ میں جہاں تک ممکن ہو آخرت کا غم و اندوہ بھی کھانا چاہیئے اور شکستگیٔ دل پیدا کرنا چاہیئے اور حسرت و ندامت سے خالی نہیں رہنا چاہیئے اور خوف و اُمید کے درمیان بسر کرنا چاہیئے اور کبھی بھی اچانک نفس کے ساتھ لذات و شہوات میں مبتلا نہ ہونا چاہیئے۔ جیساکہ کہا ہے۔ ؎

ترا با نفس کافر در کمین است　　کجا تو رہبری آنجا کہ دین است

(جب تک نفس کافر تیری گھات میں لگا ہوا ہے جہاں دین ہے وہاں تو کس طرح پہنچ سکتا ہے)

اے بھائی! آدمی زادہ کی ذات میں ایک نفس کافر ہے جس کا قبلہ دنیا کا سرمایہ ہے اسے کسی حال میں مضبوط نہ ہونے دو ورنہ تمہیں ہلاک کردے گا۔ جیساکہ کہا ہے۔ ؎

کافر نفست چو زبونِ تو شد　　گر ہمہ کفری ہمہ ایماں شوی

(جب تیرا نفس کافر تجھ سے شکست کھا گیا تو اگر تو سراپا کفر تھا تو اب مکمل ایمان ہوگیا)

بہادری اور مردانگی یہ نہیں ہے کہ مردوں سے جنگ کی جائے اور ان پر فتح پائی جائے۔ مردانگی یہ ہے کہ اپنے کافر نفس کو پچھاڑ دے اور اس پر غالب آجائے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

مردی نہ باشد آنکہ کنی باکسے تو جنگ　　　باخویش جنگ کردن مردی و رستمی ست

(مردانگی، بہادری یہ نہیں ہے کہ تو کسی کے ساتھ جنگ کرے اپنے نفس کے ساتھ جنگ کرنا یہ بہادری و پہلوانی ہے۔)

والسلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۱۲۴

عشق و عاشقی کی صفت میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گر مرد رہی محال بگذار　　　تحقیق طلب خیال بگذار

ایں زہد تو باز نامۂ تست　　　زنار تن تو جامۂ تست

(اگر تم اس راہ کے مرد ہو تو کسی کام کو ناممکن سمجھنا ختم کر دو، وہم و خیال کو ترک کر کے حقیقت تک پہنچ جاؤ۔ تمہارا یہ زہد تمہارے لئے ویزیٹنگ کارڈ ہے۔ تمہارے بدن کا زنار تمہارا لباس ہو گیا ہے۔)

عزیز بھائی شیخ سلیمانؒ! اللہ تعالےٰ کا فضل ہمیشہ شامل حال رہے کاتب مکتوب کا سلام و دعا مطالعہ کریں۔

آں برادر کو معلوم ہو۔ استاد ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لیس للجنۃ شغل معنا ولا للنار سبیل الینا (نہ جنت کو مجھ سے کام نہ آگ کو میری جانب راہ ہے) بہشت و دوزخ کو ہمارے دل کے احاطہ میں راہ نہیں ہے۔

نے در غم دوزخ و بہشت اند　　　ایں طائفہ را چنیں سرشت اند

(اس جماعت کو بہشت و دوزخ کی پرواہ نہیں۔ ان لوگوں کی خصلت ہی ایسی ہوتی ہے۔)

حق سبحانہٗ تعالےٰ کے طالبوں نے بہشت و دوزخ کو عدم یعنی نیستی میں ڈال دیا ہے۔ اس کے بعد اس راہ طلب میں قدم رکھا ہے۔ اسی کو کہا گیا ہے۔

ما را نہ غم دوزخ و نہ حرص بہشت است بردار ز رخ پردہ کہ مشتاق لقائیم
(ہم کو نہ دوزخ کا غم نہ بہشت کی لالچ ہی ہے۔ چہرے سے نقاب الٹ دیجئے کہ ہم تو آپ کے دیدار کے مشتاق ہیں۔)

مشہور مثل ہے کہ اگر اپنے وصال کا خیمہ دوزخ میں نصب کریں تو اس کے طالبان دوزخ کی آگ کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنالیں اور اگر اس بلند و اعلیٰ جنت الفردوس میں ایک ذرا دیر کے لئے بھی حجاب میں مبتلا ہوں تو اس قدر شور و واویلا کریں کہ دوزخیوں کو ان پر ترس آجائے۔ یہ اسی مقام کی بات ہے جو کہی گئی ہے۔ ؎

گویند بہشت مہمانی ست بے دیدن میزباں چہ باشد
چوں دشمن و دوست در حجاب اند پس فرق دریں میاں چہ باشد

(کہتے ہیں کہ بہشت مہمانی کی جگہ ہے ایسی مہمانی جس میں میزبان سے ملاقات نہ ہو کس کام کی ہے۔ جب اس کے دوست و دشمن دونوں ہی حجاب میں ہوں تو پھر ان دونوں کے درمیان فرق ہی کیا ہوا)

اے بھائی! پاک و مقرب فرشتوں کے لئے بَل عباد مُکرمون (وہ لوگ مکرم بندے ہیں) کا خطاب عطا ہوا۔ یحبھم ویحبُونَہٗ یہ اُس کو دوست رکھتے ہیں وہ اِن کو دوست رکھتا ہے) کی سرفرازی سے مٹی کے پتلے نوازے گئے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاءُ (وہ جسے چاہے اپنے فضل سے نوازے) یہیں پر صادق آتا ہے تو لازماً عقل کو رخصت کرکے مستی و دیوانگی اختیار کئے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ رُباعی ؎

ایں راہ طریقت نہ پائے عقل است خاک قدم عشق ورائے عقل است
سرّے کہ فرشتگاں ازاں بے خبر اند اے عقل کہ بے عقل چہ جائے عقل است

(راہ طریقت عقل کی بنیاد پر قائم نہیں۔ عشق کے قدم کی خاک عقل سے بہت دور ہے۔ وہ اسرار کہ مقرب فرشتے بھی جس سے آگاہ نہیں۔ اے عقل سے عاری بے عقل یہاں عقل کی گنجائش کہاں ہے)

اور اسی مقام کی بات ہے کہ اس جماعت کے لوگ آپس میں کہتے ہیں العشق ھوالطریق و رویۃ المعشوق ھوالجنۃ والفراق ھوالنار والعذاب (عشق ہی کا راستہ اصل راہ ہے، معشوق کا دیدار جنت ہے اور جدائی و ہجر جہنم اور اس کا عذاب ہے) چنانچہ کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

در دِ عشق آمد دوائے ہر دلے — حل نشد بے عشق ہرگز مشکلے
عاقلاں را شرع تکلیف آمدست — بیدلاں را عشق تشریف آمدست

(عشق کا درد ہر ایک دل کی دوا بن کر آیا ہے۔ یقین کرو' بغیر عشق کے کوئی مشکل حل نہیں ہوئی ہے۔ ارباب عقل یعنی مکلفوں کے لئے شرع کی تکلیفات آئی ہیں۔ عاشقوں یعنی بیدلوں کے لئے عشق کا شرف آیا ہے۔)

اے بھائی! عقل کی پونجی لے کر عشق کی باتوں تک نہیں پہنچ سکتے۔ اور علم کی قوت و طاقت سے عشق کا یہ بوجھ نہیں اُٹھا سکتے العشق جنون الٰھی (عشق ایک جنون الٰہی ہے) حدیث میں ایسا ہی ہے۔ ؎

تا توانی با خرد بیگانہ باش — عقل را غارت کن و دیوانہ باش
زانکہ گر تو عاقل آئی سوئے من — زخم بسیاری خوری در کوی من
لیک گر دیوانہ آئی در شمار — ہیچ کس را با تو نبود ہیچ کار

(جہاں تک تم سے ہو سکے عقل سے بیگانہ ہو جاؤ' عقل کو غارت کر دو اور دیوانہ ہو جاؤ۔ یہ اس لئے کہ اگر تم عقل و ہوش کے ساتھ میری طرف آؤ گے تو جان لو میرے کوچہ میں بہت زیادہ تیر و نشتر کھانے ہوں گے۔ لیکن اگر تم دیوانوں کے شمار میں آؤ گے تو تم سے کسی کو بھی کوئی تعرض نہ ہوگا۔)

یہ جو تم نے سنا ہوگا کہ لوگوں نے کتب خانہ کی ساری کتابوں کو دریا برد کر دیا ہے۔ دیوانہ ہو گئے ہیں۔ گھر بار لٹا دیئے ہیں۔ اسی مقام کے لوگوں نے ایسا کیا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

اندر طلب دوست چو مردانہ شدیم — اول قدم از وجود بیگانہ شدیم
او علم نمی شنید لب بر بستیم — او عقل نمی خرید دیوانہ شدیم

(معشوق کی طلب میں وہ مردانگی پیدا کی ہے کہ پہلا ہی قدم اپنی جان پر رکھ کر اپنے وجود سے بیگانہ ہو گیا ہوں۔ اس نے علمی دلیلیں نہیں سنی۔ اس لئے لب بند کر لئے ہیں۔ اس نے عقلی شبہاتوں کو بھی قبول نہیں کیا۔ اس لئے دیوانہ ہو گیا ہوں۔)

والسلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۱۳۵

بندہ ہونے اور بَلا کی برداشت میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادر اعز محترم و محتشم ملک معز الدین اعزہ اللہ

کاتب مکتوب شرف منیری کے سلام و دعاء کے ساتھ مخصوص۔

برادر عزیز کا خط خواجہ قبول لائے پڑھا گیا زبانی کیفیت بھی بیان کی۔

اے بھائی! بندگی ہے اور بندہ کا دو مختلف حال ہوتا ہے کبھی موافق اور کبھی مخالف اسی لئے اللہ جل و علا کی منشاء کی بنا پر موافق حالات میں بندہ سے شکر کا مطالبہ ہوتا ہے اور خلاف حالت میں بندہ سے صبر کا تقاضہ ہوتا ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

ناکساں را بلطف خود کس کرد شکر و صبرے ز بندگاں بس کرد

(دگرے پڑوں کو اپنے لطف خاص سے قابل قدر بنا دیتے ہیں اور بندوں کی جانب سے صرف شکر و صبر پر اکتفا کرتے ہیں۔)

اسی دو مختلف حال سے متعلق یہ روایت ہے کہ جس وقت سارے جہان کے خزانہ کی کنجی فرشتہ (جبرئیل) نے پیش کی تو حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کی الٰہی میں تو وہ چاہتا ہوں کہ ایک روز آسودہ ہو کر کھاؤں اور دوسرے روز بھوکا رہوں تاکہ جب آسودہ رہوں تو شکر کروں اور جب فاقہ رہوں تو صبر کروں تاکہ بندگی کا کمال حاصل ہو جائے اس لئے کہ الایمانُ نصفانِ نِصفہ شکرٌ و نِصفہ صبرٌ ایمان کے دو برابر حصے ہیں نصف شکر اور نصف صبر اس شعر کا اشارہ اسی طرف ہے۔ ؎

بر در حق بگرد ز در مگرد کہ بزاری شوی دریں رہ مرد

(اللہ کے در پر پڑے رہو زور نہ دکھاؤ اس لئے کہ عاجزی و انکساری سے ہی اس راہ میں آدمی مرد بنتا ہے۔)

اے بھائی! ان دو مختلف حال میں، جو بندہ کو سرگردان و پریشان رکھتے ہیں اس میں حق سبحانہٗ تعالےٰ کی بہت بڑی حکمت اور اس کا راز ہے۔ چنانچہ جس کسی نے بھی کہا ہے خوب کہا ہے۔ ؎

ہر چہ در خلق سوزی و سازیست　　　اندراں مر خدائے راز زلیست

(آج جو لوگوں کے اندر تپش جلن اور ٹھنڈک ہے اس میں خداوند تعالےٰ کا بہت بڑا راز ہے۔)

اس وقت دیکھنا تو یہ ہے کہ ہم لوگوں کو نہ تو مقصود و مراد پانے میں شکر ہے اور نہ نامرادی و ناکامی میں صبر ہے۔ کہاں مسلمانی اور کہاں ہم لوگ محض زبانی دعویٰ ہے اور ایک مسلمانی لباس ہے اسی کو کہا ہے۔ ؎

سالکا اسلام گر آساں بُدی　　　ہر کسے چوں شبلی و ادہم شدی
تا نگردی تو مسلماں از دروں　　　کے توانی شد مسلماں از بروں

(اے سالکِ راہ! اسلام اگر اتنا ہی آسان ہوتا تو ہر شخص شبلیؒ و ادہمؒ ہو جاتا۔ جب تک تم باطن سے مسلمان نہیں ہوتے ظاہری لباس سے تم کیسے مسلمان ہو سکتے ہو۔)

تمام منافقین زبان سے اسلام کا اعلان کرتے تھے زبانی اسلام ان کے پاس تھا سب کے سروں پر دستار و جبّہ اور اسلامی لباس بھی تھا اگر اس زبانی مسلمانی اور اسلامی لباس سے لوگ مسلمان ہو جاتے ہیں تو سارے منافقین کو بھی مسلمان کہیئے اسی کو کہا ہے۔ ؎

گر ترا دلبستگی ہست با جہاں　　　جانب حق باشد از چشمت نہاں
ہر کرا اعمیٰ ہست در دنیا بحق　　　ہمچناں اعمیٰ است در عقبیٰ از حق
ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں　　　ایں خیال است و محال است و جنوں
اجتماع ایں دو نبود ایں بداں　　　با کسے حاصل نگردد این و آں

(جب تک تیرا دل دنیا میں لگا ہوا ہے حق سبحانہٗ تعالیٰ کی بارگاہ پاک کی سمت تیری نگاہ پوشیدہ رہے گی۔ جو شخص دنیا میں اللہ تعالےٰ کے دیکھنے سے اندھا ہے اسی طرح وہ عقبیٰ میں بھی اللہ کی دید سے اندھا رہے گا۔ دنیا بھی چاہتے ہو اور دنیا کے سوا عقبیٰ و مولیٰ بھی یہ خیال محال ہے اور جنون ہے۔ یہ دونوں دنیا اور عقبیٰ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے یہ اور وہ دونوں کسی ایک کو حاصل نہیں ہوتا ہے۔)

یہ قصہ بڑا لمبا ہے اگر لکھا جائے تو جلدیں سیاہ ہو جائیں اور بہتہ پانی اور جگر ٹکڑے

ٹکڑے ہو جائے۔ جو بھی اس میں پڑا وہ ناکام رہا۔ یہاں مقصود تو برادر عزیز کا قصہ ہے۔

اے بھائی! دنیا جب کہ بلا خانہ ہے تو یہاں بغیر بلا میں مبتلا ہوئے ایک لقمہ کون کھا سکتا ہے اور ایک لحہ یہاں خوش و خرم کون رہ سکتا ہے اور ایک لحظہ اس دنیا میں بغیر اندوہ و غم کے کون گذار سکتا ہے۔ برادر عزیز نے آخر سنا ہے اس کا پیالہ بے کھیڑا اور کرکٹ کے نہیں ہوتا۔ اس کے پیالے مکھیوں کی بھنبھناہٹ سے خالی نہیں ہوتے۔ یہاں کی خوشی و مسرت بغیر ماتم کے نہیں ہوتی اسی پر اور تمام دوسری باتوں کو قیاس کرو۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

از جام اُو مچش کہ دریں جام زہر ہاست　　گل برگ او مبو کہ در آں زیر خارہاست

دہرِ ستیزہ کار ندارد وفا بکس　　دیدیم و آزمودہ شنیدیم بارہاست

(اس کے جام لب سے نہ لگا کہ اس میں زہر بھرے ہیں اس کے پھول پتوں کو نہ سونگھ کہ اس کے نیچے کانٹے ہیں ظالم زمانہ کسی کے ساتھ وفا نہیں کرتا۔ بارہا ہم نے دیکھا ہے آزمایا ہے اور لوگوں سے سُنا ہے۔)

لیکن چونکہ برادر عزیز کو اس وقت گھر بار ساز و سامان زن و فرزند اور نوکر چاکر ملازمین کی رکھ رکھاؤ سب میں ابتلا و آزمائش درپیش ہے۔ کیا کیا جائے۔ دل مطمئن رکھیں ہر کام اپنے وقت پر موقوف ہے انشاء اللہ تعالےٰ جس میں برادر عزیز کی صلاح و فلاح ہے وہ عنقریب بہت جلد چند دنوں میں ظاہر ہوگا اور ان آزمائشوں سے نہایت حسن و خوبی کے ساتھ نکل آئیں گے انشاء اللہ تعالےٰ اس کے فضل و احسان سے۔

والسلام

فقیر شرف منیری

مکتوب ۱۳۶

موحدوں کی وحدت اور ان کی صفت میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

در ددئ عقل راست پیچا پیچ　　چشم ایماں ددئ نہ بیند ہیچ

در ددئ داں مشقت تمیز　　در یکی یکیست رستم و خیز

(دوئی میں عقل کے لئے پیچیدگیاں ہیں ایمان کی آنکھ دو نہیں دیکھتی ہے۔ تمیز کی مشقت تو دوئی میں ہوتی ہے وحدت میں ان سب سے چھٹکارا ہی ہے)

اے بھائی! عالم وحدت میں جب کثرت نہیں ہے تو تمیز (ایک دوسرے سے جدا کرنے کی محنت و مشقت) بھی نہیں ہے۔ اس لئے کہ تمیز دو میں ہوتی ہے اور عالم وحدت میں دو کا اثبات شرک ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

ہر چہ راہیست گفتن از یں دو بار گفت اور اشرک ہش میدار

اے بھائی! یہ جماعت ان لوگوں کی ہے جو حجاب و پردے سے گذر چکے ہیں اور حق سبحانہ تعالےٰ کے مشاہدہ تک پہنچ گئے ہیں علم الیقین اور عین الیقین کے ذریعہ جانتے ہوئے اور دیکھے ہوئے ہیں کہ ہستی صرف خدا تعالےٰ کے لئے ہے۔ ؎

ہر کہ او دعوی ہستی می کند آشکارا بت پرستی می کند

(ہر وہ شخص جو اپنے وجود و ہستی کا دعویٰ کرتا ہے وہ علانیہ بت پرستی کرتا ہے۔)

تو اس رُو سے اس گروہ کو اہل وحدت کہتے ہیں اس لئے کہ حق تعالےٰ کے سوا ان کی نظر میں اور کوئی باقی ہی نہیں ہے کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہ (ساری چیزیں فانی ہلاک ہونے والی ہیں مگر اس کا چہرہ) ان پر منکشف ہو چکا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

باخدا غیر او محال بود در و دربان و پاسباں ہمہ ہیچ

(خدا کی ہستی کے آگے کسی غیر کا وجود محال ہے دروازہ، دربان، پہرہ دار سب لا وجود ہیں۔)

اور اس معنی کی تائید احیاء العلوم میں آئی ہے حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ فرمایا حضورؐ نے اصدق ما قالت العرب قول لبید (سب سے سچی بات عرب نے جو کہی ہے وہ لبید کا یہ شعر ہے)۔ ؎

اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ وَکُلُّ نَعِیْمٍ لَا مَحَالَۃَ زَائِلٌ

(جان لو کہ اللہ کے سوا تمام چیزیں باطل ہیں اور تمام نعمتیں لا محالہ زایل و فنا ہونیوالی ہیں۔)

؎ تا ظن نبری کہ ہست ایں رشتہ دو تو یک توست خود اصل و فرع بنگر تو نکو

چوں اوست ہمہ لیک پیدا آ بمن شک نیست کہ ایں جملہ منم لیک بدو

(تاکہ تو گمان نہ کر کہ اس ڈور کے دو بل ہیں (یعنی اینٹھن) ایک تو خود اصل ہے اور دوسرا فرع ہے جس کو اچھی طرح دیکھ کر غور کر۔ چوں کہ وہی سب ہے لیکن میرے ساتھ تو ا مظاہر کے شان میں ہے۔ اسلئے شک نہیں کہ یہ سب میں ہی ہوں لیکن اسکے ساتھ (یعنی اسی کچھوں اس کے وجود میں ملانے سے میرا وجود ہے اپنا وجود نہیں۔)

اس جماعت صوفیہ کے لوگ وحدانیت کے سمندر کی تہہ تک پہنچ چکے ہیں اور محدثات کی تاریکیوں سے نکل چکے ہیں مخلوق کے لئے جو غیب نہاں ہے وہ ان کے لئے شہادت عیاں ہے اور لوگوں نے جو حکایتاً و روایتاً سنا ہے یہ لوگ نگاہوں سے اسے دیکھے ہوئے ہیں۔ ؎

کو دل کہ بداند نفسے اسرارش　　　کو گوش کہ بشنود دمے گفتارش

معشوق جمال می نماید شب و روز　　　کو دیدہ کہ تا برخورد دیدارش

(وہ دل کہاں کہ ایک لمحہ بھی اس کے اسرار کو جانے۔ وہ کان کہاں کہ اس کی باتوں کو ایک لحظہ بھی سُنے۔ معشوق تورات دن اپنے حسن و جمال کے جلوے دکھا رہا ہے وہ آنکھ کہاں ہے کہ دیدار سے بہرہ ور ہو۔)

وحدت کے یہ اسرار اور موجودہ چیزوں کی یہ معرفت کہ جسے محدث (خلق) کہتے ہیں اور ان کا فنا و عدم ظاہری اعتبار سے ان کے ذوات میں سے معلوم ہوتا ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

ایں ہمہ رنگہائے پر نیرنگ　　　خم وحدت کند ہمہ یکرنگ

(اور ان تمام پُر فریب رنگوں کو وحدت کے شراب کا مٹکا ایک رنگ بنا دیتا ہے)

کہتے ہیں کہ سالک جب اس مقام میں پہنچ گیا تو قیامت آگئی' زمین بدل گئی' اور آسمان لپیٹ دیا گیا۔ خدا عزوجل ظاہر ہوا اور خدائے عزوجل خود ہمیشہ ظاہر و عیاں ہے لیکن سالک خود اپنی ہستی کے خیال و پندار میں تھا اس خیال و پندار سے نکل آیا تو دیکھا کہ ہستی تو صرف خدا کی ہے اس وقت زبان حال سے کہہ اُٹھا۔ ؎

معشوق عیاں بود نمی دانستم　　　با من بمیاں بود نمی دانستم

گفتم بطلب مگر بجائے برسم　　　خود تفرقہ آں بود نمی دانستم

جب اس راز سے تم آگاہ ہو گئے تو اس کی کوشش نہ کرو کہ بہت زیادہ نمازیں کیسے پڑھوں اور بہت سارے روزے کیسے رکھوں لیکن اس میں کوشش کرو کہ اس خیال و پندار ہستی کو جس کے حجاب میں تم پڑے ہوئے ہو اسے کیسے ہٹاؤں۔ ؎

آنچہ تو گم کردہ ای کر شہ کردہ ای　　　ہست اندر تو تو خود را پردہ ای

تو بید ولتی کا یہ حجاب یہ پردہ اُٹھوانا قانون طلب یعنی حکم حال کی بنا پر فرض عین ہے۔

اسی کو کہا ہے۔ ؎

در بتکدہ گر خیال معشوقۂ ماست　　رفتن بطواف کعبہ از عقل خطاست
گر کعبہ ازو بوے ندارد کنش است　　با بوے وصال او کنش کعبۂ ماست

اور وہ جو تم نے سنا ہے کہ اس گروہ کے کچھ لوگوں نے ایسے کام کر لئے ہیں جس سے ظاہر پرستوں کو انکار ہے وہ اسی حال و مقام کی بات ہے انکا یہ فعل اسی حجاب کے اٹھانے کے لئے ہوا ہے اور لوگ اس راز کو نہیں جانتے ہیں سِرّ بینہ و بین اللہ یہ سب درست ہے۔ یہی راز ہے جس کو کہا ہے۔ ؎

ما بروں را ننگریم وقال را　　ما دروں را بنگریم وحال را

(ہم ظاہر کو اور ظاہری باتوں کو نہیں دیکھتے ہم باطن اور معنی کو دیکھتے ہیں اور حال کو)

؎ بار دگر پیر ما خرقہ بزنار داد　　نقد نود سالہ اُبرد بکفار داد
زہد بیکسو نہاد راہ قلندر گرفت　　بہر یکے کوزۂ مے خرقہ و دستار داد
قبلہ بدل کرد زود معتکف دیر شد　　روئے بمحبوب کرد دوست ورا بار داد

(یہ دوسرا موقع ہے کہ میرے پیر نے خرقہ زنار پر قربان کر دیا نوّے سال کی پونجی لے گئے اور کفار کو دیدی۔
زہد کو کنارے کر دیا آزادی کی راہ اختیار کر لی ایک کوزہ شراب کے عوض جبّہ و دستار شراب فروش کو دے دیا۔
جلد ہی قبلہ کا رُخ موڑ لیا اور بتکدہ میں جا بیٹھے رُخ محبوب کی جانب کر لیا محبوب نے انہیں باریابی دیدی۔)

بدتمیزوں، بکواسیوں اور دودھ پیتے بچّے سے اس مکتوب کو محفوظ رکھنا تاکہ وہ اپنی بیہودگیوں سے آلودہ نہ کر دیں اور وہ جو اہل ہیں ان سے نہ چھپائیں اس لئے کہ علم کے دقائق جس طرح نا اہلوں کے سامنے نہیں بیان کرنا چاہیئے اسی طرح اہل سے اسے چھپا کے بھی نہیں رکھنا چاہیئے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

طعمۂ کاں پاکبازاں را دہند　　ہرگز آں کے نو نیازاں را دہند

(غذا کا وہ لقمہ جو پاکبازوں کو دیتے ہیں وہ نئے نیاز مندوں کو ہرگز نہیں دیتے۔)

اگر ان بیچاروں کو اس گروہ کے لوگوں کی دولت سے کچھ بھی حصہ مل جائے تو جان لیں کہ کیا عظیم نعمت ہے انکار تو ان کی اپنی بدنصیبی اور کور چشمی سے ہے۔ ؎

گر ترا روزے دریں میداں کشند | ایں رقم بینی کہ بر مرداں کشند
آنگہے ایں شیوہ معنی صد ہزار | بینی ودانی وداری استوار

(اگر کسی دن تمہیں اس میدان میں لے جائیں تو تم دیکھ لوگے کہ ان مردان خدا کے لئے کیا کیا نعتیں ہیں۔ اس وقت تم ان کے طور وطریقہ کے لاکھوں معنی دیکھو گے، جان لوگے اور یقین کرلوگے)

اے بھائی! یہ لقمہ عقل کے حوصلہ سے اعلیٰ ہے اگر کسی کا عقل کے ماورا معاملہ ہو تو وہ اس رمز واسرار کے خیمہ کے گرد قدم رکھ سکتا ہے۔

جاناں سخن عشق کلامیست بلند | بدنام شدن ز عشق نامیست بلند
در عقل فرو شدیم بر نامد کار | از عقل فراتر مقامیست بلند

(اے میری جاں! عشق کی باتیں بہت اعلیٰ وبلند کلام ہیں، عشق وعاشقی میں بدنام ہونا ناموری ہے۔ ہم نے عقل کے سمندر میں ڈوب کر دیکھا، کام نہ بنا عشق کا مقام عقل سے بہت بلند وبالا تر ہے۔)

اسی معنی میں ایک دوسرے نے بھی کہا ہے۔

آدمی بہر بیغمی را نیست | پائے در گل جز آدمی را نیست
شادی از اہل عصر بیگانہ است | آدمی را خود اندوہ در خانہ است

(آدمی غم سے آزاد رہنے کے لئے پیدا ہی نہیں ہوا ہے حیرانی وپریشانی آدمی کے سوا اور کسی کے لئے نہیں ہے۔ خوشی اہل زمانہ سے بیگانہ ہے آدمی کو اندوہ وغم خود اس کے وجود کے اندر رہے ہے)

والسلام

شرف منیری

مکتوب ۱۳۷

غفور رحیم کے دربار میں توبہ واستغفار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادرم شمس الدین! کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام ودعاء قبول کریں۔

اے بھائی! صاحب شرع صلی اللہ علیہ وسلم نے شرعی حکم صادر فرمایا ہے اذا کثرت

ذُنُوبُ اَحَدِکُمْ فَلْیَسْتَکْثِرِ الْاِسْتِغْفَارَ فَوَالَّذِیْ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ اِنَّہَا تَاْکُلُ الْخَطَایَا کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ (جب تم میں سے کسی کے گناہ بہت زیادہ ہوجائیں تو چاہیئے کہ کثرت سے استغفار کرے کیوں کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے استغفار گناہوں کو اس طرح کھاجاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھاجاتی ہے۔) اور فرمایا مَا اَصَرَّ مَنْ اسْتَغْفَرَ وَاِنْ عَادَ فِی الْیَوْمِ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً جس نے استغفار کیا اس نے گناہ پر اصرار نہیں کیا اگرچہ دن میں ستر مرتبہ اس سے گناہ کا ارتکاب ہوتا رہا)

اے عزیز! گناہ سے پاک ہونا ابتدا پیدائش سے آخر تک فرشتوں کا کام ہے اور پیدائش سے آخر تک گناہ میں آلودہ رہنا شیطانوں کا کام ہے لیکن گناہ میں گر پڑنا اور پھر گناہ کر اُٹھ کھڑے ہونا آدم اور آدم کی اولاد کا کام ہے اور اس کے لئے اس کا یہ انعام ہے کہ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَا لَاذَنْبَ لَہٗ (گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔)

اے عزیز! آدمی سے گناہ کا ارتکاب کوئی تعجب کی چیز نہیں ہے اس لئے کہ سوگونہ خواہشیں اور شہوتیں اس کی ترکیب میں خمیر کی ہوئی ہیں۔ بلکہ اس سے توبہ کا صدور البتہ تعجب خیز ہے۔ اسی معنی میں کہا ہے۔ دیکھو اور پڑھو ؎

ہر کہ پیش نفس خود مسکیں شود — او بسان ملحداں بے دیں شود
رستمی کن نفس را گردن بزن — گرچہ او سالار تست اندر بدن

(جو شخص اپنے نفس کے آگے خود بے حرکت کمزور ہوتا ہے وہ بے دینوں کی طرح بے دین ہوتا ہے۔
پہلوانی کر نفس کی گردن اڑادو اگرچہ وہ تمہارے جسم کے اندر تمہارا فوجی سردار بنا ہوا ہے۔)

سبحان اللہ! بہشت جیسا مقام آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے پیغامبر خلافت کا تخت زیرنگیں، بممانعت صرف وہی ایک وَلَا تَقْرَبَا ھٰذِہِ الشَّجَرَۃَ (اس درخت کے قریب نہ جانا) سلامت نہ رہ سکے قدم پھسل گیا گر پڑے لیکن فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا (اے میرے رب ہم نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے) آج دنیا جیسا مقام جو بلاؤں سے بھرا ہوا ہے۔ بیچارہ آدم کی اولاد اتنے سارے اوامر و نواہی میں مبتلا اور شیطان کے جیسا عدو دشمنی کے درپے اور نفس ایسا کہ جو خود جسم کے پیراہن کے اندر ہے گناہ نہ کرے۔ تو یہ بڑے تعجب کی بات ہے۔ ؎

ترا تا نفس کافر در کمین است — کجا تورہ بری آنجا کہ دین است
از ریاضت می شود آں نفس رام — چارۂ دیگر ندارد والسلام

(جب تک یہ تیرا نفس کا ز گھات میں ہے تو جہاں دین ہے وہاں تو کس طرح پہنچ سکتا ہے۔
سخت ریاضت سے وہ نفس سیدھا ہوتا ہے اس کے سوا چارہ نہیں ہے۔ تم پر سلامتی ہو۔)

لیکن چاہیئے کہ جب گناہ میں گرے تو گرا ہوا نہیں رہنا چاہیئے اسی وقت اُٹھ کھڑا ہونا چاہیئے۔ اس لئے کہ وہ ملعون جب گناہ میں گرا تو اسی میں پڑا رہا لازماً اس کی پیشانی پر اِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ (میری لعنت تجھ پر ہے قیامت تک کے لئے) کا داغ لگا دیا گیا اور اس کی پیشانی داغدار ہو گئی گرچہ وہ معلم الملکوت تھا اور سات سو ہزار سال کی عبادت کی پونجی کا مالک تھا خاک سر پر ڈالتا ہے اور کہتا ہے۔ ؎

در دو عالم نیست سرتا بپائے — ہیچ جائے تا نہ کردم سجدہ جائے
ناگہے سیلاب محنت در رسید — بس شب خونی ز لعنت در رسید
پائے تا سر عین حسرت گشتہ ام — در ہمہ آفاق عبرت گشتہ ام
من چہ دانستم کہ بیگانہ منم — عاقل ایشانند و دیوانہ منم

(دونوں جہاں میں کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں میں نے سجدے نہ کئے ہوں۔ اچانک رنج و محن کا سیلاب پہنچ گیا اور لعنت کی وہ رات جو شبخون کی تھی وہ بھی آگئی۔ سر سے پاؤں تک مجسم حسرت ہو گیا ہوں اور سارے عالم کے لئے عبرت بن گیا ہوں مجھے کب خبر تھی کہ بیگانہ میں ہی ہوں عقل والے اور لوگ ہیں دیوانہ میں ہوں۔)

اے بھائی! گناہ میں گر کر پڑے رہنے میں اسی کا خطرہ ہے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے ہر گھڑی استغفار کرتے رہنا چاہیئے۔ ؎

تو دریں رہ می تراش و می خراش — تادم مُردن دمے فارغ مباش
صاحب دل، ہر چہ حق گفت آں کند — نفس را در راہ حق قرباں کند

(تو اس راہ میں کاٹ چھانٹ مجادلہ و مجاہدہ کرتا رہ۔ آخری سانس تک ایکدم مطمئن نہ رہ دل والے وہ کرتے ہیں جو حق سبحانہٗ تعالےٰ فرماتا ہے نفس کیا اپنی جان راہ حق میں قربان کرتے ہیں۔)

تفسیر امام زاہدؒ میں مذکور ہے اس امت کی پناہ دو ہیں ایک ہمارے درمیان سے پردہ میں ہے اور ایک باقی ہے۔ جو ہمارے درمیان سے اُٹھ گئے ہیں وہ آنحضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور وہ جو باقی ہے وہ استغفار ہے۔ چنانچہ روایت ہے کہ کسی نے اپنے

کسی مہم میں یا حاجت میں خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مدد کی درخواست کی۔ فرمایا استغفار بہت زیادہ کرو اور اگر کوئی تنگیٔ معاش اور فقر و فاقہ کی شکایت کرتا تو یہی فرماتے کہ استغفار کی کثرت کرو اور قرآن مجید میں بھی یہی ہے۔ واستغفر اللہ ان اللہ غفور رحیم۔

اے پیر گنہگار در توبہ کشادہ است　　انواع نعم بہر تو آمادہ نہادہ است
بشتاب بسوئے توبہ کز ما در گیتی　　از کردن تاخیر بسے واقعہ زادہ است

(اے بوڑھے گنہگار توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے ہر قسم کی نعمت تیرے لئے تیار رکھی ہوئی ہے۔ توبہ کرنے میں جلدی کر تاخیر میں خطرہ ہے اس لئے کہ یہ دنیا رونا نہ بہت سارے واقعہ کو جنم دیتی رہتی ہے۔)

اے بھائی! اس کی بارگاہ صمدیت وہ بارگاہ ہے کہ معصومین جو عصمت کا تاج سر پر رکھتے ہیں استغفار میں ہیں آخر تم نے سنا ہے کہ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز ستر بار استغفار فرماتے جب یہ آیۃ نازل ہوئی وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ آپ نے ستر سے سو بار کر دیا اس میں ایک عظیم راز ہے۔

اے بھائی! "عزت" خداوند تعالیٰ کی صفت ہے "ذلت" بندہ کی صفت ہے چنانچہ جس طرح خدا کے شایانِ شان ہے کہ وہ عزت کی صفت سے ہمیشہ متصف رہے اسی طرح بندہ کے لئے زیبا ہے کہ وہ ذلت کی صفت کے ساتھ متصف ہو تا کہ ربوبیت اور عبودیت دونوں متحقق ہو جائے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے جس نے کہا ہے خوب کہا ہے۔

ہر کس کہ ذلیل کرد خود را　　اندر نظرش ہموں خلیل است
عاشق ز برائے عزِ معشوق　　در دنیا و آخرت ذلیل است

(جس نے اپنے آپ کو ذلیل و خوار کر لیا وہ اس کی نظر میں خلیل ہے۔
عاشق اپنے معشوق کی عزت کے لئے دنیا و آخرت میں ذلیل ہے۔)

والسلام

فقیر شرف منیری

مکتوب ۱۳۸

مولیٰ کی طلب میں ہمیشہ ورات دن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سعدی از عشق نبازد چہ کند ملک وجود　　حیف باشد کہ ہمہ عمر بباطل برود

(سعدی کو عشق پر ناز ہے وہ ملک وجود کو کیا کرے افسوس ہے کہ ساری عمر باطل میں بسر ہوئی۔)

بھائی شمس الدین! کاتب مکتوب شرف غیری کا خصوصی سلام ودعاء

اے بھائی! جہاں کہیں ہو اور جس کام میں ہو اس اندوہ وطلب سے خالی نہ رہو اس لئے کہ فیض منقطع نہیں ہے اور یہاں کام فضل پر ہے۔ ناامیدی کیا کرے گی۔ چنانچہ کہا ہے۔ ؎

آنرا کہ دہد یارش در عالم خود بارش　　بیواسطۂ کارش کردار چہ کار آید

(جس کسی کو اس کا محبوب اپنے حریم خاص میں بغیر کسی عمل کے باریابی دیتا ہے وہاں عمل کیا کام آتا ہے)

تو اگر ظاہراً دنیاوی مشاغل میں ابتلا کی بنا پر ملوث ہو جائے تو اس سے کیا خوف ہے، اعتبار دل کا ہے، لازم ہے کہ دل میں سوائے خدا کے کوئی غیر نہ ہو۔ اس لئے کہ دل میں حق تعالیٰ کے سوا کسی غیر کا ہونا مناسب نہیں۔ چنانچہ کسی نے کہا ہے۔ ؎

در دل بجز یکے نشاید کہ بود　　در خانہ اگر ہزار باشد شاید

(دل کے اندر ایک کے سوا کسی اور کا ہونا درست نہیں۔ گھر میں اگر ہزاروں ہوں تو ہونا مناسب ہے۔)

تو ہمت ایسی ہونی چاہیئے کہ کون ومکان کے لوث اور تعلق سے پاک ہو اور طلب حق سبحانہٗ تعالےٰ میں دل کا شکستہ ہونا ہمیشہ قیمتی ہوتا ہے۔ جناب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی مناجات میں کہا اے میرے اللہ میں آپ کو کہاں ڈھونڈھوں۔ حکم ہوا عند المنکسرۃ قلوبھم لاجلی (ٹوٹے ہوئے دلوں کے قریب) عرض کیا۔ خداوندا میرے دل سے زیادہ شکستہ

اور کسی کا دل نہیں ہے ارشاد ہوا تو مجھے وہیں تلاش کیجیے۔ اسی کی طرف اشارہ کیا ہے

محرابِ جہاں جمالِ رخسارۂ ماست　　سلطانِ جہاں در دلِ بیچارۂ ماست

(عالم کا بالا خانہ ہمارے رخسار کا حسن ہے۔ سارے جہان کا بادشاہ ہمارے غریب شکستہ دل کے اندر ہے)

معنی کے اعتبار سے حلول و اتحاد کے واہمہ کے بغیر۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔ ؎

در جان منی ز راہ معنی　　چوں یافتہ ام چرا ت جویم

(معنی کے اعتبار سے تو میری جان کے اندر ہے اور جب میں نے پالیا تو پھر تجھے کیوں تلاش کروں)

اے بھائی! آخر تم نے سنا ہے قلب المومن عرش اللہ (مومن کا قلب ہی اللہ کا عرش ہوتا ہے) اور الرحمن علی العرش استوی (رحمن نے عرش پر قرار پکڑا) کا راز جس پر منکشف ہوگیا یہ دولتِ نقد اسے آج ہی حاصل ہوگئی۔ ؎

وعدۂ وصل دیگراں فرداست　　وعدۂ وصل عاشقاں اکنوں ست

(وصل اور دیدار کا وعدہ دوسروں کو کل کے لئے ہے۔ عاشقوں کو یہ وعدہ آج ہی اور اسی وقت حاصل ہے)

ہر کہ در راہ محبت بندہ شد　　تا ابد ہم محرم و ہم زندہ شد

(جو اس راہِ محبت کا بندہ ہوگیا وہ ہمیشہ کے لئے محرم اور زندہ جاوید ہوگیا۔)

اے بھائی! وہ تو عیاں ہے اور اس کا معاملہ ظاہر ہے اگر کوئی خود بخود پردہ میں آگیا ہے تو یہ اس کی اپنی محرومی و بدنصیبی ہے۔ ؎

آنچہ تو گم کردہ ای کز کردہ ای　　ہست اندر تو تو خود را پردہ ای

(وہ جو تو نے کھو دیا ہے یہ خود تیری اپنی محرومی ہے وہ تو تیرے اندر ہے تو خود اپنے آپ سے پردہ میں آگیا ہے۔)

بشر کی حقیقت جو کہ سرِ الوہیت کا مظہر، موجودات کا خلاصہ اور آئینۂ جہاں نما ہے۔ یہ آب و خاک نہیں ہے جو ظاہر بدن کے قید میں مقید ہے۔ ؎

نیست مردم نطفہ از آب و خاک　　ہست مردم سر قدسے جان پاک

صد ہزاراں پر فرشتہ در وجود　　نطفہ را کے کنند آخر سجود

(آدمی محض آب و خاک کا خلاصہ و نطفہ ہی نہیں ہے بلکہ آدمی سراپا روح قدسی ہے۔ ایک ایسا عالم وجود جو لاکھوں فرشتوں سے بھرا ایک نطفہ کو کیوں کر سجدہ کرتا۔)

اس سے زیادہ عیاں اور ظاہر کیا ہو سکتا ہے کہ مقدس و مطہر فرشتوں سے بھرا ہوا ایک عالم اس آلودہ کدورت مٹی کو سجدہ کیوں کرتا اور یہ خاک خلیفہ و نائب کیسے ہو جاتا ھٰذا سِرٌّ عَظِیمٌ لا یجوز کشفہ (یہ ایک عظیم راز ہے جس کا کھولنا جائز نہیں۔)

دانی کہ چرا اہل صفا خاموشند ۔۔۔ در نکتۂ دل بخودی کوشند
مئے از کف دوست ہر نفس می نوشند ۔۔۔ سر می بازند و سر حق می پوشند

(جانتے ہو یہ صوفیان باصفا کیوں خاموش رہتے ہیں۔ اپنے دل کے نکتہ میں خود کو مستغرق رکھنے کی کوشش میں رہتے ہیں محبوب کے ہاتھ سے ہر لحہ شراب کے جام پیتے ہیں۔ سر دیدیتے ہیں لیکن حق سبحانہٗ تعالیٰ کا راز نہیں کھولتے۔)

اور اس لطیف راز کا پتہ اپنی کتاب قرآن حکیم میں یوں دیتے ہیں قل الروح من امر ربی (کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کا امر ہے) اور خواجۂ ہر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک و مطہر زبان مبارک نے اس راز سر بستہ کو اس مقدار میں کھولا ہے کہ ان اللّٰہ خلق آدم علی صورتہ۔ (بیشک اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا) امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ صورتہ بمعنی صفتہ کہا ہے اور خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ نے اس راز کی صفت یوں بیان کی ہے

؎ نیست بالای تو مخلوقی دگر ۔۔۔ نیست بیرون تو معشوقی دگر
چوں برونی تو ز عقل و معرفت ۔۔۔ نے بود در شرح ای و نے در صفت
ہر چہ در توحید مطلق آمد ست ۔۔۔ آنہمہ در تو محقق آمد ست

(تجھ سے پرے کوئی مخلوق نہیں۔ تجھ سے باہر کوئی معشوق نہیں۔ جب تو عقل و معرفت کی حد سے باہر ہے تو نہ تیری تشریح ہو سکتی ہے اور نہ تیری صفت بیان ہو سکتی ہے۔ توحید مطلق میں جو کچھ آیا ہے وہ سب تیرے اندر از روئے حقیقت ہے۔)

اس سے تم جان لو جس نے کہا ہے سچ کہا ہے کہ حق تعالیٰ تک پہنچنے کی راہ نہ آسمان میں ہے نہ زمین میں۔ نہ مغرب میں ہے نہ مشرق میں۔ بلکہ یہ حق کی راہ خود تیرے اندر ہے۔

تا نیامد جانِ آدم آشکار ۔۔۔ رہ ندانستند سوئے کردگار
رہ پدید آمد چو آدم شد پدید ۔۔۔ زو کلید ہر دو عالم شد پدید

(جب تک جناب آدم کی روح ظاہر اور پیدا نہیں ہوئی کسی نے بھی حق سبحانہٗ تعالیٰ کی راہ معلوم

نہیں کی تھی۔ جب آدم پیدا ہوئے تو راہ بھی کھلی۔ دونوں جہان کے تالا کی کنجی انہیں کے ذریعہ حاصل ہوئی۔)

انشاء اللہ تعالےٰ اس خط کے مطالعہ سے معانی دل پر خود بخود منکشف ہوں گے اور ایک دن اپنا کام کر جائیں گے اور اس میں تعجب نہیں ہے شاہ شجاع کرمانی رح شروانی اور کلاہ میں ملبوس رہتے تھے لیکن وہ کمال جو اُن کو حاصل تھا ہزاروں سالک آتے جاتے رہیں گے مگر ان کے کمال تک پہنچ نہیں پائیں گے اللہ جانے انشاء اللہ۔

والسلام

شرف منیری

مکتوب ۱۲۹

اللہ تعالےٰ کی رحمت کے مقابلہ میں لوگوں کے گناہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قطرہ چند از گنہ گر شد پدید — در چناں دریا کجا آید بدید

خواجہ احمد! کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعا قبول کرو دل مطمئن رکھو کہ سارے جہاں کے لوگوں کے گناہ اور ان کی نافرمانیاں اس کے دریائے رحمت و عفو و بخشش میں جو بحر بیکراں ہے ایک قطرہ ہے۔ تمہارے گناہ کی اس دریا میں کیا حقیقت ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

گر گناہے اولین و آخریں — بیش باشد ز آسمان و از زمین

بر حواشی بساطش آں گناہ — محو گردد جملہ بریک جائے گاہ

(اگر تمام اگلے اور پچھلے لوگوں کے گناہ آسمان و زمین سے بھی زیادہ ہوں تو۔ ان کے فرش کے کنارے وہ سارے گناہ ایک ہی جگہ مٹ کر رہ جائیں۔)

حضور صاحب شرع صلی اللہ علیہ وسلم کا شرعی حکم ہے والذی نفسی بیدہ

لو لم تذنبوا لذهب الله بکم و لجاء بقوم یذنبون فیستغفرون فیغفر لهم یعنی قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر تم لوگ گناہ نہیں کرتے تو یقیناً حق سبحانہٗ تعالےٰ تم کو اُٹھا لیتا اور تمہاری جگہ ایک ایسی دوسری قوم لے آتا جو گناہ کرتی اور مغفرت چاہتی استغفار کرتی۔ پھر خداوند تعالےٰ ان لوگوں کی مغفرت فرما دیتا اسی کو کہا ہے۔ ؎

بود عین عفو تو عاصی طلب عرصۂ عصیاں گرفتم زیں سبب

چوں لبتاریت دیدم کارساز ہم بدست خود دریدم پردہ باز

چوں سیاہ آمد مرا رنگِ گلیم تو سپیدش کن چو مویم اے کریم

(آپ کے عفو خاص کو گنہگار کی تلاش تھی تو میں نے گنہگاری کا میدان اختیار کیا۔ اور جب آپ کی ستاری و پردہ پوشی کو کارفرما دیکھا تو ہم نے اپنی گنہگاری کا پردہ بھی اپنے ہاتھ سے چاک کر دیا۔ جب ان گناہوں کے میل سے میری کمبلی کا رنگ کالا ہو رہا ہے تو اپنے کرم سے آپ اسے میرے بالوں کی طرح سفید کر دیجئے۔ اے کریم۔)

اے بھائی! ہمارے تمہارے گناہ میں ایک عظیم راز اور حکمت ہے۔ اگر ہمارے تمہارے گناہ نہ ہوتے تو غفاری و ستاری کی صفت کا ظہور نہ ہوتا یعنی اس کا اثر ظاہر نہ ہوتا۔ چنانچہ کہا ہے۔ ؎

دولتِ اسرار کار اتقیا ست عام را آں دانش و فہم از کجاست

(اسرار کی دولت کو پانا متقیوں کا کام ہے عام لوگوں کو سمجھ بوجھ کہاں حاصل ہے۔)

ہر چہ در خلق سوزی و سازی ست اندراں مر خدای را رازی ست

(آج جو لوگوں میں یہ تپش اور یہ ٹھنڈک ہے اس میں خداوند تعالےٰ کا ایک خاص راز ہے۔)

بزرگوں کا قول ہے کہ خداوند تعالےٰ عز و جل کا دو خزانہ ہے ایک ثواب اور کرامت و نوازش سے بھرا ہوا ہے اور دوسرا عفو و مغفرت سے پُر ہے۔ اگر بندۂ مومن طاعت نہ کرتا اور اس سے گناہ ہوتا تو ثواب و کرامت اس پر نثار نہ ہوتے۔ اور اگر گناہ نہ کرتا اور معصیت کا صدور اس سے نہ ہوتا تو عفو و مغفرت کا خزانہ ضائع اور برباد ہو جاتا۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

کہ نداند کارسازئ تو کہ نہ ترسد زبے نیازئ تو

فرماتے اور یہ معلوم ہے کہ ان کا دامنِ نبوت اس سے پاک ہے کہ گناہ کا ایک غبار بھی اس پر آگر پڑے۔ لیکن حضورؐ کا وہ استغفار خود حضور کی اپنی طاعت سے ہے۔ ؎

در وجود خویش منگر ذرۂ — تا بداں ذرہ نگردی غرۂ
بر در حق بگرد ز ور مگرد — کہ بزاری شوی دریں رہ مرد

(اپنے وجود اور اپنی ہستی کو ذرہ برابر نظر میں نہ لاؤ۔ تاکہ اپنے وجود کے ذرہ سے تم غرور میں نہ پڑجاؤ حق سبحانہ تعالیٰ کے در پر خاک بن جا بڑائی نہ دکھلا کیونکہ انکساری وعاجزی سے اس راہ میں آدمی مرد بنتا ہے۔

والسلام
خاکسار شرف منیری

مکتوب ۱۴۰

سالک کو ہلاکت کے مواقع سے ھشیار رکھنے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چوں نہ بینم من جمالت صد جہاں دیدگیر — چوں حدیث تو نباشد سربسر شنیدہ گیر[1]
چوں نباشم در وصالت اے زبینایاں نہاں — در بہشت و حوضِ کوثر تا ابد پاشیدہ گیر

(میں آپ کا وہ جمال کیوں نہیں دیکھوں جو سو جہان کے دیدہ و بصارت کی کمند اور دام نگاہ ہے اور آپ کی باتیں آپ کی گفتگو سربسر مکمل طور پر شنوائی کو مسخر و قبضہ میں کرنے والی کیوں نہ ہوں۔ اے وہ کہ آپ تمام نظر بازوں، نگاہ والوں کی بینائی سے نہاں ہیں۔ میں آپ کے وصال یعنی دید میں کیوں نہ رہوں اگرچہ آپ بہشت میں اور حوضِ کوثر پر ہمیشہ کے لئے ڈیرہ ڈالے ہوئے ہیں۔)

---

[1] یہ رباعی کئی نسخوں میں مختلف فرق کے ساتھ ہے۔

فرماتے اور یہ معلوم ہے کہ ان کا دامنِ نبوت اس سے پاک ہے کہ گناہ کا ایک غبار بھی اس پر آگر پڑے۔ لیکن حضورؐ کا وہ استغفار خود حضور کی اپنی طاعت سے ہے۔ ؎

در وجود خویش منگر ذرہَ — تا بداں ذرہ نگردی غرۃَ
بر درِ حق بگرد ز ور مگرد — کہ بزاری شوی دریں رہ مرد

(اپنے وجود اور اپنی ہستی کو ذرہ برابر نظر میں نہ لاؤ۔ تاکہ اپنے وجود کے ذرہ سے تم غرور میں نہ پڑجاؤ حق سبحانہ تعالیٰ کے در پر خاک بن جا بڑائی نہ دکھلا کیونکہ انکساری و عاجزی سے اس راہ میں آدمی مرد بنتا ہے۔

وَالسّلام
خاکسار شرف منیری

مکتوب ۱۴۰

سالک کو ہلاکت کے مواقع سے ہشیار رکھنے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

[1] چوں نہ بینم من جمالت صد جہاں دیدہ گیر — چوں حدیث تو بنا شد سر بسر شنیدہ گیر
چوں نباشم در وصالت اے زبینایاں نہاں — در بہشت و حوضِ کوثر تا ابد پاشیدہ گیر

(میں آپ کا وہ جمال کیوں نہیں دیکھوں جو سو جہان کے دیدہ و بصارت کی کمند اور دام نگاہ ہے اور آپ کی باتیں آپ کی گفتگو سر بسر مکمل طور پر شنوائی کو مسخر و قبضہ میں کرنے والی کیوں نہ ہوں۔ اے وہ کہ آپ تمام نظر بازوں، نگاہ والوں کی بینائی سے نہاں ہیں۔ میں آپ کے وصال یعنی دید میں کیوں نہ رہوں اگرچہ آپ بہشت میں اور حوض کوثر پر ہمیشہ کے لیے ڈیرہ ڈالے ہوئے ہیں۔)

---

[1] یہ رباعی کئی نسخوں میں مختلف فرق کے ساتھ ہے۔

آپ[1] برادر عزیز کے خط کے جملہ مضامین پڑھے گئے۔ قاضی زاہد بھی موجود تھے انہوں نے بھی پڑھا۔ ہوشیار رہیں تاکہ مکار اور دغا باز رہزن لوٹ نہ لے۔ اگر کسی کو تماشوں اور نمائشوں (کشف وکرامت) میں وقفہ ٹھہراؤ ہوگیا تو اَفَرَاَيۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ (کیا آپ نے غور کیا جسنے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنالیا) اسے پیش آجائے گا۔ اور لَا کے دائرہ میں الا اللہ کے دربان کے قید میں مقید ہوجائے گا۔ معلوم ہے الا اللہ کا دربان کون ہے وہی ہے جسے لوگ ابلیس کے نام سے جانتے ہیں۔ اسی سے سُنئے وہ کیا کہتا ہے۔

معشوق مرا گفت نشیں بر در من   مگذار درون ہر کہ ندارد سر من

(معشوق نے مجھے کہا ہے میرے در پر بیٹھ اور پہرہ داری کر اور اسے اندر آنے نہ دے جس کے سر میں میرا سودا نہیں ہے۔)

اے بھائی! عالم ملکوت کی سیر کی سخت ترین گھاٹیوں کے طے کرلینے کے بعد بہت سارے لوگوں کی راہ ماری گئی ہے اور ان کی اس کوتاہ نگاہی نے انہیں یہ دکھلایا کہ فتحیاب ہوگیا اور مقصود تک مجھے راہ مل گئی ہے۔ افسوس وَمَا الثواب درب الارباب۔ اسی کو کہا ہے

افگندہ دلم رخت بمنزل گاہے   کانجا نبود بصد دلیل آں راہے

چوں من دو ہزار عاشق اندر ماہے   می کشتہ شوند و بر نیاید آہے

(میرے دل نے سامان سفر ایسی منزل میں رکھا جہاں سینکڑوں نشانیوں کے باوجود راہ نہیں ملتی۔ مجھ جیسے ہزاروں عاشق اس ایک ماہ کے اندر مارے گئے ہیں اور ایسا کہ ایک آہ بھی نہیں کرسکے۔)

اے بھائی! اہل معرفت مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى (نہ نظر بہکی اور نہ نگاہ ہٹی) کی تختی کو مکتب ہی میں درست کرچکے ہیں۔ ملک ملکوت کی یہ طاقت نہیں کہ انہیں قید کرلیں۔

منزل ہمتم بعالم قدس   کہ قدمگاہ جبرئیل بود

(میری ہمت کی منزل وہ عالم پاک ہے جہاں جبرئیل بھی قدم نہیں رکھ سکے۔)

سبحان اللہ! اس ہجراں زدہ کے سردار کے کاموں میں غور کرو اور سنو زاد الارواح میں وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا خرئیت

---

[1] یہ مکتوب حضرت مولانا مظفر بلخیؒ کے نام ہے اور مکتوبات بست و ہشت میں اس کا نمبر ۱۸ ہے (مترجم)

فی بعض الکتب ان ابلیس لقی موسیٰ علیہ السلام عند الطور فقال موسیٰ لابلیس ما صنعت اذ لم تسجد لآدم فقال ابلیس ما اردت ان ارجع عن دعوای فاکون مثلک انی ادعیت محبۃ فلم اسجد لسواہ فاخترت العقوبۃ علی انی و انت ادعیت محبۃ فقال لک انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی فنظرت لو غضضت عینیک لرایتہ۔ (میں نے بعض اگلی کتابوں میں دیکھا ہے کہ ابلیس حضرت موسیٰ علیہ السلام سے طور کے پاس ملا۔ حضرت موسیٰؑ نے ابلیس سے فرمایا تونے یہ کیا کیا کہ آدمؑ کو سجدہ نہ کیا؟۔ ابلیس نے کہا میں نے یہ نہیں چاہا کہ اپنے دعویٰ سے پھروں۔ آپ کی طرح ہوجاؤں، میں نے اس کی محبت کا دعویٰ کیا تھا اس لئے اس کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کیا۔ اور سخت سزائیں جو مل گئیں قبول کرلی۔ آپ نے اس کی محبت کا دعویٰ کیا۔ اس نے آپ سے کہا پہاڑ کی طرف دیکھو اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو تم عنقریب مجھے دیکھ لوگے چنانچہ آپ نے دیکھا بھی (حالانکہ اگر آپ پہاڑ کی طرف سے نظریں نیچی کرلیتے تو ضرور اسے دیکھ لیتے)۔

اہل ذوق کی نگاہیں ایسے ہی کاموں اور اسرار و رموز پر رہتی ہیں، چنانچہ عین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تم کیا جانو کہ ابلیس کون ہے، جبرئیل صفت ہونا چاہیئے کہ اس کے کاموں پر دزدیدہ نگاہ رکھیں۔ اسی کو کہا ہے

سرباختہ آں رہ رواز سجدۂ غیراد　　گرمردرہِ اُوای زوکم بہ نباید بود

(اس راہ رو نے غیر کے سجدہ کرنے کے مقابلہ میں سر کی بازی لگادی اگر تم خدائے بزرگ و برتر کی راہ کے رندہ ہو تو اس سے کمتر نہیں رہنا چاہیئے)

ایک مرتبہ اہل حیرت میں سے کسی نے اپنا دل مانگا ان کے باطن میں جواب ملا۔ اے جھوٹے دعویدار یا مجھے چاہو یا اپنا دل طلب کرو۔ ان اشعار میں اسی طرف اشارہ ہے ۔

ہشت جنت گر دھندت سر بسر　　تو مشو راضی از نیہا در گذر

عالی ہمت باش و دل باحق بہ بند　　تو ہمای قاف قربی رو بلند

(اگر تجھے آٹھوں بہشت مکمل طور پر دیدیں تو تو اس پر راضی نہ ہو اور اس سے آگے بڑھ جا۔ بلند ہمت ہوجا اور دل کو حق سبحانہٗ تعالیٰ سے لگادے تو قافِ قربت کا ہُما ہے۔ اور بلند ہوجا۔)

اٹھارہ ہزار عالم میں کوئی جماعت آدمیوں سے زیادہ بلند ہمت نہیں پیدا کی گئی ہاں کو کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

ایں جا نبود قدرے مر دوزخ و جنت را　　باشند حجاب ما آنہا کہ تو میدانی

(یہاں دوزخ و بہشت کی کوئی قدر نہیں ہوتی۔ یہ سب کے سب ہمارے لئے حجاب ہیں یہ تم جانتے ہو۔)

اے بھائی! یہ جو کہا ہے من منع عن النظر یتسلی بالاثر (جسے دیدار حاصل نہیں اسے اس کی نشانیوں سے تسلی ہوتی ہے) اور یہ اس صورت میں ہے کہ محبوب پردہ میں ہو۔ اگر محبوب بے نقاب ہے اور سامنے ہے تو نشانیوں پر نظر رکھنا ظلم و ستم ہے۔ ؎

چوں بود دیدار یوسف حاضرے　　در نیاید ہیچ پیوندے دگر

(جب یوسف کا دیدار حاصل ہے تو دوسرا تعلق مخل نہیں)

عالم محبت کے عجائبات تک عقل کی پہنچ نہیں ہے۔ اسے تو اہل محبت اچھی طرح جانتے ہیں۔ جب یوسف علیہ السلام جناب یعقوب علیہ السلام کی نگاہوں سے غائب ہو گئے تو یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کی بینائی بھی غائب ہو گئی جب یوسف علیہ السلام نظروں سے اوجھل ہو گئے تو برادران یوسف بھی دکھائی نہیں دیئے۔ اور جب یوسف علیہ السلام کے پیرہن کی بو مل گئی تو ان کی بینائی بھی واپس آگئی ؎

ہر کہ او را یوسف گم کردہ نیست　　گرچہ ایماں آوردہ آوردہ نیست

(جس کے پاس یوسف گم کردہ نہیں ہے اگرچہ اس کے پاس ایمان ہے لیکن اس کے پاس کامل ایمان نہیں ہے)

اے بھائی! عشق کے طور ایک مخصوص مدرکات ہیں کہ عقل اس کے ادراک سے عاجز ہے۔ اور ان مدرکات کے ادراک سے اس کا عاجز ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ وہم معقولات کے ادراک سے عاجز ہے ؎

ایں راہ طریقت نہ پائے عقل است　　خاک قدم عشق ورائے عقل است

سرے کہ فرشتگاں ازاں بے خبر اند　　ای عاقل بے عقل چہ جائے عقل است

(طریقت کی یہ راہ عقل کی بنیاد پر نہیں ہے۔ عشق کے قدم کی خاک عقل سے بالاتر ہے جس راز سے فرشتے بے خبر ہیں۔ اے عقل سے عاری عقلمند یہاں عقل کی کون سی جگہ ہے۔)

جب حق سبحانہ تعالیٰ کی کششوں میں سے کوئی کشش پیدا ہو جاتی ہے تو اسفل السافلین سے مزاج کو نکال کر اعلیٰ علیین پر پہنچا دیتے ہیں، اور تمام معانی و لطائف طور عشق کے بغیر حرف دصوت کے اس پر کھل جاتے ہیں۔

جیسا کہ یہ اشعار ہیں ؎

جاناں سخن عشق کلا ایست بلند
بد نام شدن ز عشق نامیست بلند

در عقل فرو شدیم برنامد کار
از عقل فراتر کہ مقامیست بلند

(اے دوست! عشق کی باتیں بہت اونچی ہیں۔ عشق اور عاشقی میں بدنام ہونا بہت بڑی ناموری ہے۔ عقل میں مستغرق ہوئے لیکن کام نہ بنا۔ عشق کا مقام عقل کی پہنچ سے ایک بلند تر مقام ہے۔)

اللّٰھم ارزقنا ولجمیع الطالبین برحمتک یاارحم الراحمین۔

درد عشق آمد دوائے ہر دلے
حل نہ شد بے عشق ہرگز مشکلے

(عشق کا درد ہر ایک دل کی دوا ہے۔ بغیر عشق کے کوئی مشکل کبھی بھی حل نہ ہوئی ہے)

والسلام

نقیر شرف منیری

مکتوب ۱۴۱

دنیا کے ترک اور عاقبت کی طرف متوجہ ہونے میں

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

جہدی بکن از پند پذیری دو سہ روز
تا پیشتر از مرگ بمیری دو سہ روز

دنیا زنِ پیر ست چہ باشد گر تو
با پیر زنی انس نگیری دو سہ روز

(میری نصیحت پر چند روز عمل کرنے کی کوشش کر تاکہ مرنے سے کچھ روز پہلے ہی مرجاؤ (موتوا قبل ان تموتوا) یہ دنیا تو ایک بوڑھیا فرسودہ ہے کیا ہوگا۔ اگر چند روز موت سے پہلے ہی اس سے تعلق منقطع کر لوگے)۔

کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعا قبول کر۔

اے بھائی! آخر یہ حدیث سنی ہے کُن فی الدنیا کانک غریب او عابری

سَبِیْلٍ وَعد نفسک من اصحاب القبور۔ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے ارشادات، حدیثوں، پر سب لوگوں کا ایمان ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ (دنیا میں ایسے رہو جیسے ایک مسافر سڑک پر راستہ میں رہتا ہے اور خود کو قبرستان کے رہنے والے مردوں میں شمار کرو) دنیا میں مسلمانوں کی صفت یہ ہونی چاہیئے۔ نہ یہ کہ فرعون و نمرود کی پیروی کی جائے چند روزہ ناز و نعمت کی دنیا کے لئے۔ جو خاکی و رنگین ہے اور احمقوں کو فریب دینے والا نقش و نگار ہے۔ جیسا کہ کہا ہے ؎

ایں کباب وایں خراب وایں شکر   خاک رنگین ست نقشے اے پسر

(اے لڑکے! یہ شراب، یہ کباب، اور یہ شیرنیاں سب رنگارنگ منقش مٹی ہیں۔)

اس پر نازاں و مغرور ہیں اور دعویٰ یہ کہ میں امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوں۔

با ناز گر آرمیدہ باشی ہمہ عمر   لذات جہاں چشیدہ باشی ہمہ عمر

ہم آخر کار مرگ باشد وانگہ   خوابی باشد دیدہ باشی ہمہ عمر

(اگر تمام عمر ناز و نعمت میں بسر کرتے رہے ہو دنیا کی لذتوں سے لطف اٹھاتے رہے ہو۔ آخر کار موت کی گھڑی آجائے گی اس وقت وہ خواب تمہارے سامنے ہوگا جو ساری عمر دیکھتے رہے ہو۔)

لیکن لوگوں کو دنیا کی محبت دنیاوی مال وجاہ و مرتبہ کی الفت جو خبیث ہے اور دوسرے تمام بت و شیاطین نے اندھا بہرہ بنا دیا ہے۔ تونگری دولت مندی کی جملہ برائیوں کو خوبیاں سمجھتے ہیں اور درویشی و فقیری کے جملہ خوبیوں کو جو انبیاء علیہم السلام کی نشانی و علامت ہے اور اولیائے کرام رحمہم اللہ کا حلیہ، شناخت و صورت ہے، اسے عیب شمار کرتے ہیں۔ نمرود و فرعون کا مذہب یہی تھا۔ فرعون نے جناب موسیٰ علیہ السلام کو افلاس و غریبی کا طعنہ دیا تھا۔ نمرود نے ابراہیم علیہ السلام کو درویشی و ناداری کا عیب لگایا تھا اور ہر وہ شخص جو آج اس دنیا میں فرعون و نمرود کے مذہب کے طور طریقہ پر ہیں تعجب نہیں کہ کل قیامت کے دن میدان حشر میں اسے انہیں لوگوں کے ساتھ لا کھڑا کیا جائے گا کہ من تشبہ بقوم فہو منہم۔ (جس نے کسی قوم کی مشابہت کی وہ اسی میں ہے۔) شرع کا یہ فیصلہ ہے جیسا کہ کہا ہے ؎

ہر چہ در دنیا خیالت آں بود   تا ابد راہِ وصالت آں بود

(آج اس دنیا کی جس چیز میں تمہارا خیال لگا ہوا ہے وہی ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا۔)

کہتے ہیں۔ جو سمجھ والے ہیں وہ دنیا کو چبا ڈالتے ہیں اور جو ناسمجھ ہیں ان کو دنیا نگل جاتی ہے۔ چنانچہ نقل ہے کہ ایک دن جناب موسیٰ علیہ السلام نے دنیا کو دیکھا کہ ایک بوڑھیا زرنگار رنگا رنگ کپڑے میں ملبوس اور طرح طرح کے زیوروں سے آراستہ اس چادر کے اندر خود کو جوان ظاہر کر رہی تھی۔ جناب موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا اے بیوفا بڈھی اپنے شوہروں کو تونے کیا کر دیا۔ اس نے جواب دیا اے موسیٰ جنہوں نے مجھے پہچان لیا میری حقیقت معلوم کر لی انہوں نے مجھے طلاق دیدی اور چبا ڈالا اور جنہوں نے مجھے نہیں پہچانا میں نے انہیں نگل کر لیا،

عشق ایں دنیا پرستاں لیست نام   در زر و سیم و کنیزک در غلام
چرب و شیریں راچو قبلہ کردہ اند   مست غافل گشتہ باز آوردہ اند
آن موافق نیست با عشق خدا   زیں سبب ایں ترک کردند انبیاءؑ
ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں   ایں خیال است و محال است و جنوں

(سونا، چاندی، لونڈی، غلام کا نام ان دنیا پرستوں نے عشق رکھ لیا ہے۔ مرغن اور شیریں چیزوں کو قبلہ بنا لیا ہے اسی میں مست و غافل ہو کر اپنا رُخ اسی کی طرف کر لیا ہے۔ یہ سب خداوند عزوجل کے عشق کے موافق ہرگز نہیں ہے۔ اسی لئے انبیاء علیہم السلام نے ان سب کو ترک کر دیا ہے۔ خدا کے بھی طالب ہیں اور کمینی دنیا کے بھی خواستگار ہیں۔ ان کا یہ خیال محال ہے اور جنون و دیوانگی ہے۔)

بعض کتابوں میں یہ مرقوم ہے کہ ابلیس کو جب بہشت سے نکالدیا گیا تو وہ غمزدہ اندوہگیں ہو گیا اور جب دنیا اس کے تحت تصرف میں دیدی گئی، خوش ہو گیا۔ اس نے کہا الٰہی مجھے دانہ و دام بھی عنایت فرمائیے تاکہ میرے دام میں جو آجائے اسے میں راہ سے بھٹکا دوں۔ خداوند تعالےٰ نے اسے دانہ و دام دے دیا، وہ تالیاں بجا بجا کر ناچنے لگا اور کہا فَبِعِزَّتِکَ لَاُغْوِیَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ اِلَّا عِبَادَکَ مِنْھُمُ الْمُخْلَصِیْنَ (قسم ہے آپ کی عزت کی میں ان سب کو بہکاؤں گا سوائے ان لوگوں کے جو آپ کے مخلص بندہ ہیں۔) اسی کو کہا ہے۔ ؎

آن گندہ پیر دنیا چشمک زند ولیکن   مر چشم عارفاں زد ہر دم ملال گیرد
شویان او ولیش بنگر کہ در چہ حالند   ہر کہ ایں دلیل داند کی آں دلال گیرد

(یہ پلید اور بوڑھی دنیا آنکھ چلاتی ہے لیکن عارفوں کی آنکھیں اس کی ان دزدیدہ سے نفرت کرتی ہیں اس کے تمام سابق شوہروں کو دیکھو وہ کس حال میں ہیں۔ جس نے اس دلیل کو معلوم کر لیا وہ اس دلالہ کے دام میں کب آئے گا۔)

والسلام

مکتوب ۱۴۲

اللہ کی طلب اور ماسوا اللہ کے ترک میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہر کہ صاحب ہمت آمد مرد شد ، ہمچو خورشید از بلندی فرد شد
ہشت جنت گر دہندت سر بسر تو مشو راضی از آنہا در گذر
او ز حسنت ہر چہ آید در نظر ہمتے بر بند از او ہم در گذر

(جو ہمت کے ساتھ اس راہ میں داخل ہوا وہی مرد ہے۔ اپنی بلند ہمتی سے آفتاب کے مانند فرد ہو گیا ہے۔ اگر آٹھوں جنت تمہیں کامل طور پر دیدیں تو تم اس پر راضی نہ ہو بلکہ اسے بھی ترک کر دو جس قدر بھی وہ اپنے حسن و خوبصورتی کے ساتھ تمہارے سامنے آئے ہمت کو قائم رکھو اور اس سے آگے بڑھ جاؤ۔)

کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعا قبول کریں۔ برادر عزیز پر سلام و دعا کے بعد واضح ہو شریعت کے قانون کے تحت دنیا راہ ہے اور بہشت مطلوب لیکن حقیقت کے حکم کی بنا پر بہشت راہ ہے اور مطلوب حق سبحانہ تعالیٰ ہے۔ توریت میں ہے یَا دَاؤدُ اِذَا رَاَیتَ لِی طَالِباً فَکُن لہٗ خَادِماً۔ (اے داؤد جہاں کہیں بھی میرے طالبوں میں سے کسی ایک طالب کو بھی دیکھو اس کی خدمت کے لئے کمربستہ ہو جاؤ) ؎

ہر کجا مردِ م خدا بینی زجاں سرمہ سازا ز خاکپائش در زماں
خاک شو تو رہ رواں راز یر پا تا بیابی قرب پیش کبریا،

(جہاں کہیں تمہیں خدا کے مرد نظر آئیں تو جان و دل سے اسی وقت ان کے قدموں کی خاک کا سرمہ لگاؤ۔ تم اس راہ کے رونده کے قدموں کے نیچے کی خاک بن جاؤ تاکہ خدائے کبریا کے مقرب بن جاؤ۔)

صاحبانِ ہمت کا قول ہے جناب سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت کسی کو اس کی تقدیر سے مل جائے اور وہ اس کی سمت ایک نظر اٹھا کر اگر دیکھے تو اسے اہل ہمت میں شمار نہیں کیا

جائے گا۔ چنانچہ یہی وہ ہمت ہے جس کے متعلق ایک بزرگ نے کہا ہے کہ خداوند جل شانہٗ نے آدمی کے ہاتھ میں ایک ایسی کمان دیدی ہے جس کا چلہ جناب جبرئیل اور جناب میکائیل اگر کھینچنا چاہیں تو نہیں کھینچ سکتے ہیں۔ اسی کو کہا ہے ؎

حقا کہ بزہ نیاوردی کرد چرخ فلک اے پسر کمانم

(اے لڑکے! قسم خدا کی یہ آسمان ہمارے کمان کو نہیں جھکا سکتا۔)

اور یہ دولت عظمیٰ اس خاک کے پتلے کو اسی مقام ہمت سے ہے کہ اٹھارہ ہزار عالم میں سے کوئی گروہ آدمیوں سے زیادہ بلند ہمت پیدا نہیں ہوا۔ اسی معنی میں کہا ہے ؎

عالی ہمت باش دل باحق بہ بند تو ہمائی قاف قرب رو بلند

(عالی ہمت ہوجاؤ۔ دل خدا سے لگالو۔ تم قاف قربت کے ہما ہو اس میں بھی بلند پرواز کرو۔)

جس وقت بادشاہت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کی گئی تو حضور کا فرمانا اکون عبداً اشبع یوماً واجوع یوماً (میں ایسا بندہ ہوں کہ ایک روز بھوکا رہوں اور ایک دن کھاؤں) اسی ہمت عالی کی بنا پر تھا۔ ؎

منزل ہمت بعالم قدس کہ قدمگاہ جبرئیل بود

(تمہارے ہمت کی منزل عالم قدس میں ہے وہاں جبرئیلؑ کی رسائی کہاں ہوتی ہے۔)

عالم ملک وملکوت (عالم ظاہر و باطن) میں جو کچھ تھا معراج کی رات وہ سب حضور کی نظر مبارک کے سامنے پیش کردیا گیا لیکن گوشۂ چشم سے بھی اس کی طرف نہیں دیکھا۔ یہ یہی ہمت عالی تھی۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

ہر کہ از ہمت دریں رہ آمدست گر گدائی می کند شہ آمدست

(جو شخص ہمت کے ساتھ اس راہ میں داخل ہوا وہ اگر گداگری کرتا ہے تو بھی حقیقت میں وہی بادشاہ ہے۔)

اور جناب آدم علیہ السلام کا ایک دانہ گندم کے عوض آٹھوں بہشت کو فروخت کردینا وہی ہمت تھی۔ چنانچہ خوب کہا ہے جس نے کہا ہے۔ ؎

جان آدم چوں بسر فقر سوخت ہشت جنت را بیک گندم فروخت

(جناب آدمؑ کی روح جب فقر کے راز سے روشن ہوگئی تو انہوں نے آٹھوں جنت ایک دانہ گندم کے عوض بیچ دیا)

اے بھائی! جتنی چیزیں لفظ کُن کے تحت آئی ہیں اور جن پر مخلوق ہونے کا داغ

لگا ہوا ہے اس پر ٹھہرنا قرار پکڑنا مردوں کی ہمت کے شایان شان نہیں اگرچہ وہ فردوس اعلیٰ ہی کیوں نہ ہو اسی کو کہا ہے ؎

باحق جمع وز خود پریشاں　　　لا یعرفہم شعار ایشاں
نے در غم دوزخ و بہشتند　　　ایں طائفہ را چنیں سرشتند

(حق سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ جمع اور اپنی ہستی و وجود سے تفرقہ اولیائی تحت قبائی لا یعرفہم غیری (میرے اولیا میری قبا کے اندر ہیں انہیں میرا غیر نہیں پہچانتا) ان کی نشانی ہے۔ یہ بہشت اور دوزخ دونوں کے غم سے آزاد ہیں۔ اس گروہ کے لوگوں کی یہی خصلت ہے۔)

اے بھائی! بشر کی حقیقت ربوبیت کا مظہر ہے۔ نفخت فیہ من روحی اس کی دولت ہے۔ یحبہم ویحبونہ اس کا اکرام و انعام ہے۔ یہ بشر مٹی اور پانی ہونے سے مقدس و مطہر ہے۔ جیسا کہ کہا ہے ؎

نیست مردم نطفۂ از آب و خاک　　　ہست مردم سر و قد جان پاک
صد جہاں پُر فرشتہ در وجود　　　نطفۂ را کے کند آخر سجود

(آدمی آب و خاک کا خلاصہ یعنی نطفہ ہی نہیں ہے بلکہ آدمی سرتاپا پاک جان اور مقدس روح ہے۔ وجود میں فرشتوں سے بھرا ہوا سینکڑوں عالم آخر ایک نطفہ کو کیسے سجدہ کرتے۔)

اس سے واضح اور بیّن دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایک جہان مقدس و مطہر فرشتوں سے بھرا ہوا خاک کو سجدہ کرے اور یہ خاک نائب و خلیفہ کیسے ہو گیا۔ ھٰذا امرٌ عظیم لا یجوز کشفہ (یہ ایک بہت عظیم راز ہے اس کا ظاہر کرنا جائز نہیں) چنانچہ یہ سنو ؎

دانی کہ چرا اہل صفا خاموشند　　　در نکتۂ دل بمحو خودی کوشند
میٔ از کف دوست ہر نفس می نوشند　　　سری بازند سرّ حق می پوشند

(جانتے ہو صوفیان باصفا کیوں خاموش رہتے ہیں۔ دل کے نکتہ میں خود کو گم رکھنے کی کوشش میں رہتے ہیں۔ محبوب کے ہاتھ سے ہر لمحہ شراب کا جام پیتے رہتے ہیں۔ سر دیدیتے ہیں لیکن بھید نہیں کھولتے ہیں۔)

قرآن مجید میں اس لطیف راز کا یہ نشان دیا گیا ہے۔ قل الروح من امر ربی۔ (کہہ دیجئے روح میرے رب کے حکم میں سے) اور خواجۂ روز محشر صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان طاہر و مطہر نے اس راز سربستہ کو اس مقدار میں عیاں فرمایا ہے ان اللہ خلق آدم علی صورتہ (بیشک اللہ نے آدم

کواپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔) امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ای علی صفتہ یعنی صفت پر۔ اور خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا اشارہ یوں فرمایا ہے۔ ؎

نیست بالای تو مخلوقی دگر　　نیست بیرون تو معشوقی دگر
چوں برونی تو زعقل و معرفت　　نی تو در شرح آئی و نی در صفت
ہر چہ در توحید مطلق آمدست　　آں ہمہ در تو محقق آمدست

(تجھ سے آگے کوئی مخلوق نہیں۔ تجھ سے باہر کوئی معشوق نہیں، جب تو عقل و معرفت سے بالا ہے تو نہ تیری شرح ہو سکتی ہے اور نہ صفت۔ توحید حقیقی میں جو کچھ آیا ہے وہ سب تجھ میں محقق ہے)

اے بھائی! آخر سنا ہے کہ قلب المومن عرش اللہ تعالٰے (مومن کا قلب اللہ کا عرش ہے) تو الرحمن علی العرش استوی (وہ رحمٰن عرش پر قائم ہوا) کا راز انہیں نقد حاصل ہوا۔ اسی کی طرف اشارہ ہے۔ ؎

تا نہ آید جان آدم آشکار　　رہ ندانستند سوئے کردگار
رہ پدید آید چو آدم شد پدید　　زو کلید ہر دو عالم شد پدید

(جب تک جناب آدم کی روح ظاہر و پیدا نہیں ہوئی تھی کسی نے بھی حق سبحانہ تعالٰے کی راہ معلوم نہیں کی تھی۔ جب آدم پیدا ہوئے تو راہ بھی کھلی۔ دونوں جہان کے تالا کی کنجی انہیں کے ذریعہ حاصل ہوتی) کنتُ کنزاً مخفیاً فاحببتُ ان اعرف (میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔ پھر مجھے یہ پسند آیا کہ میں پہچانا جاؤں) کا آئینہ آدم علیہ السلام ہیں۔ اور من عرف نفسہ فقد عرف ربہ (جس نے خود کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔) اسی معنی کا راز ہے ؎

فرستادیم آدم را چو بیروں　　جمال خویش در صحرا نہادیم

(ہم نے آدم کو جو باہر بھیجا اپنے ہی حسن کو صحرائے عالم میں رکھ دیا۔)

سننے میں آیا ہے کہ برادر عزیز کو استعداد اور قابلیت بہت ہے اور ہمت بھی بلند ہے۔ انشاءاللہ تعالٰے اس مکتوب کے مطالعہ سے معانی دل پر کھل جائیں گے اور ایک دن اپنا کام کر لیں گے اس میں کوئی تعجب نہیں ہے۔ شاہ شجاع کرمانی رح ٹوپی اور شروانی میں ملبوس رہا کرتے تھے۔ لیکن جو کمالات ان کو حاصل تھے ہزاروں سالک آتے جاتے رہیں گے۔ کیا پتہ ان کمالات تک کوئی ایک پہنچتا بھی ہے یا نہیں۔ اور محمد معشوق رحمۃ اللہ علیہ

قبا پوش تھے۔ ایک عزیز صاحب عزت کہتے ہیں کہ کل قیامت کے دن صدیقوں کو اس کی تمنا ہوگی کہ کاش دنیا میں میں مٹی ہوتا۔ کہ جس خاک پر محمد معشوق قدم رکھتے۔

اے بھائی! کام جب فضل پر موقوف ہے تو اس کے فضل سے کچھ بعید نہیں۔ ؎

آنرا کہ دہد یارش در عالم خود بارش   بیواسطہ کارش کردار چہ کار آید

(جس کسی کو اس کا محبوب اپنی حریم خاص میں بغیر اس کے کسی عمل کے باریابی دیدے تو ایسے میں عمل کیا کام آتا ہے۔)

ان سب کے باوجود بندہ کی جانب سے کوشش ضروری ہے۔ عبودیت کے اعتبار سے۔ اسی کو کہا ہے ؎

گرچہ دولت داد نش بے علت است   طاعت حق کار صاحب دولت است

(اگرچہ دولت کی عطا اس کی جانب سے بے علت و سبب ہے۔ لیکن صاحبانِ دولت کا کام حق سبحانہٗ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے۔)

عاقبت و خاتمت بخیر ہو۔ آمین۔

والسلام
شرف منیری

مکتوب ۱۴۳

علمائے آخرت کی صحبت کو غنیمت جاننے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہر کہ از ہمت دریں رہ آمدست   گر گدائی می کند شہ آمدست

سگ دوں ہمت استخواں جوید   پنجہ شیر مغز جاں جوید

(جو شخص ہمت کے ساتھ اس راہ میں داخل ہوا اگرچہ گداگری کرتا ہے تو بھی وہ بادشاہ ہے۔ کمینی ہمت والا کتا ہڈیاں تلاش کیا کرتا ہے شیر کا پنجہ زندہ جان کی جستجو میں رہتا ہے۔)

کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعاء آں عزیز مطالعہ کریں۔ غرض یہ ہے کہ قاضی زین الدین نے آں عزیز کی پوری کیفیت بیان کی۔ واضح ہو۔ اس جانب سے قبول ہے لیکن راہ طے کرنا آں عزیز کی جانب سے ہے۔ جب آپ نے مشائخ قدس اللہ سرہُ العزیز کا طاقیہ پہن لیا ہے تو عبادت و ریاضت میں رسم کو توڑ دینا چاہیئے۔ اور عادت کے زنار کو کاٹ ڈالنا چاہیئے۔ راہ طریقت میں قدم صدق دل سے رکھنا چاہیئے اور حقیقت کی طلب میں ہمت بلند کرنی چاہیئے۔ اس لئے کہ بے ہمت مرید کسی مقام تک نہیں پہنچتا ہے۔ اسی کو کہا ہے ؎

ہر کہ صاحب ہمت آمد مرد شد ہمچو خورشید از بلندی فرد شد
عالی ہمت باش دل در حق بہ بند تو ہمائے قاف قربی زو بلند

(جو شخص ہمت کے ساتھ اس راہ میں آیا وہ مرد ہے۔ اپنی بلند ہمتی سے آفتاب کے مانند فرد ہوا۔ ہمت عالی رکھو اور دل حق تعالیٰ کے ساتھ لگالو۔ تم قافِ قربت کے ہما ہو بلکہ اس سے بھی بلند ہو۔)

اے بھائی! یہ علم خاص اہل طریقت کے ساتھ مخصوص ہے جو آخرت سنوارنے والے علماء ہیں العلماء ورثۃ الانبیاء (علماء انبیا کے وارث ہیں) خلافت انہیں کو زیبا ہے اور انہیں نیک صحبت اور خدمت خلعت کا انعام حاصل ہوتا ہے۔ اسی کو کہا ہے ؎

بوئے ایشاں زر کند مس ترا راہ بیں کردند ایں حس ترا
گرچہ خارستانی ای گلشن شوی چوں بصاحب دل رسی روشن شوی

(ان کی خو، ان کی طبیعت، تمہارے مِس قلب کو سونا بنادے گی۔ ان کے قدموں کی آواز تمہیں راہ میں کردے گی۔ اگرچہ تم خارستان ہو لیکن چمنستان بن جاؤ گے۔ اگر کسی صاحب دل کی خدمت میں پہنچ جاؤ تو روشن ہو جاؤ گے۔)

لیکن دنیا دار علماء کی صحبت سے ہرگز یہ حاصل نہیں ہوسکتی۔ لیکن رسم و عادت جو حقیقتاً بت پرستی ہے۔ وہ ملے گی اسی کو کہا ہے۔

ایں ہمہ علم جسم مختصر است علم رفتن برائے حق دگر است
حرف تو کاغذی سیاہ کند دل کہ تیرہ است کے چو ماہ کند

(یہ سارے علم مختصر سے عالم ظاہر کے ہیں۔ اللہ کی راہ میں چلنے کا علم ہی دوسرا ہے۔ حرف تو کاغذ سیاہ کرتا ہے۔ دل جو سیاہ ہو رہا ہے اسے کہاں روشن کرتا ہے۔)

واسطہ ایں قوم را برخاست ست — قول ایشاں لاجرم بس راست ست
چوں نمی بینند غیرے جز مجاز — جملہ زو شنوند ازو گویند باز

(اس قوم کے سامنے سے چوں کہ واسطہ اٹھ گیا ہے تو ان کا قول لازماً سچ اور درست ہوتا ہے۔ جب وہ ان کی نگاہوں میں غیر کا بجز مجاز حقیقی وجود ہی نہیں ہے تو جو کچھ سنتے ہیں اسی سے سنتے ہیں اور اسی سے بولتے ہیں۔)

تو ہر شخص کے لیے جو لازم ہے وہ یہ ہے کہ وہ خواہش پرستی کی عادت سے خدا پرستی میں پہنچ جائے اور دین کا درد اس کو دامن گیر ہو جائے اور اس گروہ کی صحبت کی دولت کی تلاش کرے جو علماء آخرت ہیں اور العلماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل (میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں) جن کا تمغۂ امتیاز ہے تاکہ ان کی خدمت وصحبت میں ان کی خدمت کی برکت سے دن بدن برے عادات وخصائل نیک اور اچھی صفتوں اور خصلتوں سے تبدیل ہوتی جائیں۔ اور کافر نفس کے ہاتھ سے چھٹکارا پالیں۔ اور اسلام کا جمال مشاہدہ کرلیں۔ اور توحید مطلق تک پہنچ جائیں۔ اور بارگاہ وحدہٗ لاشریک لہٗ میں باریابی پالیں۔ اسی کی طرف اشارہ ہے جو کہا ہے ؎

اوصاف ذمیمہ چوں بدل شد — ہر عقدہ کہ در تو بود حل شد
چوں نیستی تو شد محقق — خیزد ہمہ نعرہ انا الحق
ایں جاست نہایت طریقت — این ست خلاصۂ حقیقت
آں ہوای کہ پیش ازیں باشد — رسم و عادت بود نہ دیں باشد

(جب بری عادتیں اچھی عادتوں سے بدل گئیں تو تیری جتنی مشکلیں تھیں سب حل ہو گئیں۔ جب تیرے وجود کا معدوم ہونا محقق ہو گیا تو انا الحق کا نعرہ شروع ہو گیا۔ یہیں طریقت کی انتہا ہے اور یہی حقیقت کا خلاصہ ہے۔ وہ ساری خواہشیں جو اس دولت کے حصول کے قبل تھیں وہ سب رسم و عادت تھیں۔ دین نہیں تھا۔)

اے عزیز! اگرچہ یہ سعادت دولت اللہ جل وعلا کے فضل سے ہے لیکن بندہ کو بندگی کے حکم کے تحت بندگی پر قایم رہنا چاہیئے۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے اور خود کو دنیا کی آفتوں، نفس کافر کی لذتوں، شہوتوں سے باہر نکالنا لازم ہے تاکہ اس دولت

سعادت کے لائق ہو جائے۔ جیسا کہ کہا ہے ؂

گر تراہست آرزو اندر وصال | تا بہ بینی حسن و انوارِ جمال
کم خور و کم خسپ تن راسیگذار | خواستش آں آرزو و آں نیاز
برتراست زیں تیرگی و آب و گل | تا رسی در روشنی و جان و دل

(اگر تجھے وصال کی آرزو ہے تاکہ تو اس حسن و جمال کے انوار کو دیکھے تو کم کھانا اور کم سونا اختیار کر تن آسانی چھوڑ دے نفس کی آرزو و نیازمندی کو ترک کر دے۔ وصال یار آب و گل کی اس تاریکی سے برتر ہے اس لئے اس تاریکی سے نکل آ! تاکہ تو روشنی و جان تک پہنچ جائے۔)

والسلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۱۴۴

مسلمان کے اوصاف اور نفس و شیطان کے مغلوب کرنے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گر مسلمانی تو بیدادی چرا است | چونکہ بیدادی مسلمانی کجاست
خلق آزاری تو بادست و زباں | سود خود بینی زیان دیگراں

(اگر تم مسلمان ہو تو تمہاری یہ ستمگری کیا ہے اور جبکہ تم ظالم و ستمگر ہو لہٰذا تم میں مسلمانی کہاں ہے۔ تم اپنے ہاتھ اور زبان سے لوگوں کو ستاتے ہو تکلیف پہنچاتے ہو۔ اپنے نفس کی خاطر دوسروں کے نقصان کے خواہاں ہو۔)

اے بھائی! مسلمانی وہ ہے کہ جس پر شرع کا یہ حکم وارد ہے المسلم من سلم المسلمون من یدہ ولسانہ۔ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھوں سے مسلمان

سلامت و محفوظ رہیں اور اس کے دل کو کسی قسم کی تکلیف اس سے نہ پہنچے اس لئے کہ مومن کا دل خالصاً و مخلصاً خداوند جل وعلا کا گھر ہے۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو مومن کے دل کو تباہ کرتا ہے اس نے خدا کے گھر کو تباہ و برباد کیا۔ اس لئے کہ مَنْ ھدَمَ قلب المومن فقد ھدَمَ بیتَ اللّٰہِ۔ جو شخص مخلوق کو تکلیف پہنچانے والا ہے اس کے بارے میں یہ مثنوی ہے ؎

ہر کہ آزار است حق بیزار او نام او مومن مخواں مومن مگو
نامبارک باشد آزار کساں موذی را تو مسلمانی مداں

(جو شخص مردم آزار ہے حق سبحانہ تعالیٰ اس سے بیزار ہے اس کو مومن کے نام سے یاد کرو۔ اسے مومن نہ کہو۔ لوگوں کو ایذا پہنچانے والا نامبارک اور منحوس ہے۔ کسی موذی کو تم مسلمان نہ جانو۔)

اے بھائی! مسلمان ہونا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ دنیا میں مسلمانوں کی تعداد بہت ہے لیکن حقیقی مسلمان عالم میں شاذ و نادر یعنی بہت ہی کم ہیں۔ جیسا کہ کہا ہے ؎

سالکا اسلام گر آساں بدے ہر کسے چوں شبلی و ادھم شدے
تا نگردی تو مسلماں از دروں کے توانی شد مسلماں از بروں

(اے روندۂ راہ اگر اسلام اتنا ہی آسان ہوتا تو ہر شخص اپنے وقت کا شبلیؒ اور ابراہیم بن ادھمؒ ہوتا۔ جب تک تم دل سے یعنی باطن سے مسلمان نہیں ہوتے۔ ظاہری مسلمان ہونے سے کب تم حقیقی مسلمان ہوسکتے ہو۔)

آدمی کی سرشت میں ایک کافر نفس ہے کہ دنیا کی پونجی اس کا قبلہ ہے اور دنیا کی لذتیں شہوتیں اس کی محبوب ہیں۔ اسی معنی کے رو سے آدمی مردہ ہے اگرچہ صورتاً دیکھنے میں زندہ معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے ؎

نفس اگرچہ زیرکست و خردداں قبلہ اش دنیاست او را مردہ داں

(نفس اگرچہ بہت ہوشیار ہے لیکن اسے کمینہ جانو کیوں کہ اس کا قبلہ دنیا ہے اور جب دنیا اس کا قبلہ ہے تو اسے مردہ سمجھو۔)

اس کی تمام ہمت مال و اسباب سمیٹنا اور جاہ و مرتبہ حاصل کرنا ہے لامحالہ وہ آدمی کو گمراہ کرتا ہے۔ چنانچہ نمرود و فرعون کو اس نے گمراہ کیا۔ ؎

ترا تا نفس کافر در کمین ست کجا تو رہ روی آنجا کہ دین است

ازیں کافر کہ مارا در نہاد ست　　مسلماں در جہاں کمتر فتادست

(جب تک یہ نفس کافر تمہارے گھات میں ہے اس وقت تک تمہیں وہاں تک کیسے پہنچنے دے گا جہاں دین ہے۔ یہ کافر نفس جو ہم لوگوں کی سرشت میں ہے اس کی وجہ سے دنیا میں حقیقی مسلمان بہت کم ہیں۔)

مگر اس وقت جب کہ اس نفس کافر کی گردن مجاہدہ وریاضت کی تلوار سے اڑا دو۔ اور اس کی خواہشوں، آرزوؤں، مرادوں سے اسے محروم کردو اور اس کے کاموں سے اپنی موافقت نہ دکھلاؤ اس وقت مسلمانی کا رخ تاباں دیکھو گے اور موحدوں کی توحید کو پاؤ گے، جیسا کہا ہے ؎

کافر نفست چوں زبون تو شد　　گر ہمہ کفری ہمہ ایماں شوی

(جب تمہارا نفس کافر تم سے مغلوب ہوگیا تو تم ایمان مجسم ہوگئے۔ اگرچہ مجسم کفر تھے۔)

بزرگوں کا ارشاد ہے کہ مردانگی و بہادری صرف یہ نہیں ہے کہ آدمی سے جنگ کریں اور اس پر غلبہ پائیں کافروں سے قتال کریں اور اس پر فتح پائیں۔ بہادری تو یہ ہے کہ اپنے اس نفس کافر کی گردن اڑا دیں النفس ھی الصنم الاکبر (تمہارا یہ نفس کافر ہی سب سے بڑا بت ہے) تو جس نے خداوند جل وعلا کی محبت میں قدم رکھا اور خداوند تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کیا اس پر فرض عین ہے کہ اس بت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے اور اس سے جہاد و جنگ کرے۔ ایسی جنگ جس میں کبھی صلح نہ ہو۔ اسی معنی میں کہا ہے ؎

سہل شیری داں کہ صفہا بشکند　　شیر آں باشد کہ خود را بشکند

(اس بہادری کو بہت آسان جانو جس سے دشمنوں کی صفیں ٹوٹ جاتی ہیں۔ شیر تو وہ ہوتا ہے جو خود اپنے نفس کو چیر ڈالے۔)

عاقبت و خاتمت بخیر ہو۔

والسلام

فقیر شرف منیری

مکتوب ۱۴۵
گردش ورَوِش میں

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

ای خوانندۂ خدائے رالعادت دوری زشہادت حقیقت
تاکے بزبان خداپرستی این نیست مگر ہواپرستی

(اے عادت کے طور پر زبانی اللہ اللہ کرنے والے تم مشاہدہ یعنی کلمۂ شہادت کی حقیقت سے بہت دور رہو۔ کب تک محض زبان سے خداپرستی کرتے رہو گے۔ یہ خداپرستی نہیں ہے بلکہ خواہش پرستی ہے۔)

کاتب مکتوب کا سلام ودعا قبول کرو۔ برادر عزیز کا خط ملا تھا۔ پڑھا۔ اے بھائی۔ ہوشیار رہو۔ جب تک گردش، تبدیلیٔ اوصاف نہیں ہوتے اس وقت تک رَوِش نہیں ہوتی اور جب تک روش نہیں کشش نہیں ہوتی۔

کشش جسے جذبہ کہتے ہیں، مقصود تک وصول رسائی اللہ تعالےٰ کے طریقہ جاریہ کے دستور کے مطابق بغیر اس جذبہ کے نہیں ہوتی اور یہ کام یہ مقصود چاشت واشراق پڑھ لینے سے نہیں حاصل ہوتا۔ اگر پوچھو کہ پھر وہ کون سا کام ہے کس طریقہ سے پورا ہوتا تو سُنو وہ یہ ہے جو کہا ہے۔ ؎

خودرا برکاب رہبرے بند تا باز رہاندت ازیں بند
تارہبرتست عادت خویش شیطان ومنافقی نہ درویش

(تم خود کسی رہبر کامل کی رکاب پکڑلو تاکہ تمہیں اس قید ہوا وہوس سے رہا کر دے۔ جب تک تمہاری عادت تمہاری رہبر ہے اس وقت تک تم شیطان، منافق ہو۔ درویش نہیں ہو۔)

خواہی کہ شود مراد حاصل پیرے طلب اے جوان غافل

پیر رہ کبریت احمر آمد ست سینۂ او بحر اخضر آمد ست

(اگر تم چاہتے ہو کہ مقصود حاصل ہو تو اے غافل جوان! کسی پیر کی تلاش کر۔ پیر سرخ گندھک نایاب ہو رہے ہیں ان کا سینہ سبز سمندر ہو گیا ہے۔)

جس کی ہمت یہ ہو گی کہ عادت پرستی سے نکل کر خدا پرستی تک پہنچ جائے تو اس پر فرض ہے کہ رات دن اس گروہ کے فرد کی خدمت و صحبت میں لگا رہے تاکہ دن بدن اس کے برے عادات و خصائل نیک اور اچھے اخلاق میں تبدیل ہو جائیں نفس کافر کے حجاب سے نکل آئے توحید کا جمال مشاہدہ کرے اور حقیقی موحد ہو جائے۔ ؎

اوصاف ذمیمہ چوں بدل شد ہر عقدہ کہ در تو بود حل شد
چوں نیستی تو شد محقق خیزد ہمہ نعرۂ انا الحق
آں ہوائی کہ پیش ازیں باشد رسم و عادت بود نہ دیں باشد

(جب بری خصلتیں اچھے اخلاق سے بدل گئیں تو تیرے جتنے عقدے تھے سب حل ہو گئے جب تیری ہستی ثابت ہو گئی تو پھر تجھ سے اَنَا کا ذکر جاری ہو گیا۔ اس سے قبل جو خواہشیں تھیں وہ رسم و عادت تھیں دین نہیں تھا۔)

والسلام
فقیر شرف منیری

مکتوب ۱۴۶

فضول بات کو ترک کرنے اور راہ مسلمانی میں قدم رکھنے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذرۂ دردِ خدا در دل ترا بہتر از ہر دو جہاں حاصل ترا

(اللہ کی طلب کے درد کا ایک ذرہ بھی اگر تیرے دل میں ہے تو دونوں جہان کے سرمایہ سے تیری یہ پونجی کہیں بہتر ہے۔)

عزیز بھائی محمد دیوانہ کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعاء قبول کرو۔ برادر عزیز پر واضح ہو۔ بکواس اور گفتگو کی یہ کیفیت کب تک۔ ایک بزرگوار سے سنو کیا کہتے ہیں ؎

اے غرہ شدہ بگو چہ سوداست — کارے بسر زباں نشد راست
تا کے بزباں خدا پرستی — ایں نیست مگر ہوا پرستی

(اے مغرور بتا یہ کیا خبط ہے کوئی کام صرف زبانی دعویٰ سے درست نہیں ہوا ہے کب تک زبان سے خدا پرستی کا دعویٰ ہوگا۔ یہ خدا پرستی نہیں یہ تو خواہش پرستی ہے۔)

اے بھائی! اگر صرف زبان سے ایمان کا اقرار "ایمان لسانی" کسی کے کام آتا تو کوئی منافق کافر نہ ہوتا۔ ہوش میں رہو۔ حقیقت کی طلب کرو مجاز کو چھوڑ دو۔ یہی ہے جو کہا ہے ؎

گر مرد رہی محال بگذار — تحقیق طلب خیال بگذار
توحید نہ کار آب و خاک است — کاندر دل صاف و جان پاک است
تا کے نفس از گمان برآری — ایماں بدل ست و دل نداری

(اگر تو اس راہ کا مرد ہے تو محال اور ناممکن کا لفظ چھوڑ دے حقیقت کی طلب کر وا ہمہ کو ترک کر دے۔ توحید آب و خاک کا کام نہیں۔ "توحید" پاک جان اور طاہر و مطہر دل کے اندر ہے کب تک سانس اس واہمہ و گمان میں لیتا رہے گا کہ تو ایمان والا ہے ایمان تو دل سے ہے اور تیرے پاس دل ہی نہیں ہے۔)

اے بھائی! اگرچہ یہ کام خدا کے فضل سے ہے۔ ہمارے تمہارے علم و عمل سے نہیں۔ لیکن بندہ ہونے کے حکم کی بنا پر جہاں تک ممکن ہے کوشش و کاوش کرنی چاہیئے۔ بندگی کے ثبوت و حقیقت کے اظہار کے لئے اسی کو کہا ہے ؎

از کوشش دانش و عمل نیست — ایں جز بعنایت ازل نیست
با ایں ہمہ جہد خویش بنمای — توفیق چو ہست کار فرمای

(یہ دولت کوشش اور علم و عمل سے نہیں یہ تو محض عنایت ازلی یعنی فضل خدا سے ہے ان سب کے باوجود اپنی کوشش جاری رکھو جب کہ توفیق خداوندی کار فرما ہے۔)

رسم و عادت میں رہنا بت پرستی ہے اسلام نہیں۔ اس لئے کہ مسلمانی دوسری چیز ہے اور رسم و عادت دوسری ہے، اسی کو کہا ہے۔

از کوشش و دانش و عمل نیست — ایں جز بعنایت ازل نیست
اے گشتہ مرید رسم و عادت — دوری ز حقیقت ارادت
تا رہبر تست عادت خویش — شیطان و منافقی نہ درویش

(یہ اپنی کوشش اور علم و عمل سے نہیں ہے یہ محض عنایت ازلی ہے۔ اے وہ کہ تو رسم و عادت کا مرید ہو گیا ہے تو ارادت کی حقیقت سے بہت دور ہے جب تک تیرا پیر تیری عادت ہے اس وقت تک تو شیطان ہے منافق ہے درویش نہیں ہے۔)

اے بھائی! فضول کاموں میں عمر گذر گئی اور جو باقی ہے وہ بھی گذر جائے گی۔ اس درجہ دوڑ دھوپ مشرق سے مغرب اور مغرب سے مشرق کی چکر کیوں ہے۔ اس کا غم کھانے اور فکر کرنے سے کیا فائدہ۔

چندیں چہ طلب کنی چپ و راست — سرمایہ زیاں شد ایں چہ سوداست
اے گم شدہ پیش و پس چہ گردی — انیک رہ خود بر و بمردی
جانی بکن اے پسر کہ بے رنج — ممکن نشود کشادن اندر گنج

(اس درجہ دائیں بائیں طلب و تلاش کیا ہے۔ سرمایہ تو ضائع ہو چکا اب یہ کیا سودا ہے۔ اے گم گشتہ راہ! آگے پیچھے کیا کر رہا ہے اب تو اپنی راہ جوانمردی کے ساتھ چل۔ اے بیٹے! جان کی بازی لگا دے کہ اس خزانہ کا کھلنا بغیر محنت و مشقت کے ممکن نہیں ہے۔) والسلام

شرف منیری

مکتوب ۱۴۷

خاکساری، انکساری اور دل کی صفت میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

در زہد بود منبر و محراب بتحقیق — در عشق بجز بادہ و خمار نباشد

(یہ حقیقت ہے زہد میں منبر و محراب چاہیئے لیکن عشق میں سوائے نشہ اور خرابے کے اور کچھ نہیں ہے۔)

برادر مولانا محمود جعل اللہ صاحب المجد بالنبی والہ ۔ کاتب مکتوب شرف منیری کے سلام و دعا کے بعد واضح ہو۔

آں برادر نے اپنے حسن ظن کی بنا پر اس شخص کی جس کی دمری صفت میں افرأیت من اتخذ إلٰھہ ھواہ (تم نے دیکھا جس نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنا لیا) ہے توصیف مقبولین کی نعمت اور مقربین بارگاہ پاک کی صفت سے کی ہے اور اس میں غلو کیا ہے اور زحمت بھی گوارہ فرمایا ہے اسے پڑھا۔ آں برادر کو اپنے اس حسن ظن کا ثواب اور اجر ملے گا۔ انشاء اللہ۔

لیکن اے بھائی! لیس الخبر کالمعاینہ (سنی ہوئی بات دیکھی ہوئی چیز کے جیسی تو نہیں ہوتی) یہ فقیر اپنے آپ کو اچھی طرح جانتا ہے لیکن جب ظن المومن لا یخطی (مومن کا نیک گمان غلط نہیں ہوتا) منقول ہے تو امید بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اور اسے نیک فال سمجھتا ہوں۔ اس حکم کی بنا پر کہ انا عند المنکسرۃ قلوبھم لاجلی (میں شکستہ دلوں کے قریب ہوں) اور یہ اس بارگاہ پاک سے ایک عطا ہے جو آپ کے تصور میں آئی کہ محب جب محبوب میں گم اور فنا ہوا تو صفات کے ساتھ قائم اور متصف ہو گیا۔ اور اس مرتبہ و درجہ کو پہنچ گیا کہ کنت سمعہٗ و بصرہٗ ولسانہ ویدہ تو میں اس کا کان اس کی آنکھ اس کی زبان اور اس کا ہاتھ ہوں۔ اب یہ محب جو بھی بولتا ہے محبوب کی زبان سے بولتا ہے۔ اور اس کا کیا ہوا فعل محبوب کا فعل ہوتا ہے جیسا کہ مولانا روم کہتے ہیں ؎

کارے کہ کنی تو درمیانہ آں کردۂ حق بود یقیں داں

(جتنے کام تو کرتا ہے تو صرف درمیانی ہے وہ سب حق تعالے کا کیا ہوا ہے اسے یقین کر لو۔)

اے بھائی! دل ایسا ہونا چاہیئے جو خود ہی اپنے وجود و ہستی سے گذرا ہوا ہو۔ اور محبوب سے واصل و ملا ہوا ہو محبوب کے جملہ صفات سے مالامال ہو اور اس پر لیلیٰ مجنوں کا قصہ شاہد ہو ؎

چوں کہ مجنوں در گذشت از خشک و تر آنگہے شد مس قلبش ہمچو زر

مونس لیلیٰ شد و لیلیٰ گزید ہمچو وحشی انس از خلقاں برید

پُر شد از لیلیٰ ز پایاں تا بسر ہمچو لعلے از صفات ماہ و خور

(جب مجنوں اس بحر و بر سے گذر گیا اس وقت اس کا تانبے کا قلب سونا ہو گیا لیلیٰ کا مونس ہو گیا

لیلیٰ کو پسند کر لیا۔ سارے جہان سے وحشی کے مانند انس منقطع کر لیا۔ بس اپاليلیٰ کے صفات سے متصف ہو گیا ایسا کہ جس طرح سنگریزے آفتاب و مہتاب کی کرنوں کی تاثیر سے لعل بن جاتے ہیں) اس معنی و حقیقت سے جو حصّہ آں برادر کو مل گیا ہے وہ مبارک ہو اور جو ملنے والا ہے اس سے بھی مالا مال ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل امجاد کی حرمت کے طفیل۔

اے بھائی! خلاصہ یہ ہے کہ قلب المومن عرش اللّٰہ (مومن کا قلب اللہ کا عرش ہے) اللہ کو یہیں تلاش کرو۔ یہی وہ راز ہے جو کہا ہے۔ ؎

محراب جہاں جمال رخسارۂ ماست　　سلطان جہاں در دل بیچارۂ ماست
حلول واتحاد ایں جا محال است　　کہ در وحدت دوئی عیب و ضلال است

(عالم کا محراب ہمارے رخسارہ کا جمال ہے۔ سارے جہاں کا بادشاہ ہمارے غریب دل کے اندر ہے۔ حلول واتحاد کے بغیر اس لئے کہ یہاں حلول واتحاد محال ہے کیوں کہ وحدت میں دوئی عیب اور گمراہی ہے)

حلول واتحاد کے وہم و گمان کے بغیر بلکہ معنی کے رو سے۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

در جان منی ز راہ معنی　　چوں یافتہ ام چرات جویم

(آپ میری جان کے اندر ہیں معنی کی راہ سے۔ جب میں نے آپ کو پالیا تو پھر آپ کو ڈھونڈھوں کیوں۔)

اور ایک عزیز نے کہا ہے ؎

آخر بہ کجا رسی نکوئی　　چوں گم شدہ است آنچہ جوئی
بگذار کہ جملہ سرگذشت است　　بنشین نفسے کہ جائے گشت است

(آخر تم نکوئی کہاں حاصل کر سکو گے، وہ گم ہو چکی ہے جسے تم ڈھونڈتے ہو۔ اب چھوڑ دو کہ سب کچھ چلا گیا لیکن تھوڑی دیر بیٹھ جاؤ کہ شاید وہ نکوئی واپس آجائے)

وَھُوَمعکم أینما کنتم وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو۔ عاشقوں کا یہ حاصلِ وقت اور سرمایہ نقد ہے۔

وعدۂ وصل دیگراں فردا　　وعدۂ وصل عاشقاں اکنون ست

(دوسروں کے لئے وصل کا وعدہ کل کا ہے عاشقوں کے ساتھ وصل کا وعدہ آج ہی ہے۔)

جیسا کہ ایک دوسرے عزیز نے اسی معنی میں کہا ہے۔ ؎

رہبر چہ کند چو عشق دلدار　　اورا سوئے خویش رہنموں شد

از عقل گریخت جان سکینش   در روضۂ خرم جنوں شد

(رہبر (دلال) کیا کرے گا جب محبوب کا عشق خود اپنی طرف رہنمائی کر رہا ہو۔ اس کے مسکین کی جان عقل سے گریزاں ہوگئی جب وہ خوشی و شادمانی کے اس باغ میں پہنچا تو اسے جنون ہوگیا۔)

اے بھائی! توشہ اور عقل کے سرمایہ کے ساتھ یہ راہ طے نہیں ہوسکتی۔ اس راہ کی ساری اور ان کا توشہ عشق ہے وہ عشق جسے دیوانگی کہتے ہیں کہ العشق جنون الٰھی (عشق ایک جنون الٰہی ہے) معشوق عاشق کو یہ پیغام بھیجتا ہے۔ جیسا کہ اس بارے میں کہا ہے ؎

تا توانی با خرد بیگانہ باش   عقل را غارت کن و دیوانہ باش

زانکہ گر تو عاقل آئی سوئے من   زخم بسیاری خوری در کوئے من

لیک گر دیوانہ آئی در شمار   ہیچ کس را با تو نبود، ہیچ کار

(جہاں تک تجھ سے ہوسکے عقل سے بیگانہ ہوجا۔ عقل کو غارت کر دے اور دیوانہ ہوجا۔ اس لئے کہ اگر عقل و ہوش کے ساتھ میری جانب آئے گا تو میری گلی میں بے حساب چوٹ کھائے گا لیکن اگر دیوانوں کے زمرہ میں داخل ہو کر آئے تو کسی کو بھی تجھ سے کوئی سروکار نہ ہوگا۔)

الحمدللہ خدا کا شکر ہے یہ پیغام جو آں برادر کے حق میں آپ کے مشاہدہ میں آتا ہے امید ہے اس میں اور ترقی ہوگی۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔ عاقبت بخیر ہو اور عشق پر ہو اور شہید عشق ہو جاؤ ؎

عقل فرماں کشیدنی باشد   عشق ایماں چشیدنی باشد

(عشق ایمان کی حلاوت کو چکھنے والا ہوتا ہے جب کہ عقل فرماں برداری کرنے والی ہوتی ہے۔)

عاشقاں جام قدح آنگہ کشند   کہ بدست خویش خوباں شاں کشند

ہر کہ در راہِ خدا مقتول شد   کشتۂ حق است او مقبول شد

نیم جاں بستاں و صد جانی دہد   آنچہ اندر وہم نیاید آں دہد

(عشاق خوشی کے جام اس وقت نوش کرتے ہیں جب ان کا معشوق اپنے ہاتھوں سے انہیں پلاتا ہے جو خدا کی راہ میں شہید ہوئے۔ وہ حق سبحانہ تعالےٰ کے مقتول ہیں اور اس کے مقبول ہیں، وہ تمہاری ادھوری جان لیتا ہے اور سو جان عطا فرماتا ہے اور اس کے عوض وہ دیتا ہے جو تمہارے وہم و فہم میں بھی نہیں آسکتا۔)

والسلام

❋

مکتوب ۱۴۸

بندگی کرنے اور صبر و شکر میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بندہ آں بہتر کہ بر فرماں رود | گر خداوندا آنچہ خواہد آں رود
عمر روز پنج و شش می بگذرد | خواہ ناخوش خواہ خوش می بگذرد

(بندہ وہی بہتر ہے جو فرماں برداری کرتا رہے۔ خداوند جل شانہٗ اس سے جو چاہے وہی کرتا ہے۔ یہ پنج روزہ عمر تو گذر ہی جاتی ہے خواہ خوش گذرے خواہ ناخوش۔)

کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعا مطالعہ کریں۔

حاجی سمرقندی سے گذشتہ تمام کیفیتیں معلوم ہوئیں۔ اے بھائی! بندگی ہے، بندگی میں بجز صبر و شکر اور کوئی دوسری چیز نہیں اور یہ خود لطف و کرم ہے۔ ہم لوگوں سے بس اسی صبر و شکر کو پسند کیا گیا ہے۔

ناکساں را بلطف خود کس کرد | شکر و صبرے ز بندگاں بس کرد

(بے قدروں کو اپنی مہربانی سے قابل قدر بنادیا ہے اور بندہ سے صرف صبر و شکر کے مطالبہ ہی پر اکتفا کیا ہے)

اے بھائی! جس طرح چرکے لگتے ہیں تو راحت بھی پہنچتی ہے نیش مارتے ہیں تو مرہم بھی رکھتے ہیں۔ اسی کو کہا ہے

گر ترا ضرب جراحت نبودت | تا ابد امید راحت نبودت

(اگر تجھے جراحت کی چوٹ نہ پہنچی تو ہمیشہ کے لئے تجھے راحت کی امید بھی نہ ہوئی۔)

بندہ بھی ہو اور اپنی مراد بھی ہو یہ دونوں چیزیں ہرگز یکجا نہیں ہو سکتیں۔ اس خیال کو دل سے نکال دینا چاہیئے۔ انبیاء اور اولیاء اُمراء اور سلاطین نے کچھ چیزیں ایسی چاہئیں کہ ہو جائیں لیکن نہ ہوئیں اور کچھ چیزیں ایسی بھی تھیں جسے چاہا کہ نہ ہوں لیکن وہ ہو گئیں۔ اسی کو

کہا ہے ؎

می نیابم آنچہ می جویم ہمی — زیں سبب ساکن نمی گردم دمی
درمیانِ ایں و آں درماندہ ام — تا کہ جاں دارم بجاں درماندہ ام

(جو میں چاہتا ہوں اور تلاش کرتا ہوں وہ نہیں پاتا اسی سبب سے سکون کی ایک سانس بھی نہیں لیتا۔ اس کے اور اس کے درمیان دوڑتے دوڑتے تھک گیا ہوں۔ اس دوا دوش میں جان کا یہ حال ہو گیا ہے کہ اس سے بھی عاجز آگیا ہوں۔)

ایک بزرگ نے ایک نیا غلام خریدا۔ اس سے پوچھا۔ تیرا کیا نام رکھوں اس نے کہا جو آقا چاہیں۔ کہا تیرے کھانے کے لئے کیا سامان کروں، اس نے کہا جو آپ چاہیں۔ پھر سوال کیا تیرے پہننے کے لئے کون سا کپڑا بناؤں؟ جواب دیا جو مالک چاہیں۔ ان بزرگ نے کہا میں نے یہ بندہ یعنی غلام نہیں خریدا ہے بلکہ یہ استاد ہے جسے میری تعلیم کے لئے بھیجا گیا ہے۔ تاکہ یہ مجھے بندگی سکھائے۔ اسی کو کہا ہے ؎

چند پرسی کہ بندگی چہ بود — بندگی جز فگندگی نبود
بے رضائے حق از چہ راحت تست — آں نہ راحت کہ آں جراحت تست

(کب تک یہ پوچھتے رہو گے کہ بندگی ہوتی کیا ہے؟ سنو۔ بندگی خود کو ڈال دینے کے سوا اور کچھ نہیں۔ اللہ رب العزت کی خوشنودی سے خالی راحت اگر تجھے ہو تو ایسی راحت تیرے لئے جراحت زخم ہے)

اے بھائی! اس کی کوشش نہ کرو کہ آج تمہاری مراد اور آرزو پوری ہو جائے۔ کوشش اس میں کرو کہ اللہ رب العزت کی خوشنودی و رضا تمہیں حاصل ہو جائے۔ اور جب اس کی رضا حاصل ہو گئی تو مَن لَہُ المولیٰ فَلَہُ الکُل (مولیٰ جس کا ہو گیا سب کچھ اسی کا ہو گیا) کی دولت اسے حاصل ہو گئی۔ اسی کو کہا ہے ؎

در بہشت فلک ہمہ خاماں — در بہشت تو دو رخ آشاماں
بر درت خوب و زشت را چہ کنم — چوں تو ہستی بہشت را چہ کنم

(آسمان والے بہشت میں تو تمام خام کار رہتے ہیں آپ کی لقا اور دیدار کی بہشت میں خون کے گھونٹ پینے والے رہتے ہیں آپ کے در پہ ہم ... نیکیوں اور برائیوں کی فکر کیا کروں جب آپ میرے ہیں تو

بہشت کو لے کر میں کیا کروں)

لیکن اگر تم یہ چاہو کہ یہ معلوم کرو کہ حق سبحانہٗ تعالےٰ ہم سے راضی وخوشنود ہے یا نہیں ؟ تو اہل معرفت کا قول ہے کہ اپنے اعمال کا جائزہ لو کہ طاعت ہی طاعت ہے یا معصیت ہی معصیت ہے یا دونوں ملے جلے ہیں اگر تمہارے سارے اعمال طاعت یعنی صالح ہیں تو اللہ جل شانہٗ تم سے خوشنود وراضی ہے۔ اس لئے کہ خوشنودی کی علامت طاعت وبندگی ہے اور اگر تمہارے اعمال گناہ کے ہیں تو خدا تم سے ناخوش ہے۔ کیوں کہ اس کی ناخوشی کی پہچان گنہگاری ہے۔ اور اگر دونوں ملے جلے ہیں تو دیکھنا ہوگا کہ غالب کیا ہے۔ کیوں کہ ایسے میں حکم غالب پر ہوتا ہے، تو ہم کو تم کو اور ہمارے تمہارے جیسے دوسروں کو یہ دولت کہاں کہ طاعت ہی طاعت ہو۔ یہ بھی کچھ کم نہیں ہے کہ طاعت کا حصہ غالب ہو۔ خدا اپنے پناہ میں رکھے۔ اگر طاعت کا حصہ مغلوب ہوا تو اس کے عذاب وعتاب کے لائق ہو جاؤں گا۔ اور جو اس کے عتاب وعذاب کے لائق ہوا تو اس کے لئے رہائی نہیں ہے۔ ہاں ہم لوگوں کے لئے رستگاری وبخشائش کی یہی ایک صورت ہے کہ استغفار اور توبہ کریں کیونکہ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے جیساکہ کہا ہے۔ ؎

اے پیر گنہگار در توبہ کشادہ است | انواع نعم بہر تو آمادہ نہادہ است
بشتاب سوئے توبہ کہ از مادرِ گیتی | کز کردنِ تاخیر بسے واقعہ زاد ست
تقصیر مکن ہیچ تو از کردنِ طاعت | کانہا کہ ببایست ترا جملہ بداد ست

(اے بڑھے گنہگار توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے طرح طرح کی نعمتیں تیرے لئے تیار رکھی ہیں۔ تو توبہ کرنے میں جلدی کرو کہ اس دنیا نے تاخیر کرنے کی وجہ سے بہت سے واقعات کو جنم دیا ہے بندگی کرنے میں تو کوتاہی نہ کر اس لئے کہ تجھے جو کچھ چاہیئے تھا وہ سب دیدیا ہے۔

اے بھائی! چونکہ دنیاوی مشغلہ سے یکایک نکل آنا ذرا مشکل ہے اس لئے جہاں تک ممکن ہے اپنی قوت اور طاقت کے مطابق غم، اندوہ حسرت، اور ندامت سے خالی نہ رہو۔ اور جہاں تک میسر ہو اگلے گناہوں کی معافی چاہتے رہو۔ اس لئے کہ عمر ساٹھ ستر سال کی ہوگئی۔ جو سانس باقی ہے فرصت باقی ہے۔ خود کو سمجھو۔ جیساکہ کہا ہے ؎

کارِ خود را زندگانی کن بہ برگ | زانکہ نتواں کرد کالے روزِ مرگ
ایں زماں دریاب کاساں باشدت | ورنہ دشواری فراواں باشدت

(اپنا کام اسی زندگی میں کرلے اس لئے کہ مرنے کے روز کچھ نہ کر سکے گا۔ اسی وقت سب کچھ حاصل کرلے کہ ابھی تیرے لئے آسان ہے ورنہ پھر تجھے بڑی مشکل پڑے گی۔)

جب معاملہ آخر عمر کو پہنچ گیا ہے تو استغفار کو اپنا وظیفہ بنالو اور پانچوں وقت خاص طور پر راتوں کو استغفار بے انتہا کرو۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص استغفار بہت زیادہ کرتا ہے۔ خداوند تعالیٰ اس کو غم سے رہائی دیتا ہے روپیہ پیسہ کی تنگی سے نکالتا ہے اور اسے روزی وہاں سے دیتا ہے جہاں اس کا واہمہ بھی نہیں پہنچ سکتا ہے۔ اور ایک دوسری حدیث آئی ہے کہ جب تم میں سے کسی کا گناہ بہت زیادہ ہوجائے تو اس سے کہو استغفار بہت زیادہ کرے۔

قسم ہے خدا کی جس نے مجھے سچا نبی بناکر بھیجا ہے استغفار اس کے گناہوں کو ایسا کھاجاتی ہے جیسے لکڑی کو آگ کھاجاتی ہے۔ اور حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل ہے کہ حضور اس تاج نبوت کے ساتھ روزانہ بہتر بار استغفار فرماتے اور آخر میں سو بار پہنچادیا تھا۔ تفسیر امام زاہد میں مرقوم ہے کہ اس امت کی دو پناہ ہے ایک تو ہمارے سامنے سے پردہ میں ہے یعنی حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور ایک باقی ہے اور ابھی قائم ہے اور وہ استغفار ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

ترا تا نفس کافر در کمین است | کجا تو رہبری آنجا کہ دین است
نفس گرچہ زیرک است تو خردہ داں | قبلۂ اش دنیاست او را مردہ داں
از ریاضت می شود این نفس رام | چارۂ دیگر ندارد والسلام

(جب تک یہ نفس کافر تیرے گھات میں ہے تو اس مقام تک کیسے پہنچ سکتا ہے جہاں دین ہے۔ یہ نفس اگرچہ بہت چالاک ہے لیکن تم اسے کمینہ جانو۔ یہ مردار دنیا اس کا قبلہ ہے اس لئے اسے مردہ خور سمجھو۔ یہ نفس، ریاضت ہی سے سیدھا کیا جاتا ہے اس کے سوا اور دوسری کوئی ترکیب نہیں۔ اللہ تمہیں اس کے شر سے سلامت رکھے۔)

نقل ہے کہ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے اگر کوئی کسی مہم میں یا حاجت براری کے لئے امداد چاہتا تو آپ اسے حکم دیتے استغفار بہت زیادہ کرو اور اگر کوئی تنگی معاش کے دفع کے لئے کہتا تو اس وقت بھی یہی فرماتے کہ استغفار بہت زیادہ کرو۔ جیسا کہ کسی نے مناجات کی ہے

بود عین عفو تو عاصی طلب | عرصۂ عصیاں گرفتم زیں سبب
چوں سیاہ آمد مرا رنگِ گلیم | تو سپیدش کن چو مویم اے کریم
از درِ خویشم مگرداں نا اُمید | از سرِ لطفے سیاہم کن سفید

(آپ کے حقیقی عفو کو گنہگار کی طلب تھی اسی سبب سے میں نے گنہگاری کا میدان اختیار کیا ہے۔ میری کملی کا رنگ گناہ کے میل سے سیاہ ہو گیا ہے اے میرے کریم! آپ اپنے کرم سے اسے میرے بالوں کی طرح سفید کر دیجئے۔ اپنے درِ اقدس سے نا امید نہ لوٹائیے اپنے لطف خاص سے میرے نامۂ سیاہ کو سفید بنا دیجئے۔)

والسلام
شرف منیری

مکتوب ۱۴۹

صبر میں — دوسرے طور پر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آدمی بہر بیغمی را نیست | پائے در گل جز آدمی را نیست
شادی از اہل عصر بیگانہ است | آدمی را خود اندوہ از خانہ است

(آدمی غم سے آزاد رہنے کے لئے پیدا ہی نہیں ہوا ہے۔ حیرانی و پریشانی آدمی کے سوا اور کسی کے لئے نہیں ہے۔ خوشی اہل زمانہ سے بیگانہ ہے آدمی کو یہ حزن و غم خود اس کی اپنی ذات کے اندر سے ہے۔)

والدہ ماجدہ۔ دامت سیرتھا و عفتھا

کاتب مکتوب شرف منیری کا دعا و سلام قبول فرمائیں، اور معلوم کریں۔ حادثوں کی تمام کیفیت[1] اور گذشتہ

---

[1] حضرت مخدوم جہاں کا یہ مکتوب والدہ ماجدہ کے نام ہے۔ اور کسی خاص حادثہ و واقعہ کے متعلق ہے بکتوب ۱۴۸ بھی اسی مضمون سے متعلق ہے جو کسی عزیز کے نام ہے۔ دونوں مکتوب میں حاجی سمرقندی کے ذریعہ حادثہ کی اطلاع ملنے کی خبر دی گئی ہے۔ (مترجم)

واقعات حاجی سمرقندی سے معلوم ہوئے۔ واضح ہو۔ آدمی ایسا جانور ہے جو اپنی ماں کے پیٹ کے اندر خون کھا کر پرورش پاتا رہا جب وہاں سے باہر آیا تو اس بالاخانہ میں آ پڑا۔ جاننا چاہیے کہ یہاں خون کے سوا کیا کھائے گا۔ یہی وہ منزل ہے جس کو تمام لوگوں نے کہا ہے۔ ؎

کاش کہ ہرگز نہ زادی مادرم　　تا نکردی کشتہ نفس کافرم

کاش کہ ہرگز نبودے نام من　　تا نبودے جنبش آرام من

ہر کرا در پیش ایں مشکل بود　　چوں تواند کرد اگر صد دل بود

(کاش میری ماں مجھے پیدا ہی نہیں کرتی تاکہ اس نفس کافر کے ہاتھوں مارا نہ جاتا۔ کاش میرا نام ہی نہ ہوتا تاکہ مجھ سے کسی حرکت وسکون کا وجود ہی نہ ہوتا۔ جس کو یہ مشکلیں در پیش ہوں وہ کتنے ہی دلیر ہو کر بھی کیا سکتا ہے۔)

چوں کہ عمر کو گذرنا ہی ہے تو آسانیوں میں گذرے یا مشکلوں میں۔ خوشی میں گذرے یا ناخوشی میں۔ سب برابر اور یکساں ہے جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

عمر روزے پنج وشش می بگذرد　　خواہ ناخوش خواہ خوش می بگذرد

چوں چنیں می بگذرد عمرے کہ ہست　　چیست جز باد از چنیں عمرے بدست

(یہ پانچ چھ دن کی عمر گذر ہی جائے گی خواہ خوشی میں گذرے یا ناخوشی میں جب یہ عمر یوں ہی گذر جاتی ہے تو ایسی عمر کے گذر جانے کے بعد سوائے ہوائے خیالی کے اور کیا رہ جاتا ہے۔)

بس اس درمیان جہاں تک فرصت ہے موت اور قبر کی تیاری کریں سفر آخرت کا توشہ مہیا فرمائیں۔ دوسری اور تمام باتوں کو اپنے آگے سے دور کر دیں۔ ؎

ترک دنیا گیر کارے مرگ ساز　　راہ بس دور است رہ را برگ ساز

مرگ را بر خلق عزم لازم است　　جملہ را در خاک خفتن لازم است

(دنیا ترک کر دیجئے موت کی تیاری کے لئے کام کیجئے راہ بہت دور ہے۔ راستہ کا سامان مہیا فرمائیے موت کے لئے آمادہ رہنا آدمی پر لازم ہے سب کو قبر میں سونا ضروری ہے۔)

باقی عمر رات دن توبہ واستغفار میں بسر کیجئے اور اپنے ایمان کا غم کھاتی رہئے۔ اپنی تمام گذشتہ کوتاہیوں کے لئے مغفرت مانگئے۔ بے انتہا گریہ وزاری کے ساتھ فریاد کیجئے۔ اور یہ مناجات کیجئے۔ ؎

چوں سیاہ آمد مرا رنگ گلیم — تو سپیدش کن چو مویم اے کریم
خالقا کز اہلِ عادت بودہ ام — بارے آخر در شہادت بودہ ام
از درِ خویشم مگرداں نا امید — از سرِ لطف سیاہم کن سفید
قطرۂ چند از گنہ شد پدید — در چناں دریا کجا آید پدید

(میری کملی کا رنگ میرے گناہوں کے میل سے سیاہ ہوگیا ہے۔ اے کریم! میرے بالوں کی طرح اسے سفید کر دیجیئے۔ اے میرے خالق! میں تو اہل رسم و عادت ہو کر رہ گئی ہوں۔ دیکھئے۔ پھر نئے سرے سے کلمۂ شہادت پڑھتی ہوں۔ اپنے در پاک سے محروم نہ لوٹائیے اپنے لطف خاص سے میرے سیاہ نامہ کو سفید کر دیجیئے۔ گناہ کے اگرچند قطرے گر پڑے ہیں تو اس بحرِ عفو و کرم میں وہ کب نظر آتے ہیں۔)

والسلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۱۵۰

دل کی صفائی اور نیّت کے خلوص میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نیست کن ہرچہ رہ و رائے بود — تا دلت خانۂ خدائے بود
ہرچہ جز حق بسوز و غارت کن — ہرچہ جز دیں ازو طہارت کن

(دیکھو تمہاری اپنی روش اور رائے ہے سب کو ختم کر دو تاکہ تمہارا دل خدا کا گھر ہو جائے۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے سب میں آگ لگا دو اور تباہ و برباد کر دو دین کے سوا جو کچھ ہے اس سے پاک و طاہر ہو جاؤ۔)

اے بھائی! ظاہر کو دنیاوی مشغولیتوں میں بے قراری اور کراہیت کے ساتھ اگر آلودہ رکھتے ہو تو کیا اعتبار کہ باطن آلودہ نہ ہو۔ دل تو وہ ہے جو دنیا کی آلودگیوں سے بالکل

پاک ہو. اس لئے کہ خداوند تعالےٰ کا منظورِ نظر دل ہوتا ہے گِل (مٹی) نہیں. اِنَّ اللہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلَا اِلٰی اَعْمَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَنِیَّاتِکُمْ (بیشک اللہ تعالےٰ تمہاری صورتوں کو اور تمہارے اعمال کو نہیں دیکھتا ہے بلکہ تمہارے دلوں کو اور تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہے.) اور دوسرے وہ ہے جو اس عزیز نے کہا ہے ؎

ما زباں را ننگریم و قال را　　　ما دروں را بنگریم و حال را

(ہم زبانی دعویٰ ایمان اور گفتگو کو نہیں دیکھتے ہم تو تمہارے دل اور حال کو دیکھتے ہیں.)

آخر سنا ہے ناکہ اَلْقَلْبُ بَیْتُ اللہِ تَعَالٰی (دل اللہ تعالےٰ کا گھر ہے اس شعر میں اسی کی طرف اشارہ ہے ؎

تشنہ از دریا جدائی می کند　　　بر سرِ گنجی گدائی می کند

(پیاسا ہے اور دریا سے علیحدہ ہو رہا ہے. خزانہ پر بیٹھا ہوا ہے اور بھیک کا پیالہ ہاتھ میں لئے پھر رہا ہے.)

اے بھائی! مطلوب تو سارے جہاں والوں پر ظاہر و عیاں ہے. اگر کوئی شخص اپنی بد اقبالی اور بدنصیبی سے خود حجاب میں آگیا ہے تو یہ محرومی اس کی جانب سے ہے ؎

آنچہ تو گم کردہ ای کز کردہ ای　　　ہست اندر خود تو خود را پردہ ای

(وہ جو تو نے کھو دیا ہے یہی تو تیری کجی ہے وہ تو تیرے اندر ہے تو خود اپنے آپ سے پردہ میں آگیا ہے)

سبحان اللہ! اس سے زیادہ ظاہر اور نزدیک تر اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ جل شانہٗ فرماتا ہے نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (میں تو تمہاری رگِ جاں سے بھی زیادہ قریب ہوں) عقل جو شکل قائم کر سکتی ہے اور خیال جہاں تک اسے لے سکتا ہے وہم و فہم کی جہاں تک رسائی ہے اور اسے پا سکتا ہے اللہ رب العلمین کی ذات اور اس کی صفات اس سے منزہ اور پاک ہے اس کے باوجود وہ تمہاری رگ گردن سے بھی نزدیک تر ہے. چنانچہ کہا ہے ؎

اے در طلب گرہ کشائی مردہ　　　با وصل براده از جدائی مردہ

اے بر سر تشنہ در خاک شدہ　　　وے بر سر گنج در گدائی مردہ

(اے وہ کہ طلب کے عقدے حل کرنے میں مر رہا ہے اس کے ساتھ پیدا ہوا اور جدائی میں مر رہا ہے

اے وہ کہ سمندر کے کنارے پیاسا خاک پر لوٹ رہا ہے خزانہ پر بیٹھا ہوا ہے اور گداگری میں مر رہا ہے)

اے بھائی! جناب آدمؑ کی ذات اسرارِ غیب کی امانت گاہ تھی۔ ورنہ ایک مٹھی خاک کی یہ آبرو کہاں تھی کہ خلیفہ و نائب ہو۔ وَهٰذا سِرٌّ عَظِيمٌ یہ ایک عظیم راز ہے۔ اور خواجہ ہردو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مطہر اس رازِ سربستہ کا یہ پتا دیتی ہے۔ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُورَتِهٖ (آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا) امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے صورتہٖ کو صفتہٖ کے معنی میں فرمایا ہے۔ اسی کو کہا ہے ؎

تا نیامد جان آدم آشکار ... رہ ندانستند سوئے کردگار

رہ پدید آمد چو آدم شد پدید ... زد کلید ہر دو عالم شد پدید

(جب تک جناب آدم کی جان ظاہر نہیں ہوئی تھی کسی نے خداوند تعالیٰ کی جانب راہ نہیں پائی تھی جب آدم کا ظہور ہوا تو راستہ بھی کھل گیا اور انہیں سے دونوں جہاں کے تالا کی کنجی ہاتھ آگئی۔)

اس سے زیادہ سننے کی طاقت کان کو نہیں ہے اور اس سے زیادہ بیان کرنے اور لکھنے کی اجازت بھی نہیں ہے۔ اس سے زیادہ کے لئے معذرت ہے۔ آخر وہ تو سنا ہے جو کسی نے کہا ہے ؎

زمستی گر بگوید رمز عشقش ... جزا ایش در طریقت دار باشد

(اگر مستی میں کوئی اس کے عشق کے راز کو افشا کر دیتا ہے تو طریقت میں اس کی سزا سولی ہے۔)

پس راز کا چھپانا اور خاموش رہنا ضروری اور واجب ہے۔ ہاں! رمز و اشارہ میں اجمالاً کچھ کہا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

دانی کہ چرا اہل صفا خاموشند ... در نکتۂ دل بیخودی کوشند

سے از کف دوست ہر نفسی نوشند ... سرباز ند و سرّ حق می پوشند

(جانتے ہو کہ یہ صوفیان باصفا کیوں خاموش رہتے ہیں خود کو دل کے نکتہ میں محو رکھنے کی کوشش میں رہتے ہیں۔ محبوب کے ہاتھ سے ہر لمحہ شراب کا جام نوش کرتے ہیں سر کی بازی لگا دیتے ہیں لیکن حق سبحانہ تعالیٰ کے راز کو افشا نہیں کرتے ہیں۔)

اے بھائی! اگر یوسف علیہ السلام کو بیچنے کے لئے بازار لے جائیں اور میرے پاس وہ پونجی نہیں کہ خرید سکوں اس لئے کہ پیدائشی مفلس ہوں لیکن ان کے حسن کا تماشا دیکھنا تو درست ہے ؎

گر تنگ شکر خرید می نتوانم ... بارے مگس از تنگِ شکر می رانم

(اگر شکر کے بورے خرید نہیں سکتا ہوں تو شکر کے بورے سے کھیاں تو ہنکاتا رہوں۔)

جب جناب یوسف صدیق علیہ السلام کو مصر کے بازار میں لاکر کھڑا کیا گیا، ڈاک ہوئی اور بڑھوا اور بڑھو ہوتا رہا تو آپ کی قیمت بادشاہوں کے خزانہ سے بھی آگے ہوگئی۔ ایک ضعیفہ عورت چند سیر ریشم کے دھاگے جو اس کے پاس تھے لے کر بازار میں آئی۔ اور اس نے کہا میں اس غلام کو خریدوں گی لوگوں نے کہا اے ضعیفہ! کیا دیوانہ ہوگئی ہے۔ ان کی قیمت بادشاہوں کے خزانہ سے بھی آگے بڑھ چکی ہے۔ ان دھاگوں سے تو کیسے خرید سکتی ہے؟ اس نے کہا میں جانتی ہوں لیکن اپنی پونجی لے کر آئی ہوں اس لئے کہ میرا نام بھی ان کے خریداروں میں شامل ہوجائے۔ وہ راز یہی ہے جو کہا ہے ؎

ہر کہ در و نیست ازیں عشق رنگ　　نزد خدا نیست بجز چوب و سنگ

(جس شخص میں عشق کا یہ رنگ نہیں ہے خداوند تعالےٰ کے نزدیک وہ لکڑی و پتھر کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔)

والسلام

حقیر شرف منیری

❋

مکتوب ۱۵۱

معوذتین

سورۂ فلق اور سورۂ ناس کے قرآن ہونے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آپ کا گرامی نامہ لطیف عبارت سے آراستہ ملا، پڑھا۔ معوذتین کا تذکرہ فرمایا ہے کہ یہ قرآن سے ہے یا قرآن سے نہیں ہے؟ کچھ لوگ کہتے ہیں قرآن سے نہیں ہے لانھما نزلتا علی وجہ الرقیۃ فی قصۃ سحر الیھود علی النبی علیہ السلام فلا تکونا من القرآن ولھذا روی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ لم یکتبھا فی مصحفہ (کیوں کہ یہ دونوں سورتیں

جھاڑ کے طور پر اتری ہیں جب کہ یہود نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کیا تھا لہٰذا یہ قرآن میں سے نہیں ہے چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے ان دونوں سورتوں کو اپنے مصحف میں نقل نہیں کیا ہے) یہ قول صحیح نہیں ہے بلکہ مردود ہے۔

قول صحیح یہ ہے کہ معوذتین "سورۂ فلق وسورۂ ناس" اس مصحف میں داخل ہے اور مرقوم ہے جسے امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمع کیا ہے اور امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ ہم لوگوں کے امام ہیں۔ صحابہ کے وقت سے آج ہمارے وقت تک۔ اور مغرب ومشرق کے تمام ممالک کے رہنے والوں کے مصحف میں اسی طرح مرقوم ہے جس طرح دوسری تمام سورتیں مرقوم ہیں۔ اور جس طرح دوسری سورتوں کے متعلق صحابہ کا اور تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ اسی طرح معوذتین کے متعلق صحابہ رضی اللہ عنہ کا اجماع تھا اور تمام مسلمانوں کا اجماع تھا۔ کیونکہ مجموعہ پر سب کا اجماع واتفاق اس کے اجزا پر اتفاق اور اجماع کو واجب کرتا ہے۔ کیونکہ مجموعہ کا جز مجموعہ میں داخل ہے۔ اور اسی طرح دوسری روایت ہے۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ قرآن کی جمیع سورتوں کی تعداد ایک سو چودہ ۱۱۴ ہے اور یہ قول تمام صحابۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور ایسا ہی امام عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مصحف میں ہے اور تمام ممالک کے اور شہروں کے مصحفوں میں وہی ایک سو چودہ سورتیں سورہ فلق وسورۂ ناس کے ساتھ ہیں تو اس سے معلوم ہو گیا کہ معوذتین قرآن سے ہے یعنی داخل قرآن ہے۔ لہٰذا ناپاکی وپلیدی میں معوذتین کا پڑھنا ممنوع ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے جس طرح ناپاکی میں تمام سورتوں کا پڑھنا منع ہے۔ چنانچہ اگر نماز میں ان دونوں سورتوں کو پڑھیں تو بہ اتفاق جائز ہے جس طرح اور تمام سورتیں پڑھی جاتی ہیں۔

اور دوسری بات۔ جب امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے سورہ برأت کے شروع میں بسم اللہ کیوں نہیں آپ نے لکھی۔ تو فرمایا۔ سورہ برأت نازل ہو چکی تھی اور میں حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ نہ سکا تھا کہ سورہ برات کوئی علٰحدہ سورہ ہے یا سورۂ انفال کا تتمہ و آخر ہے۔ یہاں تک کہ آپ دار فنا سے دار بقا کی طرف رحلت فرما گئے۔ جب حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے احتیاط کا یہ حال تھا تو معوذتین کو اور دوسری سورتوں کے ساتھ جمع کیا اور اپنے مصحف میں لکھا، جو صحابہ کے زمانہ سے ہمارے زمانہ تک ہم سب کے امام ہیں اس سے معلوم ہوا کہ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو یہ ہدایت ہوئی کہ معوذتین

قرآن سے ہے یعنی داخل قرآن ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہرگز آپ معوذتین کو اور دوسری سورتوں کے ساتھ جمع نہ کرتے اور مصحف میں نہ لکھتے تو جو کوئی ایسا کہتا ہے کہ معوذتین قرآن نہیں ہے خارج از قرآن ہے تو وہ گویا امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر بہتان رکھتا ہے اور افترا کرتا ہے کہ جو خارج از قرآن ہے اس کو بھی قرآن میں آپ نے جمع کر دیا ہے اور مصحف میں لکھ دیا ہے۔

ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں دینی امور میں کوتاہی و فتور کس حد تک ہے اور کتاب و سنت کے احکام کی طلب و تلاش کیسے ہے اس کام میں کس درجہ خلل واقع ہو چکا ہے اور اس زمانہ کے خاص و عام کو اس باب میں اہتمام نہیں رہا ہے اور اس کی ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں ہے۔ یہ عجوبۂ روزگار ہے یعنی زمانہ کا ایک حیرت انگیز واقعہ ہے۔ دین کے احکام میں سے ایک حکم کی آں عزیز نے تحقیق کی ہے یعنی دین کا حکم ہے کہ دینی احکام کی تحقیق و تلاش کرو۔ اگرچہ مسافت کی دوری ہے لیکن تحقیق کے لئے بُعد مسافت کو طے کرنے اور معلومات حاصل کرنے میں کوتاہی نہیں ہونی چاہیئے (حکم ہے) اطلبوا العلم ولو کان بالصین "علم طلب کرو اگرچہ چین میں ہو۔

آں عزیز کے بارے میں ثابت ہوا کہ آپ کو علمی اور دینی تحقیق کی لگن ہے۔ یعنی جس کو جس کام کے لئے پیدا کیا ہے اس کے لئے وہ کام آسان ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اور ہماری عاقبت و خاتمت بخیر فرمائے۔

والسلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۱۵۲

توکّل میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادر عزیز! تمہیں معلوم ہو کہ قرآن مجید فرقان حمید میں مسطور ہے داعبد ربك

حتی یاتیک الیقین (عبادت کرو اپنے پروردگار کی یہاں تک کہ آجائے تم کو موت) مفسرین نے یقین کی تفسیر موت سے کی ہے۔ یعنی بندگی۔ جیسا کہ قول ہے من نظر الی معبودہ سقط عن عبادتہٖ عبادت کرنے والے کی نظر جب معبود پر پڑتی ہے تو اس کی نظر اپنی عبادت سے ساقط ہوجاتی ہے۔ یعنی اس عبادت سے وہ محجوب نہیں ہوجاتا ہے المحبۃ سواءٌ الحضورُ والغیبۃُ وارتفاعُ البعد والقرب۔ (محبت حضوری اور غیبوبیت میں یکساں ہوتی ہے اور قرب و بُعد کے نشیب و فراز (بیچ) میں حائل نہیں ہوتے)

اے بھائی! محبت جب کمال کے درجہ کو پہنچتی ہے تو حضوری اور غیبت دونوں ایک ہوجاتی ہے اور قُرب و بُعد اٹھ جاتا ہے۔ وحدت میں قربت کیا اور دوری کیا۔ غیبت کیا اور حضوری کیا۔ حضوری خود ایسی ہونی چاہیئے کہ قرب و بعد، نزدیکی و دوری، حضور و غیبت یعنی حضور ہوجائے۔ اسی کو کہا ہے أنا لیلیٰ و لیلیٰ أنا حکایت ہے کہ ایک شخص نے مجنوں سے کہا لیلیٰ آئی ہے۔ اس نے سر گریباں میں ڈال لیا اور کہا لیلیٰ تو میرے ساتھ ہے اور میں لیلیٰ کے ساتھ ہوں۔ (یہ آنا جانا کیا)

لیکن توکل، تسلیم، رضا یہ تین چیزیں ہیں:۔

توکل۔ حق سبحانہ تعالیٰ پر اعتماد کرنا ہے۔

تسلیم۔ اللہ کے حکم پر اکتفا کرنا ہے۔

رضا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کو دیکھنا ہے۔

خواجہ ابویزید رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے فرمایا کہ میں ایک صحرا سے گذر رہا تھا ایک مرد کو دیکھا کہ ببول کے کانٹوں پر ہاتھ مار رہا ہے۔ اس کی یہ حرکت اور اس کا یہ فعل دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا کہ اس شخص میں حیات و زندگانی کا کوئی اثر باقی نہیں رہا ہے، مجھے تعجب ہوا میں نے کہا شاید مردہ ہے یا یہ کانٹے اس کے لئے گلاب کی پتیوں کی طرح ہوگئے ہیں۔ اس نے کہا ؎

إنّ قلبی لدیك موقوف ودمع عینی علیك مذدون

یاحسرتا یاحسرتا أعیش بہا لم یکن لی إلیك معروف

خواص کی حیات موت کی صفت پر ہوتی ہے (یعنی زندگی میں وہ مردہ جیسے ہوتے ہیں) جب خود کو وقف کردیا تو نفس کا حصہ نفس سے زایل ہوگیا۔ وقف قیام یعنی کھڑا ہونا ہے اور وقف دل کا اس کے حکم پر راضی ہونا ہے۔ اور تمامی خلق سے صرف حق سبحانہ تعالیٰ کو کافی کرلینا یعنی

اللہ تعالیٰ پر توکل وقناعت کرلینا ہے۔ اور یہ مشہور مشائخ کی کتابوں سے منقول ہے۔ لیکن رسالۂ قشیری کی عبارت ہے قال سھل بن عبداللہ التوکل حال النبی صلی اللہ علیہ وسلم و الکسب سنتہ فمن بقی عن حالہ ولا یترکن سنتہ وکان ابراھیم الخواص لا یفارقہ وحنوط ومقراظ۔

والسلام

فقیر شرف منیری

مکتوب ۱۵۳

بلا میں صبر اور اس کی مرضی پر راضی رہنے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال اللہ تعالیٰ انک میت وانھم میتون (بیشک تو مردہ ہے اور وہ سب بھی مردے)

کار عالم زادنست ومردن است گہ پدید آوردن وگہ بردن است
لاجرم ایں کار بے پایاں فتاد تا ابد ایں دردبے درماں فتاد

(اس عالم کے کارخانہ کا کام پیدا ہونا اور مرجانا ہے کبھی لانا اور کبھی لے جانا ہے۔ یقیناً یہ کام لامتناہی ہے ہمیشہ کے لئے اس درد کا درماں نہیں ہے۔)

اے بھائی! حدیث شریف میں ہے کہ سب سے پہلی چیز جو لوح محفوظ میں لکھی گئی وہ یہ تھی انی انا اللہ لا الٰہ الا انا من لم یرض بقضائی ولم یشکر علی نعمائی ولم یصبر علی بلائی فلیطلب ربا سوائی یعنی یہ درست اور سچ ہے کہ خدا میں ہی ہوں میرے سوا کوئی خدا نہیں۔ میرا حکم ہے جو میری مرضی پر راضی نہ ہو میری نعمتوں میں شکر نہ کرے اور میری بلاؤں پر صبر نہ کرے تو اس سے کہدو میرے سوا کوئی دوسرا خدا تلاش کرے "اگر کوئی ہو"۔ اہل بصیرت ارباب معرفت اس حدیث کی ہیبت اور سیاست وتنبیہہ سے ہر لحظہ یہی چاہتے ہیں کہ نیست ولیست ہوجائیں اور معدوم ہوجائیں۔ لیکن عدم کی راہ جب بند ہے تو کیا کریں۔

ــ کے ــ آخر یہ کہتے ــ

کاش کہ ہرگز نبودے نام من　　تا نبودے جنبش و آرام من

(کاش میرا نام و نشان ہی نہ ہوتا تاکہ مجھ سے کوئی حرکت و سکنت کا صدور ہی نہ ہوتا۔)

اے بھائی! بندہ اس کی قضا سے راضی ہو یا نہ ہو تقدیر بدلنے والی نہیں۔ تو یہ بیقراری و گھبراہٹ خود مستقل ایک معصیت اور گناہ ہے فلیطلب ربًا سوائی (میرے سوا کوئی اور رب تلاش کرو۔) کا خوف اور خطرہ ہر وقت لگا ہوا ہے ؎

آں کہ دلہای آشنا دارند　　دل ز چون و چرا جدا دارند

جان و تن را بہ کردگار سپار　　تا درون سرائے یابی بار

(وہ لوگ جن کے قلوب آشنا ہیں وہ اپنے دل کو چون و چرا سے علٰحدہ رکھتے ہیں جسم و جان سب اس پاک پروردگار کے حوالہ کر دو تاکہ اس کی بارگاہ پاک میں تمہاری رسائی ہو جائے۔)

دیکھو! ہر وقت باخبر اور ہوشیار رہو، زہر دیں تو شربت کا پیالہ سمجھ کر نوش جاں کر لو۔ اور مردانِ دین کی اقتدا کرو۔ دنیادار مخنثوں کی نہیں ؎

حکم حق سوی تو چو کرد نگاہ　　جاں بر آر از پی، نہ آہ

ہر بلائی کہ دل نماید از و　　از یکی تا ہزار شاید از و

اے بھائی! جب بندہ نے اللہ کی قضا اور تقدیر پر نگاہ رکھی تو وہ مشاہدہ حق سبحانہ تعالیٰ میں مشغول ہو گیا۔ اگر دونوں جہان کی بلائیں اس پر ڈال دی جائیں تو یوں سمجھو پہاڑ پر ایک ذرہ کے برابر ہو۔ اور جس کی نگاہ خود اپنی طرف ہوئی وہ نالہ و فریاد میں مشغول ہو گیا۔ بلاء و مصیبت کا ایک ذرہ اس کے لئے ویسا ہے جیسے ایک تنکا پر ایک پہاڑ ٹوٹ پڑا ہو۔ جانتے ہو صبر کی تعریف کیا ہے؟ ہر وہ بلا اور ناخوشگوار بات جو بندہ پر آئے اس پر وہ نالہ و فریاد نہ کرے۔ اور رضا کیا ہے؟ جانتے ہو۔ جب کوئی بلا ناخوشگوار امر بندہ پر پہنچے تو وہ رنجیدہ و ناخوش نہ ہو۔ اللہ ما اعطی واللہ ما اُخذ فمن اَنت فی البین (جو دیا وہ اللہ کا دیا ہوا ہے اور جو اس نے لے لیا وہ اللہ ہی کا ہے تو درمیان میں کون ہوتا ہے) سچے مومن بن جاؤ اور اپنے ایمان کی حفاظت و نگہداشت جان کی طرح کرو۔ جان کیا چیز ہے ایمان کی حفاظت میں سو جان قربان کر دو۔ ایمان کے مقابلہ میں بیوی بال بچے، ماں باپ کیا چیز ہیں ؎

بندۂ او باش تا باشی کسے　　رو سگے او باش تا باشی بسے

(اس کے پیچھے بندہ بن جاؤ تاکہ کچھ کام کے ہوسکو جاؤ اس کے در کے کتا بن جاؤ۔
اس سے تم بہت کچھ ہوجاؤ گے۔)

حدیث شریف میں ہے الایمان نصفان نصفہ شکرٌ ونصفہ صبرٌ۔ یعنی ایمان کے دو برابر حصّے لازم ہیں، ایک نصف نعمت میں شکر اور دوسرا نصف بلا میں صبر ہے اور اس دنیا میں آزمائش کی بھی دو قسمیں ہیں، ایک نعمت کے ذریعہ ایک بلا کے ذریعہ۔ اگر نعمت کے ذریعہ آزمائش ہوتی ہے تو شکر کا مطالبہ ہوتا ہے اور اگر بلا و مصیبت سے آزماتے ہیں تو صبر کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ؎

ناکساں را بلطف خود کس کرد　　　شکر و صبرے زبندگاں بس کرد

دعوئ ایمان کے ساتھ جہاں یہ صفتیں نہ ہوں تو سمجھ لو محض دعویٰ ہے اور بغیر دلیل کے محض دعویٰ جھوٹ ہوتا ہے یہ مثل سنی ہوگی کلُّ مدعی کذاب

راہ زد مشغولیٔ عالم ترا　　　نیست پروای خدا یکدم ترا

(دنیا کی مشغولیتوں نے تری راہ ماری ہے تجھے خدا کی ذرہ برابر پرواہ نہیں ہے۔)

اور حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے الصبر من الایمان بمنزلۃ الراس من الجسد۔ ایمان کے لئے صبر سر کے درجہ میں ہے جس طرح جسم کے لئے سر ہوتا ہے اور یہ جانتے ہو کہ بغیر سر کے جسم کس کام کا ہوتا ہے۔ اسی طرح بلا فرق بغیر صبر کا ایمان ہوتا ہے۔ ؎

زیرکاں را چو روز معلوم است　　　کہ شب و روز عاقلاں شوم است

اے بھائی! دل خوش رکھو کہ بلا کی تہہ میں بہت سارے اسرار ہیں اور کام ہیں۔ اپنے کام کا قاعدہ اسی طرح مقرر فرمایا ہے۔ کہ اپنے دوستوں کے لئے جو کچھ رکھا ہے وہ بلا کے پردہ کے پیچھے رکھا ہے۔

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است　　　زیر آں گنج کرم بنہادہ است

چنانچہ بزرگوں نے جناب ایوب علیہ السلام کے فریاد کی تصریح یوں کی ہے کہ جناب ایوب علیہ السلام پر متواتر بلاؤں کا نزول تھا جب تک جسم پر گوشت کا حصہ رہا کوئی فریاد نہیں کی۔ جب بدن پر گوشت کا ایک ٹکرہ بھی نہیں رہا بلا انتہا کو پہنچ گئی تو خوف اس کا

پیدا ہوا کہ جب بلا ختم ہوگئی تو عطا و نوازش بھی زائل ہو جائے گی۔ بلا کے خاتمہ سے نہیں بلکہ عطا و نوال کے زوال سے فریاد کی اور کہہ اٹھے رب انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین (اے میرے رب بیشک میں نقصان میں ہوں آپ ارحم الراحمین ہیں۔) فرعون کو ملک و بادشاہت اور آرام و راحت چار سو سال تک بلا طلب عطا فرمائی۔ اگر وہ جناب موسیٰ علیہ السلام کے درد و سوز کا ایک ذرہ بھی مانگتا تو اسے نہیں ملتا ؎

فرعون را نہ دادیم اے دوست دردِ سر — زیرا کہ او نداشت سر دردہائے ما

اے بھائی! بندہ کا بلا جھیلنا حق سبحانہٗ تعالیٰ سے اس کی محبت کی دلیل ہے۔ اسی کو کہا ہے ؎

عزت چو ورا باشد بے ہیچ شک اے سالک — در کون و مکاں ما را جز خوار نہ باید بود

نقل ہے کہ رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا پر جس دن کوئی بلا نازل نہیں ہوتی تو وہ مناجات کرتیں۔ الٰہی تو نے روٹی تو دی لیکن میری اپنی وہ غذا کہاں ہے؟

کہاں ہیں دستار بند اور جبہ پوشان مردانگی کا دعویٰ کرنے والے! ذرا ایک دوپٹہ اوڑھنے والی کو دیکھیں اور اپنے جبہ و دستار سے شرم کریں۔

اور جب حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بادشاہت اور فقر کے درمیان اختیار دیا گیا کہ ان میں سے جو چاہیں قبول فرمالیں چوں کہ حضورؐ تمام عارفوں کے سردار ہیں آپ نے یہ جان لیا تھا کہ فقر بلا کا گھر ہے اور جس قدر نوازش و اکرام اپنے دوستوں کے لئے اللہ نے رکھا ہے وہ سب بلا خانہ ہی میں رکھا ہے اس لئے آپؐ نے فقر اختیار فرمایا۔ اسی کا اشارہ اس شعر میں ہے ؎

ہر کس کہ ذلیل کرد خود را — اندر نظرش ہموں خلیل است

عاشق ز برائے عزِ معشوق — در دنیا و آخرت ذلیل است

کیا یہ نہیں دیکھتے ہو کہ عالم محبت اور خصوصیت سے ایک ذرہ بھی فرعون و نمرود کی قسمت اور حصہ میں نہیں آیا۔ اور ان سب کو بادشاہت اور مال و جاہ کا مالک بنا دیا تاکہ سارا جہان یہ جان لے اور دیکھ لے کہ اپنے دوستوں اور محبوں کے ساتھ اللہ جل شانہٗ کا معاملہ دوسرا ہے۔ دشمنوں کے ساتھ دوسرا ہے۔ منقول ہے کہ ان اللہ یجرب المومن بالبلاء

کما یجرب احدکم الذھب بالنار حق سبحانہٗ تعالےٰ مومن کو بلا میں ڈال کر اس طرح آزماتا ہے جس طرح تم سونا کو آگ میں ڈال کر جانچتے ہو۔ یہاں دیوانوں کی دیوانگی کام آتی ہے۔ جیسا کہ کہا ہے

تا توانی باخرد بیگانہ باش — عقل را غارت کن و دیوانہ باش
زانکہ گر تو عاقل آئی سوئے من — زخم بسیاری خوری در کوی من
زانکہ گر دیوانہ آئی در شمار — ہیچ کس را با تو نبود ہیچ کار

اے بھائی! بندہ نے جب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا تو سب سے رُخ پھیر لیا، اور خدا کی محبت کا دعویٰ کیا فلا بدّ من البینۃ والبرھان تو اس کو دلیل و برہان کے بغیر چارہ نہیں ہے ورنہ محض دعویٰ بغیر دلیل و ثبوت کے جھوٹ ہے۔ اور دلیل و برہان یہاں نعمت میں شکر اور بلا میں صبر ہے۔

یہ تو جانتے ہو کہ اس بارگاہِ پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر صاحبِ عزت، محب، مکرم، بزرگ تر اور کوئی شخص نہیں ہے۔ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے زیادہ دنیا میں کوئی فرزند عزیز، شریف، عالی مرتبت اور محبوب نہیں ہے۔ اگر شیطان بہکائے نفس وسوسہ ڈالے تو اس وقت حضورؐ کے اسوہ حسنہ اور سیدنا امام حسن و حسین رضؓ کی مصیبتوں اور بلاؤں کو دیکھو۔ اور وہ جو ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے من اصابہ مصیبۃ فلیذکر مصیبتی اپنی امت کے دل کی تسکین و تسلی کے لئے فرمایا ہے کہ جس کسی کو کوئی مصیبت پہنچے تو اس سے کہو کہ وہ میری مصیبتوں کو یاد کرے۔

ان تمام تحریر و بیان سے کاتب مکتوب کا مقصد برادر عزیز کے دل کو تسکین و تسلی پہنچانا ہے۔ بار بار اس خط کو پڑھیں تاکہ صبر کرنے اور اس کی رضا پر راضی رہنے میں اعانت و مدد حاصل ہو۔ اب اس مکتوب کو مصیبت کے اس آیت پر ختم کرتا ہوں جو قرآن یعنی کتاب خداوندی میں بندوں کی تعلیم کے لئے آئی ہے۔ اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون ؁

والسلام
شرف منیری

✽

مکتوب ۱۵۴

امراء اور سلاطین کے دربار میں جانے کے بیان میں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کاتب حروف کا خصوصی سلام و دعا، آں برادر کا خط اس فقیر کے اشتیاق سے پُر نظم و نثر میں تحریر و بیان ہوا ہے، ملا مطالعہ میں آیا، دوستوں اور محبوں کا یکجا ہونا' ان کی ملاقات بظاہر بہت خوب معلوم ہوتی ہے اگرچہ یہ ملاقات تھوڑے ہی دیر کی کیوں نہ ہو ہاں ایسا ہی ہے لیکن اس رُو سے کہ وصال کے بعد جدائی سخت دشوار ہوتی ہے اور دوستوں عزیزوں کی ملاقات بغیر جدائی کے اس دنیا میں محال ہے تو دوستوں کی جدائی کی یہ حالت وصال حقیقی کی امید پر رہتی ہے اگرچہ کتنا ہی سخت معلوم ہو اور جان و دل پر دشوار گذرے۔ اسی نظر سے کسی نے کہا ہے۔

؎ بر آتش فرقتت بامید وصال   ایں آب حیات عاشقاں چہ خوش باشد

(وصال کی امید جدائی کی آگ میں ہے، یہ آب حیات عاشقوں کے لئے کیا ہی خوب ہوتا ہے)

اس کے ساتھ (المرء مع من احب (جو جس کو دوست رکھتا ہے قیامت کے دن وہ اسی کے ساتھ ہوگا) جب شرع کا یہ فتویٰ ہے تو دل کی تسلی کے لئے کافی ہے اور یہ جو بزرگوں کا قول ہے کہ کوئی کتنا ہی دور مغرب و مشرق میں ہو تو بھی وہ ہم زانو ہے اسی معنی کی طرف اشارہ ہے اور وہ جو کہتے ہیں لا بُعد مع المحبۃ (محبت کے ساتھ دوری نہیں) یہ بھی وہی بات ہے۔ انشاء اللہ اس معنی سے آپ کو تسکین حاصل ہوگی۔

اے بھائی! جس طرح سوال اپنے لئے مذموم ہے اسی طرح امراء و سلاطین کے دربار میں اپنے لئے جانا مذموم ہے لیکن یہی دوسرں کے نفع کے لئے اور کسی مسلمان کے مقصد برآری کے لئے ہو تو محمود ہے جس طرح سوال اور یہ کام بہت بڑا کام ہے۔ اس کا تعلق حریت اور آزادی سے ہے، بعض بزرگوں نے اپنے حظ و نفع سے کلیتاً آزاد ہو کر یہ کام کیا ہے امراء و سلاطین کے پاس آئے گئے ہیں۔ اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی منقول ہے کہ صحابہؓ کے لئے آپؐ نے ایسا کیا ہے۔

والسلام

مکتوب ۱۵۵

قناعت و ترکِ دنیا میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جمال الدین! اللہ تعالیٰ امر خیر پر خاتمہ فرمائے۔

جانو کہ آں عزیز کا مکتوب سید اشرف الدین لائے پڑھا گیا، اے فرزند! دنیا دوزخ کے اس گڈھے کی مثال ہے جسے "ھاویہ" کہتے ہیں اور تم نے سنا ہے کہ دوزخ کے ھاویہ کی گہرائی اور اس کی انتہا نہیں ہے اسی طرح جانو کہ دنیا کی بھی گہرائی اور اس کی انتہا ظاہر نہیں ہے تو جو دنیا کے کاموں میں مبتلا ہوا وہ ھاویہ میں گر پڑا ہمیشہ ہمیش کے لئے اب وہ کہاں اور نجات و چھٹکارا کہاں۔ ہاں ضرورت بھر یعنی جس قدر ضروری ہے اگرچہ صورتاً وہ دنیا ہے مگر معناً آخرت ہے کہ مایستعان بہ إلی العبادۃ فھو عبادۃ (جس چیز سے عبادت میں استعانت و مدد لیجاتی ہے وہ عبادت ہے) "حد ضرورت" ضرورت کی حد یہ ہے مالا یمکن دفعھا (جس کا دفع کرنا ممکن نہیں) اسی بنا پر ہے کہ ضرورت کی مقدار یعنی جتنا ضروری ہے اس کا ترک جائز نہیں ہے۔ اور اگر یہ پوچھو کہ دنیا ہے کیا؟ بزرگوں نے کہا ہے، کل قیامت کے دن جو کام نہ آئے وہ سب دنیا ہے اگرچہ نماز، روزہ، علم، تلاوت قرآن ہی کیوں نہ ہو اسی سے سمجھ لو کہ اور دوسری چیزیں کیا حقیقت رکھتی ہیں رُبّ تالی القرآن والقرآن یلعنہ رب صائم لیس لہ من صیامہ الا الجوع والعطش وصلواۃ مہای (کتنے ایسے قرآن کی تلاوت کرنے والے ہیں کہ قرآن اُن پر لعنت کرتا ہے کتنے ایسے روزہ دار ہیں کہ ان کے روزوں کا حاصل بھوک اور پیاس اور دکھاوے کی نماز کے سوا کچھ نہیں ہے) علمائے دنیا کے علم کو ایسا ہی جانو دان یاداؤد لا تسئل عن عالم استکبرہ حب الدنیا نیقطعک عن محبتی اولئک قطاع الطریق علی عبادی (اور یہ کہ اے داؤد ایسے عالم کے بارے میں سوال نہ کر جس کو دنیا کی محبت نے متکبر بنا دیا ہے کہ وہ تجھے میری محبت سے دور کر دے گا یہی لوگ میرے

بندوں کے لئے راہزن ہیں۔) جب یہ جان لیا کہ جو کچھ کل قیامت کے دن کام نہ آئے وہ سب دنیا ہے نواب ہوشیار ہو جاؤ اپنے اندر غور کرو، جو کچھ تم رکھتے ہو میں سمجھتا ہوں کہ وہ کل قیامت میں کام نہیں آئے گا اور ہاں اپنے اندر خوب غور و خوض کرو اور اچھی طرح دیکھو کہ کفر رکھتے ہو یا ایمان، توحید رکھتے ہو یا شرک، اخلاص رکھتے ہو یا نفاق، بت پرستی رکھتے ہو یا خدا پرستی؟ اگر کوئی کافر طبیب تم سے یہ کہے کہ فلاں چیز نہ کھاؤ یہ نقصان دہ مضر ہے باوجود اس کے کہ اس کی سچائی پر یقین نہیں ہے پھر بھی اسی وقت اس چیز کو تم ترک کر دیتے ہو اور اس سے پرہیز کر لیتے ہو ہرگز نہیں کھاتے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السّلام آتے رہے اور سب کے سب یہی فرماتے رہے کہ حب الدنیا راس کل خطیئۃ (دنیا کی محبت تمام گناہوں کا سرچشمہ ہے) اس کے باوجود تم دنیا کے کاموں سے باز نہیں آتے ہر روز دنیا طلبی میں حریص تر ہوتے جا رہے ہو تو یہ ایسا ہے کہ تمہیں طبیب کافر کے قول پر ایمان ہے اور ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کے قول پر ایمان نہیں ہے اور یہ وہ ہے کہ زبان سے تمہارا لا الہ الا اللہ کہنا تمہارے حق میں جھوٹ ہوتا ہے۔ یہ ایمان زبانی اور کفر دلی ہے کیا کہتے ہو ایسا ہی ہے نا؟ یا اُبی رحم اللہ من انصف۔ (اے اُبی اللہ ان پر رحم کرے جو انصاف والے ہیں) شرک کو بھی ایسا ہی سمجھو اور نفاق کو بھی ایسا ہی جانو اگر تم اپنا جائزہ لو تو یقیناً اپنے اندر یہی پاؤ گے لیکن تم تو زن و فرزند کے غم میں اور جاہ و منزلت کی فکر میں مبتلا ہو گئے ہو دین کے غم نے تمہارا دامن کہاں پکڑا ہے۔ افسوس کہاں دین کا غم اور کہاں تم، دین کا کام ایسا آسان نہیں ہے کہ تم رکھتے ہو اور تم جیسے دوسرے۔ تم ذرا خلیل اللہؑ کو دیکھو کہ جب دین نے اپنا جمال خاص دکھایا تو جلالت نبوت کے تاج اور خلعت خلیلی کے خلعت کے باوجود کہہ اٹھے وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَن نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ (اے میرے اللہ آپ مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی پوجا سے دور رکھئے۔) انہوں نے کب بتوں کی پوجا کی تھی اس کے باوجود اپنے اوپر یہ گمان بد آپ نے فرمایا۔ تم یہ جان لو کہ مردانِ خدا ہی دین کے کاموں کو جانتے ہیں کہ دین کا معاملہ کیا ہے اور کیسا ہے مخنثان کیا جانیں۔

دوسری نقل یہ ہے کہ ایک دن امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ غائب ہو گئے لوگوں نے بہت ڈھونڈھا ان کا پتہ نہ ملا آخر ایک روز ان کو دیکھا مخنثوں ہیجڑوں کا لباس پہنے ہوئے انہیں کی جماعت میں اس ہیئت کذائی پران کی شکل بنائے بیٹھے ہیں لوگوں نے پوچھا اے مقتدائے عالم

یہ کیا حال ہے؟ فرمایا بظاہر میں عورت نہیں ہوں بہ باطن مرد نہیں ہوں اور جب میں یہ دونوں نہیں ہوں تو مخنث ہوں بس یہ تم اچھی طرح سمجھ لو کہ دین کیا ہے اور دین کے کام کیا ہیں۔ لیکن شکم پرستوں، ہوس پرستوں کو اس غم سے کیا غم ہے۔ اب تمہیں بتاؤ تم کیا کہتے ہو عمر پچاس سے آگے گذر چکی اس طرح غفلت میں پڑے رہنا اور شیطان کے غرور سے مغرور ہونا کب تک۔ زن و فرزند اگر دین میں تمہارے مددگار و معاون ہیں تو ان کے ساتھ رہنا چاہیئے اور اگر ایسا نہیں ہے تو ان سے علاحدگی و کنارہ کشی خود فرض ہے! انما اموالکم واولادکم عدولکم فاحذروھم (بیشک تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہارے دین کے دشمن ہیں ان سے احتراز کرو) ان کے چلے جانے اور مرنے کا اس درجہ قلق و اضطراب کیا ہے۔

اپنے کفر کو اپنی آنکھوں سے تم نے دیکھ لیا جیسا کہ میں نے کہا۔ شرک و نفاق کو بھی اپنے اندر ایسا ہی جان لو بلا فرق۔ اگرچہ ہر سمت سے کھول کر میں نے نہیں لکھا بہ سبب طوالت مکتوب اگر ڈھونڈھو تو پالوگے جیسا کہ کفر کو تم نے دریافت کر لیا۔ وقت کو غنیمت سمجھو ابھی فرصت ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کفر و نفاق کو قبر میں لیجاؤ اپنے اوپر توجہ کرو نہ کہ زن و فرزند پر جس طرح میں کرتا ہوں اپنا ماتم کرو نہ کہ زن و فرزند کا ماتم جیسا کہ میں ماتم کرتا ہوں، ہمارے اور تمہارے لئے اتنا بھی بہت ہے اگر ہو سکے۔ اور یہ شعر یہاں برحسب حال ہے۔

؎ از بخت بدم اگر فروشد خورشید   از نور رخت مہا چراغے گیرم

(اگر میری بدبختی سے سورج چھپ گیا ہے تو کیا ہوا۔ اے چاند سے چہرہ والے محبوب کیوں نہ میں ترے رُخ سے روشنی لوں۔)

اگر دین نہیں ہوگا تو کم سے کم دین کا ماتم تو ہوگا ورنہ یہ نہ وہ پھر اور کیا رہ گیا اُولٰئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ (یہ لوگ چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ) پڑھو اور جان لو جھوٹے پندار، فاسد گمان اور خیالی مغرور نہ بنو۔

افسوس، افسوس! کہاں تم اور کہاں دین مسلمانی، شیطان نے تمہارے دماغ میں ڈال دیا ہے کہ میں مسلمان ہوں اور دین مسلمانی رکھتا ہوں۔ اگر آج دین کا غم تم نہیں کھاتے تو ساری عمر اسی میں بسر کرنا پڑیگا۔ اور نداء الٰہی فکشفنا عنك غطاءك فبصرك اليوم حديد (سو اب ہم نے تجھ سے تیرا پردہ (غفلت) کو اٹھا دیا سو آج تو تیری نگاہ بڑی تیز ہے) تم تک پہنچ جائیگی۔

تمہاری آنکھ تیز بیں کردی، تو یقیناً جو کچھ تمہارے اندر ہوگا وہی نظر آئے گا۔ اب دیکھو کہ بت و زنار ہے یا مسلمانی لیکن جب کام ہاتھ سے نکل چکا تو اب کیا فائدہ۔ یہی وہ ہے جس کو کہا ہے

سوف تریٰ اذا تجلی الغبار　　　　اتحتک فرس ام حمار

حاصل کن ازیں جہانِ فانی ہنری　　　　منشیں تو دریں سرائے چوں بے خبری

بنشیند ایں غبار و شک برخیزد　　　　کاسپت است بزیر رانت یا لاشہ خری

(اس فانی دنیا سے بہترین ہنر حاصل کرو، اس سرائے فانی میں غافل نہ رہو۔ جب یہ غبار چھٹ جائے گا تو شک ختم ہوجائے گا اور پتہ چل جائے گا کہ تمہارے ران کے نیچے گھوڑا ہے یا گدھے کی لاش ہے۔)

مدت ہوئی بزرگوں نے کہا ہے آجکل خلل ایمان ہے کہ ایمان ہے بھی یا نہیں۔ اہل غفلت اسی غرور سے مغرور رہیں کہ ہم مومنوں میں ہیں اور اس آیۃ کو بھول گئے ہیں وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَاھُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ (اور ان میں سے بعضے ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر اور آخری دن (یعنی قیامت) پر حالانکہ وہ بالکل ایمان والے نہیں ہیں) ہوشیار رہو اگر کسی وقت تمہارا نفس کا فر دعویٰ ایمان کرے اور خود کو مومن جتلائے ہرگز ہرگز یقین نہ کرو اور اس کے اس دروغ پر مغرور نہ ہو کیونکہ یہ نفس جھوٹا مدعی ہے جب تک اس کو کسوٹی پر پرکھ نہ لو اگر پوچھو کہ اس کی کسوٹی کیا ہے تو کسوٹی اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہے کیا یہ نہیں دیکھتے کہ جن کے ایمان کی دولت یہ ہے لو اتزن ایمان امتی مع ایمان ابی بکر لرجح (اگر میری تمام امت کے ایمان کا ابوبکرؓ کے ایمان سے موازنہ کیا جائے تو ابوبکرؓ کے ایمان کا پلہ گراں ہوجائے گا) کس طرح فریاد کرتے اور پوچھتے ہیں یا رسول اللہ ما الایمان (یا رسول اللہ ایمان کیا ہے) سبحان اللہ، کیا خوب حیرت ہے کہاں وہ، سرور صدیقاں، اور کہاں یہ سوال۔ ایمان جیسا چاہیئے وہ خود آپ رکھتے ہیں کہ آپ اہل دل ہیں ہم لوگ زبان والے ہیں۔ اور دین جیسا ہونا چاہیئے وہ خود ان کے پاس ہے اس لئے کہ آپ اہل حقیقت ہوئے ہیں اور ہم لوگ اہل رسم و عادت ہیں اور زبانی دعویٰ کرنے والے ہیں۔ اس کے باوجود خود کو حضرت رضؓ نے مفلس دیکھا اور اپنے نفس پر بدگمان رہے ایسے بدگمان کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایمان کیا ہے یا رسول اللہ اس طرح جیسے کسی ناآشنا کو تم دار حرب سے لے آؤ اور وہ پوچھے کہ ایمان کیا ہے۔ اسی سے اچھی طرح سمجھ لو کہ دین کا غم ان لوگوں میں کیسا اور کس درجہ تھا یقیناً دین

رکھتے تھے اس دولت کے باوجود گمان ایسا رکھتے تھے کہ نہیں رکھتا ہوں. آج کل سارے جہاں کو دیکھ لو دعویٰ سے پُر ہے اس کے بیچ کوئی ایک بھی نہیں سب کے سب جھوٹے دعویدار ہیں. یہ سچ ہے کہ جو جتنا زیادہ جاہل ہے وہ اتنا ہی زیادہ کذاب ہے. حق سبحانہٗ تعالےٰ ہم سب کو اور ہماری طرح تمام لوگوں کو اس شقاوت و بدبختی اور ادبار کے ساتھ قبر میں نہ لے جائے اور ہماری اس فریاد کو سن لے اپنے کرم اور اپنے فضل سے۔

چوں کہ سید اشرف الدین سے تم فرزند کے اشغال اور تفرقۂ دل کا حال سنا گیا اسی بنا پر یہ چند سطریں لکھی گئیں خوب غور سے مطالعہ کر وان خطوط اور نامے کو دوسرے لوگ نہ دیکھیں اور کسی دوسرے کے ہاتھ نہ پڑے راقم کی یہ ہدایت ہے۔ ان چند سطروں میں فوائد بہت ہیں لیکن یہ نہیں معلوم کہ تم فرزند کے حصہ میں آتا ہے یا نہیں اللہ بہتر جانتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والماب استغفراللہ من جمیع ما کرہ اللہ ما لیس فی مکتوب اکتاب بیضا

والسلام

خاکسار شرف منیری

مکتوب ۱۵۶

کشف اور تمثل و تشکل میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام تاج الدین طاہر! اللہ تعالےٰ علماء دنیا کی صحبت سے محفوظ رکھے۔

سلام و دعاء کاتب حروف شرف منیری مطالعہ کریں. لکھنا یہ ہے کہ جس وقت آں عزیز کا خط آیا اس کا جواب ظفر آبادی ایک جوان کے معرفت بھیجا گیا جب دوسری بار آپ کا خط ملا اس کا جواب بھی ایک عزیز جو قصبہ اُندی جا رہے تھے ان کے معرفت بھیجا گیا تیسری بار پھر آپ کا مکتوب پہنچا ہے اس سے معلوم ہوا کہ خط لیجانے والوں نے جواب خط نہیں پہنچایا۔ آخر تیسری بار خط کا جواب برادرم مولانا مظفر کی معرفت بھیجا جا رہا ہے انشاء اللہ یہ آپ تک پہنچ جائے گا۔

ایک بات، کشف کے بارے میں۔ کشف حقائق اشیاء کا دیکھنا ہے جیسا کہ اس کی حقیقت ہے وہاں اس کی تعبیر کی کوئی حاجت نہیں اور خواب میں دیکھنا مثال ہے نہ کہ اشیاءَ کی حقیقت جیسی کہ ہے اس کا دیکھنا ہے۔ ہاں یہاں تعبیر کی حاجت ہے پس وہ دوسری چیز ہوئی اور یہ دوسری چیز ایک اور بات۔ تمثیل مثل سے ہے اور مثل کے معنی مانند و نظیر کے ہیں۔ اور تشکل، شکل سے ہے شکل کے معنی ناز کے ہیں جیسا کہ کہتے ہیں امراۃ ذات شکل (شکل والی عورت) اور شکل کے دوسرے معنی طریق کے ہیں لہٰذا کسی جگہ اور کہیں پر بھی "تشکل" تمثل کے معنی میں استعمال ہوتے ہوئے دیکھا نہیں گیا ہے۔

ایک خاص بات۔ روح خواب کی حالت میں ویسی ہی ہے جیسی کہ بیداری کی حالت میں جس طرح حالت بیداری میں روح ہی دیکھنے والی ہے بصر کے آلہ کے ذریعہ حالت خواب میں بھی، روح ہی دیکھنے والی ہے بصر و بصیرت کے آلہ کے ذریعہ بغیر فرق کے۔

ایک خاص بات۔ شیطان کے تمثل کی نفی خصوصی ہے کہ فان الشیطان لا یتمثل (شیطان حضورؐ کے مانند و مثل نہیں بن سکتا) اور دوسروں کے لئے عمومی ہے اس کی کوئی دلیل نہیں تو اس معنی میں کیا آدمی، کیا فرشتے اور کیا نوری اپنے انوار سے حضورؐ کے مانند و مثل نہیں ہو سکتے اس میں سب کے سب برابر ہیں واللّٰہ اعلم بالصواب۔

اے بھائی! یہ کیا بحث ہے اور یہ کیا سوال ہے۔ پل صراط پر پچاس جگہ ٹھہرنے کی ہے اور ہر ایک ٹھہراؤ سے دوسرے ٹھہراؤ تک ہزار سال کی راہ ہے۔ ہر ٹھہراؤ میں ایک سوال کیا جائے گا۔ ان سوالات کے جواب کا غم کھاتے رہنا چاہیئے کہ صحیح جواب ہو سکے۔

والسلام

خاکسار شرف منیری

مکتوب ۱۵۷

حاجت سے زیادہ علم حاصل کرنے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام تاج الدین طاہر اسلام و دعا۔ کاتب حروف شرف الدین احمد یحییٰ منیری مطالعہ کریں۔

آں عزیز کو معلوم ہو کہ فرض کی مقدار سے زیادہ علم حاصل کرنا اپنی ذات سے مستحسن ہے۔ یہ کمال علم کی صفت ہے اور تبحر ہے دین میں۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ آج کل اکثر و بیشتر دینی امور اور دوسرے کسب و کمائی کی طرح ہو گئے ہیں دنیا کا حصول اور امیروں، دولتمندوں کے توشہ خانہ اور ان کے املاک سے نفع حاصل کرنے کا وسیلہ بن گئے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ ہلاکت ہے۔ مثنوی ؎

علم سوئے در الٰہ برد نہ سوئے نفس و مال و جاہ برد
علم را چوں تو خوانی از بازی آلت ساز جاہ از آں سازی

(علم تو اللہ کے در کی طرف رہبری کرتا ہے نہ یہ کہ نفس و مال و مرتبہ کی سمت، اگر تم علم کو یوں نہیں پڑھتے ہو کہ مال و دولت وجاہ و منصب حاصل کرو تو یہ بیکار ہے)

اور آج کل اس بلا میں علماء دنیا مبتلا ہیں مثلھم کمثل الحمار یحمل اسفارا (ان کی مثال اس گدھے کی ہے جس پر بوجھ لدا ہوا ہے) اور علماء آخرت وہ ہیں جن کے حق میں ہے مثلھم کمثل الانبیاء کما نطق الشرع علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل (کہ ان کی مثال انبیاء کی ہے جیسا کہ شرع ناطق ہے مری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں) علماء آخرت ان آفات سے پاک ہو گئے ہیں اور پاک ہیں ان کی صفت یہ ہے جو کہی گئی ہے۔ مثنویات

؎ با علم و عمل زباں شاں راست میزان صفت اند بلکم و کاست
چوں نیک و بد از خدائے دیدند روئے از ہمہ خلق در کشیدند

برخاطر شان زخاص واز عام یکساں شدہ آفرین و دشنام

(علم وعمل کے ساتھ ان کی زبانیں سچی ہیں یہ لوگ ٹھیک ترازو کی طرح ہیں۔ چوں کہ یہ خیر وشر کو اللہ کی طرف سے دیکھتے ہیں اس لئے تمام مخلوق کی جانب سے رُخ موڑے ہوئے ہیں۔ ان کے لئے خاص وعام کی جانب سے مدح وذم، تعریف وتذلیل سب یکساں ہے۔)

دین کو ان لوگوں کے سایہ دولت میں پا سکتے ہیں اور اسلام کا منور چہرہ اور توحید کے حقیقت کا جمال انہیں لوگوں کی خدمت میں حاصل کر سکتے ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔ مثنویات ؎

درد مندی بجز عیسیٰ کرد دار دی رہ نشیں چہ خواہی کرد

(مسیحائی کرنا جناب عیسیٰ کا کام ہے۔ مسافر کسی کا علاج کیا کر سکے گا۔)

اس وقت جب کہ علماء آخرت کبریتِ احمر ہو گئے ہیں لا یسمع ولا یریٰ نہ سننے میں آتے ہیں نہ دیکھنے میں جس کسی کو دین کا درد ہے وہ بیچارہ کیا کرے اپنے ماتم ومصیبت میں لگا رہے نہ یہ کہ چوپائے کی طرح کھانے پینے میں دن کاٹا کرے جیسا کہ کسی قابل نے کہا ہے۔ مثنوی ؎

گر بر آید از سر دردیت آہ می بر د بوئے جگر تا پیش گاہ

آہ اگر از جائے خاص آید پدید مرد را جائے خلاص آید پدید

(اگر درد کی وجہ سے یہ آہ کریں تو ان کے جگر کے جلنے کی بو اس بارگاہ تک پہنچ جائے۔ اگر یہ آہ خاص مقام سے ظاہر ہو تو آدمی کو چھٹکارا مل جائے۔)

اے بھائی! جتنا بھر فرض کی مقدار میں علم حاصل ہو چکا ہے اگر دین کا درد اور اپنا غم ہے تو اسی کو کام میں لانا چاہیئے اور اس پر عمل کرنا چاہیئے اگر وہ دولت ونعمت یعنی مردان خاص میسر نہیں ہیں پھر بھی بوڑھی عورتوں کے چراغ کی طرح کی روشنی تو ہے۔ ؎

از بخت بدم اگر فرو شد خورشید از نور رخت مہا چراغ گیرم

(اگر مری بدبختی سے سورج ڈوب چکا تو اے چاند سے محبوب تمہارے چہرے کی چمک سے چراغ کا کام لوں۔) — اور اگر یہ بھی فوت ہو جائے تو پھر دو بار مادر زاد پیدائشی بدبختی کی کیا تدبیر۔ ؎

ہرچہ استاد ازل نبشتہ براند طفل در مکتب آں تواند خواند

(جو کچھ استاد نے لکھ دیا ہے لڑکا مکتب میں وہی پڑھے گا۔)

والسلام

شرف منیری

مکتوب ۱۵۸

توبہ، قناعت، وضو اور ہمت میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مثنوی ؎

نفس قانع گر گدائی می کند — در حقیقت بادشاہی می کند
گر ترا نانے و خلقانے بود — بر تنت ہر موئے سلطانی بود

(قناعت یعنی تھوڑے پر خوش رہنے والا اگر گدائی بھی کرے تو حقیقتاً وہ بادشاہی کرتا ہے اگر تیرے پاس ایک روٹی اور پھٹا ہوا کپڑا ہو تو تیرے بدن کا رواں رواں بادشاہ ہوتا ہے)

فرزند اعز امام سلیمان اسلام و دعاء کاتب حروف شرف الدین احمد یحییٰ منیری مطالعہ کریں۔ لکھنا یہ ہے کہ برادرم مولانا مظفر نے اس فقیر سے آپ کے اشتیاق ملاقات اور دین کے غم و اندوہ کا جو آپ کو ہے اس کا تذکرہ کیا اور طاقیہ کے لئے التماس کی اسی بنا پر مشائخ رضوان اللہ علیہم کا طاقیہ بھیجا جا رہا ہے۔ اول توبۃ النصوح، پکی توبہ کیجئے اور دل کو دنیا سے سرد کر لیجئے فقر و فاقہ اختیار کیجئے اور اسی پر قناعت کر لیجئے اور اسی کو ملک و بادشاہی تصور کیجئے جیسا کہ انبیاء و اولیاء صلوٰۃ اللہ علیہم کے صفات روشن سُنے گئے ہیں۔ ان لوگوں کا طاقیہ پہنیں اور دوگانہ شکر ادا کریں اور ہمیشہ باوضو رہیں جس وقت وضو کی ضرورت ہو وضو کریں خواہ کتنا ہی پانی ٹھنڈا ہو کیسی ہی سخت سردی ہو ایک لمحہ ایک گھڑی بھی بے وضو نہ رہیں اور اس کام کا اچھی طرح خیال رکھیں اس حد تک کہ پانی کا ایک گھونٹ اور روٹی کا ایک لقمہ بھی بے وضو نہ کھائیں۔ جس وقت حاجت ہو وضو کر لیا کریں اور دو رکعت شکرانۂ وضو ادا کریں۔

اور اس امر میں پوری کوشش کریں کہ اپنے حرکات و سکنات کو اس جماعت صوفیہ کے حرکات و سکنات میں تبدیل کر لیں کہ اسی کو گردش کہتے ہیں جب مرید کو یہ گردش حاصل ہو جاتی ہے تو ہر وہ شکل

جواس راہ میں ہے وہ سب حل ہو جاتی ہے۔ مثنوی۔

اوصاف ذمیمہ چوں بدل شد ہر عقدہ کہ در تو بود حل شد

اور ہمت بلند رکھنی چاہئے اگرچہ گھر میں روٹی کا ایک ٹکڑہ نہ ہو کیوں کہ مرید بے ہمت کسی مقام میں نہیں پہنچتا مثنوی۔

ہر کہ از ہمت دریں راہ آمدہ است گر گدائی می کند شاہ آمدہ است

(جو شخص ہمت کے ساتھ اس راہ میں داخل ہوا ہے وہ اگر بھیک منگا فقیر بھی ہو تو وہی بادشاہ ہو جاتا ہے)

عاقبت وخاتمت ہماری اور تمام مسلمانوں کی بخیر ہو۔

والسلام

شرف منیری

مکتوب ۱۵۹

تبدیلئ صفات میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرزند عزیز سلیمان! کاتب حروف شرف منیری کا سلام ودعاء مطالعہ کریں۔

جب تم فرزند مشائخ قدس اللہ ارواحہم کے طاقیہ سے مشرف اور متجلی ہو چکے ہو تو دن بدن بری خصلتوں کو اچھی صفتوں سے بدلنے کی کوشش کرتے رہو کیوں کہ مذہب تصوف میں اصل کام یہی ہے اسی کو کسی نے کہا ہے۔ شعر

اوصاف ذمیمہ چوں بدل شد ہر عقدہ کہ در تو بود حل شد

(جب بری خصلتیں اچھی عادتوں سے بدل گئیں تو جتنی مشکلیں تیرے اندر تھیں وہ سب حل ہو گئیں)

اور اس کو اس جماعت کے لوگ گردش کہتے ہیں جب مرید کو یہ گردش حاصل ہو گئی تو اس میں اہل طریقت کے کام کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے اور اس کو روش کہتے ہیں جب آنا بھر حاصل ہو گیا تو عادت پرستی سے حق پرستی تک تم پہنچ گئے۔ اور وہ یہ ہے جو کہا ہے۔ شعر

آں ہوائے کہ پیش ازیں باشد　　رسم و عادت بود نہ دیں باشد

(وہ آرزو جو اس سے پہلے رہی ہے وہ سب رسم و عادت تھی دین نہ تھا۔)

لیکن چاہیے کہ تدریجاً ہو تاکہ حاصل ہو جائے اور اس پر استقامت ہو انشاءاللہ۔

چار رکعت چاشت کی نماز ادا کیا کرو ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی ایک بار اور سورہ اخلاص تین بار پڑھی جائے۔ اور چار رکعت اوابین پڑھا کرو پہلے دوگانہ کے ہر رکعت میں بعد سورہ فاتحہ قل یا ایھا الکافرون پانچ بار اور دوسرے دوگانہ کی پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورۂ البروج اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ الطارق اور دوگانہ عشاء کی نماز کے بعد وتر سے پہلے ادا کیا کرو پہلے دوگانہ کے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص دس مرتبہ جب سلام پھیرو تو سو بار نہایت رقت کے ساتھ یَا وَھَّابُ پڑھو پھر اٹھ جاؤ دوسرا دوگانہ ادا کرو ہر رکعت میں وہی قرآت ہوگی جو پہلے دوگانہ میں بتایا گیا سلام کے بعد سو بار یَا فَتَّاحُ۔ پھر چھ رکعت تہجد کی آخر رات میں ادا کرو پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی ایک بار دوسری رکعت میں اٰمن الرسول آخر سورہ تک۔ اور دوسرے وقتوں میں خواہ تنہائی میں ہو یا مجمع میں ذکر لاالٰہ الااللہ میں مشغول رہو۔ اوحد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ شعر ؎

در ذات مقدست کسے را رہ نیست　　وز عین تو ہیچ کس آگہ نیست

سرمایۂ رہ رواں کہ راہت طلبند　　جز گفتن لاالٰہ الااللہ نیست

(تیری ذات پاک تک کسی کو راہ نہیں، تیرے عین "کنہ" سے کوئی شخص آگاہ نہیں، اس راہ کے چلنے والے جو تیری راہ کی طلب میں ہیں، ان کی پونجی بجز ذکر لاالٰہ الااللہ اور کچھ نہیں۔)

والسلام

فقیر شرف منیری

مکتوب ۱۶۰

بندگی کرنے اور مشغولیِ وظائف میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شعر
راہ دور است اے پسر ہشیار باش خواب با تو رفتن و بیدار باش
(راہ لمبی ہے اے لڑکے ہوشیار رہ۔ نیند اپنے پاس سے دور کر دے اور بیداری اختیار کر)

امام تاج الدین! دعاء خاص

آں برادر کا خط ملا نظر سے گذرا۔ اے عزیز جب کوئی ولیوں کی خلعت سے مشرف ہوتا ہے اور ان کی راہ میں قدم رکھتا ہے تو اس کو بقدر اپنی وسعت اور طاقت کے ان کی اتباع کے بغیر چارہ نہیں ہے تاکہ ان کے وقت پاک کے برکات اس کا دامن بھر دیں اور خواہش پرستی سے خدا پرستی تک پہنچا دے۔ ؎

آں ہوائے کہ پیش ازیں باشد رسم و عادت بود نہ دیں باشد
از سر دینداری اے بے پا و سر راہِ دیں این است زیں رہ در گذر
نیست کن ہر چہ رہ و رائے بود تا دولت خانۂ خدائے بود

(اس سے پہلے دل میں جو خواہشیں ہوں گی وہ سب رسم و عادت ہوں گی دین نہیں۔
اے بے ڈھنگے دینداری کے خیال سے اس راہ میں داخل ہوا اس لئے کہ دین کی یہی راہ ہے۔
جو کچھ تری رائے اور تیری راہ ہے ان سب کو مٹا دے تاکہ تیرا دل خدا کا گھر بن جائے۔)

اے عزیز اگرچہ بندہ کا کاروبار خداوند عز و جل کے فضل پر ہے اس کے باوجود بندہ کی جانب سے جد و جہد ضروری ہے تحقیقًا للعبودیۃ بندگی ثابت کرنے کے لئے تاکہ اس کے لئے خزانہ کا دروازہ کھول دیا جائے۔ چنانچہ کہا ہے۔ ؎

لیک جد و جہد می باید ترا تا درِ ایں گنج بکشاید ترا

(لیکن تیری جانب سے کوشش و کاوش ضروری ہے تاکہ اس خزانہ کا دروازہ ترے لئے کھولدیا جائے۔)

پہلی چیز یہ کہ رات دن ہر وقت باوضو رہو اگرچہ موسم سرد ہو اور پانی کتنا ہی ٹھنڈا ہو طریقت میں درویش کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ دہ روٹی کا ایک ٹکرا یا پانی کا ایک گھونٹ بھی بے وضو پیئے اس بات کا کافی خیال رکھنا ہے کیوں کہ اس میں فوائد بہت زیادہ ہیں اور ہر مرتبہ جب بھی وضو کرے تو دوگانہ شکراً لوضو ضرور ادا کرے۔ اور اشراق کی دو رکعت نماز ادا کرے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص پانچ بار پڑھے۔ چاشت کی چار رکعتیں پڑھے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد قل یاایہا الکافرون پانچ بار اور دوسرے دوگانہ میں سورہ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں سورہ البروج اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ الطارق اور تیسرے دوگانہ کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص سات بار اور سورہ فلق اور سورہ والناس ایک ایک بار۔ عشا کی نماز کے بعد وتر سے پہلے دو دوگانہ ادا کرے پہلے دوگانہ میں سورہ اخلاص دس بار سلام کے بعد سو بار یَا وَھَّابُ۔ اور دوسرے دوگانہ میں بھی سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص دس بار سلام کے بعد سو بار یَا فَتَّاحُ پڑھے۔ اور تہجد بارہ رکعت ہے چھ سلام کے ساتھ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی خالدون تک اور دوسری رکعت میں امن الرسول آخر سورہ بقرہ تک اور اس درمیان میں جو دل چاہے اس کا وظیفہ کرے اور ہاں تہجد کے بعد سو بار استغفر اللہ من کل ذنب وّاتوب الیہ پڑھے۔

اے عزیز اس باب میں اصل چیز دنیا کا ترک ہے۔ مثنوی۔

ترک دنیا گیر و کارے حرک ساز — راہ بس دور است رہ را برگ ساز

گر ترا دیں باشد از دنیا مناز — ہر دو باہم راست نیاید کژ مباز

صد جہان علم با معنی بہم — دوزخ آرد بار یا دنیا بہم

گر دلت آگہ ز معنی آمدہ است — کار دینت ترک دنیا آمد است

ہر کہ او از دار دنیا پاک شد — نور مطلق گشت گرچہ خاک شد

(دنیا کا ترک اختیار کرو کام کو آسان بناؤ راہ بہت لمبی ہے اسے طے کرو۔ اگر تمہیں دین چاہیئے تو دنیا پر نازاں نہ ہو' دین و دنیا باہم راست نہیں آتے اس کج فہمی میں مبتلا نہ ہو۔ اگر سو جہان کا علم معنی کے ساتھ جمع ہو جائے تو عذاب کا بوجھ لے آئے گا یا دنیا لا کر اکٹھا کر دیگا

اور اگر تمہارا دل معنی سے آگاہ ہو چکا ہے تو دنیا کا ترک تمہارا حال ہو کر تمہارے دین کا کام بنا گیا۔ (ہر وہ آدمی جو اس دنیا سے پاک ہوا وہ نورِ مطلق ہوا اگرچہ خاک ہو)۔

یہ چند فوائد جو اس مکتوب کے تحت آ گئے ہیں حضرت شیخ عظمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ نے مسئلوں کے سوال کے جواب میں اور کچھ رغبت دینے اور دلانے کے لئے فرمایا ہے۔

عاقبت و خاتمت بخیر ہو۔

والسلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۱٦۱

خواجہ مہذب علیہ رحمت کے سوال کے جواب میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آنرا کہ چناں جمال باشد ۔۔۔ گر ناز کند حلال باشد
و آنکس کہ چنین جمال بیند ۔۔۔ عاشق نشود وبال باشد
در عالم خویش عاشقاں را ۔۔۔ گر بار دہد محال باشد
از منع جمال خوب واللہ ۔۔۔ نقصاں نبود کمال باشد

(وہ جو ایسا صاحب جمال ہوتا ہے اگر وہ ناز کرے تو اس کے لئے حلال و جائز ہے، اور وہ جو یہ حسن و جمال دیکھ لے وہ عاشق نہیں ہو تو اس کے لئے وبال ہی وبال ہے، اور اگر اپنے بارگاہِ حسن میں عاشقوں کو باریابی دے تو یہ محال ہے، اور اس حسن و جمال سے حجاب، قسم ہے اللہ کی خوب ہے اس سے کوئی نقصان نہیں ہوتا بلکہ یہ کمالِ حسن ہے)

برادر عزیز خواجہ مہذب ۔۔۔ کاتب حروف شرف منیری کا سلام و دعا مطالعہ کریں۔

واضح ہو آن برادر کا خط پہنچا مطالعہ میں آیا، سوال معلوم ہوا۔ اے برادر جب یہ قاعدہ تمہیدی ہے کہ الانتظار موت الاحمر (انتظار سرخ موت ہے) بیچارے محب کو انتظار

کی قوت کہاں لازماً جس کا وعدہ ہے اس کو مفقود پاتے ہیں اور جس کا وقت مقرر ہے اس کو موجود جانتے ہیں۔ قلق و اضطراب میں کہہ اُٹھتے ہیں۔ شعر ؎

یا مرادمن بدہ یا فارغم کن از مراد — وعدہ فردا رہا کن یا چناں کن یا چنیں

(یا میری مراد دیجئے یا مراد سے فارغ کیجئے، کل کا وعدہ چھوڑ دیجئے یا یہ کیجئے یا وہ۔)

جواب میں، غیب سے ندا آتی ہے تمہاری خواست اور میری خواہش۔ ہوگا وہی جو میں چاہوں گا۔

سبحان اللہ! اے برادر اشتیاق موسیٰ علیہ السلام کا اشتیاق کے مثل نہیں، سوز موسیٰ علیہ السلام کے سوز جیسا نہیں، درد موسیٰ علیہ السلام کے درد کے مانند نہیں، دعاء موسیٰ علیہ السلام کی دعاء جیسی نہیں، اس کے باوجود اُن کو جواب لَنْ تَرَانِیْ (تم مجھے نہیں دیکھ سکتے) ملا۔ اسی معنی میں کسی نے کہا ہے۔ قطعہ ؎

چوں عاشق خاص راز حضرت — بر فور جواب لن ترانی

اے دوست بداں کہ درخور ما — چونی و چرائی و شبانی

(جب ایسے عاشق خاص کو اس بارگاہ سے فوراً جواب میں لن ترانی (تم مجھے نہیں دیکھ سکتے) کہا گیا ہے تو اے دوست ہمارے تمہارے حق میں یوں، ووں، ایسے ویسے اور چرواہی کے سوا کیا ہے)

اور یہ نہ تنہا ہم کو اور آپ کو ہے بلکہ سب کے لئے یہ مصیبت و اندوہ ہے۔ وہ جو اس دنیا سے جا چکے اور گور میں آرام فرما ہیں کل قیامت میں جب قبر سے اُٹھیں گے سب اسی مصیبت و اندوہ کے ساتھ اُٹھیں گے۔ اسی کو کہا ہے۔ قطعہ ؎

ز درد دیں ہمہ پیران رہ را — محاسنہا بخون دل خضاب است

ہمہ مردان دیں را زیں مصیبت — جگرہا تشنہ و دلہا کباب است

(دین کے اس درد میں سارے پیران راہ کے ریش ان کے دل کے خون کے خضاب سے رنگین ہیں اور اس مصیبت سے تمام مردان دین کے جگر تشنہ اور دل جل بھن رہے ہیں۔)

ایک بزرگ اسی حال میں نالہ کرتے ہیں اور دل کے درد سے کہتے ہیں۔ ایک قوم وہ ہے جس کو پتھر کے بتوں کے سامنے سرنگوں کر دیا ہے اور دوسری قوم کو رنگ و بو میں ڈال دیا، ایک قوم کو جستجو و تلاش میں لگا دیا، اور ایک قوم کو گفتگو و بحث و مباحثہ میں مبتلا کر دیا و الحق عزیز والطریق بعید وبید الخلق قیل و قال (وہ حق تعالےٰ بڑی عزت والا ہے اور اس تک

راہ بڑی لمبی ہے لوگوں کے پاس سے بجز قیل وقال اور کیا ہے) اسی کو کہا ہے۔ رُباعی ؎

گر در غم تو نیست شوم ننگی نیست — صد جاں بترازوئے تو جوی سنگی نیست
من در طلب تو از تو ام آنگی نیست — مور ار بفلک بپر مزند جنگی نیست

(اگر میں ترے عشق میں فنا ہو جاؤں تو کوئی شرم کی بات نہیں۔ اگر ترے ترازو میں سینکڑوں جانیں رکھی جائیں تو بے وزن ہیں میں تری جستجو میں پریشان ہوں اور مجھ پر کوئی عنایت نہیں ہے اگر آسمان تک چیونٹی نہیں اڑ سکتی تو کوئی جھگڑے کی بات نہیں۔)

آدمی جب آئینہ دیکھتا ہے تو اپنی صورت نظر آتی ہے قیاس کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ہاتھ بڑھاؤں اس صورت کو پکڑ کر اپنے قبضہ میں کر لوں ساری عمر اس کوشش میں اس کی گذر جائے پھر بھی یہ میسر نہیں ہو سکتا اسی کی جانب یہ اشارہ ہے جو کہا ہے۔ شعر ؎

در عشق تو صد ہزار عمر آمد بسر — رفتند و نیافتند از وصل اثر

(اگر تیرے عشق میں سو ہزار عمر بسر ہو جائے تلاش و جستجو کرتے رہیں ترے وصل کا نشان تک نہیں پا سکتے)

اے عزیز! جباری وقہاری اور عزیزی محبوب کی صفت ہے وہ کسی کے فرمان وحکم میں نہیں تو یہاں یہی صادق آتا ہے جو اس بزرگ نے کہا ہے لاسبیل الله الیه ولابد منه وللعبد الیوم عرفانه وغداً غفرانه ورضوانه (اللہ کا راستہ اس کی طرف نہیں ہے اور اس سے مفر بھی نہیں ہے آج بندہ کے لئے اس کی معرفت ہے اور کل اس کی مغفرت اور اس کی رضاء ہے۔ اور آج بندہ کے لئے اس کا عرفان اور کل قیامت میں اس کے لئے اس کا عفو وغفران ہے لیکن حقیقت صمدیت وسر احدیت بشر کے ادراک اور عقل مختصر کی دریافت سے پاک ہے۔ جیساکہ کہا ہے۔ قطعہ ؎

ہزار عاشق آمد بطمع صحبت ما — نثار کرد دل و دیدہ خادمان مرا
ہمہ زاندہ و تیمار عشق سوختہ گشت — کہ کس نہ دید و ندانست کس نشان مرا

(ہزاروں عاشق ہم سے ملنے کی تمنا میں آئے اور سفارش کے لئے ہمارے نوکروں پر اپنا دل اور اپنی آنکھیں تصدق کر دیں۔ سب اس کی جدائی کی آگ میں جل کر خاک ہو گئے۔ ایسا کہ ان کا نام و نشان بھی کسی نے نہ دیکھا۔)

سبحان اللہ اے بھائی! پاک ہے اس کی ذات واللہ یدعوا الی دارالسلام

(اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے) کی ندا سے ایک شمع روشن کی گئی ہزار وں ہزار بیچارہ مُحب نے پروانہ وار خود کو اس شمع پر ڈال دیا اور جل بھُن گئے ذرہ برابر اس شمع کی لَو پر نہ کمی ظاہر ہوئی اور نہ زیادتی پیدا ہوئی۔ اسی حال میں روتے ہیں اور نالہ کرتے ہیں۔ کہتے ہیں۔ رُباعی ؎

غم خوارۂ آنم کہ غم من نہ خورد قرباں برانم کہ ہیچ قرباں نبرد

او مہر و وفائے من بیک جو نخرد من جور و جفاء او بصد جان بخرم

غور و تامل کافی کیجیے یہاں تک کہ اپنے سوال کا جواب پالیں۔ عاقبت بھی بخیر ہو۔

وَالسَّلام

شرف منیری

مکتوب ۱۶۲

روح کا بیان دوسری عبارت میں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اے برادر! جانو روح کے مسئلہ میں علماء کے درمیان اختلاف ہے اکثر کا یہ خیال ہے کہ روح کے بارے میں گفتگو کرنا جائز نہیں ہے کیوں کہ حق سبحانہ تعالٰی نے خود کلام مجید میں فرمایا ہے ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی (آپ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو کہہ دیجیے کہ روح میرے رب کے حکم میں سے ہے) اس سے زیادہ حضورؐ کو حکم نہیں ہوا جب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قل الروح من امر ربی سے زیادہ بیان کرنے کا حکم نہیں ہوا تو حضور کے علاوہ کسی غیر کو یہ درست نہیں ہے کہ وہ اس سے زیادہ کچھ اور کہے، اور جمہور رضوان اللہ اسی کو اختیار کئے ہیں کہ روح کے بارے میں قل الروح من امر ربی کی مقدار سے زیادہ گفتگو نہ کی جائے بس اتنا ہی جتنا اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے۔

لیکن کچھ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ روح کے بارے میں گفتگو کرنے میں کوئی ڈر کی بات نہیں ہے اور یہ کہ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روح کے بارے میں قل الروح من امر ربی کی

مقدار سے زیادہ کچھ نہیں کہا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل تھی کیوں کہ حق سبحانہ، تعالیٰ نے حضور کو اُمّی بنایا تھا حضور نہ لکھنا جانتے تھے اور نہ پڑھنا یہ اُمّی ہونا حضور کی نبوت کی دلیل تھی۔ لیکن اور دوسرے جو لکھنا پڑھنا جانتے ہیں ان کے لئے روح کے باب میں گفتگو کرنا جائز ہے چنانچہ اسی بنا پر کہتے ہیں کہ ہر شخص روح کی صفتوں اور اس کی تاثیرات میں گفتگو کر سکتا ہے۔ جیسا کہ تفسیر عتابی میں آیا ہے کہ روح اس صفت پر ہے کہ اگر نفس کا حجاب اٹھ جائے تو دونوں جہان اس کی نظر میں آجائیں اور کونین میں کوئی چیز اس کی نگاہ سے پوشیدہ نہ رہے اور اس کا تصرف ہر چیز میں نافذ ہو۔

لیکن خداوند جل وعلا نے جسمانی کو روحانی پر غالب گردانا ہے یہاں تک کہ اس کا دیکھنا اور اس کا تصرف ناقص ہوگیا جیسا کہ کسی نے اپنے عالم میں کہا ہے۔ ؎

دل مغز حقیقت است تن پوست بہ بیں | در کسوت روح صورت دوست ببیں
ہر چیزے کہ آں نشان ہستی دارد | یا سایہ نور اوست یا اوست ببیں

(دل حقیقت کا مغز ہے جسم کو پوست سمجھو۔ روح کے جامہ میں دوست کی صورت کا مشاہدہ کرو ہر ایک چیز اس کے ہستی کا نشان دیتی ہے۔ یا اس کو اس کے نور کا سایہ سمجھو یا وہی ہے یہ جانو۔)

حضرت عین القضاۃ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف میں لکھا ہے کہ فرشتے اگرچہ لطیف ہیں ایسے کہ پلک مارنے سے بھی کم وقفہ میں جہاں چاہیں پہنچ سکتے ہیں اسی کے ساتھ ساتھ وہ حرکت کے محتاج ہیں، روح کے لئے حرکت کی حاجت بھی نہیں حرکت اس کے کمال کے منافی ہے لطافت کا کمال روح انسانی کو حاصل ہے انسان کی روح انتہائی لطیف ہے کوئی مخلوق لطافت میں اس کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتی، عرش سے تحت الثریٰ تک کوئی ذرہ اُس سے دور نہیں اس کو حرکت کی حاجت نہیں ہے۔ ایک گروہ کا یہ قول ہے کہ دنیا و آخرت روح کے نزدیک برابر ہے۔

اور تفسیر لطائف میں اللہ تعالےٰ کا قول الرحمٰن علی العرش استویٰ (وہ بڑی رحمتوں والا عرش پر قائم ہوا) کی تفسیر میں مذکور ہے کہ اللہ تعالےٰ کا عرش آسمان میں تو معلوم ہے زمین میں اس کا عرش اہل توحید کے قلوب ہیں آسمان کا عرش فرشتوں کی طواف گاہ ہے، عرش زمین لطائف کی طواف گاہ ہے۔ آسمان کے عرش کو فرشتے اُٹھائے ہوئے ہیں وَیَحْمِلُ

عرش ربک فوقہم یومئذ ثمانیۃ (اور آپ کے پروردگار کے عرش کو اس روز آٹھ فرشتے اٹھائے ہوں گے) اور دل کے عرش کو خداوند جل علا اٹھائے ہوئے ہے۔ وحملنٰھم فی البر والبحر (اور ہم نے ان کو خشکی اور دریا میں سواری دی) آسمان کا عرش خلق کی دعاء کی قبولیت کی جاء ہے اور دل کا عرش حق سبحانہ تعالےٰ کی نظر کا محل ہے تو ان دونوں عرشوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ اور اسی کو کسی نے کہا ہے۔ ؎

اوراکہ ازیں سخن نشان است عنقا صفت ازیں نہاں است

ہر دل کہ بر و در کشاوند توقیع ولا یتش ...... بداوند

ایک جماعت کا قول ہے کہ روح، دل، اور نفس و عقل یہ چاروں ایک ہی ہیں کیوں کہ آدمی دو چیز سے مرکب ہے قالب اور روح۔ لہٰذا حشر و نشر روح و قالب کے لئے ہے اور ثواب و عذاب بھی اسی قالب و روح کو ہے پس از روئے حقیقت یوں ہے کہ روح کے چار حال ہیں ہر حال کی مناسبت سے اسے ایک نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ایک حال کی نسبت سے اسے نفس کہتے ہیں اور ایک حال کی نسبت سے دل کہتے ہیں اور ایک حال کی نسبت سے عقل اور ایک حال کی نسبت سے رُوح کہتے ہیں اور یہ سب اپنی ذات سے ایک ہی چیز ہے نام کی زیادتی مسمیٰ کی کثرت کا تقاضا نہیں کرتے اور روح اپنی حد و حقیقت میں متحد ہیں یا مختلف، وہ مختلف ہے بعضوں کا قول ہے کہ اپنی حد و حقیقت میں متحد ہیں اور کچھ لوگوں کا قول ہے کہ اپنی حد و حقیقت میں مختلف ہیں۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ کسی ایک میں ایمان وجود میں آتا ہے اور کسی دوسرے میں کفر تو میں نے جانا کہ ہر ایک کی حد و حقیقت دوسرے سے مختلف ہے اور وہ قائل کہتا ہے کہ حد و حقیقت متحد ہے کہتے ہیں کہ افعال کا اختلاف مزاج کے اختلاف کی رُو سے ہے چوں کہ مزاج مختلف ہوتے ہیں تو یقیناً افعال بھی مختلف ہوں گے پس افعال کا اختلاف اسی رُو سے ہے نہ یہ کہ اختلافِ حد و حقیقت کی جہت سے۔ اور رسالہ اخرویہ میں یہ عبارت آئی ہے کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا روح بدن میں حال ہے جیسے ظرف و برتن میں پانی کا حلول یا جوہر میں عرض کا حلول ہوتا ہے۔ یا خود جوہر ہے قائم بنفسہ اگر جوہر ہے قائم اپنی ذات سے تو متحیز ہے یا غیر متحیز اگر متحیز ہے تو اس کا مکان کون ہے دل ہے یا دماغ یا کوئی دوسری جگہ ہے اور اگر متحیز نہیں ہے تو جوہر غیر متحیز کیسے ہوگا۔ حضرت امام غزالیؒ

نے فرمایا یہ سوال روح کے بہتر سے ہے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نااہلوں پر اس راز کے منکشف کرنے کی اجازت نہیں ہوئی ہے۔ اگر تم اہل ہو تو سنو کہ روح جسم نہیں ہے اور نہ بدن میں وہ حلول کئے ہوئے ہے جس طرح برتن میں پانی حلول کئے ہوئے ہوتا ہے اور نہ وہ عرض ہے اور نہ وہ دماغ میں اور نہ دل میں حُلول کئے ہوئے ہے جس طرح کہ سیاہی سیاہ میں بلکہ روح جوہر ہے اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو پہچانتی ہے اور اپنے خالق کو بھی اور معقولات (عقل کی باتوں) کو بھی پالیتی ہے اور عرض ان صفات سے موصوف نہیں ہوتا۔ جسم بھی نہیں ہے کیوں کہ جسم تقسیم کے قابل ہوتا ہے عُقلا کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ جزو لا یتجزیٰ ایسا جزو ہے کہ جس کا تجزیہ نہیں ہو سکتا کیوں کہ تقسیم کو قبول نہیں کرتا جب یہ معلوم ہو گیا کہ تقسیم پذیر نہیں ہے اگر متحیز ہوتی تو تقسیم پذیر بھی ہوتی اور اس کی نفی ہے۔

اس کے بعد پھر لوگوں نے سوال کیا جسم کے ساتھ روح کے تعلق کی صورت کیا ہے؟ داخل ہے جسم میں یا اس سے خارج ہے یا جسم سے متصل ہے یا منفصل ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نہ بدن میں داخل ہے اور نہ اس سے خارج ہے اور نہ بدن سے متصل ہے اور نہ منفصل ہے اس لئے کہ متصل کے صحیح ہونے کی شرط اتصال کی صفت سے ہے۔ اتصال انفصال خروج ودخول سے متصف ہوتا ہے اور یہ صفت جسم کو ہے۔ بحر واں اور دونوں روح سے منتفی ہے پس اس کو انفکاک ہوگا ان چند چیزوں سے جیسے جماد کہ جسے نہ علم کی صفت ہے اور نہ جہل کی اس لئے کہ شرط صحت اتصاف بعلم وجہل ویسے ہے جیسے حیات منتفی ہے ضدین بھی منتفی ہے۔ یہ اور اس کے مانند بہت ساری مثالیں کتابوں میں مذکور ہیں نثر میں بھی اور نظم میں بھی لیکن کسی شخص نے روح کی حقیقت ماہیت میں ایک بات بھی نہیں لکھی یہ دروازہ بند ہے۔ خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ مثنوی ؎

نیست بالائے تو مخلوقے دگر　　نیست بیرون تو معشوقے دگر

چوں برونی نور عقل و معرفت　　نہ تو در شرح آئی و نہ در صفت

ہر چہ در توحید مطلق آمدہ است　　آنہمہ در تو محقق آمدہ است

(تجھ سے پرے کوئی مخلوق نہیں اور تجھ سے باہر کوئی معشوق نہیں چوں کہ تو عقل و معرفت سے باہر ہے اس لئے نہ تو شرح و بیان میں آ سکتا ہے اور نہ تیری توصیف ہی ہو سکتی ہے۔ توحید مطلق میں جو کچھ ہے حقیقتاً وہ سب تیرے ہی اندر ہے۔) والسلام

مکتوب ۱۶۳

ترقی رُوح انسانی میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے بھائی! جانو کہ انسان کی روح نے جب انبیا کی تصدیق کی تو وہ انسان ایمان کے مقام میں پہنچا اس کا نام مومن ہوا اور جب انبیار کی تصدیق کے ساتھ ساتھ اُس نے اپنے اکثر اوقات کو عبادت میں گذارا تو عابدی کے مقام میں پہنچا عابد کہلایا اور جب اس نے دنیا سے مُنہ موڑ لیا اور ترک جاہ و مال کیا اور لذات بدنی سے آزاد ہوا تو زہد کے مقام میں داخل ہوا اس کا نام زاہد ہوا اور جب اس زہد کے ساتھ ساتھ خدا کو اور خدا کی صفتوں اور اس کے اسمار و افعال کو پہچانا اور اشیاء و اشیاء کی حکمتوں کو جیسا کہ اس کے جاننے کا حق کر جانا اور دیکھ لیا تو مقام معرفت میں پہنچا اس کا نام عارف ہوا اور جب اس معرفت کے ہوتے ہوئے حق تعالےٰ نے اپنی محبت اور الہام کے لئے مخصوص فرمالیا تو وہ ولایت میں داخل ہوا اور اس کا نام ولی ہوا اور جب محبت و الہام کے وجود کے ساتھ حق سبحانہ تعالےٰ نے وحی اور معجزہ کے لئے مخصوص فرمالیا اور اُن کو خلق کے پاس پیغام لے جانے والا بنا کر بھیجا تا کہ لوگوں کو دعوت دیں نبوت کے مقام میں پہنچے ان کا نام نبی ہوا اور جب وحی و معجزہ کے ساتھ ساتھ ان کو حق تعالےٰ نے اپنی کتاب کے لئے مخصوص فرمالیا تو وہ مقام رسالت میں پہنچے ان کا نام رسول ہوا اور جب کتاب اللہ کے ساتھ ساتھ پہلی شریعت کو منسوخ کیا اور دوسری شریعت قائم کی اولوالعزم کے مقام میں پہنچے اُن کا نام اولوالعزم ہوا اور جب باوصف اس کے کہ پہلی شریعت منسوخ کی اور دوسری شریعت قائم فرمائی اللہ تعالےٰ نے ان کو ختم نبوت کے لئے مخصوص فرمایا تو وہ مقام ختم میں پہنچے ان کا نام خاتم ہوا۔

اور اہل شریعت کے نزدیک یہ ہے کہ یہ ہر نو (۹) مرتبے عطائی ہیں اور ہر ایک کا مقام

معلوم ہے سعی وکوشش سے بھی اپنے مقام سے نہیں بڑھ سکتے ہاں اہل حکمت یعنی حکماء کہتے ہیں کہ یہ نو درجے اور مرتبے کسبی ہیں اور کسی کو بھی کسی کا مقام ومرتبہ معلوم نہیں اور ہر شخص کا ہر مقام ان کے علم اوران کی طہارت کی جزا ہے جو شخص اس قالب میں علم وطہارت زیادہ حاصل کرتا ہے اس کا مرتبہ بالاتر ہوتا ہے۔

اوراہل وحدت کہتے ہیں کہ روح انسانی کی ترقی کی حد ظاہر ہی نہیں ہے اس وجہ سے کہ اگر کسی صاحب استعداد آدمی کی ہزار سال عمر ہو اوراس ہزار سال کی عمر میں مجاہدہ کرتا ہے اور سیر میں ہو تو وہ ہر روز ایک نئی چیز کا علم حاصل کرے کہ اُس سے پہلے وہ اس چیز سے آگاہ نہ تھا اور وہ پائے ایسی خبر کہ اس سے پہلے اس نے اس کو نہ پایا ہو یہ اس وجہ سے کہ خداوند تعالٰی کے علم وحکمت کی انتہا نہیں ہے اور اسی جہت سے کہتے ہیں کہ روح انسانی کی ترقی کی حد ظاہر و پیدا نہیں ہے۔

والسلام
حقیر شرف منیری

مکتوب ۱۶۴

دِل کے بیان میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے بھائی! تم جانو کہ دل ہے کیا اور دل کس کو کہتے ہیں؟ ان فی ذلک جناد اور جو کیڑے مکوڑے کی جگہ ہے وہ دل نہیں ہے بلکہ دل وہ ہے جسکے بارے میں قرآن کی سورۂ ق رکوع ۱۷ میں یہ آیت یوں ہے۔ ان فی ذالک لذکریٰ لمن کان لہٗ قلب (اس میں اس کے لئے عبرت ونصیحت ہے جس کے پاس فہم دل ہے) "ہر آدمی کے پاس دل نہیں ہے" اگر ہوتا تو یہ قول درست نہ ہوتا اور جو نصیحت نہیں قبول کرتا اس کو بیدل کہا گیا ہے۔ اور وہ دل جو گوشت کا لوتھڑا ہے کہ جسے سینہ کی ہڈیاں احاطہ میں لئے ہوئے ہیں اس لوتھڑے سے مطلب نہیں۔ بلکہ اس سِتر سے غرض ہے کہ جو عالم امر

ہے یہ گوشت عالم امر سے نہیں ہے یہ عالم خلق سے ہے دل اس کا عرش ہے سینہ اس کی کرسی اور دوسرے تمامی اعضاء اس کے عالم مملکت ہیں۔ اور خلق و امر دونوں خدا ہی سے ہیں لیکن وہ سر کہ جس کے بارے میں حق سبحانہٗ تعالےٰ نے فرمایا ہے قل الروح من امر ربی (کہہ دیجئے روح میرے رب کے حکم میں سے ہے) وہ بادشاہ و امیر ہے یہ اس لئے کہ عالم امر اور عالم خلق کے درمیان فرق ہے۔ عالم امرٗ عالم خلق پر بادشاہ ہے اور وہ لطیفہ ہے کہ جب صلاح و خیر پر ہوتا ہے تو اس کے سارے بدن خیر و صلاح پر ہوتے ہیں۔ تو جس شخص نے اس لطیفہ کو پہچان لیا خود کو اُس نے پہچان لیا اور جس نے اپنے نفس کو پہچانا اُس نے اپنے رب کو پہچانا اور جب بندہ اس مقام میں پہنچتا ہے تو بوستان معنی کے مبدار کی خوشبوئیں جو پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول ان اللہ خلق ادم علی صورتہٖ (ہم نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا) میں ہے وہ لے پالیتا ہے اور رحمت کی آنکھ سے دیکھتا ہے ان لوگوں کو جو ظاہر لفظ میں پڑے ہوئے ہیں۔ دل کا قصہ بیان میں نہیں آسکتا جس طرح روح کی حکایت بیان میں نہیں آسکتی۔

اے بھائی دل کی صفت یہ ہے۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من اخلص اللہ اربعین صباحاً ظھرت ینابیع الحکمۃ بین قلبہ علیٰ لسانہ الاخلاص فی الطاعۃ ترک الریاء الینبوع العین وجمعہ ینابیع الحکمۃ المعنی الذی لاجلہ المصنوع الفقہ الوقوف علیہ والمعنی ان من عبد اللہ اربعین صباحاً علی الاخلاص وترک الریاء اظہر الیہ عیون الحکمۃ فی قلبہ ثم اجری من قلبہ علی لسانہ حتی یکون ناطقا بالحکمۃ و لصواب ولا سلم من فی السمٰوٰت والارض ای انقاد والہ اھل السمٰوات وھم الملائکۃ طوعاً واھل الارض بعضھم طوعاً وھم من ولد وا فی الاسلام ولبعضھم کرھا وھم من ادخلوا من دار الحرب وکان اسلامھم کرھا ثم صار طوعاً (جس نے خلوص کے ساتھ چالیس دن اللہ تعالےٰ کے لئے مخصوص کر دیئے۔ حکمت کے چشمے اس کے قلب سے نکل کر) اس کی زبان پر ظاہر ہوں گے طاعت میں اخلاص کے معنی ریا و نمائش کا ترک کرنا ہے ینبوع بمعنی چشمہ اس کی جمع ینابیع ہے۔ حکمت سے مراد وہ مقصد ہے جس کے لئے اللہ تعالےٰ نے کسی شئے کو بنایا ہے۔ فقہ کے معنی اس مقصد کی واقفیت۔ پوری عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ جس نے اللہ کی عبادت چالیس دنوں تک اخلاص کے ساتھ کیا اور دکھاوے

ونمائش کے جذبہ سے خالی ہو کر کی تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب میں حکمت کے چشمے جاری فرما دیتا ہے پھر قلب سے نکال کر اس کی زبان پر جاری فرماتا ہے یہاں تک کہ اس کا کلام حکمت وصحت پر مبنی ہو جاتا ہے۔ اور یقیناً اسلام لے آتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں یعنی اللہ کے مطیع ہوتے ہیں آسمانوں والے یعنی فرشتے بہ رضا ورغبت اور زمین والے بعض تو برضا ورغبت اور یہ وہ لوگ ہیں جو اسلام میں پیدا ہوئے اور بعض بے دلی سے اور یہ وہ لوگ ہیں جو دار الحرب سے داخل ہوئے اور ان کا اسلام بے دل سا تھا پھر وہ خوش دلی سے ہو گیا۔)

اے بھائی! جس طرح نفس کے انوار مختلف ہیں کسی وقت زرد کسی وقت سبز اسی طرح دل کے انوار بھی مختلف ہیں کسی وقت سفید ہوتا ہے کسی وقت زرد ہوتا ہے کسی وقت سرخ لیکن نور سبز وہ حجاب ہے کہ اس کے بعد حجاب نہیں ہے یعنی اس کے بعد نفس کا حجاب نہیں ہے عاقبت بخیر ہو۔

والسلام
شرف منیری

مکتوب ۱۶۵
ذکر کے بیان میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے بھائی! جانو جب مرید ذکر میں صادق ہوتا ہے تو اس کے دل میں ایسی آگ پیدا ہوتی ہے کہ اللہ کے سوا جو کچھ ہے وہ ان سب کو جلا دیتی ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس ذکر کا مزہ اس کے ذائقہ میں آتا ہے اور طرح طرح کی خوشبوئیں مشک، عنبر، اور کافور کی اس کے شامہ میں مشرق ومغرب سے پہنچتی ہیں اور یہ چکھنے کی بات ہے کہنے کی نہیں (یعنی اس کا مزہ وہی جانتا ہے جس نے چکھا ہے یہ بتلانے کی بات نہیں) اور کہا گیا ہے کہ زبان کا ذکر گویائی ہے اور قلب کا ذکر وسواس۔ اعمال میں سب سے افضل عمل ذکر ہی ہے اور ذکر کے تین

پوست ہیں پہلا پوست زبان کا ذکر ہے اور دوسرا پوست ذکر دل ہے تکلف کے ساتھ یعنی دل کو ذکر میں بہ تکلف لاتے ہیں اور تیسرا پوست دل کا ذکر ہے طبع کے ساتھ یعنی بغیر تکلف کے دل ذاکر ہوتا ہے اور چوتھا مغز ذکر ہے اور یہ جس کا ذکر کیا جاتا ہے (یعنی مذکور) کا غلبہ اور تسلط ہے دل پر۔ اور ذکر کا نہاں ہو جاتا ہے اور یہی مطلوب مطلوب ہے اگر ذکر ایسا ہے تو یہاں پر ذاکر فانی ہو جاتا ہے اس کو اپنی ذات کا اور کسی چیز کا بھی ظاہر و باطن احساس نہیں رہتا وھذا عین الجمع والتوحید وانما التفرقة قبل ذالك مادام الذاکر فی مقام ذکر اللسان و ذکر القلب (اور یہ عین جمع و توحید ہے اور تفرقہ تو اس سے قبل اس وقت تک ہے جب تک ذاکر ذکر لسانی ذکر قلبی کی منزل میں رہتا ہے) تو اسی سے کہا ہے جس نے بھی کہا ہے کہ ذکر زبان بکواس ہے اور ذکر قلب وسواس یعنی چوتھے درجہ کی نسبت سے اور اس مرتبہ کے مقابلہ میں ذکر زبان و ذکر دل ہذیان و وسوسہ ہے نہ یہ کہ حقیقت میں ہذیان و وسواس ہے کیوں کہ زبان اور دل کے ذکر میں ایک طرح کی تشویش ہوتی ہے انتشار رہتا ہے اور یہ تفرقہ ہے اسی بنا پر کہا ہے کہ ذکر زبان ہذیان اور ذکر قلب وسواس ہے۔

نماز (یعنی تہجد کی نماز) حاجت برآری کے لئے۔ نقل ہے کہ پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم کو آرزوئیں تھیں اور تمام آرزوئیں سب سے بڑی آرزو امت کی شفاعت کی تھی تو خداوند عزوجل نے حاجت روا ہونے کے لئے آپ کو تہجد کی نماز ادا کرنے کی تاکید فرمائی تو تہجد کی نماز حاجت پوری ہونے کے لئے سب سے اولیٰ و برتر ہوئی۔ پانچوں وقت کے فرض نمازوں کی پابندی کے بعد۔ جیسا کہ پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی آرزو پوری ہونے کے لئے وعدہ ہوا ہے ایسا ہی جو شخص بھی ادا کریگا تو اس کی حاجت پوری ہونے کی امید ہے۔

اور ایک دوسری نماز ہے خواجہ خضر سے حاجتوں کے پوری ہونے کے لئے اور یہ آزمودہ ہے یہ نماز دو رکعت ہے پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ سات بار اور قل یا ایھا الکافرون ایک بار دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ سات بار قل ھو اللہ ایک بار سلام کے بعد سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم دس بار یا غیاث المستغیثین اغثنا دس بار اور یہ درود اللھم صلی علےٰ محمد و علیٰ اٰل محمد و بارک وسلم دس بار پھر حاجت چاہے اور یہ پڑھے "خداوندا بدست نفس درماندہ ام مرا فریاد رس واز پیش من این حجاب بردار" امید ہے کہ جو حاجت بھی چاہے گا

پوری ہوگی' انشاءاللہ' عاقبت وخاتمت بخیر ہو۔

والسّلام
فقیر شرف منیری

***

مکتوب ۱۶۶

نفس اور خطرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے برادر! جانو اہل طریقت کہتے ہیں کہ نفس قالب میں رکھا ہوا ایک لطیفہ ہے اور وہ جملہ بُرے خصائل اور ہلاک کرنے والی صفتوں کا محل ہے آدمی کے لئے اس نفس سے بڑھ کر کوئی دشمن نہیں ہے کیوں کہ آدمی کی ہلاکت اسی دشمن سے ہے اور یہ اسی کی جانب اشارہ ہے جو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے اعدی عدوک نفسک التی بین جنبیک (تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے پہلو میں ہے) کافر کو تلوار سے دور کیا جا سکتا ہے' شیاطین کو اپنے آگے سے لاحول ولا قوۃ الا باللہ سے ہٹایا جا سکتا ہے لیکن نفس کافر ایک ایسا اندرونی دشمن ہے کہ اس کے ہٹانے کی کسی کے پاس کوئی صورت نہیں اور اس کے شر سے کوئی مامون ومحفوظ نہیں اس کی تمام مراد وخواہش وہ ہے جو خداوند تعالےٰ کی ہے اور اپنے اس دعویٰ میں وہ خدا کے ضد ہے اور اپنے مطلوب میں وہ خداوند تعالےٰ کے مطلوب کے خلاف ہے۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ حق سبحانہٗ تعالےٰ نے خلق سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ سب لوگ اسی کی حمد وثنا کریں نفس کافر بھی خلق سے یہی تقاضا کرتا ہے کہ سب کے سب اُس کی تعریف وتوصیف کیا کریں۔ اور حق سبحانہٗ تعالےٰ نے خلق سے طلب کیا ہے کہ سب اسی کے حکموں کو مانیں اور جس چیز کو منع کیا ہے اس سے دور رہیں نفس کافر خلق سے تقاضا کرتا ہے کہ سب لوگ اسی کے حکم پر چلیں اور جس چیز سے وہ منع کرتا ہے اس سے دور رہیں حق سبحانہٗ تعالےٰ لوگوں سے طلب فرماتا ہے کہ سب لوگ اس کے عطاد

کرم کی توصیف کرتے رہیں نفس کافر لوگوں سے چاہتا ہے کہ تمام لوگ اس کے سخاوت و داد و دہش کا گن گاتے رہیں۔ خداوند تعالٰے اپنے بندوں سے یہی چاہتا ہے کہ سب کو اسی سے رغبت ہو سب اسی کی طرف مائل ہوں سب کو اسی سے خوف ہو یہ ساری صفتیں اللہ جل وعلا کی ہیں اور حال یہ ہے کہ نفس کافر بھی خود یہی دعویٰ کرتا ہے اور سارے لوگوں سے یہی سب کچھ چاہتا ہے اور جب تک یہ ساری صفتیں آدمی میں کام نہ کریں خدائی کا دعویٰ اس سے سرزد ہی نہیں ہو سکتا ہے۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ فرعون نے خود کو دیکھا کہ میں کوئی شخص ہوں، اور یہ صفتیں نہ صرف فرعون ہی میں تھیں ایسا نہیں ہے کہ ہمارے تمہارے اندر نہ ہو سارے لوگوں کے نفس میں یہی صفات ہیں اور تمام لوگوں کے نفس کو یہی دعویٰ ہے۔ ہاں اس نے اعلانیہ کہا انا ربکم الاعلیٰ (میں تمہارا بڑا رب ہوں) کیوں کہ اس جملہ پر اس کے مار ڈالنے کا کوئی سوال ہی نہ تھا اس لئے کہ اس وقت اس کے مقابلہ کا کوئی دوسرا نہ تھا ہم لوگوں کا نفس اس لئے ڈرتا ہے کہ اگر اعلانیہ کہتا ہوں جس طرح اس نے کہا تو لوگ قتل کر دیں گے فرق یہی ہے کہ اس کی فرعونیت اعلانیہ کھلم کھلا تھی اور ہم لوگوں کے نفس کی فرعونیت پوشیدہ ہے اہل معرفت و اہل بصیرت ان سب سے آشنا ہیں اور ان سب کو دیکھے ہوئے ہیں۔

اے بھائی! نفس کے مکر سے سوائے خداوند عزوجل کے فضل کے کوئی نہیں بچ سکتا دعوئے مسلمانی کے باوجود اگر تم نے نفس کو ایک پل کی بھی مہلت دی اور موقع دیا تو وہ ہزاروں زنار باندھ دیگا اور ہزاروں بت تمہارے آگے لاکر ڈال دیگا۔ اگر ایک لاکھ برس تک نفس کے ساتھ تم مجادلہ کرتے رہو اور اس کو مغلوب رکھو اس درمیان میں ایک مرتبہ بھی اگر تم نے اس کی مراد پر قدم رکھا تو تمہارے سارے اسلام کو زمین پر دے مارے گا کسی وجہ سے بھی نہ اپنے ساتھ بھلائی کرنے والا نہ جانو اور خود کو اس سے مامون و محفوظ نہ سمجھو جب وہ دعوئے مسلمانی کرے اور اپنی پاکی دکھلائے تو اس پر یقین نہ کرو اور اس کے دعویٰ سے مغرور نہ ہو جب تک کہ اس کا امتحان نہ کر لو جس طرح جناب سلیمان علیہ السلام نے عصمت و تاج نبوت کے باوجود اس کا امتحان کر لیا ہے۔ اہل اشارات نے یہ اشارہ دیا ہے کہ جب سلیمان علیہ السلام کے نفس نے دعوئے طہارت کیا اور اپنی پاکی دکھلائی تو آپ نے اطمینان نہیں کیا اس کی طرف سے بدگمان ہی رہے جب تک کہ اس کا امتحان نہ کر لیا۔ بے شرکت ملک و بادشاہی

کی طلب اسی نفس کے امتحان کے لیے تھی کیوں کہ نفس کی سب سے بڑی اور انتہائی مراد سلطنت و بادشاہی ہے یہاں تک کہ حضرت سلیمان نے کہا رب ھب لی ملکا (اے میرے رب مجھے سلطنت دیجیے) اور جب کسی کی شرکت اس کے مال میں یا ملک میں ہو تو وہ کمال مراد میں نقصان و کمی ہوتی ہے اسی وجہ سے کہا لا ینبغی لاحد من بعدی (جس میں میرے علاوہ کوئی شریک نہ ہو) تاکہ اگر نفس کا مکر و فریب چھپا ہوا ہوگا جب اپنی پوری مراد پائے گا تو یقیناً اس کا مکر و فریب ظاہر ہو جائے گا۔ چوں کہ یہ لوگ خداوند تعالےٰ کے خاص الخاص بندے ہیں اسی خصوصیت کی بنا پر بلاشبہ انہیں کامل طہارت اور پاکیزگی حاصل ہے۔ لیکن چوں کہ یہ لوگ تمام مخلوق میں سب سے زیادہ عارف ہیں اور نفس کے شر اور اس کی تمام آفتوں، اس کی بلاؤں اور مکر سے پوری طرح آگاہ ہیں اور اسے خوب جانتے پہچانتے ہیں اسی لئے اس پر یقین نہیں کرتے جب تک اس کا امتحان نہ کریں چنانچہ اللہ تعالےٰ نے ایسی سلطنت جو بے شرکت غیرے تھی عطا فرمائی اس کے ہوتے ہوئے بھی ان کا حال ویسا ہی رہا جیسا کہ ملک و بادشاہی کے پہلے تھا وہ زنبیل یانی تھیلے بننے کا کام کرتے رہے اور اسکو فروخت کر کے اسکی قیمت سے دو روٹیاں خریدتے ایک فقیروں کو دیتے اور ایک روٹی سے مسکینوں کیساتھ خود افطار کرتے اور فرماتے "میں مسکین ہوں اور مسکینوں کا ہمنشین و ہم نوالہ ہوں۔[1]

اے بھائی! بزرگان دین اس نفس کافر کے ہاتھوں خون کے گھونٹ پیتے رہے ہیں اور اسکے مکر و فریب اور دھوکہ سے کبھی غافل نہیں رہے خود کو ہلاکت سے بچاتے رہے اور کبھی اسکے جنگل میں نہ پھنسے۔ وہ جو تم نے سنا ہے کہ بعض سالکوں نے زنار باندھ لی ہے وہ اسی لئے ہے کہ خود کو اس نفس کافر کے چنگل میں کبھی نہ آنے دیا اور ان کی یہ زنار بندی اسی لئے تھی۔

سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رح قدس اللہ سرہ العزیز کی نقل ہے کہ آپ نے فرمایا قیامت میں خداوند عزوجل سے درخواست کرونگا کہ مجھے اجازت دی جائے کہ خود کو دوزخ میں ڈال دوں اور اس نفس کافر کو دوزخ کی آگ میں غوطہ دوں اسلئے کہ اسکے ہاتھوں دنیا میں خون کے گھونٹ پیتا رہا ہوں۔ جس کسی نے مجھے کہا، کیا خوب کہا ہے۔ ازیں کافر کہ ما را در نہاد است ❊ مسلماں در جہاں کمتر فتاد است

---

[1] پیش نظر نسخہ پھلواری کے مخطوطہ میں یہاں سے دوسرا مضمون ہے جسکو مکتوب کے اس عنوان سے مناسبت نہیں مضمون غیر مربوط ہو جاتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کتابت میں غلطی ہوئی ہے اور کسی دوسرے مکتوب کا مضمون نقل ہو گیا ہے جو شرک ظاہر و پوشیدہ اور زنبیل و زنار سے متعلق ہے۔ ہمارے ذاتی نسخہ میں جو مضمون یہاں سے ہے ہم نے اسی کا ترجمہ کیا ہے۔ قسیم

نفس کے شر اور بلا کا یہ ایک ذرہ برابر یعنی مختصر سا بیان ہے جو لکھا گیا اگر جلد کے جلد اس پر سیاہ کرتا رہوں تو بھی پوری طرح بیان نہ ہو سکے۔ اور یہ علم علماء آخرت ہی کا خاصہ ہے علماء دنیا تو اس علم سے محجوب ہیں ان کو اس کی اطلاع ہی نہیں۔

اے بھائی! خطرہ چار ہے۔ ایک خطرہ نفس ہے اور وہ خطرہ لذتوں اور شہوتوں کا خطرہ ہے دوسرا خطرہ شیطان ہے اور یہ خطرہ بُرے خصائل اور گنہگاریوں کا خطرہ ہے تیسرا خطرہ ملک اور یہ خطرہ خیر، بھلائی اور طاعت کا ہے چوتھا خطرہ من اللہ بے واسطہ اور یہ خطرہ شوق محبت اور اس کے مانند دوسری چیزوں کا ہے۔

والسلام

شرف منیری

مکتوب ۱۶۷

بُت وزُنّار میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے بھائی! جانو جو چیز سالک اس راہ کے چلنے والے کو خداوند عزوجل سے باز رکھے اور اپنے میں مشغول کرے وہ بُت ہے۔ جو کچھ ہو معنی بُت وہی ہے جب اس معنی کو تم نے جان لیا تو اب یہ جان لو کہ کسی ایک کو اپنے ظاہر کو سنوارنا محبوب ہے یہی اس کا بُت ہے اور کسی کو کثرتِ نماز بت ہے اور کسی کو کثرتِ روزہ بت ہے اور کسی کو ہمیشہ سجادہ پر بیٹھے رہنا محبوب ہے یہ سجادہ اس کا بُت ہے اور کوئی ایک چاہتا ہے کسی کے آگے نہ اُٹھے یہ نہیں اُٹھنے کی خواہش اس کا بت ہے اور کسی کو زن و فرزند کی محبت ہوتی ہے اور اس جیسی تمام چیزیں اس کے بُت ہیں۔ تمہیں اسی قیاس پر اسے پہچاننا چاہیئے اسی سے کہتے ہیں کہ مُرید جو عمل کرے وہ پیر کے اشارہ پر کرے اس وجہ سے کہ کوئی شخص اپنے بُت کو نہیں پہچانتا اور کوئی یہ نہیں جانتا کہ وہ بُت پرست ہے ہر شخص خود کو موحد اور بت شکن سمجھتا ہے اور ان تمام بتوں کا سردار

یہی نفس ہے کہ النفس ھی الصنم الاکبر (وہ نفس ہی ہے جو سب سے بڑا بت ہے) اور دوسرے بت اسی کے ذریعہ پیدا ہوتے ہیں جو کام بھی نفس کی مراد اور اس کی خواہش پر کوئی کرتا ہے وہ اسی کو پوجتا ہے اور اسی کی بندگی کرتا ہے اگرچہ اس کی خبر خود اس کو نہیں ہے افرأیت من اتخذ الٰھہ ھواہ (کیا تم نے غور نہیں کیا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا ہے) کا اشارہ اسی جانب ہے۔ چنانچہ کچھ سالکوں نے اپنا حال جب ایسا دیکھا اور پایا تو خود کو سارے عالم کے بت پرستوں میں شمار کیا ہے اور یہ بحکم حال ہے نعوذ باللہ (خدا پناہ میں رکھے) بحکم اعتقاد نہیں۔ بت وزنار کی کیفیت یہی ہے جو بیان ہوئی اور یہ سب اشعار جو بت وزنار کے بارے میں کہے گئے ہیں ان سب سے یہی معنی کھلے گا اور پھر کوئی شکل نہیں رہے گی۔ وہ اشعار یہ ہیں۔ ؎

گفتم کہ از چوں تو بتے زنار بندم گفت رو | در کفر ہم صادق نہ زنار را رسوا مکن
بدل زنار بستم بگشتم از مسلمانی | زہے مومن کہ من بودم بخود ایماں نمی بینم
درون بت خانہ و بیرون مناجات | مسلماں شود لا زنار بگسل
بت پرستم بت پرستم | راست گویم ہرچہ ہستم

(میں نے کہا، اے صنم میں نے میری طرح زنار باندھ لی ہے اس نے کہا جاؤ بھی تم کفر ہی میں سچے نہیں ہو زنار کو ذلیل نہ کرو۔ میں نے دل سے زنار باندھ لی ہے اور مسلمانی سے پھر گیا ہوں۔ میں کیا خوب مومن ہوں کہ اپنے اندر ایمان نہیں دیکھتا۔ باطن میں ہزاروں بت اور ظاہر میں خدا کے حضور دعائیں، اے دل زنار توڑ دے اور مسلمان ہوجا۔ ہاں ہاں میں بت پرست ہوں میں بتوں کی پوجا کرتا ہوں میں جو کچھ ہوں وہ سچ کہہ رہا ہوں۔)

والسلام

شرف منیری

مکتوب ۱۶۸

مسلمانی کی بنیاد میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے بھائی جانو! مسلمانی کی بنا، طہارت و پاکی پر ہے جیسا کہ حضور پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بُنی الاسلام علی النظافۃ (اسلام کی بنیاد پاکیزگی پر ہے) پاکی اور طہارت کے چار درجے ہیں۔ پہلا درجہ لباس کپڑے اور جسم کی پاکی ہے، نجاستوں اور حدث سے۔ دوسرا درجہ اعضاء کی پاکی ہے گناہ اور خلاف شرع سے، تیسرا درجہ دل کی پاکی ہے تمام بُری خصلتوں سے۔ چوتھا درجہ سِر کی پاکی ہے ماسوا اللہ سے۔ جب تک یہ پاکی حاصل نہیں ہوتی ہرگز اسلام اپنا جمال نہیں دکھاتا، اور یہیں پر اس شعر کے معنی پورے طور پر معلوم ہوتے ہیں۔ ؎

صوفی و سبز پوش شدی شیخ چلہ دار   ایں جملہ شدی ولے مسلماں نہ شدی

(صوفی ہوئے سبز پوش ہوئے شیخ چلہ دار بنے یہ سب ہوئے لیکن تم مسلمان نہ ہوئے)

من عرف اللہ اعرض عما سواہ (جس نے اللہ کی معرفت حاصل کر لی اس نے ماسوائے رُخ پھیر لیا ہے) خدا تک راہ آسمان میں ہے نہ زمین میں نہ عرش میں ہے نہ کرسی میں نہ مغرب میں ہے نہ مشرق میں ہے خدا تک راہ خود تیرے اندر ہے خود اپنے آپ میں ڈھونڈھو وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ (میں تو تمہارے اندر ہوں تم دیکھتے نہیں)۔ رُباعی ؎

اے آں کہ ہمیشہ درجہاں می پوئی   ایں سعی ترا چہ سود دارد گوئی
چیزے کہ تو جو یائی نشانِ اُوئی   با تست ہمہ تو جائے دیگر جوئی

(اے وہ شخص کہ ہمیشہ سارے جہاں میں چکر کاٹ رہا ہے، تیری یہ بھاگ دوڑ تجھے کیا کام دے گی۔ جس چیز کو تو ڈھونڈھ رہا ہے وہ تو تیرے پاس ہی ہے اور تو اسے دوسری جگہ تلاش کر رہا ہے۔)

وَهُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ (وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو) یہ مکمل ہے اس قدر شور وغوغا کیا ہے کہ کہاں ڈھونڈھوں۔ رُباعی ؎

من بندہ بجاں رضات جویم حیراں شدہ ام کجات جویم
در جاں منی ز راہِ معنی چوں یافتہ ام چرات جویم

(میں تیرا بندہ جان سے تیری رضا ڈھونڈھتا ہوں، میں تو حیران ہوں تجھے کہاں ڈھونڈھوں۔ معنوی حیثیت سے جب تو میرے اندر ہے اور جب میں نے پالیا پھر تجھے کس لئے ڈھونڈھوں)

ہر وہ چیز کہ وہم کی جہاں تک رسائی ہے اور عقل جس کو تصور کرتی ہے، خیال جس کو پائے اور فہم جس تک پہنچ سکے ذات وصفات رب العالمین ان سب سے منزہ اور پاک ہے ان سب کے باوجود وہ تیری رگِ جاں سے بھی قریب تر ہے اور تیری آنکھ کی بینائی سے بھی تیری آنکھ سے نزدیک تر ہے، تیرے کان کی شنوائی سے بھی زیادہ تیرے کان کے قریب ہے، تیری زبان کی گویائی سے بھی بڑھ کر تیری زبان سے نزدیک ہے اور تیرے دل سے بھی زیادہ ترے دل سے نزدیک ہے، جیسا کہ قرآن مجید فرقان حمید میں وہ فرماتا ہے نَحْنُ اَقْرَبُ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (ہم تمہاری رگ جاں سے بھی قریب ہیں) شعر ؎

من او نشوم ولیک بلداو واللہ کہ نیم یقینم این است

(میں وہ تو نہیں ہوں لیکن قسم ہے اللہ کی میں اس کا غیر بھی نہیں ہوں اس پر میرا یقین ہے)

اے بھائی جانو! شریعت، طریقت اور حقیقت ہر ایک ایک راہ ہے۔ شریعت، چلنے کی وہ راہ ہے کہ جس سے بدن کی طہارت حاصل ہوتی ہے اور طریقت کی وہ راہ ہے کہ جس پر چلنے سے بُری صفتوں سے باطن کی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے اور حقیقت وہ راہ ہے کہ جسے اختیار کرنے سے اللہ کے سوا، اس کے غیر کی جانب اضافاتؔ[1] کا اسقاط حاصل ہوتا ہے۔

طالب اور مرید کو لازم ہے کہ وہ اپنے لئے مجاہدہ اختیار کرے اور اس پر سختی سے عمل کرے

نوٹ:۔[1] یعنی خیر وشر یا کسی فعل اور کسی چیز کو اللہ کے سوا کسی غیر کی طرف اضافت دینا، منسوب کرنا اور غیر کی جانب سے اس کو جاننا۔ اس کے ختم ہونے کو اسقاط اضافات کہتے ہیں۔ اور یہی توحید ہے کہ التوحید اسقاط الاضافات۔ خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ ایمان ہے۔

لیکن مجاہدہ اللہ رب العزت کے یافت کی علت نہیں ہوتا ہے، اگر مجاہدہ سے حق سبحانہ تعالیٰ کی راہ کو پاتے ہیں کیونکہ حق تعالےٰ کی راہ خواہشات کے غبار سے پاک ہے آدمی جب خواہشات سے کلیتاً پاک ہوجاتا ہے تو حق تعالےٰ کے در تک پہنچ جاتا ہے تو اللہ تک پہنچا اور ہے اور اللہ کے در تک پہنچنا اور ہے کیوں کہ در کے لئے مکان ثابت ہے اور حق سبحانہ تعالےٰ مکان سے منزہ اور پاک ہے تو یہ درست ہوا کہ حق تعالےٰ سے حق تعالےٰ تک پہنچ سکتے ہیں راہ سے کٹ جانے پر تنہا ہو کر۔ تو مرید طالب جب خواہشات سے بالکل پاک ہوگیا تو وہ حق تعالےٰ کے در پر پہنچا لیکن چاہیئے کہ راہ کو خدا پر قیاس نہ کرے اور وہ یہ ہے جو کہا ہے۔ مصرعہ۔

در گردن دینداری زنار چہ خوب آید (دینداروں کی گردن میں زنار کیا ہی خوب ہوتا ہے)

ے

قومے متحیر اند در راہ یقیں — قومے دگر بماندہ اندر غم دیں

می ترسم از آں بانگ بر آید روزے — کاے بے خبراں راہ نہ آنست و نہ ایں

(ایک گروہ راہ یقین میں حیران ہے اور دوسری جماعت دین کے غم میں مبتلا ہے۔ میں اس پکار سے ڈرتا ہوں کسی روز یہ ندا نہ آجائے کہ اے نادانوں راہ نہ وہ ہے نہ یہ ہے۔)

اور جب خود اپنے اندر سیر میں ہوا تو پھر فہم و گماں سے وہ غائب ہوگیا اور اس کے سر میں سوائے حق تعالےٰ کے اور کچھ بھی نہیں رہا اور وہ حق تعالےٰ تک پہنچ گیا' اس کو علم وحدت کہتے ہیں۔ شعر ے

گویم بہر زباں بہر گوش بشنوم — ایں طرفہ تر کہ گوش و زبانم پدید نیست

چوں ہر چہ ہست در ہمہ عالم ہمیں منم — مانند در دو عالم از آنم پدید نیست

(ہر زبان میں میں باتیں کرتا ہوں اور ہر شخص کی بولی میں سنتا ہوں' اس پر انوکھا پن ہے کہ میں زبان اور کان نہیں رکھتا۔ سارے جہاں میں جو کچھ ہے میں ہی ہوں' میری مثال دونوں جہاں میں نہیں مل سکتی۔)

والسلام

خاکسار شرف منیری

مکتوب ۱۶۹

حضرت مولانا علیہ رحمتہ کے سوالوں کے جواب میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آں خسرو نیکواں باحسن وجمال　　　می گفت مرا ز درد بیہودہ منال
زیراکہ بہ تیغ قہر در مذہب ما　　　خون ریزش عاشقاں حلال است حلال

(وہ حسینوں کا بادشاہ اپنے حسن و جمال کے ساتھ مجھ سے کہتا تھا دیکھو درد سے فضول نالہ کرو، اس لئے کہ میرے مذہب میں قہر کی تلوار سے عاشقوں کا خون بہانا حلال ہے حلال۔)

برادر اعز مولانا مظفر! کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعا مطالعہ کریں لکھنا یہ ہے کہ آپ کی باتوں کا مجموعہ جو بہت دنوں سے جمع تھا فرزند شبلی نے پہنچایا، پڑھا گیا شور وغوغا، نالہ وفریاد بہت زیادہ تھا۔

اے بھائی جب اس کام کی سنت ابھی تک اس طور پر ہے تو دوسروں کے لیے کبھی یہی روش ہو گی آخر آپ نے سنا ہے۔

ہر کہ درد عشق دارد سوز ہم　　　شب کجا یابد قرار و روز ہم

(جو شخص عشق کا درد اور اس کی تپش بھی رکھتا ہے، وہ رات ہو یا دن کب کسی وقت چین پا سکتا ہے)

اے بھائی جو معشوق کی جفائیں نہیں اُٹھاتا وہ معشوق کی وفا کو کیا جانے جیسا کہ کہا ہے۔

گر دوست مرا بلا فرستاد شاید　　　کیں دوست خود از بہر بلا می باید

اور وہ اسی مقام کی بات ہے جو امام شبلی رحمتہ اللہ علیہ نے کہی ہے۔ " خداوند! تجھے لوگ نعمت کیلئے دوست رکھتے ہیں اور میں تجھے بلاؤں کے لئے محبوب رکھتا ہوں۔" یقیناً آفتاب کے عاشق کے لئے راحت وسکون محال ہے۔　　مصرع

حلوہ بکسے دہ کہ محبت بچشیدہ است　　(حلوہ اُسے دیجئے جس نے محبت کا مزہ نہ چکھا ہو)

اے بھائی! اس گروہ کے لوگوں کا قول ہے کہ معشوق کی طلب ناز کے لئے کی جاتی ہے راز کے لیے نہیں۔ عاشق پر معشوق کے ناز و غمزے اتنے زیادہ ہوتے ہیں کہ بیچارہ عاشق نیست ہو جانا چاہتا ہے۔ اور ہر وقت اس کے پاس یہ حکم پہنچتا رہتا ہے فاصبر لحکم ربك فانك بأعيننا اور اسی کو کہا۔ ؎

از آتش عشق اگر بسوزی جاں را مانہب کنی خزانۂ ایماں را
اندر طلب وصال او عجب ار بوالعجبی چو ہست جاں را

اے بھائی! عشق ایک جنون ہے العشق جنونٌ الٰہی (عشق ایک جنون الٰہی ہے) جس کسی کو یہ دیوانگی پیدا ہوتی ہے پہلے تو اس کے ظاہر خراب کر دیتی ہے پھر باطن کو، نہ عقل کو چھوڑتی ہے نہ علم کو ان الملوك اذا دخلوا قريةً فانسدوھا واجعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃ (جب بادشاہ کسی آبادی میں (فاتحانہ) داخل ہوتے ہیں تو اسے تباہ کر دیتے ہیں اور وہاں کے باعزت باشندوں کو بے عزت و ذلیل بنا دیتے ہیں) اسی موقع پر کہا ہے رُباعی ؎

عقل آمد و عقل کرد غارت اے دل تو بجاں برین اشارت
ترک عجبی است عشق دانی کن ترک عجب چو نیست غارت

جب آپ اپنے کام میں منہمک ہیں تو انشاء اللہ جلد ہی ایسا ہوگا کہ حق سبحانہ تعالیٰ کے جذبات میں سے ایک جذبہ پہنچ جائے گا جو کیمیا گری کرے گا۔ عشق کے وہ سارے معانی و لطائف کہ جس کے ادراک سے عقل عاجز ہے بغیر تحریر و تقریر کے آپ پر ادر کے علم و فہم میں ذوق کے ساتھ آ جائے گا۔ اسی کو کہا ہے۔ رباعی ؎

جانا سخن عشق کلامیست بلند بدنام شدی زعشق نامے است بلند
در عقل فرو شدیم برنامد کار از عقل فراتر مقامے است بلند

اے بھائی! جو کچھ عشق کے طور و طریقہ میں ہے عقل بیچاری اس کے ادراک سے عاجز ہے۔ اس کا تصور و فتور وہم کے اس تصور و فتور کی طرح ہے جو معقولات کے ادراک میں وہم کو پیش آتے ہیں اسی کو کہا ہے۔ ؎

ایں راہ طریقت نہ بپائے عقل است خاک قدم عشق ورائے عقل است
سرے کہ فرشتگاں ازاں بے خبر اند اے عاقل بے عقل چہ جائے عقل است

(طریقت کی راہ عقل کی بنیاد پر قائم نہیں ہے، عشق کے قدم کی خاک عقل سے آگے ہے، یہ وہ راز ہے کہ جس سے فرشتے بھی آگاہ نہیں۔ اے بے عقل، عقلمند! یہاں عقل کی کون سی جگہ ہے)

اے بھائی! حق سبحانہٗ تعالیٰ کے طالبوں کے لئے عشق فرض راہ ہے کیوں کہ عشق بندہ کو حق سبحانہٗ تعالیٰ تک پہنچا دیتا ہے اور یہ اسی مقام کی بات ہے کہتے ہیں کہ جو عشق کے لائق ہوتا ہے وہی خدا کے لائق ہوتا ہے، کیوں کہ العشق ھوالطریق درویۃ المعشوق ھوالجنۃ والفراق ھوالنار والعذاب (یہ وہ راہ ہے کہ جہاں معشوق کا دیدار ہی جنت ہے اور معشوق کی جدائی ہی دوزخ اور اس کا عذاب ہے) جیسا کہ یہ اشعار کہے گئے ہیں۔

درد عشق آید دوائے ہر دلے | حل نشد بے عشق ہر گز مشکلے
عاقلاں را شرح تکلیف آمدہ است | بیدلاں را عشق تشریف آمدہ است

(عشق میں کا درد ہر ایک دل کی دوا ہے۔ بغیر عشق کے کوئی مشکل ہرگز حل نہ ہوئی، عاقلوں یعنی مکلفوں کے لئے شرع کی ذمہ داریاں آئی ہیں اور بے دلوں یعنی دیوانوں کے یہاں عشق تشریف فرما ہوگیا ہے)

تو جو شخص اس راہ میں داخل ہوا اُسے چاہیئے کہ بلا و جفا سے گھبرائے نہیں۔ منع اور عطا، جفا اور وفا اس کے لئے ایک ہو جائے تاکہ وہ اپنے کام میں کامل و مکمل ہو جائے ناقص نہ رہے۔ یہیں کی بات ہے جو کہی ہے ؎

ہر کہ او در کار خود ماشد تمام | جان خود در کار بازد والسلام

(ہر وہ شخص جو اپنے کام میں مکمل ہوگیا وہ اپنی جان کی بازی اس کام میں لگا دیتا ہے والسلام)

یہ حکایت مشہور ہے کہ خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک چور کو دیکھا کہ وہ تختۂ دار پر لٹکا ہوا ہے خواجہ نے اس کے پاؤں کو بوسہ دیا اور اپنی دستار مبارک اس کے آگے ڈال دی لوگوں نے پوچھا اے شیخ یہ کیا حال ہے؟ جواب میں یہ مثنوی پڑھی۔ ؎

چوں بدیدم دار چوبیں جائے او | بوسہ زاں دادم بسے بر پائے او
چوں تمام افتاد او در کار خویش | زاں نہادم پیش او دستار خویش

(جب میں نے اس کا مقام پھانسی کے تختہ پر دیکھا تو اس کے پاؤں پر بہت سارے بوسے دیئے اور جب کہ وہ اپنے کام میں کامل ہوگیا تو میں نے اپنی دستار اس کے آگے ڈال دی۔) اندوہ افزوں ہوا۔ عاقبت و خاتمت بخیر ہو۔

والسلام

مکتوب ۱۷۰

معرفت اور معرفت کی انتہا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے بھائی! تم جانو کہ کوئی شخص خداوند تعالیٰ کے علم و حکمت کی کنہ تک نہیں پہنچا ہے۔ کیا تم نے جناب موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں نہیں سنا ہے بعث اللہ تعالیٰ موسیٰ الی فرعون قال فقل هل لك الى ان تزكى واهديك الى ربك فتخشى وان يفعل قال موسىٰ وكيف اوجب اليه وقد علمت انه يفعل فاوحى الله اليه ان امض كما امرت به فان فى السماء اثنى عشرة الف ملك يطلبون علم القدر فلم يدركوه ولم يبلغوه۔)

اے بھائی! نهاية معرفة الله العارفين عجزهم عن المعرفة وعرفوانه يستحيل بكنه الصفات الربوبية الا الله عرفوا اے بلغوا المنتهى الذى امكن فى حق الخلق من معرفته كذالك فى تسبيح داؤد عليه السلام سبحان الله من جعل اعتراف العبد بالعجز من شكره شكرا كما جعل اعتراف العبد بالعجز عن كنه معرفته معرفته (عارفوں کا معرفت خداوندی سے عاجز ہونا ہی معرفت الٰہی کی انتہا ہے وہ یہ جان لیتے ہیں کہ صفات ربوبیت کی کنہ کا جاننا محال ہے سوائے اللہ کے۔ وہ اس منتہیٰ تک پہنچ جاتے ہیں جہاں تک معرفت الٰہی میں کسی مخلوق کا پہنچنا ممکن ہے جیسا کہ جناب داؤد علیہ السلام کی تسبیح میں ہے۔ "پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے فضل سے بندہ کے اعتراف عجز کو شکر قرار دیا۔ جیسا کہ اس نے اپنی معرفت کی کنہ سے بندہ کے اعتراف عجز کو اپنی معرفت قرار دیا۔)

اے بھائی خداوند تعالیٰ اپنی ذات میں یگانہ ہے اور اپنے صفات میں یکتا ہے اس کی تمام صفتیں کامل و مکمل ہیں۔ علم اسی کا علم ہے، اسی کا علم اس کے علم کو پاتا ہے اور زبان اسی

کی زبان ہے اسی کی زبان اس کا نام لے سکتی ہے۔ شنوائی اسی کی شنوائی ہے جو اس کے کلام کو سن سکتی ہے۔ آنکھ اسی کی آنکھ ہے کہ جو اسے دیکھ سکتی ہے۔ اس کے کمال تک کوئی نہیں پہنچ سکا اور کسی نے نہیں جانا، کسی نے نہیں دیکھا، تمام عرفاء اسے دارالبقا میں دیکھیں گے اسی کے نور سے۔ تو اس معنوی اعتبار سے وہی تھا کہ جس نے خود کو دیکھا تھا۔

والسلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۱۷۱

علم ظاہر اور علم باطن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے بھائی! تم جانو اس گروہ کے لوگ وہ ہیں صدقت مجاهدتهم فنالوا علم الوراثة (وہ لوگ اپنے مجاہدہ میں سچے نکلے تو انہیں علم وراثت (یعنی وراثت انبیاء) حاصل ہو گیا) جنہوں نے علم حاصل کرنے میں کوششیں کیں اور یہ سچ ہے اور درست ہے کہ اس علم کا حاصل کرنا تو وہی ہے جو صرف خدا کے لئے حاصل کیا جائے نہ یہ کہ جاہ و مرتبہ و ریاست اور حصول دنیا کے لئے رخلصت علیها معاملاتهم فاعطوا علم الوراثة یعنی جب اس علم سے ان کے معاملات کا علم خالصاً اللہ کے لئے ہو گیا تو اللہ نے ان کو اس وعدہ کے حکم کے تحت علم وراثت عطا فرمایا کہ من عمل بما علم اورثه الله علم مالم یعلم (جو شخص ان باتوں پر عمل کرتا ہے جنکا اسے علم ورثۃً حاصل ہو چکا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ان باتوں کا علم عطا فرماتا ہے جنہیں وہ نہیں جانتا) علم وراثت علم ظاہر کو کہتے ہیں، علم وراثت علم باطن ہے، تو اس گروہ صوفیہ کے لوگ دو علم کے مالک ہوتے ہیں ظاہری علم کے بھی اور باطنی علم کے بھی جیسا کہ ہم نے کہا۔

اے بھائی! الاشتغال بالعلوم الشرعیة وکتابتها ومطالعتها وتلاوة القرآن امور حسنة یختص بها العلماء الصلحاء ولکن شان طالب الحق شان آخر)

(شرعی علوم' ان کی کتابت' ان کے مطالعہ اور تلاوت قرآن میں لگے رہنا اچھے کام ہیں یہ علماء وصلحا کا طریقہ کار ہے لیکن طالب حق کی شان تو کچھ اور ہی شان ہے۔)

اے بھائی! علم ظاہر ہے اور علم باطن ہے۔ علم ظاہر' علم معاملہ ہے اور علم باطن' علم مکاشفہ ہے اور عبارت اس نور سے ہے کہ جب سالک کا دل بری صفتوں سے پاک ہو جاتا ہے تو علم مکاشفہ سالک کے دل پر ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس نور سے وہ تمام کام کہ اس سے پہلے جس کا نام سن چکا ہے اور اس پر تصدیق بھی کر چکا ہے لیکن ان تمام کاموں کے معانی اس پر نہیں کھلے ہیں' وہ سب معانی اس پر کھل جاتے ہیں۔ "کشادگی" یہ عین مجریٰ سے جاری ہے نہ یہ کہ عین عیاں ہے' جیسے کہ حقیقی معرفت اللہ تعالیٰ کی ذات میں' اور اس کی صفات تامہ میں اور اس کے افعال میں اور اللہ تعالیٰ کی قربت کا معنیٰ اللہ تعالیٰ کے جوار میں پہنچنے کا معنیٰ اور دیدار کا معنیٰ اور معنیٰ النظر لوجہ الکریم اور دنیا و آخرت کے پیدا کرنے میں اس کی حکمت اور نبوت کا معنیٰ' وحی کا معنیٰ اور پیغمبروں کے پاس فرشتوں کے ظاہر ہونے کی کیفیت' ان پر وحی کے پہنچنے کی کیفیت اور دل کا معنیٰ' بہشت و دوزخ' صراط' میزان' حساب اور اس کے مانند دوسری چیزیں۔ ان سب کے کھل جانے' کشف ہونے کو معرفت کہتے ہیں۔ جس کسی کو یہ علم مکاشفہ جسے علم باطن اور علم معرفت کہتے ہیں نہ ہو تو وہ دنیا میں نابینا آیا' نابینا رہا اور اندھا گیا۔

اے بھائی! نبیوں کا علم لدنی ہے علماء کا علم کسبی ہے۔ کیا کہتے ہو یہ علماء "ظاہر" اس مخصوص علم کے ترکہ دار و وارث ہوتے ہیں یا نہیں؟ کیوں کہ کہا گیا ہے العلماء ورثۃ الانبیاءُ (علماء انبیاء کے وارث ہیں) اس بارے میں یہی روا ہے کہ نہیں ہوتے ہیں۔ وہ روایت یہ ہے علوم الانبیاء علیہم السّلام لدنیۃ فمن کان علمہ مستفادا من الکتب والمعلمین فلیس ھو من ورثۃ الانبیاء فی علمہ لا لیستفاد الا من طریق التوسع فی العبارۃ عن لفظ المیراث وعلم الانبیاءُ لا یستفاد الا من اللہ تعالیٰ کما قال عز وجل وربک الاکرم الذی علم بالقلم علّم الانسان مالم یعلم ولا تظن ان تعلیم الحق بالنبی فقد قال اللہ تعالیٰ واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ کل من وصل فی ملوکہ الی حقیقۃ التنوی فلا بد ان یعلمہ اللہ مالم یعلم (انبیاء کے علوم علم لدنی ہیں جس کا علم کتابوں اور معلمین کے ذریعہ حاصل کردہ ہو تو وہ اپنے علم میں انبیاء کے علم کا وارث نہیں ہوتا بطریق توسع اس علم کو

میراث انبیاء کہا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انبیاء کا علم اللہ تعالٰے سے حاصل کیا ہوا ہوتا ہے جیسا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا" اور تیرا بزرگ برتر پروردگار جس نے قلم سے علم سکھایا انسان کو وہ سب بتایا جس کا وہ علم نہیں رکھتا تھا۔ یہ گمان نہ کرو کہ ربانی تعلیم نبی ہی کے لئے مخصوص ہے کیوں کہ اللہ تعالٰے کا ارشاد ہے ڈرو اللہ سے اور اللہ تمہیں تعلیم دیتا ہے تو اس کی مملکت میں جو بھی تقویٰ کی حقیقت تک رسائی حاصل کر لیتا ہے تو یقیناً اللہ تبارک وتعالٰے اسے ان چیزوں کا علم عطا فرماتا ہے جن کا وہ علم نہیں رکھتا۔)

والسلام
فقیر شرف منیری

مکتوب ۱۷۲

آخرت کا علم اور علماء آخرت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے بھائی! علماء آخرت جو اپنے وقت خاص میں کوئی ایسی بات بولتے ہیں یا کوئی ایسا کام کرتے ہیں کہ بظاہر ان کا وہ قول یا فعل شریعت کے موافق نہیں معلوم ہوتا ہے اور اہل ظاہر اس پر انکار کے طور پر اعتراضات زبان دراز کرتے ہیں تم اس سے رنجیدہ اور فکرمند نہ ہو نظر اس پر رکھو کہ قرآن مجید منکروں کے حق میں یوں شکایت فرما رہا ہے۔ اذ لم یھتدوا بہ فسیقولون ھذا افک قدیم یعنی جب ان کی باتوں کو سمجھ نہ سکے تو کہنے لگے یہ پرانا جھوٹ ہے یعنی ہم لوگوں نے قرآن جیسی بات اپنے باپ دادا سے نہیں سنی ہے۔ جواباً کہا گیا انتم وآباءکم فی ضلال مبین۔ تم اور تمہارے باپ دادا صریح گمراہی میں تھے اس بارے میں یہ جو کچھ کہا گیا وہ تمہید کے طور پر بیان ہوا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ آج کل علماء ظاہر بزرگانِ طریقت کے اقوال وافعال کے انکار میں یہ کہتے ہیں کہ ذخیرہ اور خلاصہ میں یہ روایت اس طرح آئی ہے، اس روایت کی صراحت یوں ہے راوی نے اس طور پر نقل کیا ہے۔ مگر ان نادانوں نے اپنی حماقت سے یہ گمان کر لیا ہے کہ علم بس اتنا ہی

بھر ہے جتنا کو ان لوگوں نے حاصل کیا ہے اور جتنا یہ جانتے ہیں اور کوئی نہیں جانتا یا جو کچھ اور جتنا یہ علم رکھتے ہیں آتنا اور دوسرے نہیں رکھتے اگر ایسا ہی ہوتا تو فوق کل ذی علم علیم (ہر ایک صاحب علم سے برتر کوئی اور صاحب علم ہے) کیا ہے؟ یا یہ کہ اس پر ایمان نہیں رکھتے کہ خداوند عزوجل کے علم وحکمت کی کوئی انتہا نہیں ہے. حضور پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم تمام عارفوں کے سردار تھے خدا کو پہچانے ہوئے تھے اور خدا تک پہنچے ہوئے تھے اس کے باوجود اپنی دعا روزاری میں کیوں یہ فرماتے تھے اللھم أرنا الاشیاء کماھی (اے میرے اللہ دکھلا دیجئے اشیاء کی حقیقت جیسی وہ ہیں۔ اور حضور کو یوں دعا کرنے کا حکم تھا رب زدنی علمًا (اے میرے اللہ میرے علم کو اور زیادہ فرما)

اے بھائی! ایک صاحب عزت ان لوگوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ بیچارے سکینان دودھ پیتے بچے ہیں بلکہ ماں کے پیٹ ہی میں ہیں بلکہ باپ کے پشت ہی میں ہیں. ان بیچاروں کو قرآن اوراس کے اسرار ومعانی کی کیا خبر؟ ان لوگوں نے تو حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی نہیں سنی ہے فرمایا ہے ان اللہ انزل القران علی عشر أبطن یعنی خداوند تعالے نے قرآن کو دس بطن پر نازل فرمایا ہے اور ہر بطن میں ایک منزل ہے. تمام اہل لغات، نحویان، مفسران، محدثان پہلی منزل میں ہیں دوسری منزل سے وہ بالکل بے خبر ہیں۔ اہل حقیقت جو خدا تک پہنچے ہوئے خدا کو پہچانے ہوئے ہیں، اشیاء اور اشیاء کی حکمت یعنی جیسی کہ وہ چیز ہے اور جیسی اس کی حقیقت ہے اسے جانے پہچانے اور دیکھے ہوئے ہیں، قرآن کے معانی واسرار کے محرم ہو چکے ہیں اور تمام منزلوں سے گذر چکے ہیں اس منزل سے بھی جو تمام طالبان وسالکان راہ حق کا مقصود ہے اس تک پہنچے ہوتے ہیں، ایسے بزرگوں کے اقوال وافعال پر جس کسی کو اعتراض وانکار ہو ان پر افسوس ہی افسوس ہے اس کو ان لوگوں کی بے سعادتی پر محمول کیا جائے گا. اس بارے میں جو کچھ ہے اس کی غایت وغرض یہ ہے کہ اگر ان لوگوں کو اس پر تصدیق وایمان نہ ہو تو بھی اس پر تو ایمان رکھتے ہیں اوراس کو مانتے ہیں کہ جب حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذؓ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو پوچھا بم تقضی یامعاذؓ (وہاں تم کس بنیاد پر فیصلہ کرو گے اے معاذؓ؟) انہوں نے عرض کیا بکتاب اللہ (اللہ کی کتاب سے) پھر کہا فان لم تجد (اگر اس میں نہیں پایا؟) تو کہا بسنۃ رسولی (اپنے رسول کی سنت سے

پھر سوال ہوا فان لم تجد (اگر وہاں بھی تم کو نہ ملا؟) عرض کیا اجتهد برائی (اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا) پس رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اس جواب سے شاداں وفرحاں ہوئے اور خداوند عزوجل کا شکر اس عبارت میں ادا فرمایا الحمد للہ الذی وفق رسول رسولہ (تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے رسول کے بھیجے ہوئے حاکم کو توفیق عطا فرمائی) اور ایک روایت میں ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا اقس الامور برائک ارشاد ہوا جب تم کو کوئی مشکل درپیش ہو تو اپنے دل سے فیصلہ طلب کرو یجوز ولا یجوز (یہ صحیح ہے یہ غلط ہے) فتوی دل سے طلب کرو یہ سب کو معلوم ہے بزرگان طریقت بشریت کی تاریکیوں نفس کے حجابات، دنیا کی لذتوں شہوتوں خواہشوں سے پاک ہو چکے ہیں، اصحاب قلوب صاحبان دل بن چکے ہیں ملک و ملکوت (ظاہر و باطن) ان پر کھل چکا ہے۔ ایسے لوگوں پر اگر ان کے اپنے عالم میں کوئی مشکل چیز آجاتی ہے تو وہ دل سے فتوی طلب کرتے ہیں اور اسی فتوی کے مطابق عمل کرتے ہیں اور اپنے مریدوں مسترشدوں کو اس پر عمل کرنے کا حکم دیتے ہیں اس میں انکار واعتراض جہالت محض کی دلیل ہے۔

اور اگر یہ کہیں کہ مجھے ان بزرگوں کے قول و فعل پر اعتراض وانکار نہیں ہے لیکن تم لوگوں کے اقوال وافعال پر اعتراض وانکار ہے تو ہم کہیں گے ہاں یہ تمہارے لئے صحیح ہے ہم تمہارے ساتھ رہیں ہمارے بارے میں تم جو کچھ بھی کہو وہ سب ہم مانتے رہیں اور قبول کرتے ہیں منکروں کے حق میں یہی گمان غالب تھا کہ وہ یہی جواب دیں گے۔ سب کی عاقبت وخاتمت بخیر ہو۔

والسلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۱۷۳

عزلت و گوشہ نشینی کے بیان میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادر اعز مولانا رفیع الدین! کاتب حروف شرف منیری کا سلام ودعا مطالعہ

کریں۔ لکھنا یہ ہے کہ آپ برادر کا خط ملا تھا مطالعہ میں آیا آپ کے خلوت گزینی اور اپنے کام میں مشغول ہونے کی کیفیت معلوم ہوئی حق سبحانہ تعالےٰ استقامت عطا فرمائے۔

اے بھائی جس طرح دنیا، آخرت کا حجاب ہے اور شیطان دین کا حجاب، نفس خداوند جل و علا سے حجاب ہے اور خلق عبادت کے لئے حجاب در کاوٹ ہے تو مرید کے لئے خلوت یعنی تنہائی اس کی تمام مہمات میں نہایت ہی اہم ہے تاکہ عبادت کرسکے اور اپنے کام میں مشغول رہ سکے، دنیا و آخرت کی نیکیاں حاصل کرسکے۔ جیساکہ ایک شخص نے خواجہ ابو بکر وراق رحمۃ اللہ علیہ سے کہا مجھے کوئی وصیت کیجئے فرمایا دنیا اور آخرت کی بھلائی تنہائی اختیار کرنے میں ہے اور یہ تنہائی لوگوں میں میں نے کم پایا، دنیا و آخرت کی برائی لوگوں سے میل جول میں ہے اور لوگوں میں یہ میں نے بکثرت پایا۔

اے بھائی! گوشہ نشینی و تنہائی ہر زمانہ میں قابل تعریف رہی ہے خصوصاً اس زمانہ میں جو فتنہ کے ہجوم اور فسق و فجور کے غلبہ کا ہے تو اور بھی قابل ستائش ہے چنانچہ خواجہ جنید قدس اللہ سرہٗ العزیز کا قول ہے جو یہ چاہے کہ اس کا دین سلامت رہے اور اس کے جسم و دل کو سکون و آرام میسر ہو تو اس سے کہو گوشہ نشینی اختیار کرے۔ کیوں کہ یہ زمانہ وحشت کا ہے۔ عقلمند وہی ہے جو تنہائی اختیار کرتا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ جب یہ چاہے کہ حق سبحانہ تعالےٰ بندہ کو گناہوں کی بلا سے نکال کر طاعت میں پہنچا دے اور تنہائی کے ساتھ اُنس دے، قناعت کے ذریعہ تونگر بنا دے، اپنے ذات کے عیبوں پر بینا کر دے تو جس کسی کو یہ سب عطا فرمائیا اُسے دنیا و آخرت کی بھلائیاں عنایت کر دیں۔

اے بھائی! فقر و فاقہ نبیوں کی زیبائش ولیوں کی زینت ہے، چاہیئے کہ اس فقر و فاقہ میں ایسا خوش و خرم رہے جیساکہ دوسرے لوگ سارے عالم کی ملکیت پا لینے سے خوش رہتے ہیں۔ اگر شیطان وسوسہ ڈالے تو وہی کہے جو ایک بزرگ نے شیطان کو اس کے جواب میں کہا تھا۔

حکایت۔ کہتے ہیں کہ ایک بزرگ تھے ہر روز صبح کو شیطان اُن کے پاس آتا اور ان سے کہتا۔ آج کھاؤ گے کیا؟ وہ بزرگ جواب دیتے موت اور اگر یہ کہتا آج کیا پہنو گے؟ تو کہتے کفن۔ اور اگر یہ کہتا رہو گے کہاں؟ تو فرماتے قبر میں، شیطان ان سے یہ جواب سنکر نا اُمید

ہوجاتا اور لوٹ جایا کرتا تھا۔ اس راہ میں یہ تین چیزیں شیطان کے پھندے ہیں جس سے ایک عالم کو وہ شکار کیا کرتا ہے، جو شخص اس کے ان تین پھندوں اور جال سے نکل آیا اس نے شیطان کے منہ میں خاک ڈال دی اور سلامتی سے گذر گیا۔

اور خلوت میں اپنے وقتوں کو لا الٰہ الا اللہ کے ذکر سے معمور رکھے اس درجہ ذکر کرے کہ ذکر زبان سے گذر کر دل تک پہنچ جائے اور دل پر ذکر کا غلبہ ہوجائے ایسا کہ اگرچہ زبان ساکت ہو تو بھی دل ذکر میں رہے، چنانچہ اوحد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ رباعی ہے۔ رُباعی ؎

در ذات مقدست را رہ نیست — وز عین جلال ہیچ کس آگہ نیست
سرمایہ رہ رواں کہ راہش طلبند — جز گفتن لا الٰہ الا اللہ نیست

(تیری ذات پاک تک کسی کو راہ نہیں، تیری عظمت وجلال سے کوئی آگاہ نہیں، اس راہ کے طالبوں اور راہی کی پونجی بجز ذکر لا الٰہ الا اللہ اور کچھ نہیں ہے۔)

جملہ مسلمانوں کی عاقبت وخاتمت بخیر ہو۔

والسلام

فقیر شرف منیری

مکتوب ۱۷۴

قدرت کے بیان میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے بھائی! تم جانو یہ جو تم نے پوچھا ہے کہ قرآن مجید فرقان حمید میں کہا گیا ہے اِنْ اَرَادَ اَنْ یُّھْلِکَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ وَاُمَّہٗ (اگر وہ چاہے کہ ہلاک کرے مسیح مریم کے بیٹے کو اور ان کی ماں کو) تو یہ حکمت نہ ہوگی جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حکمت کے جواز کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ قدرت کا جواز ہے معاً ان اراد ان یہلک المسیح اے یعذب وقیل ان اراد ان یعذب المسیح وامہ ومن فی الارض جمیعا یوم القیمۃ ولو کان عیسیٰ الٰہا لمنع الملک العذاب

عن نفسہ وامہ وھذا الخبار عن جواز القدرۃ لا عن جواز الحکمۃ (اگر اللہ مسیح کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرے یعنی عذاب دینے کا اور یہ بھی کہا گیا ہے اگر ارادہ کرے مسیح اور والدۂ مسیح کو اور جو زمین میں ہیں ان سبھوں کو عذاب دینے کا' قیامت کے دن. تو اگر عیسیٰ معبود ہوتے تو بلاشبہ اپنی ذات اور اپنی والدہ محترمہ کی ذات سے عذاب روکنے پر قادر ہوتے. اور یہ قرآنی خبر جواز قدرت سے تعلق رکھتی ہے نہ کہ جواز حکمت سے. یہ نقل تفسیر امام ناہد میں سورہ مائدہ اور سورہ بنی اسرائیل کی تفسیر کے تحت آئی ہے قولہ تعالیٰ اذا لاذقنٰک ضعف الحیوٰۃ وضعف المماۃ اے ضعف عذاب الحیوٰۃ وضعف عذاب المماۃ کہ میں تم کو اور دوسروں سے دُگونہ عذاب زندگانی میں چکھاؤں گا اور مرنے کے بعد بھی اوروں کے مقابلہ میں دو چند عذاب کروں گا' یہ وعید حضور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آئی ہے اور یہ اس کی قدرت کے جواز و اظہار کے لئے ہے نہ یہ کہ حکمت کے جواز کے لئے ہے. اور سورہ زمر میں بھی وعید کی یہ آیت آئی ہے لان اشرکت لیحبطن عملک (اگر تم نے کسی کو شریک ٹھہرایا تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال مٹا دے گا۔) ولتکونن من الخاسرین (اور تم ہو جاؤ گے گھاٹے والوں میں) یہ وعید شرک کے جواز کے لئے نہیں (یعنی خدانخواستہ حضورؐ سے شرک وجود میں آئے) یہ قدرت کے نفاذ اور اس کے اظہار کے لئے آگاہی و تنبیہہ کے طور پر ہے. کفایہ صابونی میں آیا ہے ولان اختصاص القدرۃ ان تکون صالحۃ الضدین باتفاق بیننا وبین الخصوم لان مالا یصلح الا لضد واحد اضطرار ولیس...... (اس لئے کہ قدرت کے ساتھ متصف ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ضدین پر عمل کی صلاحیت ہو (یعنی ایسے کام جو ایک دوسرے کی ضد ہوں دونوں کو کر سکتا ہو) یہ ہمارے اور مخالفین کے درمیان متفق علیہ ہے نہ کہ ضدین میں سے صرف ایک کو کرنے کی صلاحیت ہو؟ یہ اضطرار کی حالت ہے.

تمام مسلمانوں کی عاقبت بخیر ہو

والسلام

شرف منیری

مکتوب ۱۷۵

اللہ تعالیٰ سے شرم کے بیان میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے بھائی! حدیث شریف میں ہے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے استحیوا من اللہ حق الحیاء قالوا انا نستحی والحمد للہ قال لیس ذلک ولکن من استحیی من اللہ حق الحیاء فلیحفظ الراس وما حوی ولیحفظ البطن وما حوی ولیذکر الموت والبلی ومن اراد الاخرۃ ترک زینۃ الدنیا فمن یعمل ذالک فقد استحیی من اللہ حق الحیاء شرم کرو جو خداوند تعالیٰ سے جیساکہ شرم کرنے کا حق ہے صحابہؓ نے کہا اللہ کا شکر ہے ہم لوگ خداوند تعالیٰ سے شرم رکھتے ہیں پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شرم خداوند تعالیٰ سے شرم کرنا نہیں ہے۔ حق شرم یہ ہے کہ محفوظ رکھے سر کو یعنی سر میں جتنی چیزیں شامل ہیں جیسے کان، آنکھ، زبان ان تمام چیزوں کو خلاف شرع کسی کام میں لگنے نہ دیں۔ اور خیال رکھیں شکم کا یعنی پیٹ میں جتنی چیزیں شامل ہیں پیٹ کو حرام کھانے سے محفوظ رکھیں، فرج کو زنا کرنے سے بچائے رکھیں۔ اور ہمیشہ مسلسل یاد کرتے رہیں موت کو۔ اور قبر میں پھول پھٹ جانے اور گل سڑ جانے کو یاد کرتے رہیں اور جو شخص آخرت چاہے وہ دنیا کی زیبائش و آرائش ترک کر دے تو جس نے اس پر عمل کیا بے شک اس نے خداوند تعالیٰ سے شرم کیا جیساکہ شرم کرنے کا حق ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ کوئی نامشروع یعنی خلاف شرع چیز بندہ کے سامنے آئے تو یہ جانے اور ایمان رکھے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ حاضر و ناظر ہے وہ سب کچھ جانتا اور دیکھ رہا ہے اور خود کو اس سے دور رکھے ہرگز وہ خلاف شرع کام نہ کرے اللہ تعالیٰ سے شرم اس سے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ دیکھ رہا ہے یہی حقیقی شرم ہے۔ تمام مسلمانوں کی عاقبت بخیر ہو۔

والسلام

مکتوب ۱۷۶

اسلام اور ایمان کے درمیان فرق کے بیان میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے عزیز تم جانو! فقہ اکبر کی عبارت ہے۔ ثم اختلفوا فی الایمان والاسلام قال بعضھم ھما واحد لقولہ تعالیٰ ومن یتبع غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وقال بعضھم ھما متضادتان الا ان الاصح ما قال ابو منصور تغمدہ اللہ بالرحمۃ والمغفرۃ الاسلام معرفتہ التکالیف ومحلہ الصدر لقولہ تعالیٰ افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام والایمان معرفۃ اللہ تعالیٰ لکن معرفۃ بالایۃ والبینۃ و محلہ القلب لقولہ تعالیٰ لکن اللہ حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم القلب داخل الصدر والمعرفۃ محلہ السر وھو داخل الفواد فیقوم بہ فعل المعرفۃ فیصیر عارفا اللہ تعالیٰ بجمیع صفاتہ ثم یتلألأ نورہ وھذا ھو المعنی الاصح لقولہ تعالیٰ اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکاۃ فیھا مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانھا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ الیٰ اخر الایۃ انہ جعل الصدر بمنزلۃ المشکاۃ والقلب بمنزلۃ الزجاج والفواد بمنزلۃ المصباح والسر بمنزلۃ الشجرۃ والسر داخل السر موضع خفی وھو موضع نور الھدایۃ ولا صنع للعبد فیہ سوی ان اللہ تعالیٰ اذا اراد ان یھدی العبد الی سال بلغ نورہ فی الموضع الخفی فیتلألأ النور فھو معنی قولہ تعالیٰ فھو علی نور من ربہ ثم یتلألأ النور الی السر فیقوم للعبد فعل التوحید فیوحد اللہ تعالیٰ ویتبرأ من الاصنام ثم لا یسکن ذلک النور حتی یتلألأ ذلک النور الی الفواد فیقوم فعل المعرفۃ عارفا للہ تعالیٰ بجمیع صفاتہ ثم یتلألأ

ذلك النور الى القلب فيقوم له فعل الايمان ثم يتلألاء ذلك النور الى الصدر فيقوم له فعل الاسلام ثم يتلألأ النور الى الاعضاء فيتقاضى للعبد بالاجتناب عن المعاصى والايتمار فاذا جاء ذلك صار مومنا نقيا فدخل تحت قوله تعالى إن اكرمكم عند الله اتقكم فاذا قبول اربعة التوحيد والمعرفته والايمان والاسلام فاذا اجمعت صارت دنيا وهو معنى قوله تعالى ان الدين عند الله الاسلام

(علماء) میں ایمان اور اسلام (کی تعریف) کے بارے میں اختلاف رائے ہے بعض کہتے ہیں کہ دونوں ایک ہیں. جیسا کہ ارشاد باری تعالٰے ہے۔ جس نے اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو اختیار کر لیا تو وہ نامقبول ہے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ دونوں (اسلام و ایمان) مختلف ہیں. لیکن زیادہ صحیح ابو منصور ماتریدی کا قول ہے کہ اسلام تکالیف شرعیہ کی معرفت کا نام ہے اور اس کا مقام صدر ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالٰے ہے۔ جس شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا۔

اور ایمان اللہ تعالٰے کی معرفت کا نام ہے۔ اور اس کا مقام قلب ہے، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے "لیکن اللہ نے تم کو ایمان کی محبت عطا فرمائی اور اسے تمہارے دلوں میں مرغوب و مزین کر دیا" اور قلب صدر کے اندر ہے، اور معرفت کا محل سر ہے اور وہ فواد میں ہوتا ہے۔ اسی کے ذریعہ معرفت کا عمل بروئے کار آتا ہے اور پھر وہ (سالک) اللہ تعالٰے کی معرفت اس کی تمام صفات کے ساتھ حاصل کر لیتا ہے۔ پھر اس کا نور جگمگا اٹھتا ہے۔ اور یہی زیادہ صحیح معنی اس آیت کے ہیں "کہ اللہ تعالٰے ہی آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک طاق ہے، اس میں ایک چراغ ہے چراغ قندیل میں ہے۔ قندیل گویا ایک روشن ستارہ ہے۔ چراغ روشن کیا جاتا ہے ایک نہایت بابرکت مفید درخت کے تیل سے وہ زیتون کے درخت کا ہے جو نہ پورب رخ ہے نہ پچھم رُخ (کسی آڑ سے) اس کا تیل ایسا ہے کہ گویا خود بخود جل اٹھے گا اگرچہ اس کو آگ نہ چھوئے، وہ نور ہی نور ہے۔ اللہ اس نور سے جس کو چاہتا ہے ہدایت (روشنی) دیتا ہے اور اللہ لوگوں کے لئے یہ مثال بیان کرتا ہے اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔"

صدر کو بمنزلہ چراغ دان رکھا اور قلب بمنزلہ شیشہ فواد بمنزلہ چراغ، سر بمنزلہ درخت داخل سر مقام خفی اور وہ نور ہدایت کا مقام ہے اور اس میں بندہ کی کوئی کارگذاری نہیں ہے بجز اس کے

کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بھٹکے ہوئے بندہ کو ہدایت فرمانا چاہتا ہے تو اپنے نور کو مقام خفی میں پہنچاتا ہے تو نور جگمگا اٹھتا ہے یہی مفہوم ہے اس ارشاد گرامی باری تعالےٰ کا فھو علی نور من ربہ (وہ اپنے رب کے نور کے واسطہ سے ہوتا ہے) پھر نور مقام سِر میں جگمگاتا ہے تو بندہ کے لئے مقام توحید واضح ہوتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرتا ہے اور معبودان باطل سے برأت اور کنارہ کشی اختیار کرتا ہے، پھر وہ نور ٹھہرتا نہیں ہے یہاں تک کہ وہ نور قلب میں جگمگا اٹھتا ہے تو اس کے لیے معرفت کی منزل آتی ہے اپنے تمام صفات کے ساتھ پھر وہ نور صدر (یعنی سینہ) میں جگمگاتا ہے تو اس کے لئے اسلام کا مرحلہ آتا ہے پھر وہ نور اعضاء و جوارح کو روشن کر دیتا ہے تو وہ (نور) بندے سے معاصی سے بچنے اور طاعات کے اختیار کرنے کا متقاضی ہوتا ہے (جب یہ سب ہوجاتا ہے) تو وہ مومن متقی ہوجاتا ہے اور اللہ تعالےٰ کے ارشاد گرامی کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم (یعنی تم میں سب سے بزرگ وہ ہے جو بڑا متقی ہے) کے تحت داخل ہوجاتا ہے (تو یہ چار چیزوں کا قبول کرنا ہے) توحید، معرفت، ایمان اور اسلام تو جب کہ یہ سب جمع ہوجائیں تو وہی دین ہے اور یہی معنی ہیں اس ارشاد گرامی کے اِنَّ الدِّین عند اللہ الاسلام (دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہے۔

❋

والسلام
خاکسار شرف منیری

مکتوب ۱۷۷

دنیا کے بیان میں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اے بھائی تم جانو! دنیا عالم حکمت ہے یعنی یہاں زیادہ تر کام اسباب کے ذریعہ ہوتے ہیں. عقبیٰ عالم قدرت ہے یعنی یہاں کام بے اسباب و واسطہ کے ہوا کرتے ہیں. اہل معرفت کہتے ہیں دنیا اور عقبیٰ دونوں ہی نفس کا نصیب و حصہ ہیں اور جو شخص اپنے نصیب وحصہ کے ساتھ ہے وہ اپنی خودی کے ساتھ ہے اور جو اپنی خودی کے ساتھ ہے وہ خدا سے محجوب ہے۔ یہی اس شعر میں ہے۔

"تا تو با خویشتنی عدد بینی ہمہ چوں شوی فانی احد بینی ہمہ

(جب تک تو اپنی خودی کے ساتھ ہے تعدد میں ہے تجھے عدد ہی دکھائی دیتا ہے جب تو خودی سے نکل آیا فنا ہو گیا تو تجھے ایک ہی ایک نظر آئے گا)۔

بزرگوں کا قول ہے اگر سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے آنکھ نہ پھیر لیتے عقبیٰ تک نہیں پہنچتے اور اگر عقبیٰ سے نگاہیں نہ ہٹا لیتے تو قاب قوسین تک نہ پہنچتے مازاغ البصر وما طغیٰ (نہ نگاہ بہکی اور نہ حد سے بڑھی) اسی کی شہادت میں ہے۔ قطعہ ؎

دنیاست بلاخانہ وعقبیٰ ہوس آباد ما فارغ ازیں ہر دو نہ اینیم و نہ آنیم
ایں فتنہ بد نیا شد وآں غرہ بعقبیٰ ما حاصل ایں ہر دو بیک جو نستانیم

اے بھائی وہ جو کہتے ہیں کہ اہل دنیا اور ہیں، اہل عقبیٰ اور ہیں۔ بھائی! اہل اللہ دوسرے ہی لوگ ہیں دنیا والوں سے بھاگنا ایسے جیسے شیر و سانپ سے وہ بھاگتے ہیں۔ اور اہل دین نہ ان سے بھاگتے ہیں اور نہ ان کے ساتھ ٹھہرتے ہیں ہاں اللہ والوں کی جوتیوں کی خدمت طلب کرو، اگر میسر ہو تو سبحان اللہ۔ ؎

اے خضر چہ می نازی زاں جرعہ کہ دادندت زو گم شدگاں را چوں تشنہ بہ بیابانہا

اے بھائی اہل تصوف اگرچہ لوگوں کے ساتھ ہیں لیکن وہ مخلوق سے جدا ہیں، اور اگرچہ نفس کے ساتھ ہیں، لیکن نفس سے علٰحدہ ہیں، اور اگرچہ دنیا میں ہیں اس کے باوجود دنیا سے باہر ہیں۔

جس نے یہ پہچان لیا کہ حق سبحانہ تعالیٰ کا جو ممدوح ہے وہی ممدوح یعنی قابل تعریف ہے اور جو اللہ کے نزدیک مذمت کے لائق و بُرا ہے وہی مذموم ہے ھُوالضار ھوالنافع ھو المعطی ھوالمانع ھو (وہی نقصان پہنچانے والا ہے، وہی نفع دینے والا ہے، وہی عطا کرنے والا ہے اور وہی روکنے والا ہے) تو ایسا شخص اگرچہ مخلوق کے درمیان ہے اس کے باوصف وہ مخلوق سے علٰحدہ ہے اور جس نے نفس کی خواہشوں، لذتوں اور شہوتوں سے نجات پالیا وہ نفس سے باہر آگیا اور جس کسی کی دنیا میں اپنی کوئی مراد نہ ہو اگرچہ وہ کسی درجہ میں دنیا میں ہو وہ دنیا سے علٰحدہ ہے ابدانھم فی الدنیا وقلوبھم فی العقبیٰ (ان کے جسم دنیا میں اور ان کے دل عقبیٰ میں ہیں) ایسے شخص کے لئے بالکل صادق آتا ہے اور تسلیم شدہ ہے۔ تمام مسلمانوں کی عاقبت بخیر ہو۔

والسلام

مکتوب ۱۷۸

فقر اور فقراء کے بیان میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے بھائی! تم جانو اذا تم الفقر فھو اللہ اس قول کے معنی میں اختلاف ہے واللہ اعلم کچھ لوگ اس کے معنی یہ کہتے ہیں کہ جو شخص آخر میں ایسا ہو جائے جیسا کہ اول میں یعنی پیدائش کے وقت تھا تو اس کا فقر پورا ہو گیا اور اس کے کام آراستگی و درستگی کے ساتھ انجام پا گئے۔ قطعہ

گر باز شوی بعالم خود　　فقر تو ہمہ تمام گردد
چوں فقر تمام گشت حقا　　چرخ فلکت غلام گردد

ایک بزرگ کا قول ہے الفقر ھو ان یرجع اخر العھد الی اولہ فیکون کما کان قبل ان یکون۔ یہاں تک کہ وہ ایسا ہو جائے جیسا کہ ازل میں عہد توحید کے اندر تھا چنانچہ کہتے ہیں کہ حق کو جواب دینے والا اسی ذرہ کا پتہ دے رہا ہے۔

اور دوسرے طور پر اذا تم الفقر فھو اللہ کی تفسیر یوں ہے کہ اذا تم الفقر یعنی لاحول ولا قوۃ فھو اللہ یعنی الا باللہ اسی سے جاننا چاہیے کہ فقر کی حد و انتہا کہاں تک ہے؟ یوں کہا گیا ہے کہ اگر دنیا میں سے بال کے برابر کوئی چیز فقیر کے ملک میں ہو تو اس کا فقر کامل و مکمل نہیں ہوتا۔ اور اگرچہ اس کے ملک میں ایک سر مو بھی کوئی چیز نہ ہو مگر اس کی نظر کسی ایسی چیز پر جائے جس پر چیز ہونے کا نام ہو تو بھی اس کا فقر مکمل نہیں۔ اور اگرچہ اسباب میں سے کوئی سبب پاتے ہوتے نہ ہو لیکن اس کی نظر اپنی قوت و حیلہ پر پڑتی ہے اور یہ گمان کرتا ہے کہ اپنے حیلہ و قوت کے واسطہ سے فلاں چیز حاصل کر لوں گا تو بھی اس کا فقر مکمل نہیں ہوتا اور یہ جو کچھ بیان ہوا ان میں سے کوئی چیز بھی اس کے اندر نہ پائی جائے اور اس کے باطن سے یہ ندا

آنے لگے لاحول ولاقوۃ یعنی کوئی چارہ نہیں رکھتا اور کوئی طاقت بھی نہیں رکھتا ہوں جب اس حد اور درجہ کو پہنچ جاتا ہے تو اس کا فقر کامل ہو جاتا ہے اور یہ جو کچھ کہا گیا اذا تم الفقر، لاحول ولاقوۃ کے معنی میں ہے وہ یہی تھا جسے بیان کئے ہیں یعنی جب فقر کامل و مکمل ہو گیا تو پھر کسی حیلہ و قوت کی گنجائش ہی نہیں رہتی اور جب اپنے حیلہ و قوت کی راہ اپنے اوپر بند پاتا ہے تو سب سے کلیتاً ناامید ہو جاتا ہے اور یہ یقین کر لیتا ہے کہ کسی شخص سے کام بننے والا نہیں ہے اور جب یہ حال ہو جاتا ہے تو سب سے منہ موڑ لیتا ہے اور خداوند تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف پورے طور پر متوجہ ہو جاتا ہے کہتا ہے خداوندا اپنے فضل و کرم سے مری دستگیری فرما اور مجھے سہارا دے اس لئے کہ کوئی حیلہ، وسیلہ، قوت و طاقت نہیں رکھتا ہوں۔ جب یہ حال ہو جاتا ہے تو اس کی ساری امیدیں حق سبحانہ تعالیٰ سے وابستہ ہو جاتی ہیں اور اس کا پورا اعتماد حق سبحانہٗ تعالیٰ ہی پر ہو جاتا ہے اور سارا حال و احوال اس کا اللہ جل شانہٗ کے ساتھ ہو جاتا ہے اور اس کی تمام باتیں حق ہوتی ہیں فهوالله کے معنی یہی ہیں۔

والسلام

شرف منیری

*

مکتوب ۱۷۹

محبوب و مطلوب کے بیان میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے بھائی! محبوب دو نوع کے ہیں محبوب لذاتہ اور محبوب لغیرہ۔ محبوب لذاتہ، خداوند جل و علا کی محبت ہے اور "محبوب لغیرہ" انبیاء اولیاء اور جملہ عبادات بدنی و مالی اور وہ تمام چیزیں جو محبوب و مقصود اصلی سے زیادہ نزدیک و قریب ہیں ان سب کی محبت ہے۔

اے بھائی! اس بارے میں اگر کوئی نقل و سند چاہیئے تو حدیث شریف ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من احب عمل قوم خیرا و شرا کان کمن عملہ ای

المحبة دليل على الايثار والاختيار وكأنه عمله فجازى به ان كان خيرفخيرا وان شر فشر او قال من احب قوما جزاالله فيهما ای جمعه الله فيهم يوم القيمة ومعناه۔

...... اخر المرءمع من احب (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی قوم کے عمل کو پسند کیا اچھا ہو یا برا تو گویا اس نے وہ کام کر لیا۔ یعنی محبت ترجیح واختیار اور ایثار کی دلیل ہے اور جس نے کسی قوم کے عمل کو کر لیا تو جس حیثیت سے پسند کیا ہو اس عمل اور اختیار کرنے کا اثر ہوگا (اور وہ یہ ہے کہ) گویا اس نے وہ عمل کیا اس کو اس کا بدلہ ملے گا اچھا کام ہوگا تو اچھا بدلہ بُرا کام ہوگا تو برا بدلہ ملے گا اور فرمایا جو شخص کسی قوم کو محبوب رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے اس قوم کے ساتھ قیامت کے دن ملا دے گا ___ آدمی کا انجام اُسی کے ساتھ ہوگا جس کو وہ محبوب رکھتا ہے۔)

اے بھائی! ہر وہ محبت جو علت کے ساتھ ہو تو ہو سکتا ہے کہ ایسی محبت علت کے ختم ہونے سے عداوت میں تبدیل ہو جائے اور مخلوقات کی محبت و عداوت علت کے ساتھ معلول ہے۔ علت والی محبت میں منفعت معلول ہے اور علت والی عداوت میں مضرت معلول ہے تو معلوم ہوا کہ (علت والی محبت و عداوت میں) منفعت و مضرت ہے اور محبت عداوت ملحق ہے۔ لیکن حق سبحانہٗ تعالیٰ کی محبت و عداوت معلول نہیں ہے یہ ازلی ہے، جس کا وہ تبارک تعالیٰ محب ہے اس کا عدو نہیں ہوتا اور جس کا عدو ہے اس کا محب نہیں ہوا کرتا۔ لیکن وہ شخص کہ حق تعالیٰ جس کا محب ہے وہ اعدار کفار کی صفت میں ہے مثلاً ساحران فرعون، اعداء کی صفت یعنی کفر میں تھے۔ جب سلطان محبت حق سبحانہٗ تعالیٰ غالب ہوا تو ان کو دوستوں کی صفت میں لے آیا۔ اور جس کا حق سبحانہ تعالیٰ عدو و دشمن ہے اگرچہ وہ دوستوں کی صفت میں ہو جیسے ابلیس علیہ اللعنۃ، جب سلطانِ عداوت خداوند تعالیٰ کا غلبہ ہوا تو اس کو اعدار کفاروں کی صفت میں لے آیا۔

اب میں مطلب کی طرف آتا ہوں یعنی کافروں کے بارے میں کہتا ہوں کہ وہ اگرچہ اپنے کفر کے سبب خداوند تعالیٰ کے عدو ہیں لیکن یہ اب تک ظاہر نہیں ہوا ہے کہ خداوند تعالیٰ اس کا عدو ہے کیونکہ حال چھپا ہوا ہے اور اس کے عدو ہونے کا حکم موقوف و رُکا ہوا ہے یہاں تک کہ اگر کفر کے ساتھ اس دنیا سے گیا تو حق سبحانہ تعالیٰ کی عداوت اس کے لئے محقق ہو گئی۔ یا کفر اس کا ختم ہو گیا ایمان لے آیا اور ایمان کے ساتھ اس جہان سے رخصت ہوا تو حق

سبحانہ‘ تعالےٰ کی محبت اس کے لیے حقیقت بن گئی۔

مومن اگرچہ بحکم ایمان یعنی ایمان ہونے کے سبب محب خداوند تعالےٰ ہے لیکن یہ اب تک ظاہر نہیں ہوا ہے کہ خداوند تعالےٰ کی محبت اس کے لئے محقق ہے ہاں اگر ایمان کے ساتھ اس عالم سے رخصت ہوا تو حق سبحانہٗ تعالےٰ کی محبت اس کے لیے حقیقت بن گئی اور نعوذ باللہ خدا اپنی پناہ میں رکھے اگر ایمان زایل ہوگیا تو یہ حقیقت ہوگئی اس کے لئے کہ خداوند تعالےٰ اس کا دشمن تھا۔ لیکن ہاں خوب یاد رہے کہ محبت و عداوت کا یہ توقف انبیاء علیہم السلام کے حق میں جائز نہیں ہے۔ یہ اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام خداوند تعالےٰ کے اخص الخواص احبا میں ہیں۔ اور نبوت سے بڑھ کر کوئی مقام خاص تر نہیں ہے تو خداوند تعالےٰ کی محبتِ خاص‘ انبیاء علیہم السلام کے لئے درست اور محقق ہو چکی ہے اور یہ لوگ کفر سے مامون و محفوظ ہو چکے ہیں۔

والسلام
شرف منیری

مکتوب ۱۸۰

شیخ مارتا اور جلاتا ہی کی معنوی تشریح میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے بھائی تم جانو! یہ جو قول ہے الشیخ یحیی و یمیت (شیخ زندہ کو مردہ اور مردہ کو زندہ کرتا ہے) اس قول کے تین معنی ہیں واللہ اعلم۔ ایک معنی سے یہ مراد ہے کہ شیخ مرید کو طاعت و بندگی کے ساتھ زندہ کرتا ہے اور گناہ و معصیت کے ساتھ جو اس کی زندگی تھی اس سے مردہ کر دیتا ہے۔ اس لئے کہ طاعت و بندگی حیات ہے اور معصیت و گنہگاری موت ہے۔

اور دوسرا معنی یحیی سے مراد اس کے دل کو زندہ بنانا ہے اور یمیت سے مراد اس کے نفس کو مردہ کرنا ہے۔

اور تیسرا معنی یہ ہے کہ اگر خداوند تعالےٰ کسی کو اپنے فضل سے مستجاب الدعوات بنا دیتا ہے

تو وہ خداوند عزوجل کے حکم سے واقعی مردہ کو زندہ کردیتے ہیں اور اسی طرح اللہ جل شانہ کے اذن وفرمان سے زندہ کو مردہ بھی کردیتے ہیں۔

اے بھائی! مرید کو چاہیئے کہ پیر کے ساتھ قلب کا لگاؤ ور ربط ہر وقت رکھے ربط قلب کے معنی یہ ہیں کہ مرید اس بات کو اچھی طرح جان لے اور اس پر یقین کرے کہ میرے پیر کے سوا مجھے خدا تک کوئی نہیں پہنچا سکتا ہے اگرچہ اس وقت اور اس زمانہ میں ان کے جیسے ہزاروں ہوں۔ بزرگوں کا قول ہے کہ اگر مرید یہ سمجھے کہ میرے شیخ سے بہتر کوئی اور دوسرا ہے تو اس مریدی کی راہ میں یہ جائز نہیں ہے اور اس کی غرض اس کا مقصود حاصل نہیں ہوگا۔ مرید کو چاہیئے کہ ہر وقت پیر کے قول وفعل کی تقلید کرتا رہے بغیر کسی اعتراض وانکار کے۔ ہاں تقلید کو جاننا چاہیئے کہ تقلید کسے کہتے ہیں اور کون سی تقلید درست وجائز ہے اور کون سی تقلید ناجائز ہے۔

تقلید چار قسم پر ہے۔ مجتہد (یعنی صاحب اجتہاد امام) کی تقلید کسی مجتہد کے ساتھ ایسی تقلید جائز نہیں ہے اور کسی مقلد کی تقلید کسی مقلد کے ساتھ یہ بھی اسی طرح ناجائز ہے اور کسی عالم کا کسی مقلد کی تقلید کرنا یہ بھی ناجائز ہے۔ ہاں ایک مقلد کا کسی عالم کی تقلید کرنا یہ جائز ودرست ہے۔

مرید کی نظر ایسی کشادہ اور کھلی ہوئی ہونا چاہیئے کہ اس کی وہ نگاہ ہمیشہ پیر کے کمال پر اور اپنے نقصان وکمی پر پڑتی رہے یہاں تک کہ اگر کوئی ایسی چیز اور ایسا فعل دیکھے جو اس کی سمجھ وعقل میں نہ سماسکے تو وہ یہ سمجھے اور اس پر اعتقاد رکھے کہ یہ بات جائز ودرست ہی ہے ہاں میں اس کے معنی تک نہیں پہنچ سکا۔ یہ میری سمجھ اور پہنچ سے بالاتر ہے۔

اور یہ کہ مرید ان پیروں کے ہاتھ اور پاؤں چوما کرتے ہیں یہ درست ہے اور روایت میں یہ نقل آئی ہے کہ ہاتھ پاؤں چومنا صحابہ رضوان اللہ کی سنت ہے کہ صحابہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک کو بہت مرتبہ بوسہ دیا ہے۔ روی أن جماعةً من الیهود أتوا الرسول علیه السلام فسألوا عن تسع آیات بینات فاجابهم بها فقبلوا یده ورجله وصدقوا الحدیث (روایت ہے کہ یہود کی ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی تو آپ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کھلی ہوئی نو نشانیوں کے متعلق سوال کیا آپ نے اس کا جواب عنایت فرمایا تو انہوں نے آپ کے دست مبارک اور پائے مبارک کو بوسہ دیا اور آپ کے کلام کی تصدیق کی (الحدیث)

پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام سے کبھی کسی کو منع نہیں فرمایا اگر یہ فعل شرع کے موافق نہ ہوتا تو ان لوگوں کو حضور ضرور منع کر دیتے تو معلوم ہوا کہ ہاتھ پاؤں چومنا خلاف شرع نہیں ہے۔

روی عن وراع بن عامر انا قبلنا ید النبی ورجلیہ وروی عن صہیب مولی العباس انہ قال رأیت یقبل ید العباس ورجلہ علی (نقل من قواعد التصوف) وراع بن عامرؓ سے مروی ہے ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دست و پائے مبارک کو بوسہ دیا۔ (حضرت) عباسؓ کے غلام صہیبؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے دیکھا کہ حضرت عباسؓ کے دست و پائے مبارک کو (حضرت) علیؓ نے بوسہ دیا (منقول از قواعد التصوف)

عاقبت وخاتمت بخیر ہو۔

والسلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۱۸۱

تفکر، غور وفکر اور اس کا معنی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے بھائی تم جانو! آدمی جب اس راہ میں داخل ہوتا ہے پھر اس کے بعد تمام کاموں کو وہ پورا کر چکا یعنی مجاہدوں اور ریاضتوں کے ذریعہ تذکیہ وتصفیہ اسے حاصل ہو چکا تو اس سے بڑھ کر کوئی مہم اور اس سے زیادہ نفع بخش اور کوئی چیز نہیں ہے کہ وہ تفکر کیا کرے اور ہاں غور وفکر کرنا محض یہی نہیں ہے کہ سر گریبان میں ڈال لیا اور اپنی خواہشوں کا غم کھانے لگے ہر ایک چیز میں لالچ کی نظر ڈالنے لگے یا خواب کے بستر پر آرام کرنے لگے بلکہ تفکر یعنی غور وفکر کرنا ہے۔ اور یہ غور وفکر مخلوقات کے اندر جائز ہے حق سبحانہٗ تعالےٰ کے حق میں جائز نہیں اور ہاں تفکر کرنے والے کو پہلے تفکر کے اسباب وسامان مہیا کرنا چاہیے۔ جیسے دنیا اور دنیا والوں سے وحشت، ان کی جفاؤں اور ان کی بیوفائیوں کی

کچھ پرواہ نہ کرے، درویشی و ناداری سے رغبت نہ ہو اور نہ اس کا خوف ہونے پائے اور تمام مشغولیتوں سے فارغ ہونا چاہیئے، دعویداروں کو خوشنود کر لینا چاہیئے اور خود اپنے آپ کو صرف خدائے تعالیٰ کے لیے یکتا و تنہا کر لینا چاہیئے اب ان سب سامان کے بعد تفکر، غور و فکر، کرنا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے مجھے نیست سے ہست کیا، ناپاک پانی کے ایک قطرہ سے پیدا کیا ایسا ناپاک قطرہ کہ اگر کپڑے پر پڑ جائے تو اس کپڑے کے ساتھ نماز نہ ہو سکے، اور مالک الملک کے احسان و نوازش کے سوا اور کچھ نہیں کہ اس نے مجھے پسندیدہ اور بزرگ بنایا اور ایمان کی خلعت اپنے فضل و کرم سے عطا فرمایا کہ اس تبارک و تعالیٰ ہی کی جانب جگر لگا تا رہوں۔ اور خود اپنے کو پہنچوایا بھی یہاں تک کہ اس کی معرفت ایسی حاصل کی کہ اس کو پہچان لیا۔ اور توحید کے کلمہ کا رازدار بنایا یہاں تک کہ اس کی الوہیت و قدوسیت کے ساتھ میں نے اسے پہچانا۔ اور اپنی دوستی سے نوازا یہاں تک کہ اس تبارک تعالیٰ کو اپنا دوست بنا سکا اور ان تمام نعمتوں کے علاوہ اور دوسری نعمت کا وعدہ بھی فرمایا اور وہ عظیم نعمت اس کا "دیدار" ہے۔ اب جب کہ اس نے ناپاک قطرہ کو پاک بنا دیا اور اپنی ساری نعمتوں کے لائق کر دیا تو ان سب کے باوجود کب یہ جائز و درست ہو گا کہ آدمی کے دل کو اس کے علاوہ کسی اور سے لگاؤ رہے، جب یہ ساری باتیں مرید میں پیدا ہو جائیں تو اسے چاہیئے کہ اب وہ نہ بیٹھے محض جسم و بدن سے نہیں بلکہ دل سے یعنی خلق کے ساتھ قائم رہتے ہوئے بھی اس کا دل خلق کی آویزش سے پاک ہو اور زمین پر ساکن ہو جائے جب ایسا ہو جائے تو اس وقت یقین کے دامن میں سر نیاز ڈال دے اور اس تفکر کے ذریعہ توحید کی تصدیق میں ڈوب جائے اور اس غور و فکر میں غرق ہو جائے کہ خداوند تعالیٰ غیب کے بھیدوں کا جاننے والا ہے وہ تمام چیزوں کا علیم و دانا ہے غیب کی خبر رکھتا ہے گناہوں کو بخشنے والا اور عیبوں کو چھپانے والا ہے۔ وہ مجھ سے یہ اقرار پورے طور پر لینا چاہے گا اور اس اقرار کے لیے صدق کا تقاضہ ہو گا کیوں کہ وہ میرے ضمیر و دل کے اندر جو کچھ ہے اس سے مطلع اور آگاہ ہے۔ آدمی کو چاہیئے کہ اس راہ سے یعنی اس طور و طریقے تفکر میں جائے اور تفکر اختیار کرے اور اپنے آپ سے اس صدق کو طلب کرے اور اپنے اندر ڈھونڈھے کہ جب اس کے ساتھ میں لگ گیا ہوں اس کی ہستی کا اقرار میں نے کر لیا ہے تو اس کے علاوہ کسی اور ہستی کا خیال مرے دل میں کیوں آئے اور یہ اندیشہ یعنی اس کے غیر کا خیال میرے دل میں کیا کرے گا۔

اور مجھے مخلوق سے امید وخوف کیوں کر ہو اس کا اظہار و بیان بھول چوک سے بھی کیوں ہو اور جب میں نے اسے پہچان لیا تو پھر اس کے غیر سے آشنائی میرے دل میں پیدا کیسے ہو گی اور مخلوق سے امید و خوف کیوں کر ہو گا کہ اگر کسی دوسرے کی ہستی کی آشنائی دل کی نیاز مندی میں آئے کیوں کہ آنا جانا آشنائی کی علامت ہے اور جب اس کے غیر کو غیر جان چکا اور اس کی پاکی کا اقرار کر چکا ہوں تو کسی چیز کی بھی دوستی و محبت میرے دل میں پیدا ہو یہ کیوں کر۔ اور جب اس نے اپنے دیدار کا وعدہ کیا ہے تو مجھے اس کے غیر کی طرف نظر کیوں کرنی چاہیے یا تو میں اپنے اس اقرار میں صحیح نہیں ہوں کیوں کہ مخلوق میرے متعلق نیک گمان رکھتی ہے یا صدق میں درست نہیں ہوں کہ مجھے اللہ جل شانہٗ سے شرم اور اس سے ہیبت نہیں ہوتی ہے یہ کون سی افتاد مرے کاروبار میں آپڑی یا تو میرا اقرار جھوٹ ہو یا میرے اس تصدیق میں کذب پوشیدہ ہے میرے نفس کی ہستی پھر گئی ہے۔ اس کی بندگی کرنے کا اقرار میں نے کیا ہے پھر دل غیر کے دام میں کیسے پھنس گیا ہے آہ وزاری میرے اس کاروبار پر اور وائے حسرت وافسوس، میرے اعمال و معاملات سب برباد گئے۔ جو کچھ محنت و مشقت رنج و تکلیف اُٹھائی وہ سب رائیگاں گئیں ، میرے صدق میں مکر و فریب چھپا ہوا ہے۔ کہاں ڈھونڈھوں ایمان کے اس جوہر کو۔ کیا پتہ کون سی وادی میں ہلاک ہو جاؤں گا جب دل کی گہرائی سے خوب روئے نالہ و فریاد کرے۔ اپنی مصیبت پر نوحہ کرے۔ اس کی ہمت سارے حجابات سے مجرد ہو جائے اس کا دل خوف عذاب سے، اس کا سِر عالم کشوف سے محجوب ہو جائے، اس کے جگر سے حسرت کے خون اُبلنے لگیں، پھر نا امیدی کے پانی سے سیلاب آجائے اور خونِ جگر دونوں دیدے سے بہار کے بادل کی طرح ٹپکنے لگے، مضطر، بے قرار، خستہ اور مہجور ہو جائے۔ اپنی زندگی سے خوف میں رہے ہر وقت اندوہ گیں و خائف رہے اور اس بات کا ڈر اس میں سما جائے کہ وہ ہلاک ہو گیا۔ اس وقت اس پر ہیبت طاری ہو جائے، لرزاں و ترساں، اور گریزاں ہو جائے۔ اگر لوگوں کے درمیان ہے تو ایسا متحیر ہو کہ اس کی تمیز اس کا تصرف سب سے منقطع ہو جائے ایسا ہو جائے کہ خود اس کو اپنے آپ کی خبر نہ رہے اور نہ خلق سے باخبر ہو اور قبض کے حکمراں کا قیدی ہو جائے ایسا کہ اُسے خبر نہ ہو کہ اس پر کیا گذری اور کیا اُفتاد آئی اپنے آپ سے بیگانہ ہو جائے، اپنے معاشی مصلحتوں سے بھی کنارہ کش

ہوجائے ایسا کہ گراپڑا بن جائے اور اس بات کا منتظر رہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آتش دوزخ میں ڈال دیا جاؤں اور کہیں قربت سے منقطع کر کے جدائی کا داغ نہ دیدیا جائے: نیند بھوک اس کی غائب ہوجائے اپنی معاش سے پھر گیا ہو بیگانہ ہو گیا ہو، حکم بھی ادا نہ کر سکے اور بھی دوسرے کام نہ کر سکے جب ایسا ہو جاتا ہے تو حق سبحانہٗ تعالےٰ اس پر بخشش و انعام فرماتا ہے اور اس کی امیدیں بر آتی ہیں بلکہ ساری امیدوں پر اسے اختیار دے دیا جاتا ہے اور اپنی جانب سے بہترین چیزیں اس پر ظاہر کر دیتے ہیں یہاں تک کہ اس کی امید کا درخت پھل لے آتا ہے: اپنے عجز کا ہاتھ اس کی شاخ پر لے جائے اور اس کے احسان کے میوے کھائے اور صاحب قوت و عظمت ہو جائے اور محبوب کے وصال کی چنبیلی کی خوشبو سونگھے یعنی مشام جاں معطر کرے اس وقت حیا اس کی دامنگیر ہو عاجزی کے ساتھ یہ فکر کرے کہ اس کی جانب سے اتنی ساری بھلائیاں اور میری جانب سے اس درجہ خطائیں اس وقت دلیری کے عالم میں داخل ہو یہاں تک کہ اس قبض کی اسیری سے باہر آجائے اور اس کا دل خوش ہو جائے۔ اس کا جسم آتش شوق کے شعلوں کی لپٹ میں آجائے اور اس کے شعلے کی گرمی اس کے دل میں پہنچے آرزومندی کا یہی شوق ہمت کہ امیدواری کی راہ سے دم سادھے خاموش ہو جائے اور یہ دم سادھنا اُسی دم اس کے دل تک پہنچ جائے اور اسے جنبش دے تاکہ محبت کی یہ آگ اسے اچھی طرح جلا ڈالے لیکن ایسا دم سادھے کہ بقا حاصل کرلے۔ اور جب بھی دل میں یہ خلش پیدا ہو کہ اس حال سے نکل آتے تو جگر خون کے پرنالے بہا دے یہاں تک کہ اس روش سے حسرت میں پڑ جائے اس وقت جب کہ نفس تک پہنچے تو خون کا ایک سیلاب بہتا ہوا دیکھے اور وہ اپنی ہلاکت سے ڈرنے لگے اس کی آنکھیں اس پر خون کی بارش کر دیں پھر آنکھوں کا وہی خون پانی کے رنگ یعنی آنسو میں تبدیل ہو جائے اور دونوں آنکھوں سے وہ پانی اللہ جل شانہٗ کی شرم سے بہنے لگے اور یہ دونوں طرح کا رونا آدمی کے لئے لازم، مسلم اور ضروری ہے۔ جب اس تفکر کے سفر میں ہو گا تو شرم و ہیبت حق تعالےٰ اس پر ظاہر ہوگی، پھر وہ تمام احوال میں آداب کو ملحوظ رکھے۔

پھر اس کے بعد اگر موت، گور، قیامت میں غور و فکر کرے تو یہ درست ہو گا ہاں جب اس تفکر میں ہو گا تو علامت اس کی یہ ہے کہ اگر موت کے سوچ میں ہو تو اس فکر سے جینا اسے اچھا معلوم نہ ہو اور وہ دنیا و دنیا کے اسباب جمع کرنے کے درپے نہ ہو اور ہمیشہ وہ شکستگی میں

ہو میٹھی نیند اس سے بہت دور ہو جائے' کھانے کی کسی چیز میں اُسے لذت نہ ملے اور کسی لباس کی تمنا نہ رہے اس کی خواہش ہو کہ جو کچھ اس کے پاس ہے اسے ضائع کر دے اور پھینک دے اور جب خلق سے کنارہ کش ہو کر تنہا رہے تو روتا رہے اور جب مخلوق کے ساتھ ہو تو تکلیف میں ہو اور سب سے گریزاں۔

اس کے بعد پھر جب تفکر کرے تو یوں سوچے کہ قبر میں جب رہوں گا تو تنہا رہنا ہوگا تو آج ہی اس زندگی میں وحشیوں کی طرح ہو جائے صحبت سے تنہائی زیادہ بھلی معلوم ہو کسی چیز کے لے لینے سے چھوڑ دینا نہایت خوب معلوم ہو بھوکا رہنا کھا لینے سے زیادہ پسندیدہ ہو رات دن طاعت و عبادت کرنے والا ہو جائے۔

پھر جب تفکر کرے کہ قیامت میں ننگا اُٹھایا جاؤں گا تو آج اس دنیا میں کسی بھی لباس کی تمنا میں دل کو لگنے نہ دے اور اپنے تمام کاموں کو حق سبحانہٗ تعالےٰ کے سپرد کر دے۔

پھر جب یہ غور کرنے لگے کہ نیکی و بدی کو تولیں گے تو آج ہی اس عالم میں نیکیاں بہت زیادہ کرے ذرہ برابر بھی نافرمانی کی طرف میلان نہ ہو اور کسی شخص کو نہ ستائے اور خود کو دوسرے کسی کام میں مشغول نہ ہونے دے۔

پھر اس کے بعد جب یہ سوچنے لگے کہ قیامت میں اپنی برائیوں کا نامہ پڑھنا پڑے گا تو خاموشی اختیار کرے اور غیر سنجیدہ گفتگو نہ کرے اور قیامت میں جن چیزوں کو اس کی طرف لوٹا دیا جائے گا اس کی طلب اُسے نہ ہو اور یہ سوچے کہ قیامت میں اس کا نامہ اعمال کتنا زیادہ دراز ہوگا تو آج ہی اپنی زبان کو کوتاہ کرے۔

اور جب یہ غور و فکر کرے کہ مجھے قیامت میں حساب دینا ہوگا تو آج ہی اس عالم میں حلال چیزوں کی طرف سے ہاتھ روک لے کیوں کہ حلال کا بھی حساب دینا ہوگا۔

اور جب اس تفکر میں ہو کہ دوزخ کو دکھایا گیا ہے تو آج ایک پلک مارنے بھر بھی حق سبحانہٗ تعالےٰ سے غافل نہیں ہونا چاہیے اور کسی طاعت کو اُٹھا نہ رکھے۔

اور اگر اس بات میں غور و فکر کرے کہ بہشت سجی ہوئی ہے اگر ساری دنیا اسے دیں تو اس پر ذرہ بھر رغبت کی نظر نہ کرے پس ہر آدمی اس کی فکر سے خالی نہ ہو اس غور و فکر کے بعد یہ کہ مردہ ہو جانے کی کیفیت اگر پیدا نہ ہوئی تو جاننا چاہیے کہ اس کے تفکر میں یہ بُرا نفس

اور دنیا کا ساز و سامان چھپا ہوا رہا ہے وہ جھوٹا ہے صادق نہیں۔ یہ راہ تو صادقوں کی ہے جب تک آدمی کے دل میں حق تعالےٰ کی ہیبت قوی نہ ہوگئی ہو یا ان چیزوں کا خیال جس کو میں نے کہا شرم کے ساتھ اس کا تفکر کرنا غفلت ہوگی یا فاسد سوچ و فکر پیدا ہوگی یہاں تک کہ نیند دبوچ لے گی کہ آدمی جب ہیبت کے ساتھ تفکر کرنے کے لئے بیٹھتا ہے اگر حق سبحانہ تعالےٰ کی حفاظت نہ ہو تو اگر سو ہزار جان رکھتا ہو تو بھی وہ بے جان ہو جائے اور اگر اس کے دل کی آگ ظاہر ہو جائے تو اس کے جسم کو جلا ڈالے اور جس کسی کو اس کا جلنا دیکھنا پڑے وہ زندہ نہ رہے مر جائے۔ اگر وہ حیا و شرم اس کے تفکر میں ہو اور اگر حق سبحانہ تعالےٰ اس پر بخشش نہ فرمائے اور اپنا احسان اس کے ساتھ نہ کردے تو وہ آدمی پانی ہو جائے اور ہر وہ آنکھ اور دیدہ جو اس پر پڑے وہ آنکھ اندھی ہو جائے اور دیدہ پھٹ جائے۔ اور اگر اس پانی کا ایک قطرہ بھی پہاڑ پر پڑ جائے تو وہ پہاڑ اسی وقت پانی ہو جائے اور یہ حق سبحانہٗ تعالےٰ کا فضل و کرم ہی ہے جو اسے محفوظ رکھتا ہے۔ ایک گھنٹہ کا ایسا تفکر اس نماز سے جو خشوع و خضوع و رغبت کے ساتھ چند سال تک پڑھی گئی ہو اس سے بہتر ہوگا۔

والسّلام

فقیر شرف منیری

مکتوب ۱۸۲

ترتیب و تفکر، تعین وقت اور تفکر کے ثمرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے بھائی تم جانو! غور و فکر مخلوق کے اندر جائز ہے کیوں کہ اپنا اقرار صدق طلب کرتا ہے اور چگونگی (کیسا ایسا، ویسا) مخلوق کے لئے تو جائز و درست ہے لیکن خالق کے حق میں چگونگی (یعنی وہ کیسا ہے کیوں کر ہے وغیرہ) یہ آدمی کو شبہ میں مبتلا کر دیتی ہے آدمی میں تفکر سے پہلے شکستہ دلی اور دل کی حاضری پیدا ہونا چاہیئے اگر یہ نہ ہوا ر شرم و حیا

و ہیبت حق سبحانہٗ تعالیٰ بھی اس کے دیدۂ معرفت میں ہمیشہ اور ہر وقت نہ رہے تو ایسے تفکر کا اجر و ثواب اور فائدہ نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ تفکر کی سختیوں کو مریدانِ صادق ہی جانتے ہیں جو مسلسل اس عمل میں لگے رہتے ہیں لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ تفکر کس وقت کرنا چاہیئے کیوں کہ آدمی اگر ہر وقت تفکر میں رہے گا تو وہ ہلاک ہوجائے گا۔ تفکر آدھی رات کو کرنا چاہیئے یا وقت سحر یا ظہر اور عصر کی نماز کے درمیان۔ ہر وہ تفکر جو ان وقتوں میں کیا جاتا ہے اس تفکر میں دل کی حاضری، رضا و تسلیم کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اور ہر وہ تفکر جو آدھی رات کو کیا جاتا ہے اس وقت کے تفکر سے دلمیں نور یقین کی تابش و چمک پاتا ہے، شک و شرک کی تاریکیوں سے چھٹکارا مل جاتا ہے اور نفس خواہشات کی برائیوں کو دیکھ لیتا ہے اور وہ تفکر جو صبح کے وقت کیا جاتا ہے اس وقت کے تفکر میں کشف باطن حاصل ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کے دل کو کھول دیتے ہیں اور معرفت کا جمال وہ پالیتا ہے عقبیٰ یعنی آخرت کے عجائبات اور وہاں کی چیزیں اس کے سامنے آجاتی ہیں اور ہر وہ دعائیں جو اس وقت وہ کرتا ہے وہ سب قبول ہوجاتی ہیں اور اگر اس کو اہل ولایت کرنا چاہتے ہیں تو دوستی کی خلعت اسے پہنا دیتے ہیں اور اگر اسے حکمت دینا چاہتے ہیں تو اسی وقت دیدیتے ہیں اور اگر اس کی مشکلوں کو حل کرنا چاہتے ہیں تو اسی وقت حل کردیتے ہیں اور ایک حال روشن کردیتے ہیں اور مخلوقات و دنیا کی فنا اسے دکھا دیتے ہیں کیوں کہ صبح کا وقت تمام وقتوں میں بہترین وقت ہے۔ یہ وقت دوستوں کے خلوت کا ہے عارفوں سے راز کی باتیں کہنے کا ہے اور حاجتمندوں کی حاجت بیان کرنے کا وقت ہے اور مظلوموں کی داد خواہی کا وقت ہے مشتاقوں کے رونے دھونے کا وقت ہے دل جلوں کے نالہ و بیقراری کا وقت ہے لیکن ہر ایک وقت کے آداب ملحوظ رکھنا بہت ضروری ہے کہ جب اس تفکر سے باہر آئے تو کیا مانگنا چاہیئے اگر سوال کرنے پر حریص ہے تو دن کے تفکر میں حاضری ہونا چاہیئے، دوست کے احسان و نوازش پر غور و خوض کرنا چاہیئے اور اپنے اعمال پر نظر رکھنی چاہیئے۔ اور جب سوال کرے تو یوں دعا کرنی چاہیئے۔

اے میرے بادشاہ، اے میرے مالک اگرچہ میں نے نافرمانی کی ہے لیکن بندہ آپ ہی کا ہوں، مری حاجتوں کو آپ کے سوا کون پورا کرے، میرے نفس کے عیبوں کو مجھے دکھلا دیجئے، دنیا و مخلوق کی محبت میرے دل کے راستہ سے اٹھا دیجئے۔

اور آدھی رات کے تفکر میں معرفت کے حکم کے تحت بیٹھنا چاہیئے اور یوں کہنا چاہیئے کہ یہ آپ کی مرضی تھی جو آپنے اتنی ساری بھلائیاں اپنی طرف سے مجھ پر اپنے فضل سے عطاکیں تو اب کیا نقصان ہوجائے گا کہ مجھے میرے اپنے آپ سے نکال کر کلیتاً اپنا بنا لیجئے اور میری حاجتمندیوں اور میری امیدوں کو آپ اپنی طرف سے پورا کر دیجئے اور مجھے بجز اپنے سب سے یکتا و تنہا کر دیجئے۔ اور صبح کے تفکر میں چاہیئے کہ محبت خداوندی کے حکم کے تحت بیٹھے، سر کو زانو کے درمیان ڈال دے بے انتہا یعنی بہت زیادہ زار و قطار روئے نالہ و فریاد کرے اور دھول مٹی کو اپنے دیدہ کا فرش بنائے پھر حسرت کے اشکوں سے اس پر چھینٹے مارے، امیدواری کی خلوت کے صحن کو اپنے مژگاں اور پلکوں سے بہارے اور بہت زیادہ روتے یوں عرض کرے۔

اے بادشاہ آپ کی محبت تمام دلوں کی مالک بن گئی ہے، مخلوق اور اپنے آگے طاقت و قوت نہیں رکھتا ہوں یا مجھے ان سب سے نکال کر اپنے ساتھ آرام دیجئے اور جس جس چیز سے میں محجوب ہوں اس پر میرے دل کو کھول دیجئے اگر میں آپکا دوست ہوں تو مجھے اپنا محرم اسرار بنا لیجئے اور اگر میں اپنا دوست ہوں تو مجھے ہلاک کر دیجئے۔ اس وقت اس کے دل میں نور کی تجلی منکشف ہوگی یہاں تک کہ ساری ہستیاں اس کے آگے پست ہوجائیں گی اور وہ اپنے آپ سے بھی گذر جائے گا پھر حق سبحانہٗ تعالےٰ کی جانب سے اس کے سر میں ندا ہوگی کہ میں تیری آنہا ہوں غمگین نہ ہو" یہی ہے اس کی دوستی کی خلعت۔" تو ایسے آدمی کو کوئی شخص خوش نہیں دیکھ سکتا۔ سرگرداں و پریشاں ہوجائے اور مخلوق یعنی لوگوں کے نزدیک دیوانوں کی طرح معلوم ہو، عالم حیرت میں متحیر ہوجائے اور یہ بھی ہوگا کہ اس کی عقل معرفت کے سمندر میں غرق ہوجائے اور رات دن خود کو تفکر میں اس امید پر ڈالدے کہ شاید دوسری بار وہی ندا اس کے کانوں میں پہنچے اور یہ یہیں کی بات ہے کہ محب اگر سوتا ہے تو بھی اس کا دل نہیں سوتا یہ اس لئے کہ وہ انتظار میں رہتا ہے۔ ہر وہ آدمی جو تفکر میں اس اصول پر چلتا ہے اُمید ہے کہ حق سبحانہٗ تعالےٰ اپنے دوستوں ولیوں کے زمرہ میں داخل کرے اور ان کے کاروبار تک ان کو پہنچا دے اور اس کا نقارہ بج جائے کہ مرید سارے عالم سے کٹ جائے اور اپنی نیندوں کو اپنے اوپر حرام کرلے یہاں تک کہ شاید قیمتی موتی اس کے ہاتھ آجائے بزرگان دین کا قول ہے کہ آدمی پھٹے پرانے کپڑوں کے ساتھ اس زمین پر ایک موتی پالیتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ خود مٹی سے بنا ہوا ہے

اور عین اسی مٹی سے وہ یہ گوہر آبدار نکال لایا ہے اس پر حکمت حق تعالےٰ صادق آتی ہے اور ہر ایک چیز کے پالنے اور نہ پانے سے وہ خوش رہے اور جس طرح بھی حق سبحانہٗ تعالےٰ اسے رکھے وہ اس پر بغیر کراہت کے راضی رہے اس کے لئے عزت و ذلت ایک ہو جائے فقر و تونگری یکساں بن جائے۔ سارے دن وہ اس معنی کا منتظر رہے اور ساری رات اسی معنی کی طلب میں بسر کرے۔ تمام رات سب سے کٹا اور ٹوٹا ہوا رہے اور اسی طرح دن کے وقت اس کے اوپر علائق کا تعلق باقی نہ رہے اور کسی کام میں مشغول نہ ہو اور اگر کسب و کمائی کرے تو اسی قدر کہ جتنے میں زندہ و سلامت رہ سکے اور یہ کسب بھی حلال کے ساتھ کرے رغبت کے ساتھ نہیں اور جو کچھ بھی کرے وہ غیر کے لئے نہ یہ کہ خود اپنے لئے۔ عاقبت بخیر ہو۔

والسلام

فقیر شرف منیری

مکتوب ۱۸۳

دل کے احوال میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے بھائی تم جانو! کہ دل کی صفتیں دو طرح کی ہیں نیک و بد۔ اچھی و بُری آدمی کے جملہ افعال و اعمال اسی کا ثمرہ ہیں کوئی آدمی بُری صفت سے خالی نہیں ہے اور جب تک بری صفت دل میں ہے ہر فعل و عمل جو آدمی سے ظہور میں آئے گا وہ صرف بُرا ہی ہوگا، یا اچھے اور بُرے افعال ملے ہوتے ہوں گے۔ کیوں کہ صفتیں دل کی سرزمین میں اسی طرح ہیں کہ جس طرح درخت زمین میں ہوتے ہیں۔ اور یہ سب کو معلوم ہے کہ اگر درخت بہترین اور اچھے قسم کے ہیں تو اس کا پھل بھی عمدہ اور اچھا ہوگا اور اگر درخت بُرے قسم کا ہے تو اس کا پھل بھی خراب و بُرا ہی ہوگا۔ اسی طرح بلا فرق دل میں صفتیں ہوتی ہیں۔ اگر کوئی ایسا دل ہو جو اچھے اخلاق اور اچھے اوصاف سے آراستہ ہو تو ہر عمل اور ہر فعل جو اس کے ظاہر اعضاء

سے صادر ہوگا وہ سب کا سب نیک و اچھا ہی ہوگا۔ ایسے شخص کو اہل دل کہتے ہیں اور ایسے دل کو دل زندہ کہتے ہیں۔ اور اگر تمامی ملکوت عیاں و روشن ہو جائیں تو اس علم کو علم مکاشفہ کہتے ہیں۔ اور وہ جو کہا گیا ہے کہ خداوند تعالیٰ کی راہ نہ آسمان میں ہے اور نہ زمین میں (خداوند تعالیٰ کی راہ خود تیرے اندر ہے یہی کافی ہے وَفِي انفسكم افلا تبصرون (وہ تمہارے اندر ہے کیا تم دیکھتے نہیں) کا اشارہ اسی طرف ہے اور القلب بيت الله اور القلب عرش الله (دل اللہ کا گھر ہے دل ہی عرش الٰہی ہے) اس جملہ کی گواہی دے رہا ہے جس کسی نے کہا ہے خوب کہا ہے

؎ سلطان جہاں در دل بیچارۂ ما　　محراب جہاں جمال رخسارۂ ما
وز خلعت تو وصف کجا گویم من　　گفتم ملکا ترا کجا جویم من
نزد دل خود جو، کہ دل تو یم من　　گفتا کہ مرا مجوی بر عرش بہشت

اور اگر کوئی دل ایسا ہو جو نا محمود صفتوں سے آلودہ اور بری خصلتوں میں گرفتار ہو تو ہر وہ فعل و عمل جو اس کے ظاہر اعضاء سے وجود میں آئے وہ سب کا سب بے فائدہ ہو جتنا بھر بھی ذمہ داریوں سے وہ نکل آئے ظاہر شرع کے حکم کے تحت لیکن کل قیامت کے دن کچھ کام نہ آئے گا اور آج اس دنیا میں اس کا دل ملکوت یعنی باطن کے اسرار کے دیکھنے سے کور و نابینا ہوگا اور اس راہ کے مردوں کی دولت و نعمت سے محروم رہے گا وترٰهم ينظرون اليك وهم لا يبصرون یہ اندھے دلوں کے حق میں ہے ورنہ ظاہری آنکھ سے تو وہ بھی دیکھتے ہی ہیں اور تمام بری صفتوں اور برے اخلاق کو نفس کہتے ہیں اور ایسے شخص کو صاحب نفس کہا جاتا ہے۔ صاحب نفس نفس کی آلودگی کے ساتھ برسہا برس اگر جان سے مجاہدہ و ریاضت کرتا رہے تو بھی اس پر کچھ نہ کھلے گا۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

؎ راہ پاکاں است ایں آلودگاں را نیست راہ
مرد ایں رہ نیستی بیہودہ جانی میکنی

یہ پاک لوگوں کی راہ ہے گندے اور ناپاکوں کی راہ نہیں ہے۔ جب تم اس راہ کے مرد نہیں ہو تو فضول جان ہلکان کر رہے ہو۔)

- والسلام
حقیر شرف منیری

مکتوب ۱۸۴

ظاہر و باطن کی طہارت میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمودات وہ اچھی خصلتیں جو نجات دینے والی ہیں۔ مذمومات وہ بری خصلتیں جو ہلاک کرنے والی ہیں۔ کہتے ہیں کہ ظاہر و باطن کی پاکی طریقت میں شرط ہے جس طرح ظاہر شرع میں وضو نماز کے لئے شرط ہے اور یہ معلوم ہے کہ بغیر وضو کے نماز محال ہے۔ اور ظاہری پاکی کے چار درجے ہیں۔

پہلا درجہ۔ ظاہری اعضاء کی پاکی نجاستوں اور حدثوں سے۔

دوسرا درجہ۔ اعضاء کی ظاہری طہارت برائیوں کے لگاؤ سے۔

تیسرا درجہ۔ دل کی پاکی جملہ بری خصلتوں اور برے اخلاق سے۔

چوتھا درجہ۔ سِرّ کو غیر حق سے پاک رکھنا۔

پاکانِ جہاں اس طہارت کے عالم میں اس جہاں میں رہتے ہوئے یہ لوگ اس ورد و مجاہدہ وریاضت جو کرتے ہیں وہ اسی طہارت و پاکی کے لئے کیا کرتے ہیں اور جب اس پاکی و طہارت سے سطہر ہو جاتے ہیں تو اس بارگاہ پاک کے لائق ہو جاتے ہیں کہ إنَّ اللہ طیب لا یقبل الا الطیب (بے شک اللہ پاک ہے اور وہ قبول نہیں فرماتا طہارت کے سوا۔) بارگاہ پاک میں پاک لوگوں ہی کو باریابی ملتی ہے۔ علمائے آخرت کہتے ہیں کہ ظاہر کے سنوارنے میں لگے رہنا اور دل کے تزکیہ وطہارت کو چھوڑ دینا ایسا ہی ہے کہ مرض اندر میں ہے اور ظاہر جسم پر دوا ملی جارہی ہے۔ اس کی مثال یوں ہے کہ کوئی شخص بادشاہ کو اپنے یہاں مہمان بلائے گھر کے باہری حصے کو طرح طرح کی زینتوں سے سجائے اور گھر کے اندرونی حصہ میں نجاست وگندگی، کوڑا کرکٹ چھوڑ دے۔ اسی کو کہا ہے۔ ~

کوشش تا دل زندہ گردد تن چہ آرائی برنگ
مردہ را کے سود دارد گور با نقش و نگار

جانو! کہ بری صفتیں جن کو مہلکات' ہلاک کرنے والی کہتے ہیں اس کی بہت سی قسمیں ہیں جس طرح اچھی صفتیں کہ جن کو منجیات " نجات دینے والی" کہتے ہیں کی بہت سی قسمیں ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کیمیائے سعادت میں لکھا ہے کہ اصل مہلکات دس ہیں کہ آدمی اگر اس سے چھٹکارا پالے تو کامل ہوجائے۔ بخل، کبر، عجب، ریا، حسد، بدمزاجی غصہ ور، کھانے پر بہت زیادہ حریص اور بہت زیادہ بولنے کی حرص، جاہ کی محبت، مال کی محبت۔ اور اصلی منجیات بھی دس ہیں اگر کوئی شخص اسے حاصل کرے تو وہ کامل ہو جائے۔ گناہ پر پشیمانی، بلاؤں میں صبر، قضا پر راضی رہنا، نعمت میں شکر، خوف و امید کا یکساں ہوجانا، زہد یعنی دنیا کا ترک، طاعت میں اخلاص، لوگوں کے ساتھ نیک جوئی اور خداوند عزوجل کی محبت۔

عاقبت بخیر ہو۔

والسلام
حقیر شرف منیری

مکتوب ۱۸۵

بندہ کی محبت خاص حق سبحانہ تعالےٰ کے ساتھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے بھائی جانو! محبت دو طرح کی ہے۔ ایک محبت عام۔ دوسری محبت خاص۔ محبت عام جملہ مقامات میں سے ہے اور وہ بندگی کرنا اور گناہ و شرع کی مخالفتوں سے پرہیز کرنا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

تعصی الالٰہ وانت تظہر حبہ　　　ھذا العمری فی الفعال بدیع
لو کان حبک صادقاً لاطعتہ　　　ان المحب لمن یحب مطیع

(تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اور اس سے محبت کا اظہار کرتا ہے۔ میری زندگی کی قسم یہ عجیب طرز عمل ہے۔ اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تو اس کا فرماں بردار ہوتا۔ کیوں کہ محبت کرنیوالا اپنے محبوب کا تابع اور فرماں بردار ہوتا ہے۔)

خداوند تعالیٰ کی دوستی و محبت کا دعویٰ تو نے کیا اور اس دعویٰ کے باوجود تجھ سے گناہ سرزد ہوئے یہ تو انکار کی قسم ہے۔ ؎

گر دوستی بصدق بدی طاعت آمدی — زاں روکہ دوست از ہمہ او طاعت آورست

لیکن محبت خاص ایسا معنی ہے جو باطن میں ظاہر ہوتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے فضل و عطا سے ہوتا ہے جب یہ دوستی حقیقت میں پیدا ہو جاتی ہے اس وقت دوست کی جانب سے جو کچھ دیکھتا ہے اس کو اپنے لئے دوست بنا لیتا ہے خواہ وہ خوش دلی سے ہو یا ناخوشی سے جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

ولو بید الحبیب سقیت سمًا — لکان السم من یدہ یطیب

(اگر محبوب کے ہاتھ میں زہر (کا جام نوش کروں یقیناً اسکے ہاتھ سے زہر بھی خوش گوار (شربت) ہے)

؎ گر من از دست دوست زہر خورم — زہر قاتل مرا چو جلاب بود

اور حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ روایت ہے کہ ایک دفعہ ان کے سامنے اس آیۃ کا تذکرہ آیا قال اخسئوا فیھا ولا تکلمون

نقل ہے کہ ہزاروں ہزار سال کفار ربنا ربنا پکارتے رہیں گے انہیں خطاب ہو گا "میری رحمت سے دور ہو جاؤ اسی جہنم میں پڑے رہو، خاموش مجھ سے بات نہ کرو۔" جناب شبلیؒ نے ایک نعرہ مارا اور کہا کاش یہ خطاب مجھ سے ہوتا۔ یہ بات محبت ہی کا خاصہ ہے محبوب سے ہم کلامی چاہیئے خواہ وہ کلام لطف کے ساتھ ہو یا قہر کے ساتھ محبت کے مذہب میں ان دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ ؎ ہے تو محبوب کا کلام، محبوب مجھ سے مخاطب تو ہوا۔" اور اسی مقام کی بات ہے بعض مشائخ نے شیطان کے بارے میں تعریفی کلمے کہے ہیں کیوں کہ تمام صفتوں کا مرجع حق سبحانہ تعالیٰ کا فعل ان دو صفتوں پر ہے۔ ایک لطف اور دوسرے قہر پر۔ کہ جب شیطان کے حق میں قہر کی صفت کا اثر اور اس کی علامت بدرجہ کمال دیکھی تو یہ اثر و علامت ان کے نزدیک محبت کے غلبہ کے رو سے لطف کے اثر و علامت

کے برابر ہوئی۔ دونوں ہی اثر و علامت چوں کہ محبوب کی جانب سے ہے تو ان کے نزدیک دونوں ہی ایک طرح کے ہوتے ہیں۔ ؎

زہر گر دوست است خوش از حلوہ است
خار کز دوست است بہ از خرما است

اور یہ اسرار میں سے ایک سر ہے فہم من فہم وجهل من جهل (سمجھا جس نے سمجھا اور جاہل رہا وہ جس نے نہیں سمجھا) اس کے علاوہ ہر وہ تفصیل طلب جملہ جو مشائخ سے منسوب ہے وہ عذر بہانہ دکھلانا جناب آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کے بارے میں اور آدم و آدمی سے اس کی دشمنی بھی خداوند تعالیٰ کے فرمان کے برخلاف ہے اور اس میں کلام یعنی قرآن کے نص کا رد اور اس کی تکذیب ہے اور از روئے تحقیق اس جیسی تصریح ہے خدائے تعالیٰ کے کلام سے خدائے تعالیٰ کے ساتھ اس مردود کی دشمنی کی وجہ سے ہے محبت کے مذہب میں دوست کا دشمن، دشمن ہوتا ہے جس طرح دوست کا دوست، دوست ہوتا ہے۔ تو خدائے تعالیٰ کے دشمن کی طرف سے عذر دکھلانا قول خدا کے خلاف اور محبت خدا کے مذہب کے خلاف ہوتا ہے اور یہ بہت بڑی غلطی اور زبردست لغزش ہے عصمنا الله من ذالك (اللہ تعالیٰ بچائے ایسی باتوں سے) تو حاصل کلام یہ ہوا کہ جب وہ محبت پیدا ہوئی تو بے شک یہاں پر صبر ہوگا خوشی طبع کے ساتھ۔ جس طرح اس بیقراری کے پہلے خوشی طبع کے ساتھ تھی۔ یہاں پر بندہ کے لئے خدا کے اختیار کے آگے اپنے اختیار کا ترک لازم آتا ہے اس کی رضا کے حکم کے تحت۔

تمام مسلمانوں کی عاقبت بخیر ہو۔

والسلام

شرف منیری

مکتوب ۱۸۶

اختیار کا ترک اور تقدیر پر راضی رہنا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے بھائی جانو! کہ جب بندہ خدا وند تعالیٰ کے اختیار سے راضی و خوشنود ہوا تو اس بندہ کے لئے اپنی جانب سے اپنے تصرف و اختیار کا ترک کرنا لازم ہے اور جب یہ حال پیدا ہو جاتا ہے تو بندہ کے لئے راحت ہی راحت ہے اور اس کی طبیعت کی تمام ناخوشی اس کی خوشی بن جاتی ہے اس کے تمام حرکات و سکنات طاعت و عبادت ہو جاتے ہیں۔

نقل ہے کہ صحابہؓ میں سے ایک صحابی یعنی حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے کہا الفقر احب الی من الغناء والمرض احب الی من الصحۃ والموت احب الی من الحیاۃ والحزن احب الی من السرور یعنی غربت و فقیری تونگری سے زیادہ مجھے محبوب ہے اور بیماری صحت سے زیادہ پیاری ہے موت زندگانی سے کہیں زیادہ مجھے محبوب ہے غم خوشی سے زیادہ مجھے پسند ہے۔ ابو درداء رضی اللہ عنہ کی یہ بات جب اہلِ بیت نبوت یعنی حضرت حسن ابن علی اور حسین ابن علی رضی اللہ عنہما سے کسی نے پوچھا تو آپ نے فرمایا رحم اللہ اباالدرداء ما احب غیر اختیار اللہ یعنی ابو درداءؓ پر خدا کی رحمت ہو (جو انہوں نے یہ جملے کہے) کہ خدائے تعالیٰ جس چیز کو میرے لئے اختیار فرماتا ہے میں اس کے علاوہ کسی چیز کو محبوب نہیں رکھتا۔

اور حضرت جنید قدس اللہ روحہ، سے لوگوں نے کہا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ میں اسی کے مثل جملہ پر عمل کرتا ہوں خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر یہ بات وہ اس وجہ سے کہتا ہے کہ خود کو اور ان تمام برائیوں کو جو وہ کرتا ہے اسے اپنا فعل نہیں جانتا ہے خود کو معذور سمجھتا ہے اور اپنے ان سارے بُرے افعال کو تقدیر کے حوالہ کرتا ہے اور تقدیر خداوندی کو اپنے فعل کا بہانہ بناتا ہے تو یہ کفر اور گمراہی ہے لیکن ہاں یہی بات اگر کوئی سچا اور صادق آدمی اس رُو سے کہتا ہے کہ

وہ ہر قسم کی طاعت و عبادت بجالاتا ہے اور تمام نافرمانیوں منہیات و شرع کی مخالفتوں سے پرہیز کرتا ہے اس کے باوجود وہ خود کو ایسا جانتا اور سمجھتا ہے کہ وہ کچھ بھی نہ کر سکا اور تمام خطا کاروں اور گناہ میں گرفتاروں سے خود کو کمتر دیکھتا ہے جہاں اس کے نفس کا یہ حال ہو گیا ہو۔ اور ہر وہ نیکیاں جو وہ کرتا ہے یا کرے، اسے اپنی جانب سے نہ جانے بلکہ اسے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق اور اس کی عطا کی ہوئی قوت و مدد سے جانے اس کو اور اپنے آپ کو جمادات کے مانند بے تصرف دیکھے اور جانے۔ مشائخ رح کا قول ہے کہ الاختیار شوم (اپنا اختیار نحوست ہے) کہتے ہیں کہ جس طرح آدمی طفولیت بچہ ہونے کی حالت میں بے اختیار ہوتا ہے اور اس کی اس بے اختیاری میں حق سبحانہٗ تعالےٰ اس کے تمام اسباب و ساز و سامان اس کی بے تدبیری یعنی کوئی تدبیر اس کے کئے بغیر مہیا فرما دیتا ہے اور اس کے کام بنا دیتا ہے۔ اور جب اختیار کے لائق ہو جاتا ہے تو پھر تمام مصیبتیں اور تکلیفیں اس کے سامنے آجاتی ہیں تو اس راہ کے چلنے والے کو چاہیئے کہ آخر کار وہ ایسا ہو جائے جیسا کہ طفولیت میں تھا۔ اور یہ کہ کسی شیخ سے کسی نے پوچھا ما النہایۃ یعنی کام کی انتہا کیا ہے ؟ انہوں نے کہا الرجوع الی البدایۃ یعنی ابتدا کی طرف لوٹ آنا ہے۔ اور یہ قول اسی معنی میں ہے۔

والسلام

خاکسار شرف منیری

مکتوب ۱۸۷

سیرِ طالبانِ حق تعالےٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے بھائی جانو! اگر کسی کو حق سبحانہٗ تعالےٰ کی معرفت حاصل ہو جائے اور اس کام کا درد اس کے دامن گیر ہو، ہمت کی بلندی اسے میسر ہو جائے اور طلب میں صادق ہو تو چاہیئے کہ اس کے کام بھی اور دوسروں کے کام کے برعکس ہو جائیں۔ اول اپنے باطن کو کیا کروں، کیا کھاؤں، کیا پہنوں کی فکر سے خالی کرلے پھر ہمیشہ پاک و طاہر رہے ظاہری طہارت اور باطنی طہارت

دونوں طہارت پر قائم رہے۔ جب ظاہر کی طہارت پر ہو گا تو احکام کی بجا آوری سے نہیں رُکے گا اور جب باطن کی طہارت میں رہے گا تو حق سبحانہٗ تعالیٰ سے غافل نہ ہو گا۔

ظاہر کی طہارت۔ خون، پیشاب اور اس جیسی دوسری چیزوں سے۔

باطن کی طہارت۔ دنیا کی محبت، جاہ و منزلت، خلق کی آویزش اور ان کی گندگیوں کی آلودگی کر اور خداوند جل وعلا نے اسے جو حکم فرمایا ہے اس کی بجا آوری اور جن باتوں سے منع کیا ہے اس سے دور ہونا اور سرور عالم خواجۂ روز محشر حضور محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر قائم ہو ملان کی اتباع و پیروی کرنا تاکہ بدعت و گمراہی میں مبتلا نہ ہونے پائے۔ اور جہالت کو چھوڑ دے علم حاصل کرے۔ حرص و لالچ چھوڑ دے قناعت اختیار کرے۔ مخلوق کی صحبت ترک کر دے گوشہ نشینی اختیار کرے۔ سرداری بڑائی چھوڑ دے عاجزی وانکساری اختیار کرے۔ گناہوں سے کنارہ کش ہو جائے طاعت و بندگی بجا لائے۔ بخیلی ترک کر کے سخاوت کی صفت پیدا کرے۔ غصہ و خفگی چھوڑ دے علم و بردباری اختیار کرے۔ قہقہہ کے ساتھ ہنسنا ترک کر دے اندوہ و گریہ اختیار کرے۔ درشتی و سختی سے باز آئے شفقت و نرمی برتا کرے۔ نام و ننگ چھوڑ دے گمنامی اور بے ننگی اپنائے۔ لوگ کیا کہیں گے اس خیال کو ترک کر دے خدا کیا کہے گا یہ اختیار کرے۔ مخلوق کی خوشنودی کو ترک کر دے رضا و خوشنودیٔ حق تعالےٰ اختیار کرے۔ مخلوق کی عیب جوئی چھوڑ دے ان کی نیکیوں کی جستجو کیا کرے۔ لوگوں سے لینا چھوڑ دے بلکہ دینا اختیار کرے۔ قبول خلق ترک کر دے قبول حق تعالےٰ اختیار کرے۔ لوگوں کی بدخواہی ترک کر کے دعویداروں کو خوش کرنا ترک کر دے۔ خود اپنا دعویٰ، خصومت و دشمنی کو بھول جائے راضی ہونا اور بھلائی کرنا اختیار کرے۔ سونا اور آرام کرنا چھوڑ دے۔ بیداری و بیقراری اختیار کرے۔ خلق کی تعریف و تحسین چھوڑ دے حق سبحانہ تعالےٰ کی تعریف و تحسین اختیار کرے۔ اسباب پر تکیہ و بھروسہ ترک کر دے حق سبحانہ تعالےٰ پر اعتماد و بھروسہ رکھے۔ شیطان کی باتوں کو چھوڑ دے حق سبحانہ تعالےٰ کے فرمان پر عمل پیرا ہو جائے۔ اپنی خواہشوں کو ترک کر دے سُنت کی پیروی اختیار کرے فضول گوئی ترک کر دے حق سبحانہٗ تعالےٰ کا ذکر کیا کرے۔ کھانے کی تمنا ترک کر دے فاقہ اختیار کرے۔ پہننے کی آرزو چھوڑ دے خرقہ اختیار کرے اگرچہ نمدہ یا پلاس کا ٹکڑا یا کمبل کا پھٹا ہوا حصہ ہی کیوں نہ ہو اور اس میں ایسا خوش و خرم رہے کہ اور دوسرے لوگ جس طرح دنیا کی

ساری دولت مل جانے سے خوش رہتے ہیں اور بے مرادی میں ایسا خوش رہے جیسا کہ دوسرے لوگ مراد پانے سے خوش رہتے ہیں درویشی کے زوال سے ایسا ڈرتا رہے جیسا کہ دوسرے لوگ دنیاوی نعمت کے زائل ہوجانے سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اگر تمامی عمر اس کی مراد بر نہ آئے تو مراد کے بر آنے سے جو خوشی ہوتی ہے اس سے بھی زیادہ خوش رہے۔ اور یہ جانے کہ حق سبحانہٗ تعالےٰ اسے دنیا سے محفوظ رکھتا ہے نہ کہ دنیا کو اس سے اور اس کو اپنی ذات سے اس لئے تونگر بنا دیا ہے کہ تمام چیزوں کو بجز اللہ وہ چھوڑ سکا ورنہ نفس اسے اپنا لقمہ بنا لیتا۔ اس وقت موت اسے اچھی معلوم ہوتی ہے اور لمبی اُمیدیں کوتاہ ہوجاتی ہیں اور نامرادی کی خُو د خصلت اختیار کرلے اور اپنے سے کٹ جائے اپنی بھلائی و بُرائی میں مشغول نہ ہو، نیند و بھوک اس سے غائب ہوگئی ہو اور اپنے گھر والوں کے درمیان بیگانہ ہوجائے۔ لوگوں کے بیچ وحشیوں کی طرح ہوجائے۔ کوئی چیز رغبت وخوشی سے نہ کھائے اور کوئی لباس رغبت وخوشی سے نہ پہنے مگر ناخوشی و باطن کی نفرت کے ساتھ۔ جیسے عاجزی کرنیوالوں کا چلنا اور لوگوں سے ایسا ہوجائے کہ اگرچہ کھانے اور پہننے کی کوئی چیز نہیں رکھتا ہو اس کے باوجود امیروں پر فراغت و قناعت ظاہر کرے کہ جب امیروں سے طمع ختم ہوجاتی ہے تو ان امیروں سے کہیں زیادہ امیر و تونگر ہوجاتا ہے۔ اور یہ اچھی طرح یقین کرلے کہ زندہ رکھنے والا خداوند تعالےٰ ہے خواہ روٹی کے ساتھ زندہ رکھے خواہ بغیر روٹی کے۔ اور نفس سے کہیں کہ تیرا ہلاک ہوجانا اس سے کہیں بہتر ہے کہ تو خدا کے سوا کسی غیر کی جانب نگاہ کرے۔ جان دیدے یا خداوند تعالیٰ کی رزاقی پر ایمان لا۔ جیسا کہ تو نے زبان سے اس کے رزاق ہونے کا اقرار کیا ہے تو اپنے باطن سے بھی اس کی تصدیق کر مومن ہوجا ورنہ مرجائے گا۔ اور رات کے پہلے حصہ میں یا رات کے آخر حصہ میں یوں دعا کرے۔

اے میرے بادشاہ میں بھاگا ہوا تیرا بندہ ہوں۔ لیکن ہمیشہ تری محبت میں لگا ہوا ہوں تو خوب جانتا ہے کہ میرا مقصود تیری نافرمانی نہیں تھی لیکن اس بُرے نفس کے ہاتھوں گرا پڑا ہوگیا ہوں اگرچہ بہت زیادہ میں نے بُرائی کی ہے اس کے باوجود آپکی مہربانی اور آپکا احسان مجھے لوٹا لایا ہے کوئی طاعت میرے پاس نہیں، اخلاص کی پونجی نہیں، زہد بھی نہیں وہ ساری چیزیں جو آپ کے بندگان رکھتے ہیں اُن سب سے میں مفلس ہوں۔

اے میرے بادشاہ جس قدر میں اپنے اعمال و افعال میں نظر دوڑاتا ہوں سوائے ناداری

کے کچھ بھی نہیں پاتا ہوں۔ گنہگاروں پر رحمت کرنے والے آپ ہی ہیں گرے پڑوں کو سہارا دینے والے آپ ہی ہیں، بندوں کی دعائیں قبول کرنے والے بھی آپ ہی ہیں میں آپ ہی کو آپ کی بارگاہ میں شفیع لاتا ہوں کہ مجھے اس بدکردار نفس کے ہاتھوں سے نکال لیجئے تاکہ آپکا مخلص بندہ بن جاؤں۔" رات دن کام میں لگا رہے اور ہمیشہ قائم رہے اور ایسے کام کرے جس سے نفس پر سخت بار پڑے اور وہ سخت کام نفس کی مرادوں کی مخالفت کرنا ہے۔ جو کچھ نفس کی مراد ہے اور جو چیز نفس کو اچھی معلوم ہو اسے ترک کر دینا ہے۔ نفس پر سب سے سخت کام ہی اس کی مخالفت ہے اور جب طالبان صادق میں سے ہو جائے تو نفس سے ہشیاری کے ساتھ مقابلہ کرے تاکہ روز بروز نفس کے عیبوں سے آگاہ و بینا ہوتا جائے جتنا زیادہ کوشش کرتا رہے گا اتنا ہی زیادہ بینا ہوتا جائے گا اور مجاہدہ کے ذریعہ اسے پاک بنائے اور اس نفس سے پاکی کے برابر اس بارگاہ پاک میں قربت و نزدیکی حاصل ہوتی ہے کیوں کہ اس بارگاہ پاک میں سوائے پاک لوگوں کے اور کسی کی گذر نہیں اور جب تک ایک ذرہ برابر بھی نفس باقی ہے ناپاکی باقی رہتی ہے جیسے کسی جنبی کے جسم پر ایک بال بھی بغیر دھوئے ہوئے باقی رہ جائے تو جنابت یعنی ناپاکی باقی رہتی ہے۔

لیکن اگر کسی میں استعداد و صلاحیت نہیں ہو اور اس کا درد بھی نہ ہو تو ایسے شخص کو اس راہ میں قدم نہیں رکھنا چاہیئے اور اگر اس کی ہمت اس میں نہ ہو تو اُسے چاہیئے کہ آخرت کی راہ میں علم ظاہر کے حکم کے تحت چلے اور سلامتی پسندی اپنی فضول گوئی کو اس راہ میں نہ ڈالے کیوں کہ یہ راہ مردوں کی ہے آدمی کو مرد ہونا چاہیئے تاکہ اس راہ میں چل سکے اگر ہوس کے ساتھ اس راہ میں کوئی چل سکتا تو یہ راہ یونہیں خالی نہ رہتی راہ چلنے والوں سے بھری رہتی، تو ایسے شخص کے لئے یہی بہتر ہے کہ وہ توبہ نصوح (پکی توبہ) کرے اور گناہوں کے قریب نہ جائے اس بارگاہ رب العزت میں گریہ وزاری کے ساتھ مناجات کرے کہ

" اے گناہوں کے بخشنے والے، عیبوں کو چھپانے والے تجھی سے تیرے پاس فریاد کرتا ہوں کہ تو مجھے میرے نفس سے محفوظ رکھ تاکہ میں اس کی طرف سے پلٹ کر تیری طرف آجاؤں کیوں کہ گرے پڑوں کی دستگیری کرنے والا تو ہی ہے مجھے اس توبہ پر استقامت عطا فرما اور وہ دعویداران جو اس توبہ کے قبل ہو چکے ہیں ان کو اپنے خزانۂ رحمت سے دے کر خوشنود کر دے تاکہ اس کی راہ مخاصمین دعویداروں سے خالی ہو جائے اور دنیا حاصل کرنے کے لئے حرص

نہ کرے، دنیا حاصل کرنے کے لئے طبیعت کا میلان نہ ہونے دے اور ایسے لوگوں سے جو اس میں مبتلا ہیں اُن سے میل جول نہ رکھے اور تھوڑے پر قناعت کرے۔ اور جب اس نے تو یہ کر لی ہو تو موت، قبر، قیامت کی فکر میں لگا رہے تاکہ لمبی لمبی اُمیدیں کوتاہ ہو جائیں فاسد سوچ فکر کم ہو جائے اور تمام اعمال ظاہری جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دوسرے فرائض و واجبات اور سنتوں سے اپنے ظاہر کو آراستہ کرے۔ اور جتنا بھر ہوسکے اپنے اوقات کو اوراد و وظائف سے معمور رکھے علماء دین اور صلحا کے گروہ اور پارسا پرہیزگاروں کے پاس رہنا اپنا معمول بنائے۔ تاکہ اگر مردانِ حق میں سے نہ ہو سکا تو کم سے کم اہل آخرت کے گروہ میں سے تو ہوسکے اور کل قیامت میں عذاب دوزخ کی ہلاکت سے چھٹکارا پا جائے اور وہ بہشت کی نعمتوں تک پہنچ سکے انشاء اللہ تعالےٰ۔ اگرچہ یہ مقدار خلاصہ مختصر ہے لیکن خوش بختوں کے لئے اتنا کافی ہے اور ان کی غرض حاصل ہے۔ جملہ مسلمانوں کی عاقبت بخیر ہو۔

والسلام

شرف منیری

*

مکتوب ۱۸۸

صبر و شکر میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے بھائی جانو! پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایمان کے دو برابر حصے ہیں ایک حصہ صبر ہے اور دوسرا نصف شکر ہے تو جس کسی کو مصیبت و تنگی میں صبر نہیں ہے اور جسے نعمت و کشادگی میں شکر نہیں ہے اس کو ایمان نہیں ہے۔

اور حدیث میں ہے صبر ایمان کا سر ہے جس طرح بدن میں سر ہوتا ہے وہ ایمان جس میں صبر نہ ہو وہ بے سر کا بدن ہوتا ہے اور ایسا جسم جو بغیر سر کا ہو کسی کام کا نہیں ہوتا۔ اسی طرح بغیر صبر کا ایمان کوئی کام نہیں آتا۔

جناب موسیٰ پیغامبر علیہ السلام ایک دن کوہ طور پر تھے انہوں نے عرض کی اے میرے خدا بہشت میں وہ کون سی منزل ہے جو تجھے سب سے زیادہ عزیز ہے؟ ارشاد ہوا اے موسیٰ وہ جگہ "خطیرۂ قدس" ہے جناب موسیٰ ؑ نے پوچھا اس جگہ کون لوگ ہوں گے؟ جواب ملا میرے وہ بندے جن کو بلاؤں میں مبتلا کرتا ہوں اور وہ میری بلاؤں پر صبر کرتے ہیں اور جب میں نعمت بھیجتا ہوں تو وہ شکر کرتے ہیں اور جس وقت ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ اسی حال میں کہتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (ہم اللہ ہی کے لئے ہوں اور مجھے اللہ ہی کی طرف جانا ہے) یہی وہ لوگ ہیں جو خطیرۂ قدس میں رہیں گے۔

حکمائے کہتے ہیں کہ بہترین چیزوں میں سے یہ چار چیزیں ہیں۔ ایک فاقہ کا چھپانا دوسرے درد و بیماری کا چھپانا تیسرے خیرات وصدقہ دینے کو چھپانا چوتھے مصیبت کی پردہ داری۔

اور ایک حدیث ہے کہ صبر مصیبت پہنچنے کے وقت میں ہے تو اگر کوئی شخص بلاو مصیبت کے پہنچنے کے وقت نالہ کرے اور اس کے بعد صبر کرے تو ایسا شخص صابر نہیں ہوتا۔ جب مصیبت پہنچتے ہی کوئی کہہ اُٹھے انا للہ وانا الیہ راجعون تو اس کے لئے یہ تین چیزیں ہیں صلوٰۃ اور رحمت اللہ کی طرف سے اور وہ ہدایت پانے والوں میں سے ہوگا اور اللہ کی جانب سے صلوات، اس کی رحمت ہی ہوتی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ خداوند جل شانہٗ نے کسی پیغامبر یا کسی پیغامبر کی اُمت کو انا للہ وانا الیہ راجعون نہیں دیا ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اُمت کو۔ حق سبحانہٗ تعالےٰ نے صبر کرنے والوں پر یہ تین چیزیں نثار کردی ہیں ارشاد باری تعالےٰ ہے اولئک علیہم صلوات من ربہم ورحمۃ واولئک ہم المھتدون (ایسے ہی لوگوں پر خدا کی رحمتیں اور مہربانیاں ہیں اور وہی لوگ سیدھی راہ پر ہیں) کہتے ہیں کہ خداوند تعالےٰ نے جو کچھ دنیا میں پیدا کیا ہے وہ سب کا سب کسی ایک شخص کو مل جائے پھر خداوند عزوجل وہ سب اس سے لے لے اور اس کے عوض بہشت کے پانی کا ایک گلاس دینے کا وعدہ فرمادے تو وہ وعدہ اس سے کہیں بڑھ کر ہے جو اس کو دیا گیا تھا اور پھر اس سے لے لیا گیا ہو بلکہ اگر تمہارے جوتے کا فیتہ ٹوٹ جائے تو صبر کرو اور کہو انا للہ وانا الیہ راجعون کیوں کہ ان میں انعام کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ صلوات، رحمت اور ہدایت ایک دفعہ چراغ بجھ گیا امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کہہ اٹھے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ لوگوں نے پوچھا کیا یہ بھی مصیبت ہے؟ فرمایا ہاں جو چیز مومن پر گذرے اور اس کے گذرنے سے ناخوشی پیدا ہو وہ مصیبت ہے۔

والسلام

مکتوب ۱۸۹

غیبت کے بیان میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے بھائی! جانو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کی غیبت کرتا ہے تو اس کا روزہ باطل ہو جاتا ہے اور وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ غیبت ایسی بات کو کہتے ہیں کہ اگر وہ شخص سُنے تو اسے رنج پیدا ہو۔ اور وہ جو حدیث میں ہے کہ غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اس روزہ کا جس میں غیبت کی گئی ہو کوئی اجر و ثواب نہیں ملتا۔

اور دوسری حدیث ہے کہ غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت گناہ ہے۔ ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ جو کسی مومن کی غیبت کرتا ہے تو یہ سچ اور درست ہے کہ وہ اس کا گوشت اس کے مرنے کے بعد کھاتا ہے۔ اور یہ بھی حدیث میں ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ میں پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں تھا کہ مُردار کی جیسی بُو آنے لگی حضورؐ نے پوچھا جانتے ہو یہ کیسی مہک ہے، صحابہؓ نے کہا ہم لوگ نہیں جانتے۔ فرمایا یہ بُو اس شخص کی ہے کہ جو لوگوں کی غیبت کرتا ہے۔

اور دوسری بات حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے دنیا میں مومن بھائی کا گوشت کھایا ہو قیامت کے دن اس شخص کا گوشت اسے پیش کیا جائے گا اور کہا جائے گا کھا ڈ اس شخص کا گوشت جیسا کہ زندگی میں تم نے کھایا تھا تو وہ اس گوشت کے کھانے سے ڈرے گا اور فریاد کرے گا۔ اور یہ بھی حدیث میں ہے جو کسی مسلمان کی غیبت کرتا ہے وہ کل قیامت کے دن جب اس کے سامنے ہوگا تو اس کی پشت کو اس کے سامنے کر دیں گے۔

اور ایک حدیث یہ بھی ہے کہ غیبت سے دور رہنا چاہیئے اس لئے کہ اس میں تین آفتیں ہیں۔

غیبت کرنے والوں کی دعا قبول نہیں ہوتی ہے اس کی نیکیاں مقبول نہیں ہوتیں اور اس کے گناہوں میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ غیبت کرنے والے کو دنیا میں سزا ملتا ہے اور آخرت میں وہ دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

اور ایک روایت ہے کہ ایک عورت پستہ قد پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تھی جب وہ چلی گئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کیسی فصیح اور کیا خوش کلام ہے اگر یہ کوتاہ قد نہ ہوتی پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اے عائشہ تم نے غیبت کی، حضرت عائشہ نے عرض کی جو بات اس میں تھی وہی میں نے کہی ہے ارشاد ہوا غیبت یہی ہے ایسی بُری چیز کو کہنا جو اس کے اندر ہو۔

ایک اور حدیث، حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے اپنی ساری عمر میں ایک مرتبہ غیبت کی ہے تو حق سبحانہ، تعالےٰ اسے دس چیز سے عذاب کریں گے۔ پہلے یہ کہ خدا کی رحمت سے وہ دُور ہو جائے گا۔ دوسرے یہ کہ فرشتے اس سے اپنا میل جول اُٹھالیں گے تیسرے یہ کہ اس کی جان سرنگوں ہو کر نکلے گی۔ چوتھے یہ کہ دوزخ کی آگ سے وہ قریب ہوگا۔ پانچویں یہ کہ بہشت سے وہ دُور ہو جائے گا چھٹے یہ کہ اس پر عذاب بہت سخت ہو جائے گا ساتویں یہ کہ اس کے عمل کا ثواب ختم ہو جائے گا اور آٹھویں یہ کہ پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ پاک اس سے رنجیدہ و ناخوش رہے گی۔ نویں یہ کہ اللہ تعالےٰ کا غصہ اس پر ہوگا اور دسویں یہ کہ قیامت کے دن میزان کے قریب وہ مفلس ہوگا۔

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا اس میں کیا حکمت ہے کہ غیبت کی بدبو پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد پاک میں ظاہر ہو جاتی تھی اور ہم لوگوں کے زمانہ میں نہیں ہوتی ہے انہوں نے کہا ہم لوگوں کا زمانہ غیبت سے بھر گیا ہے، اسی وجہ سے غیبت کی بدبو کا پتہ نہیں چلتا ہے جس طرح وہ مکان جہاں غلاظت پھینکی جاتی ہے وہاں بدبو کی وجہ سے کوئی کھڑا نہیں ہو سکتا اور گندگی پھینکنے والوں کے زن و فرزند اسی جگہ کھاتے پیتے ہیں اور کہتے ہیں مجھے کوئی گندی بُو معلوم نہیں ہوتی ہے اسی طرح غیبت کی بو ہوتی ہے۔

اور ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا، کوئی ایسا شخص ہے جو غیبت سے توبہ کرلے قبل اس کے کہ جس کی غیبت اس نے کی ہے اس کے پاس اس کی وہ غیبت پہنچے، کیا یہ توبہ اسے فائدہ دے گی؟ انہوں نے کہا ہاں نفع بخش ہوگی۔ یہ سچ ہے اور درست ہے کہ غیبت کی یعنی گناہ کیا اور پھر اس گناہ سے اس وقت اُس نے توبہ کرلی کہ وہ غیبت یعنی جس کی غیبت کی گئی ہے اس کے پاس نہیں پہنچی پھر غیبت کرنے والے کے توبہ کرلینے کے بعد جس کی غیبت کی گئی ہے اس کے پاس پہنچی تو اس کی وہ توبہ باطل نہیں ہوگی بلکہ خداوند بزرگ و برتر دونوں کو بخش دے گا۔ غیبت کرنے والے کو اس کی توبہ کی وجہ سے اور اس شخص کو جس کی غیبت کی گئی ہے اس کو اس غیبت کے سبب جس کے سُننے سے اسے رنج پہنچا۔ تمام مسلمانوں کی عاقبت بخیر ہو۔

❁

والسلام

فقیر شرف منیری

مکتوب ۱۹۰

خاتمے کے خوف میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے بھائی جانو! ڈرنا اس سے کہ دنیا سے مسلمان جائے گا یا کافر غم کھانا اس لئے کہ دنیا سے مسلمان ہوکر جانا فرض ہے۔ ڈرنا اس لئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آخر میں معاملہ اُلٹ جائے اور دنیا سے کافر ہوکر رخصت ہونا پڑے اس سے ڈرنا بھی فرض ہے اور جب بندہ کفر اور گناہ سے دُور ہوتا ہے اور ایمان کے زائل ہوجانے سے ہمیشہ خائف رہتا ہے تو موت کے وقت فرشتے اسے دو خوش خبریاں دیتے ہیں ایک یہ کہ وہ کہتے ہیں اپنے ایمان کے زوال سے مت ڈر بیشک ایمان کے ساتھ جاؤ گے۔ اور دوسری بشارت یہ دیتے ہیں کہ یقیناً خداوند تعالیٰ تجھے بخش دے گا اور تیرے ساتھ اپنے فضل و کرم کا برتاؤ کرے گا اس وقت بندہ ان دو خوشخبریوں

سے خوش ہو جائے گا۔

ایک بزرگ نے کہا ہے کہ مومن کو قیامت کے دن تہتّر خوف و دھڑکا پیش آئے گا ایسا کہ ایک دوسرے سے بڑھا ہوا ہو گا تو اگر مرنے کے وقت یہ دو بشارتیں اس کے کان میں پہنچیں کہ مت ڈرا اور غم نہ کھا تو ہر طرح پورے طور سے میری امان میں ہے

جب یہ دو خوشخبریاں اور وہ سب ہول و دھڑکا اس کے سامنے آئے گا تو وہ کہے گا مجھے کوئی ڈر نہیں کیونکہ مجھے بشارت دی گئی ہے کہ تو مامون ہے اور میری امان میں ہے۔

خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ خدائے عزوجل اپنی عزت و جلال کی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ میں اپنے بندہ پر دو امن نہیں جمع کروں گا کہ جب بندہ دنیا میں مجھ سے ڈرتا ہے تو قیامت کے دن اُسے مامون کر کے اپنے امان میں لے لوں گا اور جب دنیا میں مجھ سے نہیں خائف رہا تو قیامت کے دن اُسے ترساں ڈرنے والا بنا دوں گا تو جو شخص آج خائف ہے اسے کل قیامت میں خوش کر دیں گے اور جو آج شاد و فرحاں ہے اسے کل قیامت کے دن غمگین بنا دیں گے۔

اور وہب رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ قوم بنی اسرائیل میں ستّر زاہد ایسے تھے کہ ان کے زمانے میں زہد و عبادت میں ان کے جیسا کوئی اور نہ تھا اس زمانہ کے پیغامبر علیہ السلام پر وحی آئی کہ یہ ستر کے ستر زاہد اس دنیا سے کافر ہو کر جائیں گے پیغامبر نے مناجات کی خداوندا یہ کس سبب سے؟ حکم پہنچا کہ یہ لوگ اپنی عاقبت و خاتمت سے نہیں ڈرتے تھے تو پھر کیوں کر مامون ہو سکتے ہیں۔

اور ایک حدیث ہے کہ جو شخص اپنی آخرت اور خاتمہ سے نہیں ڈرتا ہے کہ خاتمہ کس پر ہو گا تو وہ مجھ سے نہیں ہے۔

نقل ہے کہ جب بندہ کی موت قریب ہوتی ہے تو اس کا حال پانچ قسم پر تقسیم ہوتا ہے۔ مال وارث بانٹ لیں گے۔ جان ملک الموت لیجائیں گے۔ گوشت کیڑے کھا جائیں گے۔ ہڈیاں مٹی بن جائیں گی۔ اور طاعت و تمام نیکیاں دعویداران لے لیں گے پس مال اگر وارث لے جائیں تو جائز، جان ملک الموت لے لے یہ بھی جائز، گوشت کیڑے کھا جائیں یہ بھی صحیح۔ ہڈیاں مٹی لے لے یہ بھی درست اور نیکیاں دعویدار لے لیں یہ بھی جائز۔ اور کہیں ایسا نہ ہو کہ موت کے وقت

شیطان ایمان ہی لے جائے۔

سلیمان دارانی رحمتہ اللہ علیہ کی نقل ہے کہ جب ایک مجوسی کو دیکھا تو بیہوش ہو گئے لوگوں نے پوچھا اے بزرگ محترم یہ کیا ہے؟ فرمایا ڈرتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ کہیں میرا حال نہ پلٹ دے اور اس منحوس کی طرح نہ ہو جاؤں۔

خواجہ سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ شیبان راعی رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ مکہ گئے خواجہ سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ رات کے پہلے حصہ سے آخر رات تک روتے رہے شیبان راعیؒ نے کہا اے سفیانؒ کس لئے روتے ہو؟ فرمایا ایک شیخ کو میں نے دیکھا ہے کہ لوگ جن سے چالیس سال تک علم حاصل کرتے تھے اور وہ سالہا سال خانہ کعبہ میں مجاور رہے ہیں جب اس دنیا سے گئے تو کافر ہو کر گئے۔

خواجہ معاذ نسفی رحمتہ اللہ علیہ مسلسل دعا کرتے مرنے سے تین دن قبل میری عقل اٹھالے لوگوں نے پوچھا اے بزرگ یہ کون سی دعا ہے؟ آپ نے جواب دیا یہ خاتمہ کے خوف سے ہے کہ خدانخواستہ موت کے وقت میری زبان سے کوئی ایسی ویسی بات نکل جائے تو اس قول پر میری پکڑ نہ ہو، کیونکہ بے عقل و دیوانہ ہوں گا۔

خواجہ ابوبکر وراق رحمتہ اللہ علیہ کو موت کے بعد خواب میں دیکھا پوچھا کہ اے بزرگ محترم آپ کا حال کیا ہے؟ انہوں نے کہا بہت غمگین ہوں پوچھا کیوں؟ فرمایا دس جنازے گورستان میں لائے گئے ان سب میں کسی کا ایمان سلامت نہیں تھا سوائے ایک کے۔

خواجہ حاتم رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ پر ایک کفن چور نے توبہ کی آپ نے پوچھا تو نے کتنے قبروں سے کفن چوری کیا ہے؟ اس نے کہا سات ہزار قبروں سے۔ خواجہ نے پوچھا کتنے برسوں میں؟ اس نے کہا بیس سال کی مدت میں خواجہ حاتم پر بیہوشی طاری ہو گئی کچھ دیر کے بعد جب ہوش میں آئے تو پوچھا یہ سات ہزار قبر مسلمانوں کی تھی یا کافروں کی اس نے کہا وہ سب مسلمانوں کی تھیں۔ خواجہ نے کہا مجھے بتا کتنے ایسے لوگوں کو تو نے پایا کہ جن کے چہرے قبلہ کی طرف سے پھر گئے تھے؟ اس نے کہا یہ نہ پوچھئے بلکہ یہ پوچھئے کہ کتنے لوگوں کو تو نے پایا کہ جن کے رخ قبلہ کی طرف تھے۔ ان سات ہزار میں تین ہزار لوگ ایسے تھے جن کا منہ قبلہ کی طرف تھا اور باقی دوسروں کے چہرے پھرے ہوئے تھے۔ خواجہ پھر بیہوش ہو گئے جب ہوش میں آئے

تو فرمایا کہ اتنا ہی میرے لئے کافی ہے۔

خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا گھل کر بالکل دبلے ہوگئے ہیں انہوں نے کہا آپ کو زار و نزار دیکھتا ہوں حال کیا ہے؟ فرمایا آٹھ چیزیں ایسی ہیں کہ جنہوں نے میرا کھانا پینا مجھ سے ترک کرا دیا ہے پوچھا وہ آٹھ چیزیں کیا ہیں؟ کہا اول مرنے کی ہیبت کہ جان اسلام پر نکلے گی یا کفر پر میرے ہونٹ کس چیز پر بند کریں گے اسلام پر یا کفر پر، دوسری جب مجھ کو قبر میں رکھیں گے تو میری قبر بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوگی یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔ تیسرے جب منکر نکیر مجھ سے سوال کریں گے تو میں جواب دے سکوں گا یا نہیں۔ چوتھے جب میں قبر سے باہر آؤنگا تو میرا چہرہ سیاہ ہوگا یا سفید۔ پانچویں جب مجھے قبر سے باہر لائیں گے اور براق پر بٹھائیں گے تو براق کو بہشت کی طرف ہانک دیں گے یا دوزخ کی جانب، چھٹے جب مجھ سے حساب کریں گے تو میں حساب دے سکوں گا یا نہیں، ساتویں جب نامۂ اعمال اڑائے جائیں گے تو میرا اعمال نامہ میرے دائیں ہاتھ میں آئے گا یا بائیں ہاتھ میں۔ آٹھویں کل قیامت کے دن راہ دو ہوگی بہشت کی راہ اور دوزخ کی راہ، مجھے دوزخ کی راہ میں ڈال دیں گے یا بہشت کے راستہ میں چلائیں گے۔ تمام مسلمانوں کی عاقبت بخیر ہو۔

والسلام

شرف منیری

مکتوب ۱۹۱

قیامت کے دن کے بارے میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے بھائی جانو! قیامت کا دن حساب کا دن ہے ذرہ ذرہ کا حساب ہوگا حساب کے بعد جزا ہے نیکوں کے لئے ناز و نعمت سے بھری ہوئی بہشت ہے ہمیشہ کے لئے اور بروں کے لئے عذاب و عقوبت سے بھرا ہوا دوزخ ہمیشہ کے لئے۔ اس روز کی ہیبت سے پہاڑ جو سخت

اور مستحکم ہے اپنی اس سنمتی استحکام کے باوجود اڑتے ہوئے ریت کی طرح ہو جائے گا۔

حدیث شریف میں ہے پیغامبران صلواۃ اللہ علیہم اس روز کی ہیبت سے خوف و ناامیدی میں پڑ جائیں گے ایسا کہ نفسی نفسی کہنے لگیں گے مگر ہمارے پیغامبر حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُمتی اُمتی کہیں گے۔

قیامت کا دن وہ دن ہے کہ بچوں کے سر کے بال سفید ہو جائیں گے اور اس دن کی ہیبت و دہشت سے اولاد اپنی ماں اور باپ سے بھاگنے لگیں گی۔ شوہر اپنی بیویوں سے اور بھائی بھائی سے بھاگے گا۔ اور آسمان پھٹ کر ٹکڑا ٹکڑا ہو جائیگا قیامت کے دن کی ہیبت ایسے مقام پر پہنچ جائے گی کہ جہاں جناب ابراہیم اللہ کے خلیل اور اللہ کے حبیب حضور محمد صلواۃ اللہ علیہما اپنے اپنے ماں باپ سے بھاگیں گے لوط پیغامبر علیہ السلام اپنی بیوی نوح علیہ السلام اپنے بیٹے سے بھاگیں گے اور تمام ستارے جو سب کے سب آتشی ہیں قیامت کے دن دریا بہا دیں گے اور ان سب دریاؤں کا پانی آگ کے مانند ہو جائے گا عالم کے تمام مخلوق میں سے کوئی ایک شخص ایسا نہیں رہے گا کہ جو پانی کا ایک گھونٹ پی سکے۔ اور جب اسرافیل علیہ السلام پہلا بار صور پھوکیں گے ساری مخلوق مُردہ ہو جائے گی پھر دوسری بار صور پھوکیں گے تو تمام مخلوق زندہ ہو جائے گی۔ صور شکل قرنا کے ہوگا اس قرنا کے سر کا دائرہ سات آسمان اور سات زمین کی مسافت کے مانند ہے۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ لوگ جب قبر سے اُٹھیں گے تو ہر شخص اپنے گور کے اوپر تین سو سال تک ننگے، بھوکے پیاسے کھڑے رہیں گے کسی کو مجال نہ ہوگی کہ کچھ بول سکے۔

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ عورتوں کی کیسی فضیحتی اُس دن ہوگی۔ ارشاد ہوا اے عائشہ قیامت کے دن کی دہشت ایسی ہوگی کہ کسی کو ہوش نہیں رہے گا کہ ننگا ہوں یا کپڑے پہنے ہوئے ہوں اور نہ اس کی خبر ہوگی کہ عورت کون ہے اور مرد کون ہے۔

نقل ہے کہ جب ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کی مخلوق، فرشتے، دیو، آدمی، پری، حیوان، جانوران، پرندگان کو زندہ کریں گے بعد سب کو ننگے پاؤں بھوکا پیاسا محشر کی زمین میں ہانک دیں گے۔ محشر کی زمین سفید ہے اور برابر ہوگی کوئی نشیب و فراز نہ ہوگا بلندی و گہرائی نہ ہوگی کہ کسی کو پناہ مل سکے پھر آفتاب کی تابش ان لوگوں پر ہوگی یہ تابش چہرے کی جانب سے ہوگی جبکہ آفتاب آج پشت کی طرف نکلتا ہے چوتھے آسمان سے قیامت کے دن اس آفتاب کو تمام

مخلوقِ عالم کے سر پر بالکل قریب لے آئیں گے یعنی ایک نیزہ پر آفتاب آجائے گا اور حشر کی زمین میں کوئی سایہ نہ ہوگا مگر عرش خداوند جل علا کا سایہ اور اس سایہ میں سوائے مقرب بندوں کے اور کسی کی جگہ نہ ہوگی۔ آفتاب کی گرمی اس درجہ کی ہوگی کہ لوگ اپنے پسینہ میں ڈوب جائیں گے، کوئی پنڈلیوں تک غرق ہوگا اور کوئی زانوں تک اور کوئی مقعد تک کوئی سینہ تک کوئی دہن تک اور کوئی بالکل ہی غرق ہو جائے گا۔ پھر حکم ہوگا سب کو پل صراط پر لا کر کھڑا کر دو تا کہ ان لوگوں سے حساب لیا جائے پل صراط ایسا پل ہے جو دوزخ کے دہانہ پر قائم ہے اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک۔ کوئی تو ایسے ہوں گے جو پل صراط پر ہوا کی طرح گذر جائیں گے اور کوئی ایسا ہوگا جو ایک تیز گھوڑے کی طرح گذرے گا کوئی ڈُل کی چال کی طرح اور کوئی چار و ناچار کوئی ایسا ہوگا جو زانو کے بل چلے گا اور کوئی بیٹھ کر مقعد کے بل کھسکتا ہوا چھوٹے بچوں کی طرح اور کوئی ایسا ہوگا جو پل صراط سے گذر ہی نہیں سکے گا پھر اسی جگہ دوزخ میں گر پڑے گا اللہ اپنے پناہ میں رکھے۔ قیامت کا دن وہ ہوگا کہ لوگوں کے اعمال نامے اٹھتے ہوتے ہوں گے ہر شخص پر اس کے اعمال روشن ہو جائیں گے اور ہر شخص کے ہاتھ پر اس کا یہ اعمال نامہ رکھا جائے گا۔ کافروں کا ان کے بائیں ہاتھ میں رکھیں گے انہیں داہنے ہاتھ میں نہ دیں گے اور کہا جائے گا کہ پڑھ اپنے کردار نامہ کو کسی مومن کو اس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں نہیں دیں گے اور پیٹھ کی طرف سے بھی نہیں دیں گے اگرچہ کسی درجہ کا فاسق و گنہگار کیوں نہ ہو جس طرح کسی مومن کا چہرہ سیاہ نہیں ہوگا اگرچہ وہ مومن کتنا ہی بڑا گنہگار ہو۔ کافروں کے چہرے سیاہ ہوں گے اور اس کا کردار نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا پیٹھ کی طرف ہاتھ گھما دیا جائے گا اور گھما دیا ایسا ہوگا کہ کافر ان خود دیکھیں گے کہ جس شخص کا نامہ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں آجائے وہ نجات اور چھٹکارا پاجاتا ہے اور جس کسی کے بائیں ہاتھ میں اس کا نامہ اعمال دیا جاتا ہے وہ ہلاک ہو جاتا ہے کفار داہنا ہاتھ بڑھائیں گے اور اپنا بایاں ہاتھ پیٹھ کی طرف کریں گے اس خیال میں رہیں گے کہ اس طور پر رہائی مل جائے گی۔ فرشتہ اس کے بائیں ہاتھ کو اوپر اٹھا کر اس کے سینہ پر ماریں گے ایسا کہ اس کے پیٹھ کے پیچھے سے باہر لائیں گے اس وقت آگ کے کرّہ کو لپیٹ کر اس کے چہرہ کو گردن کے پچھلے حصہ یعنی گدی کی طرف کر دیں گے پھر اس کا کردار نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں پیٹھ کی طرف سے دیں گے۔ اور جب مومن اپنے نامۂ اعمال کو پڑھے گا تو وہ پورا نامہ طاعت و عبادت سے بھرا ہوا ہوگا پھر وہ لوگ اس

خوشی میں اپنے دوستوں سے کہیں گے آؤ میرے نامہ کو پڑھو دیکھو اس میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کے پڑھنے سے تمہیں ناخوشی پیدا ہو۔ اور جب کافر اپنے نامہ کو پڑھے گا تو وہ چیخ اٹھے گا اس وقت زبانیہ جو دوزخ پر تعینات ہے اُسے حکم ہوگا پکڑو اور آگ کی زنجیریں جس کی لمبائی فرشتوں کی رسی سے ستر رسی ہے اس کے چہرہ میں داخل کر دو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اس کے مُنہ میں ڈال دیں گے اور مقعد سے باہر نکالیں گے اور جو اس سے بڑھ جائے گی وہ اس کی گردن میں لپیٹ دیں گے نعوذ باللہ منہا۔ (اللہ اپنے پناہ میں رکھے)۔

نقل ہے کہ کوئی شخص میدان قیامت سے اس وقت تک قدم نہیں اُٹھا سکتا جب تک کہ درہم و دینار روپیہ پیسہ یا سامان و اسباب کسی کا لے لیا ہو یا ہاتھ اور زبان سے کسی کو تکلیف پہنچائی ہو ان سب کے حقوق ادا نہ کرے گا اور تمام دعویداروں کو خوش و راضی نہ کرے گا۔ قیامت کا دن وہ دن ہے کہ تمام مظلومین اپنے ظالموں سے انصاف لے لینا چاہیں گے۔ بادشاہان اور سلاطین وہاں ذلیل و خوار اور شرمندہ ہوں گے اور مخلوق کے پاؤں کے نیچے چیونٹی کی طرح مسل دیئے جائیں گے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ قیامت کے دن ہر ایک شخص کو لائیں گے اور ترازو کے دونوں پلّوں کے درمیان کھڑا کریں گے پھر جب ترازو کا پلہ طاعت و عبادت سے جھک جائے گا تو اس وقت فرشتہ بہ آواز بلند پکار کر کہے گا ایسا کہ تمام لوگ سنیں گے کہ فلاں شخص خوش قسمت ہوا ایسا خوش قسمت کہ اس کے بعد کبھی بدبخت نہ ہوگا۔ اور اگر عبادت و بندگی کا پلہ ہلکا ہو گیا اور گناہ و معصیت کا پلہ بھاری ہو گیا تو فرشتہ باآواز بلند اس وقت ندا کریگا ایسا کہ تمام مخلوق سنے گی کہ فلاں شخص بدبخت ہوا ایسا کہ کبھی خوش قسمت نہ ہوگا نعوذ باللہ منہا۔

قیامت کا دن اس سختی و دشواری کے ساتھ پچاس ہزار سال تک روزانہ رہے گا صحابہ رضوان اللہ نے پوچھا اے اللہ کے رسول قیامت کا روز اس سختی و دشواری پر اور اس لمبی مدت تک رہے گا۔ حالت کیسی ہوگی؟ ارشاد ہوا قسم ہے اللہ کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے کہ مومن پر یہ سختیاں اور یہ عرصہ ایسا آسان اور سبک ہوگا کہ جیسے نماز میں وقت دنیا میں گذارتے ہو۔ انشاء اللہ انہیں مومنین میں سے ہم لوگ ہوں گے۔

والسلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۱۹۲

موت کے بیان میں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اے بھائی! جانو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا یارسول اللہ قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ کوئی دوسرا بھی ہوگا؟ ارشاد ہوا ہاں وہ لوگ ہوں گے جو ہر روز موت کو بیس بار یاد کرتے ہیں۔ اور حدیث ہے کہ اگر جانوران یہ جانتے کہ مرنا ہوگا جیسا کہ تم جانتے ہو تو کوئی شخص ان کا گوشت ہرگز فربہ نہیں پاتا۔

نقل ہے کہ جب خداوند عزوجل نے موت کو بھینس کی صورت میں پیدا کیا اس کو حکم ہوا کہ جس شکل پر تجھے پیدا کیا ہے اسی شکل میں فرشتوں کی صف میں جا۔ موت فرشتوں کی قطاروں میں گئی کوئی فرشتہ ایسا نہیں تھا جو بیہوش نہ ہوا ہو۔ سب کے سب دو سال تک بیہوش رہے بعد دو سال کے جب ہوش میں آئے تو پوچھا اے میرے پروردگار یہ کیا ہے؟ ارشاد ہوا یہ موت ہے۔ پھر پوچھا خداوندا یہ کس کے لئے ہے؟ فرمان ہوا ہر ایک جان کے لئے پھر پوچھا اے خدائے پاک دنیا تو نے کس لئے پیدا کی ہے؟ فرمایا تاکہ آدم کی اولاد وہاں سکونت اختیار کرے۔ پھر پوچھا عورتوں کو کس لئے پیدا کیا ہے؟ ارشاد ہوا تاکہ ان کی اولادوں کی نسل ان سے ہو۔ ان فرشتوں نے کہا کیا ہم لوگ ان لوگوں کے بارے میں یہ گمان نہ کریں کہ یہ ساری چیزیں جو پیدا کی گئی ہیں یعنی دنیا اور عورتیں لوگ اس میں مبتلا نہ ہو جائیں گے؟ خداوند تعالےٰ نے کہا ایک لمبی اُمید ان پر غالب ہو جائے گی ایسی کہ وہ لوگ موت کو بھول جائیں گے یہاں تک کہ دنیا اور عورتوں میں مشغول ہو جائیں گے۔

اور حدیث میں ہے کہ لذتوں کے شکنندہ کو بہت یاد کرو لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ لذتوں کا شکنندہ کیا ہے؟ فرمایا موت۔

ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے وصیت فرمائیں ارشاد ہوا موت کو اس درجہ یاد کرو کہ موت کے علاوہ جتنی چیزیں ہیں سب کو بھول جاؤ۔ اور موت کی تیاری میں مشغول ہو جاؤ تاکہ دنیا کو آباد کرنے سے تجھے چھٹکارا مل جائے۔ اور دعاء بہت کیا کرو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ کون سی دعاء قبول ہو گی۔ اور شکر بہت زیادہ کرو کیونکہ شکر نعمت کو بڑھانے والا ہے۔

حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ ہر روز صبح کو یہ کہتے میں نے خود کو موت کے لئے تیار کر لیا ہے اے ملک الموت میری جان لے لو خواہ بیٹھے ہوئے میں خواہ کھڑے ہوئے میں۔

خواجہ ابراہیم ادہم رحمتہ اللہ علیہ گھر سے جب باہر نکلنا چاہتے ایک پاؤں جب باہر رکھتے اُس وقت غور و فکر کرتے کہ موت کے لئے پوری تیاری ہو گئی یا نہیں۔ اگر دیکھتے کہ ہر طرح سے تیاری ہو گئی ہے تو باہر آتے اور اگر ایسا نہیں ہوتا تو گھر کے اندر لوٹ جاتے۔

ایک بزرگ نے کہا ہے کہ بندہ جب موت کو یاد کرتا ہے تو خداوند تعالےٰ چار چیزیں اُسے عطا کرتا ہے۔ پہلی چیز یہ کہ دنیا کی سختیاں اس پر آسان کر دیتا ہے دوسری چیز' دنیا کی خواہشات سے اُسے فارغ کر دیتا ہے۔ تیسری چیز' توبہ پر وہ ہاتھ مارتا ہے اور گناہ کرنے سے باز آجاتا ہے چوتھی چیز' اگر چہ کتنا ہی زیادہ طاعت وعبادت اس کی ہو وہ اُسے تھوڑا ہی جانتا ہے۔

اور یہ روایت آئی ہے حضور پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم حالت نزع میں تھے جناب جبرئیل ؑ آپ کے سر مبارک کے نزدیک بیٹھے ہوئے تھے پیغامبر علیہ السلام دیکھ رہے تھے۔ صحابہ کو نظر نہیں آرہے تھے مگر صحابہ سن رہے تھے کہ پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم کہہ رہے تھے اے جبرئیل تم میرے دوست ہو میں اس سختی میں ہوں اور تم مجھ سے منہ پھیرے ہوئے ہو۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کا دوست ہوں اور یہ جانتا ہوں کہ آپ کو اس وقت موت کی سختی سے واسطہ ہے تو دوست سے یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ دوست کو سختی میں دیکھے اسی سبب سے میں نے رُخ پھیر لیا ہے۔ حضور پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر موت کی سختی میں سے ایک بال برابر آسمان والوں پر رکھدی جائے تو سب مر جائیں۔ اور قیامت کے لئے بہت سے دھڑکے ہوں گے سب سے چھوٹا ہول جو ہو گا وہ موت کا ہو گا۔

ایک دن جناب عیسیٰ علیہ السلام جناب یحییٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس آکر کھڑے ہوئے کہا اُٹھئے یعنی زندہ ہو جائیے اللہ کے حکم سے پس جناب یحییٰ علیہ السلام قبر سے باہر آئے سر سے دھول مٹی دور کر رہے

تھے دیکھا ان کے آدھے سر کے بال سفید ہو گئے تھے جناب عیسیٰؑ نے پوچھا آپ کے سر کے سارے بال سیاہ تھے یہ سفیدی کیسی ہے؟ فرمایا قبر میں جس دم میں نے یہ سنا کہ اٹھو مجھے گمان ہوا قیامت پہنچ گئی اسی کی ہیبت سے بال سفید ہو گئے ہیں۔ جناب عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اگر آپ چاہیں تو میں خدائے تعالیٰ سے یہ درخواست کروں کہ آپ کو پھر دنیا میں بھیج دے۔ یحییٰ علیہ السلام نے کہا تمہیں میری اس قرابت کا واسطہ جو میرے اور تمہارے درمیان ہے اس کی حرمت کے طفیل ایسی درخواست نہ کرو کیونکہ جانکنی کی تلخی ابھی تک میرے حلق سے نہیں گئی ہے۔

کہتے ہیں کہ ملک الموت جب جناب موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے تو پوچھا تم کون ہو؟ کہا میں ملک الموت ہوں جناب موسیٰؑ نے کہا تھوڑی سی فرصت دو کہ میں موت کی تیاری کروں حکم پہنچا کہیے کہ بھیڑ پر ہاتھ رکھیں اُن کے بالوں کی تعداد میں جو آپ کی ہتھیلی کے نیچے آئیں اُتنے سال کی عمر اور دی گئی۔ جناب موسیٰ نے پوچھا اس کے بعد کیا ہوگا؟ کہا موت جناب موسیٰؑ نے کہا پھر تو اسی گھڑی۔ ملک الموت نے ایک پھول موسیٰؑ کے ہاتھ میں دیا اس کا سونگھنا تھا کہ جان دے دی پھر جناب موسیٰ کو لوگوں نے خواب میں دیکھا پوچھا موت کو کیسا پایا؟ کہا ایسا جیسے ایک سیخ تم تنور میں ڈال دو پھر اس سیخ کو کھینچ لو۔

کہتے ہیں کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کا گذر ایک قبر کے قریب ہوا آپ نے اس قبر میں سخت عذاب ہوتے ہوئے دیکھا عرض کیا خداوندا اس بندہ کو زندہ کر دیجیے حق سبحانہٗ تعالیٰ نے زندہ کر دیا، عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا تجھے اس قبر میں عذاب کس سبب سے ہو رہا تھا اس نے کہا ایک دفعہ میں نے کوئی چیز کھائی خلال کی ضرورت ہوئی کسی آدمی کے گٹھے سے ایک تنکا میں نے لے لیا اس سے خلال کیا آج مجھے مرے ہوئے چار ہزار سال ہو گئے اس عذاب میں مبتلا ہوں جناب عیسیٰ علیہ السلام نے کہا ایک خلال کے سبب یہ عذاب ہے کیا حال ہوگا ان لوگوں کا جو لوگوں کی کڑیاں ستون ظلم سے لے لیتے ہیں۔ پھر اس سے پوچھا موت کو تو نے کیسا پایا اور جان کنی کی تلخی کیسی تھی؟ اس نے کہا آج چار ہزار سال مجھے مرے ہوئے ہو گئے لیکن جانکنی کی تلخی آج تک حلق میں باقی ہے۔ پھر جناب عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی خداوندا مجھ پر جان کنی کی تلخی آسان فرما دے۔

کعب احبار سے لوگوں نے پوچھا کہ موت کیسی چیز ہے؟ انہوں نے کہا یوں سمجھو کہ ایک درخت کانٹوں سے بھرا ہوا ہے اس درخت کو آدمی کے پیٹ میں داخل کریں پھر اس درخت کا ہر ایک کانٹا

ایک رگ اُس کی پکڑ لے پھر کوئی زبردست قوت والا آدمی زور لگا کر کھینچے اس کھینچنے میں اندر کا حصہ جو کٹ جائے وہ کٹ جائے اور جو بچ رہے وہ بچ رہے۔

روایت ہے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ بی بی مریم پارسا کی قبر کے سرہانے کھڑے ہوئے انہوں نے کہا اے میری ماں آپ نے موت کو اور جان کنی کی تلخی کو کیسا پایا؟ انہوں نے فرمایا اے بیٹے جان کنی کی تلخی حلق سے ابھی تک نہیں گئی ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام وہاں سے لوٹ گئے اور مسافرت اختیار کر لی۔

جب حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے سامنے دوزخ کی کیفیت بیان کی جاتی تھی تو آپ نہیں روتے تھے اور جب قیامت کی حالت بیان کی جاتی تھی تو بھی نہیں روتے۔ لیکن جس وقت گور کا نام سُنتے تھے سنتے ہی بیقرار ہو جاتے اور زار وقطار رونے لگتے لوگوں نے پوچھا یہ کیا حال ہے یا امیر المومنین؟ آپ نے فرمایا 'خدانخواستہ' اگر دوزخ میں ہوں گا تو لوگوں کے ساتھ رہوں گا اور جب قیامت میں رہوں گا تو وہاں بھی آدمیوں کے ساتھ رہوں گا لیکن قبر میں تنہا رہنا ہوگا وہاں کوئی بھی میرے ساتھ نہیں رہے گا۔

والسلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۱۹۳

دفن کے بارے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے بھائی جانو! مرنے کے بعد اور جانکنی کی تلخی چکھنے کے بعد قبر میں دفن کرنا اور منکر نکیر کا سوال کرنا ہے جیسے ہی مردہ کو دفن کرتے ہیں دو فرشتے جن کو منکر نکیر کہتے ہیں، ہیبت ناک شکل میں قبر کے اندر داخل ہوتے ہیں مردہ کو قبر میں بٹھلاتے ہیں اور پوچھتے ہیں تمہارا خدا کون ہے اگر وہ مردہ مومن ہوتا ہے تو کہتا ہے میرا خدا اللہ تعالےٰ ہے پھر سوال کرتے ہیں تمہارے پیغامبر کون ہیں وہ جواب دیتا

ہے میرے پیغامبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پھر کہتے ہیں تمہارا دین کیا ہے تو وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے پھر اس کی قبر میں بہشت سے ایک دروازہ کھول دیتے ہیں اور کہتے ہیں دیکھ لو اپنی جگہ پھر اس سے کہتے ہیں سو جاؤ اس طرح جیسے ناز و نعمت کے ساتھ دُلہن سوتی ہے۔ اور اگر وہ مردہ کافر ہوتا ہے تو گور میں اس کو بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں تیرا خدا کون ہے وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا ہوں اس کو آگ کے گرز یا کھمبا سے ایسا مارتے ہیں کہ اس کی چیخ و پکار عالم میں جو بھی ہے سوائے آدمیوں اور پریوں کے سب سنتے ہیں پھر اس سے کہتے ہیں کہ سو جا ایسے جیسے منہوس سوتا ہے منہوس اس کو کہتے ہیں جو سانپ بچھو کے بیچ ہوتا ہے۔

نقل ہے کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ منکر نکیر کی آواز اور ان کی ہیبت کا حال جس وقت سے سنا ہے اور قبر کے ضغط کو جو آپ نے بیان فرمایا اُس وقت سے کوئی چیز مجھے اچھی نہیں معلوم ہوتی ہے تو پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ منکر نکیر کی آواز مومن کے کان میں ایسی معلوم ہوگی جیسے آنکھ میں سُرمہ لگانے کی آواز اور قبر کا ضغط (اس کا دبوچ) مومن پر ایسا ہوگا جیسے کوئی بچہ اپنی ماں سے کہتا ہے کہ اے میری ماں میرے سر میں درد ہو رہا ہے تو اس کی ماں شفقت و پیار سے اس کے سر کو ہلکے ہلکے دباتی اور سہلاتی ہے۔ اے عائشہ لیکن گور میں کافر ایسا چور ہوتا ہے جیسے ایک انڈا کسی بڑے پتھر کے نیچے۔ حضور پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب عمر خطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا تم منکر نکیر کے ساتھ کیسے نمٹو گے؟ انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ منکر نکیر کیا ہے؟ فرمایا یہ دو فرشتے ہیں جو قبر کے فتنہ یعنی عذاب و دشواری ہیں یہ قبر میں داخل ہوتے ہی بڑی ڈراونی صورت میں یعنی ان کے بال زمین تک پہنچے ہوئے ہوتے ہیں ان کے دانتوں سے آگ جھڑتی ہے ان کی آنکھیں بجلی کی طرح چمکتی اور گھومتی، ان کی آواز بجلی کی کڑک سے بھی زیادہ سخت اور ان کے پاؤں آگ جلانے والے پتھر یا لوہے کی طرح ہوں گے اگر دنیا کی تمام مخلوق جمع ہو جائے اور ان کو اپنی جگہ سے ہلانا چاہے تو نہیں ہلا سکتے۔ مُردہ سے وہ سوالات کرتے ہیں جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا کہ تمہارا رب کون ہے اگر مسلمان ہے تو کہتا ہے میرا رب اللہ تعالیٰ ہے پھر پوچھتے ہیں تمہارا دین کیا ہے وہ کہتا ہے اسلام پھر سوال کرتے ہیں تمہارے نبی کون ہیں جواب دیتا ہے میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو وہ کہتے ہیں تم نے سچ کہا۔ اور اگر وہ مُردہ کافر ہوتا ہے اس سے پوچھتے ہیں تیرا خدا کون ہے تو وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا پھر ایک ایسا ضرب لگاتے ہیں کہ اگر پہاڑ ہو تو وہ ریزہ ریزہ

ہوجاتے اور وہ چیخ دپکار کرتا ہے کہ سارے عالم کی مخلوق سنتی ہے سوائے آدمی اور پری یعنی اجنا کے وہ ہرگز نہیں سُنتے۔ جو سنتا ہے اس پر لعنت کرتا ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا میں کس حال میں ان کو دیکھوں گا یا رسول اللہ؟ اسی حال میں کہ اس وقت آپ ہیں یعنی عاقل وبالغ وباہوش۔ کیا میں اس وقت جواب نہ دے سکوں گا یا رسول اللہ؟ امیر المومنین عمر خطاب رضی اللہ عنہ کو آپ کے وفات کے بعد آپ کے ایک رفیق نے خواب میں دیکھا انہوں نے پوچھا منکر نکیر کا حال کیا تھا؟ فرمایا جب مجھ کو قبر میں رکھا تو وہ اپنی پوری ہیبت ناکی کے ساتھ پہنچے اور کچھ دور کھڑے ہوئے انہوں نے پوچھا تمہارا رب کون ہے مجھ میں ایک ڈر اور حیرت پیدا ہوئی اگر خدا کا فضل اور اس کی مدد شامل حال نہ ہوتی تو مجھ سے جواب نہیں چلتا۔

کہتے ہیں قبر ہر روز پانچ بار نوحہ کرتی ہے کہتی ہے میں تنہائی کا گھر ہوں میرا مونس قرآن کی تلاوت کو بناؤ۔ میں اندھیرے کا گھر ہوں پس رات کی نماز سے روشنی کا سامان کرو۔ میں مٹی کا گھر ہوں تو نیک کاموں سے بستر لگانے کا سامان کرو۔ میں سانپ بچھو کا گھر ہوں تو ہزاروں ہزار صدقہ کرو۔ میں منکر نکیر کے سوال کا گھر ہوں تو آج ہی میری پیٹھ یعنی اس زمین پر کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ذکر کیا کرو۔

❋

والسلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۱۹۴

قبر کے بارے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے بھائی جانو! نقل ہے کہ قبر ندا کرتی ہے اپنے اندر آنیوالوں کے لئے چار چیز کہتی ہے۔ اے شخص اپنے لئے سفر کا سامان کرلے۔ گور کی تنہائی کے لئے طاعت سے، قبر کی تنگی کے لئے یہاں کی کشادگی سے، اور سامان سفر کرے اپنی دولت مندی سے وہاں کی ناداری کے لئے اور اپنی ان

روشنیوں سے قبر کی تاریکی دور کرنے کا بندوبست کرے۔ پھر جب اس بندہ کو قبر میں داخل کرتے ہیں تو قبر اس سے کہتی ہے کہ ان چار چیزوں میں سے کون سی چیز لے کر آئے ہو۔

اور حدیث میں ہے کہ جب کوئی مومن مسلمانوں کے قبرستان سے گذرتا ہے تو اس قبرستان کے رہنے والے کہتے ہیں اے غافل انسان اگر تو وہ جانتا جو ہم جانتے ہیں تو تیرے جسم کا گوشت ایسے گھل جاتا جیسے برف آگ پر گھل جاتی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عید کا دن یا جمعہ کا دن یا عاشورہ کا روز یا شب برات جب آتا ہے تو مرنے والوں کی روحیں قبر سے باہر آتی ہیں اور اپنے گھروں کے دروازہ پر کھڑی ہوتی ہیں پھر کہتی ہیں، ہے کوئی ایسا شخص جو مجھے یاد کرتا ہو۔ ہے کوئی ایسا آدمی جو مجھ پر رحمت بھیجتا ہو۔ ہے ایسا کوئی جو میری غربت و مسافرت کو یاد کرتا ہو اے وہ لوگ جو ہمارے گھروں میں بس گئے ہو اور میری بیویوں سے تم نے نکاح کر لیا ہے۔ میرے یتیم بچوں کو میری اس مسافرت سے تم نے ذلیل و رسوا کر دیا ہے ذرا سوچو غور کرو کہ ہمارے ناموں کو لپیٹ دیا گیا ہے اور تمہارے نام پھیلے ہوئے ہیں۔ مردہ کی قبر بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوتا ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔ بعضوں کو قبر مہربان ماں کی طرح پہلو میں لیتی ہے اور بعضوں کو ایسا دبوچتی ہے کہ ان کی پسلیوں کی ہڈیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔

ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ وہ قبرستان کے اندر داخل ہوئے ہیں اور ان کے درمیان سوئے ہوئے ہیں۔ پھر دیکھا کہ زمین کھل گئی ہے کسی کو خاک کے بستر پر سویا ہوا دیکھتے ہیں کسی کو ریشمی بستر پر اور کسی کو پھولوں کی سیج پر۔ پھر انہوں نے مناجات کی خداوندا اگر تیرے کرم کے سب برابر ہوتے کہ یہ سب تیرے بندے ہیں تو پکارنے والے نے ندا کی اے فلاں یہ عمل کے بدلہ کی جگہ ہے جس نے جس قدر نیک عمل کئے ہیں اس کے لئے بہترین بستر لگائے گئے ہیں۔

ایک شخص نے پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ زاہد کون لوگ ہوتے ہیں؟ ارشاد ہوا جو قبر کو نہیں بھولتے ہیں اور ضرورت سے زیادہ دنیا کا ترک کرتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ کل میں زندہ رہوں گا۔

ایک حکیم نے کہا ہے کہ جو کوئی چاہے کہ نصیحت حاصل کرے تو اسے چاہیئے کہ قبرستان کی طرف نظر کیا کرے۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ مومن کو اگر کوئی عذاب نہ ہو تو یہی بہت ہے کہ اُسے قبر میں رکھیں گے ایک ضغطہ ہوگا یعنی قبر کی دونوں دیواریں ایسا دبوچیں گی کہ اس کے تمام اعضاء ریزہ ریزہ ہوجائیں گے اور اس کے دونوں پہلو کو آنٹے کی طرح بلیں ڈالیں گی یہی بہت ہوگا پھر کیا حال ہوگا کہ اس کے بعد طرح طرح کے عذاب اور دوزخ سامنے ہے۔

اور حدیث میں ہے کہ مُردہ کے ساتھ تین چیز جاتی ہیں اور پھر لوٹ آتی ہیں' ایک اس کے گھر والے اور اس کے مال' صرف اس کے اعمال ساتھ رہ جاتے ہیں۔

والسلام
شرف منیری

مکتوب ۱۹۵

دوزخ کے تذکرہ میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے بھائی جانو! کہ جب دوزخ کو قیامت کے میدان میں لائیں گے اس جگہ سے کہ وہ جہاں ہے اس وقت تمام خلائق ہاتھ کے بل چلے گی اور پاؤں سے داخل ہوگی۔ حدیثوں میں ہے کہ دوزخ کو لانے کے لئے فرشتوں کو بھیجا جائے گا وہ کہیں گے اے دوزخ اپنے پروردگار کی فرماں برداری کر۔ ستر ہزار رسیاں اس پر ڈالیں گے اور قیامت کی زمین پر لاکر حاضر کریں گے جب بیس سال کی راہ طے کرے گی تو شرارے چھوڑے گی اور اس کا ہر شرارہ ایک بڑے محل کے برابر ہوگا اس وقت تمام پیغامبران علیہم السلام اپنے اپنے منبر سے اُتر آئیں گے ساری مخلوق ان کے قدموں پر گرے گی اس وقت پیغامبران کہیں گے نفسی نفسی (مجھے اپنی پڑی ہے مجھے اپنی پڑی ہے)

روایت ہے کہ کافروں کو لائیں گے ان کی پیشانی کے بالوں کو الٹی طرف سے ان کے پاؤں میں لپیٹیں گے اور ان سب کو جمع کرکے گیند کی طرح دوزخ میں ڈال دیں گے جب دوزخیوں

پر بھوک کا غلبہ ہوگا تو ہزار سال تک بھوک سے نالہ و فریاد کریں گے اس وقت تھوہڑ کے درخت سے انہیں کھانے کو دیں گے تھوہڑ کا وہ درخت آتشیں ہے دوزخ کے گڑھے سے اُوپر نکلا ہوا ہے دوزخ کا کوئی دروازہ ایسا نہیں ہوگا کہ اس درخت کی شاخیں اس کے دَر تک نہ پہنچی ہوں اس درخت کا پھل بدصورتی میں دیو کے سر کے مانند ہوگا اور اس کا زہر بڑے سانپ کے زہر کی طرح زہر کی تھیلی ایسی ہوگی جیسے ایک گھڑا زہر سے بھرا ہوا ہو جب ان دوزخیوں کے پیٹ کو اس درخت سے بھرا جائے گا تو اس وقت پیاس ان پر غالب ہوگی پھر دوبارہ ہزار سال تک پیاس سے فریاد کرتے رہیں گے تو گرم پانی جسے حمیم کہتے ہیں جب ان کے سامنے آئے گا تو ان کے گوشت اور ان کی جلدیں یہاں تک کہ ان کے چہرے بھی گھل جائیں گے وہی ان کو کھانے پینے کو دیا جائے گا جتنا بھی کھائیں گے سیری نہیں ہوگی۔

نقل ہے کہ دوزخ کی آگ ہزار سال تک دہکائی گئی ہے یہاں تک کہ سفید ہوگئی پھر ہزار سال تک دہکائی گئی تو سُرخ ہوگئی پھر ہزار سال تک دہکائی گئی تو سیاہ ہوگئی پس اس زمانہ میں دوزخ کی آگ سیاہ اور تاریک ہے۔

نقل ہے کہ دنیا کی آگ ستر بار رحمت کے پانی سے دھوئی گئی ہے جب اس لائق ہوئی ہے کہ آدمی اس کے قریب جاسکے۔ حدیث شریف میں ہے کہ دوزخ اپنے پروردگار کے آگے روئی اور کہا کہ اے میرے پروردگار میرے بعض حصّہ نے میرے بعض حصّہ کو کھالیا ہے تو اسے اجازت ملی کہ دو سانس باہر نکال ایک گرمی کے موسم میں اور دوسری سانس جاڑے کے موسم میں کہتے ہیں کہ موسم سرما اس کی ایک سانس سے ہے اور موسم گرما اس کی ایک سانس سے ہے دوزخ کے آگ کی یہی حالت ہے۔ دوزخ میں جانے کا سب کو یقین ہے اور وہاں سے باہر آنے میں شک ہے۔ اور حدیث ہے کہ دوزخ کا سب سے معمولی و کمتر عذاب یہ ہے کہ دوزخیوں کو آگ کی جوتیاں پہنادی جائیں گی کہ جس کی گرمی سے دماغ کھولنے لگے گا۔ دوزخ کا ایندھن دو چیز ہے ایک تو آدمی اور دوسرے گندھک کے پتھر گندھک میں پانچ خاصیتیں ہیں جو اور کسی پتھر میں نہیں ہے یہ بہت جلد آگ پکڑ لیتا ہے دیر میں ٹھنڈا ہوتا ہے اس کی بُو نہایت بُری ہوتی ہے اور بدن میں چپک جانے والا ہوتا ہے کوئی ایسا کافر نہ رہے گا جسے گندھک کا یہ پتھر ایک پہاڑ کی مقدار میں گھیرے ہوئے نہ ہو۔

نقل ہے دوزخ ہر روز کہتی ہے خداوندا میری گرمی سخت ہوگئی ہے اور میرے گڈھے بہت دور ہو گئے ہیں میری زنجیریں میرے پاؤں کی بندھن اور میرے اندر کے تمام سانپ اور سب بچھو بہت بڑھ گئے ہیں حکم دیجئے کہ گنہگاروں سے میں اپنا لبغض نکالوں اور انصاف لوں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دوزخ کی ایک بنام وادی ہے اگر سارے جہاں کے تمام پہاڑوں کو اس وادی میں ڈالدیں تو سارے پہاڑ اس میں سما جائیں نعوذ باللہ منہا۔

جس وقت دوزخیوں کو یہ حکم ہوگا کہ اپنے کفر کے سبب دوزخ میں داخل ہوجائیں تو وہ کہیں گے کہ ہم لوگ دنیا میں کافر نہیں تھے اور قسمیں کھائیں گے۔ خداوند تعالےٰ ان کے الزام کی دلیل کے لئے اُن کے مُنہ پہ مُہر لگا دے گا اس طور پر کہ ان کی زبانیں ان کے مُنہ میں سُوج جائیں گی ایسی کہ بات نہ بول سکیں گے خداوند تعالےٰ کے حکم سے اور ان کے ہاتھ پاؤں کو خداوند تعالےٰ گویائی عطا فرمائے گا تاکہ اس کے ہاتھ پاؤں گواہی دیں پھر اس وقت دوسری مرتبہ ان کی زبانوں کو صحیح کردیں گے جیسی پہلے تھی زبان اپنے جوارح سے کہے گی مجھ پر تم نے کیوں گواہی دی جوارح ہیں کہیں گے خداوند تعالےٰ نے مجھے گویائی دی اس وقت زبان اس کا اقرار کرے گی جو کچھ اس نے دنیا میں کیا ہے۔ دوزخ کافروں کے لئے پیدا کی گئی ہے جس طرح بہشت مومنوں کے لئے اگرچہ گنہگار ہو گنہگار مومن تھوڑی دیر دوزخ میں رہیں گے پھر ایمان کی حرمت کے طفیل دوزخ سے نکل آئیں گے مومن کو عذاب اس کی رُسوائی کے لئے نہ ہوگا بلکہ یہ عذاب اسے پاک وصاف کرنے کے لئے ہوگا لیکن کافروں کو اس کی ذلت ورُسوائی کے لئے ہوگا اور یہ عذاب دردناک ہوگا۔ اور دوزخ مخلوق یعنی فانی ہے مگر وہ فنا نہیں ہوگی اللہ کے باقی رکھنے سے ہمیشہ باقی رہے گی۔ یہاں تک دوزخ کے سانپ بچھو اور اس کے اندر کے تمام عذاب وعقوبت سب باقی رہیں گے۔ اور بہشت بھی مخلوق ہے وہ بھی قابل فنا ہے اللہ کے باقی رکھنے سے ہمیشہ باقی رہے گی اپنی تمام نعمتوں، راحتوں محلوں، منزلوں کے ساتھ اور مومنوں کے لئے جو کچھ اجر وثواب اس کے اندر رہے وہ سب باقی رہیں گے۔

والسلام

شرف منیری

مکتوب ۱۹۶

پُل صراط کے بارے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے بھائی جانو! پُل صراط کے اُوپر سے گذرنا ہے۔ قیامت کی سختیوں سے عہدہ برآ ہونے کا وعدہ فرمایا گیا ہے کہ اگر تم کسی غلام کو آزاد کردو تو پُل صراط سے سلامتی کے ساتھ گذر جاؤ گے جب یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی فَكُّ رَقَبَةٍ —— قیامت کی سختیوں کا گذرنا کسی غلام کو غلامی سے آزادی دلوانا ہے۔ صحابہ رضوان اللہ نے عرض کی ہماری صلاحیت غلام آزاد کرانے کی نہیں ہے یہ ہم کیونکر کریں تو یہ آیۃ اتری اَوْ اِطْعَامٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ یا اُن دنوں میں کھانا کھلانا کہ جس وقت تمہارے یہاں کھانے کی دشواری ہو جب تنگی کے وقت کسی بھوکے کو کھانا کھلا کر سیر کرو تو پُل صراط سے سلامتی کے ساتھ گذر جاؤ گے۔

والسّلام

شرف منیری

مکتوب ۱۹۷

بہشت کے فوت اور دوزخ میں داخل ہونے کے بارے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے بھائی جانو! پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس کسی کو اس کا خوف نہ ہو کہ دنیا سے مسلمان جائے گا یا کافر، اور منکر نکیر کے سوال کا غم ان کے دیکھنے کے بعد کہ وہ کیسے ہوں گے اس کا اندوہ نہ ہو اور جسے اس کا غم نہ ہو کہ قیامت کے دن اسے بہشت میں داخل کرینگے یا دوزخ میں تو وہ مجھ سے نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رحلت کے وقت زار زار رو رہے تھے لوگوں نے کہا آپ پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ اس قدر کیوں روتے ہیں؟ فرمایا نہیں جانتا کہاں جانا ہوگا بہشت میں یا دوزخ میں۔ امیر المومنین حسن رضی اللہ عنہ انتقال کے وقت رو رہے تھے لوگوں نے پوچھا اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے آپ کس لئے روتے ہیں؟ فرمایا ایسی راہ میں جا رہا ہوں کہ جس راہ سے میں کبھی نہیں گذرا ہوں مجھے پیغامبروں اور شہیدوں کے زمرہ میں داخل کریں گے یا کافروں اور شیطانوں کے ساتھ دوزخ میں رکھیں گے تو پھر روؤں نہیں تو کیا کروں۔

کہتے ہیں کہ خلیفہ ہارون رشید نے حضرت ابن سماک رحمۃ اللہ علیہ سے کہا مجھے کچھ وصیت کیجیے۔ انہوں نے کہا اے خلیفہ یہاں سے جانے کے بعد رہنے کی دو ہی جگہ ہے۔ ایک بہشت دوسری دوزخ۔ بہشت میں لے جائینگے یا دوزخ میں ڈالدیں گے۔ یہ سننا تھا کہ ہارون رشید بیہوش ہو گیا قریب تھا کہ مرجائے ہر شخص نے اسے گھیر لیا اور سنبھالنا شروع کیا ابن سماک نے کہا چھوڑ دو کہ مرجائے۔ جب وہ ہوش میں آیا تو پوچھا آپ نے ایسا کیوں کہا کہ مرجانے دو، فرمایا میں نے اس لئے کہا کہ یہ تمہارے لئے فخر کی بات ہو لوگ کہیں کہ خلیفہ نے خداوند تعالےٰ کے

خوف سے یا دوزخ کے کھٹکا سے جان دی۔ کہتے ہیں کہ ثابت بنانی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک عورت سے کہا میں چاہتا ہوں کہ تجھے حاصل کر دں اُس عورت نے کہا اے ثابت رح تمہیں موت کی فکر نہیں ہے کہ دنیا سے مسلمان جاؤ گے یا کافر اور تمہیں سوچ نہیں ہے کہ منکر نکیر کے سوال کا جواب دے سکو گے یا نہیں اور تمہیں پلصراط کا غم نہیں ہے کہ اس پر سے سلامتی کے ساتھ گذر سکو گے یا نہیں اور تمہیں اس کا اندیشہ نہیں ہے کہ راہ دو ہو گی بہشت کی راہ اور دوزخ کی راہ تمہیں بہشت کی راہ پر چلائیں گے یا دوزخ کی راہ میں ڈال دیں گے۔ خواجہ ثابت رُ رونے لگے اور معذرت کی۔

ایک بادشاہ نے کسی بزرگ سے کہا مجھے وصیت کیجئے۔ فرمایا بہشت نیک کام کرنے والوں کے لئے ہے جہاں تک تم سے ہو سکے بُرے کاموں سے بچو۔

حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا بہشت فرماں برداروں کے لئے ہے اگرچہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ اور دوزخ گنہگاروں کے لئے ہے اگرچہ وہ قریشی بادشاہ کیوں نہ ہو علماء کہتے ہیں بہشت کا فوت یعنی چھوٹ جانا مصیبت ہے اور دوزخ میں داخل ہونا بھی مصیبت ہے میں نہیں جانتا کہ ان دو مصیبتوں میں کون مصیبت زیادہ بڑی ہے۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ دنیا اشغال کا گھر ہے اور آخرت احوال کی سرائے ہے اور تو احوال و اشغال کے درمیان ہے تیری جگہ بہشت میں ہو گی یا دوزخ میں پتہ نہیں۔

کہتے ہیں کہ خواجہ ابراہیم ادہم رحمتہ اللہ علیہ جس دن بادشاہی ترک کر کے فقیر ہوئے اور سفر اختیار فرمایا اس وقت ایک صاحبزادہ شکم مادر میں تھے جب وہ تولد ہوئے اور بڑے ہو گئے تو ایک سال حج کے لئے مکہ آئے خواجہ ابراہیم رُ نے ان کو پہچان لیا۔ انہیں پہلو میں لیا اور رُوئے کچھ دیر کے بعد پہلو سے الگ ہوئے تو آپ نے کہا اے بیٹے لوٹ جاؤ اور اپنی والدہ سے میر اسلام کہنا۔ صاحبزادہ نے کہا اے بادا جان جب سے بالغ ہوا ہوں آپ کی تلاش میں ہوں تاکہ آپ کی خدمت کروں آج جب میں نے آپ کو پالیا ہے تو کیسے چھوڑوں خواجہ ابراہیم رُ نے فرمایا اے بیٹے تم اس حال کو برداشت نہ کر سکو گے میں ایک مسافر آدمی ہوں جاؤ تم اپنی ماں کے پاس لوٹ جاؤ۔ صاحبزادہ نے کہا کل قیامت کے دن بھیڑ بہت زیادہ ہو گی آپ کو کہاں تلاش کروں ؟ فرمایا پُل صراط کے قریب پھر کہا اگر وہاں نہ پاؤں تو کہاں ڈھونڈھوں کہا میزان کے نزدیک صاحبزادہ نے کہا اے میرے بادا جان ترازو کے ایک پلہ سے دوسرے پلہ کا فاصلہ پانچ سو سال کی راہ ہے آپ کو ترازو کے کس

پلہ کے پاس ڈھونڈھوں فرمایا گناہوں اور برائیوں کے پلہ کے پاس پھر کہا میرے والد اگر وہاں آپ نہ ملے تو فرمایا میدان حشر میں فیصلہ کی کرسی کے آگے کہا اے میرے باپ وہاں دو صف ہوگی ایک جماعت گنہگاروں کی اور دوسری نیکوکاروں کی کس صف میں دیکھوں کہا گنہگاروں کی صف میں پھر پوچھا اے پدر بزرگوار اگر آپ وہاں نہ ملے تو۔ کہا دوزخ کے در پر جاکر خازن سے پوچھنا کہ ابراہیم گنہگار کو دوزخ میں ڈالا ہے؟ کہا اگر وہاں بھی نہ پتہ چلے فرمایا اس وقت بہشت میں دیکھنا کیونکہ راہ دو ہی ہیں بہشت یا دوزخ جب دوزخ میں نہ ہوں گا تو انشاءاللہ بہشت میں رہوں گا۔

ایک بزرگ نے اپنے ایک دوست کو لکھا۔ اے بھائی! کام دشوار ہے اور راہ لمبی دیر پیش ہے غافل نہ رہیں۔ نہیں معلوم اس دنیا سے آپ کا رخصت ہونا ایمان کے ساتھ ہوگا یا کفر کے ساتھ، اخلاص کے ساتھ یا نفاق کے ساتھ، سنت کی پیروی میں یا بدعت کے ارتکاب میں، طاعت کے ساتھ یا معصیت کے ساتھ، خاتمہ صالحین و متقیوں کے مذہب پر ہوگا یا فاسقوں اور بدکاروں کے مذہب پر، اس کے بعد بھی نہیں جانتے کہ خداوند تعالیٰ کو اپنے اوپر خوشنود پاؤ گے یا غضبناک، ملک الموت جان کس طرح نکالیں گے رحمت و نرمی کے ساتھ یا غضب و سختی سے اور یہ بھی نہیں جانتے کہ قبر میں منکر نکیر کے ساتھ کیا حال ہوگا اُن کے سوال کے جواب دے سکو گے یا نہیں۔ اور یہ بھی نہیں جانتے کہ بہشت میں پیغامبروں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کے ساتھ بھیجیں گے یا کافروں، ابلیسوں، شیطانوں اور منافقوں کے ساتھ دوزخ میں۔

ایک بزرگ رات دن روتے رہے لوگوں نے پوچھا اس درجہ کیوں روتے ہیں؟ انہوں نے کہا کعب احبار سے یہ روایت مجھ تک پہنچی ہے کہ کوئی ایسا دن نہیں گذرتا جس میں پانچ بار قبر ندا کرتی ہو اور کہتی ہو کہ اے آدم کی اولاد میری پیٹھ پر تم خوش ہوتے ہو میرے پیٹ میں آکر ناخوش ہوجاؤ گے اے آدم کی اولاد میری پشت پر گناہ کرتے ہو میرے شکم میں آکر عذاب کی سختی اُٹھاؤ گے۔ اے آدم کے فرزندو! میری پشت پر کھاتے ہو میرے اندر یہاں کے کیڑے تمہیں کھائیں گے۔

والسلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۱۹۸

بہشت، اہل بہشت، بہشت کی عورتیں، وہاں کی حوریں اور وہاں کے کھانے پینے کی چیزوں کی تعریف و توصیف میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے بھائی جانو! ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہشت کی دیواریں سونے اور چاندی کی اینٹوں سے بنی ہیں، بہشت کی خاک زعفران ہے اور بہشت کی مٹی مشکبار ہے۔ سب سے پہلی جماعت جو بہشت میں داخل ہوگی اُن کے چہرے چودھویں کے چاند کی صورت میں ہوں گے۔ کھانے پینے اور مباشرت میں ہر ایک آدمی کو سو مردوں کی قوت ہوگی۔ لعاب دہن، ناک کے پانی، اور حاجت انسانی مثلاً پیشاب، پاخانہ یہ سب کچھ بھی نہ ہوگا ان کے بدن سے ایسا پسینہ آئے گا جس کی خوشبو مشک جیسی ہوگی اس خوشبو سے انہیں پاک و صاف کر دیں گے۔ جتنا چاہیں اور جو چیز چاہیں کھائیں پیئیں اور بہشت میں تمام مومنین آدم علیہ السلام کے قد و قامت کے ہوں گے تیس گز انکی لمبائی اور سات گز چوڑائی ہوگی، عمریں عیسیٰ علیہ السلام کی طرح یعنی تینتیس ۳۳ سال کے جوان ہوں گے کبھی بوڑھے نہیں ہوں گے حسن و جمال میں یوسف علیہ السلام جیسے آواز ان کی داؤد علیہ السلام کی طرح اخلاق اور صفات میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برتو ہوں گے۔

نقل ہے کہ بہشت کی عورتیں ظاہری اور باطنی گندگیوں، نجاستوں سے پاک و صاف کی ہوئی ہوں گی بلغم، تھوک، کھنکھار، بول، براز، منی کی تری، یہ سب چیزیں ان میں نہ ہونگی اور یہ لوگ بُرے عادات و خصائل سے پاک ہوں گی جیسے حسد، رشک، بخیلی اور اس جیسی دوسری تمام باتوں سے اور بیماریاں جیسے جاڑا بخار، دق، زکام، برص اور اس کے مانند دوسری علتیں

بھی ان میں نہ ہوں گی۔ اس دنیا کی عورتیں خون بستہ اور آب منی سے پیدا ہوئی ہیں بہشت کی حوروں کو خداوند عز وجل نے بہشت کے زعفران اور مشک سے پیدا کیا ہے اور آب حیات سے دھوئی گئی ہیں وہ اپنے حسن وجمال اور صفائی میں اس حد تک ہیں کہ ان کی ہڈیوں کا مغز دیکھا جا سکے ایسا کہ جیسے موتیوں سے دھاگہ نظر آتا ہے۔

بہشت کی عورتیں اپنے شوہروں کے ساتھ ایسے ہی حسن وجمال و پاکیزگی وصفائی میں ہوں گی جیسا کہ عورتوں کا جگر مردوں کے لیے اور مردوں کا جگر ان کی عورتوں کے لئے آئینہ ہوگا انتہائی صفائی اور لطافت کے سبب دنیا کی عورتیں بہشت میں حسین ترین ہوں گی کیوں کہ جنت کی حوروں پر دنیا کی عورتوں کو فضیلت ہے یہ اس لئے کہ دنیا کی عورتوں نے اس دنیا کی مصیبتیں رنج وتکلیف اٹھائی ہیں اور حوریں دنیا کی عورتوں کے پہلو میں ویسی ہوں گی جیسے آج یہاں حوروں کے مقابلہ میں دنیا کی عورتیں۔ حسن وجمال میں وہ یاقوت اور مونگا کے مانند ہوں گی ان کے چہرے بہشت کے لباس کے اندر سے نمایاں ہوں گے آئینہ سے بھی زیادہ شفاف سب سے کمتر درجہ کا موتی جو حور عین کے زیور میں ہوگا اس کی چمک دمک اور روشنی مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی ہوگی۔ ہر ایک حور کے جسم پر ستر لباس ہوں گے ان کے وہ کپڑے اپنی لطافت و پاکیزگی میں ایسے ہوں گے کہ ان کی پنڈلیوں کے مغز اس لباس کے اندر سے نظر آئیں گے اگر وہ حوریں اپنی ایک انگلی اس دنیا کی طرف کر دیں تو ساری دنیا روشن ہو جائے ان کی انگلی کی روشنی آفتاب سے بھی زیادہ ہوگی۔ اور اگر یہ حوریں تلخ و کھاری سمندر میں اپنا لعاب دہن ڈال دیں تو سارا سمندر کا پانی شیریں ہو جائے ہرگز تلخ و کھارا نہ رہے۔ اور یہ حوران بہشتی اپنے اس حسن وجمال کے باوجود مسلمان عورتوں کے پہلو میں بہشت کے اندر قیدی کی طرح معلوم ہوں گی۔ یہ اس لئے کہ حوروں کی ایک خوبی ہے جو خلقی ہے اور دوسری نہیں۔ لیکن دنیا کی عورتوں کو دو خوبیاں ہیں ایک عطائی یعنی اللہ جل شانہٗ کی عطا و بخشش سے اور دوسری خوبی جزائی یعنی ان کے نیک اعمال کے بدلہ میں کیوں کہ انہوں نے دنیا کی مصیبتیں اور بلائیں جھیلی ہیں اور دنیا کی عورتیں بہشت میں حوروں کے درمیان مانند ملکۂ جہاں کے ہوں گی اور حوریں کنیزوں کی طرح۔

بہشت کے میوہ جات دو قسم کے ہوں گے ایک قسم وہ ہوگی جو اس دنیا میں دیکھے

اور کھائے گئے ہیں۔ دوسری قسم کے میوے وہ ہوں گے جو نہ دیکھے گئے ہیں اور نہ کھائے گئے ہیں۔ بہشت کے میوے اور پھل دنیا کے میوے اور پھل کی طرح نہ ہوں گے کیوں کہ دنیا کے پھل اور میوے لطیف نہیں ہیں یہاں کے میوے دانہ دار، ریشہ دار، تیز ذائقہ والے ہوتے ہیں ان پھلوں کی بعض چیزیں پھینک دی جاتی ہیں یہ میوے ایک حال سے دوسرے حال میں تبدیل ہو کر بدمزہ ہوجاتے ہیں۔ دنیا کے میوے کی ہر چیز کھانے کے لائق نہیں ہوتی ہے لیکن بہشت کے میوے کی سب چیزیں کھائی جاتی ہیں کوئی چیز پھینکنے کے لائق نہیں ہوتی اور نہ وہ ایک حال سے دوسرے حال میں متغیر ہو کر خراب ہوتی ہیں یہ میوے مومن سے اس قدر قریب ہوتے ہیں کہ اگر کھڑے ہوا اور چاہیں تو ان تک پہنچ جائے اگر بیٹھے ہوئے چاہیں یا تکیہ لگائے لیٹے ہوئے چاہیں یا ہاتھ میں لے لینا چاہیں یا منہ میں آجانے کی خواہش ہو فوراً اس کا حکم ہوتا ہے اگر ایک پھل توڑ لیں تو دوسرا پھل اسی وقت وہیں موجود ہوجائے کیونکہ بہشت کی نعمتیں بڑھتی ہی رہتی ہیں اس میں کمی نہیں ہوتی اور اس کو زوال نہیں۔ جنت کے میوے میں ستر مزے ہوتے ہیں بہشت کی نعمتوں اور میووں کا کھانا بھوک و پیاس کی وجہ سے نہیں ہوتا کیوں کہ بھوک اور پیاس بہشت میں نہیں ہے یہ سب لذت، ذائقہ اور فرحت کے لئے کھائے جاتے ہیں۔ جس طرح اس دنیا میں شیرینیاں اور مشروبات فرحت و ذائقہ کے لئے استعمال کی جاتی ہیں۔

نقل ہے بہشت میں چار نہریں رواں ہوں گی یہ نہریں ہر مومن کے حکم کے تحت ہوں گی۔ ایک نہر شراب کی، ایک شہد کی، ایک دودھ کی چوتھی نہر پانی کی۔ بعضوں کا قول ہے نہر ایک ہی ہوگی جس میں شراب، شہد، دودھ اور پانی چاروں بہتے رہیں گے ایک دوسرے میں مخلوط نہیں ہوں گے جس طرح آج اس دنیا میں کھار دریا کا پانی اور میٹھے دریا کا پانی ساتھ ساتھ بہتا ہے ایک دوسرے میں نہیں ملتا۔

نقل ہے مومنین بہشت میں ایسی شراب پئیں گے جس کی بو کافور کی خوشبو جیسی ہوگی دنیا کی شراب کی طرح تلخ اور عقل و ہوش پراگندہ کرنے والی نہ ہوگی اس کافور ملی ہوئی شراب کا چشمہ جنت میں رواں ہے اور یہ چشمہ مومن کے حکم کے تحت رواں رہے گا جہاں چاہیں گے لے جائیں گے۔ بہشت میں گرمی، سردی اور برسات کا موسم نہیں رہے گا۔ کہتے ہیں کہ بہشت کی ہوا ایسی ہوگی جیسی دنیا میں صبح کی ہوا ہوتی ہے نہ گرم نہ سرد نہ دن نہ رات۔ خدمت گاران اور غلامان

چھوٹے چھوٹے پیدا کئے گئے ہیں مومنین کے چاروں طرف تا ٹیں پہنے گھومتے رہیں گے اور وہ خوبصورتی میں ایسے ہوں گے جن کو دیکھ کر یہ گمان ہو کہ موتی بکھرے ہوئے ہیں۔ نقری پیالے ہاتھوں میں لئے گھماتے رہیں گے مگر چاندی کے یہ پیالے شیشہ کی طرح شفاف و چمکدار ہوں گے شیشہ کتنا ہی شفاف کیوں نہ ہو وہ چاندی کا ہم پلہ نہیں ہوتا کیوں کہ نقرہ قیمتی ہوتا ہے شیشہ شفاف تو ہوتا ہے لیکن چاندی کی طرح قیمتی نہیں ہوتا۔ بہشتیوں کے یہ جام و پیالے سب کے سب چاندی کے ہوں گے صفائی و چمک دمک میں شیشہ کی طرح جھلا جھل ہوں گے یہ بہشتی غلامان آواز لگاتے رہیں گے مومنین ضرورت بھر پئیں گے نہ کم نہ زیادہ کیوں کہ اگر کم پئیں گے تو حسرت رہے گی اگر خواہش سے زیادہ پئیں گے تو بار اور تکلیف ہوگی لوگوں میں یہ مثل مشہور ہے کہ لذیذ ترین شراب وہ ہے جو ضرورت بھر پی گئی ہو بہشت کی شراب میں نشہ نہیں ہوتا اور لغویات، درد سر، خمار، اور بدبو نہیں ہوتی محض فرحت و خوشی ہی خوشی ہوتی ہے۔

نقل آئی ہے کہ مومن تخت پر بیٹھے ہوں گے ایک پرندہ طوبیٰ کی شاخ پر اس کے سامنے آکر بیٹھے گا نہایت خوش آوازی میں اپنی تعریف کرے گا۔ کہے گا میں وہ ہوں کہ بہشت میں کوئی ایسا درخت نہیں ہے جس کا پھل میں نے نہیں کھایا ہو اور کوئی ایسی شراب نہیں جسے میں نے نہ پی ہو اور بہشت میں کوئی مرغزار ایسا نہیں جس پر میں نے پرواز نہ کی ہو۔ میرا ذائقہ تمام ذائقوں سے زیادہ مزہ دار ہے مومن کے سامنے اس درجہ ستائش کرے گا کہ مومن کو اس کے کھانے کی آرزو پیدا ہوگی اسی وقت وہ مومن کے آگے پکا ہوا اس کے دستر خوان پر آجائے گا جیسا کہ مومن کو اس کے کھانے کی آرزو ہوئی تھی جتنی خواہش ہوگی اس سے کھائیں گے پھر اس کے بعد وہ پرندہ آفتابی گھنٹے نہیں بلکہ عرش کے نور کے گھنٹے سے ایک گھنٹہ میں خداوند عز و جل کی قدرت سے اڑ جائے گا اور زبان سے کہے گا "بخ بخ" میری طرح کون ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ کے دوست نے لقمہ بنایا ہے اور اپنے اس کھائے جانے سے دوسرے پرندوں پر فخر کریگا پھر اس کے بعد اپنی جگہ پر آکر بیٹھا رہے گا جیسا کہ پہلے تھا۔

تفسیر میں ہے کہ بہشت ساتویں آسمان میں ہے خداوند عز و جل کے عرش کے نیچے اور عرش بہشت کی چھت ہے ہر جگہ مسلسل سایہ ہی سایہ ہے کہیں دھوپ نہیں۔ جیسا کہ دنیا میں ہے کہیں سایہ کہیں دھوپ۔

نقل ہے کہ بہشت میں تمام عورتیں (زنان) جوان و باکرہ ہوں گی چنانچہ روایات ہے کہ ایک

بوڑھی عورت تھیں جو حضور پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرۂ مبارک میں آئیں اس وقت حضورؐ نے ان کو دیکھا اور فرمایا کہ بوڑھی عورتیں بہشت میں نہیں جائیں گی وہ ضعیفہ رونے لگیں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہانے کہا یارسول اللہ آپ نے اس کو غم زدہ کردیا ارشاد ہوا اے عائشہ رضؓ کیا تم نے نہیں سنا ہے کہ قیامت کے دن خداوند تعالےٰ سب کو جوان و باکرہ بنادے گا بوڑھی کہاں رہیں گی۔ اس وقت وہ ضعیفہ ہشاس و بشاش ہوگئیں۔ یہ وہ ایک مزاح ہے جو پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔

اور اہل بہشت کا ثواب ان کی نیکیوں کا اجر عظیم ہے اتنا عظیم کہ کوئی شخص اگر اس کی صفت کے کمال کو بیان کرنا چاہے تو بیان نہیں کرسکتا۔ ان صفتوں میں سے ایک صفت "ملک کبیر" ہے حضور پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ قیامت میں "ملک کبیر" کیا ہوگا؟ ارشاد ہوا کہ جب فرشتے اللہ جل شانہ، کی طرف سے ہدیہ اور تحفہ کے ساتھ مومن کے پاس آئیں گے روزانہ ستر بار اس طرح کہ ہر مومن کے لئے ستر جگہ دفتر ہوں گے تو وہ فرشتے ہر ایک دفتر سے اجازت پالینے کے بعد مومن کے پاس پہنچیں گے کون سا ملک اس مُلک سے عظیم تر ہوگا جہاں فرشتگان خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہدیہ و تحفہ کے ساتھ ستر جگہ سے اجازت حاصل کرلینے کے بعد بندہ کے پاس پہنچتے ہوں۔

*

والسلام
شرف منیری

مکتوب ۱۹۹

اللہ رب العزت کے دیدار کے بیان میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے بھائی جانو! قیامت کیدن تمام مومنین بہشت میں داخل ہونے کے بعد خداوند عزوجل کو بے چونی و بےگونگی (یعنی بے مانند و مثل کے) دیکھیں گے۔ جس طرح انہوں نے دنیا میں

اسے پہچانا ہے اور اس کی بیچگونگی پر ایمان لایا ہے۔ لیکن کلام اس میں ہے کہ دنیا میں چشم ظاہر سے یا دل سے دیکھنا درست ہے یا نہیں ہے اجمعوعلیٰ انہ لایریٰ فی الدنیا بالابصار اس پر اجماع ہے کہ دنیا میں چشم ظاہر سے دیکھنا درست وروا نہیں ہے وَلا بالقلوب اور نہ دل سے لیکن یقین کی رُو سے دیکھنا ہاں یہ درست ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے اس گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ خداوند تعالےٰ کا دیدار یعنی آنکھ سے اس دنیا میں دیکھنا جائز نہیں ہے نہ آنکھ سے اور نہ دل سے۔ اور یہ زور دے کر اس لئے کہا گیا ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو اس کو جائز جانتے ہیں کہ بندہ اپنے خدا کو اس جہاں میں عیاں دیکھتا ہے چشم ظاہر سے بھی اور دل سے بھی، ایسے لوگوں کے بارے میں تمام اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ اس گروہ کے تمام لوگ گمراہ، بدعتی اور کذاب ہیں۔ " مگر اس معنی سے کہ یقین دل سے رکھتے ہیں کہ وہ ہے اور جب بندہ کے لئے بندہ کا یہ یقین جائز ہوا تو یہ گویا ایسا ہی ہوا کہ دیدار ہوتا ہے۔ اور یہ عبارت شرح تعرف کی ہے۔ اور بعض جاہل یہ کہتے ہیں کہ رب العالمین کا دیدار دنیا میں ممتنعات سے ہے، قیامت میں جائزات سے اور بہشت میں واجبات سے ہے اور یہ بہت بڑی خطا ہے یہ اس لئے کہ جو چیز اللہ رب العزت کی صفت میں ممتنع ہو گی وہ ہر وقت، ہر جگہ، ہر حال میں اور تمام احوال واوقات میں ممتنع رہے گی اللہ رب العزت کے دیدار میں ممتنع، جائز، روا، ہرگز نہیں کہنا چاہیئے۔ اللہ رب العزت کے وصف میں جو چیز تم نے ثابت کی ہے وہ ازل سے ابد تک ثابت رہے گی اگر تم ایسا کہتے ہو تو یہ اللہ تعالےٰ کی صفات میں تم تغیر لاتے ہو اور تغیر مخلوقات کی صفات کی علامت ہے" اللہ کی صفات میں نہیں" اور یہ گمراہان کہتے ہیں کہ بہشتیان اللہ رب العزت کے دیدار سے اس وقت تک محجوب رہیں گے جب تک کہ ایک گنہگار بھی دوزخ میں رہے گا۔ ان کا قول ہے کہ دیدار کا وعدہ عمل سے متعلق نہیں ہے بلکہ یہ محض فضل پر موقوف ہے اور جب فضل پر ہے تو یقیناً سب یکساں اور ایک ساتھ دیکھیں گے یہ بیان کی خطا ہے ہرگز یہ جائز نہیں ہو سکتا کہ کوئی مطیع کسی گنہگار کی وجہ سے دیدار سے محجوب ومحروم رہے اگر کسی گنہگار مومن کا یہ مقام ہوتا کہ اس کے سبب سے انبیاؑ اور اولیاء دیدار سے محجوب رہیں تو اس کے لئے اس سے کہیں بہتر ہوتا کہ عذاب و سختیوں کو وہ اپنے آپ سے دور رکھتا ھذا لایجوز فی الحکمۃ۔ یہ اس کی حکمت میں جائز نہیں کہ گناہ کوئی کرے عقوبت اور حجاب کا عذاب دوسرے کو ہو۔ اور یہ جو کہتے ہیں کہ دیدار کا وعدہ عمل پر نہیں ہے یہ بھی خطا

ہی ہے کیا یہ نہیں دیکھتے کہ خداوند عزوجل فرماتا ہے الذین احسن الحسنی زیادۃ یہ زیادت احسان، ایمان، وعمل ہے اور حسنیٰ بہشت کا نام ہے، زیادت خداوند تعالےٰ کا دیدار ہے۔ اور دوسری دلیل یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحًا (جس کو اپنے رب کے دیدار کی آرزو ہو وہ نیک عمل کرے) اعمال کے زیادتی کی وجہ سے دیدار فرق کے ساتھ ہوگا۔ عام مومنین ایک ہفتہ سے دوسرے ہفتہ کی مدت میں دیکھیں گے۔

تفسیر امام ناہد سے یہ نقل ہے کہ جب مومن کے حق میں اللہ رب العزت کا دیدار اس جہاں کے لئے ثابت ہوگیا تو جاننا چاہیئے کہ اہل بہشت جیساکہ دیدار کی نعمت تک پہنچے اس کے بعد بہشت کی اور نعمتوں کے ساتھ مشغول ہوں گے۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ دیدار کی نعمت پانے کے بعد جو بہشت کی تمام نعمتوں سے افضل وعظیم ہے بہشت کی اور دوسری نعمتوں میں مشغول ہونا نیچے آنا ہے (یعنی اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف) اور یہ نقص وکمی ہوتی ہے اور یہ ثابت ہے کہ بہشت کی نعمت میں نقصان جائز نہیں ہے، وہ چیز جو بہشت کی اور نعمتوں سے بڑھ کر ہو تو یہ اور اولیٰ تر ہے کہ اس میں نقصان نہ ہو۔ یہ سوال بہت زیادہ توجہ طلب اور بہت مشکل ہے اس کے باوجود جواب ہونا چاہیئے۔ نقل ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ جل شانہ کے دیدار کے بارے میں پوچھا گیا ارشاد ہوا منھم من ینظر الی ربہ فی شھر مرۃ ومنھم من ینظر الی ربہ بکرۃ وعشیا (ان میں سے بعض وہ ہیں، جو ہر ماہ میں ایک بار اپنے رب کی طرف نظر ڈالتے ہیں اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو صبح وشام اپنے رب کا نظارہ کرتے ہیں۔)

دیدار کا یہ فرق کمالات کے تفاوت کے مطابق ہے کہ ہر شخص اپنے کمال کی مقدار کے موافق تجلی کا بار اٹھا سکتا ہے تو معلوم ہوا کہ دیکھنے والوں کے کمال کی مقدار میں تجلی ہوتی ہے اگر ان کے کمال کی زیادتی سے زیادہ تجلی ہوجائے تو وہ اس تجلی کا بوجھ نہیں اٹھا سکتے ہیں کہ فان بظھور الحق بنور الخلق سبحان اللہ (حق کے ظہور سے مخلوق منور ہوتی ہے سبحان اللہ) پہاڑ جو عالم اجسام میں سب سے زیادہ بڑا مضبوط، مستحکم ہے صرف ایک تجلی سے ریزہ ریزہ ہوگیا آدمی اپنی اس مختصر سی ہیئت کے ساتھ تجلی کا وہ بار کیسے اٹھائے تو معلوم ہوا کہ تجلی کا بار اپنے کمال کی مقدار میں اٹھا سکتے ہیں تو یہ نقصان نہیں ہوتا ہے بلکہ یہ مقتضائے حکمت ہے اور آج اس دنیا میں اہل تصوف کے درمیان حکم بھی اسی پر ہے کہ تجلیاں، مشاہدے اور انکشافات آدمی کے کمال اور

قوت کی مقدار میں اُس پر ظاہر ہوتے ہیں۔ اگر اس کے کمال وقوت سے زیادہ تجلی ہو تو وہ ہلاک ہو جائے إذ الخلق لا بقاء لهم مع وجود الحق (جب حق جلوہ افروز ہو تو مخلوق کا کہاں پتہ) اور دوسرے یہ کہ خداوند جل شانہ، کی رویت ایک فضل محض ہے عمل کا بدلہ نہیں ہے اور فضل دینے والا فضل دینے میں مخیر صاحب اختیار ہے کسی کو اس پر اعتراض نہیں جو چاہے جیسے چاہے جس کو چاہے دے اور یہ نقصان وکمی نہیں ہے۔ خواست فضل دینے والے کی ہوتی ہے۔

والسلام

فقیر شرف منیری

مکتوب ۲۰۰

روح کے بارے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے بھائی تم جانو! روح کی حقیقت کا بیان اور اس کی ماہیت وکیفیت نہیں آئی ہے تفصیل کے ساتھ اس کا بیان حرام ہے لیکن اجمالاً اہل تصوف نے گفتگو کی ہے۔

اے بھائی! روح جو خلیفۂ حق ہے جب تجلی میں آتی ہے تو اپنی خلافت سے انا الحق کا دعویٰ شروع کر دیتی ہے اور جملہ موجودات کو اپنے تخت خلافت کے آگے سجدہ ریز دیکھتی ہے، دھوکہ کھاتی ہے۔ سمجھ لیتی ہے کہ یہی حضرت حق ہے۔ اس حدیث کی رُو سے کہ اذا تجلی اللہ بشیٔ خضع لہ کل شیٔ (جب کسی چیز پر اللہ کی تجلی ہوتی ہے تو اس کیلئے ساری چیزیں نیست ہو جاتی ہیں) حیرت میں پڑ جاتی ہیں اور کہہ اٹھتی ہیں۔

شعر

ھا انا ام انت ھذا الا الٰھین   حاشاک حاشاک عن اثبات اثنین

فاین ذاتک حیث کنت اریٰ   فقد تبین ذاتی حیث الیٰ این

(یا میں ہوں یا تو ہے۔ دو خدا نہیں ہے۔ تیری قسم تیری قسم دو خدا کے اقرار سے پناہ مانگتا ہوں تیری ذات ہرگز ویسی نہیں ہے جیسی میں سمجھتا ہوں۔ مجھے اپنی ذات کے بارے میں معلوم ہوا کہ میں ہوں کہاں؟)

یہ وہ گھاٹی ہے کہ اس راہ کے بہت سارے راہی تمام گھاٹیوں کے طے کرنے کے بعد اس گھاٹی میں مارے گئے ہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔ رُباعی ؎

انگشت دہ دلم رخت بمنزل گاہے   کانجا نبرد لبصد دلیل آں راہے
چوں من دو ہزار عاشق اندر ماہے   می کشتہ شود کہ بر نیاید آہے

اور یہ قول اسی معنی میں ہے کہ اس راہ خدا میں آخری فتنہ اسی تجلی میں ہوتا ہے، اگر یہ تجلی اس راہ کے چلنے والے کو اپنا دیوانہ بنالیتی ہے تو وہ خداوند جل علا سے رک جاتا ہے اور اس کی راہ ماری جاتی ہے۔ اگر ما زاغ البصر (نہ نگاہ بہکی) کی صفت سے متصف ہو جائے تو مردانہ وار اس فتنہ سے گذر جائے اور کسی کامل کے سایۂ دولت میں آجائے تو کام کی حقیقت تک پہنچ جائے۔ اور یہیں اہل بصیرت پر روشن ہو جاتا ہے کہ عاشقِ کرامت کون ہے اور عاشقِ مکرم کون ہے۔ اور نعمت کا طالب کون ہے اور نعمت دینے والا کا طالب کون ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

ما دیبا دانیم و برد رازی دانیم   ما عشق حقیقی ز مجازی دانیم

(ہم ریشمی کپڑوں کو جانتے ہیں اور رازی کی چادر کو بھی، ہمیں معلوم ہے کہ مجازی سے عشق حقیقی کس طرح حاصل ہوتا ہے)

اے بھائی! روح کا معاملہ اگرچہ مخلوق ہے لیکن اور دوسری مخلوق کے معاملہ کی طرح نہیں ہے کسی بزرگ کے نزدیک روح کا ذکر کسی نے کیا انہوں نے کہا جل اللہ اللہ بڑا ہے۔ رُباعی ؎

نیست بالائے تو مخلوقے دگر   نیست بیرون تو معشوقے دگر
چوں بردنی نور عقل و معرفت   نہ تو در شرح آئی و نہ در صفت
ہر چہ در توحید مطلق آمدہ است   ایں ہمہ نور محقق آمدہ است

(تجھ سے پرے کوئی مخلوق نہیں۔ تجھ سے باہر کوئی معشوق نہیں۔ چوں کہ تو عقل و معرفت سے باہر ہے۔ اس لئے تو نہ شرح و بیان میں آسکتا ہے اور نہ تیری توصیف ہی ہوسکتی ہے۔ توحید مطلق میں جو کچھ ہے وہ سب تیرے اندر ہی محقق ہے۔)

استاد ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ رُباعی ؎

شہر وطن ما ز نشاں بیرونست   یعنی بر ہر بہ مثل زنی ازاں بیرونست

؎ یہ اشعار حضرت منصور حلاج کے ہیں مخ المعانی صفحہ ۱۰۱ میں اس کا پہلا مصرعہ آیا ہے۔

ایں راز نہفتہ از نہاں بیرونست یعنی کہ خدا از دو جہاں بیرونست

(ہمارے وطن کی آبادی کا کوئی نشان نہیں، جس چیز کی بھی مثال دو وہ اس جیسا نہیں، یہ چھپا ہوا راز پنہاں نہیں ہے یعنی کہ خدا اس دونوں جہان سے باہر نہیں ہے۔)

اور ایک صاحب عزت نے کہا ہے اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ الْاَرْوَاحَ مِنْ نُوْرِہٖ اِلَیْہَا وَلَوْلَا اِنْ سَتَرَہٗ بِنُوْرِ وَجْہِہٖ یَسْجُدُ لَہَا کُلُّ مَلَکٍ یَرَاہَا کہ انا من اللّٰہ والمؤمنون منی (روحوں کو اللہ نے اپنے نور سے بنایا اور اگر اللہ اس پر اپنے نور خاص کا پردہ ڈالا نہ ـــــــ ہوتا تو جہاں کہیں بھی فرشتے روحوں کو دیکھتے سجدہ میں گر پڑتے کہ میں اللہ سے ہوں (اللہ کا ہوں) مومنین مجھ سے ہیں (میرے ہیں) اور ان اللہ خلق ادم علی صورتہ (بیشک اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا) کا اشارہ اسی طرف ہے۔ اس قائل کے قول پر اور وہ جو کہا حکایۃً عن اللّٰہ انت لا انا ولا غیری (اللہ تعالیٰ سے حکایۃً بیان کرتے ہوئے، تو نہ میرا عین ہے اور نہ میرا غیر) اس کو سمجھنے کے لئے بہت بڑے فہم کی ضرورت ہے اور یہ اسی مقام کی بات ہے جو کسی بزرگ سے منقول ہے کہ ایک دن میں اس کو ڈھونڈھتا تھا خود کو پاتا تھا اور اب خود کو ڈھونڈھتا ہوں اس کو پاتا ہوں۔" بیت ؎

گذشت آنکہ ز بوئے تو مستم اے صبا اکنوں خرابم ہم ببوئے خود کہ از من می زند بوئش

(اے صبا میں تری اس خوشبو سے مست ہوں جو ابھی ادھر سے گذری ہے۔ اور اپنی مہک سے بھی میں خراب ہوں کیوں کہ میرے اندر سے بھی اسی کی بو آتی ہے۔)

ایک صاحب عزت نے کہا کہ میں آئینہ ہوں تو آئینہ میں معائنہ ہے تو پھر یقیناً آئینہ کون ہوتا ہے اس میں تو تیری پیدائی ہے تو تو مجھ سے جدا نہیں ہے میرے ساتھ ہے خواجہ ابو سعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ اسی معنی میں کہتے ہیں۔ رباعی ؎

اے دریغا جانِ قدسی کز ہمہ پوشیدہ است بس کہ دیدا ست روئے او چو نام او شنیدہ است

ہر کہ بیند حسن او اندر زماں کافر شود اے دریغا کیں شریعت گفت ما بریدہ است

(وائے حسرت، وہ جان پاک جو سب سے پوشیدہ ہے کس نے اس کا پاک چہرہ دیکھا ہے جب کہ نام بھی نہیں سنا ہے، اس کا حسن جو دیکھ لے اسی وقت وہ کافر ہو جائے، افسوس یہ شریعت جو ہمارا قال تھی وہ بھی ختم ہو چکی ہے۔)

عین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں قل الروح من امر ربی (کہہ دیجئے روح اللہ کا ایک حکم ہے)

لیکن یہ پوری شرح ہے اہلِ معرفت کے لئے، ہم مخنثوں کے لئے یہاں راہ نہیں۔

اے عزیز! جب "آمر" فرمایندہ (حاکم) ہوتا ہے اور ظاہر و پیدا کرنے والا اشیاء مخلوقات کا ہوتا ہے اور روح پورے طور پر آمر، حاکم، ہوا تو آمر ہوگا نہ مامور (محکوم) اور فاعل ہوگا نہ مفعول۔ قاہر (زبردست) ہوگا نہ مقہور (زیردست) اور کہتے ہیں شریعت کی بیڑی دیوانگی میں لگی ہوئی ہے (اگر یہ بیڑی نہ ہوتی) تو لکھتا اور کہتا کہ روح ہے کیا؟ لیکن اللہ رب العزت نے آزادی نہیں بخشی ہے کہ روح کے بارے میں کچھ کہا جائے ان اللہ غیور (بیشک اللہ غیور ہے) روح کی تشریح کرنا غیرت کی بنا پر حرام کر دیا ہے۔ رُباعی ؎

اے دریغا جان قدسی در درون دو جہاں — کس ندید انش عیاں وکس ندانستش نشاں

گر کسے گوید کہ دیدم در مکاں لا مکاں — بر درختِ غیرت آوآو یختہ شد پیش ازاں

(افسوس اس جان پاک کو دونوں جہاں میں نہ تو کسی نے کھلم کھلا دیکھا اور نہ اس کا نشان و پتہ پاسکا، اگر کوئی کہنا چاہے کہ اُس لامکاں کو مکان میں دیکھتا ہوں تو قبل اس کہنے کے اسے غیرت کے درخت پر سولی دے دی جائے گی۔)

اے بھائی! کُنتُ کنزاً مخفیاً (میں تھا ایک چھپا ہوا خزانہ) کی معرفت میں من عرف نفسہ فقد عرف ربہ (جس نے اپنے آپ کو پہچانا اُس نے اپنے رب کو پہچانا) پر حاصل ہو جاتی ہے۔ اربابِ بصیرت سے یہ معاملہ پوشیدہ نہیں ہے۔ جیسا کہ کسی عزیز نے کہا ہے۔ بیت ؎

چوں تواں از خلق مستوری شدن بس برملا — مشعلہ در دست و مشک اندر گریباں داشتن

(خلق سے تیرا یہ چھپنا کس طرح کا ہے۔ جب کہ تو ظاہراً ہاتھ میں مشعل اور گریباں میں مشک رکھتا ہے۔)

اگر اس سے زیادہ لکھا جائے تو حوصلہ عقول بشری اس کا متحمل نہیں ہو سکتا اس مقدار میں اختصار واجب ہوتا ہے بلکہ ترک واجب ہے۔ جیسا کہ ایک عزیز نے کہا ہے۔ مصرعہ ؎

کسے سرش نمیداند زباں درکش زباں درکش

(اس کا بھید کوئی نہیں جانتا زبان بند کرو زبان بند کرو)

اے عزیز! وصلک اللہ بحقائق ھذا الکتاب (اللہ تجھے اس کتاب کے حقائق تک پہنچائے) یہاں ہوشیار و خبردار رہنے کی ضرورت ہے اس صحرا میں علم کے قدموں سے سفر نہیں کر سکتے بلکہ علم و عقل اس معززات تک پہنچ بھی نہیں سکتے کیوں کہ علم و عقل جس طرح رہنمائی کرتے

ہیں اسی طرح اسی علم و عقل سے راہ بھی ماری جاتی ہے جیسا کہ فلسفیوں میں دیکھنے میں آتا ہے اور بہتّر فرقے یا مذہب بھی اسی علم و عقل سے پیدا ہوئے ہیں۔ اسی کو ایک رازداں نے کہا ہے۔ رباعی

در علم بسے شوری و شیون باشد در عقل بسے رہبر و رہزن باشد

در بتکدہ آئی و خاموش بباش کانجا بُت خاموش و برہمن باشد

(علم میں بہت زیادہ بحث و مباحثہ شور و غوغا ہوا کرتا ہے۔ بہت عقل میں اگر راہ دکھلانے والے ہوتے ہیں تو اسی عقل سے بہت سارے راہ مارنے والے بھی ہوتے ہیں۔ اگر تم بتکدہ میں آئے ہو تو ساکت و خاموش ہو جاؤ کیوں کہ یہاں کے بُت و برہمن خاموش رہتے ہیں۔)

اسے کچھ سمجھے یہ کیا ہے؟ علم اس بارگاہ کا نقیب ہے یہ خیل و خدم و حشم کی ترتیب کا خیال رکھتا ہے لیکن بادشاہی رموز و اسرار کے ادراک سے اسے سروکار نہیں۔ اور عقل اگرچہ تولنے کی اچھی ترازو ہے لیکن وہ پریانی جس سے سونا اور چاندی تولا جاتا ہے اس سے پہاڑ نہیں وزن کیا جاسکتا۔ آخرت کے احوال اور دین کے حقائق جس کا تعلق وصل الٰہی سے ہے، جیسے ذات و صفات کی معرفت اور افعال جس کسی کو دکھائے جائیں یہ ایک عظیم دولت ہوتی ہے۔ لیکن اگر کوئی بے وقت اس میں غور و خوض کرے تو یہ حرام ہے کسی ایک نے حضور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا علمنی من غرائب العلوم (اے اللہ کے رسول مجھے نوادراتِ علم کی تعلیم دیجیے) ارشاد ہوا۔ ماذا اعددت للموتِ (موت کی تم نے کیا تیاری کی ہے؟)

جاؤ! قیامت کے اسرار، ارواح کا علم، اور قدر کے راز کلجھانا تمہارا کام نہیں ہے۔ اور جو چیز دین سے تعلق رکھتی ہے معاملات سے نہیں اسے تفصیل کے طور پر بیان کرنا اور اس کی تشریح حرام ہے ہاں اجمال کے طریقہ پر کہنا حرام نہیں ہے اور اسی بنا پر بزرگوں نے روح کے مسئلہ میں رمز و اشارہ کے طور پر رغبت و شوق دلانے اور آگاہی کے لئے کچھ گفتگو کی ہے۔ یہ ایک بڑی اصل ہے اس جماعت کی گفت و شنید اسی سے تعلق رکھتی ہے ہاں غور و فکر سے کچھ پاسکتے ہیں، استغفر اللہ استغفر اللہ عن الذلل والخلل وعن کل مالا یرضی عن قولی وفعلی واقول لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (اے اللہ میں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں گمراہی سے اور تمام ایسی باتوں سے اور ایسے کاموں سے جسے تو ناپسند کرتا ہے اور میں اقرار کرتا ہوں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا۔

والسلام

مکتوب ۲۰۱

کفر و شرک ظاہر و پوشیدہ اور بت و زنار کے بیان میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے بھائی جانو! اہل بصیرت اور ارباب معرفت جو اپنے اندر کفر و شرک، نفاق اور بت و زنار دیکھتے ہیں وہ اعتباری ہے اعتقاد کی بنا پر نہیں. اس کے بارے میں یہ کہتے ہیں لوگوں کی نظروں کے سامنے تم گناہ اور فساد نہیں کر سکتے اور خلق سے پوشیدہ ہو کر تنہائی میں خدا کی نظر کے سامنے کرتے ہو تو معلوم ہوا کہ مخلوق سے ڈرتے ہو اور خدا سے نہیں ڈرتے اور جو شخص خلق سے ڈرتا ہے خدا سے نہیں ڈرتا وہ کافر ہوتا ہے۔ اور یہ کہتے ہیں کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغامبران علیہم الصلوٰۃ والسلام دنیا میں تشریف لائے اور سب نے یہی کہا کہ حُبُّ الدُّنیا رأس کل خطیئۃ (دنیا کی محبت تمام برائیوں اور خطاؤں کا سرچشمہ ہے) ان کی اس ہدایت کے باوجود تم دنیا نہیں چھوڑتے اور دنیا کو محبوب رکھتے ہو۔ اگر ایک کافر طبیب تم سے کہتا ہے روٹی اور گوشت نہ کھاؤ کہ یہ تمہارے لئے نقصان دہ ہے تم اسی وقت اُسے ترک کر دیتے ہو اور نہیں کھاتے تو تمہیں کہو کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغامبران علیہم السلام ' طبیب رُوحانی ' کے قول پر تم نے یقین نہیں کیا اور عمل پیرا نہیں ہوئے۔ ایک طبیب کافر کے کہنے پر یقین کر لیا اور اس پر یقین رکھا اور قائم رہے تو یہ کفر ہوا ـ اور ہاں شرک کے بارے میں کہتے ہیں کہ شرک دو ہے ایک شرک جلی دوسرا شرک خفی۔ شرک جلی دو معبود کا اثبات ہے اور شرک خفی ان لوگوں کے نزدیک دو موجود کا اثبات ہے۔ اگر دو موجود کا اثبات کیا تو شرک کیا اور شریک لایا اور بعضوں کا قول ہے کہ نفع و نقصان کو غیر اللہ کی جانب سے جاننا شرک ہے۔ بت و زنار کے بارے میں کہتے ہیں کہ جو چیز بھی تجھے خداوند تعالےٰ کی جانب سے مشغولی چھڑا کر اپنی جانب مشغول کرے وہ تیری راہ کی رکاوٹ اور تیرا بت و زنار ہے معنوی حیثیت سے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ عارفوں کا بت ان کی کرامتیں ہیں جب انہوں نے اپنے

اندر کوئی کرامت پائی حق سبحانہٗ تعالےٰ سے ہٹ کر کرامت میں مشغول ہوئے ہو راس کے ساتھ آرام و سکون اختیار کیا تواس کرامت میں کرامت دینے والے کی جانب سے توجہ ہٹ گئی تو وہ کرامت، ان کا بُت وزنار بنا۔ بُت وزنار میں حتیٰ یعنی اس کی معنوی حیثیت یہی ہے اور وہ ساری ہلاکت آفریں صفتیں اور برائیاں جو تیرے دل میں ہیں جیسے کبر، حسد، حقد، اور بھی اس جیسے خصائل یہ اور وہ سب کو بت وزنار کہا گیا ہے۔ عوام کے بُت یہ ہیں ایک شکم کے شہوت کی محبت، دوسرے فرج کے شہوت کی محبت تیسرے، بیوی بال بچوں کی محبت اور بھی جو مشاغل ہیں وہ تین بُت ہیں ایک اپنے ظاہر و باطن کو سنوارنے کی چاہ دوسرے مال کی محبت و چاہ تیسرے جاہ و مرتبہ کی محبت و لگن۔ چوتھے سب سے بڑا بُت نفس ہے کہ جو سب کی برا اور سب کا سرچشمہ ہے۔ جاہ و مرتبہ کو لوہے کا زنار کہتے ہیں کہ بہت کم لوگ ایسے ہیں جو اس آہنی زنار کو توڑ سکتے ہیں۔ آخری چیز۔ جو صدیقوں کے باطن میں پہنچنے والی ہوتی ہے وہ جاہ ہے۔ چوں کہ سالکین کا دیدۂ بصیرت یعنی ان کی آنکھیں کھلی ہوئی ہوتی ہیں یہ لوگ وہ سب چیزیں جو بیان کی گئیں ان سب کا ایک ایک کرکے اپنے اندر معائنہ کرتے ہیں تو خود کو اصلی کفار کے ساتھ شمار کرتے ہیں اپنے حال کے حکم کی بنا پر اعتقاد کے حکم کے مطابق نہیں اور یہ توحیدی ایمان کسے حاصل ہے اس پر نگاہ رکھتے ہیں۔ اور یہ اشعار پڑھتے ہیں ؎

صوفی و سبز پوش شدی شیخ حلہ دار — ایں جملہ شدی ولے مسلماں نشدی
در کوے بتاں رفت ہمہ عمر دریغا — چوں برہمن پیر بہ بُت خانہ نماندم
پوشیدہ بسے خدمت بت کردم و لیکن — زنار ہوس میکندم از توچہ پوسم
بُت پرستم بُت پرستم — راست گویم ہر چہ ہستم

(صوفی ہوئے، سبز پوش ہوئے، شیخ حلہ دار بنے، سب کچھ ہوئے مگر مسلمان نہ ہوسکے۔ افسوس بتوں کے کوچہ میں ساری عمر گذار دی۔ لیکن اس بوڑھے برہمن کی طرح میں بت خانہ کے لائق نہ ہوسکا۔ بتوں کی پوجا چھپ چھپ کر بہت زیادہ کی لیکن تم سے کیا چھپاؤں ہوس ہی کا زنار باندھے رہا۔ ہاں ہاں میں بت پرست ہوں میں بتوں کی پرستش کرتا ہوں، میں جو کچھ ہوں وہ سچ کہہ رہا ہوں)

اس طرح کے بہت سارے اشعار ہیں اسی نظر سے سب کو دیکھنا چاہیئے ؎

ہنوز از کاف کفرت ہم خبر نیست — حقائقہائے ایماں را چہ دانی

(ابھی تک اپنے کفر کے کاف کی بھی خبر نہیں ہے۔ اپنے ایمان کی حقیقت کو تم کیا جانو۔)

اور یہاں کفر پوشیدہ" چھپے ہوئے کفر کی صورت یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کی نگاہوں کے سامنے گناہ اور فساد نہیں کرسکتا ہوں اور تنہائی میں وہی گناہ و فساد حق تعالیٰ کی نظر کے سامنے کرسکتا ہوں. تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی نظر کے سامنے گناہ و فساد کرتا ہوں اور خدائے عزوجل اس فساد و گناہ کو دیکھتا ہے تو خلق سے ڈرتا ہوں حق تعالیٰ سے نہیں ڈرتا ہوں اور جو خلق سے ڈرتا ہے حق تعالیٰ سے نہیں ڈرتا ہے وہ کافر ہوتا ہے. کفر پوشیدہ یہ ہے. یہ کفر اعتبار کی جہت سے ہے اعتقاد کی رو سے نہیں. اور معنوی صورتیں بہت زیادہ ہوا کرتی ہیں.

اور یہاں نفاق یہ دو طرح کا ہے ایک عقیدتی اور دوسرا معاملتی. نفاق عقیدتی تو معلوم ہے مگر نفاق معاملتی یہ ہے فعل برخلاف قول اور باطن کے خلاف ظاہر. راہ سلوک میں یہ سخت ترین گھاٹی ہے اور بڑا مشکل معاملہ ہے. کچھ سالکین راہ ایسے ہیں جو اس نفاق سے مطلع ہوئے ہیں اور اس کے ازالہ سے عاجز آگئے ہیں آخر مغلوب ہوکر انہوں نے زنار گلے میں ڈال لی ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر مخلص مسلمان نہیں ہوسکا تو منافق بھی نہیں ہوں کیوں کہ منافق کافر سے بھی بدتر ہوتا ہے۔ ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار (بیشک منافقین دوزخ کے سب سے نچلے گڈھے میں رہیں گے) انہیں وجوہ سے خلق ان لوگوں کو دیوانہ کہتی ہے اور ان کی زنار بندی کو دیوانگی پر محمول کرتی ہے یا معاف کردیتی ہے. مصرع: درکوئے تو مردہ بہ نہ از روئے تو دور (تجھ سے دور رہنے سے بہتر ہے کہ تیری گلی میں جان دیدی جائے) کچھ لوگوں پر علم کی کیفیت غالب ہوتی ہے وہ کہہ اٹھے کہ قالب کی عصمت شرط ہے اگر مجھ کو رکھا ہے تو اپنی مراد تک پہنچ جاؤں گا۔

واللہ اعلم بالصواب۔ والسلام

حقیر شرف منیری

مکتوب ۲۰۲

وحدت اور اہل وحدت کے بیان میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے بھائی تم جانو! اہل وحدت وہ لوگ ہیں جو حجابات سے گذر کر اللہ جل شانہ کے مشاہدہ تک پہنچے ہوئے ہیں علم الیقین اور عین الیقین کو وہ جانے ہوئے اور دیکھے ہوئے ہیں کہ وجود اپنی ذات سے ایک سے زیادہ نہیں ہے اور وہ وجود خدائے تعالےٰ کا وجود ہے خداوند عزوجل کے وجود کے بغیر کسی دوسرے کا اپنی ذات سے وجود ہی نہیں ہے اور نہ ایسا ہونے کا امکان ہی ہے لیکن وجود حقیقی کہ جو خداوند تعالےٰ کا وجود ہے اس کے اثر سے موجودات نظر آتے ہیں اور ان کی اسی ہمت کی بنا پر اس گروہ کے لوگوں کو اہل وحدت کہتے ہیں کیوں کہ خداوند تعالےٰ کے وجود کے سوا کسی غیر کا وجود ہی ان کی نظر میں نہیں آتا ہے بس اسی ایک خدا کو دیکھتے ہیں اسی ایک خدا کو جانتے ہیں جس طرح شرع میں دو معبود کا اثبات شرک ہے لیکن فرق یہ ہے کہ شرعی شرک اصل توحید کا منافی ہے اور یہ شرک خفی کمال توحید کا منافی ہے۔

وحدت کا معنی یگانگی یعنی یکتائی ہے، وحدت میں کثرت نہیں ہے، دوئی نہیں ہے اور یہی وہ وحدت ہے کہ جو طالبوں کا مطلوب، سالکوں کا مقصود ہے۔ جب سالک اس وحدت تک جو سب کا مقصود ہے پہنچ جاتا ہے تو وہ شرک سے چھٹکارا پا لیتا ہے، کثرت اٹھ جاتی ہے دوئی باقی نہیں رہتی، حلول و اتحاد باطل ہو جاتے ہیں، تفرقہ اور سرگردانی سے گذر جاتا ہے اور توحید اعظم تک پہنچ جاتا ہے اور جب اس توحید تک پہنچ گیا کہ جسے وحدت کہتے ہیں تو اُس نے دیکھ لیا اور جان لیا کہ ہستی صرف اُسی خدائے ذوالجلال کی ہے اور بس۔ اس مقام میں خود سالک بھی نہیں رہتا یہ اس سبب سے کہ اگر سالک رہے گا یعنی اس کی خودی رہے گی، تو کثرت باقی رہے گی کہتے ہیں کہ وحدت میں کثرت نہیں ہے تو سالک اٹھ گیا، کثرت اٹھ گئی، شرک اٹھ گیا، حلول و اتحاد

بھی اُٹھ گیا، نزدیکی و دوری ختم ہوئی، فراق و وصال ختم صرف خدائے عز و جل رہتا ہے اور بس۔ اور خدا ہمیشہ تھا ہمیشہ رہے گا۔ لیکن سالک اس خیال و گمان میں تھا اور یہ قیاس کرتا تھا کہ جس طرح خدا کی ہستی ہے اسی طرح غیر خدا کی بھی ہستی ہے۔ اب وہ اپنے اس خیال و گمان سے نکل آیا اور جان لیا دیکھ لیا کہ وجود ایک سے زیادہ نہیں ہے اور وہ وجود خدائے تعالےٰ ہے کہ جو وجودِ حقیقی ہے۔ یہ وحدت کا بیان تھا اور اسے وحدت کہتے ہیں۔ ایک بزرگ کی یہ رُباعی ہے ؎

معشوقہ عیاں بود نمی دانستم — با من بمیاں بود نمی دانستم
گفتم ابطلب مگر بجائے برسم — خود تفرقہ آن بود نمی دانستم

(میرا محبوب تو میرے سامنے ہی تھا مجھے کچھ خبر نہ ہوئی، وہ تو میرے ساتھ ہی تھا مجھے کچھ پتہ نہیں چلا، میں نے کہا اس کی تلاش میں کہیں چلوں۔ یہ خود تفرقہ ہی تھا جسے میں سمجھ نہ سکا۔)

؎ تو در و گم کرد توحید ایں بود — گم شدن گم کن کہ تفرید ایں بود
یک را دو مزن بریں ظریفی — یک بیک برخواں اگر حریفی

(تم اپنے وجود کو گم کر دو کہ توحید یہی ہے بلکہ گم ہونے کو بھی گم کر دو کہ تفرید یہی ہے۔ اپنی خوش طبعی سے ایک کو دو نہ کہو، ایک کو ایک ہی کہو اگر تم اس مشرب کے ہو۔)

اہل وحدت، کہتے ہیں وجود کی دو قسم ہے۔ "وجود حقیقی"، اور "وجود خیالی" وجود حقیقی خداوند جل وعلا کا وجود ہے اور وجود خیالی عالم کا وجود ہے کیوں کہ عالم خیال و نمائش ہے حقیقت میں وہ اپنا وجود نہیں رکھتا مگر ہاں وجود حقیقی جو وجود خدا ہے اسی کے اثر سے یہ سب اس طرح موجود دکھائی دیتا ہے۔ وہ موجودات جو خواب میں یا پانی و سراب میں دکھائی دیتے ہیں وہ سوائے عکسی ظلی، [illegible] لی وجود کے وہ خود اپنا وجود نہیں رکھتے۔ لیکن یہ خیال و نمائش۔ وجود حقیقی جو وجود خدا ہے اس کی دلیل ہے تو اس خیال و نمائش کو عبور کر جانا چاہیئے تاکہ اس حقیقت سے باخبر و آگاہ ہو جائے اور معبّر، تعبیر کہنے والے ارباب دانش اس وجہ سے ہیں کہ وہ آدمیوں کو اس خیال و نمائش سے گذار کر حقیقت سے کہ جو وجود خدا ہے آگاہی دیتے ہیں۔ تعبیر دینے والے کو معبّر اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ آدمی کو اس خیال سے جو خواب میں اُس نے دیکھا ہے اس سے آگے بڑھا کر اس خواب کی حقیقت تک پہنچا دیتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی یہ سوال کرے کہ ہم کیسے خیال و نمائش ہیں یا ہو سکتے ہیں۔ کیوں کہ ہم میں سے کچھ لوگ خوشی میں اور کچھ ناخوشی میں

ہیں۔ بعض حاکم ہیں بعض محکوم ہیں اور کوئی گویا کوئی خاموش ہے۔ اس خوشی و ناخوشی۔ حاکمی و محکومی۔ خاموشی و گویائی کے باوصف کس طرح سے خیال و نمائش ہو سکتے ہیں۔ اس کا جواب دیتے ہیں کہ کیا تم نے کبھی خواب نہیں دیکھا ہے اور خواب میں اس طرح کی چیزیں نہیں دیکھی ہیں۔ کوئی خواب میں دیکھتا ہے کہ اُسے کوئی شخص ستا رہا ہے رنج و آلام دے رہا ہے تو وہ رنج و زحمت میں ہوتا ہے۔ اور کسی ایک کو کوئی نواز رہا ہے تو وہ شخص آرام و آسائش میں ہوتا ہے۔ اور کسی دوسرے کو کوئی مار ڈالتا ہے اور کسی کو تخت شاہی پر بٹھا دیا جاتا ہے اسی طرح اور دوسری چیزیں۔ تو اس میں کوئی شک نہیں کہ خواب میں یہ سب خیال و نمائش ہے۔

اے بھائی! العالم کلہ خیالٌ ومنامٌ (عالم اور اس کی ساری چیزیں خواب و خیال ہیں۔)

❋

والسّلام

خاکسار شرف منیری

مکتوب ۲۰۳

ارادت کے بیان میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے بھائی تم جانو! عین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوب میں لکھا ہے کہ مردانِ خدا کے ایک جوانمرد نے ایک ایسی جماعت کو دیکھا کہ اس جماعت کے لوگ ان کے معتقد ہوکر ان سے مرید ہونے کے لئے آئے تھے۔ انہوں نے ان لوگوں سے کہا کبھی حکم نہ ترک کیا کر دیکھیوں کہ معشوق کا فرمان اور ہے معشوق کا ارادہ اور ہے۔ کبھی کبھی معشوق کا فرمان کسوٹی بن جاتا ہے کہ جس پر عاشق کے نہاد و سرشت کو جانچا جاتا ہے اگر حکم کی تعمیل کر لیتا ہے تو خام ہے اور اگر فرمان کی تعمیل نہیں کرتا تو پختہ و کامل ہے۔ جوانمردوں کو تقلید سے آزاد کر دیا گیا ہے۔ مگر جس چیز کی کوئی روایت یا نقل نہ آئی ہو وہ تم نہیں سمجھ سکتے تو لو روایت سن لو معشوق عاشق کو فرمان کی کسوٹی پر یوں جانچتے

ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ایک یہودی سے خریدا تھا اور اس کی غلامی سے آزاد کرایا تھا ایک دن حضور پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا ابابکر اشرکنی فی بلال اے ابوبکر! مجھے بلال میں اپنا شریک بنا لو یعنی ان کی قیمت جو تم نے ادا کی ہے اس میں کچھ ہم سے بھی لے لو تاکہ بلال ہمارے اور تمہارے دونوں کی شرکت میں رہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا یا رسول اللہ لیس للہ شریک یہاں پر فرماں برداری نہیں کی بلکہ ترک فرمان ہوا کم عقل و نادان لوگ یہ خیال کریں گے کہ جناب ابوبکرؓ نے حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف کیا ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چاہا کہ ابوبکر کو فرمان کی کسوٹی پر جانچا جائے کہ ان کے نہاد و سرشت میں کچھ باقی ہے یا نہیں؟ حضرت ابوبکرؓ کے نہاد میں ذرہ برابر شرکت نہ تھی تو کہا لیس للہ شریک یعنی بلال خدا کے بندہ ہیں اور اس کی خدائی میں کسی کی شرکت نہیں ہے۔ پیغامبر صلے اللہ علیہ وسلم کی مراد یہی تھی کہ ابوبکر یہی جواب دیں۔ ہاں یہاں پر اگر تعمیل حکم کر لیتے تو ناقص رہتے کامل نہیں۔ ابلیس کو خدا کے ارادہ کی اطلاع تھی کہ اللہ تعالےٰ کی مرضی نہیں ہے کہ سجدہ کرے۔ جب حکم ہوا اسجدوا سجدہ کرو یہ فرمان اس کے لئے ایک کسوٹی تھا۔ وہ ہوتا ہی کون ہے۔ کہ اپنے ارادہ سے سجدہ کرے۔ غیر کو سب نے سجدہ کیا مگر معلم الملکوت جو تمام فرشتوں کا استاد تھا یقیناً اُسے ایسا ہی ہونا تھا کیوں کہ استاد شاگرد سے پختہ تر ہوتا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے ولو تقطعتنی فی الحب لماحن الفواد الی سواک (اگر تو محبت میں مجھ سے قطع تعلق کر لے پھر بھی دل تیرے سوا کسی کا مشتاق نہیں ہوگا) ؎

گر بر سرِ من خار خسک بارانی   باراں ترا دوختہ ام بارانی

(اگر تم میرے سر پر کانٹوں کی بارش کر دو۔ تو تمہارے لگائے ہوئے ان زخموں کو انہیں کانٹوں سے میں ٹانکے دے چکا ہوں۔)

غیر کو سجدہ کرنے سے معشوق سے کٹ جانے اور اس کی جدائی کو اس نے قبول کیا۔ کیا ہی یہ عشق کا کمال ہے تم کیا جانو کہ ابلیس کیا ہے۔ اس جگہ ابلیس 'اپنی ابلیسیت میں' جوانمرد ہے تمہیں یہاں راہ نہیں اس کی یہ دولت تم کہاں سے لا سکتے ہو اگر کسی وقت اس کے خیمہ تک رسائی ہو جائے تو یہ دیکھ لوگے۔ رُباعی ؎

ہم جور کشم مہادہم لب تیزم   یا مہر تو مہر دیگرے نا میزم

جانی دارم کہ بار عشق تو کشد تادر سر کارت نشود نگریزم

(اے میرے چاند سے چہرہ والے محبوب میں ستم بھی سہتا ہوں اور جدال بھی کرتا ہوں۔ میں تری عنایتوں کے ساتھ کسی اور کی عنایت کو نہیں ملاتا ہوں۔ میں وہ جان رکھتا ہوں جو تمہارے عشق کا بار اٹھائے، جب تک یہ سر تمہارے کام نہ آجائے میں ہٹنے والا نہیں ہوں۔)

جبرئیل ؑ جیسی صفت ہونی چاہیئے کہ وہ ابلیس کے حال میں وزدیدہ نگاہی سے نظر کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ خواجہ احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے سُنا ہے کہ ہرگز شیخ ابوالقاسم گرگانی رحمۃ اللہ علیہ نے نہیں کہا ہے کہ ابلیس نے کیا نام پیدا کیا ہے۔ کہاں وہ خواجۂ خواجگاں اور کہاں وہ ہجراں نصیبوں کا سردار۔ اور وہ ساری غلطیاں جو اس راہ میں سالک سے سرزد ہوتی ہیں اُن میں سے ایک یہ ہے کہ ابلیس پر رحمت بھیجیں اور یہ غلطی ہے کیوں کہ اس کو دوست کی طرف سے لعنت کا تحفہ ملا ہے" تو کوئی اگر صلوٰۃ و رحمت کا تحفہ اسے بھیجے تو نہ یہ جائز ہوگا اور نہ وہ قبول ہی کرے گا۔ کیا کہتے ہو اس بارے میں کہ اگر تمہارا معشوق تمہیں لعنت کی سیاہ کملی تحفہ میں دے تو کیا تم یہ کرسکتے ہو کہ معشوق کے اس یادگار تحفہ کو کوئی تم سے لے لے اور اس کے عوض تمہیں تسبیح دیدے۔ افسوس یہ عاشق ہی جانتا ہے کہ معشوق کی یادگار کیا چیز ہوتی ہے۔ عاشقوں کے لئے رحمت و لعنت دونوں ہی برابر ہے۔ وھٰذا کمال فی العشق اور یہ عشق کا اعلیٰ کمال ہے۔ اور یہ عشق کا ایک مسئلہ ہے عقل سے غور وخوض نہیں کرنا چاہیئے ایسی باتوں کو کہنے والے پر چھوڑ دینا چاہیئے کیوں کہ یہ بات شطحیات (بلباک کھلی، اور عریاں) کے قبیل سے ہے اور شطحیات کے بارے میں مشائخ رضوان اللہ علیہم کا فیصلہ ہے کہ نہ اسے قبول کریں اور نہ رد کریں۔

والسلام

شرف منیری

مکتوب ۲۰۴

صدق طلب کے بیان میں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اے بھائی! تم جانو! مردانِ خدا کی معرفت جب ٹھیک ہو جاتی ہے یعنی جب ان میں یہ بات پیدا ہو جاتی ہے کہ حق سبحانہ تعالےٰ نے مجھے نیست سے ہست کیا ہے پانی کے ایک ایسے قطرہ سے کہ اگر کپڑا پر وہ لگ جائے تو اس کپڑہ میں نماز جائز نہیں ہو۔ اور اپنے احسان و کرم سے مجھے بزرگ بنایا ایمان کی خلعت اپنے فضل سے عطا فرمایا یہاں تک کہ ہم اس پر ایمان لائے اور ہمیں اس نے اپنی پہچان دی یہاں تک کہ ہم نے اسے پہچان لیا اور کلمۂ توحید میں مجھے رازدار بنایا یہاں تک کہ ہم نے اس کی یکتائی و پاکی کو جان لیا اور مجھے اپنی محبت کی خلعت پہنائی یہاں تک کہ ہم نے اسے محبوب بنا لیا اور ان نعمتوں کے ساتھ ساتھ ایک دوسری نعمت کا وعدہ فرمایا وہ نعمت خود اس کا دیدار ہے تو ان سب کے باوجود اس جل شانہٗ کے غیر کے ساتھ مشغول ہونا کفرانِ نعمت ہو گا اور اب صرف اس کے سوا کسی اور چیز کا طلب کرنا دیوانگی ہو گی بلکہ دیوانے بھی اس کو دیوانہ کہیں گے محبت کا ولولہ ان کے باطن میں جوش مارتا ہے اور ان کی ہمت مردانہ کار فرما ہوتی ہے دوست کے طلب کا درد ان کا دامن پکڑ لیتا ہے جتنی چیزیں اس کے سوا ہیں ان سب سے وہ رُخ موڑ لیتے ہیں اور ان سب کو بت و زنار کے مانند جانتے ہیں راہ طلب میں داخل ہوتے ہی پہلا قدم اپنی جان پر رکھتے ہیں اور عالم میں یہ ڈھنڈورا پیٹ دیتے ہیں۔ ؎

اندر طلب دوست چو مردانہ شدیم　　　اول قدم از وجود بیگانہ شدیم

(محبوب کی طلب میں وہ مردانگی پیدا کی کہ پہلا ہی قدم اپنی جان پر رکھ کر اپنے آپ سے بیگانہ ہو گیا ہوں۔)

پھر اس کے بعد گھروں کو لٹا دیتے ہیں، بیویوں کو بیوہ بنا دیتے ہیں اولادوں کو یتیم بنا کر چھوڑ دیتے ہیں، بہشت و دوزخ کی سوچ و فکر کو ایک طرف ڈال دیتے ہیں، اہل دنیا کو مُردوں کی طرح دیکھتے ہیں اور دنیا کو مردار و مزبلہ شمار کرتے ہیں۔ اگر شیطان نے ان سے کہا کیا کھاؤ گے ؟ تو جواب دیتے ہیں موت۔ اور اگر یہ کہے کہ پہنو گے کیا؟ تو کہتے ہیں کفن۔ اور اگر اس نے یہ کہا رہو گے کہاں؟ تو کہیں کہ قبر میں۔

یہ ان کے اپنے نفس کافر کو زیر کرنے کی راہ ہے اس نفس کافر پر نامرادی کی تلوار کا ایسا وار کرتے ہیں جیسے لوہے کی تلوار میدان جنگ میں کافروں پر چلاتے ہیں اور نفس کے ساتھ دشمنی ایسی ہونی چاہیئے جیسی دشمنی اپنے ماں باپ کے قاتلوں سے ہوتی ہے۔ برسوں سے ایک روٹی اور بکری کی اوجھڑی کی تمنا کر رہا ہے مگر اس کی یہ مراد بھی پوری نہیں ہونے دیتے اور کبھی اس کی کوئی مُراد پوری کرنے کے لئے ایک قدم بھی نہیں بڑھاتے اگرچہ ایک پیالہ ٹھنڈے پانی ہی کی تمنا اس کی کیوں نہ ہو۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس بے دولتی کی دیوار کو اپنے دل کے آگے سے ہٹا دیتے ہیں اور دوست کے مشاہدہ کی نعمت تک پہنچ جاتے ہیں اور اپنے دیدۂ بصیرت سے ملک و ملکوت کے اسرار کو دیکھتے ہیں اور ابدی آب حیات کا مزہ چکھتے ہیں اور اس بقا کی خلعت جس میں فنا نہیں اور ایسی عزت کی پوشاک کہ جس میں ذلت نہیں اور ایسی تونگری کا جامہ جس میں غربت و ناداری نہیں ہے وہ پہنتے ہیں۔ مردان خدا یہی لوگ ہیں اور یہ ساری دولت ان لوگوں کو دل کی راہ سے ملی ہے۔ اور یہی وہ بات ہے جو کہنے والے نے کہی ہے کہ اللہ کی راہ عرش میں نہیں کرسی میں نہیں ہے آسمان و زمین میں بھی نہیں ہے خود وہ تیرے اندر ہے خود اپنے آپ میں تلاش کر اسی کو کہا ہے۔ ؎

خاک تو آمیختہ رنجہاست　　　　بر سرِ ایں خاک بسے گنجہاست

(تیرا یہ وجودِ خاکی رنج و تکلیف کا مجموعہ ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس خاک میں بہت سارے خزانے ہیں۔) اور فی انفسکم افلا تبصرون (ہم تمہارے اندر ہیں لیکن تم دیکھتے نہیں) کا اشارہ اسی طرف ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

محراب جہاں جمال رخسارۂ ماست　　　　سلطان جہاں در دل بیچارۂ ماست

(یہ آفتاب جہاں تاب ہمارے گالوں کا حسن ہے، سارے جہاں کا بادشاہ ہمارے دل کے اندر ہی تو ہے)

اور اس شعر کے معنی یہی ہیں۔ سبحان اللہ اگر کسی کا یہ معاملہ ہو جائے اور اس پر یہ معنی کھل جائے اور یہی کام اس کے سامنے آجائے اور اسی کام میں وہ مشغول ہو جائے تو گمان غالب ہے کہ اس کی عمر کا ایک دن جو گذرا وہ اس سے بہتر ہے کہ دس سال یا بیس سال نماز روزہ رغبت دل کے ساتھ اس نے ادا کیا یا چند بار حج و زیارتِ خانہ کعبہ کرتا رہا۔

والسلام

فقیر شرف منیری

مکتوب ۲۰۵

عشق و محبت کے بیان میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے کشتہ بعشق من گرفتار — مر عشق مرا توئی سزاوار

زاں عقل محبت اے شکستہ — برتست درست او نگہدار

(اے میرے عشق میں مبتلا مقتول، میرے عشق کے لائق تو ہی ہے۔ اے شکستہ دل، محبت اس عقل کی پرواز سے بلند ہے یہ محبت تیرے لئے زیبا ہے۔ دیکھ اس کی اچھی طرح حفاظت کر۔)

میرے بھائی مولانا تقی حق سبحانہٗ تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے آپ کو اپنے ساتھ مشغول و مستغرق رکھے۔

کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعا مطالعہ کریں۔

لکھنا یہ ہے آپ برادر کا خط پہنچا مطالعہ میں آیا۔ کیفیت اچھی ہے۔ خاطر جمع رکھیں اور ہمت بلند۔ آپ یہ جان لیں۔ وہ کہ جس نے بشر کو مسجود ملک کیا ہے اور مسجود فلک بنایا ہے یہ بڑا عظیم معاملہ ہے اور بہت بڑا راز ہے یہ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مقرب فرشتے اس گدے خاک کے آگے تواضع کی پیشانی ہرگز نہ رکھتے تو یقیناً اس گدے خاک کے وجود میں عالم غیب سے کوئی راز ہے کہ فرشتوں کے اسرار اور بشر کے وہم و گمان جس کے ادراک سے عاجز ہیں

اور یحبھم ویحبونہ' کے محبت کی گرہ باندھ دی گئی ہے اسی نظر سے یہ کہا ہے۔ ؎

ما خسروانِ عالمیم ٭ وما بادشاہانِ جہانیم
اصلِ ما اگرچہ خاکیست ٭ فعلِ ما پاکیست

(میں دونوں عالم کے سرداروں کا سردار ہوں ٭ دونوں جہاں کے بادشاہوں کا بادشاہ ہوں۔ ہماری اصلیت خاکی ہے اور ہمارے کام پاک ہی پاک ہیں۔)

یہی وہ راز ہے جو کہا ہے۔

درمستیٔ عشق گر بگویم کہ منم ٭ مقصود ہمہ جہاں ولے خویشتنم
واللہ کہ روا بود تو تصدیق بکن ٭ تا آتش عشق در وجودت نزنم

(میں عشق کی مستی میں اگر یہ کہوں کہ میں ہی ہوں، سارے جہاں کا مقصود میری ذات ہے، قسم ہے اللہ کی مرا یہ کہنا بالکل جائز و درست ہے تم اسے دل سے سچ مان لو۔ یہاں تک کہ اپنے وجود میں عشق کی آگ نہ لگا دوں۔)

تو یحبھم کی خلعت سے وہ محبوب ہیں اور یحبونہ کی دولت سے محب ہیں یہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ محب بھی ہیں اور محبوب بھی۔ اگر اس مقام میں کوئی اپنی بادشاہی کا ذکر کرے تو وہ ایسا کرنے کا اہل ہے اور اس کے لئے یہ زیبا ہے اور مقبول بھی ہوگا۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

ما بادشاہیم و ملک عالم داریم ٭ ہر چند کہ نسب و منصبِ آدم داریم

(ہم بادشاہ ہیں سارا عالم ہماری سلطنت میں ہے، اگرچہ نسب میں ہم آدمی ہیں۔)

اے بھائی! یہ ثابت ہے کہ انسان کو قوت انسانی کے واسطہ سے ہرگز یہ نہیں روا ہے کہ وجوب کے خیمہ کے گرد چکر لگائے اور محدث کو ہرگز اس کا یارا نہیں کہ حضرتِ قدم کے عشق کا دعویٰ کرے إما لیس فی حب مشورۃ (لیکن یہ بھی ہے کہ محبت میں رائے و مشورہ نہیں ہے)

؎ عشق با مشورت ندارد کار ٭ تو فضولی خود از درمیاں بردار

(عشق کو رائے و مشورہ سے کوئی سروکار نہیں۔ تم اپنی بکواس درمیان سے اُٹھا لو۔)

جیسا کہ کہتے ہیں کہ یہی اظہار عشق وجود میں اذا النسبۃ بعشق المنازعۃ (وجود کے بارے میں عشق کا اظہار غلطی اور جھگڑا ہے۔)

آتش شوق، دل کے اندر نہاں ہے یہی امر ہے کہ طلب میں آگے کی طرف بڑھتے جانا ہے۔

یہ ہے جو کہا ہے ؎

برخیز دلا بعشق صادق — درراہ طلب ہمیں قدم زن
بربام فلک برآ بہمت — بر سدرۂ منتہیٰ علم زن
آنگاہ بعون حضرت اُو — بگذر ز حدوث بر قدم زن

(اے دل عشق صادق کے ساتھ اُٹھ، اس راہ طلب میں قدم بڑھا، آسمانوں کے بالاخانہ پر اپنی ہمت سے چڑھ جا اور سدرۃ المنتہیٰ پر جھنڈا نصب کردے، پھر اس بارگاہ پاک یعنی اللہ جل شانہٗ کی مدد سے حدوث سے گذر کر قدم تک پہنچ جا۔)

تو اب یہ چاہیئے کہ اپنی مفلسی اور اپنے افلاس پر جو ظاہر ہے نگاہ نہ کرے اور یہ اچھی طرح جان لے کہ سلطنت و بادشاہی استحقاق پر نہیں ہے بلکہ یہ اللہ بزرگ و برتر کے فضل پر ہے اگر استحقاق پر ہوتا تو نہ سلطنت پاتے اور نہ اس سے آگے۔ ؎

ھر گدائے مرد سلطاں کے شود — پشۂ آخر سلیماں کے شود

(ہر ایک بھکاری بادشاہ کب بن سکتا ہے، یہ مچھر آخر سلیمان کا ہم مرتبہ کب ہو سکتا ہے۔)

اگر کوئی بینوا بھکاری بادشاہ کے عشق کا دعویٰ کرے تو ظاہر ہے سیاست سلطانی اس کی سزا کا حکم دے گی لیکن اگر خود بادشاہ اپنے کرم و اختیار سے اس بھکاری کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لے اور مقبولیت کا شرف عطا فرمائے اور کہے انا لک وانت لی شئت ام ابیت (تو چاہے یا نہ چاہے میں تیرا ہوں تو میرا ہے۔) فقیر تھا بادشاہ ہو گیا۔ رُباعی ؎

در عشق بگو من و توئی نیست — وانگہ بمیاں مادوئی نیست
این نکتہ عشق بے جہان ست — چوں نقطہ کوں ہر سوئی نیست

(کہہ دو عشق میں من و تو نہیں ہے اور ہمارے درمیان دوئی بھی نہیں ہے، یہ ایک راز ہے کہ عشق کا کوئی مکان نہیں یہ ہستی کا وہ نقطہ ہے جس میں طول و عرض و جہت سمت نہیں۔)

عقل یہاں متحیر ہے اس کے نصیب میں حیرت ہی ہوتی ہے کیوں کہ عشق کے عالم کے کام ہی کچھ دوسرے طور کے ہوتے ہیں۔ عالم عشق میں ننگ و نام کا طریقہ مسدود ہے۔ یہاں محمود ایاز ہے اور ایاز محمود ہے۔ انشاء اللہ معانی دلمیں پیدا ہوں گے اور اپنا کام خود کریں گے اس میں کوئی تعجب نہیں۔ اس گروہ صوفیہ کے کلمات روئے زمین میں خدائی لشکر ہیں ان کے یہ کلمات نامرد کو مرد اور مرد کو شیر مرد بنا دیتے ہیں

والسلام

مکتوب ۲۰۶

محبت اور درد کے بیان میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہر کہ از ہمت دریں رہ آمدہ است ۔ گر گدائی می کند شہ آمدہ است

(ہمت کے ساتھ اس راہ میں جو داخل ہوا وہ بادشاہ ہے اگرچہ گداگری کرتا ہے۔)

برادر اعز مولانا تقی الدین اللہ تعالےٰ اپنی خاص محبت کرامت فرمائے۔ کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعاء مطالعہ کریں لکھنا یہ ہے کہ آپ برادر کا خط مولانا مظفر نے پیش کیا میں نے پڑھا کیفیت اچھی ہے آپ برادر کی عاقبت بھی بخیر ہو۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جو شخص اس راہ میں آتا ہے اس کے لئے اس کے سوا چارہ نہیں ہے کہ یہاں اس درد و اندوہ کے ساتھ رہے اور اس درد و اندوہ کو قبر میں لے جانا چاہیئے اسی درد و اندوہ کے ساتھ قبر میں رہنا چاہیئے اور اسی درد و اندوہ کے ساتھ قبر سے نکلنا بھی ہے۔ چنانچہ خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ ؎

زندہ زیں درد دم بد نیا ہر نفس ۔ ہمدم در گور ایں دردست و بس

در قیامت مونسم ایں درد باد ۔ پیشۂ من مجلس ایں درد باد

گر نہ ماند درد تو عطار را ۔ او نخواہد کافر و دیندار را

(اس دنیا میں ہمہ دم اس درد کے ساتھ زندہ رہوں۔ قبر میں بس یہی درد میرا ہمدم بنے۔ قیامت میں یہ درد میرا انیس جاں ہو۔ اس درد کی مجالست ہمنشینی میرا ہنر ہو جائے۔ اگر آپ کا یہ درد عطار کو نہ ہو تو اسے کوئی غرض نہیں کہ وہ کافر ہے یا دیندار۔)

آپ برادر کی عاقبت و خاتمت بخیر ہو۔

والسلام

شرف منیری

✻

مکتوب ۲۰۷

کاموں کو خداوند تعالیٰ کے سپرد کرنے اور اپنے علم کو کنارے رکھدینے میں

بنام سلطان محمد بزرگ (یعنی سلطان محمد شاہ تغلق سلطان ہند کے نام)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادر اعز محب الفقرا والمساکین محمد شاہ اللہ جل شانہ آپ کے تمام دینی و دنیاوی امور کو سنوار دے اور اس حال میں اپنے شکر گذار بندوں میں داخل فرمائے۔ کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعا مطالعہ فرمائیں اور جانیں اللہ رب العزت کا فرمان ہے وعسیٰ ان تکرھو اشیئاً وھو خیر لکم وعسیٰ ان تحبو شیئاً وھو شر لکم بہت ساری چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ جسے تم ناپسند کرتے ہو اور اس میں تمہارے لئے نیکیاں اور بہتری ہوتی ہے اور بہت ساری چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ جنہیں تم پسند کرتے ہو اور وہ تمہارے لئے بدترین چیز ہوتی ہے۔ اس کی مثال ثعلبہ صحابی کے قصہ میں ہے کہ ان کو لوگ کبوترِ مسجد کہا کرتے تھے ایک روز دربار رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آئے اور اپنی پریشان حالی اور ناداری کا رونا رونے لگے حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خداوند جل و علا سے عافیت مانگو لیکن وہ نہیں مانے الحاح وزاری بہت زیادہ کی حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی دعاء مقبول ہوئی ثعلبہ کے کاروبار میں بے حساب ترقی ہوئی ساری تمنائیں پوری ہونے لگیں دنیا نے اپنا رخ ان کی طرف کر دیا اونٹ، بھیڑ، بکریاں اور اس جیسی دوسری چیزیں ان کے دائیں بائیں پہنچنا شروع ہو گئیں ان کی محبت میں ان کا دل مشغول ہو گیا وہ جو کبوترِ مسجد تھے اب یہ حال ہوا کہ جماعت بھی چھوٹنے لگی آخر معاملہ یہاں تک پہنچا کہ دنیا کی اس فراغت کی نحوست سے وہ اسلام ہی سے پھر گئے اور مرتد ہو گئے۔ اللہ اپنی پناہ میں رکھے اور قارون جو زمانۂ بنی اسرائیل کا ایک زاہد تھا جب تک غربت کی حالت میں تھا وہ سلامتی

میں تھا جب اس کی مُرادیں پوری ہوئیں تو اسلام سے پھر گیا اور مرتد ہو گیا۔ نعوذ باللہ منہا۔
اسی طرح فرعون جب تک فاقہ میں تھا اور نامراد تھا اس وقت تک ذرہ برابر کبھی بھی خدائی کا دعویٰ اس نے نہیں کیا اور جب وہ سیر ہو گیا تو دعویٔ خدائی کرنے لگا اور کہہ اُٹھا انا ربکم الاعلیٰ میں تمہارا بڑا رب ہوں۔ اسی طرح نمرود، شداد، اور عاد بھی جب تک نامراد تھے تو کسی نے بھی خدائی کا دعویٰ نہیں کیا اور جب وہ بامراد ہو گئے تو دعویٔ خدائی کرنے لگے۔ اس طرح کی بہت ساری مثالیں ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ بندہ کے لئے یہی بہتر اور اچھا ہے کہ اللہ رب العزت سے اپنے لئے خیر وعافیت اور صلاح وفلاح مانگتا رہے تاکہ وہ سلامت رہے۔
اور اس خط کے لکھنے والے نے آں برادر کے التماس کے حکم کے تحت عمل کیا جیسا کہ اوپر لکھا گیا اللہ تعالیٰ آپ کے تمام دینی ودنیاوی اُمور کو سنوار دے اور اصلاح فرمائے ان شاء اللہ تعالیٰ قبولیت کے آثار بہت جلد ظاہر ہوں گے اور ان نوازشات وانعامات میں آپ برادر کو شکر گذار بنائیں گے کہ شکر نعمتوں کی زیادتی اور افزونی کا موجب ہو اور نقصان کا سبب نہ پیدا ہو سکے اور اپنے فضل وکرم سے عاقبت بھی بخیر فرمائے۔
دوسرے یہ کہ آں برادر نے درخواست کی تھی کہ خط سے علٰحدہ صوفیوں کے علم میں سے کچھ لکھا جائے۔
آں برادر کو معلوم ہو اس گروہ صوفیہ کے علوم نہایت عزیز وغایت عظیم ہیں جتنا کہ حروف وکلمات میں گنجائش ہے اور جس قدر تحریر وتقریر میں آسکتا ہے اس سے زیادہ نہیں لکھتے ہیں اور اتنا بھر میں نے خود بھی لکھا ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے میری تحریروں میں سے دو جلدیں آں برادر کے پاس پہنچ گئیں ہیں لیکن ان میں سے وہ جو حروف وکلمات یعنی تحریر وتقریر میں نہیں آسکتے اسے اس جہان میں کس نے لکھا ہے؟ کہ میں لکھوں گا۔ اس کا جواب یہی ہے من لم یذق لم یدر (جس نے چکھا ہی نہیں وہ اسے کیا جانے) جس کسی کو وہ حال نہ ہو اور اُن کے وہ کام نہ ہوں وہ اسے نہیں جانتا۔

والسلام
حقیر شرف منیری

❋

مکتوب ۲۰۸

خوفِ خاتمہ کے جواب میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از صومعہ براند بیگانہ خواندش　　از بتکدہ بیارد گوید کہ آشناست

(ایک کو عبادت خانہ سے نکال دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ غیر ہے۔ دوسرے کو بتکدہ سے لے آتے ہیں اور کہتے ہیں یہ اپنا ہے۔)

برادر اعز مولانا قطب! کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعا مطالعہ کریں۔

آپ نے لکھا تھا، خاتمہ کا خوف مجھ پر ایسا غالب ہوتا ہے کہ ہاتھ پاؤں ذرہ برابر جنبش نہیں کرتے اور باطن میں دیکھتا ہوں کہ دیوانگی چھا گئی ہے۔

اے بھائی! خاتمہ کے خوف سے مردان راہ کے جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں اور اُن کے دل جل بھن کر کباب بن جاتے ہیں رات دن حیرت میں رہتے ہیں کہ مشیت کے پردوں کے اندر سے کیا ظاہر ہونے والا ہے۔ رد یا قبول، مسجد میں لے جائیں گے یا بت خانہ میں ڈال دیں گے۔ اسی کو کسی نے کہا ہے۔ ؎

زدردِ دیں ہمہ پیرانِ رہ راہ　　محاسنہا بخونِ دل خضاب است

ہمہ مردانِ دیں را از مصیبت　　جگر ہا تشنہ و دلہا کباب است

(دین کے درد و اندیشہ سے اس راہ کے کہن سال رہروں کی داڑھیاں دل کے خون سے رنگی ہوئی ہیں۔ اس مصیبت سے مردان خدا کے دل اور جگر جل بھن کر کباب ہو رہے ہیں۔)

وہ تعالےٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے کسی کا اسے ڈر نہیں، وہ مالک مطلق ہے، اس کا تصرف بھی مطلق ہے۔ اگر وہ قبول کرے تو یہ اس کا فضل ہوگا اور اگر قبول نہ کرے تو یہ اس کا عدل ہوگا۔ کس کا جگر ہے کہ وہ کہے ایسا کیوں اور ویسا کیوں نہیں یہی وہ راز ہے جو کہا ہے۔ رباعی ؎

معشوق چو بادشاہ است فرمانش روا است ‏ ‏ ‏ بر کردۂ او چون و چرا زہرہ کرا است

گر نہ پذیرد خوئے پسندیدۂ اوست ‏ ‏ ‏ ور ہر گردد ز بخت شوریدۂ ما ست

(معشوق جب مطلق العنان بادشاہ ہے تو کس کا جگرا ہے کہ اس کے کئے ہوئے پر چون وچرا کرے۔ اگر وہ قبول نہ کرے تو اس کی پسندیدہ خصلت ہے اور اگر نکال دے تو یہ میری پریشان قسمت کو جتہ ہے)

معلم الملکوت، فرشتوں کا استاد، سات سو ہزار برس تک عبادت کرتا رہا اس کی بے نیازی کی ہوا کا ایک جھونکا ایسا آیا کہ ساری عبادت اس کی خاک میں ملادی۔ مشیت کا راز عیاں ہوا لعنت کا داغ اس کی پیشانی پر ظاہر ہوگیا۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔ ؎

صد ہزاراں سال طاعت کردنی ‏ ‏ ‏ طوقِ لعنت می کنند در گردنی

(سو ہزار سال تک عبادت میں لگانے کے بعد اس کی گردن میں لعنت کا طوق ڈالدیتے ہیں)

اور وہ مردود ہجراں زدہ سر پر خاک دھول ڈالتا ہے اور کہتا ہے۔ رُباعی ؎

اول بہزار ناز بنواختیم ‏ ‏ ‏ وآخر بہزار درد بگداختیم

چوں مہرہ بوالعجب مرا ساختیم ‏ ‏ ‏ چوں جملہ ترا شدیم براندا ختیم

(پہلے مجھے ہزاروں لاڈو پیار سے نوازا گیا آخر میں درد کی بھٹی میں پگھلنے کے لئے ڈالدیا اور تعجب خیز بازیگری سے مجھے مکار بنا ڈالا۔ جب میں پورے طور پر ترا ہو گیا تو مجھے نکال پھینکا)

جب اس ملعون کے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا تو جبرئیل ومیکائیل رونے لگے۔ استفسار ہوا تمہارا یہ رونا کس لئے ہے؟ وہ خوب جانتا ہے ان لوگوں نے کہا من امن من مکرك (کون تیرے کرشموں سے مامون ہے) حکم ہوا ہاں اسی طرح رہو میرے کرشموں سے بے خوف مت ہو سبحان اللہ پاک ہے تیری ذات کیا ہی مشکل مرحلہ ہے اس رب العزت کے مقربین اور معصومین کے حق میں جب ان لوگوں کے حال میں ایسا ہے تو ہمارے حال میں کیا ہوگا اس کا کیا پتہ۔ جس کسی نے کہا ہے اس کی جان پر رحمت ہوجیو۔ ؎

ہر کرا در پیش ایں مشکل بود ‏ ‏ ‏ چوں تواند کرد اگر صد دل بود

ہیبت ایں راہ کارے مشکل است ‏ ‏ ‏ صد جہاں زیں سہم پر خون دل است

(جس کسی کو یہ مشکل درپیش ہو اگر اس کے پاس سو دل بھی ہو تو وہ کیا کر سکتا ہے۔ اس راہ کا دبدبہ سخت مشکل کام ہے سینکڑوں عالم کے دل اس خوف کے خون سے بھر گئے ہیں۔)

اے بھائی! تمہارا یہ خوف جو تمہیں پیدا ہوا ہے یہ تمہارے لئے بشارت و خوشخبری ہے اس لئے کہ آج جو شخص خاتمہ سے ڈرتا ہے امید ہے کہ اس کا خاتمہ بخیر ہو اور رحلت کے وقت اپنے رب سے مہجوری اور دوری وکٹ جانے سے مامون و محفوظ ہو جائے اس کی دلیل وہ ہے جو وہب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ بنی اسرائیل میں ستر زاہد ایسے تھے کہ اس زمانہ میں زہد میں ان کے مثل کوئی اور نہ تھا پھر حق سبحانہٗ تعالےٰ نے اس وقت کے پیغامبر علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ یہ ستر زاہد دنیا سے بغیر ایمان کے جائیں گے۔ نعوذ باللہ منہا۔ اللہ اپنی پناہ میں رکھے وہ پیغامبر حیرت واستعجاب میں پڑ گئے انہوں نے مناجات کی خداوندا ان کے کس عمل کی وجہ سے ایسا فرمان صادر ہوا۔؟ جواب ملا۔ یہ سب خوفِ خاتمہ سے بے پرواہ ہو گئے ہیں۔ اسی کو کسی نے کہا ہے ؎

مست چہ خسپی کہ کمیں کردہ اند کارشناسا بچنیں کردہ اند

(مست و مدہوش کی طرح کیا سو رہے ہو، گھات لگائے ہوئے ہیں جانے پہچانے کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا کرتے ہیں۔)

کہتے ہیں خواجہ سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ نے جب ایک مجوسی کو دیکھا تو ان پر بیہوشی طاری ہو گئی جب ہوش میں آئے تو کہا میں ڈرتا ہوں کہ اللہ کی منشاء و مشیت کے پردہ سے کہیں شقاوت و بدبختی میرے لئے ظاہر نہ ہو اور میرے احوال و اعمال برباد نہ ہو جائیں اور کہیں اسی کی طرح نحوست نہ آ جائے کیوں کہ معاملہ جب پردہ کے اندر ہے تو ہمیشہ اسی کا ڈر لگا رہنا چاہیئے جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

رندۂ سابقت ندانم چیست خواندۂ خاتمت ندانم چیست

(کچھ پتہ نہیں ازل میں کیا حکم ہو چکا ہے۔ خاتمہ کس چیز پر ہو گا کچھ پتہ نہیں۔)

نقل ہے کہ سلطان العارفین بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ جب وضو فرماتے اور یہ چاہتے کہ مسجد میں داخل ہوں تو حضرت کے اعضاء میں لرزہ پڑ جاتا۔ لوگ جب یہ پوچھتے کہ اے شیخ یہ کیا حالت ہے؟ تو فرماتے میں ڈرتا ہوں کہیں مشیت کے پردہ سے بدبختی نہ آ پہنچے اور مجھے بت خانہ میں ڈال دیا جائے۔ اسی کو کہا ہے۔ ؎

کس چہ داند تا چہ حکمت می برود بر وجودے راچہ قسمت می رود

(کوئی کیا جانے اس کے کاموں میں اس کی کیا مصلحت ہوتی ہے، اور کسے اس کی خبر ہے کہ کس کی قسمت میں کیا ہے۔)

ایک بزرگ اپنی مناجات میں کہتے خداوندا موت کے قبل مجھے دیوانہ بنا دیجئے لوگوں نے پوچھا اے شیخ یہ کیسی مناجات ہے؟ انہوں نے کہا جب دیوانہ ہوں گا تو اگر موت کے وقت میری زبان سے کوئی ایسا کلمہ نکل آئے تو میرا ایمان محفوظ رہے کیوں کہ دیوانہ معذور ہوتا ہے۔ اور یہی ہے جسے کسی نے کہا ہے۔ ؎

در روز پسیں چراغ عہدم نکشی تا جاں بدہم براحت وخوش منشی
در جامۂ اسلام زیں بر نکشی مرگے کہ در اسلام بود انیست خوشی

(خاتمہ کے دن میرے وعدہ کے چراغ کو گل نہ ہونے دیجئے۔ تاکہ میں خوش مزاجوں کی طرح راحت و خوشی میں جان دوں۔ اسلام کے جامہ میرے تن سے نہ اتارے، کیوں کہ حقیقی خوشی وہی ہے کہ اسلام پر خاتمہ ہو۔)

اے بھائی ازل میں کیا حکم ہو چکا جیسا کہ وہ جانتا ہے اور خاتمہ کو رکھ چھوڑا ہے جیسا کہ اس کی منشا و مشیت ہے کسی شخص کو اس کی اطلاع نہیں اس کے تمام کام بے علت و سبب ہوتے ہیں۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے ایسے حال میں سوائے حیرت و فریاد کے اور کیا ہے ایک شخص اپنے استاد کے سامنے آیا اور اس نے فریاد کی یا داویلاہ یا مصیبتاہ استاد نے پوچھا فریاد کس سے؟ بیچارہ نے کہا خدا سے۔ اسی کو کہا ہے۔

قد تحیرت فیک خذ بیدی یا دلیلاً لمن تحیر فیکا

(میں تجھ سے متحیر ہوں میری دستگیری کر، اے اسکو سہارا دینے والے جو تجھ میں متحیر ہے)

اے بھائی! جیسا کہ وہ کسی کے ساتھ نہیں اس کے کام بھی کسی سے متعلق نہیں جسے چاہے مقرب بنالے اور جسے چاہے دور کر دے اس کے اندر کوئی علت و سبب نہیں۔

اور شعبی رحمۃ اللہ علیہ کی کفایہ میں ہے کہ حدیث میں آیا ہے لو فعل اللہ مع عبادہ بالعدل ما نجا محمد مع جلالتہ وطہارتہ (اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ صرف عدل کا معاملہ کرے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بھی اپنی جلالت شان اور طہارت نفس کے باوجود نہ بچ سکے) یہی وہ راز ہے جسے کہا ہے۔ ؎

گر فضل کنی یقیں برستم ہمہ ور عدل کنی وائے بر سوائی ما

(اگر تو اپنا فضل فرمائے تو پورے طور پر سب سے نجات پا جاؤں، اور اگر عدل کرے تو ہائے

افسوس اس وقت کیسی رسوائی ہماری ہے)

الحاصل ،، اے بھائی! اس مسئلہ میں تین طرح کے لوگ ہیں۔ ایک کی نگاہ قسمت میں لگی ہوئی ہے پتہ نہیں کیا قسمت میں ہے؟ رد یا قبول۔ اور ایک کی نظر خاتمہ پر پڑتی ہے کہ خاتمہ خوش بختی پر ہوگا یا بدبختی پر۔ اور تیسرے کی نظر وقت پر اٹکی ہوئی ہے کہ کس وقت اور کس ساعت میں پردۂ مشیت سے کیا ظاہر ہونے والا ہے۔ رد یا قبول۔ بتخانہ یا مسجد۔ دستار یا زنار۔ اسی کو کہا ہے۔

آں کس کہ بود شیفتہ درکار توائے دوست ناچار کشد بر دل وجاں بار توائے دوست
یک شہر ز عشاق دل سوختگانند عاجز شدہ در قاعدۂ کار توائے دوست

(اے دوست تیرے کاموں کا جو دیوانہ و فریفتہ ہوا۔ وہ بیچارا اپنے دل وجان پر تیرا بار اٹھانے کے لئے مجبور رہے۔ ان دل جلے عاشقوں سے ایک شہر آباد ہے، اور وہ تمام سوختہ دلاں تیرے کاموں کے دستور سے عاجز و مجبور رہیں۔)

والسلام

حقیر شرف منیری

مناجات

خالقا بیچارۂ راہم ترا ہمچو مور لنگ درگاہم ترا

بے تنے بے دولتے بے حاصلے بے نوائے بے قرارے بے دلے

دین ز دستم رفت دنیا گم شدہ صورتم نا ماندہ معنے گم شدہ

من نہ کافر نے مسلماں ماندہ ام درمیانِ ہر دو حیراں ماندہ ام

نے مسلمانم نہ کافر چون کنم ماندہ سرگردان و مضطر چون کنم!

یارب اشک و آہ بسیاریم ہست گرنہ دارم ہیچ این یاریم ہست

ہم تنِ زندانیم آلودہ شد ہم دلِ محنت کشم فرسودہ شد

ماندہ ام در چاہِ زنداں پائے بست در چنین چاہم کہ گیرد جز تو دست

پاک کن این گرد راہ از جانِ من پس بشو از اشکِ من دیوانِ من

گرچہ بس آلودہ در راہ آمدم عفو کن گر حبس و زچاہ آمدم

(اے میرے پروردگار میں تیری راہ میں بے یار و مددگار ہوں، تیرے آستانے پر ایک لنگڑی چیونٹی کی طرح پڑا ہوا ہوں۔ میں ایک بیکس غریب اور مفلس ہوں۔ بے ساز و سامان بے دل اور بےچین ہوں۔ دین بھی میرے ہاتھ سے گیا اور دنیا بھی کھو گئی۔ صورت بھی باقی نہیں رہی اور جان بھی کھو بیٹھا۔ میں نہ کافر ہوا اور نہ مسلمان ہی رہ گیا۔ اب ان دونوں کے بیچ میں حیران و پریشان پڑا ہوا ہوں۔ جب میں کافر بھی نہیں اور نہ مسلمان بس پریشان اور بےچین ہوں تو میں کروں تو کیا کروں۔ بارِ الٰہا: میری آہیں بہت ہیں اور آنکھوں میں آنسوؤں کی فراوانی ہے۔ اگرچہ اور کچھ نہیں ہے۔ لیکن یہی دونوں میرے مددگار ہو سکتے ہیں۔ یہ قید میں گرفتار میرا جسم کثافتوں سے آلودہ ہے اور یہ محنت اٹھانے والا میرا دل نحیف و زار ہو چکا ہے میں کنوئیں کی قید میں مقید پڑا ہوا ہوں۔ ایسے تاریک کنوئیں سے سوائے تیرے اور کون میرا ہاتھ پکڑ کر نکال سکتا ہے۔ راستے کی گرد و غبار سے میری جان کو پاک و صاف کردے اور میرے ہی آنسوؤں سے میرا نامۂ اعمال دھو دے۔ اگرچہ تیرے راستے میں گناہوں سے بہت ہی آلودہ ہو کر آیا ہوں تو مجھے معاف فرمادے۔ کیونکہ میں دنیا کی قید اور حرص و ہوس کے کنوئیں سے نکل کر آرہا ہوں)

مناجات

از

حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِلٰهِیْ اَنْتَ رَبِّیْ وَقَوِیٌّ وَ اَنَا عَاجِزٌ اِلٰهِیْ اَنْتَ مَالِکِیْ وَ اَنَا مَمْلُوْکٌ

الٰہی عاجز ترینِ عاجزانم الٰہی جاہل ترینِ جاہلانم۔ الٰہی نمی دانم تاچہ گونہ رضائے تو جویم الٰہی نمی دانم تاچہ گویم۔ الٰہی عجز و درماندگی من تو می بینی۔ الٰہی حاجت من تو می دانی۔ الٰہی منِ بیچارہ وعاجز ہیچ حیلہ وقوت و وسیلہ نہ دارم وانچہ جزِ تست ازان بیزارم۔ الٰہی منِ ضعیف و درماندہ را ومن نحیف درہائے رندہ را ومنِ مدہوش سیاہ کار گناہگار را ومنِ بدکردار را ومنِ انقیادِ فرمانِ شیطان را ومنِ استادِ مکتب عاصیان را ومنِ مدہوش سرگشتہ را ومنِ عاجز دربدر گشتہ را ومنِ گنہگار بدافعال را ومنِ خاکسار بداعمال را ومنِ ثابتِ ناتمام را ومن عہدشکنِ خودکام را ومنِ گندم نمائے جوفروش را ومنِ زنّار دار خرقہ پوش را ومن سیاہ رونامہ سیاہ را ومنِ منافق تبہ کار را بفضلِ عمیم و لطفِ قدیمِ خود از بندِ نفسِ امارہ خلاصی دہ و توبۂ نصوحا عطا کن کہ طاقتِ حضرت عدل تو ندارم۔ الٰہی مرا توفیق دہ کہ ترا بہ پرستم کہ بے توفیقِ تو ترا نتوان پرست۔ الٰہی مرا تعریف دہ کہ ترا بشناسم کہ بے تعریفِ تو ترا نتوان شناخت۔ الٰہی ضایع کردم عمر خویش بران چیز کہ رضائے تو نبود۔ ومن نہ دانستم ازاں توبہ کردم وبیزار گشتم۔ اے دستگیرِ ہر شکستہ واے دلیل ہر درماندہ واے فریاد رسِ دشوار ہائے واے چارہ سازِ بیچارگان واے قبول کنندۂ توبۂ عاصیان واے پذیرندہ گریختگان۔ واے حلیمے کہ حلم تو مارا گستاخ کرد۔ واے رحیمے کہ رحم تو مرا بیباک گردانید۔ این گستاخی وبیباکی از ما عفو کن و خلعتِ معرفت ہمہ اعضائے مارا بپوشان۔ الٰہی بحق طفیل و تسبیح و تحمید و تمجید جملہ روحانیان وکروبیان —— الٰہی بحرمتِ عابدان وزاہدان، الٰہی بحرمت خواہندگانِ درگاہِ تو، الٰہی بحرمتِ لواحقان حضرت تو، الٰہی بحرمتِ غریبانِ شہادتِ

جوانان، الٰہی بحرمت آبِ دیدۂ عاصیان، الٰہی بحرمت عفو توبۂ عاصیانِ درگاہِ تو، الٰہی بحرمت عز و جلال تو، الٰہی بحرمتِ عظمت و کمال تو کہ حاجاتِ من و جملہ مسلمانان روا کنی، و ایمانِ ما را در دنیا و آخرت برما ارزانی داری۔ الٰہی چون دران حجرۂ تنگ و تاریک بے شمع ما را ابتلا کنی ایمانِ ما را چراغ لحد گردانی۔ بحق لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ لَا مَحْبُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ لَا مَطْلُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ۔ لَا مَقْصُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

ترجمہ مناجات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے اللہ! تو ہی میرا رب ہے، تو قوی اور میں عاجز ہوں۔ اے اللہ! تو ہی میرا مالک ہے اور میں تیرا مملوک۔ اے اللہ! میں عاجزوں میں سب سے زیادہ عاجز ہوں۔ اے اللہ! میں جاہلوں میں سب سے زیادہ جاہل ہوں۔ اے اللہ! میں نہیں جانتا کہ کس طرح تیری رضا حاصل کروں۔ اے اللہ! میں نہیں جانتا کہ کیا عرض کروں۔ الٰہی! میرے عجز و بیچارگی کو تو دیکھتا ہے۔ الٰہی! میری حاجتوں سے تو واقف ہے۔ اے اللہ! میں بیچارہ و عاجز ہوں اور کوئی حیلہ، قوت اور وسیلہ نہیں رکھتا ہوں۔ تیرے سوا جو کچھ بھی ہے اس سے میں بیزار ہوں۔

الٰہی! مجھ ضعیف و درماندہ کو، مجھ کمزور اور دربدر ٹھکرائے ہوئے کو، مجھ سیہ کار گنہ گار اور مدہوش کو، مجھ بدکردار کو، مجھ کو جو شیطان کا مطیع و فرمانبردار ہے، مجھ کو جو گنہ گاروں کے مکتب کا اُستاد ہے۔ مجھ کو جو مدہوش و سرگشتہ ہے، مجھ عاجز کو جو در در کا ٹھکرایا ہوا ہے اور مجھ گنہ گار بدافعال کو، مجھ خاکسار بد اعمال کو، مجھ ثابت ناتمام کو، مجھ عہد شکن مطلب پرست کو، مجھ گندم نما جو فروش کو، مجھ زنار دار خرقہ پوش کو، مجھ سیاہ رو سیاہ کار کو، مجھ منافق تباہ کار کو اپنے فضل عمیم اور لطفِ قدیم سے نفس امارہ کی قید سے نجات دے اور توبہ نصوحا عطا فرما۔ اس لئے کہ میں تیرے دربارِ عدل کی قوت نہیں رکھتا۔ اے اللہ! مجھے توفیق عطا کر کہ میں تیری پرستش کروں، اس لئے کہ تیری توفیق کے بغیر تیری پرستش ممکن نہیں۔ اے اللہ! مجھے معرفت عطا کر تاکہ تجھے پہچانوں اس لئے کہ معرفت حاصل

کئے بغیر تجھے نہیں پہچانا جا سکتا۔ اے اللہ! میں نے اپنی تمام عمر اس چیز کے حصول میں ضائع کر دی جس میں تیری رضا نہ تھی۔ اور اسے میں نہیں جانتا تھا میں نے اس سے توبہ کی اور بیزار ہوا۔

اے دستگیر ہر شکستہ، اے دلیل ہر درماندہ، اے مشکلات میں فریاد سُننے والے، اے بیچاروں کے چارہ ساز، اے گنہ گاروں کی توبہ قبول کرنیوالے، اے منکروں کو قبول کرنیوالے۔ اے حلیم کہ تیرے حلم نے مجھے گستاخ بنا دیا۔ اے رحیم کہ تیرے رحم نے مجھے بے باک کر دیا۔ ہماری اس گستاخی اور بے باکی کو معاف کر دے۔ اور مغفرت کی خلعت ہمارے تمام اعضا کو پہنا دے۔ اے اللہ! تمام رُوحانیوں اور فرشتوں کی تمجید و تحمید اور تسبیح و تہلیل کے صدقے میں، اے اللہ تمام عابدوں اور زاہدوں کی حُرمت کے صدقے میں، اے اللہ! اپنی درگاہ کے خواص کے طفیل میں،

اے اللہ! اپنے لواحقین دربار کے واسطے سے، اے اللہ جوان شہیدوں کی شہادت کے واسطے، اے اللہ! گنہگار بندوں کے آنسوؤں کی حرمت کے طفیل اے اللہ ان گنہگاروں کے طفیل جنہوں نے تیری بارگاہ میں توبہ کی، اے اللہ اپنی عزت وجلال کی حُرمت کے واسطے سے، اے اللہ! اپنی عظمت و کمال کے صدقے میں میری اور تمام مسلمانوں کی حاجتوں کو پورا کر، ہمارے ایمان کو دُنیا اور آخرت میں ہم پر زیادہ کر دے۔ اے اللہ! جب تو اس حجرۂ تنگ و تاریک میں بے شمع ہمیں مبتلا کرے تو اس وقت ہمارے ایمان کو چراغِ لحد بنا دے۔

نہیں ہے کوئی اِلٰہ مگر اللہ۔ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ۔ نہیں ہے کوئی محبُوب مگر اللہ۔ نہیں ہے کوئی مطلوب مگر اللہ۔ نہیں ہے کوئی مقصود مگر اللہ۔ نہیں ہے کوئی موجود مگر اللہ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسُول ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسُول ہیں۔ اے ارحم الراحمین اپنی رحمت کاملہ سے رحمتیں نازل فرما اُن پر جو بہترین مخلوق ہیں۔ یعنی ہمارے سردار حضرت محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور اُن کی آل پر اور ان کے تمام اصحاب پر۔

عظمت شرف

۱۴۱۰ھ ۱۹۹۰ء

تاریخ اتمام کتابت

از مترجم

برتر ہے فکر سے جو وہ ذات ہے شرف کی ۔۔۔ مکتوب دو صد ان کی عظمت کا اک نشاں ہے
ہے "عظمتِ شرف" سے ختم کتابت اسکی ۔۔۔ ہجری بھی عیسوی بھی دونوں ہی سن عیاں ہے

قطعہ تاریخ تکمیل ترجمہ مکتوبات دو صدی

بر ردیف

عظمت انسان و حقیقت الزمان

از مترجم

شرفِ الحقِ منیری الحق نشانِ حق ہیں — مکتوب پاک حضرت کس درجہ عالی شان ہے

مکتوبِ پاک حضرت ہے مرآتِ حقیقت — اس آئینہ میں اللہ کیا حُسن بے نشاں ہے

انسان کی حقیقت تجھ سے کروں بیان کیا — رازِ نَفَخْتُ فِیْہِ، مسجودِ قدسیاں ہے

یعنی ظہورِ کُنْتُ کَنْزاً کا راز پنہاں — مکتوب دو صدی کو دیکھو تو کیا عیاں ہے

شمس و قمر کی گردش ہر روز و شب کا عنواں — سارا نظام عالم خود اس کا اک نشاں ہے

ہے لازمان خود وہ، ہے لامکاں خود وہ — پھر یہ زمانہ کیا ہے؟ اک راز جاں ستاں ہے

اول بھی تو وہی ہے آخر بھی تو وہی ہے — یہ درمیاں میں کیا ہے؟ اک طرفہ جہاں ہے

مستقبل، حال، ماضی یہ سب عبارتیں ہیں — خود ہی زمانہ ہے وہ اور خود ہی لازماں ہے

"حضرت" سے سن ہے ہجری "حضرت شرف" سے عیسوی — تکمیل ترجمہ کی تاریخ یہ عیاں ہے

۱۴۰۸ھ — ۱۹۸۸ء

یہ بے نوا قسیم اور اس ترجمہ کی ہمت

صد شکر خاکپائے مخدوم دو جہاں ہے

نامے لیجائینگے سب اعمال کا اپنے قیم

حاضر ہونگے لیکے مکتوبات کا ہم ترجمہ


سلطان المحققین حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہٗ
(۶۶۱ھ - ۷۸۲ھ)
درگاہ شریف